NOT TO BE ISSUED
OUT OF THE LIBRARY.

KOOLIYAT MEER TUQEE.

THE

POEMS

OF

MEER MOHUMMUD TUQEE,

COMPRISING

THE WHOLE OF HIS NUMEROUS AND CELEBRATED COMPOSITIONS IN THE OORDOO, OR POLISHED LANGUAGE OF HINDOOSTAN.

47462

PUBLISHED UNDER THE PATRONAGE

OF THE

College of Fort William,

AND EDITED BY

LEARNED MOONSHEES ATTACHED TO THE

COLLEGE.

CALCUTTA:

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS, BY A. H. HUBBARD.

1811

Digitized with financial assistance from

Observer Research Foundation

on 22 February, 2020

00047462

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصایدات در منقبت وغیرہ

جب سے خورشید ہوا ہی چمن افروز حمل
رنگ گل جھمکے ہی ہر پات ہرے کپڑے اوجھل

وقت وہ ہی کہ زبس شوق سے چشم بلبل
خوبیٔ دلکش گل دیکھنے کو ہو احول

جوش گل بہو ہی جہاں تک کرے ہی کام نظر
لالہ و نرگس و گل سے ہیں بھرے دشت و جبل

لطف روئیدگی مت پوچھ کہ میں شیفتہ ہوں
سبزہ غلطاں ہی لب جو پہ کہ خواب مخمل

چشم رکھتا ہی تو چل فیض ہوا کو تک دیکھ
نرگسی اُگتی ہی جہاں بوئی تھی دہقاں نے بصل

سیر کر تازگی و خرمی و شادابی
خشک بھی شاخ نے اب سبز نکالی کونپل

خوبن عمبازہ کش عاشقی و پنجۂ گل
دونوں نکلے ہیں تہ خاک سے اب دست و بغل

برگ گل فیض ہوا کرتا ہی صحرا جگر کو
آگ کی گر کہیں سانگا کے رکھے ہیں منقل

بیت جشنی کنئیں مرغ چمن آئے ہزار
کسو گلبن کے تلے آپ بھی اب پڑھیے غزل

مطلع ثانی

نکلے ہی لالہ زبس چاک گریباں بلبل
آتش گل سے جلا کرتا ہی سارا جنگل

تیر کی اپنے ستارے کی ہی سب پر روشن — آفتاب آوے ہی یہاں دن کو جلا کر مشعل

آمد گریہ قیامت ہی رکن میں جی کی — مار ہی ڈالے ہی برسات ہمارے کی کہل

غنچۂ خام کو جوں پھونک سے کھولے ہی طفل — یوں بھی کر دیکھا پہ دل عقدہ ہی ما ینحل

تو یوں ہیں کھینچے ہی یہہ نقش بر آب ای منعم — کیسی محبوب گئیں صورتیں اس خاک میں گل

جنس دل مفت ہی سینے میں عجب کیا ہی جو لے — غمزے وے دزد ہیں آنکھوں سے چرا لیں کاجل

شیخ کے قد کی درازی کتئیں حال میں دیکھ — یاد آتا ہی جوانوں کتئیں رقص جمل

کودنے کو جو اٹھا سر پہ اٹھا لی مجلس — دیکھئے بیٹھے جو پھر اونٹ تو بیٹھے کس کل

پردے میں دوستی کے میر کا جی تک تو لیا — مدعی کتنی بھی اسکی یہہ محبت بیتل

کیا ہیں اندھیر فلک کے کہ نہیں ملتی داد — روز خورشید نکلتا ہی جلا کر مشعل

جو ہی سو دست بدل خاک بسر ہی اس سے — میں بھی نکلوں ہوں سدا منہہ پہ کف خاک کو مل

موے سر تک تو عدو دیدۂ شور اسکا ہی — آج دیکھے کسو سر پر تو اسے چاہے کل

پنجۂ خور کو زر اندود کیا انے جسے — مرتعش باندھے ہیں اکثر شعرا بعضے شل

سرخ رہتی ہی مژہ خط شعاعی سے ہنوز — چشم خورشید سے کھوئی نہ کبھو انے سبل

درد سر میں ہی جو موجود ہی دور اسکے میں — صبح نکلے ہی سدا ماتھے کو ملکر صندل

وقت ہی اپنے نصیری کی مدد کا یا شاہ — روز و شب رہتی ہی اس موذی ہی سے جنگ و جدل

مطلع ثالث

ایکہ اک تو ہی ہوا عالم اسرار ازل — ایکہ سو جان سے عاشق ہی ترا حسن عمل

تیری وہ ذات مقدس ہی کہ لیتے ہوئے نام — منہہ سے ناخواستہ بھی صل علی جائے نکل

تیری درگاہ میں جبریل کے پر کیوں نہ جلیں — یہیں ہی نور جلا لئی خدا عز و جل

دور از بسکہ کھنچا عرش سے رتبہ تیرا — [illegible] شیعوں کو وحی منزل

مرحبا شاہی تری صل علی جاہ ترا — کہ ہوا [illegible] دوش نبی مرسل

فرش ہونا ترے زاہد کا سعادت تھی ولے — کیا کرے چادر مہتاب کہ تھی مستعمل
وہ نخستیں خرد اپنی عالم اسرار الٰہ — مانتے جسکو گئے دہر کے کامل اکمل
آخر اب آکے ترے درس میں یہہ نکتہ کھلا — ناقص محض چلا جاے تھا عقل اول
جو نہ گذرے بھی تو نطے ہی ترے درس کے بیچ — معنیٔ تازہ سے بدلا ہوا لفظ مہمل
رفع بدعت پہ جب آوے تری طبع اقدس — کیا عجب شعلۂ آواز سے جل جا نرسل
لقمۂ ظلم نہیں پچتا عدالت میں تری — باز نکلی ہوئی چڑیا کتئیں دے ہی اُگل
حالت نزع میں گر نام زبان پر ہو ترا — یک رمق جان حیات ابدی سے ہو بدل
بسکہ غالب ہی ترا سعد ستارا ہی عجب — پہنچے گر حشر تلک نوبت شاہیٔ زحل
کیا ترے کشف بیاں کرنے کی کہیئے تاثیر — طبع گویندہ پہ یہاں حال ہوا مستقبل
تو غضب ہووے مبادا کسو اوپر کہ شہا — مرگ ٹلتی بھی ہی پر ٹلتی نہیں یہہ کلول
تب ہوا دین محمد کا بزور شمشیر — تو نے برہم کئے جب کتنے ہی ادیان و ملل
حبذا حق سے یہہ نسبت کہ رہے بھی موقوف — تجھی پر مصلحت کار خداوند اجل
سنکے یہہ نظم و نسق دہر میں جو تو نے کیا — جمع ہو جاتے ہیں شاعر کے حواس مختل
کوئی یوں سرکشی سے اپنی کہے کچھ لیکن — سجدہ ہی کیجے تجھے یہہ ہی ترا قدر و محل
جی میں ہی اور بھی مطلع کتئیں کریئے نمود — دل کو تسکین نہیں بخشتا وصف مجمل

مطلع رابع

ای کہ طاقت ہی زمانے میں تری ضرب مثل — پنجۂ زور کے آگے ترے یہہ چرخ نیل
یکطرف میں نے کیا فرض ترے بندیکو — دوسری سمت کیا جمع عدو کا دنگل
کشتنی مدعی کی اور کی میں کیسے کہوں — ہر جواں برج سا پھر کوہ کی مانند اچل
میان سے جب کہ گھسیٹی دھر اُنے تلوار — باعث تیرگیٔ چشم بھی وہ برق اچل
درہمی آگئی یکبار صف [illegible] میں — ایک [illegible] کے چلنے میں پڑی یہہ ہل چل

تیرگی بخش جہان بسکہ ہوا سرمہ گرد
چشم خورشید فلک پر نہی مثال مکحل

رستم و سام جسے فرض کرے تو ولیمہ
چہرہ کر سامنے آواز دم کیا جب اتکل

کھل گیا دوش سے لے تا کمر اللہ اللہ
ایک ہی زخم تہا دشمن کے گلے کی ہنسلی

برہمی کارگہہ رزم کی مت پوچھہ کہ تہا
کوہ پر کوہ فلک پر تہی زمیں دل دہل

جمع ہوآیا تہا اس ایک پر ایک جم غفیر
اکثر انمیں سے گئے مارے کچھہ ایک بھاگے وہاں

کرکے سرگوشی جسے پوچھتے ہیں بھاگے ہوئے
آئی ہی غیب سے آواز ہوا وہ فیصل

یہہ ہی یا خالی ہی میدان مگر اسکی تیغ
اڑ دہا تہی کہ گئی خلق کو یک دم میں نگل

کیا بیان کیجئے اب لشکر اعدا کی معاش
مخرج خون ہی وہاں زخم کا ہیگا مدخل

چھوٹتے ہی زخم سے ہر ایک کے فوارۂ خون
ہر طرف دشت میں جاری ہی لہو کی جدول

سرخ تر چشم شجاعاں میں نظر آتی ہی
خون سے مسلخ قصاب کے خاک مقتل

قطعہ

کیا لکھوں اسپ سبکسیر کی اُنکے تعریف
اوہم خامہ بھی لکھتے ہوئے جاتا ہی اُچھل

جب عنان اسکی اُچک لیتا ہی اُسکا راکب
جلد ئی پو یہ میں دکھلاوے ہی کیا کیا چھل بل

اس فلک سیر کا میدان مقرر ہیگا
تگ و پو کے لئے اثنائے ابد اور ازل

آگیا اس میں نظر جاتا کسو شخص کو تو
مارنے پل کے گیا اُسکو چھلاوا سا چھل

قابو پانے کے لئے اسکے سوار اُسپہ سدا
کہتے ہیں مدعی اس اسپ کتیں مار بیٹے چل

راکب اُسکا کرے ہی سنکے تبسم یہہ بات
یعنے ان گیدوں سے کچھہ ہی دماغ نمیں خلل

جان یہہ ہی ترے گھوڑے میں کہ تا روز جزا
گرد کو اسکی نہ پہنچے گی کبھو اسکی اجل

اِک مصور نے اُسے دیکھہ کے دوڑایا خیال
دیکھوں اس باد کی مجھسے بھی نکلے شکل نکل

سرو سینے کو کمر تک تو بنایا رکھا تہہ
گھٹنا گھوڑے کا پہونچے سے چھوٹتے ہی کفل

آیلے جیسے بنا رہے ہیں مرنے والے بیچ
بسکہ اس لشکر خونخوار سے رہا ہی جل

آج تجھ نیّر اعظم کی خلافت کا ہی روز — داد دے میری کہ دیکھوں میں اُسے مستاصل
صاف ہو زنگ دل میر کہ احباب میں ہی — اسطے تیرے مخالف کے ہوں تیغیں صیقل

قصیدہ در مدح حضرت مرتضی علی علیہ الصلواۃ والسلام

یک شب کیا تھا یار تری زلف کا خیال — ابتک ہی دشمنی میں مری میرا بال بال
میں مر گیا فراق میں پر اب یہ کیا ہی ظلم — جیتی گڑی ہی ساتھ مرے حسرت وصال
جنبش ہوئی مژہ کو اِدھر گر گئی سنان — ابرو ہلے ترے کہ اُدھر کٹ گیا ہلال
آتا ہی یاد قیس بہت اب کہ ہوں بہ تنگ — اُسکے بھلاوے مجکو نہیں چھوڑتے غزال
خوشوقت تک تو ہوں پہ کہیں کا نہیں ہوں پھر — آزردہ ہوئی مجھ سے اگر خاطر ملال
رنگ اُڑ گیا تبھی کہ ہوا تجھ سے چہرہ گل — رکھے ہی اب نسیم کی سیلی سے منہ کو لال
دوزخ ہی میرے شرم گنہہ کے عرق میں غرق — لیکن نہیں ہنوز مجھے تک بھی انفعال
خوش قامتی کو آہ کی کب پہنچتا ہی سرو — ہی یہہ تو باغ رنگ شکستہ کا نونہال
حیرت بسا ہی جان کو اپنی تمام عمر — تک چشم آئینہ نے ترا دیکھ کر جمال
یک روز بے نقاب ہوا تھا تو صبح کو — ابتک ہی آفتاب جہانتاب پر زوال
کی سیر تیرے کوچے میں عشاق کی معاش — کتنے شکستہ دل تھے بہت تھے خراب حال
جتنے غرض تھے سبکو یقیں تھا کہ مر چکے — کوئی نہ تھا کہ جسکو ہو جینے کا احتمال
کب تک صفت بتونکی خدا سے تو خوف کر — ای طبع رہ نہ اتنی بھی پابند خط وخال
پڑھ منقبت نہ شاہ کی جسے نجات ہو — وہ شاہ جسکے ایک گدا کو ہی یہہ کمال
بخشش سے جسکی حرف طلب محو ہو گیا — کم اسکے وقت میں ہی بہت نوبت سوال
ہی معن اسکے مطبخ عالی کا کاسہ لیس — دستار خواں کا اسکے ہی خاتم ایک آشمال
آوے اگر عطا و کرم پر وہ ایک دم — خسرو کے ہفت گنج تو پھر کیا ہیں چیز مال
کہتا ہوں اب میں مطلع ثانی کہ ہوں تنگ — وسعت [illegible] ہی بسکہ یہہ میدان قیل و قال

مطلع ثانی

ای نایب مصاحب دادار بیہمال — وی مشورت شریک خداوند لایزال
تو ہی کہ تیرے عدل کے نظم و نسق کو سن — اٹھ جاے دفعتہً ہی مزاجوں سے اختلال

قطعہ

چاہے خدانخواستہ اسکا اگر تو رغم — تو منحرف مقام سے ہو خط اعتدال
شاہا ترا غلام ہو ایک اور ایکطرف — سنگیں ہو فوج دشمن اگر کوہ کی مثال
تیر و کمان کو ہاتھ میں لے جب ہو سامھنے — ہی اسکو اپنے زور و شجاعت سے یہہ کمال
جسدم کہ زور بازو سے آکر لگاوے تیر — پھوٹیں دو سار ہوویں اگر آہنیں جبال
چٹکی سے اسکی ہو کے جدا تیر پر لگاے — جو اسکے سامھنے ہو اسے اڑ کے لاگے بھال
اٹکل کے جسکے سینے میں مارے ہو تیر پخش — منہہ دیکھو مدعی جو رکھے اپنے تیں سنبھال
پشت عدو کی اور ہو پیکان یوں نمود — جیسے کہ سانپ بیٹھے ہی بانبھی سے سر نکال

قطعہ

بالفرض اسپہ چوٹ کرے آکے مدعی — خالی دے اسکے وار کو دیوے زمیں پہ ڈال
اس جھوک ہی میں ہاتھ مع تیغ ٹوٹ جاے — گردن کٹاوے مفت گرے بسکہ ہو نڈھال
سنتے تھے وہ مثل سو یہیں ہوتی ہی درست — دست شکستہ اپنی ہی گردن کا ہی وبال

قطعہ

جو کوہ آہنیں ہوں ترے مدعی شہا — تنہا ترا غلام لے تلوار اور ڈھال
دو ہاتھ ایسے گڑ کے کرے سبکو دے اکھاڑ — مارے زمیں پہ جسکو پکڑ کر کمر دوال
ٹھہرے ورے پرے تو نہایت غریب ہی — تحت الثری سے گر نہ پڑے جاے بدسگال
یوں دیکھ ایک دو کو کنارا کرے شتاب — میدان کارزار سے رستم برنگ زال
شیر فلک کو راہ بھلا دیوے وہ بھمک — [illegible] زلزلے میں گاو زمیں سیکھ جاے چال

قطعہ

من بعد اور باقی رہیں جتنے کشتنی — جمع ان کو زور شجاعت سے پیل پال
تلوار لے پھرے وہ تو پھر جاے روزگار — نعرہ کرے تو تن سے کرے روح انتقال
اہل سلاح ترسن سے گر گر پڑیں بہت — جتنوں کے ہو گلوں میں زرہ انکا ہو یہہ حال
نعرے سے اسکے لیویں بہت اون رہ گریز — بھاگے ہیں جیسے شیر کی آواز سے شغال
حصہ رسد کوئی ہو وہ رکھہ جاے ایک تیغ — گذرے نہ ایک دم بھی کہ قضیہ ہی انفصال
زخم اسکے ہاتھہ کا جو لگے یہ نہو کبھی — مٹ جاے کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہی بسکہ لہو میں گل زمین — گر خشک ہووے خاک کہیں بعد ماہ و سال
ہو پھر لذار باد صبا سے یہہ وہاں کا رنگ — اُڑتا ہی جیسے ہولی کے ایام میں گلال
میلان طبع مطلع ثالث کی اور ہی — تاخیر پر قصیدۂ غرّا کا ہو مآل

مطلع ثالث

لایق تری صفت کے صفت میری ہی محال — آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہی — جس شخص کو نہ آوے الف بے تے دال ذال
آوے تری جناب مقدس میں ایکدم — کرتے ہیں وہاں تو وقف سبھی طرز کے مقال
عالم ہو اسقدر کہ بیان کیا کرے کوئی — پھر بحث اُسّے عقل فلاطون پر ہی دال
لیتے ہیں تیرے گھر سے گدا پوست تخت فقر — پاتے ہیں تیرے در سے شہان مکنت و جلال
جب تک جیونمیں دلمیں مرے آرزو ہی یہ — ہوں سر سے تیرے زایر درگہہ کا پایمال
پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے یا علی — جاگہہ مری ہو حشر کو تیری صف نعال
جب ہوں میں گرم راہ ترے سایے میں شہا — ہو جاے [illegible] آتش دوزخ کی اشتعال

جب تک جیئے گا محو ثنا ہی رہے گا میر — تیری منقبت سے نپٹ اُسکو اشتغال
ہووے حرام تیرے محبّوں کو درد و غم — شمشیر دوستاں پہ ہے خون عدو حلال

قصیدہ در مدح حضرت مرتضی علی علیہ الصلوٰۃ والسّلام

کھنچے ہو دل پہ آتے ہیں اندوہ آب مدام — پہنچے ہی مجکو داغ گل جنگ صبح و شام
ای کبوتر تو نامہ نہ لیکر بھیج مت پیام — قاصد کا میرے سید ہی طرح سے تو لے لے نام
دلمیں نہیں ہی قطرۂ خون آنکھمیں ہینگی تر — خالی پڑا ہی شیشۂ می بھر رہے ہیں جام
ناکامیوں سے کام رکھا ہیں تمام عمر — گو کام دل حصول نہو مجکو کیا ہی کام
ای رشک ماہ عید نکر انتظار کش — مکھڑا دکھاوے چاند سا تک آکے پشت بام
زنجیر پا ہی اُسکی تری زلف غالباً — مدت ہوئی نسیم نہیں کرتی ابتسام
چلتا ہی تو تو جاتے ہیں کتنوں کے جی چلے — آ اب کسو کو مان کے موقوف کر خرام
آزار گی پہ دل ہی کی آسودگی کو چھوڑ — ناموس عافیت کو اُڑا کیسا ننگ و نام
گر جانتا مژہ کو تری تیغ کہیں تو میں — دو چار جانیں اور بھی کر لاتا قرض و وام
رونے کا تار باندھ تفرج نہیں ہی خوب — ہی آنسوؤں کا سلک گہر کا سا انتظام
اِکدم تری گلی میں گیا تھا میں سیر کو — لبریز بو ے خون سے ہی ابتک مرا مشام
صیاد نے اسیر کیا مجکو پر عبث — میں تک جیا نہ فرط تپیدن سے زیر دام
آنکھوں سے اُسکی چشم وفا میر ہی غلط — وحشی ہیں یہ غزال نہونگے کسیکے رام
چشم طمع کو سی لے ہا تو کم جیتے جی — سرمہ ہوئے ہیں بسکہ الم سے مرے عظام
ای طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز — اس گفتگو کا فایدہ کہہ حاصل کلام
یعنے امیر شاہ نجف کی صفت پر آ — وہ شاہ جس پہ سارے کمالات ہیں تمام
وہ شاہ ہی کہ بعد نبی کے وہی ہی پھر — وہ شاہ ہی کہ حق ہی وہی ہاولین امام
گر چاہے دل گرفت جہاں میں ہو کوئی — کر دے یہ تنگ غنچۂ پیکاں کو ابتسام

ز ریزہ ریزگی پہ طرئے عظیم ہی ۔۔۔ جو ترے نہ زخم سینۂ عاشق تک الیتام

مطلع ثانی

اے تیرے گدا کا ہی شہنشاہ احتشام ۔۔۔ شاہان سرفراز سب اُسکے ہیں پائے نام

قطعہ

اے اسپ پر سوار کرے عزم جنگ اگر ۔۔۔ میدان کارزار میں ادنیٰ ترا غلام
جولاں کرے جدھر کو رہے اُسطرف نہ خاک ۔۔۔ اُڑ جائے خاک اُدھر کی جدھر کو پھرے لگام
پامال اسقدر ہوں کہ معلوم بھی نہوں ۔۔۔ افراسیاب کون ہی رستم ہی یہاں کدام

قطعہ

شمشیر اسکی خرمن اعدا کی ہی جو برق ۔۔۔ آوے گر اسکے ہاتھ میں یک لحظہ بے نیام
ہل جاے اوڑ تک صف اعدا کی اور کو ۔۔۔ بے سر ہیں پھر تو مد نظر تک بدن تمام
یہہ بات میں کہوں ہوں نظر کر کے مایوں ۔۔۔ گر آسمان پہ جاے تہ خاک ہی مدام
شاہا ترے غلام کے حملے کی کسکو تاب ۔۔۔ گو پہلوان ہزاروں لئے آے اُسپہ شام
وہ سام بن نریمہ کہ ابتک جہانکے بیچ ۔۔۔ افسانے اسکے زور کے کرتے ہیں دھوم دھام
ایک ایک کو زمین میں دے مار اُس سمیت ۔۔۔ تحت الثریٰ کو جاے مع اپنے ازدحام
طبقہ زمیں کا جاے اکھڑ اُسکے زور سے ۔۔۔ چنداں عجب نہیں کہ ہوا ہووے تیرہ فام
ازبس اُڑتی ہی خاک جدھر دیکھو تس طرف ۔۔۔ جاتے ہیں کور چشم تماشائی ہو عوام
مطلع کہوں ہوں اور بھی موزوں میں اس جگہہ ۔۔۔ تا ہو بخیر و خوبی قصیدے کا اختتام

مطلع ثالث

اے بعد فوت ختم رسل صاحب اہتمام ۔۔۔ وے اولیں امام وسزاوار احترام
از بسکہ تیرے نقش سے گم ہیں محرمات ۔۔۔ رسام کھینچے خفت اگر چاہے ارتسام
عصفور کس شمار میں پر تیرے سامنے سے ۔۔۔ گنتی نہیں ہی باز شکاری کے اعتصام

تو ہی کہ تجھکو ذات خدا سے ہی ربط خاص — تو ہی کہ ساری خلق پہ تیرا ہی فیض عام ہے
تو ہی کہ تیری مہر کے سائے میں روز حشر — محفوظ آفتاب قیامت سے ہیں انام
ہیں سہل تیری چشم کے آگے خرابیاں — مشکل یہہ ہی کہ ہووے فلک کا نہ انہدام
چاہے تو اعتدال زمانہ تلک ایک اگر — ایک ہی ہوا ہی پھر تو جہاں میں علی کا کام
چاہے اگر تو یہہ کہ نہ روپوش ہووے روز — تہہ کر کے شب اٹھا ہی رکھے پردۂ ظلام

قطعہ

گرمی کرے تنک بھی اعانت تری تو پھر — آجاے سچتگی پہ مرا یہہ خیال خام
یعنے کہ دیکھوں حضرت دہلی کی جا نواح — معلوم ہی سوائے ترے حاصل مرام
ہرگز نہو حلال عدو پر ترے خوشی — ہووے تمام تیرے محبوں پہ غم حرام

قصیدہ در مدح امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

فلک کے جور و جفا نے کیا ہی مجکو شکار — ہزار کوس پہ ہی جاے یک تپیدن وار
خراب کوہ و بیابانِ بیکسی ہوں میں — برنگ صوت جرس ہر طرف ہی میرا گذار
بغیر خوردن خوں کب نہار ٹوٹے ہی — سوائے گریۂ صبح اب کہاں ہی آب خمار
لگیں نہ داغ سو کیوں پھیکے میرے سینے پر — نمک نہیں نظر آتا بجز رخ دلدار
سو وہ بھی دیکھا نا ملتا نہیں ہی گھر بیٹھے — مگر ہوں ہند میں رسوائے کوچہ و بازار
سوائے نالۂ جاں سوز کون ہی دلسوز — بغیر آہ سحر گاہ کون ہی غمخوار
جنوں میں جب سے خوش آیا لباس عریانی — نہیں ہی دامن صحرا میں تب سے مجکو قرار
ہمیشہ ساتھہ ہی دامن سوار لرتے کونکے — مگر کہ خاک وفا سے بنا ہی میرا غبار
عجب ہی مجکو جو تو دیکھنے نہیں آتا — رہوں ایک تری انکھریوں کا میں بیمار
ہوا ہوں جور فلک سے نپٹ ہی زار و نزار — [illegible] یا علی ابن ابی طالب الصدق حیدر کرار
شہا غلام کو تیرے یہہ زور بازو ہی — کہ وقت جنگ جو لیکر کمان کو ہووے سوار

اگر پہاڑ ہو دشمن تو اُسکے سینے میں — کماں سے چھوٹتے ہی تیر بند ہو سوفار
لگا دے پھر وہیں ہو نوچار انسے پلی دز پی — کہ ایک کا ہو نشاں دوسرے کی جائے قرار
کرے ہی فخر بہت اوج پر فلک شاہا — رضا جو ہو تو کروں تیرے روضے کا بستار
کہ انتقال ہو لاف و گزاف سے اُسکو — زمیں ہی صحن کی جسکے یہہ گنبد دوار
کرے ہی جوہر اول نگاہ جس ساعت — تو ایک ہاتھ سے تھامنے ہی سر اُپر دستار
امام ہر دو جہاں جسکے آستانکی خاک — رکھے ہی رتبۂ کحل جواہر الابصار
زہے وہ روضہ جہاں دیدۂ ملک ہیں فرش — قدم کو رکھتے ہوئے اُن پہ آتے ہیں زوّار
اگر طلوع ہو خورشید بامضے اُسکے — ہر ایک ذرّیکو وانکے ہی یہہ لب گفتار
کوئی کہے کہ یہہ کہا شوخ چشم شپر ہی — کوئی کہے کہ یہہ ہی موشکور ناہموار
لیا ہی روز سیہ نے بہت اُسے گھبرا — چلے ہی چھوڑکے حیران ہو رخنۂ دیوار
شعاع روضے کے قبّے کی ہیگی عالمگیر — پھر یگا سایۂ شب اب جہان میں ہوتا خوار
بصانعے کہ یہ نقاشیاں ہیں سب اسکی — زمین ہو یا ہو فلک یا حجر ہوں یا اشجار
باحمدے کہ نبوت ہوئی ہی اُسپر ختم — بفاطمہ کہ وہ ہی بنت سید مختار
بہر نصی کہ ولایت مسخر انکی کی — بہادری ہی غلاموں کا جسکے فن و شعار
بآں امام کہ کشتہ ہی زہر قاتل کا — گرے ہیں لخت دل اسکے زمیں پہ کتنے ہزار
بآں شہید کہ تشنہ لب و شکستہ دل — موا ہی دشت بلا میں ہیں اب تلک آثار
کہ جب ہلال محرم نمود ہوتا ہی — جہان میں کرتے قیامت ہیں اسکے ماتم دار
بسینہ سوزی و داغ و بآتش ہجران — بآہ سرد سحر گاہی و نالۂ زار
بسردہ مہری شیریں بکینۂ خسرو — بگرم جوشیٔ فرہاد و سختئی کہسار
بعشق و پر بطوف حرم بسعی حضر — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار
بآب و رنگ گلستان نہ بیکسی اسیر — کہ اسکو کنج قفس ہی رہے ہی یادبہار

بساغر می گلگون بہ توبۂ سنگین — بدلنوازی ساقی بابر دریا بار
بدستگیری چاک و بہ بیقراری جیب — بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار
بحیرت رخ جانان بچشم وا ماندہ — بسعی باطل ناخن بعقدۂ دل کار
بہ قلقل و بہ سبو و بلغزش ہر دم — بہ مستی می ناب و بخاطر ہشیار
بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ بے خوابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار
بدیر و برہمن و کفر و یا صنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار
بسیل خانہ خراب و بوادئی مجنون — بجرگہ جرگہ غزالان بدیدۂ خونبار
بخوشہ خوشہ سرشک و بدار بست مژہ — بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست یار
بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش — بجان عاشق مسکین کہ یار پر ہی نثار
بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا — نہیں دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار
باضطراب چراغ و بدشمنئ نسیم — بخاطر دم آخر کہ اُس سے ہی بیزار
بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا — باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار
بخیل خیل خرابی بگوشۂ صحرا — بخوش سوادی شہر و بقریہ و بدیار
بشوق وصل نگار و بجان مایوسی — بآرزوی ہم آغوشی و بہ بخت کنار
بسینہ کوبی زخم جگر بماتم میر — بجان کنئ گلوگیر و حسرت دیدار
قسم ہی میرے تئیں ان تمام قسمونکی — کہ تجکو علم ہی ان سبکا کیا کروں میں شمار
یہہ آرزو ہی مرے دل میں مدتوں سے شہا — رہے نہ بعد مرنے ہند میں یہہ مشت غبار
اڑاوے اسکو صبا یہاں تلک کہ لے پہنچے — تجھہ آستان کے آگے کہ ہی فلک کردار
رہے ہمیشہ ترے دوستونکے ساتھہ اقبال — عدو کو تیرے نہ دے فرصت ایکدم ادبار

قصیدہ

جو پہنچے قیامت تو آہ و فغاں ہی — مرے ہاتھہ میں دامن آسماں ہی

کوئی آج سے ہی فلک مدعی کیا ہمیشہ مرے حال پر مہرباں ہی
کدورت بیاں کیا کروں میں کہے تو یہہ دل گرد کلفت کا یک کارواں ہی
جو روتا بھی ہوں میں غبار دلی سے تو آنسو کا سیلاب ریگ رواں ہی
جو دل میں ہی آتا ہی کہے میں بھی وہ زباں میرے دلکی مگر ترجماں ہی
عجب مخمصے میں ہوں جور فلک سے حوادث کے تیروں کا سینہ نشاں ہی
سحر جام خوں ہی جو منہہ دھو چکوں ہوں یہہ مفلوک ایسے کے گھر میہماں ہی
رمق ایک جی ہی سو ایک آدھ دم کا اُسے قصد ابتک مرا امتحاں ہی
اس احول کا رنگ رو بس ہی شاہد جو دل میں ہی میرے سو منہہ پر عیاں ہی
یہہ شکوہ تھا در پیش مجکو کہ ناگہہ پکار ری خرد ہوش تیرا کہاں ہی
تو مر جائیگا یوں تو رکتے ہی رکتے کہ اندوہ و غم آفت ناگہاں ہی
غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی کہ اُن کی زباں بیچ سحر بیاں ہی
کہا میں نے مطلع غزل کا یہہ سنکر کہ ہر طرف سے جسکے لو ہو رواں ہی

مطلع ثانی

ترے ہاتھہ جبتک کہ تیر و کماں ہی شکار زبوں کی بھی خاطر نشاں ہی
کہے تو کہ شکل مثالی ہوں اپنی مرا جسم اس لطف سے ناتواں ہی
تری اور ای سادہ رو بعد میرے مرا نامہ ننوشتہ ہر استخواں ہی
نہ پوچھہ اس طلسمات عالم کی صنعت کہ اس آشکارا میں کیا کیا نہاں ہی
خوشا مرگ بلبل کہ سائے میں گل کے کہیں مشت پر ہی کہیں آشیاں ہی
لگے ہی نہ اب عطر دان اسکے منہہ کو نہ اس بوے خوش ساتھہ گل کا دہاں ہی
غرور خرابات چل شیخ دیکھیں جو ترسا بچہ ہی سو پیر مغاں ہی
نکہہ خانوادے تھے یہاں کیسے کیسے خرابا ہی ہی جب تلک یہہ جہاں ہی

دم امتحان میر ہم کیا کرینگے ہماری گرہ میں تو اک نیم جاں ہی
چل ای طبع مشتاق وصف بتان پر کہ غم انکا دل میں مرے یکجہاں ہی
یہی شغل ہیں خوب پیش فقیران کہ ذکر خدا ہی کہ وصف بتاں ہی
نہ جا اسکے خاموش رہنے پہ بلبل زبان غنچہ گل کی زیر زباں ہی
نہ دے جان شیریں کو تلخی سے ناحق تری محنت ای کوہکن رایگاں ہی
میں پس ماندۂ قافلہ دل جلا ہوں کہے تو کہ یہہ آتش کارواں ہی
جو ہو راہ گم گشتہ یہاں ہو کے جاوے کہ مجھ پاس یک داغ دل سوزباں ہی
سموم آوے ہی سایۂ برگ گل میں مگر خاک مرغ چمن پر فشاں ہی
مری آہ کیا برچھیاں مارتی ہی دل شب سے ہر دم صدا الاماں ہی
جگر پر جو ہیں داغ ہجراں پریشاں یہہ گویا خزاں دیدہ اک گلستاں ہی
رخ زرد پر اشک سرخ آ گئے ہیں ادھر بھی اک ابر بہاری سماں ہی
خط و زلف و کاکل میں دل جا کے الجھا نہ سمجھا یہہ ناداں کہ ہندوستاں ہی
چمن زار عالم کی خوبی پہ مت جا گل اس بے ثباتی پہ خندہ زناں ہی
کہ یک رنگ یہاں کا نہیں ہی قراری بہار آئی ایدھر کہ فصل خزاں ہی
حقارت سے مت دیکھ یے پھوٹی گوریں کہ ہر یک فلاں بن فلاں بن فلاں ہی
خیال اور مت کر کہ مجھ میں نہیں کچھ مری جاں ترا وہم ہی یا گماں ہی
اٹھی رسم صوم و صلوٰۃ اسکے دیکھے خرابی یہہ مسجد پہ جو ہی اذاں ہی
گریباں کفن کا تو رہنے دے ثابت مری خاک سے کیوں تو دامن کشاں ہی
رگ گل رگ جان کمر سی نہیں ہی تو کہتا ہی کیا یہاں سخن درمیاں ہی
خط و کنج لب گوشۂ چشم و کاکل رہے شاد وہ غمزدہ دل جہاں ہی
نہیں فرصت واشدن اس چمن میں گل اس غم سے اپنا گریباں دراں ہی

بہت ہرزہ خواں ہیگا اے میر تو بھی — وظیفہ ترا کہا یہہ ذکر بتاں ہی
جو مرکوز خاطر ہی اُسپر بھی آجا — فراغت کا عرصہ بھی یک زماں ہی
سن اے ہمنشیں شخص غایب کی خاطر — یہہ مطلع کہ مطلب سے جو نوّاماں ہی

مطلع ثالث

قلم چل ابھی چاہتی تیری زباں ہی — کہ پھر بات کہنے کی فرصت کہاں ہی
و لیکن تجاوز نہووے ادب سے — کہ ممدوح اب شاہ ہندوستاں ہی
دماغ اب نہیں ہی جو تمہید کرئے — کہ کُل رات ہی اور یہہ داستاں ہی
بھتیری کیجے یہہ دل چاہتا ہی — ترے شکر نعمت میں قاصر زباں ہی
ترا عہد پکسر خوشی ہی جو ہی بھی — گنہگار سا یک غم مہوشاں ہی
ترے یہاں ہی سب راستی و درستی — مگر ما صدق سچ کا پتہ خاندان ہی
زیارت کئے صدق آتا ہی جسکی — ترا جبہہ در آستان آستاں ہی
لکھے کیا شہا کوئی ہمت کو تیری — جہاں صبح اِس خوان پر میہماں ہی
زیادہ ہو یہہ وسعت رزق تیری — کہ مشرق سے تا غرب دستار خواں ہی
کرے ہمسری کیا وہ خورشید اوپر — فلک پاس کیا ہی یہی ایک ناں ہی
ترے ہاتھ کی ریزش جود آگے — خجالت سے یہہ ابر قطرہ زناں ہی
تجھے مرجع کُل کیا ہی جہاں کا — ترا دست ہی فرق خورد و کلاں ہی
ولی نعمتا عدل سے تیرے اب یہاں — گتاں تھا سو یہہ ہی جو مہ تھا کتاں ہی
ترے ہوش کے آگے ہی طفل ناداں — اگرچہ یہہ پیر خرد کاردان ہی
سن اے خامہ آمطلع چار می لکھہ — کہ ممدوح کے زور کا آب بیاں ہی

مطلع رابع

ترے زور بازو کی طاقت عیاں ہی — کہ بز جسکی قوت سے شیر ژیاں ہی

ترے زور کا سکہ ہی اس چمن میں — گل اشرفی غنچہ مُہر دکان ہی

قطعہ

ترا ہاتھ پڑ جاے گر رستم اوپر — جہان میں وہ مشہور کیا پہلوان ہی
اُٹھاتا نہیں اُسکو سن کوئی گردن — وہ اس عرصے میں ایک سنگ گران ہی
تو یوں پھینک دے جیسے سنگ فلاخن — جہاں جا کے گر جاے سنگ نشان ہی
کہ جو کوئی اُس راہ نکلے سو دیکھے — یہہ افسانہ ہر شہر کا ارمغان ہی
ثنا کے تری عرصے میں کرئے جولان — کمیت قلم ہاتھ کے زیر ران ہی
اُچک لے جہان باگ کیا کیا مزے ہیں — یہہ نام خدا اسپ کیا خوش عنان ہی
سبک سیر کی تیرے کیا کہئے جلدی — پھر اس فربہی پر کہ تخت روان ہی
ازل سے ابد تک ہی جولانگہہ اُسکی — قدم ایک یہاں اک قدم اُسکا وہاں ہی
جو اس میں سوار اُسکا چاہے کہ دپٹے — ارادے میں اسکے ابھی حرف ہاں ہی
نہ پہنچے وہ ہونٹھوں تلک اسکے ہرگز — کہ یہہ باد پیما کہاں کا کہاں ہی
جو میدان میں جنگ کے ہو یہہ اشہب — تو گھوڑا نہ کہیو کہ پیل دماں ہی
لگے گر کہیں ٹاپ طبق زمیں پر — فلک صدمے سے آنسوئے لامکاں ہی
دعا پر کروں ختم اب یہہ قصیدہ — کہاں تک کہوں تو چنیں ہی چناں ہی
رہے وقت ایسا ہی روز جزا تک — کہ جو دوست تیرا ہی سو شادماں ہی
تری عمر ہو میرے طول امل سی — کرم کا سا سر رشتہ اک تیرے ہاں ہی

قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یہاں جی کو تاب — آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوز غم سے آگ میں — دل جگر سکتے تھے دونوں جوں کباب
ہر زماں تھی ساتھ اپنے گفتگو — کیا کروں شہر اور میں دونوں خراب

تھا کرم شیوہ جنھوں کا اٹھ گئے — بیٹھے بیٹھے کھینچیے کب تک عذاب
جایئے کسکے در اوپر کون ہی — مانیے کس سے کون مانے کا ہی باب
لے جوانی سے پھرے پیری تلک — امتحاں میں آگئے سب شیخ و شاب
تا گہاں مجھسے لگا کہنے سروش — رہگذر سے لطف کے کر کر خطاب
ہی کریم اب بھی وزیر ابن وزیر — آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آستاں رتبہ ہی اُس کا آستاں — ناز کر طالع پہ جو ہو بارياب
اُسکی ہمت سے سخن کیا سر کروں — بات کہتے دے دُرو یاقوت آب
اُسکے دست و دل کے رشک و شرم سے — خون ہی دل کان کا دریا ہی آب
جم حشم انجم سپہ گردوں شکوہ — مرجع خورد و کلاں عالم مآب
دست ہمت اُسکا ہو دُر بار گر — پانی پانی شرم سے ہووے سحاب
مال کیا ہی ہفت گنج خسروی — اِک ہی کو نواب بخشے ہی شتاب
فخر سام و رستم اسکی بندگی — داخل خدام یہاں افراسیاب
جس سحر جرات سے کھینچی اُنے تیغ — دال رکھے منہہ پہ نکلا آفتاب
رزم کے عرصے میں ہل چل پڑ گئی — آسماں کے خیمے کی کانپی طناب
مدعی گر کوہ تھا مارا اکھاڑ — ورز میں تھا لے سکوں پایا شتاب
خرمن آسا جل گیا انبوہِ خصم — چل پڑی جو اسکی تیغ برق تاب
دیو تھے گو معرکے میں بے شمار — ایک ٹھہرا ہو مقاباں کیا حساب
زین رکھا جاے مرکب پر اگر — راجا پرجا آن کر دابیں رکاب
زلزلہ پڑ جاے سارے ملک میں — ملک داروں سے کہیں ہاں سر حساب
مطلع ثانی کی اب مایل ہی طبع — کفر ہی حرف و سخن سے اجتناب

مطلع ثانی

ای ترے ڈر سے جگر شیروں کے آب — دشمنوں کو رو بہانہ اضطراب
مدعی کی صف ہی کو نجو نکی قطار — لشکری اس فوج کا ہر ایک عقاب
موج زن جیدھر ہووہ دریاے فوج — بستیاں اس سمت کی جیسے حباب
گرد اس لشکر کی گر ہووے بلند — پھر زمیں و آسماں میں ہی حجاب
جاوے دشمن جوں سگ پا سوختہ — وقت گرگ و میش کے منہہ پر نقاب
داوری و منصفی سن دلبراں — چھوڑ دیں عشاق پر کرنا عتاب
رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھہ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب
منع ہی ہووے تو پھر قدرت ہی کیا — جو گلے [illegible] کے اٹھاوے شراب
بحر کیا ہی جو کرے نہ سے سوال — کوہ تیرے حلم کا کیا دے جواب
خوبیاں ہیں خوبیاں سر تا قدم — تب کیا صانع نے تجکو انتخاب
لطف طبع صاحب مجلس کہوں — یا لکھوں پاکیزہ اس صحبت کا داب
نکلی مستعمل نہایت ورنہ شب — چاندنی کی جاے بچھتی ماہتاب
گر نہو ممدوح علم ظاہری — پر نہیں ہوتی ہی یہہ راے صواب
جو کہے تو چاہیے وہ لکھہ رکھیں — حرف ہر یک تیرے منہہ کا ہی کتاب
کر دعا پر میر اب ختم سخن — تو کہے جو کچھہ کرے حق مستجاب
زیر دست اسکے رہیں گردن کشاں — تا قیامت وہ رہے مالک رقاب
دوست اسکے جوش زن جیسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان اول

تھا مستعار حسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا کتیں
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ ای کلیم
یک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

مجلس میں رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر ایک بیحضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اس رند کی بھی رات گذر گئی جو عور تھا

ہم خاک میں ملے تو ملے لیکن ای سپہر
اس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سر پر غرور تھا

تھا وہ تو رشک حور بہشتی ہمیں میں میر
سمجھے نہ ہم تو فہم کا اپنے قصور تھا

کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قریں تھا
آنکھیں تو کہیں تھیں دل غمدیدہ کہیں تھا

کس رات نظر کی ہی سوئے چشمک انجم
آنکھوں کے تلے اپنے تو وہ ماہ جبیں تھا

آیا تو سہی وہ کوئی دم کے لئے لیکن
ہونٹھوں پہ مرے جب نفس باز پسیں تھا

اب کوفت سے ہجراں کی جہاں تن پہ رکھا ہاتھ
جو درد و الم تھا سو کہنے تو کہ وہیں تھا

جانا نہیں کچھ جز غزل آ کر کے جہان میں — کل میرے تصرف میں یہی قطعہ زمیں تھا
نام آج کوئی یہاں نہیں لیتا ہی اُنہو نکا — جن لوگوں کے کل ملک یہہ سب زیر نگیں تھا
مسجد میں امام آج ہوا آ کے وہاں سے
کل تک تو یہی میر خرابات نشیں تھا

نکلے چشمہ جو کوئی جوش زناں پانی کا — یاد وہ ہی وہ کسو چشم کی گریانی کا
لطف اگر یہہ ہی بتاں صندل پیشانی کا — حسن کیا صبح کے پھر چہرۂ نورانی کا
کفر کچھ چاہئے اسلام کی رونق کے لئے — حسن زنار ہی تسبیح سلیمانی کا
درہمی حال کی ہی سارے مرے دیواں میں — سیر کر تو بھی یہ مجموعہ پریشانی کا
جان گھبراتی ہی اندوہ سے تن میں کیا کیا — تنگ احوال ہی اس یوسف زندانی کا
کھیل لڑکوں کا سمجھتے تھے محبت کتئیں — ہی بڑا حیف ہمیں اپنی بھی نادانی کا
وہ بھی جانے کہ لہو رو کے لکھا ہی مکتوب — ہمنے سر نامہ کیا کاغذ افشانی کا
اسکا منہہ دیکھہ رہا ہوں سو وہی دیکھوں ہوں — نقش کا سا ہی سماں میری بھی حیرانی کا
بت پرستی کو تو اسلام نہیں کہتے ہیں
معتقد کون ہی میر ایسی مسلمانی کا

جامۂ مستیٔ عشق اپنا مگر کم گھیر تھا — دامن تر کا مرے دریا ہی کا سا پھیر تھا
دیر میں کعبے گیا میں خانقہ سے ابکی بار — راہ سے میخانے کی اُس راہ میں کچھ پھیر تھا
بلبلوں نے کیا گل افشاں میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولونکا اک ڈھیر تھا

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا — چھوڑا وفا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا
اُمیدوار وعدۂ دیدار مر چلے — آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
کبتک تظلم آہ بھلا مرگ کے تئیں — کچھ پیش آیا واقعۂ رحمت کو کیا ہوا

سے گھر پر ایسے گئے دل سے ہمنشیں معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا
بخشش نے مجکو ابر کرم کی کیا خجل ای چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا
جانظر ہی یار تیغ بکف غیر کی طرف ای کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہی میر پر
کیا جانیئے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

شب ہجر میں کم تظلم کیا کہ ہمسایگاں پر ترحم کیا
کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات کلی نے یہہ سنکر تبسم کیا
زمانے نے بھی جرعہ کش کوہ کان کیا خاک وخشت سر خم کیا
جگر ہی میں یک قطرہ خوں ہی سرشک پلک تک گیا تو نالا طلم کیا

کسو وقت پاتے نہیں گھر اُسے
بہت میر نے آپ کو گم کیا

اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
عہد جوانی رو رو کاٹا پیری میں لیں آنکھیں موند یعنے رات بہت تھے جاگے صبح ہوئے آرام کیا
حرف نہیں جاں بخشی میں اسکی خوبی اپنی قسمت کی ہم سے جو پہلے کہہ بھیجا سو مرنے کا پیغام کیا
ناحق ہم مجبوروں پر یہہ تہمت ہی مختاری کی چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہمکو عبث بدنام کیا
سارے رند اوباش جہاں کے تجھ سے سجود میں رہتے ہیں بانکے تیرے ترچھے تیکھے سبکا تجکو امام کیا
سرزد ہم سے بے ادبی تو وحشت میں بھی کم ہی ہوئی کوسوں اسکی اور گئے پر سجدہ ہر ہر گام کیا
کسکا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہی کیا احرام کوچے کے اسکے باشندوں نے سبکو یہیں سے سلام کیا
شیخ جو ہی مسجد میں نکارات کو تھا مے خانے میں جبہ خرقہ کرتا ٹوپی مستی میں انعام کیا
کاش اب برقع منہ سے اُٹھاوے ورنہ کیا حاصل ہی مہ آنکھ مندے پر انے گو دیدار کو اپنے عام کیا
یہانکے سفید و سیہ میں ہمکو دخل جو ہی سو اتنا ہی رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

صبح چمن میں اسکو کہیں تکلیف ہوا لے آئی تھی
ترے سے گل کو مول لیا قامت سے سرو غلام کیا

ساعد سیمیں دونوں اسکے ہاتھ میں لاکر چھوڑ دیئے
بھولے اسکے قول و قسم پر ہائے خیال خام کیا

کام ہوئے ہیں سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے
استغنا کی چوگنی ان نے جوں جوں میں ابرام کیا

ایسے آہوئے رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگوں نے تجھکو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو انکا تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن میں گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ میں ہمکو پیدا کر
برنگ سبزۂ نوخیز تہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلے میں کچھ باقی
سو اسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھ میں نہیں کہ تجھے ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند میں ہی تو یہہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہی وہ زلف
کشو نے حشر کو ہمسے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہیں کیا سنا نہیں تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھے گا جو تجھ رو کو سو حیران رہے گا
وابستہ ترے مو کا پریشان رہے گا

وعدہ تو کیا اس سے دم صبح کا لیکن
اے دم تئیں مجھ میں بھی اگر جان رہے گا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہے گا

چھوٹوں کہیں ایذا سے لگا ایک ہی جلاد
تا حشر مرے سر پہ یہہ احسان رہے گا

چمتے رہینگے دشت محبت میں سر و تیغ
محشر تئیں خالی نہ یہ میدان رہے گا

جانے کا نہیں شور سخن کا مرے ہرگز
تا حشر جہاں میں مرا دیوان رہے گا

دل دینے کی ایسی حرکت ان نے نہیں کی

جب تک جیے گا میر پشیمان رہے گا

نا گور کے اوپر وہ گل اندام نہ آیا ۔ ہم خاک کیے آسودوں کو آرام نہ آیا
بیہوش ہی عشق ہوں کیا میر بھروسا ۔ آیا جو بخود صبح تو میں شام نہ آیا
کس دل سے ترا تیر نگہ پار نگذرا ۔ کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا
دیکھا نہ اسے دور سے جی منتظروں نے ۔ وہ رشک مہ عید لب بام نہ آیا
صحرا صحرا بیاباں میں گیا محمل لیلیٰ ۔ مجنوں کی طرف ناقہ کوئی گام نہ آیا
ایکے جو ترے کوچے سے جاؤنگا تو سنیو ۔ پھر جیتے جی اس راہ وہ بدنام نہ آیا

نے خون خنجر مژگاں سے بہا تک نہ ہوا داغ
اپنا تو یہ دل میر کسو کام نہ آیا

جس سر کو غرور آج ہی یہاں تاجوری کا ۔ کل اس پہ یہیں شور ہی پھر نوحہ گری کا
شرمندہ ترے رخ سے ہی رخسار پری کا ۔ چلتا نہیں کچھ آگے ترے کبک دری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت ۔ اسباب لٹا راہ میں یہاں ہر سفری کا
زنداں میں بھی شورش نگئی اپنے جنوں کی ۔ اب سنگ مداوا ہی اس آشفتہ سری کا
ہر زخم جگر داور محشر سے ہمارا ۔ انصاف طلب ہی تری بیدادگری کا
اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو ۔ آئینے کو پکا ہی پریشان نظری کا
صد موسم گل ہمکو تہ بال ہی گذرے ۔ مقدور نہ دیکھا کبھو بے بال و پری کا
اس رنگ سے جھمکے ہی پلک پر کہے تو ۔ تکڑا ہی ترا اشک عقیق جگری کا
کل سیر کیا ہمنے سمندر کو بھی جا کر ۔ تھا دست نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہی بہت کام ۔ آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

تک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہی چراغ سحری کا

منہہ تکا ہی کرے ہی جس تس کا — حیرتی ہی یہہ آئینہ کس کا
شام سے کچھہ بجھا سا رہتا ہوں — دل ہوا ہی چراغ مفلس کا
تھے بُرے مغبچو نکے تیور لیک — شیخ میخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب — ہے یہہ دستہ ہوا ہی نرگس کا
بحر کم ظرف ہی بسان حباب — کاسہ ایس اب ہوا ہی نو جس کا
فیض ای ابر چشم تر سے اُٹھا — آج دامن وسیع ہی اِس کا
تاب کسکو جو حالِ میر سنے
حال ہی اور کچھہ ہی مجلس کا

وہ اِک روش سے کھولے ہوئے بال ہو گیا — سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا
اُلجھاؤ پڑ گیا جو ہمیں اسکے عشق میں — دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا
کہا امتداد مدت ہجراں بیاں کروں — ساعت ہوئی قیامت و مہ سال ہو گیا
دعوی کیا تھا گل نے ترے رخ سے باغمیں — سیلی لگی صبا کی سو منہہ لال ہو گیا
قامت خمیدہ رنگ شکستہ بدن نزار
تیرا تو میر غم میں عجب حال ہو گیا

بیتاب جی کو دیکھا دلکو کباب دیکھا — جیتے رہے تھے کہوں ہم جو یہہ عذاب دیکھا
پودا ستم کا جس نے اس باغمیں لگایا — اپنے کئے کا اُن نے ثمرہ شتاب دیکھا
دل کا نہیں تھکانا بابت جگر کی گم ہی — تیرے بلاکشوں کا ہمنے حساب دیکھا
آباد جس میں تجکو دیکھا تھا ایک مدت — اس دلکی مملکت کو اب مام خراب دیکھا
لیتے ہی نام اسکا سوتے سے چونک اُٹھے ہو
ہی خیر میر صاحب کچھہ تم نے خواب دیکھا

دل یہہ پنجا بدن میں تب سے سارا تن جلا — آپڑی یہہ ایسی چنگاری کہ پیراہن جلا

سرآتشی ہی جو دکھلاتی ہی اس مجلس میں داغ ۔ ہو سکے تو شمع ساں دیجے رگ گردن جلا
بدر ساں اب آخر آخر چھا گئی مجھ پر یہہ آگ ۔ ورنہ پہلے تھا مرا جوں ماہِ نو دامن جلا
کب تلک دھونی لگائے جوگیوں کی سی رہوں ۔ بیٹھے بیٹھے در پہ تیرے تو مرا آسن جلا
گرمیِ اُس آتش کے پرکالے سے رکھے چشم تب ۔ جب کوئی میری طرح سے دیوے سب تن من جلا
ہو جو منت سے تو کیا وہ شب نشینی باغ کی ۔ کاٹ اپنی رات کو خار و خس گلخن جلا
سوکھتے ہی آنسوؤں کے نور آنکھوں کا گیا ۔ بجھ ہی جاتے ہیں دیئے جو وقت سب روغن جلا
شعلہ افشانی نہیں یہ کچھ اُس آہ سے ۔ دل لگی ہی ایسی ایسی بھی کہ سارا بن جلا

زیر آگ سی اِک تنِ دلمیں سلگے ہی کہو کہہ کے تو میر
دیگی میری ہڈیوں کا دیر جوں ایندھن جلا

جاں دل میر کا رو رو کے سب ایماہ سنا ۔ شبکو القصہ عجب قصہ جان کاہ سنا
نابلد ہو کے رہ عشق میں پہنچوں تو کہیں ۔ ہمرہِ خضر کو یہاں کہتے ہیں گمراہ سنا
کوئی ان طوروں سے گذرے ہی ترے غم میں مری ۔ گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خواب غفلت میں ہیں یہاں سب تو عبث جاگا میر
بے خبر دیکھا اُنہیں میں جنہیں آگاہ سنا

جب جنوں سے ہمیں تو سلسل تھا ۔ اپنی زنجیر پا ہی کا غُل تھا
بستر اتھا چمن میں جوں بلبل ۔ نالہ سرمایۂ تو کُل تھا
یک نگہہ کو وفا نکی گویا ۔ موسم گل صفیر بلبل تھا
اُنے پہچان کر ہمیں مارا ۔ منہہ نکرنا اِدھر تجاہل تھا
شہر میں جو نظر پڑا اس کا ۔ کشتۂ ناز یا تغافل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہی نہ قرار ۔ یاد ایام جب تحمل تھا
جا پھنسا دام زلف میں آخر ۔ دل نہایت ہی بے تامل تھا

یوں گئے قد کے خم ہوئے جیسے عمر اک رہرو سر پل تھا
خوب دریافت جو کیا ہمنے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آگے جمال یار کے معذور ہو گیا گل اک چمن میں دیدۂ بے نور ہو گیا
اک چشم منتظر ہی کہ دیکھے ہی کب سے راہ جوں زخم تیری دوری میں ناسور ہو گیا
قسمت تو دیکھ شیخ کو جب لہر آئی تب دروازہ شیرہ خانے کا معمور ہو گیا
پہنچا قریب مرگ کے وہ صید ناقبول جو تیری صید گاہ سے ٹک دور ہو گیا
دیکھا یہہ ناو نوش کہ نیش فراق سے سینہ تمام خانۂ زنبور ہو گیا
اُس ماہ چاردہ کا چھپے عشق کیونکہ آہ اب تو تمام شہر میں مشہور ہو گیا
شاید کسو کے دلکو لگی اُس گلی میں چوٹ میری بغل میں شیشۂ دل چور ہو گیا
دیکھا جو میں نے یار تو وہ میر ہی نہیں
تیرے غم فراق میں رنجور ہو گیا

فرہاد ہاتھ تیشے پہ ٹک رہکے ڈالتا پتھر تلے کا ہاتھ ہی اپنا نکالتا
بگڑا اگر وہ شوخ تو سنیو کہ رہ گیا خورشید اپنی تیغ و سپر ہی سنبھالتا
یہہ سر تبھی سے گوے ہی میدان عشق کا پھرتا تھا جن دنوں میں تو گنیدیں اُچھالتا
بن سر کے پھوڑے بنتی نتھی کوہکن کتئیں خسرو سے سنگ سینہ کو کسطور ٹالتا
چھاتی سے ایکبار لگاتا جو وہ تو میر
برسوں یہہ زخم سینے کا ہمکو نہ سالتا

گل شرم سے بہہ جائیگا گلشن میں ہو کر آب سا برقع سے گر نکلا کہیں چہرہ ترا مہتاب سا
گلبرگ کا یہہ رنگ ہی مرجانکا ایسا ڈھنگ ہی دیکھو نہ جھمکے ہی پڑا وہ ہونٹھ لعل ناب سا
وہ مایۂ جاں تو کہیں پیدا نہیں جوں کیمیا میں شوق کی افراط سے بیتاب ہوں سیماب سا

دل تاب ہی لایا نہ تک تا یاد رہتا ہمنشیں مینا اب عیش روز وصل کا ہی جیمیں بھولا خواب سا
سنا ہٹے میں جانکے ہوش و حواس و دم نتھا سا اسباب سارا لیگیا آیا تھا اک سیلاب سا
ہم سرکشی سے مدتوں مسجد سے بچ بچ کر چلے اب سجدے ہی میں گذرے ہی قد جو ہوا محراب سا
تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اٹھتی کبھو اب دیدۂ تر کو جو تم دیکھو تو ہی گرداب سا
بہکے جو ہم مست آگئے سو یکم مسجد سے اٹھا واعظ کو مارے خوف کے کل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہی
رہتا ہی اکثر یہہ جوان کچھ اندنوں بیتاب سا

مر رہتے جو گل بن تو سارا یہہ خلل جاتا نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا
پیدا ہی کہ پنہاں تھی آتش نفسی میری میں ضبط نکرتا تو سب شہر یہہ جل جاتا
میں گریۂ خونیں کو روکے ہی رہا ورنہ یک دم میں زمانے کا یہاں رنگ بدل جاتا
بن پوچھے کرم سے وہ جو بخشش ندیتا تو پرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا
استادہ جہاں میں تھا میدان محبت میں وہاں رستم اگر آتا تو دیکھ کے ٹل جاتا
وہ سیر کا وادی کی مائل نہوا ورنہ آنکھونکو غزالوں کی پانوں تلے مل جاتا
بیتاب و تواں یوں میں کاہیکو تلف ہوتا یاقوتی ترے لب کی ملتی تو سنبھل جاتا
اُس سیم بدنکو تھی کب تاب و تعب اتنی وہ چاندنی میں شب کی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسے سے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتوں میں بہل جاتا

سنو جب وہ کبھو سوار ہوا تا بروح الامیں شکار ہوا
اُس فریبندہ کو نہ سمجھے آہ ہمنے جانا کہ ہمسے یار ہوا
نالہ ہم خاکساروں کا آخر خاطر عرش کا غبار ہوا
مر چلے بیقرار ہو کر ہم اب تو تیرے تئیں فرار ہوا

وہ جو خنجر بکف نظر آیا
میر سے جان سے نثار ہوا

مانند شمع مجلس شب اشکبار پایا ۔ القصہ میر کو ہم نے اختبار پایا
احوال خوش اُنہوں کا ہم بزم ہیں جو تیرے ۔ افسوس ہی کہ ہمنے وہاں کا نہ بار پایا
لیتے جو ضعف ہو کر زخم رسا سے اُسکے ۔ سینے کو چاک دیکھا دل کو فگار پایا
شہر دل ایک مدت اُجڑا پڑا غموں میں ۔ آخر اُجاڑ دینا اُسکا قرار پایا
اتنا نہ تجھ سے ملتے نہ دلکو کھو کے روتے ۔ جیسا کیا تھا ہمنے ویسا ہی یار پایا
کیا اعتبار یہاں کا پھر اُنکو خوار دیکھا ۔ جسنے جہاں میں آکر کچھ اعتبار پایا

آہوں کے شعلے جس جا اُٹھتے تھے میر سے شب
واں جا کے صبح دیکھا مشت غبار پایا

مارا زمیں میں گاڑا تب اُسکو صبر آیا ۔ اس دل نے آخر یوں خاک میں ملایا
اُس گل زمیں سے اب تک اُگتے ہیں سرو جس جا ۔ مستی میں جھکتے جس پر تیرا پرا ہی سایا
یکساں ہی قتل گہہ اور اُسکی گلی تو مجکو ۔ واں خاک میں ملوتا یہاں لوہو میں نہایا
پوجے سنے اور پتھر ہوتے ہیں یہہ صنم تو ۔ اب کسطرح اطاعت اُنکی کروں خدایا
تا چرخ نالہ پہنچا لیکن اثر نہ دیکھا ۔ کرنے سے اب دعا کے میں ہاتھ ہی اُٹھایا
تیرا ہی منہہ تکے ہی کیا جانئے کہ تو خط نے ۔ کیا باغ سبز تو نے آئینے کو دکھایا
شادابی و لطافت ہرگز ہوئی نہ اس میں ۔ تیری مسوں پہ گرچہ سبزے نے زہر کھایا
آخر کو مر گئے ہیں اُسکی ہی جستجو میں ۔ جی کیتئیں بھی کھویا لیکن اُسے نہ پایا
لگتی نہیں ہی دارو ہاتھ سب طبیب حیران ۔ اک روگ میں بسا ہا جی کو کہاں لگایا
کہہ ہیچ اُسکے منہہ کو جی میں تو رہا یہاں تو ۔ یارے وہ شوخ اپنی خاطر میں کچھ نہ لایا
ہونا تھا مجلس آرا گر غیر کا تجھے تو ۔ مانند شمع مجکو کاہے کو نہ جلایا

تھی یہہ کہاں کی یاری آئینہ رو کہ تو نے
دیکھا جو میر کو تو بولے ہیچ منہہ بنایا

شکوہ کروں میں کبتک اُس اپنے مہربانکا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہی جانکا

گرئے یہ رنگ آیا قید قفس سے شاید
خوں ہو گیا جگر میں اب داغ گلستانکا

لے جھاڑو تو کر اُٹھی آتا ہی صبح ہوتے
جاروب کش مگر ہی خورشید اُسکے یہانکا

دی آگ رنگ گل نے وہاں ای صبا چمن کو
یہاں ہم جلے قفس میں سُن حال آپیانکا

ہر صبح میرے سر پر ایک حادثہ نیا ہی
پیوند ہو زمیں کا شیوہ اِس آسمانکا

قطعہ

ان صید افگنوں کا کیا ہو شکار کوئی
ہوتا نہیں ہی آخر کام انکے امتحانکا

تب تو مجھے کیا تھا تیروں سے صید اپنا
اب کرتے ہیں نشانہ ہر میرے استخوانکا

فتراک جسکا اکثر لوہو میں تر رہا ہی
وہ قصد کب کرے ہی اس صید ناتوانکا

کم فرصتی جہانکے مجمع کی کچھہ نہ پوچھو
احوال کیا کہوں میں اس مجلس روانکا

سجدہ کریں ہیں سنکر اوباش سارے اسکو
سید پسر وہ پیارا ہیگا امام بانکا

ناحق شناسی ہی یہہ زاہد نکر برابر
طاعت سے سو برس کی سجدہ اس آستانکا

جسدن کہ اسکے منہہ سے برقع اٹھے گا سنیو
اُس روز سے جہانمیں خورشید پھر نہ چھانکا

ناحق یہہ ظلم کرنا انصاف کہہ پیارے
ہی کونسی جگہہ کا کس شہر کا کہاں کا

سودائی ہو تو رکھے باز ارعشق میں پا
سر مفت بیچتے ہیں یہہ کچھہ چلن ہی واںکا

سوگالی ایک چشمک اتنا سا بوسہ تو ہی
اوباش خانہ جنگ اُس خوش چشم بدزبانکا

قطعہ

یار دوئے یار لایا اپنی تو یو نہیں گذری
کہا ذکر ہمصفیر ان یار آن شادمانکا

قید قفس میں ہیں تو خدمت ہی نالگی کنی
گلشن میں تھے تو اسکو منصب تھا روضہ خوانکا

پوچھو تو میر سے کیا کوئی نظر پڑا ہی
چہرہ اُتر رہا ہی کچھ آج اُس جوانکا

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا

قسم جو کھائیے تو طالع زلیخا کی
عزیز مصر کا بھی صاحب اِک غلام لیا

خراب رہتے تھے مسجد کے آگے میخانے
نگاہ مست نے ساقی کی انتقام لیا

وہ کجرو ش نہ ملا راستی میں مجھسے کبھی
نہ سیدھی طرح سے اُن نے مرا سلام لیا

مزا دکھاونگے بیرحمی کا تری صیاد
گر اضطراب اسپر بھی نے زیر دام لیا

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

اگرچہ گوشہ گزیں ہوں میں شاعر و نہیں میر
پہ میرے شور نے روئے زمیں تمام لیا

سیر کے قابل ہی دل صد پارہ اُس نخچیر کا
جسکے ہر تکڑے میں ہو پیوست پیکاں تیر کا

سب کھلا باغ جہاں اِلا یہہ حیران و خفا
جسکو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوے خوں سے جی رکا جاتا ہی ای باد بہار
ہو گیا ہی چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکے نقاش ازل نے نقش ابرو کا کیا
کام ہی اِک تیرے منہہ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہی بے بنیاد دہر
اس خرابی میں نکرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اُتھہ جا مری بالیں سے مت دے درد سر
کام یہاں آخر ہوا اب فایدہ تدبیر کا

نالہ کش ہیں عہد پیری میں بھی تیرے در پہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہی زنجیر کا

جو ترے کوچہ میں آیا پھر وہیں گاڑا اُسے
تشنۂ خوں میں تو ہوں اس خاک دامنگیر کا

خون سے میرے ہوئی یکدم خوشی تم کو تو لیک
مفت میں جانا رہا جی ایک بے تقصیر کا

لخت دل سے جو چھڑی پھولونکی گوندھی ہی ولے
فایدہ کچھہ ای جگر اس آہ بے تاثیر کا

گور مجنوں سے نجاوینگے کہیں ہم بے نوا
عیب ہی ہم میں جو چھوڑیں تدبیر اپنے پیر کا

کسطرح سے مانئے یار و کہ یہہ عاشق نہیں
رنگ اڑ جاتا ہی تک چہرہ تو دیکھو میر کا

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا — آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا
کثرت میں درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش — کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا
لایا مرے مزار پہ اسکو یہہ جذب عشق — جس بیوفا کو نام سے بھی میرے ننگ تھا
دیکھا ہی صید گہہ میں تڑپی صید کا جگر — یا آنکہ چین رہا تھا پہ ذوق خدنگ تھا
دل سے مرے لگا نہ ترا دل ہزار حیف — یہہ شیشہ ایک عمر سے مشتاق سنگ تھا

مت کر عجب جو میر ترے غم میں مر گیا
جینے کا اس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

دل میں بھرا ز بسکہ خیال شراب تھا — مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا
موجیں کرے ہی بحر جہاں میں ابھی تو تو — جانیگا بعد مرگ کہ عالم حباب تھا
اگتے تھے دست بابل و دامان گل بہم — صحن چمن نمونۂ یوم الحساب تھا
تک دیکھہ آنکھوں میں کھول کے اسدم کی حسرتیں — جسدم یہہ سوجھیگی کہ یہہ عالم بھی خواب تھا

دل جو نہ تھا تو رات زخود رفتگی میں میر
گہہ انتظار و گاہ مجھے اضطراب تھا

کہا طرح ہی آشنا کا ہے گہے نا آشنا — یا تو بیگانے ہی رہئے ہو جئے یا آشنا
پایمال صد جفا ناحق نہوا ی عندلیب — سبزہ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا اشنا
کیون سی یہہ بحر خوبیکی پریشان زلف ہی — آتی ہی آنکھونمیں میری موج دریا آشنا

قطعہ

بابلیں پائینز میں کہتی تھیں ہوتا کاشکے — یک مزہ رنگ قرواری اس چمن کا آشنا
کونکل و لالہ کہاں سنبل سمن ہم نسترن — خاک سے یکسان ہوئے ہیں اے کیا کیا آشنا

قطعہ

کیا کروں کس سے کہوں اتنا ہی بیگانہ ہی یار — سارے عالم میں نہیں پاتے کسی کا آشنا
جسکے میں چاہی وساطت اُنے یہہ مجھہ سے کہا — ہمسو کہتے گر میاں تم سے وہ ہوتا آشنا

قطعہ

یوں سناجاہی کہ کرتا ہی سفر کا عزم جزم — ساتھہ اب بیگانہ وضعوں کے ہمارا آشنا
شعر صایب کا مناسب ہی ہماری اوزسے — سامنے اُسکے پڑے گر یہہ کوئی جا آشنا
تا بجاں ما ہمرہیم و تا بمنزل دیگراں — فرق باشد جاں ما از آشنا نا آشنا

داغ ہی تا یاں علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ مہر
ہو نجات اُسکو بچارا ہمسے بھی تھا آشنا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا — فرق نکلا بہت جو باس کیا
دل نے ہمکو مثال آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا
کچھہ نہیں سوجھتا ہمیں اس بن — شوق نے ہمکو بے حواس کیا
عشق میں ہم ہوئے نہ دیوانے — قیس کی آبرو کا پاس کیا
دور سے چرخ کے نکل نہ سکا — ضعف نے ہمکو مور طاس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی ہی — کہا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہاں ہیں ای خوباں
میر کو تم عبث اُداس کیا

مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا — اِک مغبچہ اُتار کے عمامہ لے لیا
داغ فراق وحسرت وصل آرزوئے شوق — میں ساتھہ زیر خاک بھی ہنگامہ لیگیا
پہنچا نہ پہنچا آہ گیا سو گیا غریب — وہ مرغ نامہ بر جو مرا نامہ لیگیا

اُس راہزن کے ڈھنگوں سے دیوے خدا پناہ

یک مرتبہ جو میر کا جی جامہ لے گیا

ای تو کہ یہاں سے عاقبت کار جائیگا غافل نزہ کہ قافلہ یکبار جائیگا
موقوف حشر پر ہی سو آنے بھی وے نہیں کب درمیاں سے وعدۂ دیدار جائیگا
چھوٹا جو میں قفس سے تو سب نے مجھے کہا بیچارہ کیونکے تا سر دیوار جائیگا
ویگی نہ چین لذت زخم اُس شکار کو جو کھا کے تیرے ہاتھ کی تلوار جائیگا
آویگی اِک بلا ترے سر تلے ای صبا زلف سیہ کا اُسکی اگر تار جائیگا
باہر نہ آتا چاہ سے یوسف جو جانتا لے کارواں مرے تئیں بازار جائیگا
تدبیر میرے عشق کی کیا فایدہ طبیب اب جان ہی کے ساتھ یہہ آزار جائیگا
آنے میں اُسکے حال ہوا جائے ہی الغیر کیا حال ہوگا پاس سے جب یار جائیگا

کوچے کے اُسکے رہنے سے باز آ وگرنہ میر
اِک دن تجھے وہ جان سے بھی مار جائیگا

کہا کہوں کیسا ستم غفلت سے مجھ پر ہو گیا قافلہ جاتا رہا میں صبح ہوتے سو گیا
بیکسی مدت تلک برسا کی اپنی گور پر جو ہماری خاک پر سے ہو کے گذرا رو گیا
کچھ خطر ناکی طریق عشق میں پنہاں نہیں کھپ گیا وہ راہرو اُس راہ ہو کر جو گیا
مدعا جو ہی سو وہ پایا نہیں جاتا کہیں ایک عالم جستجو میں جی کو اپنے کھو گیا

میر ہر یک موج میں ہی زلف ہی کا سا دماغ
جب سے وہ دریا پہ آکر بال اپنے دھو گیا

مت ہو دشمن ای فلک مجھ پایمال راہ کا خاک افتادہ ہوں میں بھی اِک فقیر اللہ کا
سیکڑوں طرحیں نکالیں یار کے آنیکی لیک عذر ہی جاتا رہا چلا اُسکے دل ناخواہ کا
گر کوئی پیر مغاں مجھکو کرے تو دیکھے پھر میکدہ سارے کا سارا صرف ہی اللہ کا
کاش تیرے غم رسیدوں کو بلا دیں حشر میں ظلم ہی نیک خلق پر آسب اُنکی آہ کا

جو سنا ہشیار اِس میخانے میں تھا بے خبر — شوق ہی باقی رہا ہمکو دل کا
باندھ مت رونے کا تار اے ناقباحت فہم چشم — اِس سے پایا جائے ہی سررشتہ جیکی چاہ کا
شیخ مت کر ذکر ہر ساعت قیامت کا کہ ہی — عرصۂ محشر نمونہ اُسکی بازی گاہ کا
شہر میں کس منہ سے آوے سامنے تیرے کہ شوخ — چھا یوں سے بھر رہا ہی سارا چہرہ ماہ کا

سر فرو لاتی نہیں ہمت مری ہر یک کے پاس
ہوں گدائے آستاں میں میر حضرت شاہ کا

ایسی گلی اِک شہر اسلام نہیں رکھتا — جس کوچے میں وہ بت صد بدنام نہیں رکھتا
آزار مندے اپنے کانوں کتنیں اے گل — آغاز مرے غم کا انجام نہیں رکھتا
ناکامی حصد حسرت خوش لگتی نہیں ورنہ — اب جی سے گذر جانا کچھ کام نہیں رکھتا
ہو خشک تو بہتر ہی وہ ہاتھ بہاراں میں — مانند نئی نرگس جو جام نہیں رکھتا
بن اُسکی ہم آغوشی بیتاب نہیں اب ہی — مدت سے بغل میں دل آرام نہیں رکھتا
میں دارمی تری واعظ مسجد ہی میں مندواتا — پر کیا کروں ساتھ اپنے حجام نہیں رکھتا
وہ مفلس اُن آنکھوں نے کپو نکر کے بسر آوے — جو اپنی گرہ میں اِک بادام نہیں رکھتا
کیا بات کروں اُس سے ملجاے جو وہ میں تو — اس ناکسی سے روئے دشنام نہیں رکھتا

یوں تو رہ و رسم اُسکو اس شہر میں سب سے ہی
اِک میر ہی سے خط و پیغام نہیں رکھتا

خوبی کا اسکی بسکہ طلب گار ہو گیا — گل باغ میں گلے کا مرے ہار ہو گیا
کسکو نہیں ہی شوق ترا پر نہ اسقدر — میں تو اسی خیال میں بیمار ہو گیا
میں تو دمیدہ بال چمن زاد طیر تھا — پر گھر سے اتھا چلا سو گرفتار ہو گیا
ٹھہرا گیا نہ ہمکے حریف اسکی چشم کا — سینے کو تو تیر نگہہ پار ہو گیا
ہی اُسکے حرف زیر لبی کا سبھوں میں ذکر — کیا بات تھی کہ جس کا یہہ بستار ہو گیا

وہ جیکو بیچ کر بھی خریدار ہو لیا — وہ متاع ہی کہ پری جسکی تجھ پہ آنکھ

ولدار اپنا تھا سو دل آزار ہو لیا — کہا کہیے آہ عشق میں خوبی نصیب کی

کچھ اندنوں میں غیر بہت یار ہو گیا — آتھوں پہر نگاہی ہمرے ہی تمہارے ساتھ

کب رو ہی اُسے بات کے کرنیکا مجھکو میر
ناکردہ جرم میں تو گنہگار ہو گیا

جگر مرغ جان سے نکلا — تیر جو اُس کمان سے نکلا

میں ہیں اِک امتحان سے نکلا — نکلی تھی تیغ بیدریغ اُسکی

اب تو میری زبان سے نکلا — گو کٹے سر کہ سوز دل جوں شمع

بس تو نہ آسمان سے نکلا — آگے ای نالہ ہی خدا کا نا کو

نہ کبھو بحر و کان سے نکلا — چشم و دل سے جو نکلا ہجراں میں

تنگنائے جہان سے نکلا — مر گیا جو اسیر قید حیات

جو کوئی اُس مکان سے نکلا — دل سے مٹ جا کہ حیف اُسکا وقت

شہد پانی ہو شان سے نکلا — اُسکی شیریں لبی کی حسرت میں

نامرادی کی رسم میر سے ہی
طور یہہ اُس جوان سے نکلا

راتوں کو روتے روتے ہی جوں شمع گل گیا — گرمی سے میں تو آتش غم کی بگھل گیا

تیوری چڑھائی تو نے کہ یہاں جی نکل گیا — ہم خستہ دل ہیں تجھسے بھی نازک مزاج تر

میں وہ نہاں تھا کہ اُگا اور جل گیا — گرمیٔ عشق مانع نشو و نما ہوئی

لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا — مستی میں چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا میں

چل اب کہ دخت تاک کا جوبن تو ڈھل گیا — ساقی نشے میں تجھسے اُٹھا شیشۂ شراب

یہاں کون سا ستمزدہ ماتی میں رل گیا — ہر ذرہ خاک تیری گلی کی ہی بیقرار

عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میر
مجنوں کے دشت خار کا داماں بھی چل گیا

سنا ہی حال ترے کشتگاں بچاروں کا — ہوا نہ گور گڑھا اُن ستم کے ماروں کا
ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاید — کہ روزگار کے سر خون ہی ہزاروں کا
ملا ہی خاک میں کس کس طرح کا عالم یہاں — نکل کے شہر سے تک سیر کر مزاروں کا
عرق فشانی سے اُس زلف کی ہراساں ہوں — بھلا نہیں ہی بہت تو تلسی تا روں کا
علاج کرتے ہیں سودائے عشق کا میرے — خلل پذیر ہوا ہی دماغ یاروں کا
تری ہی زلف کو محشر میں ہم دکھاوینگے — جو کوئی مانگے گا نامہ سیاہ کاروں کا
نگاہ مست کے مارے تری خراب ہیں شوخ — نہ تھور ہی تھکانا ہی ہوشیاروں کا
کریں ہیں دعوی خوش چشمی آہوان دشت — تک ایک دیکھے چل ملک اُن گنوار وں کا
ترپھکے مرنے سے دلکے کہ مغفرت ہوئی — جہانمیں کچھ تو رہا نام بیقرار وں کا
ترپھکے خرمن گل پر کبھی گرائی بجلی — جلانا کہا ہی مرے آشیاں کے خار وں کا
تمھیں تو زہد و ورع پر بہت ہی اپنی غرور — خدا ہی شیخ جی ہم بھی گناہ گاروں کا

اُٹھے ہی گرد کی جا نالہ گور سے اسکی
غبار میر بھی عاشق ہی تھا سوار وں کا

دل سمجھا نہ محبت کو کچھ ان نے کیا یہہ خیال کیا — خوں ہو ہو سب آپہی گیا عشق حسن وجمال کیا
آنکھیں کف سے اسکی لگا کر خاک برابر ہم بھی ہوئے — مسہدیکے رنگ اُن پاؤں نے تو ہوس کو پامال کیا
ہوں نکلے ہی فلک ایدھر سے ناز کناں جو جاتے تو — خاک سے سبزہ میری اُگا کر ان نے مجکو نہال کیا
آگے جواب سے ان لوگونکے ہارے معافی اپنی ہوئی — ہم بھی فقیر ہوئے تھے لیکن ہمنے ترک سوال کیا

حال نہیں ہی عشق سے مجھ میں کس سے میر اب حال کہوں
آپہی چاہ کر اس ظالم کو ہم اپنا میں حال کیا

گذرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا — خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا
آنکھوں میں جی مرا ہی ادھر دیکھتا نہیں — مرتا ہوں میں تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا
صد خانماں خراب ہیں ہر ہر قدم پہ دفن — کشتہ ہوں یار میں تو ترے گھر کی راہ کا
یک قطرہ خون ہو کے پلک سے ٹپک پڑا — قصہ یہہ کچھ ہوا دل غفران پناہ کا
تلوار مارنا تو تمہیں کھیل ہی ولے — جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا
بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال — احوال کچھ نہ پوچھئے اس روسیاہ کا
ظالم زمیں سے لوٹتا دامن اٹھا کے چل — ہوگا کمیں میں ہاتھ کسو دادخواہ کا
ای تاج شہ نہ سر کو فرو لاؤں تیرے پاس — ہی معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا

بیمار تو نہ ہووے جیئے جب تلک کہ میر
سونے نہ دیگا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا — جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
ہر قدم پر تھی اسکی منزل لیک — سر سے سودائے جستجو نہ گیا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — لیکن ای داغ دل سے تو نگیا
دل میں کتنے مسودے تھے ولے — ایک پیش اسکے روبرو نگیا

سبحہ گرداں ہی میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

گل و بلبل بہار میں دیکھا — ایک تجھکو ہزار میں دیکھا
جل گیا دل سفید ہیں آنکھیں — یہہ تو کچھ انتظار میں دیکھا
آبلے کا بھی ہونا دامن گیر — ترے کوچے کے خار میں دیکھا
تیرہ عالم ہوا یہہ روز سیاہ — اپنے دل کے غبار میں دیکھا

جن بلاؤں کو میر سنتے تھے

اُن کو اِس روزگار میں دیکھا

کئی دن سلوک و داغ کا مرے در پئی دل زار تھا
کبھو درد تھا کبھو داغ تھا کبھو زخم تھا کبھو وار تھا

دم صبح بزم خوش جہاں شب غم سے کم نہ تھی مہرباں
کہ چراغ تھا سو تو دود تھا جو پتنگ تھا سو غبار تھا

دل خستہ جو لوہو ہو گیا تو بھلا ہوا کہ کہاں تلک
کبھو سوز سینہ سے داغ تھا کبھو درد و غم سے فگار تھا

دل مضطرب سے گذر گئی شب وصل اپنی ہی فکر میں
نہ دماغ تھا نہ فراغ تھا نہ شکیب تھا نہ قرار تھا

جو نگاہ کی بھی پلک اُٹھا تو ہمارے دل سے لہو بہا
کہ وہیں وہ ناوک بیخطا کسو کے کلیجے کے پار تھا

یہہ تمھاری اندنوں دوستاں مژہ جسکے غم میں ہی خونچکاں
وہی آفت دل عاشقاں کسو وقت ہمسے بھی یار تھا

نہیں تازہ دل کی شکستگی یہی درد تھا یہی خستگی
اُسے جب سے ذوق شکار تھا اِسے زخم سے سروکار تھا

کبھو جائیگی جو اُدھر صبا تو یہہ کہیو اس سے کہ بیوفا
مگر ایک میر شکستہ پا ترے باغ تازہ میں خار تھا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھے تھے ترے دلکو سو پتھر نکلا

داغ ہوں رشک محبت سے کہ اتنا بیتاب
کسکی تسکین کے لئے گھر سے تو باہر نکلا

جیتے جی آہ ترے کوچے سے کوئی نہ پھرا
جو ستمدیدہ رہا جا کے سو مر کر نکلا

دل کی آبادی کی اس حد ہی خرابی کہ نپوچھ
جانا جاتا ہی کہ اس راہ سے لشکر نکلا

قطعہ

اشک تر قطرۂ خوں لخت جگر پارۂ دل
ایک سے ایک عدد آنکھ سے بہتر نکلا

کنج کاوی جو کی سینے کی غم ہجراں نے
اس دفینے میں سے اقسام جواہر نکلا

ہمنے جانا تھا لکھے گا تو کوئی حرف ای میر
پر ترا نامہ تو اِک شوق کا دفتر نکلا

رہے خیال تنک ہم بھی روسیاہوں کا
لگے ہو خون بہت کرنے بیگناہوں کا

نہیں ستارے یہ سوراخ پڑ گئے ہیں تمام
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہوں کا

مٹی میں اسکی پھٹے کپڑوں پر مرے مت جا — لباس فقر ہی وہاں فخر بادشاہونکا
تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُسکی — تجھی کو آوے دلا چلنا ایسی راہونکا
ایسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں — تو حرف کنے کیا گوش دادخواہونکا
تمام عمر رہیں خاک زیر پا اُسکی — جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہوں کا
کہاں سے تہ کریں پیدا ہے ناظمان حال — کہ پوچ باقی ہی ہی کام ان جلاہونکا
حساب کا ہیگا روز شمار میں مجھسے — شمار ہی نہیں ہی کچھ مرے گناہوں کا

تری جو آنکھیں ہیں تلوار کے تلے بھی ادھر
فریب خوردہ ہی تو میر کن نگاہونکا

اسکا خرام دیکھ کے جایا نجائیگا — ای کبک پھر بحال بھی آیا نجائیگا
ہم کشتگان عشق ہیں ابرو و چشم یار — سر سے ہماری تیغ کا سایا نجائیگا
ہم رہروان راہ فنا ہیں برنگ عمر — جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نجائیگا
پھوڑا سا ساری رات جو پکتا رہیگا دل — تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نجائیگا
اپنے شہید ناز سے بس ہاتھ اٹھا کہ پھر — دیوان حشر میں اسے لایا نجائیگا
اب دیکھ لے کہ سینہ بھی تازہ ہوا ہی چاک — پھر ہمسے اپنا حال دکھایا نجائیگا
ہم بیخودان محفل تصویر اب گئے — آیندہ ہمسے آپ میں آیا نجائیگا
گو بیستونکو ٹال دے آگے سے کوہکن — سنگ گران عشق اٹھایا نجائیگا

یاد اسکی اتنی خوب نہیں میر باز آ
نادان پھر وہ جی سے بھلایا نجائیگا

ایسا ترا رہگذر نہوگا — ہر گام پہ جس میں سر نہوگا
کیا ان نے نشے میں مجھکو مارا — اتنا بھی تو بے خبر نہوگا
دھوکھا ہی تمام بحر دنیا — دیکھے گا کہ ہونٹھ تر نہوگا

آئی جو شکست آئینے پر روئے دل یار اور نہو گا
دشمن سے کیا اتنا ظالم ٹکڑے ٹکڑے جگر نہو گا
اب دل کہیں دیا تو سمجھا محنت زدوں کے جگر نہو گا

قطعہ

دنیا کی نکر تو خوار سگاری اس سے کچھ بہرہ ور نہو گا
آخانہ خرابی اپنی مت کر قصہ ہی یہہ اس سے گھر نہو گا
ہو اس سے جہاں سیاہ تد بھی نالے میں مرے اثر نہو گا
پھر نوحہ گری کہاں جہاں میں
ماتم زدہ میر اگر نہو گا

غم اسکو بیاری رات سنایا تو کیا ہوا یا روز اسکے سر کو پھرایا تو کیا ہوا
ان نے تو مجھکو جھوٹے بھی پوچھا نہ ایکبار میں نے اسے ہزار جتایا تو کیا ہوا
خوابان نہیں وہ کہوں ہی میں اپنی طرف سے یوں دل دیکے اسکے ہاتھ لگایا تو کیا ہوا
اب سہی کر سہر کہ میرے موئے گئے اسکا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا
مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنے تو اعتقاد دل ڈھا کیکر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
میں صید نا تواں بھی تجھے کیا کروں گا یاد ظالم اینک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
کیا کیا دعائیں مانگی ہیں خلوت میں شیخ یوں ظاہر جہاں سے ہاتھ اٹھایا تو کیا ہوا
وہ فکر کر کہ چاک جگر پاوے التیام ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا
جیتے تو میر آنے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزوں کا ہی امیری کا مزا چھوڑ لذات کہیں لے تو فقیری کا مزا
اینک آزاد ہی تک چکھ نمک مرغ کباب تا تو جانے کہ بہم ہوتا ہی اسیری کا مزا

ہمسو گمراہ جوانی کے مزوں پر ہیں میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اِک آبلا پھوٹا گیا رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
طاہر رنگ حنا کی سی طرح دل نہ اسکے ہاتھ سے چھوٹا گیا
میں نہ کہتا تھا کہ منہ کر دلکی اور اب کہاں وہ آئینہ ٹوٹا گیا
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے یہہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

میر کس کو اب دماغ گفتگو
عمر گذری ریختہ چھوٹا گیا

یاد ایام کہ یہاں ترک شکیبائی تھا ہر گلی شہر کی یہاں کوچۂ رسوائی تھا
اتنی گذری جو ترے ہجر میں سو اسکے سبب صبر مرحوم عجب مونس تنہائی تھا
تیرے جلوے کا مگر رو تھا سحر گلشن میں نرگس اِک دیدۂ حیران تماشائی تھا

یہی زلفوں کی تری بات تھی پا کا کل کی
میر کو خوب کیا سیر تو سودائی تھا

ای دوست کوئی مجھ سا رسوا نہوا ہوگا دشمن کے بھی دشمن پر ایسا نہوا ہوگا
اب اشک حنائی سے جو تر نکرے مژگاں وہ تجھ کف رنگیں کا مارا نہوا ہوگا
تک گور غریباں کی کر سیر کہ دنیا میں ان ظلم رسیدوں پر کیا کیا نہوا ہوگا
ہی قاعدۂ کلی یہہ کوئے محبت میں دل گم جو ہوا ہوگا پیدا نہوا ہوگا
اس کہنہ خرابے میں آبادی نہ کر مستم یک شہر نہیں یہاں جو صحرا نہوا ہوگا
آنکھوں سے تری ہمکو ہی چشم کہ اب ہووے جو فتنہ کہ دنیا میں برپا نہوا ہوگا
جز مرتبۂ کل کو حاصل کرے ہی آخر یک قطرہ ندیا تھا جو دریا نہوا ہوگا

صد نشتر مژگاں کے لگنے سے نہ نکلا خوں

آگے تجھے میر ایسا سودا نہوا ہوگا

عالم میں کوئی دل کا طالب گار نہ پایا
اس جنس کا یہاں ہمنے خریدار نہ پایا

حق ڈھونڈھنے کا آپ کو آتا نہیں ورنہ
عالم ہی سبھی یار کہاں یار نہ پایا

غیروں ہی کے ہاتھوں میں رہے دست نگاریں
کب ہمنے ترے ہاتھ سے آزار نہ پایا

جاتی ہی نظر حسن پہ گہہ چشم پریدن
یہاں ہمسے پہ کاہ بھی بیکار نہ پایا

تصویر کی مانند لگے در ہی سے گذری
مجلس میں تری ہمنے کبھو بار نہ پایا

سو راخ ہی سینے میں ہر ایک شخص کے تجھسے
کس دل کے ترا تیر نگہہ پار نہ پایا

مربوط ہیں تجھسے بھی یہی ناکس و نااہل
اس باغ میں ہمنے گل بیخار نہ پایا

دم بعد جنوں مجھہ میں نہ محسوس تھا یعنے
جامے میں مرے یاروں نے اک تار نہ پایا

آئینہ بھی حیرت سے محبت کی ہوئے ہم
پر تیر ہو اُس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچ کے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خونریزی کا یہاں کوئی سزاوار نہ پایا

کیا مرے آنے پہ تو ای بت مغرور گیا
کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا

لگ گیا صبح کے نزدیک مجھے خواب ای وائے
آنکھہ اُسوقت کھلی قافلہ جب دور گیا

گور سے نالے نہیں اُٹھتے تو نیند اگتی ہی
جی گیا پر نہ ہمارا سر پر شور گیا

چشم خوں بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہہ ناسور گیا

ناتوان ہم ہیں کہ ہیں خاک گلی کی اسکی
ابتو بیطاقتی سے دلکا بھی مقدور گیا

لے کہیں منہہ پہ نقاب اپنے کہ ای غیرت صبح
شمع کے چہرۂ رخشاں سے تو اب نور گیا

نالۂ میر نہیں رات سے سنتے ہم لوگ
کہا ترے کوچے سے ای شوخ وہ رنجور گیا

خواہ مجھسے لڑ گیا اب خواہ مجھسے مل گیا
کیا کہوں ای ہمنشیں میں تجھہ سے حاصل دل گیا

اپنے ہی دلکو نہو واشد تو کیا حاصل نسیم — گو چمن میں غنچۂ پژمردہ مجھ سے کھل گیا
دل سے آنکھوں میں لہو آتا ہی شاید رات کو — کشمکش میں بیقراری کی یہہ پھوڑا چھل گیا
قیس کا کیا کیا گیا اودھر دل و دیں ہوش و صبر — جطرف صحرا سے لیلی کا چلا محمل گیا

رشک کی جا گہہ ہی مرگ اُس کشتۂ حسرت کی میر
نعش کے ہمراہ جسکی گور تک قاتل گیا

تا بمقدور انتظار کیا — دل نے اب زور بیقرار کیا
دشمنی ہمسے کی زمانے نے — کہ جفا کار مجھ سا یار کیا
یہہ توہم کا کارخانہ ہی — یہاں وہی ہی جو اعتبار کیا
ایک ناوک نے اسکی مژگاں کی — طایر سدرہ تک شکار کیا
صد رگ جاں کو تاب دے باہم — تیری زلفوں کا ایک تار کیا
ہم فقیروں سے بے ادائی کیا — آن بیٹھے جو تمنے پیار کیا

سخت کافر تھا جن نے پہلے میر
مذہب عشق اختیار کیا

شب تھا نالاں عزیز کوئی تھا — مرغ خوش خواں عزیز کوئی تھا
تھی تمھارے ستم کی تاب اس تک — صبر جو یہاں عزیز کوئی تھا
شبکو اسکا خیال تھا دل میں — گھر میں مہماں عزیز کوئی تھا
چاہ بیجا نہ تھی زلیخا کی — ماہ کنعاں عزیز کوئی تھا

اب تو اُسکی گلی میں خوار ہی لیک
میر بیچاں عزیز کوئی تھا

پھوٹا کیئے پیالے لبریز تھا پھرا قرابا — مستی میں میری تھا یہاں اک شور اور شرابا
حکمت ہی کچھ جو گردوں یکساں پھرا کرے ہی — چلتا نہیں وگرنہ شام و سحر عرابا

وے دن گئے کہ آنکھیں دریا سی بہتیاں تھیں — سو کھا پڑا ہی ابتو مدت سے یہہ دوابا
باہم ہوا کریں ہیں دن رات نیچے اوپر — یے نرم شانے لونڈے ہیں مخمل دوخوابا
ان صحبتوں میں آخر جانیں ہیں جاتیاں ہیں — نے عشق کو ہی صرفہ نے حسن کو محابا
ہر چند ناتواں ہیں پر آگیا جو جی میں — دینگے ہلا زمیں سے تیرا فلک قلابا
منہہ دھونے وقت اُسکے اکثر دکھائی دے ہی — خورشید لے رہا ہی اِک روز آفتابا
اب شہر ہر طرف سے میدان ہو گیا ہی — پھیلا تھا اسطرح کا کاہیکو یہاں خرابا

دل تفتگی کی اپنی ہجراں میں شرح کیا دوں
چھاتی تو میر میری جل کر ہوئی ہی تابا

دکھ اب فراق کا ہمسے سہا نہیں جاتا — پھر اِس پہ ظلم یہہ ہی کچھہ کہا نہیں جاتا
ہوئی ہی اتنی ترے عکس زلف کی حیراں — کہ موجِ بحر سے مطلق بہا نہیں جاتا
نہیں گذرتی گھڑی کوئی مجھہ خراب پر آہ — کہ جس میں غم سے ترے جی دہا نہیں جاتا
ستم کچھہ آج گلی میں تری نہیں مجھہ پر — کب آکے خون میں یہاں میں نہا نہیں جاتا

خراب مجھکو کیا اضطراب دل نے میر
کہ تک بھی اُس کنے اُس بن رہا نہیں جاتا

سمجھے تھے میر ہم کہ یہہ ناسور کم ہوا — پھر اندنوں میں دیدۂ خونبار نم ہوا
آئے برنگ ابر عرقناک تم اِدھر — حیران ہوں کہ آج کدھر کو کرم ہوا
تجھہ بن شراب پیکے موئے سب ترے خراب — ساقی بغیر تیرے اُنہیں جام سم ہوا
کافر ہمارے دل کی نہ پوچھہ اپنے عشق میں — بیت الحرام تھا سو وہ بیت الصنم ہوا

قطعہ

خانہ خراب کس کا کیا تیری چشم نے — تھا کون یوں جسے تو نصیب ایکدم ہوا
تلوار کسکے خون میں سرد دوب ہی تری — یہہ کس اجل رسیدہ کے گھر پر ستم ہوا

قطعہ

آئی نظر جو گورِ غریباں کہی ایک روز کوچے پر اُس مزار کے تھا بہہ رقم ہوا
کاہی سرکشانِ جہان میں کھینچا تھا ہم بھی سر پایانِ کار مور کی خاک قدم ہوا

قطعہ

افسوس کہی بھی چشم تھی اُنسے خلاف عقل باہر علاقہ سے تو عبث پشت خم ہوا
اہل جہان ہیں سارے ترے جیتے جی تلک پوچھینگے بھی نہ بات جہاں تو عدم ہوا
کیا کیا عزیز و دوست ملے میر خاک میں
ناداں یہاں کسو کا کسو کو بھی غم ہوا

دل و دماغ ہی اب کسکو زندگانی کا جو کوئی دم ہی تو افسوس ہی جوانی کا
اگرچہ عمر کے دس دن ہے لب رہے خاموش سخن رہے گا سدا میری کم زبانی کا
سبک ہی آوے جو مند پل رکھہ نماز کو شیخ رہا ہی کون سا اب وقت سر گرانی کا
ہزار جان سے قربان بے پری کے ہیں خیال بھی کبھو گذرا نہ اپر فشانی کا
پھرے ہی کھینچے ہی تلوار مجھہ پہ ہر دم تو شہید ہوں میں تری دشمنی جانی کا
نمود کر کے وہیں بحر غم میں بیٹھہ گیا
کہے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

ہوا میں سجدے میں پر نقش میرا بار رہا اُس آستاں پہ مری خاک سے غبار رہا
جنونمیں اب کے مجھے اپنے دل کا غم ہی پہ حیف خبر لی جب کہ نہ جامے میں ایک تار رہا
بشر ہی وہ پہ کھلا جب سے اُس کا دامِ زلف سر رہ اُسکے فرشتے ہی کا شکار رہا
کبھو نہ آنکھوں نمیں آیا وہ شوخ خواب کی طرح تمام عمر ہمیں اُسکا انتظار رہا
شرابِ عیش میں میر رہوئی جسے یکشب پھر اُسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتاں کے عشق نے بے اختیار کر دا لا — وہ دل کہ جسکا خدائی میں اختیار رہا
وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا — وہ دل کہ جسے ہمیشہ جگر فگار رہا
تمام عمر گئی اُس پہ ہاتھ رکھتے ہمیں — وہ درد ناک علی لو غم بیقرار رہا
ستم میں غم میں سرانجام اُسکا کیا کہئے — ہزاروں حسرتیں تھیں تپ جیکو مار رہا
نہا تو خون ہو آنکھوں کی راہ یہہ نکلا — رہا جو سینہ سوزاں میں داغدار رہا
سو اُسکو ہمسے فراموش کاروں لے گئے — کہ اُس سے قطرۂ خوں بھی نہ یادگار رہا

گلی میں اُسکی گیا سو گیا نہ بولا پھر
میں میر میر کر اُسکو بہت پکار رہا

جیتے جی کوچۂ دلدار سے جایا نہ گیا — اُسکی دیوار کا سر سے مرے سایا نہ گیا
کانو کا وہ مژۂ یار و دل زار و نزار — گتھ گئے ایسے شتابی کہ چھڑایا نہ گیا
وہ تو کل دیر تلک دیکھتا ایدھر کو رہا — ہمسے ہی حال تباہ اپنا دکھایا نہ گیا
گرم رو راہ فنا کا نہیں ہوسکتا پتنگ — اُس سے تو شمع نمط سر بھی کٹایا نہ گیا
پاس ناموس محبت تھا کہ فرہاد کے پاس — بے ستوں سامنے سے اپنے اُٹھایا نہ گیا
خاک تک کوچۂ دلدار کی چھانی ہمنے — جستجو کی پہ دل گم شدہ پایا نہ گیا
آتش تیز جدائی میں یکایک اُس بن — دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا
مہ نے آ سامنے شب یاد دلایا تھا اسے — پھر وہ تا صبح مرے جی سے بھلایا نہ گیا
زیر شمشیر ستم میر تڑپنا کیسا — سر بھی تسلیم محبت میں ہلایا نہ گیا

جی میں آتا ہی کہ کچھ اور بھی موزوں کیجے
درد دل ایک غزل میں تو سنایا نہ گیا

دل کی تیں آتش ہجراں سے بچایا نہ گیا — گھر جلا سامنے پر ہمسے بجھایا نہ گیا
دلمیں رہ دلمیں کہ معمار قضا سے اب تک — ایسا مطبوع مکاں کوئی بنایا نہ گیا

کبھو عاشق کا ترے جبہے سے ناخن کا خراش — خطِ تقدیر کی مانند مٹایا نہ گیا
کیا تنک حوصلہ تھے دیدہ دل اپنے آہ — ایک دم راز محبت کا چھپایا نہ گیا
دل جو دیدار کا قاتل کے بہت بھوکھا تھا — اُس ستم کشتہ سے ایک زخم بھی کھایا نہ گیا
میں تو تھا صید زبوں صید گہہ عشق کے بیچ — آپ کو خاک میں بھی خوب ملایا نہ گیا
شہر دل آہ عجب جائے تھی پر اُسکے گئے — ایسا اجڑا کہ کسی طرح بسایا نہ گیا

آج رہتی نہیں خامے کی زباں رکھئے معاف
حرف کا طول بھی جو مجھسے گھٹایا نہ گیا

گل میں اسکی سی جو بو آئی تو آیا نہ گیا — ہمکو بن دوش ہوا باغ سے لایا نہ گیا
آہ جو نکلی مرے منہہ سے تو افلاک کے پاس — اسکے آشوب کے عہد سے برایا نہ گیا
گل نے ہر چند کہا باغ میں رہ پر اُس بن — جی جو اچٹا تو کسو طرح لگایا نہ گیا
سر نشین رہ میخانہ ہوں میں کیا جانوں — رسم مسجد کتئیں شیخ کو آیا نہ گیا
حیف وے جنکے وہ اسوقت میں پہنچا جسوقت — ان کنے حال اشاروں سے بتایا نہ گیا
خطر راہ محبت کہیں جوں حرف مٹے — جس نے اُس طرف لو قاصد بھی چلایا نہ گیا
خوف آشوب سے غوغائے قیامت کے لئے — خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریباں کے پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

اِدھر آکر شکار افگن ہمارا — مشبک کر گیا ہی تن ہمارا
گریباں سے رہا کوتہ تو پھر ہی — ہمارے ہاتھ میں دامن ہمارا
گئے جوں شمع اس مجلس میں جتنے — سبھوں پر حال ہی روشن ہمارا
بلا جس چشم کو کہتے ہیں مردم — وہ ہی عین بلا مسکن ہمارا
ہوا رونے سے راز دوستی فاش — ہمارا گریہ تھا دشمن ہمارا

بہت چاہا تھا ابر تر نے لیکن — نہ منت کش ہوا گلشن ہمارا
چمن میں ہم بھی زنجیری رہے ہیں — سنا ہوگا کبھو شیون ہمارا
کیا تھا ریختہ پر وہ سخن کا — سو ٹھہرا ہی یہی اب فن ہمارا

نہ بہکے میکدے میں میر کیوں کر
گرو سو جا ہی پیراہن ہمارا

گلیوں میں ابتلک بھی مذکور ہی ہمارا — افسانۂ محبت مشہور ہی ہمارا
مقصود کو تو دیکھیں کبتک پہنچتے ہیں ہم — بالفعل اب ارادہ تا گور ہی ہمارا
کیا آرزو تھی جس سے سب چشم ہوگئے ہیں — ہر زخم سو جگہہ سے ناسور ہی ہمارا
تیں آہ عشقبازی چوپڑ عجب بچھائی — کچی پڑی ہیں نردیں گھر دور ہی ہمارا
تا چند پشت پا پر شرم و حیا سے آنکھیں — احوال کچھہ بھی تم کو منظور ہی ہمارا
بے طاقتی کریں تو تم بھی معاف رکھیو — کیا کیجئے کہ دل بھی مجبور ہی ہمارا

ہیں مشت خاک لیکن جو کچھہ ہیں میر ہم ہیں
مقدور سے زیادہ مقدور ہی ہمارا

سحر گہہ عید میں دور سبو تھا — پر اپنے جام میں تجھہ بن لہو تھا
غلط تھا اپ سے غافل گذرنا — نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا
چمن کی وضع نے ہم کو کیا داغ — کہ ہر غنچہ دل پر آرزو تھا
گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا — جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا
کروگے یاد باتیں تو کہوگے — کہ کوئی رفتۂ بسیار گو تھا
جہاں پر ہی فسانے سے ہمارے — دماغ عشق ہمکو بھی کبھو تھا
مگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا — کہ پیراہن میں سو جا لہہ رفو تھا
کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے — کہ جھ[illegible] کا لچھہ مشکبو تھا

نہ دیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتواں سا کو بکو تھا

راہ دورِ عشق میں روتا ہی کیا — آگے آگے دیکھئے ہوتا ہی کیا
قافلے میں صبح کے اک شور ہی — یعنے غافل ہم چلے سوتا ہی کیا
سبز ہوتی ہی نہیں یہہ سرزمیں — تخم خواہش دل میں تو بوتا ہی کیا
بے نشان عشق ہیں جاتے نہیں — داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہی کیا

غیرت یوسف ہی یہہ وقت عزیز
میر اُسکو رائگاں کھوتا ہی کیا

رونا تک اک تنہا تو غم بیکراں سہا — دس دن رہے جہان میں ہم سو رہا رہا
پہلو میں اک گرہ سی نہ خاک ساتھ ہی — شاید کہ مر گئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا
آنکھوں نے رازداری محبت کی خوب کی — آنسو جو آتے آتے رہے تو لہو بہا
آئے تھے ایک امید پہ تیری گلی میں ہم — سو آہ اسطرح سے چلے لوہو میں نہا

کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہی عمر کو
اب آخر آخر آن کے یہہ ریختہ کہا

بے کسانہ جی گرفتاری سے شیون میں رہا — ایکدل غمخوار رکھتے تھے سو گلشن میں رہا
پنجۂ گل کی طرح دیوانگی میں ہاتھ کو — گر نکالا میں گریبان سے تو دامن میں رہا
شمع ساں جلتے رہے لیکن نہ توڑا یار سے — رشتۂ الفت تمامی عمر گردن میں رہا
ڈر سے اُس شمشیر زن کے جوہر آئینہ ساں — سر سے لیکر پانو تک میں غرق آہن میں رہا
ہم نہ کہتے تھے کہ مت دیر و حرم کی راہ چل — اب یہہ دعوی حشر تک شیخ و برہمن میں رہا
در پئے دل ہی رہے اُس چہرے کے خال سیاہ — ڈر ہمیں اُن چوٹوں کا روزِ روشن میں رہا

آہ کس انداز سے گذرا بیاباں سے کہ میر

جی ہار اِک نخچیر کا اُس صید افگن میں رہا

غمزے نے اُسکے چوری میں دلکی ہنر کیا — اُس خانماں خراب نے آنکھوں میں گھر کیا
رنگ اُڑ چلا چمن میں گلوں کا تو کیا نسیم — ہمکو تو روزگار نے بے بال و پر کیا
نافع جو تھیں مزاج کو اول سو عشق میں — آخر اُنھیں دواؤں نے ہمکو ضرر کیا
کیا جانوں بزم عیش کہ ساقی کی چشم دیکھ — میں صحبت شراب سے آگے سفر کیا
جسدم کہ تیغ عشق کھچی بولہوس کہاں — سن لیجیو کہ ہم ہی نے سینہ سپر کیا
دل زخمی ہو کے تجھ تئیں پہنچا تو کم نہیں — اس نیم کشتہ نے بھی قیامت جگر کیا
ہی کون آپ میں جو ملے تجھ سے مست ناز — ذوق خبر انہی نے تو ہمیں بے خبر کیا
وہ دشت خوفناک رہا ہی مرا وطن — سنکر جسے خضر نے سفر سے حذر کیا
کچھ کم نہیں ہیں شعبدہ بازوں سے میگساں — دار و پلا کے شیخ کو آدم سے خر کیا
ہیں چار دن طرف خیمے کھڑے گرد بلا کے آ — کیا جائیے جنوں نے ارادا کدھر کیا
لکنت تری زبان کی ہی سحر جسے شوخ — یک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

بے شرم محض ہی وہ گنہگار جن نے میر
ابر کرم کے سامنے دامان تر کیا

ناکسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا — بس گیا میں جان سے اب اُس سے یہہ جانا گیا
کچھہ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب — شمع تک ہمنے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا
اینک ہی چشمک تھی فرصت صحبت احباب کی — دیدۂ تر ساتھہ لے مجلس سے پیمانا گیا
گل کھلے صد رنگ تو کیا بے پری سے ای نسیم — مدتیں گذریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
گل جو میں دیکھا اسے مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھہ سے تیرے اگر میں ناتواں مارا گیا — سب کہیں گے یہہ کہ کہا اِک نیم جاں مارا گیا

اِک نگہہ سے بیش کچھہ نقصان نہ آیا اُسکا تیں
اور میں بیچارہ تو اہی مہرباں مارا گیا

وصل و ہجراں سے جو دو منزل ہیں راہ عشق کی
دل غریب اِن میں خدا جانے کہاں مارا گیا

جن نے سر کھینچا دیا رعشق میں اے بوالہوس
وہ سراپا آرزو آخر جواں مارا گیا

کب نیاز عشق ناز حسن سے کھینچے ہی ہاتھہ
آخر آخر میر سر بر استاں مارا گیا

محبت کا جب روز بازار ہو گا
بکینگے سر اور کم خریدار ہو گا

نہ خالی رہیگی مری جاگہہ گریہ
نہو نگا تو اندوہ بسیار ہو گا

یہہ منصور کا خون ناحق کہ حق تھا
قیامت کو کس کس سے خوندار ہو گا

عجب شیخ جی کی ہی شکل و شمایل
ملیگا تو صورت سے بیزار ہو گا

کھنچے عہد خط میں بھی دل تیری جانب
کہو تو قیامت طرح دار ہو گا

زمیں گیر ہو عجز سے تو کہ اِک دن
یہہ دیوار کا سایہ دیوار ہو گا

نہ پوچھہ اپنی مجلس میں ہی میر بھی یہاں
جو ہو گا تو جیسے گنہگار ہو گا

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا
لہو آتا ہی جب نہیں آتا

ہوش جاتا نہیں رہا لیکن
جب وہ آتا ہی تب نہیں آتا

صبر تھا ایک مونس ہجراں
سو وہ مدت سے اب نہیں آتا

دل سے رخصت ہوئی کوئی خواہش
گریہ کچھہ بے سبب نہیں آتا

قطعہ

عشق کو حوصلہ ہی شرط ارنہ
بات کا کسکو ڈھب نہیں آتا

جی میں کیا کیا ہی اپنے اے ہمدم
پر سخن تا بلب نہیں آتا

دور بیٹھا غبار میر اس سے

عشق میں یہہ ادب نہیں آتا

کبتک تو امتحان میں مجھہ سے جدا رہیگا ۔ جیتا ہوں تو تجھی میں یہہ دل لگا رہیگا
یہاں ہجر اور ہم میں بگڑی ہی کب کی صحبت ۔ زخم دل و نمک میں کبتک مزا رہیگا
تو برسوں میں لے ہی یہاں فکر یہہ ہے ہی ۔ جی جائیگا ہمارا اک دم کو یار رہیگا
غافل نہ ہیو ہرگز نادان داغ دل سے ۔ بھڑکے گا جب یہہ شعلہ تب گھر جلا رہیگا
مرنے پہ اپنے مت جا سالک طلب میں اسکی ۔ گو سر کو کھو رہیگا پر اسکو پا رہیگا
عمر عزیز ساری دل ہی کے غم میں گذری ۔ بیمار عاشقی یہہ کس دن بھلا رہیگا
دیدار کا تو وعدہ محشر میں دیکھہ کر کر ۔ بیمار غم میں تیرے تب تک تو کیا رہیگا

کیا ہی جو اٹھہ گیا ہی پر بستہ وفا ہی
قید حیات میں ہی تو میر آرہیگا

جو یہہ دل ہی تو کیا سرانجام ہوگا ۔ نہ خاک بھی خاک آرام ہوگا
مرا جی تو آنکھوں میں آیا یہہ سنتے ۔ کہ دیدار بھی ایک دن عام ہوگا
نہوگا وہ دیکھا جسے کبک تو نے ۔ وہ اک باغ کا سرو اندام ہوگا
نہ نکلا کر اتنا بھی بے پردہ گھر سے ۔ بہت اس میں ظالم تو بدنام ہوگا
ہزاروں کی یہاں لگ گئیں چھت سے آنکھیں ۔ تو ای ماہ کس شب لب بام ہوگا

جگر چاکی ناکامی دنیا ہی آخر
نہیں آئے جو میر کچھہ کام ہوگا

خواب میں تو نظر جمال پڑا ۔ پر مرے جی ہی کے خیال پڑا
وہ نہانے لگا تو سایہ زلف ۔ بحر میں تو کہے کہ جال پڑا
میں نے تو سر دیا پر ای جلاد ۔ کسکی گردن پہ یہہ وبال پڑا
شیخ قلاش ہی جوئے میں نہ لاؤ ۔ یہاں ہمارا رہے ہی مال پڑا

خوبرو اب نہیں ہیں گندم گوں
میر ہندوستاں میں کال پڑا

نپوچھ خواب زلیخا نے کیا خیال لیا — کہ کارواں کا کنعاں کے جی نکال لیا
رہ طلب میں گرے ہوتے سر کے بھل ہم بھی — شکستہ پائی نے اپنی ہمیں سنبھال لیا
رہوں ہوں برسوں سے ہمدوش پر کبھو اتنے — گلے میں ہاتھ مرا پیار سے نڈال لیا
بتاں کی میر ستم وہ نگاہ ہی جس نے
خدا کے واسطے بھی خلق کا وبال لیا

نقاش دیکھ تو میں کیا نقش یار کھینچا — اُس شوخ کم نما کا نت انتظار کھینچا
رسم قلمرو عشق مت پوچھ کچھ کہ ناحق — ایکوں کی کھال کھینچی ایکوں کو دار کھینچا
تھا بد شراب ساقی کتنا کہ رات ہی سے — میں نے جو ہاتھ کھینچا اُنے کٹار کھینچا
مستی میں شکل ساری نقاش سے کھنچی پر — انکھوں کو دیکھ اسکی آخر خمار کھینچا
جی کھچ رہے ہیں اودھر عالم کا ہوگا بلوا — گر شانہ تو نے اسکی زلفوں کا تار کھینچا
تھا شب کسے کسائے تیغ کشیدہ کف میں — پر میں نے بھی بغل میں بے اختیار کھینچا
پھرتا ہی میر تو جو پھاڑے ہوئے گریباں
کس کس ستم زدے نے دامان یار کھینچا

یہہ حسرت ہی مروں اُس میں لئے لبریز پیمانا — مہکتا ہو نپٹ جو پھول سی دارو کے میخانا
نہ وے زنجیر کے غل ہیں نہ وے جرگے غزالونکے — مرے دیوان پن تک ہی رہا معمور ویرانا
مرا سر نزع میں زانو پہ رکھکر یوں لگا کہنے — کہ ای بیمار میرے تجھ پہ جلد آسان ہو مرجانا
نہو کیوں ریختہ بے شورش و کیفیت و معنی
گیا ہو میر دیوانہ رہا سودا سو مستانا

کبھی رہا گور دل جھنکا لایا — ایکے شرط وفا بجا لایا

قدر رکھتی تھی متاع دل ۔ سارے عالم میں میں دکھا لایا
دل کہ یک قطرہ خوں نہیں ہی بیش ۔ ایک عالم کے سر بلا لایا
سب پہ حسن بازنے گرانی کی ۔ اُسکو یہہ ناتواں اُٹھا لایا
دل مجھے اُس گلی میں لے جا کر ۔ اور بھی خاک میں ملا لایا
ابتدا ہی میں مر گئے سب یار ۔ عشق کی کون انتہا لایا
اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر
پھر ملینگے اگر خدا لایا

کیا عجب پل میں اگر ترک ہو اُسے جاں کا ۔ ہو جو زخمی کسو برہمزدن مژگاں کا
اٹھتے پلکوں کے گرے پڑتے ہیں لاکھوں آنسو ۔ ڈول ڈالا ہی مری آنکھوں نے اب طوفاں کا
جلوۂ ماہ تہ ابر تنک بھول گیا ۔ ان نے سوتے میں دُپٹے سے جو منہہ کو ڈھانکا
لہو لگتا ہی ٹپکنے جو پلک ماروں ہوں ۔ ابتو یہہ رنگ ہی اس دیدۂ اشک افشاں کا
ساکن کو کو ترے کب ہی تماشے کا دماغ ۔ آئی فردوس بھی چلکر نہ ادھر کو جھانکا
اُٹھہ گیا اپنک تو اک مرنے کو آبیٹھے ہی ۔ قاعدہ ہی یہی مدت سے ہمارے ہانکا
کار اسلام ہی مشکل ترے خال و خط سے ۔ رہزن دیں ہی کوئی دزد کوئی ایماں کا
چارۂ عشق بجز مرگ نہیں کچھہ ای میر
اس مرض میں ہی عبث فکر تمھیں درماں کا

ہر دم طرف ہی ویسے مزاج کرخت کا ۔ ٹکڑا مرا جگر ہی کہو سنگ سخت کا
سبزان تازہ رو کی جہاں جلوہ گاہ تھی ۔ اب دیکھئے تو وہاں نہیں سایہ درخت کا
جوں برگہاے لالہ پریشان ہو گیا ۔ مذکور کیا ہی اب جگر لخت لخت کا
دلی میں آج بھیکھہ بھی ملتی نہیں اُنھیں ۔ تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا
خاک سیہ سے میں جو برابر ہوا ہوں

سایہ پڑا ہی مجھ پہ کسو تیرہ بخت کا

ہم عشق میں نجانا غم ہی سدا رہیگا ۔ دس دن جو ہی یہہ مہلت صبر یہاں دا رہیگا
برفع اُٹھے پہ اُسکے ہوگا جہان روشن ۔ خورشید کا نکلنا کیونکر چھپا رہیگا
اِک وہم سی رہی ہی اپنی نمود تن میں ۔ آتے ہوا بنو تو آوے پھر ہم میں کیا رہیگا
مذکور یار سے مت ہمنشیں کیا کر ۔ دل جو بجا نہیں ہی پھر اُس میں جا رہیگا
دل ہی کے غم میں گذری اپنی تو عمر ساری ۔ بیمار عاشقی یہہ کس دن سنبھال رہیگا
اُس گل بغیر جیسے ابر بہار عاشق ۔ نالاں جدا رہیگا روتا جدا رہیگا
دانستہ ہی تغافل غم کہنا اُسے حاصل ۔ تم درد دل کہو گے وہ سر جھکا رہیگا
اِک جھمکی اُسکی تم نے دیکھی ہی کیونجو یارو ۔ برسوں تلک اُسی میں پھر دل سدا رہیگا

کس کس کو میر اُنے کہکر دیا ہی یوسے
وہ ایک ہی مغنی یوں ہی جما رہیگا

بھلا ہوگا کچھ اِک احوال اسکے یا برا ہوگا ۔ تامل اپنا ترے غم میں خدا جانے کہ کیا ہوگا
تفحص فایدہ ناصح ندارک مجھ سے کیا ہوگا ۔ وہی پاوے گا میرا درد دل جسکا لگا ہوگا
کسو کو شوق یارب بیش اسسے اور کیا ہوگا ۔ قلم ہاتھ آگئی ہوگی تو سو سو خط لکھا ہوگا
دکانیں حسن کی آگے ترے تختہ ہوئی ہونگی ۔ جو تو بازار میں ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا
معیشت ہم فقیروں کی سی اخوان زماں سے کر ۔ کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا
خیال اس بے وفا کا ہمنشیں اتنا نہیں اچھا ۔ گماں رکھتے تھے ہم بھی یہہ کہ ہم سے آشنا ہوگا
قیامت کر کے اب تعبیر صنعا کرتی ہی خلقت ۔ وہ اس کوچے میں اِک آشوب سا شاید ہوا ہوگا
عجب کیا ہی ہمارا کشتہ عشق میں فرہاد و مجنوں کے ۔ محبت روگ ہی کوئی کہ کم اسسے جیا ہوگا
نہوگا کہیں غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانے ۔ لہو اتنا خاک پر کن کن عزیزوں کا گرا ہوگا
بہت سے سائل اُس کے دامن کے زنجیری رہا ہونگے ۔ کبھو تم نے بھی میرا شور نالوں کا سنا ہوگا

نہیں جز عرش جاگہہ راہ میں لینے کو دم اسکی قفس سے تن کے مرغ روح میرا جب رہا ہوگا

کہیں ہیں میر کو مارا گیا شب اسکے کوچے میں
کہیں وحشت میں شاید بیٹھے بیٹھے اٹھہ گیا ہوگا

یہاں نام یار کس کا ورد زباں نپایا پر مطلقا کہیں ہم اسکا نشاں نپایا
وضع کشیدہ اسکی رکھتی ہی داغ سب کو نیوتا کسو سے ہم وہ ابرو کماں نپایا
پایا نہ یوں کہ کرئے اسکی طرف اشارت یوں تو جہاں میں ہمنے اسکو کہاں نپایا
یہہ دل کہ خون ہووے برجا نتھا وگرنہ وہ کون سی جگہہ تھی اسکو جہاں نپایا
فتنے کی گرچہ باعث آفاق میں وہی تھی لیکن کمر کو اسکی ہم درمیاں نپایا
محروم سجدہ آخر جانا پڑا جہاں سے جوش جباہ سے ہم وہ آستاں نپایا

ایسی ہی میر کی بھی مدت سے رونی صورت
چہرے پہ اسکے کس دن آنسو رواں نپایا

پھر شب نہ لطف تھا نہ وہ مجلس میں نور تھا اس روے دلفروز ہی کا سب میں ظہور تھا
کیا کیا عزیز خلع بدن ہاے کر گئے تشریف تم کو یہاں تئیں لانا ضرور تھا
کیوں کر تو میری آنکھہ سے ہو دل تلک گیا یہہ بحر موج خیز تو عسر العبور تھا
شاید نشے میں اسّے یہہ سفّا کیاں ہوئیں زخمی جو اسکے ہاتھہ کا نکلا سو چور تھا

جیتے جی پاس ہو کے نہ نکلا کسو کے میر
وہ دور گرد بادیۂ عشق دور تھا

ہی حال جاے گریہ جان پر آرزو کا روئے نہ ہم کبھو ٹک دامن پکڑ کسو کا
جاتی نہیں اٹھائی اپنے پہ یہہ خشونت اب رہ گیا ہی آنا میرا کبھو کبھو کا
اس آستاں سے کس دن پر شور سر نہ پٹکا اسکی گلی میں جا کر کس رات میں نہ کوکا
شاید کہ مند گئی ہی قمری کی چشم گریاں کچھہ ٹوٹ سا چلا ہی پانی چمن کی جو کا

اپنے تڑپنے کی تو تدبیر پہلے کر لوں — تب فکر میں کرونگا زخموں کے بھی رفو کا
دانتوں کی نظم اسکے ہنسنے میں جسنے دیکھی — پھر موتیوں کی لڑ پرانے کبھو نہ تھوکا
یہہ عیش گہہ نہیں ہی یہاں رنگ اور کچھ ہی — ہر گل ہی اس چمن میں ساغر بھرا لہو کا
بلبل غزل سرائی آگے ہمارے مت کر — سب ہمسے سیکھتے ہیں انداز گفتگو کا
کلیاں بھری پڑی ہیں ای باد زخمیوں سے — مت کھول پیچ ظالم اس زلف مشکبو کا

دے پہلی التفاتیں ساری فریب نکلیں
دینا تھا دل اسکو میں میر آہ چوکا

میں بھی دنیا میں ہوں اک نالہ پریشاں یکجا — دل کے سو ٹکڑے مرے پر سبھی نالاں یکجا
پند گوؤں نے بہت سینے کی تدبیریں کیں — آہ ثابت بھی نہ نکلا یہہ گریباں یکجا
تیرا کوچہ ہی ستمگار وہ کافر جاگہہ — کہ جہاں مارے گئے کتنے مسلماں یکجا
سر سے باندھا ہی کفن عشق میں تیرے یعنے — جمع ہمنے بھی کیا ہی سر و ساماں یکجا
کیونکے پڑتے ہیں ترے پانو نسیم سحری — اسکے کوچے میں ہی صد گنج شہیداں یکجا
تو بھی رونے کو بلا دل ہی ہمارا بھی بھرا — ہو جے ای ابر بیاباں میں گریاں یکجا

بیٹھ کر میر جہاں خوب نرویا ہووے
ایسا کوچہ نہیں ہی تیرا ہی جاناں یکجا

فلک کا منہہ نہیں اس فتنے کے اٹھانے کا — ستم شریک ترا ناز ہی زمانے کا
ہمارے ضعف کی حالت سے دل قوی رکھیو — کہیں خیال نہیں یہاں بحال آنے کا
تری ہی راہ میں مارے گئے سبھی آخر — سفر تو ہمکو ہی درپیش جی سے جانے کا
بسان شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے — سراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانے کا
چمن میں دیکھ نہیں سکتی تک کہ چبھتا ہی — جگر میں برق کے کانٹا مجھ آشیانے کا
تک آتو تو سر بالیں نہ کر تعلل کیا — تجھے بھی شوخ یہی وقت ہی بہانے کا

قطعہ

سراہا اُنّے ترا ہاتھہ جن نے دیکھا زخم — شہید ہوں میں تری تیغ کے لگانے کا
شریف مکّہ رہا ہی تمام عمر ای شیخ
یہہ میر اب جو گدا ہی شراب خانے کا

کل شب ہجراں تھی لب پر نالہ بیمارانہ تھا — شام سے تا صبحدم بالیں پہ سر یکجا نہ تھا
شہرۂ عالم اسے یمن محبت نے کیا — ورنہ مجنوں ایک خاک افتادۂ ویرانہ تھا
منزل اُس مہ کی رہا جو مدتوں ای ہمنشیں — اب وہ دل گویا کہ اِک مدت کا ماتم خانہ تھا
اِک نگاہ آشنا کو بھی وفا کرتا نہیں — وا ہوئیں مژگاں کہ سبزہ سبزۂ بیگانہ تھا
روز و شب گذرے ہی پیچ و تاب میں رہتے تجھے — ای دل صد چاک کسکی زلف کا تو شانہ تھا
یاد ایامے کہ اپنے روز و شب کی جاے باش — یا درِ بازِ بیاباں یا در میخانہ تھا
جسکو دیکھا ہمنے اِس وحشت کدے میں دہر کے — یا سِرّی یا خبطی یا مجنون یا دیوانہ تھا
بعد خوں ریزی کے مدت بے حنا رنگیں رہا — ہاتھہ اُسکا جو مرے لوہو میں گستاخانہ تھا
غیر کے کہنے سے مارا اُنّے ہمکو بے گناہ — یہہ نہ سمجھا وہ کہ واقع میں بھی کچھہ تھا یا نہ تھا
صبح ہوتے وہ بنا گوش آج یاد آیا مجھے — جو گرا دامن پہ آنسو گوہر یکدانہ تھا
شب فروغ بزم کا باعث ہوا تھا حسن دوست — شمع کا جلوہ غبار دیدۂ پروانہ تھا
رات اسکی چشم میگوں خواب میں دیکھی تھی میں — صبح سوتے سے اُٹھا تو سامنے پیمانہ تھا
رحم کچھہ پیدا کیا شاید کہ اس بے رحم نے — گوش اسکا شب ادھر تا آخر افسانہ تھا
میر بھی کیا مست طافح تھا شراب عشق کا
لب پہ عاشق کے ہمیشہ نعرۂ مستانہ تھا

پیغام غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا — نالہ مرا چمن کی دیوار تک نہ پہنچا
اس آئینے کی مانند زنگار جسکو کھاوے — کام اپنا اسکے غم میں دیدار تک نہ پہنچا

جوں نقش پا ہی غربت حیران کار اسکی — آوارہ ہو وطن سے جو یار تک نہ پہنچا
لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور تیرے — کار شکایت اپنا گفتار تک نہ پہنچا
بے چشم نم رسیدہ پانی چوائے کوئی — وقت اخیر اسکے بیمار تک نہ پہنچا
یہہ بخت سبز دیکھو باغ زمانہ میں سے — پژمردہ گل بھی اپنی دستار تک نہ پہنچا

قطعہ

مستوری خوبروئی دونوں نہ جمع ہووین — خوبی کا کام کیسکے اظہار تک نہ پہنچا
یوسف سے لیکے تا کل پھر گاں سے لیکے تا شمع — یہہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہنچا
افسوس میر وے جو ہوئے شہید آئے
پھر کام ان کا اسکی تلوار تک نہ پہنچا

اسکا خیال چشم سے شب خواب لے گیا — قسمے کہ عشق جی سے مرے تاب لے گیا
کن نیندوں اب تو سوتی ہی اے چشم گریہ ناک — مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا
آوے جو مصطبے میں تو سن لو کہ راہ سے — واعظ کو ایک جام مئی ناب لے گیا
نے دل رہا بجا ہی نہ صبر و حواس و ہوش — آیا جو سیل عشق سب اسباب لے گیا
میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا — رویا میں اسقدر کہ مجھے آب لے گیا
احوال اس شکار زبوں کا ہی جای رحم — جس ناتواں کو مفت قصاب لے گیا
منہ کی جھلک سے یار کے بیہوش ہو گئے
شب اسکو میر پر تو مہتاب لے گیا

کب تلک یہہ ستم اٹھائیگا — ایک دن یوں ہی جی سے جائیگا
شکل تصویر بیخودی کب تک — کسو دن آپ میں بھی آئیگا
سب سے مل چل کہ حادثے سے پھر — کہیں ڈھونڈا بھی تو نہ پائیگا
نہ موئے ہم اسیری میں تو نسیم — کوئی دن اور باؤ کھائیگا

کہئے گا اُسے قصۂ مجنوں یعنی بردے میں غم سنائیگا
اُسکے پابوس کی توقع پر اپنے تئیں خاک میں ملائیگا
اُسکے پاؤں کو جا لگی ہی حنا خوب سے ہاتھ اسے لگائیگا

قطعہ

شرکت شیخ و برہمن سے میر کعبہ و دیر سے بھی جائیگا
اپنی ویرانہ اینٹ کی جدی مسجد
کسی ویرانے میں بنائیگا

دل پہنچا ہلاکی کو نپٹ کھینچ کسالا لے یار مرے سلمہ اللہ تعالا
کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث مرہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہہ رسالا
تمور شرابوں سے کبابوں سے ہی سب دیر مسجد میں ہی کیا شیخ پیالا نہ نوالا
للہ رے ہی لہو وہاں سر ہر خار سے اب تک جس دشت میں پھوٹا ہی مرے پانو کا چھالا
گر قصد ادھر کا ہی تو ٹک دیکھ کے آنا یہہ دیر ہی زہاد نہو خانۂ خالا
جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش وہاں چادر مہتاب ہی مکڑی کا سا جالا

قطعہ

دشمن نہ کدورت سے مرے سامھنے ہو جو تلوار کے لڑنے کو مرے کیجو حوالا
ناموس مجھے صافیٔ طینت کی ہی ورنہ رستم نے مری تیغ کا حملہ نہ سنبھالا
دیکھے ہی مجھے دیدۂ پر خشم سے وہ میر
میرے ہی نصیبوں میں تھا یہہ زہر کا پیالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا اک وقت میں یہہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
افسوس میرے مردے پر اتنا نکر کہ اب پچھتانا یوں ہی سا ہی جو ہونا تھا ہو چکا
لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں آنکھیں اگر یہی ہیں تو پھر نیند سو چکا

یک چشمک پیالہ ہی ساقی بہار عمر
جھپکی لگی کہ دور یہہ آخر ہی ہو چکا

ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی
اس سرزمیں میں تخم محبت میں بو چکا

پایا نہ دل بہایا ہوا سیل اشک کا
میں پنجۂ مژہ سے سمندر بلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہہ کہتا ہی آسمان
دے جام خون میز کو گر منہہ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہی گھر ہمارا
ہی ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا

پلکوں سے تیری ہمکو کیا چشم داشت یہہ تھی
ان برچھیوں نے بانٹا باہم جگر ہمارا

دنیا و دیں کی جانب میلان ہو تو کہیئے
کہا جانیئے کہ اُس بن دل ہی کدھر ہمارا

ہیں تیرے آئنے کی تمثال ہم نپوچھو
اِس دشت میں نہیں ہی پیدا اثر ہمارا

جوں صبح اب کہاں ہی طول سخن کی فرصت
قصہ ہی کوئی دم کو ہی مختصر ہمارا

کوچے میں اسکے جا کر بستا نہیں پھر آنا
خون ایک دن گریگا اس خاک پر ہمارا

ہی تیرہ روز اپنا لڑکونکی دوستی سے
اِس دن ہی کو کہے تھا اکثر پدر ہمارا

سیلاب ہر طرف سے آئینگے بادیئے میں
جوں ابر رونے ہوگا جسدن گذر ہمارا

نشو و نما ہی اپنی جوں گرد باد انوکھی
بالیدہ خاک رہ سے ہی یہہ شجر ہمارا

یوں دور سے کھڑے ہو کیا معتبر ہی رونا
دامن سے باندھہ دامن اے ابر تر ہمارا

جب پاس رات رہنا آتا ہی یاد اسکا
تھمتا نہیں ہی رونا دو دو پہر ہمارا

اس کاروان سرا میں کیا میربار کھولیں
یہاں کوچ لگ رہا ہی شام و سحر ہمارا

غم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا
دلکے جانے کا نہایت غم رہا

حسن تھا تیرا بہت عالم فریب
خط کے آنے پر بھی اِک عالم رہا

دل نہ پہنچا گوشۂ داماں تلک
قطرۂ خون تھا مژہ پر جم رہا

سنتے ہاتھ لیلیٰ کے خیمے کو سیاہ اس میں مجنوں کا مگر ماتم رہا
جامۂ احرام زاہد پر نجا تھا حرم میں لیک نامحرم رہا
زلفیں کھولیں تو تو تک آپا نظر عمر بھر یہاں کام دل برہم رہا
اسکے لب سے تلخ ہم سنتے رہے اپنے حق میں آب حیواں سم رہا
میرے رونے کی حقیقت جسمیں تھی ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

صبح پیری شام ہونے آئی میر
تو نہ چیتا یہاں بہت دن کم رہا

چوری میں دل کی وہ ہنر کر گیا دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر کر گیا
دہر میں میں خاک بشر ہی رہا عمر کو اس طور بسر کر گیا
دل نہیں ہی منزل سینے میں اب یہاں سے وہ بیچارہ سفر کر لیا
حیف جو وہ نسخۂ دل کے اُپر سرسری سی ایک نظر کر لیا
کس کو مرے حال سے تھی آگہی نالۂ شب سبکو خبر کر گیا
گو نہ چلا تا مژہ تیر نگاہ اپنے جگر سے تو گذر کر گیا

مجلس آفاق میں پروانہ ساں
میر بھی شام اپنی سحر کر گیا

واں وہ تو گھر سے اپنے پی کر شراب نکلا یہاں شرم سے عرق میں ڈوب آفتاب نکلا
آیا جو واقعے میں در پیش عالم مرگ یہہ جا گنا ہمارا دیکھا تو خواب نکلا
دیکھا جو اوس پرتے گلشن میں ہم تو آخر گل کا وہ روے خنداں چشم پُر آب نکلا
پردے ہی میں چلا جا خورشید تو ہی بہتر اِک حشر ہی جو گھر سے وہ بے حجاب نکلا
کچھہ دیر ہی لگی نہ دل کو تو تیر لگتے اِس صید ناتواں کا کیا جی شتاب نکلا
ہر حرف غمنے میرے مجلس کو تیں رُلایا لو باغبار دل کا پرتا کتا بھی نکلا

روئے عرق فشاں کو بس پونچھ گرم مت ہو — اس گل میں کیا رہیگا جس کا گلاب نکلا
مطلق نہ اعتنا کی احوال پر ہمارے — نامے کا نامے ہی میں سب پیچ و تاب نکلا
شان تغافل اپنے نو خط کی کیا لکھیں ہم — قاصد مواتب اسکے منہہ سے جواب نکلا

کسکی نگہہ کی گردش تھی میر رو بہ مسجد
محراب میں سے زاہد مست و خراب نکلا

دامان کوہ میں جو میں ڈاڑھ مارا رویا — اک ابر وان سے اٹھہ کر بے اختیار رویا
پڑتا نتھا بھروسا عہد وفائے گل پر — مرغ چمن نہ سمجھا میں تو ہزار رویا
ہر گل زمیں یہاں کی رونے ہی کی جگہ تھی — مانند ابر ہر جا میں زار زار رویا
تھی مصلحت کہ رک کر ہجران میں جان دیجے — دل کھول کر نہ غم میں میں ایکبار رویا

اک عجز عشق اسکا اسباب صد الم تھا
کل میر سے بہت میں ہو کر دچار رویا

اس چہرے کی خوبی سے عبث گل کو جتایا — یہہ کون شگوفہ سا چمن زار میں لایا
وہ آئینہ رخسار دم باز پس آیا — جب حسن نرہا ہمکو تو دیدار دکھایا
کچھہ ماہ میں اسمیں نہ تفاوت ہوا ظاہر — سو بار نکالا اسے اور اسکو چھپایا
اک عمر مجھے خاک میں ملتے ہوئے گذری — کوچے میں ترے آن کے لوہو میں نہایا
سمجھا تو مجھے مرگ کے نزدیک پس از دیر — رحمت ہی مرے یار بہت دور سے آیا
یہہ باغ رہا ہمسے ولے جانیکے ہم — بے بال و پری نے بھی ہمیں خوب اڑایا
میں صید رمیدہ ہوں بیابان جنوں کا — رہتا ہی مرا موجب وحشت مرا سایا
یا قافلہ در قافلہ ان رستوں میں تھے لوگ — یا ایسے گئے یہاں سے کہ پھر کھوج نپایا
رو میں نے رکھا ہی در ترسا بچگاں پر — رکھیو تو مری شرم بڑھاپے میں خدایا
تا لا نہیں کچھہ مجھکو پتنگ آج اڑاتے — بہتوں کتئیں باؤ کا رخ اُنے بتایا

ایسے بت بے مہر سے ملنا ہی کوئی بھی
دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل جو زیر غبار اکثر تھا کچھ مزاج اندنوں مکدر تھا
اسے نکیہ کیا تو تھا لیکن رات دن ہم تھے اور بستر تھا
سرسری تم جہان سے گذرے ورنہ ہر جا جہان دیگر تھا
دلکی کچھ قدر کرتے رہیو تم یہہ ہمارا بھی ناز پرور تھا
بعد یک عمر جو ہوا معلوم دل اُس آئینہ رو کا پتھر تھا
بارے سجدہ ادا کیا تہ تیغ کب سے یہہ بوجھ میرے سر پر تھا
کیوں نہ ابر سیہ سفید ہوا جب تلک عہد دیدۂ تر تھا
اب خرابا ہوا جہان آباد ورنہ ہر یک قدم پہ یہاں گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نگر گاہ غافل رہ نشانی کہ یوں مقدر تھا
اتنے منعم جہان میں گذرے وقت رحلت کے کس کنے زر تھا
صاحب جاہ و شوکت و اقبال ایک ازان جملہ اب سکندر تھا
تھی یہہ سب کائنات زیر نگیں ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا
لعل و یاقوت و ہم زر و گوہر چاہیئے جس قدر میسر تھا
آخر کار جب جہان سے گیا ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا
عیب طول کلام مت کریو کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا

خوش رہا جب تلک رہا جیتا

میر معلوم ہی فسانہ تھا

رخ مخطط قرآن نہی ہمارا بوسہ بھی لیں تو کیا ہی ایمان ہمارا

گر ہی یہہ بے قراری تو رہ چکا بغل میں — دور روز دل ہمارا مہمان ہی ہمارا
ہیں اس خراب دلے مشہور شہر خوباں — اُس ساری بستی میں گھر ویران ہی ہمارا
مشکل بہت ہی ہمسا پھر کوئی ہاتھ آنا — یوں مارنا تو پیارے آسان ہی ہمارا
اِدریس و خضر و عیسیٰ قاتل سبے ہم چھرائے — اِن خوں گرفتگاں پر احسان ہی ہمارا
ہم وے ہیں سن رکھو تم مر جائیں رُک کے یکجا — کیا کوچہ کو چہ پھرنا عنوان ہی ہمارا
ہیں صید گہہ کے میری صیاد کیا نہ در کے — کہتے ہیں صید جو ہی بیجان ہی ہمارا
کرتے ہیں باتیں کس کس ہنگامے کی یہہ زاہد — دیوان حشر گویا دیوان ہی ہمارا
ہاہپت دو عالم کھاتی پھرے ہی غوطے — یک قطرہ خون یہہ دل طوفان ہی ہمارا
کیا خاندان کا اپنے تجھ سے کہیں تقدس — روح القدس یک ادنا دربان ہی ہمارا
کرتا ہی کام وہ دل جو عقل میں نہ آوے — گھر کا مشیر کتنا نادان ہی ہمارا

سنجر زمین دل کی ہی میر ملک اپنی
پر داغ سینہ مُہر فرمان ہی ہمارا

کب مصیبت زدہ دل مایل آزار نہ تھا — کون سے درد و ستم کا یہہ طرفدار نہ تھا
آدم خاکی سے عالم کو جلا ہی ورنہ — آئینہ تھا یہہ ولے قابل دیدار نہ تھا
دھوپ میں جلتی ہیں غربت وطنوں کی لاشیں — تیرے کوچے میں مگر سایۂ دیوار نہ تھا
صد گلستاں تہ یک بال تھے اُسکے جب تک — طایر جاں قفس تن کا گرفتار نہ تھا
حیف سمجھا ہی نہ وہ قاتل نادان ورنہ — بے گنہہ مارنے قابل یہہ گنہگار نہ تھا
عشق کا جذب ہوا باعث سودا ورنہ — یوسف مصر زلیخا کا خریدار نہ تھا
نرم تر موم سے بھی ہمکو کوئی دیتی قضا — سنگ چھاتی کا تو یہہ دل ہمیں درکار نہ تھا

رات حیران ہوں کچھ چپ ہی مجھے لگ گئی میر
درد پنہان تھے بہت پر لب اظہار نہ تھا

جی اپنا میں نے تیرے لئے خوار ہو دیا آخر کو جستجو نے تری مجھکو کھو دیا
بی طاقتی سکون نہیں رکھتی ہی ہمنشیں رونے نے ہر گھڑی کے مجھے تو ڈبو دیا
ای ابر اس چمن میں نہو گا گل امید یاں تخم یاس اشک کو میں پھر کے بو دیا

پوچھا جو میں نے درد محبت سے میر کو
رکھ ہاتھ اپنے دل پہ تک ایک اپنے رو دیا

خط منہہ پہ آئے جاناں خوبی پہ جان دیگا ناچار عاشقوں کو رخصت کے پان دیگا
سارے رئیس اعضا ہیں معرض تلف میں یہہ عشق بے محابا کسکو امان دیگا
پائے پر آبلہ سے میں گم شدہ گیا ہوں ہر خار بادیئے کا میرا نشان دیگا
داغ اور سینے میں کچھہ بگڑی ہی عشق دیکھیں دل کو جگر کو کسکو اب درمیان دیگا
نالہ ہمارا ہر شب گذرے ہی آسمان سے فریاد پر ہماری کسدن تو کان دیگا
مت رغم سے ہمارے پیارے حنا لگاؤ پابوس پر تمھارے سر سو جوان دیگا

گھر چشم کا ڈبو مت دل کے گئے پہ رو رو
کیا میر ہاتھہ سے تو یہہ بھی مکان دیگا

ہوتا ہی یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا دیکھا جو خوب تو ہی دنیا عجب تماشا
ہر چند شور محشر اب بھی ہی در پہ لیکن نکلیگا یار گھر سے ہو دیگا جب تماشا
بھڑکے ہی آتش غم منظور ہی جو تجکو جلنے کا عاشقوں کے آ دیکھہ اب تماشا

طالع جو میر خواری محبوب کو خوش آئی
پر غم یہہ ہی مخالف دیکھیں گے سب تماشا

گل چمن میں گل و سمن دیکھا آج دیکھا تو باغ بن دیکھا
کیا ہی گلشن میں جو قفس میں نہیں عاشقوں کا جلا وطن دیکھا
ذوق پیکان تیر میں تیرے مدتوں تک جگر نے چھن دیکھا

گھر کے گھر جاتے تھے پر تے تیرے داغ دل دیکھے بس چمن دیکھا
ایک چشمک دو صد فسانہ تھا اُس نگاہ بے کا بانکپن دیکھا

حسرت اُس کی جگہ تھی خوابیدہ
میر کا کھول کر کفن دیکھا

جدا جو پہلو سے وہ دلبر یگانہ ہوا طپش کی یاں تئیں دل نے کہ درد شانہ ہوا
جہاں کو فتنے سے خالی کبھو نہیں پایا ہمارے وقت میں تو آفت زمانہ ہوا
خلش نہیں کسو خواہش کی رات سے شاید شریک یاس کے پہلو میں دل روانہ ہوا
ہم اپنے دل کی چلے دل ہی میں لئے یاں سے ہزار حیف سر حرف اُس کے وا نہ ہوا

کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اُن کے میر
سمند ناز پہ اک تازیانہ ہوا

کیا دن تھے وے کہ یہاں بھی دل آرمیدہ تھا رونا آشیاں طائر رنگ پریدہ تھا
قاصد جو وہاں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا بیچارہ گریہ ناک گئی بلبل دریدہ تھا
اک وقت ہم کو تھا سر گریہ کہ دشت میں جو خار خشک تھا سو وہ طوفاں رسیدہ تھا
جن صید گاہ عشق میں یاروں کا جی گیا مرگ اس شکار گہہ کا شکار رمیدہ تھا
مت پوچھ کہ طرح سے کٹی رات ہجر کی ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا
حاصل نہ پوچھ گلشن مشہد کا بو الہوس یہاں پھول ہر اک درخت کا حلق بریدہ تھا

دل بیقرار گریۂ خونیں تہ اثر میر
آیا نظر تو لب پہ مژہ در خوں طپیدہ تھا

کثرت داغ سینے دل پر شک گلستاں نہوا میرا دلخواہ جو کچھ تھا وہ کبھو یاں نہوا
جی تو ایسے کئی صدقے کئے تجھ پر لیکن حیف پہنچی کہ تنک تو بھی پشیماں نہوا
آہ میں کب کی کہ سرمایہ دو نرخ خوبی کون سا اشک مرا منبع طوفاں نہوا

قطعہ

لو توجہ سے زمانے کی جہاں میں مجھکو — جاہ و ثروت کا میسر سر و ساماں نہوا
شکر صد شکر کہ میں ذلت و خواری کے سبب — کسی عنوان میں ہم چشم عزیزاں نہوا
برق مت خوشے کی اور اپنی بیاں کر صحبت — شکر کر یہہ کہ مرا واں دل سوزاں نہوا
دل بے رحم گیا شیخ لئے زیر زمیں — مر گیا پر یہہ کہن گبر مسلماں نہوا

کون سی رات زمانے میں گئی جسمیں میر
سینۂ چاک سے میں دست و گریباں نہوا

تیرے قدم سے جا لگی جسپہ مرا ہے سر لگا — گو کہ مرے ہی خون کی دست گرفتہ ہو حنا
سنگ مجھے بجاں قبول اسکے عوض ہزار بار — تا بکجا یہہ اضطراب دل نہ ہوا ستم ہوا
کسکی ہوا کہاں کا گل ہمتو قفس میں ہیں اسیر — سیر چمن کی روز شب تجھکو مبارک ای صبا
کنے بدی ہی اتنی دیر موسم گل میں ساقیا — دے بھی مئے دو آتشہ زور ہی سرد ہی ہوا
فصل خزاں تلک تو میں اتنا نہ تھا خراب گرد — مجھکو جنون ہو گیا موسم گل میں کیا بلا
جان بلب رسیدہ سے اتنا ہی کہنے پائے ہم — جاوے اگر تو یار تک کہیو ہماری بھی دعا
بوئے کباب سوختہ آتی ہی کچھہ دماغ میں — ہووے نہووے ای نسیم رات کسیکا دل جلا

میں تو کہا تھا تیرے تئیں اؤ سمجھہ نہ ظلم کر
آخر کار بیوفا جی ہی گیا نہ میر کا

قابو خزاں سے ضعف کا گلشن میں بن گیا — دوش ہوا پہ رنگ گل و یاسمن گیا
برگشتہ بخت دیکھہ کہ قاصد سفر سے میں — پہنچا تھا اسکے پاس سو میرے وطن گیا
خاطر نشاں ای صید فگن ہو گی کب تری — تیروں کے مارے میرا کلیجہ تو چھن گیا
یاد وش بخیر دشت میں مانند عنکبوت — دامن کے اپنے تار جو خاروں پہ تن گیا
مارا تھا کس لباس میں عریانی نے مجھے — جس سے تہ زمین بھی میں بے کفن گیا

آتی اگر بہار تو اب ہمکو کیا صبا ہمسے تو آشیان بھی گیا اور چمن گیا

اب سیر ملک ہند میں ایسا ہوا کہ میر
یہہ ریختہ لکھا ہوا تیرا وکھن گیا

لخت جگر تو اپنے یک لخت رو چکا تھا اشک فقط کا جھمکا آنکھوں سے لگ رہا تھا
دامن میں آج دیکھا پھر لخت میں لے آیا تکڑا کوئی جگر کا پلکوں میں رہ گیا تھا
اس قید جیب سے میں چھوٹا جنونکی دولت ورنہ گلا یہہ میرا جوں طوق میں پھنسا تھا
مشت نمک کی خاطر اسواسطے ہوں حیراں کل زخم دل نہایت دل کو مرے لگا تھا
ای گرد باد مت دے ہر آن عرض وحشت میں بھی کسو زمانے اس کام میں بلا تھا
بن کچھ کہے سنا ہی عالم سے میں نے کیا کیا پر تو نے یوں نجانا ای بیوفا کہ کیا تھا
روتی ہی شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو میں سوز دل کو اپنے مجلس میں کیوں کہا تھا

قطعہ

سر مار کر ہوا تھا میں خاک اس گلی میں سینے پہ مجھکو اسکا مذکور نقش پا تھا
سو بخت تیرہ سے ہوں پامالئی صبا میں اس دن کے واسطے میں کیا خاک میں ملا تھا

قطعہ

یہہ سرگذشت میری افسانہ جو ہوئی ہی مذکور اسکا اسکے کوچے میں جا بجا تھا
سنکر کسی سے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ بیدرد کتنے بولے ہاں اسکو کیا ہوا تھا
کہنے لگا کہ جانے میری بلا عزیزاں احوال تھا کسیکا کچھ میں بھی سن لیا تھا

آنکھیں مری کھلیں جب جی میر کا گیا تب
دیکھے سے اسکو ورنہ میرا بھی جی جلا تھا

سرو و ز فلک بھی دیکھوں اپنے روبرو تو تا کہ سنگ محتسب سے پائے خم دست سبو تو تا
کہاں آئنے میسر تجھ سے مجھکو خود نما تئیں ہوا یوں اتفاق آئینہ میرے روبرو تو تا

کف چالاک میں تیری جو تھا سر رشتہ جانوں کا — گریباں سے مرے ہر یک تراٹا نکا رفو ٹوٹا
طراوت تھی چمن میں سرو گویا اشک قمری سے — اُدھر آنکھیں مندیں اُسکی کہ ایدھر آب جو ٹوٹا
خطر کر تو نہ لگ چل ای صبا اُس زلف سے اتنا — بلا آویگی تیرے سر جو اُسکا ایک مو ٹوٹا
وہ بے کس کیا کرے کہہ تو رہی دلہی کی دلہی میں
نپٹ بیجا ترا دل میر سے ای آرزو ٹوٹا

آنکھوں میں جی مرا ہی ادھر یار دیکھنا — عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا
کیسا چمن کہ ہمسے اسیروں کو منع ہی — چاک قفس سے باغ کی دیوار دیکھنا
آنکھیں چرا ہوئے نہ ٹک ابر بہار سے — میری طرف بھی دیدۂ خونبار دیکھنا
ہو نالہ چار چشم دل اس ظلم پیشہ سے — ہشیار زینہار خبردار دیکھنا
صیاد دل ہی داغ جدائی سے رشک باغ — تجھکو بھی ہو نصیب یہہ گلزار دیکھنا
گر زمزمہ یہی ہی کوئی دن تو ہمصفیر — اس فصل ہی میں ہمکو گرفتار دیکھنا
بلبل ہمارے گل پہ نہ گستاخ کر نظر — ہو جائیگا گلے کا کہیں ہار دیکھنا
شاید ہماری خاک سے کچھ ہو بھی ای نسیم — غربال کر کے کوچۂ دلدار دیکھنا
ای ہمسفر نہ آبلے کو پہنچے چشم تر — لاگا ہی میرے پانو میں آخار دیکھنا
اُس خوش نگہہ کے عشق سے پرہیز کیجو میر
جاتا ہی لیکے جی ہی یہہ آزار دیکھنا

غلط ہی عشق میں ای بوالہوس اندیشہ راحت کا — رواج اس ملک میں ہی درد و داغ و رنج و کلفت کا
زمیں یک صفحۂ تصویر بیہوشاں سے مانا ہی — یہہ مجلس جب سے ہی اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا
جہاں جلوے سے اس محبوب کے یک سر لبالب ہی — نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا
ہنوز آوارۂ لیلی ہی جان رفتہ مجنوں کی — موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا
حریف بے جگر ہی صبر ورنہ کل کی صحبت میں — نیاز و ناز کا جھگڑا گرو تھا ایک خدمت کا

نگاہ یاس بھی اس صید افگن پر غنیمت ہی ۔ نہایت تنگ ہی ای صید بسمل وقت فرصت کا
خرابی دل کی اُس حد ہی کہ یہہ سمجھا نہیں جاتا ۔ کہ آبادی بھی یہاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا
نگاہ مست نے اُسکی لٹائی خانقہ ساری ۔ پڑا ہی برہم ابتک کارخانہ زہد و طاعت کا
قدم تک دیکھ کر رکھ میر سر دل سے نکالیگا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہی صحرائے محبت کا

جو اس شور سے میر روتا رہیگا ۔ تو ہمسایہ کاہیکو سوتا رہیگا
میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں ۔ جسے ابر ہر سال روتا رہیگا
مجھے کام رونے سے اکثر ہی ناصح ۔ تو کب تک مرے منہہ کو دھوتا رہیگا
بس ای گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں ۔ کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہیگا
مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہی ۔ جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہیگا
تو یوں گالیاں غیر کو شوق سے دے ۔ ہمیں کچھ کہیگا تو ہوتا رہیگا
بس ای میر مژگان سے پونچھ آنسوؤں کو
تو کب تک یہ موتی پروتا رہیگا

نئی طرزوں سے میخانے میں رنگ می جھلکتا تھا ۔ گلابی روتی تھی وہاں جام ہنس ہنس کر چھلکتا تھا
تری اس خاک اُڑانے کی دھمک سے ای مری وحشت ۔ کلیجا ریگ صحرا کا بھی دس دس گز تھلکتا تھا
گئی تسبیح اسکی نزع میں کب میر کے دل سے
اُسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا ڈھلکتا تھا

تجھسے ہر آن مرے پاس کا آنا ہی گیا ۔ کیا گلہ کیجے غرض اب وہ زمانا ہی گیا
چشم بن اشک ہوئی یا نہوئی یکساں ہی ۔ خاک میں جب وہ ملا موتی کا دانا ہی گیا
بر مجنوں میں خردمند کوئی جانسکا ۔ عاقبت سر کو قدم کر یہہ دوانا ہی گیا
ہم اسیروں کو بھلا کیا جو بہار آئی نسیم ۔ عمر گذری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا

جی گیا میر کا اِس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تیرا نہ بہانا ہی گیا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا — لب جس جگہہ کہ داغ ہی یاں آگے درد تھا
اِک گرد راہ تھا پئے محمل تمام راہ — کس کا غبار تھا کہ یہہ دنبالہ گرد تھا
دل کی شکستگی نے دورائے رکھا ہمیں — واں چیں جبیں پر آئی کہ یاں رنگ زرد تھا
مانند حرف صفحہ ہستی سے اُٹھہ گیا — دل بھی مرا جریدۂ عالم میں فرد تھا
تھا پشتہ رنگ باد یہ اِک وقت کارواں — یہہ گرد باد کوئی بیاباں نورد تھا
گذری مدام اُسکی جوانان مست میں — پیر مغاں بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا

عاشق ہیں ہم تو میر کے بھی ضبط عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

گئے قیدی ہو ہم آواز جب صیاد آتوتا — یہہ ویران آشیانے دیکھنے کو ایک میں چھوتا
مرا رنگ اُڑ گیا جسوقت سنگ محتسب آگے — بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو چھوتا
مرا وعدہ ہے آپہنچا ترے آنیکے وعدے تک — ہوا میں موت سے سچا رہا اے شوخ تو جھوتا

کف جاناں سے کیا امکاں رہائی میر کوئی ہو
اچنبھا ہی جو اسکے ہاتھہ سے رنگ حنا چھوتا

برقع اُٹھا تھا رخ سے مرے بد گمان کا — دیکھا تو اور رنگ ہی سارے جہان کا
مت مانیو کہ ہوگا یہہ بیدرد اہل دیں — گر آوے شیخ پہن کے جامہ قران کا
خوبی کو اسکے چہرے کی کیا پہنچے آفتاب — ہی اِسمیں اُسمیں فرق زمیں آسمان کا
ایسا ہے وہ جو ہووے خریدار گلرخاں — اِس سودے میں صریح ہی نقصان جان کا
کچھہ اور گاتے ہیں جو رقیب اُسکے روبرو — دشمن ہیں میری جان کے یہہ جی ہی تان کا
تسکین اُسکی تب ہوئی جب چپ مجھے لگی — مت پوچھہ کچھہ معاملہ میرے زبان کا

قطعہ

یاں بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول گاگشت سرسری نہیں اس گلستان کا
گل یادگارِ چہرۂ خوباں ہی بے خبر مرغ چمن نشاں ہی کسو خوش زبان کا
تو برسوں میں کہے ہی ملو گا میر سے
یاں کچھ کا کچھ ہی حال ابھی اُس جوان کا

مغاں مجھ مست بن پھر خندۂ ساغر نہ ہوویگا مری گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رو ویگا
کیا ہی خوں مرا پامال یہہ سرخی نہ چھوٹیگی اگر قاتل تو اپنے پانو سوں پانی سے دھوویگا
کوئی رہتا ہی جیتے جی ترے کوچے کے آنے سے
تبھی آسودہ ہوگا میر صاحب جی کو کھوویگا

مجھے زنہار خوش آتا نہیں کعبے کا ہمسایہ صنمخانہ ہی یاں ای شیخ تو لے کیوں نہ بنوایا
ترے ای عشق کی نیرنگ سازی غیر کو اتنے جلایا بات کہتے واں ہمیں مرنے کو فرمایا
بھری ہی آگ تیرے درد دل میں میر ایسی تو
کہ کہتے رو پر و اس شوخ کے قاصد کا منہہ آیا

نقش بیٹھے ہی کہاں خواہش آزادی کا ننگ ہی نام رہائی تری صیادی کا
داد دے ورنہ ابھی جان پہ کیا ہوں میں دل جلانا نہیں دیکھا کسی فریادی کا
شہر کی سی رہی رونق اسی کے جیتے جی مر گیا قیس جو تھا خانہ خدا وادی کا
شیخ کیا صورتیں رہتی تھیں بھلا جب تھا دیر رو بویرانی ہوا اس کعبے کی آبادی کا
زیبندہ رتبے کو پہنچایا ہوا اسکا ہی
معتقد کون نہیں میر کی استادی کا

کام پل میں مرا تمام کیا غرض اُس شوخ نے بھی کام کیا
سرو و شمشاد خاک میں ملیئے تو نے گلشن میں کیوں خرام کیا

قطعہ

سعی طوف حرم نہ کی ہرگز آستاں پر ترے مقام کیا
ترے کوچے کے رہنے والوں نے بہیں سے کعبے کو سلام کیا
اسکے عیار پن نے میرے تئیں خادم و بندہ و غلام کیا
حال بد میں مرے تنک آکر آپ کو سب میں نیک نام کیا

قطعہ

ہو گیا دل مرا متروک جب درد نے قطعۂ پیام کیا
ولی کے کج کلاہ لڑکوں نے کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہیں آتا ٹوپی والوں نے قتل عام کیا
عشق خوباں کو میر میں اپنا
قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا ہوں دوانہ ترے سگ کو کا
شعلۂ آہ جوں توں اب مجھکو فکر ہی اپنے ہر بن مو کا
ہی مرے یار کی میں کار شک کشتہ ہوں سبزۂ لب جو کا
بوسہ دینا مجھے نکر موقوف ہی وظیفہ یہی دعا گو کا
شور قلقال کے ہوتے تھے مانع ریش قاضی پہ رات میں تھوکا
عطر آگیں ہی باد صبح مگر کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا
ایک دو ہوں تو سحر چشم کہوں کارخانہ ہی واں تو جادو کا

قطعہ

میر ہر چند میں نے چاہا لیک نہ چھپا عشق طفل بد خو کا
نام اُسکا لیا اِدھر اودھر

اُتر گیا رنگ ہی مرے دو کا

آیا تھا خانقہ میں وہ نور دیدگاں کا تہہ کر گیا مُصلا ہی عزلت گزیدگاں کا
آخر کو خاک ہونا در پیش ہی سبھوں کا تک دیکھ منہ کدھر ہی قامت عمیدگاں کا
جو خار دشت میں ہی سو چشم آبلہ سے دیکھا ہوا ہی تیرے محنت کشیدگاں کا
اب زیر خاک رہنا مشکل ہی کشتگاں کو آرام کھو چلا تو ان آرمیدگاں کا

تیر بلا کا ہر دم اب میر ہی نشانہ
پتھر جگر ہی اُسکے آفت رسیدگاں کا

صحرا میں سیل اشک مرا جا بجا پھرا مجنوں بھی اُسکی موج میں مدت بہا پھرا
طالع جو خوب نہ ہوا جاہ کچھ نصیب سر پر مرے کنوتر برسوں تک ہما پھرا
آنکھیں برنگ نقش قدم ہو گئیں سفید نامے کے انتظار میں قاصد بھلا پھرا
تک بھی نہ مر کے میری طرف تو نے کی نگاہ اِک عمر تیرے پیچھے میں ظالم لگا پھرا

دیر و حرم میں کیوں کے قدم رکھ سکیگا میر
اِدھر تو اُسے بت پھرے اُدھر خدا پھرا

کس شام سے اُٹھا تھا مرے دل میں درد سا سو ہو چلا ہوں پیشتر از صبح سرد سا
بیٹھا ہوں جوں غبار ضعیف اب تو گھر نہ میں پھرتا رہا ہوں گلیوں میں آوارہ گرد سا
قصد طریق عشق کیا سب نے بعد قیس لیکن ہوا نہ ایک بھی اُس رہ نورد سا
حاضر یراق بیمزگی کس گھوڑی نہیں معشوق کچھ ہمارا ہی عاشق نبرد سا

کیا میر ہی یہی جو ترے در پہ تھا کھڑا
نمناک چشم و خشک لب و رنگ زرد سا

ترے عشق میں آگے سودا ہوا تھا پر اتنا بھی ظالم نہ رسوا ہوا تھا
خدا ان کتابات اس پہ کرتی بجا تھی یہ نسخہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا

کہاں تھا تو اس طور آنے سے میرے گلی میں تری کل تماشا ہوا تھا
گریباں سے تب ہاتھ اٹھایا تھا میں نے مری اور داماں صحرا ہوا تھا
زہے طالع اے میر اُٹھے یہہ پوچھا
کہاں تھا تو اب تک تجھے کیا ہوا تھا

آہ کے تئیں دل حیراں و خفا کو سونپا میں نے یہہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا
تیرے کوچے میں مری خاک بھی پامال ہوئی تھا وہ بیدرد مجھے جنے وفا کو سونپا
اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھر پہنچیو اے میر خدا کو سونپا

گلہ نہیں ہے ہمیں اپنی جاں گدازی کا جگر پہ زخم ہے اُسکی زباں درازی کا
سمند ناز نے اسکے جہاں کیا پامال وہی ہے اب بھی اسے شوق ترکتازی کا
ستم ہیں قہر ہیں لونڈے شراب خانے کے اتار لیتے ہیں عمامہ ہر نمازی کا
اُلٹ پُلٹ مری آہ سحر کی کیا ہے کم اگر خیال تمھیں ہووے نیزہ بازی کا
بتاؤ ہمسے کوئی آن تم سے کیا بگڑی نہیں ہے تم کو سلیقہ زمانہ سازی کا
خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن رہے ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا
چلو ہو راہ موافق کسے مخالف کے طریق چھوڑ دیا تم نے دل نوازی کا
کسو کی بات نے آگے مرے نپایا رنگ دلوں میں نقش ہے میری سخن طرازی کا
بسان خاک ہو پامال راہ خلق اے میر
رکھے ہے دل میں اگر قصد سرفرازی کا

کیا کہیئے کہ خوباں نے اب ہم میں ہے کیا رکھا اُن چشم سیاہوں نے بہتوں کو مارا رکھا
جلوہ ہے اسیکا سب گلشن میں زمانے کے گل پھول کو ہے انے پر واسا نار رکھا
جوں برگ خزاں دیدہ سب زرد ہوئے ہم تو گرمی نے ہمیں دل کی آخر کو جلا رکھا

کہیئے جو تمیز اسکو کچھ اچھی بری کی ہو
دل جس کسو کا پایا چٹ اُنے اُتار رکھا

تھی مسلک الفت کی مشہور خطرناکی
میں دیدہ و دانستہ کس راہ میں پار رکھا

خورشید و قمر پیارے رہتے ہیں چھپے کوئی
رخساروں کو گو تو نے برقع سے چھپا رکھا

چشمک ہی نہیں نازی شیوے ہے اُسیکے میں
جھمکی سی دکھا دیکر عالم کو لگا رکھا

لگنے کے لئے دلکے چھرکا تھا نمک میں نے
سو چھاتی کے زخموں نے کل دیر مزا رکھا

کشتے کو اس ابرو کے کیا میل ہو ہستی کی
میں طاق بلند اُوپر جینے کو اُتھا رکھا

قطعی ہی دلیل ای میر اس تیغ کی بے آبی
رحم اُنے مرے حق میں مطلق نہ روا رکھا

کام میرا بھی ترے غم میں کہوں ہو جائیگا
جب یہہ کہتا ہوں تو کہتا ہی کہ ہوں ہو جائیگا

خون کم کراب کہ کشتوں کے تو پشتے لگ گئے
قتل کرتے کرتے تیرے تیں جنوں ہو جائیگا

اُس شکار انداز خونیں کا نہیں آیا مزاج
ورنہ آہوئے حرم صید زبوں ہو جائیگا

بزم عشرت میں ملامت ہم نگوں بختوں کی ہیں
جوں حباب باده ساغر سر نگوں ہو جائیگا

کیا کہوں میں میر اُس عاشق ستم محبوب کو
طور پر اُسکے کسو دن کوئی خوں ہو جائیگا

سینہ دشنوں سے چاک تا نہ ہوا
دل جو عقدہ تھا سخت وا نہ ہوا

سب گئے ہوش وصبر و تاب و تواں
دل سے ایک داغ ہی جدا نہ ہوا

ظلم و جور و جفا ستم بیداد
عشق میں تیرے ہم نہ کیا نہ ہوا

ہم تو ناکام ہی جہاں میں رہے
یاں کسو کا مدعا نہ ہوا

میر افسوس اوہ کہ جو کوئی
اسکے در وازے کا گدا نہ ہوا

یار عجب طرح نگہہ کر گیا
دیکھنا وہ دل میں جگہہ کر گیا

تنگ قبائی کا سمان یار کی پیرہن غنچہ کو تہ کر گیا
جانا ہی اس بزم سے آپا تو کیا کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا
وصف خط و خال میں خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا اس باد نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا
سمجھی نہ ہاد صبح کہ آ کر اٹھا دیا اس فتنۂ زمانے کو ناحق جگا دیا
پوشیدہ راز عشق چلا جائے تھا سو آج بے طاقتی نے دل کی وہ پردہ اٹھا دیا
اس موج خیز دہر میں ہمکو قضا نے آہ پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا
تھی آگ اسکی تیغ کو ہمسے سو عشق نے دونوں کو مہر کے بیچ گلے سے ملا دیا
سب شور ماتمن کو لئے سر میں مر گئے یاروں کو اس فضا نے آخر سلا دیا
آوارگان عشق کا پوچھا جو میں نشاں مشت غبار لیکے صبا نے اڑا دیا
اجزا بدن کے جتنے تھے پانی ہو بہہ گئے آخر گداز عشق نے ہمکو بہا دیا
کیا کچھ نہ تھا ازل میں نہ طالع جو تھے درست ہم کو دل شکستہ قضا نے دلا دیا
گویا محاسبہ مجھے دینا تھا عشق کا اس طور دل سی چیز کو میں نے لگا دیا
مدت رہیگی یاد بتوں کے جھمک جلوے کو جنے ماہ کے جی سے بھلا دیا
ہمنے تو سادگی سے کیا جی کا بھی زیاں دل جو دیا تھا سو تو دیا سر جدا دیا
بوے کباب سوختہ آئی دماغ میں شاید جگر بھی آتش غم نے جلا دیا
تکلیف درد دل کی عبث ہمنشین نے کی درد سخن نے میرے سبھوں کو رلا دیا
آنے تو تیغ کھینچی تھی پر جی چلا کے میر
ہمنے بھی ایک دم میں تماشا دکھا دیا

رکھا ہی ہمسے لوحدہ ملنے کا یار ہر شب سو جاتے ہیں ولیکن بخت کنار ہر شب

ہے ہوئی کہ اب تو ہمسے جدا رکھے ہی — اُس آفتاب رو کو بہہ روزگار ہر شب
دیکھیں ہیں راہ کسکی یارب کہ اختروں کی — رہتی ہیں باز آنکھیں چندیں ہزار ہر شب
دھوکے ترے کسوں میں جان دے رہونگا — کرتا ہی ماہ میرے گھر سے گذار ہر شب
دل کی کدورت اپنی یک شب بیاں ہوئی تھی — رہتا ہی آسماں پر تب سے غبار ہر شب
کسکے نگاہی تازہ تیر نگاہ اُسکا — اِک آہ میرے دل کے ہوتی ہی پار ہر شب
مجلس میں میش نے اپنا سوز جگر کہا تھا — روتی ہی شمع تب سے بے اختیار ہر شب

مایوس وصل اسکے کیا سادہ مردماں ہیں
گذرے ہی میرانکو امیدوار ہر شب

اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پر آب روز و شب — ٹپکا کرے ہی آنکھوں سے خونناب روز و شب
اِک وقت رونے کا تھا ہمیں بھی خیال سا — آتی تھی آنکھوں سے چلی سیلاب روز و شب
اُسکے لیئے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے — رہتا تھا پاس وہ در نایاب روز و شب
قدرت تو دیکھ عشق کی مجھسے ضعیف کو — رکھتا ہی شادے خورد و بے خواب روز و شب
سجدہ اس آستاں کا نہیں یوں ہوا نصیب — رگڑا ہی سر میانۂ محراب روز و شب
اب رسم ربط اُٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازیں — بیٹھے ہی رہتے تھے ہم احباب روز و شب

دل کیسکے رو و مو سے لگایا ہی میر نے
پاتے ہیں اُس جوان کو بیتاب روز و شب

رویا کیئے ہیں غمسے ترے ہم تمام شب — پرتی رہی ہی زور سے شبنم تمام شب
کسکے دل کے آج بچا ہوں تو اب جیا — چھاتی ہی میں رہا ہی مرا دم تمام شب
بہہ اتصال اشک جگر سوز کا کہاں — روتی ہی یوں تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

شکوہ عبث ہی میر کہ کرتے ہیں سارے دن — پر دل کا حال رہتا ہی درہم تمام شب

گذرا کسنے جہاں میں خوشی سے تمام روز
کسکی کٹی زمانے میں بے غم تمام شب

ہوتا نہ پائے سرو جو جوئے چمن میں آب — تو کون قمریوں کے چواتا دہن میں آب
اس برگ لہو کے پیاسے ہیں تیرے لبوں کے رشک — اک نام کو رہی ہی عقیق یمن میں آب
شب شور دل کہا تھا میں مجلس میں شمع سے — روئی ہی یہاں ناک کہ بھرا ہی لگن میں آب
دل لے گیا تھا زیر زمیں میں بھرا ہوا — آتا ہی ہر مسام سے میرے کفن میں آب

دریا میں قطرہ قطرہ ہی آب گہر کہیں
ہی میر موج زن ترے ہر یک سخن میں آب

کسکی مسجد کیسے میخانے کہاں کے شیخ و شاب — ایک گردش میں تری چشم سیہ کی سب خراب
تو کہاں اسکی کمر کیدھر نکریو اضطراب — ای رگ جاں دیکھیو کھاتی ہی جو تو پیچ و تاب
موند رکھنا چشم کا ہستی میں عین دید ہی — کچھ نہیں آتا نظر جب آنکھ کھولے ہی حباب
تو ہو اور دنیا ہو ساقی میں ہوں مستی ہو مدام — پر بط صہبا کا لے اڑ چلے رنگ شراب
ہی ملامت تیرے باعث شور پر تجھ سے نمک — تک تو رہ پیری جلی آتی ہی ای عہد شباب
کب تھی یہہ بے جرانی شایان آہوئے حرم — ذبح ہوتا تیغ سے یا آگ میں ہوتا کباب
کیا ہو رنگ رفتہ کیا قاصد ہو جسکو خط دیا — جز جواب صاف اُسسے کب کوئی لایا جواب

قطعہ

وائے اس جینے پر ای مستی کہ دور چرخ میں — جام مے پر گردش آوے اور میخانہ خراب
چوب حرفی بن الف بے قدر میں نہیں پہنچانتا — ہوں میں اسجد خواں شناسائی کو مجھ سے کیا حجاب

قطعہ

مت ڈھلک مژگاں سے اب تو ای سرشک آبدار — مفت میں جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب
کچھ نہیں بحر جہاں کی موج پر مت بھول میر

دور سے دریا نظر آتا ہی لیکن ہی سراب

دیکھہ خورشید تجھکو ای محبوب ° عرق شرم میں گیا ہی ڈوب
آئی کنعاں سے باد مصر و لے نہ گئی تا بکلبۂ یعقوب
جن عصا شیخ یکقدم نہ رکھے راہ چلتا نہیں یہہ خر بے چوب
اِس لئے عشق میں نے چھوڑا تھا تو بھی کہنے لگا برا کیا خوب
پی ہو می تو لہو پیا ہوں میں محتسب آنکھوں پر ہی کچھہ آشوب

میر شاعر بھی زور کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

روز انہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات
نے بخت کی یاری ہی نہ کچھہ جذب ہی کامل وہ آپ بھی لے تو ملے پھر جب ہو ملاقات
دوری میں کروں نالہ و فریاد کہاں تک یکبار تو اس شوخ سے یارب ہو ملاقات
جاتی ہی غشی بھی کبھو آتے ہیں بخود بھی کچھہ لطف اُٹھے بارے اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہی بہت میر کو ماں آیئے چل کر
کیا جانیئے پھر یہاں سے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوئے نادم پی تدبیر ہو جاناں سمیت تیر تو نکلا مرے سینے سے لیکن جاں سمیت
تنگ ہو جاویگا عرصہ خفتگانِ خاک پر گر ہمیں زیر زمیں سونپا دلِ نالاں سمیت
باغ کر دکھلائینگے دامان دشت حشر کو ہم بھی واں آئے اگر مژگان خوں افشاں سمیت
نرہاد اور وامق و مجنوں جی سے گئے سب کو مارا عشق نے مجھہ خانماں ویراں سمیت

اُٹھہ گیا پردہ نصیحت گر کے لگ پڑنے سے میر
پھاڑتا لایئں گریباں رات کو داماں سمیت

پلکوں پہ تھے پارۂ جگر رات ہم آنکھوں میں لیگئے بسر رات

اِک دن تو وفا بھی کرتے وعدہ — گذری ہی امید وار ہر رات
مکھڑے سے اُٹھائیں اُنے زلفیں — جانا بھی نہ ہم گئی کدھر رات
تو پاس نہیں ہوا تو روتے — رہ رہ گئی ہی پہر پہر رات
کیا دن تھے کہ خون تھا جگر میں — رو اُٹھتے تھے بیٹھ دو پہر رات
وہاں تم تو بناتے ہی رہے زلف — عاشق کی بھی یہاں گئی گذر رات
ساقی کے جو آنے کی خبر تھی — گذری ہمیں ساری بیخبر رات
کیا سوز جگر کہوں میں ہمدم — آیا جو سخن زبان پر رات
صحبت یہہ رہی کہ شمع روئی — لے شام سے تا دم سحر رات
کھاتی ہی جب آنکھ شب کو تجھ بن — کٹتی نہیں آتی پھر نظر رات
دن وصل کا یوں کٹا کہے تو — کاٹے ہی جدائی کی مگر رات
کل تھی شب وصل اِک ادا پر — اُسکے گئے ہوتے ہمتو مر رات
جاگے تھے ہمارے بخت خفتہ — پہنچا تھا ہم وہ اپنے گھر رات
کرنے لگا پشت چشم نازک — سوتے سے اُٹھا جو چونک کر رات
تھی صبح جو منہہ کو کھول دیتا — ہر چند کہ تب تھی اِک پہر رات

پر زلفوں میں منہہ چھپا کے پوچھا
اب ہوئیگی میر کسقدر رات

چھٹتا ہی نہیں ہو جسے آزار محبت — مایوس ہوں میں بھی کہ ہوں بیمار محبت
امکاں نہیں جیتے جی ہو اِس قید سے آزاد — مر جائیے تبھی چھوٹے گر فتار محبت
تقصیر نہ خوباں کی نہ جلاد کا کچھ جرم — تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت
ہر جنس کے خواہاں ملے بازار جہاں میں — لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت
اِس راز کو رکھہ جی ہی میں تا جی سے تیرا — ظاہر جو کرتا ہو تو اظہار محبت

ہر نقش قدم پر ترے سر بیچے ہیں عاشق ٹک سیر تو کر آج تو بازار محبت
کچھ مست ہیں ہم دیدۂ پرخون جگر سے آیا یہی ہی ساغر سرشار محبت
بیکار نرہ عشق میں تو رونے سے ہرگز یہہ گریہ ہی ہی آب رخ کار محبت
مجھ سا ہی ہو مجنوں بھی یہہ کب مانے ہی عاقل
ہر سر نہیں ای میر سزاوار محبت

جی میں ہی یاد رخ و زلف سیہ فام بہت رونا آتا ہی مجھے ہر سحر و شام بہت
دست صیاد تلک بھی نہ میں پہنچا جیتا بے قراری نے لیا مجھکو تہ دام بہت
ایک دو چشمک ادھر گردش ساغر کہ مدام سر چڑھی رہتی ہی یہہ گردش ایام بہت
دل خراشی و جگر چاکی و خوں افشانی ہوں تو ناکام پہ رہتے ہیں مجھے کام بہت
پھر نہ آئے جو ہوئے خاک میں جا آسودہ
غالبا زیر زمیں میر ہی آرام بہت

کیا کہیں اپنی اُسکی شب کی بات کہئے ہووے جو کچھ بھی ڈھب کی بات
اب تو چپ لگ گئی ہی حیرت سے پھر کھلے گی زبان جب کی بات
نکتہ دانان رفتہ کی نہ کہو بات وہ ہی جو ہووے اب کی بات
کسکا روئے سخن نہیں اودھر ہی نظر میں ہماری سب کی بات
ظلم ہی قہر ہی قیامت ہی غصے میں اُسکے زیر لب کی بات
کہتے ہیں آگے تھا بتوں میں رحم ہی خدا جانئے یہہ کب کی بات
گو کہ آتش زباں تھے آگے میر
اب کی کہئے گئی وہ تب کی بات

نہ پایا دل ہوا روز سیہ سے جسکا جا لٹ پٹ • کسو کی زلف ڈھونڈھی مو بمو کاکل کو سب لٹ لٹ
تو کن نیندوں پڑا سوتا تھا دروازیکو موندے شب میں چوکھٹ پر تری کرتا رہا سر کو پٹک کھٹ کھٹ

چشم لگتی ہیں دل پر بلبلو نکے باغباں تو جو چمن میں تو رہتا ہی ہر سحر کلیوں کتیں چت چت

تیرے ہجراں کی بیماری میں میر ناتواں کو شب
ہواہی خواب سونا آہ اِس کروٹ سے اُس کروٹ

ہر صبح دم کروں ہوں الحاح یا اِنا بت تو بھی مری دعا سے ملتی نہیں اجابت
مت لے حساب طاقت ای ضعف مجھسے ظالم لایق نہیں ہی تیرے یہہ کون سی ہی بابت

کیا کیا لکھا ہی میں نے وہ میر کیا کہیگا
گم ہووے نامہ بر سے یارب مری کتابت

آئے ہیں میر منہہ کو بنائے خفا سے آج شاید بگر گئی ہی کچھہ اس بے وفا سے آج
واشد ہوئی نہ دلکو فقیروں کے بھی ملے کھلتی نہیں گرہ یہہ کسو کی دعا سے آج
جینے میں اختیار نہیں ورنہ ہمنشیں ہم چاہتے ہیں موت تو اپنے خدا سے آج
ساقی تک اینک موسم گل کی طرف بھی دیکھہ تپکا پڑے ہی رنگ چمن میں ہوا سے آج

تھا جی میں اُسسے ملئے تو کیا کیا نہ کہئے میر
پر کچھہ کہا گیا نہ غم دل حیا سے آج

کاش اٹھیں ہم بھی گنہگاروں کے بیچ ہوں جو رحمت کے سزاواروں کے بیچ
جی سدا ان ابروں ہی میں رہا کی بسر ہم عمر تلواروں کے بیچ
چشم ہو تو آئینہ خانہ ہی دہر منہہ نظر آتا ہی دیواروں کے بیچ
ہیں عناصر کی یہ صورت بازیاں شعبدے کیا کیا ہیں ان چاروں کے بیچ
جب سے لے نکلا ہی تو یہہ جنس حسن پڑ گئی ہی دھوم بازاروں کے بیچ
عاشقی و بیکسی و رفتگی جی رہا کب ایسے آزاروں کے بیچ
جو سرشک اس ماہ بن چمکے ہی شب وہ چمک کاہیکو ہی تاروں کے بیچ
اُسکے آتش ناک رخساروں بغیر لوٹتیئے یوں کب تک انگاروں کے بیچ

بیٹھنا غیروں میں کب ہی ننگ یار — پھول گل ہونے ہی ہیں خاروں کے بیچ

یار و مت اُس کافر بے مہر کا والا و شیدا
میر بھی تھے اسکے ہی یاروں کے بیچ

فائدہ مصر میں یوسف رہے زندان کے بیچ — کھینچ دے کیوں نہ زلیخا اسے کنعان کے بیچ

تو نہ تھا مردن دشوار میں عاشق کے آہ — حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق اک جان کے بیچ

چشم بددور کہ کچھ رنگ ہی اب گرمے پر — خون ہی چھکے ہے ترا ادعدۂ گلریزاں کے بیچ

حال گلزار زمانے کا ہی جیسے کہ شفق — رنگ کچھ اور ہی ہو جاے ہی اک آنکے بیچ

تاک کی چھانو میں جوں مست پڑے سوتے ہوں — ابتدائی ہیں نگہیں سایۂ مژگاں کے بیچ

جی لیا بوسۂ رخسار مخطط دے کر — عاقبت اپنے ہمیں زہر دیا پان کے بیچ

کو عوی خوش دہنی اُسنے اسی منہ پر کل — سر تو تک ڈال کے دیکھ اپنے گریباں کے بیچ

کان رکھ رکھ کے بہت درد دل میر کو سُن
سنتے تو ہو پہ کہیں درد ہو کان کے بیچ

کر نہ تاخیر تو اک شب کی ملاقات کے بیچ — دن نہ پھر جائیگے عشاق کی اک رات کے بیچ

تعرف زن مت ہو کسی سے تو کہ ایسی آفت شہر — جانے رہے ہیں ہزاروں سر اکبات کے بیچ

تیری طاعت کو قبول آہ کہاں تک ہو گا — لبجہ اک ہاتھ میں ہی جام ہی اک ہات کے بیچ

شرم گیں چشم پہ آتش شوخی زنہار نہ جا — ہی سیاہی مرد میں وہ نگہ گھات کے بیچ

بیٹھتے ہیں ہم اُسکے سنگ کو کے بڑا بر کیوں کر — کرتے ہیں ایسی معیشت تو مساوات کے بیچ

قطعہ

تاب و طاقت کو تو مدت ہوئے مدت گذری — پند گویوں ہی نکر اب خلل اوقات کے بیچ

زندگی کٹکے لگا وے ہے محبت میں کروں — ایک آدھ دل تحمل دہ ہی سو بھی ہی آفات کے بیچ

تھے می و معشوقہ ایکدم سر انا تھا کہ رہا

اب تک میر کا نکیسہ ہی خرابات کے بیچ

ساتھ ہو اک بیکسی کے عالم ہستی کے بیچ — ناز خواہ خون ہی میرا کو اس بستی کے بیچ
عرش پر ہی ہم نمد پوشان الفت کا دماغ — اوج دولت کا سا ہی یاں فقر کی پستی کے بیچ
ہم سے یہ کاروں کا ہنسنا وہ ہی مسخرے کئی اور
آ گئے ہیں میر مسجد میں چلے مستی کے بیچ

ہونے لگی گذارہ غم یار بے طرح — ہونے لگا ہی دل کو اب آزار بے طرح
اب کچھ طرح نہیں ہی کہ ہم غمزدے ہوں شاد — کہنے لگا ہی منہ سے ستمگار بے طرح
جان ہر تمہارے ہاتھ سے ہو گا اب کوئی — رکھنے لگے ہو ہاتھ میں تلوار بے طرح
نکلے اٹھینگا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب — بیٹھے ہیں آ کے طاب دیدار بے طرح

لوہو میں شور بور ہی دامان و جیب میر
پھرا ہی آج دیدہ خونبار بے طرح

خاطر کرے ہی جمع وہ ہر بار ایک طرح — کرتا ہی چرخ مجھسے نئے یار ایک طرح
میں اور قیس و کوہکن اب جو زبان پہ ہیں — مارے گئے ہیں سب ہی گنہگار ایک طرح
منظور انکو پردے میں ہیں پر بے حجابیاں — کیسے ہوا دوچار وہ عیار ایک طرح
بے تاب طرحیں اسکی اپسی نظر میں تھیں کیا کہیں — پر ہم بھی ہو گئے ہیں کر فرار ایک طرح
گھر اسکے جا کر آتے ہیں پامال ہو کے ہم — کرتے مکان ہی اب سر بازار ایک طرح

قطعہ

گہہ گل ہی گاہ رنگ گہے باغ کی ہی بو — آتا نہیں نظر وہ طرحدار ایک طرح
نیرنگ حسن دوست سے کر آنکھیں آشنا — ممکن نہیں و گرنہ ہو دیدار ایک طرح

ہر طرح تو ذلیل ہی رکھتا ہی میر کو
ہونا ہی عاشقی میں کوئی خوار ایک طرح

کیا ہی یہہ جوگا ہے آجاتی ہی آندھی کوئی زرد — یا بگولا جو کوئی سر کھینچے ہی صحرا نورد
شوق میں یہہ محمل لیلی کے ہو کر بے قرار — اک نہا دو وادئی مجنوں سے اٹھہ چلتی ہی گرد
وجہ دم سردی نہیں میں جانتا رونیکے بعد — مینہ برسا ہی کہیں شاید ہوا آتی ہی سرد
مار رکھا باطن پیر مغان نے شیخ کو — مل گیا اس پیرزن کو غیب سے اک پیر مرد

ایک شب پہلو کیا تھا گرم آئے تیرے ساتھہ
رات کو رہتا ہی اکثر میر کے پہلو میں درد

آویگی میری قبر سے آواز میرے بعد — ابھرینگے عشق دل سے ترے راز میرے بعد
جینا مرا تو تجھکو غنیمت ہی نا سمجھہ — کھینچے گا کون پھر یہہ ترے ناز میرے بعد
شمع مزار اور یہہ سوز جگر مرا — ہر شب کرینگے زندگی ناساز میرے بعد
حسرت ہی اسکے دیکھنے کی دل میں نے قیاس — اغلب کہ میری آنکھیں رہیں باز میرے بعد
کرتا ہوں میں جو نالے سر انجام باغ میں — منہہ دیکھو پھر کرینگے ہم آواز میرے بعد
بن گل موا ہی میں تو پہ تو جا کے لوٹیو — صحن چمن میں ای پر پرواز میرے بعد

بیٹھا ہوں میر مرنے کو اپنے میں مستعد
پیدا نہونگے مجھسے بھی جاں باز میرے بعد

نہ پڑھا خط کو یا پڑھا قاصد — آخر کار کیا کہا قاصد
کوئی پہنچا نہ خط مرا اس تک — میرے طالع ہیں نارسا قاصد
سر نوشت زبوں سے زر ہو خاک — راہ کھوٹی نکر تو جا قاصد
گر پڑا خط تو تجھہ پہ حرف نہیں — یہہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد
یہہ تو رونا ہمیشہ ہی مجھکو — پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد
اب غرض خامشی ہی بہتر ہی — کیا کہوں تجھسے ماجرا قاصد
شب کتابت کے وقت گریے میں — جو لکھا خط سو بہہ گیا قاصد

کہنہ قصہ لکھا کروں تا کی ۔ بھیجا کب تک کروں نیا قاصد
ہی طلسمات اُسکا کوچہ تو ۔ جو گیا سو وہیں رہا قاصد
باؤ پر ہی برات جسکا جواب ۔ اسکو گذرے ہیں سالہا قاصد
نامۂ میر کو اُڑاتا ہی
کاغذ باد کر گیا قاصد

ہوں رہگذر میں تیرے ہر نقش پا ہی شاہد ۔ اڑتی ہی خاک میری باد صبا ہی شاہد
طوف حرم میں بھی میں بھولا نہ تجھکو ای بت ۔ آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہی شاہد
شرمندۂ اثر کچھ باطن مرا نہیں ہی ۔ وقت سحر ہی شاہد دست دعا ہی شاہد
نالے میں اپنے پنہاں میں بھی ہوں ساتھ تیرے ۔ شاہد ہی گرد محمل شور درا ہی شاہد
ایذا ہی میر پر جو وہ تو کہوں ہیں گا میں
بارے یہ کہہ کہ تیری خاطر میں کیا ہی شاہد

ای گل نو دمیدہ کی مانند ۔ ہی تو کس آفریدہ کی مانند
ہم امید وفا پہ تیری ہوئے ۔ غنچۂ دیر چیدہ کی مانند
خاک کو میری سیر کر کے پھرا ۔ وہ غزال رمیدہ کی مانند
سر اٹھاتے ہی ہو گئے پامال ۔ سبزۂ نو دمیدہ کی مانند
نہ کٹے رات ہجر کی جو نہو ۔ نالہ تیغ کشیدہ کی مانند
ہم گرفتار حال ہیں اپنے ۔ طایر پر بریدہ کی مانند
دل تڑپتا ہی اشک خونیں میں ۔ صید در خون طپیدہ کی مانند
تجھسے یوسف کو کیونکے دیں نسبت ۔ کب شنیدہ ہو دیدہ کی مانند
میر صاحب بھی اُسکے ہاں تھے لیک
بندۂ زر خریدہ کی مانند

قفس تو یاں سے گئے پر مدام ہی صیاد — چمن کی صبح کوئی دم کو شام ہی صیاد
بہت ہیں ہاتھ ہی تیرے نکر قفس کی فکر — مرا تو کام انہیں میں تمام ہی صیاد
چمن میں بیش نہیں ایسا پھنسا کریوں چھوٹوں — مجھے تو ہر رگ گل تار دام ہی صیاد
یہی گلوں کو تنک دیکھوں اتنی مہلت ہو — چمن میں اور تو کیا مجھکو کام ہی صیاد

ابھی کہ وحشی ہی اس کشمکش کے بیچ ہی میر
خدا ہی اسکا ہی جو تیرا رام ہی صیاد

مرے سنگ مزار پر فرہاد — رکھکے تیشہ کہے ہی یا استاد
ہمسے بن مرگ کیا جدا ہو ملال — جان کے ساتھ ہی دل ناشاد
موند آنکھیں سفر عدم کا کر — بس ہی دیکھا نہ عالم ایجاد
فکر تعمیر میں نہ رہ منعم — زندگانی کی کچھ بھی ہی بنیاد
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہیں — کس خرابے میں ہم ہوئے آباد
سنتے ہو تک سنو کہ پھر مجھ بعد — نہ سنو گے یہہ نالہ و فریاد
لگتی ہی کچھ سموم سی تو نسیم — خاک کس دل جلے کی دی برباد
بھولا جاتا ہی غم سبتا نہیں جی — غرض آتا ہی پھر خدا ہی یاد
ترے قید قفس کا کیا شکوہ — نالے اپنے سے اپنے سے فریاد
ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز — باغ ہی گھر ترا تو ای صیاد
ہم کو مرنا یہہ ہی کہ کب ہوں کہیں — اپنی قید حیات سے آزاد
ایسا وہ شوخ ہی کہ اٹھتے صبح — جانا سو جائے اسکی ہی معتاد
نہیں صورت پذیر نقش اسکا — یوں ہی تصدیع کھینچے ہی بہزاد

قطعہ

خوب ہی خاک ہے بزرگوں کی — چاہنا تو مرے نہیں امداد
پر مروت کہاں کی ہی ای میر — تو ہی مجھہ دل جلے کو کر ارشاد

نامرادی ہو جسپہ پروانہ
وہ جلاتا پھرے چراغ مراد

اودھر تک ہی چرخ کے مشکل ہی تک گذر
ادھر کا تھا دل طپیدن شب سے سو آج صبح
ہمتو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے
مت عیب کر جو دعوندتوں میں اُسکو کہ مدعی
آئی ہی بو جھیو تو بلا اپنے سر صبا
جاتی نہیں ہی دل سے تری یاد زلف و رو
کیا جانوں کتنیں اب خندان کہے ہی خلق
ای سیان تک سنبھال کے قدم باوئے میں رکھہ

ای آہ پھر اثر تو ہی برچھی کی چوٹ پر
دیکھا وہی کہ آنسوؤں میں چوپڑا جگر
ای اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر
یہہ جی بھی یونہیں جائیگا رہتا ہی تو کدھر
وے مشکفام زلفیں پریشاں ہوئیں اگر
روتے ہی مجھکو گذرے ہی کیا شام کیا سحر
میں نے جو آنکھیں کھول کے دیکھیں سو چشم تر
ہر سمت کو ہی تشنہ لبی کا مری خطر

کرتا ہی کون منع کہ سچ اپنی تو ندیکھہ
لیکن کبھی تو میر کے کر حال پر نظر

غیروں سے وے اشارے ہمسے چھپا چھپا کر
ہر گام سدرہ تھی ہتھانے کی محبت
نخچیر گہہ میں تجھسے جو نیم کشتہ چھوٹا
اک لطف کی نگہہ بھی ہمنے نچاہی اسسے
ناصح مرے جنوں سے آگہہ نتھا کہ ناحق
اک رنگ پان ہی اسکا دل خون کن جہاں ہی
جوں شمع صبحگاہی یکبار بجھہ گئے ہم
اس حرف ناشنو سے صحبت بگڑ ہی جاہی

پھر دیکھنا ادھر کو آنکھیں ملا ملا کر
کہیے تلک تو پہنچے لیکن خدا خدا کر
حسرت نے اسکو آخر مارا لٹا لٹا کر
رکھا ہمیں توانے آنکھیں دکھا دکھا کر
گودر کیا گریباں سارا سلا سلا کر
پھبتا ہی اسکو کرنا باتیں چبا چبا کر
اس شعلہ خو نے ہمکو مارا جلا جلا کر
ہر چند لاتے ہیں ہم باتیں بنا بنا کر

میں منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ

کھوئی نہ جان تو نے دل کو لگا لگا کر

نہو ہرزہ درا اتنا خموشی ای جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہل دل ضبط نفس بہتر

نہونا ہی بھلا تھا سامنے اس چشم گریاں کے
نظر ای ابر تر آ بھی نہ آویگا برس بہتر

سدا ہو خار خار باغباں گل کا جہاں مانع
سمجھ ای عندلیب اُس باغ سے کنج قفس بہتر

برا ہی امتحاں لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کرئے
شہادت گاہ میں لیچل سب اپنے بوالہوس بہتر

سیہ کر دونگا گلشن دود دل سے باغباں میں بھی
جلا آتش میں میرے آشیاں کے خار و خس بہتر

کیا داغوں سے رشک باغ ای صد آفریں الفت
یہہ سینہ ہمکو بھی ایسا ہی تھا ور کار بس بہتر

قدم تیرے چھوئے تھے جسے اب وہ ہاتھ ہی سر ہی
مرے حق میں نہونا ہی تھا یاں تک دست رس بہتر

عبث پوچھے ہی مجھ سے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہی یہ دل رکھا ہی جو تو نے تو بس بہتر

آشوب دیکھ چشم تری سر رہے ہیں جوڑ
پلکوں کی صف سے بھیڑیں گئیں منہہ کو موڑ موڑ

لاکھوں جتن کئے نہوا ضبط گریہ لیک
سنتے ہی نام آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

زخم دروں سے میرے نہ ٹک بے خبر رہو
اب ضبط گریہ سے ہی اُدھر ہی کو سب نچوڑ

گرمی سے برشکال کی پروا ہی کیا ہمیں
برسوں رہی ہی جان کے رُکنے کی یاں مروڑ

بلبل کی اور چشم مروت سے دیکھ ٹک
بیدردیوں چمن میں کسو پھول کو نہ توڑ

کچھ کوہکن ہی سے نہیں تازہ ہوا یہہ کام
بہتیرے عاشقی میں موئے سر کو پھوڑ پھوڑ

بے طاقتی سے میر لگے چھوٹنے پران
ظالم خیال دیکھنے کا اسکے اب تو چھوڑ

دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار
ای انتظار تجھکو کسیکا ہو انتظار

ساقی تو ایکبار تو توبہ مری تُڑا
توبہ کروں جو پھر تو ہی توبہ ہزار بار

کیا زمزمہ کروں ہوں خوشی تجھسے ہم صفیر
آیا جو میں چمن میں تو جاتی رہی بہار

کس ڈھب سے راہ عشق چلوں ہی یہہ ڈر مجھے — پھوٹیں کہیں نہ آبلے ٹوٹیں کہیں نہ خار
کوچے کی اُسکے راہ نہ بتلائی بعد مرگ — دل میں صبا رکھے تھی مری خاک سے غبار
ای پاے خم کی گردش ساغر ہو دستگیر — مرہون درد سر ہو کہاں تک مرا خمار

وسعت جہان کی چھوڑ جو آرام چاہے میر
آسودگی رکھے ہی بہت گوشۂ مزار

یہہ عشق بے اجل کش ہی بس ای دل اب توکل کر — اگرچہ جان جاتی ہی چلی لیکن تغافل کر
سفر ہستی کا مت کر سرسری جوں باد ای رہرو — یہہ سب خاک آدمی تھے ہر قدم پر ٹک تامل کر
سن ای بیدرد گلچیں غارت گلشن مبارک ہی — پہ ٹک گوش مروت جانب فریاد بلبل کر
نہ وعدہ تیرے آنے کا نہ کچھ امید طالع سے — دل بیتاب کو کس منہ سے کہئے ٹک تحمل کر
یہہ کیا جانوں کہ کیوں رونے لگا رونے سے رہ کر میں — مگر یہہ جانتا ہوں مینہہ گھر آتا ہی پھر کھل کر
مرے پاس اُسکی خاک پا کو بیماری میں رکھا تھا — نہ آیا سر مرا بالیں پہ اودھر جو گیا ڈھل کر
تجلی جلوہ ہیں کچھ بام و در غمخانے کے میرے — وہ رشک ماہ آیا ہمنشیں بس اب دیا گل کر
تری خاموشی سے قمری ہوا شور جنوں رسوا — ہلا ٹک طوق گردن کو بھی ظالم باغ میں غل کر

گداز عاشقی کا میر کی شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

کر رحم ٹک کب تک ستم مجھ پر جفاکار اسقدر — اک سینہ خنجر سینکڑوں یکجاں و آزار اسقدر
بھاگے مری صورت سے وہ عاشق میں اُسکی شکل پر — میں اسکا خواہاں یاں تلک وہ مجھ سے بیزار اسقدر
منزل پہنچنا یک طرف نے صبر ہی نے ہی سکوں — یکسر قدم میں آبلے پھر راہ پر خار اسقدر
ہی جاے ہر دل میں تری آ در گذر کر بے وفا — کر رحم ٹک اپنے اُپر مت ہو دل آزار اسقدر
جز کشمکش ہووے تو کیا عالم سے ہمکو فایدہ — یہہ بے فضا ہی اک قفس ہم ہیں گرفتار اسقدر

قطعہ

غیر اور بغل گیری تری عید اور ہمسے بھاگنا ہم یار ہوں یوں غمزے خوشن ہوئیں اغیار اسقدر

طاقت نہیں ہی بات کی کہتا تھا نعرہ مارئے

کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اسقدر

قیامت تھا سماں اس خشمگیں پر کہ تلواریں چلیں ابرو کی چیں پر

نہ دیکھا آخر اس آئینہ رو کو نظر سے بھی نگاہ واپسیں پر

گئے دن عجز و نالے کے کہ اب ہی دماغ نالہ چرخ ہفتمیں پر

ہوا ہی ہاتھ گلدستہ ہمارا کہ داغ خوں بہت ہی آستیں پر

قطعہ

خدا جانے کہ کیا خواہش ہی جی کو نظر اپنی نہیں ہی مہر و کیں پر

پر افشانی قفس ہی کی بہت ہی کہ پرواز چمن قابل نہیں پر

قطعہ

جگر میں اپنے باقی روتے روتے اگرچہ کچھ نہیں اب ہمنشیں پر

کبھو جو آنکھ سے چلتے ہیں آنسو تو بھر جاتا ہی پانی سب زمیں پر

قدم دشت محبت میں نرکھ میر

کہ سر جاتا ہی گام اولیں پر

دل دماغ و جگر یہہ سب ایکبار کام آئے فراق میں اے یار

کیوں نہو ضعف غالب اعضا پر مرگئے ہیں قشون کے سردار

گل پژمردہ کا نہیں ممنون ہم اسیروں کا گوشۂ دستار

مت نکل گھر سے ہم بھی راضی ہیں دیکھ لینگے کبھو سر بازار

سیکڑوں حرف ہیں گرہ دل میں پر کہاں پائے لب اظہار

سیر کردشت عشق کا گلشن خنجے ہو رہے ہیں سوسو خار

روز محشر ہی رات ہجراں کی ایسی ہم زندگی سے ہیں بیزار

بحث نالہ بھی کیجیو بلبل — پہلے پیدا تو کر لب گفتار
چاک دل پر ہیں چشم صد خوبان — کہا کروں یک انار و صد بیمار
شکر کر داغ دل کا اے غافل — کسکو دیتے ہیں دیدۂ بیدار
گو غزل ہو گئی قصیدے سی — عاشقوں کا ہی طول حرف شعار
ہر سحر لگ چلی تو ہی تو نسیم — اے سیہ مست ناز تک ہشیار
شاخ شانے ہزار نکالینگے — جو گیا اسکی زلف کا ایک تار

قطعہ

واجب القتل اسقدر تو ہوں — گر مجھے دیکھ کر کہے ہی پکار
یہہ تو آیا نہ سامنے میرے — لاؤ میری میان سپر تلوار

قطعہ

آ زیارت کو قبر عاشق پر — اک طرحکا ہی یاں بھی جوش بہار
نکلے ہی میری خاک سے نرگس — یعنے ابتک ہی حسرت دیدار

قطعہ

میر صاحب زمانہ نازک ہی — دونوں ہاتھوں سے تھامئے دستار
سہل سی زندگی پہ کام کتیں — اپنے اوپر نکیجئے دشوار
چار دن کا ہی مجہلہ یہہ سب — سب سے رکھیے سلوک ہی ناچار
کوئی ایسا گناہ اور نہیں — یہہ کہ کیجے ستم کسی پر یار

قطعہ

واں جہاں خاک کے برابر ہی — قدر ہفت آسمان ظالم شمار
یہی درخواست پاس دلکی ہی — نہیں روزہ نماز کچھہ درکار

قطعہ

در مسجد پہ حلقہ زن ہو تم کہ رہو بیٹھ خانۂ خمار
جی میں آوے سو کیجو پیارے اپنک ہو جو نہ در پئے آزار

حاصل دو جہان ہی یک حرف
ہو مری جان آگے تم مختار

لبوں پر ہی ہر لحظہ آہ شرر بار جلا ہی پر آہی ہمارا تو گھر بار
ہوئیں کس سے دیدہ کے پاس یکجا نگاہیں شرر ریز پلکیں جگر بار
کہو کوئی دیکھے اسے سیر کیوں کو کہی اس تن نازک اوپر نظر بار
حلاوت سے اپنی جو آگاہ ہو تو چپک جائیں باہم وے لعل شکر بار
سبک کر دیا دل کی بے طاقتی نے نجانا تھا اسکی طرف ہم کو ہر بار
لدھا سالدا پھرتا ہی شیخ ہر سو کہ جبہ ہی یک بار و عمامہ سر بار
مرے نخل ماتم پہ ہی سنگباراں نہایت کو لایا عجب یہہ شجر بار
ہمیں بار اُس در پہ کثرت سے کیا ہو لگا ہی رہے ہی صدا واں تو در بار
یے آنکھیں گئیں ایسی ہو کر در افشاں کہ دیکھے سے آپا تر ابر گہر بار
کب اِس عمر میں آدمی شیخ ہوگا کتابیں رکھیں سامنہ گو اپنک خر بار

جہاں میر رہنے کی جا گہہ نہیں ہی
چلا جاہیئے یہاں سے اسباب کر بار

غصے سے اٹھہ چلے ہو تو دامن کو جھاڑ کر جاتے رہینگے ہم بھی گریبان پھاڑ کر
دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے پچتاؤ گے سنو ہو یہہ بستی اُجاڑ کر
یارب رہ طلب میں کوئی کہتلک پھرے تسکیں دیگے بیٹھہ رہوں پانو گاڑ کر
منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہی آئے ہیں آج دور سے ہم تجکو تاڑ کر
غالب کہ ذیوے قوت دل اس ضعیف کو تنکے کو جو دکھاوے ہی پلکیں پہاڑ کر

نکلینگے کام دلکے کچھ اب اہل ریش سے کچھ دیر کر چکیں ہیں یہ آگے اُکھاڑ کر

اِس فن کے پہلوانوں سے کشتی رہی ہی میر
بہتوں کو ہمنے زیر کیا ہی پچھاڑ کر

مرتے ہیں تیری نرگس بیمار دیکھ کر جاتے ہیں جی سے کیقدر آزار دیکھ کر

افسوس وے کہ منتظر اِک عمر تک رہے پھر مر گئے تڑے نہیں یکبار دیکھ کر

ناخواندہ خط شوق لگے چاک کرنے تو قاصد تو کہیو تک کہ جفاکار دیکھ کر

کوئی جو دم رہا ہی سو آنکھوں میں ہی پھراب کریو تک اینک وعدۂ دیدار دیکھ کر

دیکھیں جدھر وہ رشک پری پیش چشم ہی حیران رہ گئے ہیں یہہ اسرار دیکھ کر

جاتا ہی آسمان لئے کوچے سے یار کے آتا ہی جی بھر اور در و دیوار دیکھ کر

تیرے خرام ناز پہ جاتے ہیں جی چلے رکھہ تک قدم زمیں پہ ستمگار دیکھ کر

طالع نے چشم پوشی کی یاں تک کہ ہمنشیں چھپتا ہی مجھکو دور سے اب یار دیکھ کر

جی میں تھا اسکے لیئے تو کیا کیا نہ کہیئے میر
پر جب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھ کر

دیکھہ اُسکو ہنستے سب کے دم سے گئے اُکھڑ کر تھہرے ہی آرسی بھی دانتوں زمیں پکڑ کر

کیا کیا نیاز طینت ای ناز پیشہ تجھہ بن مرتے ہیں خاک رہ سے گورے رگڑ رگڑ کر

قدکش چمن کے اپنی خوبی کو نیو چلے ہیں پایا پھل اسنے آخر کیا سرو نے اکڑ کر

وہ سر چڑھا ہی اتنا اپنی فروتنی سے کھویا ہمیں نے اُسکو ہر لحظہ پانو پڑ کر

پائے ثبات بھی ہی نام آوری کو لازم مشہور ہی نگیں جو بیٹھا ہی گھر میں گڑ کر

درد ی ہیں دلبرو نکی کشتی ہی کیونکے سبکی آدھا نہیں رہا ہوں تجھسے تو میں بچھڑ کر

اب کیسا زہد و تقوی داروہی اور ہم ہیں بنت العنب کے اپنا سب کچھ گیا گھسڑ کر

دیکھو نہ چشم کم سے معمورۂ جہاں کو بنتا ہی ایک گھر یاں سو صورتیں بگڑ کر

اُس پشت لب کے اوپر دانے عرق کے یوں ہیں : یاقوت سے رکھے ہیں جوں موتیو نکو جڑ کر
ناسازگاری اپنے طالع کی کیا کہیں ہم : آیا کبھو نہ یاں تک غیروں سے یار لڑ کر
اپنے مزاج میں بھی ہی میر ضد نہایت
پھر مر ہی کے اُٹھینگے بیٹھینگے ہم جو ار کر

کہتا ہی کون تجھکو یاں یہہ نکر تو وہ کر : پڑ ہوسکے تو پیارے دل میں بھی تنگ جگہہ کر
وہ تنگ پوش اِک دن دامن کشاں گیا تھا : رکھی ہیں جانماز یں اہاں ورع نے تہ کر
کیا قصر دل کی تم سے ویرانی نقل کرئیے : ہو ہو گئے ہیں تیلے سارے مکان ڈھہہ کر
ہم اپنی آنکھوں کبتک یہہ رنگ عشق دیکھیں : آنے لگا ہی لوہو رخسار پر تو بہ کر
رنگ شکستہ اپنا بے لطف بھی نہیں ہی : یاں کی تو صبح دیکھی یک آدھہ رات رہ کر
برسوں عذاب دیکھے قرنوں تعب اُٹھائے : یہہ دل حزیں ہوا ہی کیا کیا جفائیں سہہ کر
ایکو نکی کھال کھینچی ایکوں کو دار کھینچا : اسرار عاشقی کا چیتائے یار کہہ کر
طاعت کوئی کرے ہی جب ابر زور جھومے : گر ہوسکے تو زاہد اُس وقت میں گنہہ کر
کیوں تو نے آخر آخر اُسوقت منہہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اِک نگہہ کر

شیخی کا اب کمال ہی کچھہ اور : حال ہی اور قال ہی کچھہ اور
وعدے برسوں کے کیے دیکھے ہیں : دم میں عاشق کا حال ہی کچھہ اور
سہل مت پوچھہ یہہ طلسم جہاں : ہر جگہہ یاں خیال ہی کچھہ اور
تو رگ جاں سمجھتی ہو گی نسیم : اُسکی گیسو کا بال ہی کچھہ اور
نہ ملیں گو کہ ہجر میں مر جائیں : عاشقوں کا وصال ہی کچھہ اور
کوزپشتی پہ شیخ کی مت جاؤ : اُسپہ بھی احتمال ہی کچھہ اور
اِسمیں اُسمیں برا تفاوت ہی : کبک کی چال تہ ڈال ہی کچھہ اور

میر تلوار چلتی ہی تو چلے
خوش خرامونکی چال ہی کچھ اور

دل جو اپنا ہوا تھا زخمی چور ضبط گریے سے پڑ گئے ناسور
صبح اس سرد مہر کے آگے قرص خورشید ہو گیا کافور

قطعہ

ہم ضعیفونکو پایمال نکر دولت حسن پر نہو مغرور
عرش پر بیٹھتا ہی کہتے ہیں گرا تھے ہی غبار خاطر مور

شکوۂ آبلہ ابھی سے میر
ہی پیارے ہنوز دلی دور

غیرونسے ہاں چلے تم مدت شراب ہو کر غیرت سے رہگئے ہم یکسو کباب ہو کر
اُس روے آتشیں سے برقع سرک گیا تھا گل بہہ گیا چمن میں خجلت سے آب ہو کر
پردہ رہیگا کیوں کر خورشید خاوری کا نکلے ہی صبح وہ بھی اب بے نقاب ہو کر
کل رات مند گئی تھیں بہتونکی آنکھیں غش سے دیکھا کیا نکر تو سرمست خواب ہو کر
یک قطرہ آب میں نے اس دور میں پیا ہی نکلا ہی چشم تر سے وہ خون ناب ہو کر
آبیٹھتا تھا صوفی ہر صبح میکدے میں شکر خدا کہ نکلا واں سے خراب ہو کر

شرم و حیا کہاں تک ہیں میر کوئی دن کے
اب تو ملا کرو تم تک بے حجاب ہو کر

ہو آدمی ای چرخ ترک گردش ایام کر خاطر سے ہی مجھ مدت کمی تائید دور جام کر
دنیا ہی بے صرفہ نہو رونے میں یا کر صنے میں تو نالے کو ذکر صبح کر گریے کو ورد شام کر
مست جنوں رہ روز و شب شہرہ ہو شہر و دشت میں مجلس میں اپنی نقل خوش زنجبیر کا بادام کر
جتنی ہو ذلت خلق میں اتنی ہی عزت عشق میں ناموس سے آور گذر بے ننگ ہو کر نام کر

مرزہ کہیں بھی میر جا سرگشتہ پھرنا تا کجا
ظالم کسو کا سن کہا کوئی گھڑی آرام کر

رہنے کا پاس نہیں ایک بھی تار آخر کار — ہاتھ سے جائیگا سررشتۂ کار آخر کار
لوح تربت پہ مری پہلے یہہ لکھیو کہ اسے — یار دشمن ہو گیا جان سے مار آخر کار
مشت خاک اپنی جو پامال ہی یاں اس پہ نجا — سر کو کھینچے گا فلک تک یہہ غبار آخر کار
چشم وا دیکھہ کے اس باغ میں کیجو نرگس — آنکھوں سے جا نہ رہیگی یہہ بہار آخر کار

اول کار محبت تو بہت سہل ہی میر
جی سے جاتا ہی و لے صبر و قرار آخر

خط میں ہی کیا سماں پسینے پر — موتی گویا جڑے ہیں مینے پر
کوئی ہوتا ہی دل تپش سے برا — ایک دم کے لہو نہ پینے پر
دل سے میرے شکستیں اُلجھی ہیں — سنگ باراں ہی آبگینے پر
چاک سینے سے کہاں گئے تانکے — کیا رفو کم ہوا ہی سینے پر

جو دو لبر سے کیا ہوں آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

ہم بھی پھرتے ہیں یک حشم لے کر — دستۂ داغ و فوج غم لے کر
دست کش نالہ پیشن رو گریہ — آہ چلتا ہی یاں علم لے کر
مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہی — یعنے آگے چلینگے دم لے کر
اسکے اوپر کہ دل سے تھا نزدیک — غم دوری چلے ہیں ہم لے کر
بارہا صید گہہ سے اسکی گئے — داغ یاس آہوئے حرم لے کر
ضعف یاں تک کھنچا کہ صورت گر — رہ گئے ہاتھہ میں قلم لے کر
دل پہ کب اکتفا کرے ہی عشق — جائیگا جان بھی یہہ غم لے کر

شوق اگر ہی یہی تو اے قاصد ہم بھی آتے ہیں اب رقم لے کر
میر صاحب ہی چوکے اے بد عہد
ورنہ آدینا تھا دل قسم لے کر

ڈاڑھی سفید شیخ کی تو مت نظر میں کر بگلا شکار ہووے تو لگتے ہیں ہاتھ پر
اے ابر خشک مغز سمندر کا منہ ندیکھہ سیراب تیرے ہونے کو کافی ہی چشم تر
آخر عدم سے کچھہ بھی نہ اُکھڑا مرا میاں مجھکو تھا دست غیب پکڑنی تری کمر
سوتا تھا بیخبر تو نشے میں جو رات کو
سو بار میر نے تری اُٹھہ اُٹھہ کے لی خبر

پشت پا ماری بسکہ دنیا پر زخم پر پر گیا مرے پا پر
ڈوبے اچھلے ہی آفتاب ہنوز کہیں دیکھا تھا مجھکو دریا پر
گرد می ہون آؤ شیخ شہر ابر جھوما ہی جا ہی صحرا پر
دل پرخوں تو تھا گلابی شراب جی ہی اپنا چلا نہ صہبا پر
یاں جہان میں کہ شہر کوران ہی سات پردے ہیں چشم بینا پر
فرصت عیش اپنی یوں گذری کہ مصیبت پڑی تمنا پر
طارم تاک سے لہو ٹپکا سنگباران ہوا ہی مینا پر
میر کیا بات اسکے ہونٹھوں کی
جینا دوبھر ہوا مسیحا پر

جھوٹے بھی پوچھتے نہیں تک حال آن کر اے جان اتنے کیوں ہوئے جاتے ہو جان کر
وے لوگ تمنے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے پیدا کیئے تھے چرخ نے جو خاک چھان کر
جھکے دکھا کے باعث ہنگامہ ہی رہے پر گھر سے در پہ آئے نہ تم بات مان کر
کہتے نہ تھے کہ جان سے جاتے رہیں گے ہم اچھا نہیں ہی آ نہ ہمیں امتحان کر

لم گو جو ہم ہوئے تو ستم کچھ نہو گیا — اچھی نہیں یہہ بات مت اتنی زبان کتر
ہم وے ہیں جنکے خوں سے تری راہ سب ہی گل — مت کر خراب ہمکو تو اوروں میں سان کتر
نا کشتۂ وفا مجھے جانے تمام خلق — تربت پہ میری خون سے میرے نشان کتر
ناز و عتاب و خشم کہاں تک اُٹھائیے — یارب کہو تو ہم پہ اُسے مہربان کتر

افسانۂ ما و من کے منہیں میر کب تلک
چل اب کہ سو دیں منہہ پہ دوپٹے کو تان کتر

آزار دیکھے کیا گیا اُن پلکوں سے اٹک کتر — جی لگ گئے سے کانٹے دل میں کھٹک کھٹک کتر
سرو و تذرو دونوں پھر آپ میں نہ آئے — گلزار میں چلا تھا وہ شوخ ٹک لٹک کتر
کب آنکھ کھول دیکھا تیرے تئیں سرہانے — ناچار مر گئے ہم بستر کو پٹک پٹک کتر
حاصل بجز کدورت اس خاکداں سے کیا ہی — خوش وہ کہ اُٹھ گئے ہیں دامان جھٹک جھٹک کتر
یہہ مشت خاک یعنے انسان ہی ہی روکش — ورنہ اُٹھائی کنے اِس آسماں کی ٹکر
دل کام چاہتا ہی اب اُسکے گیسوؤں سے — وہاں مر گئے ہیں کتنے برسوں لٹک لٹک کتر
ٹک منہہ سے اُسکے دی شب برقع سرک گیا تھا — جاتی رہی نظر سے مہتاب سی چھٹک کتر
دھولا چکے تھے مل کر کل لونڈے میکدے کے — پر سر گراں ہو واعظ جاتا رہا ستک کتر
کل رقص شیخ مطلق دل کو لگا نہ میرے — آیا وہ حیز شرعی کتنا منک منک کتر

منزل کی میر اُسکی کب راہ تجھ سے نکلے
یاں خضر سے ہزاروں مر مر گئے بھٹک کتر

ہوتا نہیں ہی باب اجابت کا وا ہنوز — بسمل پڑی ہی چرخ پہ میری دعا ہنوز
دن رات کو کھنچا ہی قیامت کا اور میں — پھرتا ہوں منہہ پہ خاک لیے جا بجا ہنوز
خط کا رہا لاکے تم تو مندا بھی چلے ولے — ہوتی نہیں ہمارے تمہارے صفا ہنوز
غنچے چمن چمن کھلے اِس باغ دہر میں — دل ہی مرا ہی جو نہیں ہوتا ہی وا ہنوز

احوال نامہ بر سے مرا سنکے کہہ اُٹھا — جیتا ہی وہ ستمزدہ مہجور کیا ہنوز

کھنچہ نہ بوجھہ دل ہی کسی مجھہ سے زار کا — کھاتا نہیں جو سہی سے تیری صبا ہنوز

توڑا تھا کس کا شیشۂ دل تو نے سنگدل — ہی دل خراش کوچے میں تیرے صدا ہنوز

چاؤ میں اُسکے میرا لہو تھا سو پی چکا — اُڑتا نہیں ہی طایر رنگ حنا ہنوز

بے بال و پر اسیر ہوں کنج قفس میں میر
جاتی نہیں ہی سر سے چمن کی ہوا ہنوز

خبط کرتا نہیں کنارہ ہنوز — ہی گریبان پارہ پارہ ہنوز

آتش دل نہیں بجھی شاید — قطرۂ اشک ہی شرارہ ہنوز

اشک جھمکا ہی جب نہ نکلا تھا — چرخ پر صبح کا ستارہ ہنوز

لب پہ آئی ہی جان کب کی ہی — اسکے موقوف یک اشارہ ہنوز

عمر گذری دوائیں کرتے میر
درد دل کا ہوا نہ چارہ ہنوز

مر گیا میں پہ مرے باقی ہیں آثار ہنوز — تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز

دل بھی پر داغ چمن ہی پر اسے کیا کیجے — جی سے جاتی ہی نہیں حسرت دیدار ہنوز

بہ گئے عمر ہوئی ابر بہاری کو ولے — لہو برسا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز

بد نہ لیجایئو پوچھوں ہوں تجھی سے یہہ طبیب — بہ ہوا کوی بھی اس درد کا بیمار ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ — تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

ایکدن بال فشاں تک ہوئے تھے خوش ہو کر — ہیں غم دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز

کوئی تو آبلہ پا دشت جنوں سے گذرا — دوڑا ہی جائے ہی لو ہو میں ہر خار ہنوز

منتظر قتل کے وعدے کا ہوں اپنے یعنے — جیتا مرنے کو رہا ہی یہہ گنہگار ہنوز

اُڑ گئے خاک ہو کتنے ہی ترے کوچے سے — باز آتے نہیں پر تیرے ہوادار ہنوز

قطعہ

ایک بھی زخم کی جا جسکے نہو تن پہ کہیں　　کوئی دیتا ہی سنا ویسے کو آزار ہنوز
تک تو انصاف کرا ہی دشمن جان عاشق　　میان سے نکلی پڑے ہی تری تلوار ہنوز

قطعہ

میر کو ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ کہیئے　　ہی تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز
ابھی اک دم میں زباں چلنے سے رہ جاتی ہی　　درد دل کیوں نہیں کرتا ہی تو اظہار ہنوز
آنسو بھرلا کے بہت حزن سے یہ کہنے لگا　　کیا کہوں تجھکو سمجھ اسپہ نہیں یار ہنوز

آنکھوں میں آن رہا جی جو نکلتا ہی نہیں
دل میں میرے ہی گرہ حسرت دیدار ہنوز

مجھکو پوچھا بھی نہ یہہ کون ہی غمناک ہنوز　　ہو چکے حشر میں پھرتا ہون جگر چاک ہنوز
اشک کی لغزش مستانہ پہ مت کیجو نظر　　دامن دیدۂ گریاں ہی مرا پاک ہنوز
پھر نظر دیکھنے پاتا نہیں میں نزع میں بھی　　منہہ کے تئیں پھیرے ہی لیتا ہی وہ بے باک ہنوز

بعد مرنیکے بھی آرام نہیں میر مجھے
اُسکے کوچے میں ہی پامال مری خاک ہنوز

ہو چکا خون جگر رونا نہیں کچھ کم ہنوز　　ہیں مژہ دستور سابق ہی پے میری نم ہنوز
دل جلوں پر روتے ہیں جسکو ہی کچھ سوز جگر　　شمع رکھتی ہی ہماری گور پر ماتم ہنوز
وضع یکساں اِس زمانے میں نہیں رہتی کہیں　　قد ترا چوگان رہا ہی کسطرح سے خم ہنوز
آرہا ہی جی مرا آنکھوں میں اک پل اور ہون　　پر نہیں جاتا کسیکے دیکھنے کا غم ہنوز

وہ جو عالم اسکے اوپر تھا سو خط نے کھو دیا
مبتلا ہی اس بلا میں میر اک عالم ہنوز

ابھی ابھوتر تو اور کسی سمت کو برس　　اس ملک میں ہماری ہی یہہ چشم تر ہی بس

حیراں تو دیکھ پھول بکھیرے تھی کل صبا — اِک ہر گ گل گرانہ جہاں تھا مرا قفس
مژگاں بھی بہ گئیں مری رونے سے چشم کے — سیلاب موج مارے تو تہ رہے ہی کوئی خس
مجنوں کا دل ہوں محمل لیلی سے ہوں جدا — تنہا پھروں ہوں دشت میں جوں نالۂ جرس
ای گریہ اُسکے دل میں اثر خوب ہی کیا — روتا ہوں جب میں سامنے اُسکے تو دے ہی ہنس
اُسکی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکوں — کہتا ہوں ایک میں تو سناتا ہی مجھکو دس

حیراں ہوں میر نزع میں اب کیا کروں بھلا
احوال دل بہت ہی مجھے فرصت اک نفس

کیونکے نکالا جاے بحر غم سے مجھ بیدل کے پاس — آکے ڈوبی جاتی ہی کشتی مری ساحل کے پاس
ہی پریشاں دشت میں کس کا غبار ناتواں — گرد کچھ گستاخ آتی ہی چلی محمل کے پاس
گرم ہو گا حشر کو ہنگامۂ دعوی بہت — کاشکے مجھکو نہ لے جاویں مرے قاتل کے پاس
دور اسّے جوں ہوا دل پر بلا ہی مضطرب — اسطرح تڑپھا نہیں جاتا کسو بسمل کے پاس
بوے خوں آتی ہی باد صبح گاہی سے مجھے — نکلی ہی بیدرد شاید ہو کسی گھایل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
ای ستمکش میر ظالم ہی جگر بھی دل کے پاس

مر گیا میں ملا نہ یار افسوس — آہ افسوس صد ہزار افسوس
ہم تو ملتے تھے جب اہا ہا ہا — نرہا وہیں روزگار افسوس
یوں گنواتا ہی دل کوئی مجھکو — یہی آتا ہی بار بار افسوس
قتل کر تو ہمیں کریگا خوشی — یہہ توقع تھی تجھ سے یار افسوس
رخصت سیر باغ تک نہ ہوئی — یوں ہی جاتی رہی بہار افسوس
خوب بد عہد تو نہ مل لیکن — میرے تیرے تھا یہہ قرار افسوس

خاک پر میر تیری ہوتا دل

نہوا اتنا اقتدار افسوس

دل تو افگار ہی جگر ہی ریش — اک مصیبت ہی میرے تئیں درپیش
پان تو لیتا جا فقروں کے — برگ سبز است تحفۂ درویش

فکر کر زاد آخرت کا بھی
میر اگر تو ہی عاقبت اندیش

ہر جزر و مد سے دست و بغل اُٹھتے ہیں خروش — کسکا ہی راز بحر میں یا رب کہ یے ہیں جوش
ابروے کج ہی موج کوئی چشم ہی حباب — موتی کسی کی بات ہی سیپی کسیکا گوش
ان مغبچوں کے کوچے ہی سے میں کیا سلام — کیا مجھکو طوف کعبہ سے میں رند درد نوش
حیرت سے ہووے پر تو مہ نور آئینہ — تو چاندنی میں نکلے اگر ہو سفید پوش

قطعہ

گل ہمنے سیر باغ میں دل ہاتھ سے دیا — اک سادہ گل فروش کا آکر سبد بدوش
جاتا رہا نگاہ سے جوں موسم بہار — آج اُس بغیر داغ جگر ہیں سیاہ پوش

قطعہ

شب اِس دل گرفتہ کو وا کر بزور می — بیٹھے تھے شیرہ خانے میں ہم کتنے ہرزہ کوش
آئی صدا کہ یاد کرو دور رفتہ کو — عبرت بھی ہی ضرور تک ای جمع تیز ہوش
جمشید جنے وضع کیا جام کیا ہوا — وے صحبتیں کہاں گئیں کیدھر وے ناو نوش
جز لالہ اسکے جام سے پاتے نہیں نشاں — ہی کو کنار اسکی جگہہ اب سبو بدوش
جھومے ہی بید جاے جوانان میگسار — بالاے خم ہی خشت سر پیر میفروش

میر اس غزل کو خوب کہا تھا ضمیر نے
پر اے زبان دراز بہت ہو چکی خموش

شیخ ہو دشمن زن رقاص — کیوں نہ القاص لایحب القاص

سال میں ابر بہاری تجھ سے اک باری ہی فیض ۔ چشم نم دیدہ سے عاشق کے سدا جاری ہی فیض

سب سے آئینہ نمط رکھتے ہیں خوبان اختلاط ۔ ہوتے ہیں یہ لوگ بھی کتنے پریشان اختلاط

تنگ آیا ہوں میں رشک تنگ پوشی سے تری ۔ اس تن نازک سے یہہ جامے کو چسپان اختلاط

غیر مجھکو جو کہتے ہیں محظوظ ۔ تجھ سے ملتے ہیں رہتے ہیں محظوظ

سب پہ روشن ہی کہ شب مجلس میں جب آتی ہی شمع ۔ اُس بھبھوکے سے کو بیٹھا دیکھ جل جاتی ہی شمع

شیخ سچ خوب ہی بہشت کا باغ ۔ جائینگے گر وفا کریگا دماغ

ہم اور تیری گلی سے سفر دروغ دروغ ۔ کہاں دماغ ہمیں اسقدر دروغ دروغ

تم اور ہمسے محبت تمھیں خلاف خلاف ۔ ہم اور الفت خوب دگر دروغ دروغ

غلط غلط کہ رہیں تمسے ہم تنک غافل ۔ تم اور پوچھو ہماری خبر دروغ دروغ

فروغ کچھ نہیں دعوے کو صبح صادق کے ۔ شب فراق کو کب ہی سحر دروغ دروغ

کسو کے کہنے سے مت بدگماں ہو میر سے تو
وہ اور اُسکو کسو پر نظر دروغ دروغ

آج کل کاہیکو بتلاتے ہو گستاخی معاف ۔ راستی یہہ ہی کہ وعدے ہیں تمھارے سب خلاف

آہ برچھی سی لگے تھی تیر سی دلگی طیش ۔ ہجر کی شب مجھ پہ گذری غیرت روز مصاف

ایکدن میں نے لکھا تھا اُسکو اپنا درد دل ۔ آج تک جاتا نہیں سینے سے خامے کے شگاف

پانو پر سے اپنے میرا سر اُٹھاتے مت جھکو ۔ تیغ باندھی ہی میاں تمنے کمر میں خوش غلاف

صف اُلٹ جا عاشقونکی گر ترے ابرو ہلیں ۔ ایکدم تلوار کے چلنے میں ہووے ملک صاف

شیخ مت روکش ہو مستوں کا تو اس جُبّے اُپر ۔ لیتے اِستنجے کو ڈھیلا تیری ٹل جاتی ہی ناف

عشق کے بازار میں سودا لیکجو تو تو میر
سر کو جب واں بیچ چکتے ہیں تو یہہ ہی دست لاف

غالب ہی تیرے عہد میں بیداد کی طرف ۔ ہر خوں گرفتہ جاے ہی جلاد کی طرف

کہنے لیا ہی تمسے مچھلکا کہ داد دو ٹک کان ہی رکھا کرو فریاد کی طرف
ہر تار زلف قیمت فردوس ہی ترا کرتا ہی کون طرۂ شمشاد کی طرف
ہمنے تو پر فشانی نہ جانی کہ ایکبار پرواز کی چمن سے سو صیاد کی طرف

حیران کار عشق ہی شیریں کا نقش میر
کچھ یوں ہی دیکھتا نہیں فرہاد کی طرف

جو دیکھو مرے شعر تر کی طرف تو مایل نہو پھر گہر کی طرف
کوئی داد دل آہ کسے کرے ہر اک ہی سو اُس فتنہ گر کی طرف
محبت نے شاید کہ دی دل کو آگ دھواں سا ہی کچھ اس نگر کی طرف
لگیں ہیں ہزاروں ہیں آنکھیں اُدھر ایک آشوب ہی اُسکے گھر کی طرف
بہت رنگ ملتا ہی دیکھو کبھو ہماری طرف سے سحر کی طرف
بخود کسکو اُس تاب رخ نے رکھا کرے کون شمس و قمر کی طرف

قطعہ

نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھ کر ہوا تھا پری چشم تر کی طرف
ٹپکتا ہی پلکوں سے خوں متصل نہیں دیکھتے ہم جگر کی طرف
مناسب نہیں حال عاشق سے صبر رکھے ہی یہہ دارو ضرر کی طرف
کسی منزل دل کش دہر میں نہیں میل خاطر سفر کی طرف

رگ جاں کب آتی ہی آنکھوں میں میر
گئے ہیں مزاج اُس کمر کی طرف

درد ہی خود ہی خود دوا ہی عشق شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہی عشق

تو نہووے تو نظم کل اُٹھ جاے
سچے ہیں شاعران خدا ہی عشق

بے چین مجھکو چاہتا ہر دم ہی زیر خاک — چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل جم ہی زیر خاک

آسودگی جو چاہے تو مرنے پہ دل کو رکھ — آشفتگیٔ طبع بہت کم ہی زیر خاک

تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعد مرگ — مت اضطراب کریو کہ عالم ہی زیر خاک

رویا تھا نزع میں میں اُسے یاد کر بہت — ابتک مری ہر ایک مژہ نم ہی زیر خاک

کیا آسماں پہ کھینچے کوئی میر آپ کو
جانا جہاں سے سب کو مسلم ہی زیر خاک

اب وہ نہیں کہ شورش رہتی تھی آسماں تک — آشوب نالے ابتو پہنچا ہی لامکاں تک

بہہ بھی گیا بدن کا سب ہو کے گوشت پانی — اب کاروائی عزیزاں پہنچی ہی استخواں تک

تصویر کی سی شمعیں خاموش جلتے ہیں ہم — سوز دروں ہمارا آتا نہیں زباں تک

روتے پھرے ہیں لوہو یک عمر اس گلی میں — باغ و بہار ہی ہی جاوے نظر جہاں تک

آنکھیں جو روتے روتے جاتی رہیں بجا ہی — انصاف کر کہ کوئی دیکھے ستم کہاں تک

بے لطف تیرے کیونکر تجھ تک پہنچ سکیں ہم — ہیں سنگ راہ اپنی کتنے یہاں سے واں تک

ہم بے نصیب سر کو پتھر سے کیوں نہ پھوڑیں — پہنچا کبھو نہ جبہہ اُس سنگ آستاں تک

مانند طیر نو پر اُٹھے جہاں گئے ہم — دشوار ہی ہمارا آنا پھر آشیاں تک

تن کام میں ہمارے دیتا نہیں وہی کچھ
حاضر ہیں میر ہم تو اپنی طرف سے جاں تک

ہی بعد مرے مرگ کے آثار سے ابتک — سوکھا نہیں لوہو در و دیوار سے ابتک

رنگینیٔ عشق اُسکی ملے پر ہوئی معلوم — صحبت نہوئی تھی کسی خونخوار سے ابتک

کب سے متحمل ہی جفاؤں کا دل زار — زنہار وفا ہونگی یار سے ابتک

ابرو ہی کی جنبش نے یہہ ستھراؤ کئے ہیں — مارا نہیں اُتنے کوئی تلوار سے ابتک

وعدہ بھی قیامت کا بھلا کوئی ہی وعدہ — پر دل نہیں خالی غم دیدار سے ابتک

مدت ہوئی گفت گو کے ہمیں شہر میں مرتے — واقف نہ ہوا کوئی اِس اسرار سے اب تک
برسوں ہوئے دل سوختہ بلبل کو موئے لیکن — ایک دود سا اُٹھتا ہی چمن زار سے اب تک
کیا جانیے ہوتے ہیں سخن لطف کے کیسے — پوچھا نہیں اُنے تو ہمیں پیار سے اب تک
اِس باغ میں اغلب ہی کہ سرزد نہ ہوا ہو — یوں نالہ کسو مرغ گرفتار سے اب تک
خط آئے پہ بھی دن ہی سیہ تجھ سے ہمارا — جاتا نہیں اندیشہ یہہ سرکار سے اب تک
نکلا تھا کہیں وہ گل نازک شب مہ میں — سو کوفت نہیں جاتی ہی رخسار سے اب تک

دیکھا تھا کہیں سایہ ترے قد کا چمن میں
ہیں میر جی آوارہ پریدار سے اب تک

میر گم کردہ چمن زمزمہ پرداز ہی ایک — جھکی لے دام سے تا گوش گل آواز ہی ایک
کچھ ہوا ہی مرغ قفس لطف منجاوے اُسے — نوحہ یا نالہ ہر ایک بات کا انداز ہی ایک
ناتوانی سے نہیں بال فشانی کا دماغ — ورنہ تا باغ قفس سے مری پرواز ہی ایک
گوش کو ہوش کیے تک کھول کے سن شور جہاں — سبکی آواز کے پردے میں سخن ساز ہی ایک

چاہے جس شکل سے تمثال صفت اُسمیں در آ
عالم آئینے کی مانند در باز ہی ایک

بالیں پہ میری آویگا تو گھر سے جب تلک — گھر جاؤنگا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک
اتنا دن اور دل سے طپش کرلے کاوشیں — یہہ مجہلہ تمام ہی ہی آج شب تلک
نقاش کیونکے کھینچ چکا تو شبیہہ یار — کھینچوں ہوں ایک ناز ہی اُسکا میں اب تلک
شب کوتہ اور قصہ مری جان کا دراز — القصہ اب کہا کروں تجھ سے میں کب تلک

باقی یہہ داستان ہی اور کل کی رات ہی
گر جان میری میر نہ آپہنچے لب تلک

شوق ہی تو ہی اُسکا گھر نزدیک — دور کی رہ ہی راہ بر نزدیک

آہ کرنے میں دم کو ساد ہے رہ — کہتے ہیں دل سے ہی جگر نزدیک
تو ہیں دریا و کوہ شہر و دشت — تجھ سے سب کچھ ہی حشم نزدیک
حرف دوری ہی گرچہ الٹا لیک — دیجو خط جا کے نامہ بر نزدیک
دور اب بیٹھتے ہیں مجلس میں — ہم جو تم سے تھے بیشتر نزدیک
خبر آتی ہی سو بھی دور سے یاں — اؤ یکبار بیخبر نزدیک
توشۂ آخرت کا فکر رہے — جی سے جانے کا ہی سفر نزدیک
دور پھرنے کا ہمسے وقت گیا — پوچھ کچھ حال بیٹھ کر نزدیک

میر بھی رہ میر شب بہت رویا
ہی مری جان اب سحر نزدیک

کہیں پہنچو بھی مجھ لے پاو سر تک — کہ پہنچا شمع ساں داغ اب جگر تک
کچھ اپنی آنکھ میں یاں کا نہ آیا — خزف سے لیکے دیکھا در تر تک
جسے شب آگ سا دیکھا سلگتے — اُسے پھر خاک ہی پایا سحر تک
ترا منہ چاند سا دیکھا ہی شاید — کہ انجم رہتے ہیں ہر شب ادھر تک
جب آیا آہ تب اپنے ہی سر پر — گیا یہہ ہاتھ کب اُسکی کمر تک
ہم آوازوں کو سب راہ کے مبارک — پر و بال اپنے بھی ایسے تھے پر تک
کھنچی کیا کیا خرابی زیر دیوار — ولے آیا نہ وہ تک گھر سے در تک
گلی تک تیری لایا تھا ہمیں شوق — کہاں طاقت کہ اب پھر جائیں گھر تک

قطعہ

یہی درد جدائی ہی جو اس شب — تو آتا ہی جگر مژگان تر تک
دکھائی دینگے ہم میت کے رنگون — اگر رہ جائینگے جیتے سحر تک

کہاں پھر شورشیون جب گیا میر

یہہ ہنگامہ ہی اُس ہی نوحہ گر تک

دست و پا مارے وقت بسمل تک ہاتھہ پہنچا نہ پائے قاتل تک
کعبہ پہنچا تو کیا ہوا اے شیخ سعی کر تک پہنچ کسی دل تک
درپی محمل اُسکے جیسے جرس میں بھی نالاں ہوں ساتھہ منزل تک
بجھہ گئے ہم چراغ سے باہر کہیو اے باد شمع محفل تک

نگیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

جانے ہیں لے خرابی کو سیل آسماں تلک طوفاں ہی میرے اشک ندامت سے یاں تلک
شاید کہ دیوے رخصت گلشن ہوں بے قرار میرے قفس کو لے تو چلو باغباں تلک
قید قفس سے چھوٹ کے دیکھا جلا ہوا پہنچے نہ ہوتے کاشکے ہم آشیاں تلک
اتنا ہوں ناتواں کہ در دل سے اب گلہ آتا ہی ایک عمر میں میری زباں تلک

میں ترک عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میر
ہوتا پھروں خراب جہاں میں کہاں تلک

کب دسترس ہی لعل کو تیرے سخن تلک رسوائیاں گئی ہیں عقیق یمن تلک
آزاد گی پہ چھوٹ قفس ہم نجا سکے حسن سلوک ضعف سے صحن چمن تلک
تر دستیاں ہوں دست و گریبان ہاتھہ کی زیر زمیں بھی پہنچینگی چاک کفن تلک

مارا گیا خرام بتاں پر سفر میں میر
اے کبک کہتا جائیو اسکے وطن تلک

جب سے خط ہی سیاہ خال کی تھا نگ تب سے لشتی ہی ہند چار دن دانگ
بات اہل کی چلی ہی جاتی ہی اگر عوج بن عنق کی تانگ
بن جو کچھہ بن سکے جوانی میں زاہد تو تھوتری ہی بہت ہی سانگ

عشق کا شور کوئی چھتا ہی — نالۂ عندلیب ہی گابانگ
اُس ذقن میں بھی سبزی ہی خط کی — دیکھو بیدد کوئے پری ہی بھانگ
کس طرح اُن سے کوئی گرم ملے — سیم تن پگھلے جاتے ہیں جوں رانگ
چلی جاتی ہی حسب قدر باند — ورتک اِس بہار کی ہی دانگ
تفرہ باطل تھا طور پر اپنے — ورنہ جاتے یہہ دور ہم بھی بھالانگ
میں نے کیا اس غزل کو سہل کیا — قافیئے ہی تھے اُسکے اُوت پتانگ

میر بندوں سے کام کب نکلا
مانگنا ہی جو کچھ خدا سے مانگ

فصل خزاں میں سیر جو کی ہمنے جاے گل — چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پاے گل
اللہ رے عندلیب کی آواز دل خراش — جی ہی نکل گیا جو کہا اُنے ہاے گل
مقدور تک شراب سے رکھا نکھریوں میں رنگ — یہہ چشمک پیالہ ہی ساقی ہوا ے گل
یہہ دیکھہ سینہ داغ سے رشک چمن ہی یاں — بلبل ستم ہوا نہ جو تو نے بھی کھاے گل
بلبل ہزار جی سے خریدار اُسکی ہی — ای گافروش کریو سمجھہ کر بہاے گل
نکلا ہی ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہہ — قابل درود بھیجنے کے ہی صفاے گل
بارے سرشک سرخ کے داغوں سے رات کو — بستر پر اپنے سوتے تھے بھی ہم بچھاے گل
آعندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی — لے ای زباں دراز تو سب کچھہ سواے گل

گل چین سمجھہ کے چنیو کہ گلشن میں میر کے
لخت جگر پڑے ہیں نہیں برگہاے گل

گل کی جفا بھی جاتی دیکھی وفاے بلبل — یکمشت پر پڑے ہیں گلشن میں جاے بلبل
کر سیر جذب الفت گل چین نے کل چمن میں — تورا تھا شاخ گل کو نکلی صداے بلبل
کھٹکے ہیں خار ہو کر ہر شب دل چمن میں — اتنے لب و دہن پر یہہ نالہاے بلبل

پکر نالیو نکی راہیں طی کر کے مر گیا ہی — گل میں رگیں نہیں ہے ہیں نقش پاے بلبل
آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہی لیکن — ہر گوشۂ چمن میں خالی ہی جاے بلبل
پیغام بے غرض بھی سنتے نہیں ہیں خوبان — پہنچی نہ گوش گل تک آخر دعاے بلبل

یہہ دل خراش نالے ہر شب کے میر تیرے
کر دینگے بے نمک ہی شور نواے بلبل

کیسا چمن اسیری میں کسکو اُدھر خیال — پرواز خواب ہو گئی ہی بال و پر خیال
مشکل ہی مٹ گئے ہوے نقشونکی پھر نمود — جو صورتیں بگڑ گئیں اُن کا نکر خیال
مو کو عبث ہی تاب کلی یوں ہی تنگ ہی — اُسکا دہن ہی وہم و گمان و کمر خیال
رخسار پر ہمارے ڈھلکنے کو اشک کے — دیکھے ہی جو کوئی سو کرے ہی گہر خیال

کسکو دماغ شعر و سخن ضعف میں کہ میر
اپنا رہے ہی اب تو ہمیں بیشتر خیال

سیر کر عندلیب کا احوال — ہیں پریشاں چمن میں کچھ پر و بال
تپ غم تو گئی طبیب ولے — پر نہ آیا کبھو مزاج بحال
سبزہ نورستہ رہگذار کا ہوں — سر اٹھایا کہ ہو گیا پامال
کیوں نہ دیکھوں چمن کو حسرت سے — آشیاں تھا مرا بھی یاں پر سال
سرد مہری کی بسکہ گل رونے — اوڑھی ابر بہار نے بھی شال
ہجر کی شب کو یاں تئیں تڑپھا — کہ ہوا صبح ہوتے میرا وصال
ہم تو سہ گذرے کجروی تیری — نہ نبھے گی پر ای فلک یہہ چال

دیدۂ تر پہ شب رکھا تھا میر
لکۂ ابر ہی مرا رومال

جانیں ہیں فرش رہ تری مت حال حال چل — ای رشک حور آدمیوں کی سی چال چل

اک آن میں بدلتی ہی صورت جہان کی — جلد اس نگار خانے سے کر انتقال چل
مالک بہر طریق بدن ہی وبال جاں — یہہ بوجھ تیرے ساتھ جو ہی اسکو ڈال چل
آوارہ میرے ہونیکا باعث وہ زلف ہی — کافر ہوں اس میں ہووے اگر اینکبال چل

دنیا ہی میر حادثہ گاہ مقرری
یاں سے تو اپنا پانوث تابی نکال چل

شرط یہہ ابر میں ہم مے ہی کرینگے کل — صبحگہہ اٹھتے ہی عالم کو ڈبوینگے کل
آج آوارہ ہوا ہی بال اسیران قفس — یہ گماں و باغ و خیابان نہو وینگے کل

وعدۂ وصل رہا ہی شب آیندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو تک جاگتے سو وینگے کل

مندا ہی اختلاط کا بازار آج کل — لگتا نہیں ہی دل کا خریدار آج کل
اس مہمات دوروزہ میں خطرے ہزار ہیں — اچھا ہی رہ سکو جو خبردار آج کل
اوباشوں ہی کے گھر تجھے پانے لگے ہیں روز — مارا پریگا کوئی طلبگار آج کل
ملنے کی رات داخل ایام کیا نہیں — برسوں ہوئے کہاں تئیں ای یار آج کل
گلزار ہو رہے ہی مرے دم سے کوئی یار — اک رنگ پر ہی دیدۂ خونبار آج کل
تا شام اپنا کام مکنچیے کیونکہ دیکھیے — پڑتی نہیں ہی جیکو جفا کار آج کل
کعبے تلک تو سنتے ہیں ویرانہ وخراب — آباد ہی سو خانۂ خمار آج کل
تھوکر دلوں کو لگنے لگی ہی خرام میں — لاویگی اک بلا تری رفتار آج کل
ایسا ہی مغبچوں میں جو آتا ہی شیخ جی — تو جا رہے ہیں جبہ و دستار آج کل
حیران میں ہی حال کی تدبیر میں نہیں — ہر اک کو شہر میں ہی یہہ آزار آج کل

اچھا نہیں ہی میر کا احوال ان دنوں
غالب کہ ہو چکیگا یہہ بیمار آج کل

کرو تم یاد گر ہم کو رہے تم میں بھی اکثر دل — مثل مشہور ہی یہہ تو کہ ہی دنیا میں دل بر دل

بھلا تم نقد دل لیکر ہمیں دشمن گنو اب تو

کبھو کچھہ ہم بھی کر لینگے حساب دوستاں در دل

رہتے نہیں ہی کوئی گھڑی اب تو یار دل — آزردہ دل ستمزدہ دل بیقرار دل

کیا کہوں کیا رکھتے تھے تجھہ سے ترے بیمار چشم — تجھکو بالیں پر نہ دیکھا کھولی سو سو بار چشم

ہجر میں پاتا نہیں گر ئے کے سر رشتے کو میں — ہر سحر اٹھہ باندھہ دے ہی آنسوؤں کا تار چشم

گوئیا ناسور زخم دل تھی یہہ ای ہمنشیں — پیش ازیں کیا کیا سمیں دکھلاتی تھی خونبار چشم

سیکڑوں ہوں کشتنی تو لاویں کچھہ تاب نگاہ — ایک دو کا کام کب ہی اسے ہو ناچار چشم

جرم کیا غیروں کا طالع چشم پوشی کرتے ہیں — دیکھہ کر احوال میرا موند لے ہی یار چشم

روز و شب وا رہنے سے پیدا ہی میرا ثار شوق

ہی کسو نظارگی کا رخنہ دیوار چشم

کیا بلبل اسیر ہی بے بال و پر کہ ہم — گل کب رکھے ہی ٹکڑے جگر اسقدر کہ ہم

خورشید صبح نکلے ہی اس نور سے کہ تو — شبنم گرہ میں رکھتی ہی یہہ چشم تر کہ ہم

جیتے ہیں تو دکھاوینگے دعوی عندلیب — گل بن خزاں میں ابکے وہ رہتی ہی مر کہ ہم

یہہ تیغ ہی یہہ طشت ہی یے ہم ہیں کشتنی — کھیلے ہی کون ایسی طرح جان پر کہ ہم

تلواریں تم لگاتے ہو ہم ہینگے دم بخود — دنیا میں یہہ کرے ہی کوئی در گذر کہ ہم

اس جستجو میں اور خرابی تو کیا کہیں — اتنی نہیں ہوئی ہی صبا در بدر کہ ہم

جیتے ہیں اور روتے ہیں لخت جگر ہی میر

کرتے سنا ہی یوں کوئی قیسہ جگر کہ ہم

آے تو ہو طبیبان تدبیر گر کرو تم — ایسا نہو کہ میرے جی کا ضرر کرو تم

رنگ شکستہ میرا بے لطف بھی نہیں ہی — ایک آدھہ رات کو تو یاں بھی سحر کرو تم

تھی چشم داشت مجھکو ای دلبران یہہ تمسے — دل کو مرے اُڑا کر آنکھوں میں گھر کرو تم
اُس بزم خوش کے محرم نا آشنا ہیں سارے — کس کو کہوں کہ واں تک میری خبر کرو تم
ہی پیچدار از بس راہ وصال و ہجراں — ان دو ہی منزلوں میں بس سو سفر کرو تم
یہہ ظلم ہی تو ہم بھی اس زندگی سے گذرے — سو گند ہی تمھیں اب جو در گذر کرو تم
روئے سخن کہاں تک غیرونکی اور آخر — ہم بھی تو آدمی ہیں تک منہہ ادھر کرو تم

قطعہ

ہو عاشقوں میں اُسکے تو آؤ میر صاحب — گردن کو اپنی موسے باریک تر کرو تم
کیا لطف ہی وگرنہ جسدم وہ تیغ کھینچے
سینہ سپر کریں ہم قطع نظر کرو تم

جانا کہ شغل رکھتے ہو تیر و کماں سے تم — پر مل چلا کرو بھی کسو خستہ جاں سے تم
ہم اپنی چاک جیب کو سی رہتے یا نہیں — پھاتے میں پانو دینے کو آئے کہاں سے تم
اب دیکھتے ہیں خوب تو وہ بات ہی نہیں — کیا کیا وگرنہ کہتے تھے اپنی زباں سے تم
تنکے بھی تم ٹھہرتے کہیں دیکھے ہیں تنک — چشم وفا رکھو نہ خسان جہان سے تم
جاؤ نہ دل سے منظر تن میں ہی جا یہی — چپکاؤ گے اُٹھو گے اگر اس مکان سے تم
قصہ مرا سنو گے تو جاتی رہیگی نیند — آرام چشم مت رکھو اس داستاں سے تم
کھل جائینگیں پھر آنکھیں جو مر جا یگا کوئی — آتے نہیں ہو باز مرے امتحاں سے تم
جتنے تھے کل تم آج نہیں پاتے اُتنا ہم — ہر دم چلے ہی جاتے ہو آب روان سے تم
رہتے نہیں ہو بن گئے میر اُس گلی میں رات
کچھ راہ بھی نکالو سگ و پاسباں سے تم

کرتے نہیں ہیں دوری سے اب اسکی باک ہم — نزدیک اپنے کب کے ہوئے ہیں ہلاک ہم
بیٹھے ہم اپنے طور پہ مستوں میں جب اُٹھے — جوں ابر تر لئے اُٹھے دامن کو پاک ہم

آہستہ ای نسیم کہ اطراف باغ کے — مشتاق پرفشانی ہیں اک مشت خاک ہم
شمع و چراغ و شعلہ و آتش شرار و برق — رکھتے ہیں دل جلے بے بہم سب تپاک ہم
مستی میں ہم کو ہوش نہیں نشاۂ تین کا — گلشن میں اینڈتے ہیں پڑے زیر ناک ہم
جوں برق تیرے کوچے سے ہنستے نہیں گئے — مانند ابر جب اٹھے تب گریہ ناک ہم

مدت ہوئی کہ چاک قفس ہی سے اب تو میر
دکھلا رہے ہیں گل کو دل چاک چاک ہم

نہ پھر رکھینگے تیری رہ میں باہم — گئے گذرے ہیں آخر ایسے کیا ہم
کھنچے گی کب وہ تیغ ناز یارب — رہے ہیں دیر سے سر کو جھکا ہم
نجانا یہہ کہ کہتے ہیں کسے پیار — رہیں بے لطفیاں ہیں یاں تو باہم
بنے کیا خال و زلف و خط سے دیکھیں — ہوئے ہیں کتنے بنے کافر فرا ہم
مرض ہی عشق کا بیدل ہی کچھ — بہت کرتے ہیں اپنی سی دوا ہم
کہیں پیوند ہوں یارب زمیں کے — پھرینگے اسے یوں کب تک جدا ہم
ہوس تھی عشق کرنے میں ولیکن — بہت نادم ہوئے دل کو لگا ہم
کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر — جہاں میں رکھ گئے رسم وفا ہم
تعارف کیا رہا اہل چمن سے — ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

مواجہ کے لئے اسکو نہ دیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

اگر راہ میں اسکی رکھا ہی گام — گئے گذرے خضر علیہ السلام
دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی — سخن یاں ہوا ختم حاصل کلام
مجھے دیکھ منہہ پر پریشان کی زلف — غرض یہہ کہ جانو ہوئی اب تو شام
سر شام سے رہتی ہیں کاہشیں — ہمیں شوق اس ماہ کا ہی تمام

"قیامت ہی یاں چشم و دل سے رہی چلے بس تو واں جا کے کر لے "قیام"

قطعہ

نہ دیکھے جہاں کوئی آنکھ اونکی اور نہ لیوے کوئی جس جگہہ دل کا نام
جہاں میر زیر و زبر ہو گیا
خراماں ہوا تھا وہ محشر خرام "

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم ایک لگ چلتے میں بلا ہیں ہم
کام کیا آتے ہینگے معلومات یہہ تو سمجھے ہی نہ کہ کیا ہیں ہم
اے بتاں اسقدر جفا ہم پر عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم
سرمہ آلودہ مت رکھا کر چشم دیکھہ اس وضع سے خفا ہیں ہم
ہی نمک سو و سب تن مجروح تیرے کشتو نمیں میرزا ہیں ہم
خوف ہی کو نہیں جنون سے کچھہ یوں تو مجنوں کے بھی چچا ہیں ہم
آستاں پر تیرے ہی گذری عمر اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
کوئی خواہاں نہیں ہمارا میر
گو کیا جنس ناروا ہیں ہم

حذر کر آہ جگر تفتگاں بلا ہی گرم ہمیشہ آگ ہی برسے ہے یاں ہوا ہی گرم
ہزار حیف کہ دربر صحبت اُسے نہیں جگر کی آگ نے ہمکا مہ کر رکھا ہی گرم
کہاں ہی تیغ و سپر آفتاب کی بارے وہ سرد مہر ہمارا بھی اب ہوا ہی گرم
نہ اتنی دار و ولی ظالم کہ اس خمار میں ہوں مزاج گرم ہی پھر اور بہہ ہوا ہی گرم
گیا جہان سے خورشید سان اگرچہ میر
ولیک مجلس دنیا میں اُسکی جا ہی گرم

کرتے ہیں گفتگو سحر اُٹھہ کر صبا سے ہم لڑنے لگے ہیں ہجر میں اسکے ہوا سے ہم

ہوتا نہ دل کا تا یہہ سرانجام عشق میں ۔ لگتے ہی جی کے مر لئے ہوتے بلا سے ہم
چھوٹا نہ اُسکا دیکھنا ہمسے کسو طرح ۔ پایان کار مارے گئے اس ادا سے ہم
داغوں ہی سے بھری رہی چھاتی تمام عمر ۔ یے پھول گل چنا کئے باغ وفا سے ہم
غافل نہ اپنی دیدہ درائی سے ہمکو جان ۔ سب دیکھتے ہیں پر نہیں کہتے حیا سے ہم
دو چار دن تو اور بھی آ تو کراہتا ۔ اب ہو چکے ہیں روز کی تیری جفا سے ہم

آئینے کی مثال پس از صد شکست میر
کھنچا بغل میں یار کو دست دعا سے ہم

بیکلی بیخودی کچھ آج نہیں ۔ ایک مدت سے وہ مزاج نہیں
درد اگر یہہ ہی تو مجھے بس ہی ۔ اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں
ہمنے اپنی سی کی بہت لیکن ۔ مرض عشق کا علاج نہیں

شہر خوبی کو خوب دیکھا نہیں
جنس دل کا کہیں رواج مگر

وحشت میں ہوں بلا گر وادی پر اپنی آؤں ۔ مجنوں کی محنتیں سب میں خاک میں ملاؤں
ہنس کر کبھو بلایا تو برسوں تک رُلایا ۔ اُسکی ستم ظریفی کسکے تئیں دکھاؤں
فریادی ہوں تو ٹپکے لوہو مری زباں سے ۔ نالے کو بلبلوں کے خاطر میں بھی نہ لاؤں
پوچھو نہ دل کے غم کو ایسا نہووے یاراں ۔ مانند روضہ خواں کے مجلس کتیں رُلاؤں
یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغاں سے میرے ۔ ای بخت خفتہ کب تک تیرے تئیں جگاؤں
از خویش رفتہ ہر دم فکر وصال میں ہوں ۔ کتنا میں کھویا جاؤں یارب کہ تجھکو پاؤں
عُریاں تنی کی شوخی وحشت میں کیا بلا تھی ۔ تہہ گرد کی نہ بیٹھے تا تن کتیں چھپاؤں
اگلے خطوں نے میرے مطلق اثر نہ بخشا ۔ قاصد کے بدلے اب کے جادو مگر چلاؤں
دل تفتگی نے مارا مجھکو کہاں مزہ دے ۔ اک قطرہ آب تا میں اس آگ کو بجھاؤں

آب و گل تو معلوم اسی میر جینے جی یاں
آرام تب ہی پاؤں جب جی سے ہاتھ اٹھاؤں

سوزش دل سے مفت کاتے ہیں — داغ جیسے چراغ جلتے ہیں
اس طرح دل گیا کہ اب تک ہم — بیٹھے روتے ہیں ہاتھ ملتے ہیں
بھری آتی ہیں آج یوں آنکھیں — جیسے دریا کہیں ابلتے ہیں
دم آخر ہی بیٹھ جا مت جا — صبر کر تک کہ ہم بھی چلتے ہیں
تیرے بے خود جو ہیں سو کیا چیتیں — ایسے ڈوبے کہیں ابھرتے ہیں
فتنہ در سر بتان حشر خرام — ہائے رے کس تمک سے چلتے ہیں
نظر اٹھتے نہیں کہ جب خوباں — سوتے سے اٹھ کے آنکھ ملتے ہیں
اس سر زلف کا خیال نہ چھوٹ — سانپ کے سر ہی یاں کچلتے ہیں
تھے جو اغیار سنگ سینے کے — اب تو کچھ ہم کو دیکھ تلتے ہیں
شمع رو موم کے بنے ہیں مگر — گرم تک مائے تو پگھلتے ہیں

میر صاحب کو دیکھئے جو بنے
اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں

آیا کمال نقص مرے دل کی تاب میں — جانا ہی جی چلا ہی مرا اضطراب میں
دوزخ کیا ہی سینہ مرا سوز عشق سے — اس دل جلے ہوئے کے سبب ہوں عذاب میں
مت کر نگاہ خشم یہی موت ہی مری — ساقی نہ زہر دے تو مجھے تو شراب میں
بیدار شور حشر نے سب کو کیا ولے — ہیں خون خفتہ اسکے شہیدوں کے خواب میں
دل لیکے رو بھی تک نہیں دیتے کہیں گئے کیا — خوبان بد معاملہ یوم الحساب میں
جا کر در طبیب پہ بھی میں گرا ولے — جز آہ اس نے کچھ نہ کہا میرے باب میں

قطعہ

عیش و خوشی ہی شیب میں ہو گو یہ وہ کہاں — لذت جو ہی جوانی کے رنج و عتاب میں
ہیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے — مرنا ہی اسّے خوب ہی عہد شباب میں

قطعہ

آ نکلے تھے جو حضرت میر اس طرف کہیں — میں نے کیا سوال یہہ اُنکی جناب میں
حضرت سنو تو میں بھی تعلق کروں کہیں — فرمانے لاگے رو کے یہہ اُسکے جواب میں
تو جان ایک تجھ سے بھی آگے جو کل تھے یہاں
ہیں آج صرف خاک جہان خراب میں

بے روئے و زلف یار ہی رونے سے کام یاں — دامن ہی منہہ پہ ابر نمط صبح و شام یاں
آوازہ ہی جہان میں ہمارا سنا کرو — عنقا کے طور زیست ہی اپنی بنام یاں
وصف دہن سے اسکے نہ آگے قلم چلے — یعنے کیا ہی خامے نے ختم کلام یاں
غالب یہہ ہی کہ موسم خط وان قریب ہی — آنے لگا ہی متصل اُسکا پیام یاں
مت کھا فریب عجز عزیزان حال کا — پنہاں کئے ہیں خاک میں یاروں نے دام یاں
کوئی ہوا نہ دست بسر شہر حسن میں — شاید نہیں ہی رسم جواب سلام یاں
ناکام رہنے ہی کا تمہیں غم ہی آج میر
ہمتوں کے کام ہو گئے ہیں کل تمام یاں

نہ گیا خیال زلف نہ یہہ جفا شعاراں — نہوا کہ صبح ہووے شب تیرہ روزگاراں
تکہا تھا ای رفو گر مرے تانکے ہونگے دھیلے — نہ سیا گیا یہہ آخر دل چاک بیقراراں
ہوئی عید سب نے پہنے طرب و خوشی کے جامے — نہوا کہ ہم بھی بدلیں یہہ لباس سوگواراں
خطر عظیم میں ہیں مری آہ و اشک سے سب — کہ جہان رہ چکا ہی جو یہی ہی باد و باراں
کہیں خاک کو کو اُسکے تو صبا ندیجو جنبش — کہ بھرے ہیں اس زمیں میں جگر جگر فگاراں
رکھے تاج زر کو سر پر چمن زمانہ میں گل — نہ شگفتہ ہو تو اتنا کہ خزاں ہی یہہ بہاراں

نہیں تجھکو چشم عبرت یہہ نمود میں ہی ورنہ
کہ گئے ہیں خاک میں مل کئی تجھ سے تاجداراں

تو جہاں سے دل اُٹھا یاں نہیں رسم دردمندی
کبھی تے بھی یوں نہ پوچھا ہوئے خاک یاں ہزاراں

یہہ سنا تھا میر ہم نے کہ فسانہ خواب لا ہی
تری سرگذشت سنکر گئے اور خواب یاراں

اسکے کوچے سے جو اٹھے اہل وفا جاتے ہیں
تا نظر کام کرے رو بقفا جاتے ہیں

متصل روتے ہی رہئے تو بجھے آتش دل
ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

وقت خوش اُنکا جو ہم بزم ہیں تیرے ہم تو
در و دیوار کو احوال سنا جاتے ہیں

جائے گی طاقت پا آہ تو کرتے کیا کیا
اب تو ہم حال کبھو تمکو دکھا جاتے ہیں

ایک بیمار جدائی ہوں میں اپنی تس پر
پوچھنے والے جدا جان کو کھا جاتے ہیں

غیر کی تیغ زبان سے تری مجلس میں تو ہم
آکے روز ایک نیا زخم اُٹھا جاتے ہیں

عرض وحشت نہ دیا کر تو بگولے اتنے
اپنی وادی پہ کبھو یار بھی آ جاتے ہیں

میر صاحب بھی ترے کوچے میں شب آتے ہیں لیک
جیسے دو روزہ گرمی کرنے گدا جاتے ہیں

کہیو قاصد جو وہ پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں

عشق آتش بھی جو دیوے تو نہ دم ماریں ہم
شمع تصویر ہیں خاموش جلا کرتے ہیں

جائے ہی نہ مرض دل تو نہیں اس کا علاج
اپنے مقدور تلک ہم تو دوا کرتے ہیں

اسکے کوچے میں نکر شور قیامت کا ذکر
شیخ یاں ایسے تو ہنگامہ ہوا کرتے ہیں

بے بسی سے تو تری بزم میں ہم بہرے بنے
نیک و بد کوئی کہے بیٹھے سنا کرتے ہیں

رخصت جنبش لب عشق کی حیرت سے نہیں
تو پری شیشے سے نازک ہی نکر دعوی مہر

دل ہیں پتھر کے اُنہوں کے جو وفا کرتے ہیں
تجھ سے لگ جا کے یہہ یوں جاتے رہیں مجھ سے حیف

دیدہ و گل نے سجانا کہ دعا کرتے ہیں

فرصت خواب نہیں ذکر بتاں ہیں ہمکو — رات دن رام کہانی سی کہا کرتے ہیں
مجلس حال میں موزوں حرکت شیخ کی دیکھ — غیر شرعی بھی دم رقص مزا کرتے ہیں
یہہ زمانہ نہیں ایسا کہ کوئی زیست کرے — چاہتے ہیں جو برا اپنا بھلا کرتے ہیں
محض ناکارہ بھی مت جان ہمیں تو کہ کہیں — ایسے ناکام بھی بیکار پھرا کرتے ہیں
تجھ بن اس جان مصیبت زدہ غمدیدہ پہ ہم — کچھ نہیں کرتے تو افسوس کیا کرتے ہیں

کیا کہیں میر جی ہم تم سے معاش اپنی غرض
خلق کو کھایا کرے ہیں لوہو پیا کرتے ہیں

مستوجب ظلم و ستم و جور و جفا ہوں — ہر چند کہ جلتا ہوں پہ سر گرم وفا ہوں
آتے ہیں مجھے خوب سے دونوں ہنر عشق — رونے کہیں آندھی ہوں کہ مینھ کو بلا ہوں
اس گلشن دنیا میں شگفتہ نہ ہوا میں — ہوں غنچہ افسردہ کہ مردود صبا ہوں
ہمچشم ہی ہر آبلہ پا کا مرا اشک — از بسکہ تری راہ میں آنکھوں سے چلا ہوں
دامن نہ چھٹک ہاتھ سے میرے کہ ستمگر — ہوں خاک سر راہ کوئی دم میں ہوا ہوں
دلخواہ جلا اب تو مجھے اے شب ہجراں — میں سوختہ بھی منتظر روز جزا ہوں
گو طاقت و آرام و خور و خواب گئے سب — پر ہے یہہ غنیمت ہی کہ جیتا تو رہا ہوں
اتنا ہی مجھے علم ہی کچھ میں بھی ہر چیز — معلوم نہیں خوب مجھے بھی کہ میں کیا ہوں
تب گرم سخن کہنے لگا ہوں میں کہ یک عمر — جوں شمع سر شام سے تا صبح جلا ہوں

سینہ تو کیا فضل الٰہی سے سبھی چاک
ہی وقت دعا میر کہ اب دل کو لگا ہوں

جنس گراں کہ تجھ سے جو لوگ چاہتے ہیں — وے روگ اپنے جی کو ناحق بسا رہے ہیں
اس میکدے میں ہم بھی مدت سے ہیں ولیکن — خمیازہ کھینچتے ہیں ہر دم جما رہتے ہیں
ناموس دوستی سے گردن بندھی ہی اپنی — بجتے ہیں جب تلک ہم تب تک بنا رہتے ہیں

سہل اسقدر نہیں ہی مشکل پسندی میری جو تجھکو دیکھتے ہیں مجھکو سراہتے ہیں

وے دن گئے کہ راتیں نالوں سے کاٹتے تھے
بیدتوں میر صاحب اب کچھ کراہتے ہیں

یہہ ترک ہو کے خشن کج اگر گلاہ کریں تو بوالہوس نہ کبھو چشم کو سیاہ کریں
تمہیں بھی چاہئے ہی کچھ تو پاس چاہت کا ہم اپنی اور سے یوں کب تلک نباہ کریں
رکھا ہی اپنے تئیں روک روک کر ورنہ سیاہ کر دیں زمانے کو ہم جو آہ کریں
جو اُسکی اور کو جانا ملے تو ہم بھی ضعیف ہزار سجدہ ہر ایک گام سر براہ کریں
ہوائے میکدہ یہہ ہی تو فوت وقت ہی ظلم نماز چھوڑ دیں اب کوئی دن گناہ کریں
ہمیشہ کون تکلف ہی خوبرویوں کا گذار ناز سے ایدھر بھی گاہ گاہ کریں
اگر اُٹھینگے اِسی حال سے تو کہیو تو جو روز حشر تجھی کو نہ عذر خواہ کریں
بُری بلا ہیں ستم کشتہ محبت ہم جو تیغ سر سے تو سر کو نہ کچھ پناہ کریں

اگرچہ سہل ہیں پر دیدنی ہیں ہم بھی میر
اِدھر کو یار تامل سے گر نگاہ کریں

راضی ہوں گو کہ بعد از صد سال و ماہ دیکھوں اکثر نہیں تو تجھکو میں گاہ گاہ دیکھوں
جی انتظار کش ہی آنکھوں میں رہ گذر پر آجا نظر کہ کب تک میں تیری راہ دیکھوں
آنکھیں جو کھل رہی ہیں مرنے کے بعد میری حسرت یہہ تھی کہ اُسکو میں یک نگاہ دیکھوں
یہہ دل وہ جا ہی جسمیں دیکھا تھا تجھکو بستے کن آنکھوں سے اب اُجڑا اِس گھر کو آہ دیکھوں
دیکھوں تو چاند اب کا گذرے ہی مجھکو کیسا دل ہی کہ تیرے منہہ پر بے مہر ماہ دیکھوں
چشم و دل و جگر یہہ سارے ہوئے پریشان کس کس کی تیرے غم میں حالت تباہ دیکھوں
آنکھیں تو تو نے دی ہیں ای جرم بخش عالم کیا تیری رحمت آگے اپنے گناہ دیکھوں

قطعہ

مرنا ہی یا تماشا ہر یک کی ہی زبان پر — اِس مجہلے کو چل کر میں خوانخواہ دیکھوں
دیکھوں ہوں آنکھ اُٹھا کر جسکو تو یہہ کہے ہی — ہوتا ہی قتل کیوں کر یہہ بیگناہ دیکھوں

ہو نہیں نگاہ بسمل گو یکمژہ تھی فرصت
تا میر روئے قاتل تا قتل گاہ دیکھوں

مشہور ہیں دلوں کی مرے بیقراریاں — جاتی ہیں لامکان کو دل شب کی زاریاں
چہرے پہ جیسے زخم ہی ناخن کا ہر خراش — اب دیدنی ہوئی ہیں مری دست کاریاں
سو بار ہمنے گل کے گئے پر چمن کے بیچ — بھر دی ہیں آب چشم سے راتوں کو کیاریاں
کشتے کی اُسکے خاک بھرے جسم زار پر — خالی نہیں ہیں لطف سے لوہو کی دھاریاں
مربت سے عاشقوں کی نہ اُٹھا کبھو غبار — جی سے گئے ولے نہ گئیں راز داریاں
اب کس کس اپنی خواہش مردہ کو روئیے — تھیں ہمکو اُس سے سیکڑوں امید واریاں
پڑھتے پھرینگے گلیو نمیں ان ریختوں کو لوگ — مدت رہینگی یاد یہ باتیں ہماریاں
کیا جانتے تھے ایسے دن آجائینگے شتاب — روتے گذرتیاں ہیں ہمیں راتیں ساریاں
گل نے ہزار رنگ سخن سر کیا ولے — دل سے گئیں نہ باتیں تری پیاری پیاریاں
جاؤگے بھول عہد کو فرہاد و قیس کے — گر پہنچیں ہم شکستہ دلوں کی بھی باریاں

بچ جاتا ایک رات جو کٹتی جاتی اور میر
کاٹیں تمہیں کوہکن نے بہشت راتیں بھاریاں

گر کچھ ہو درد آئینہ یوں چرخ زشت میں — ان صورتوں کو صرف کرے خاک و خشت میں
رکھتا ہی سوز عشق سے دوزخ میں روز و شب — لے جائیگا یہہ سوختہ دل کیا بہشت میں
آسودہ کیونکے ہوں میں کہ مانند گرد باد — آوارگی تمام ہی میری سرشت میں
کبتک خراب سعی طواف حرم رہوں — دلکو اُٹھا کے بیٹھہ رہونگا کنشت میں
ماتم کے ہوں زمین پہ خرمن تو کیا عجب — ہوتا ہی نیل چرخ کی اس سبز کشت میں

سرمست ہم ہیں آنکھونکے دیکھے سے یار کی — کب یہہ نشہ ہی دختر رز تجھ پاشت میں

نامے کو چاک کر کہ کرے نامہ بر کو قتل

کیا یہہ لکھا تھا منبر مری سرنوشت میں

درد و اندوہ میں ٹھہرا جو رہا میں ہی ہوں — رنگ رو جسکے کبھی منہہ نہ چڑھا میں ہی ہوں

بد کہا میں نے رقیبوں کو تو تقصیر ہوئی — کیونہی بخشو بھی بھلا سب میں برا میں ہی ہوں

اپنے کوچے میں فغاں جسکے سنو ہو ہر رات — وہ جگر سوختہ و سینہ جلا میں ہی ہوں

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا — اس بیابان میں وہ آبلہ پا میں ہی ہوں

لطف آنے کا ہی کیا بس نہیں اب تاب جفا — اتنا عالم ہی بھرا جاؤ نہ کیا میں ہی ہوں

قطعہ

اس ادا کو تو ٹک اک سیر کر انصاف کرو — وہ برا ہیگا بھلا دوستو یا میں ہی ہوں

میں یہہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہی وہ — یکبیک بول اٹھا اسطرف آ میں ہی ہوں

جب کہا میں نے کہ تو ہی ہی تو پھر کہنے لگا — کیا کریگا تو مرا دیکھوں تو جا میں ہی ہوں

سنتے ہی ہنس کے ٹک اک سوچیو کیا تو ہی تھا — جن نے شب رو کے سب احوال کہا میں ہی ہوں

میر آوارۂ عالم جو سنا ہی تو نے — خاک آلودہ وہ ای باد صبا میں ہی ہوں

کاسۂ سر کو لئے مانگتا دیدار پھرے

میر وہ جان سے بیزار گدا میں ہی ہوں

نکلے ہی جنس حسن کسی کاروان میں — یہہ وہ نہیں متاع کہ ہو ہر دکان میں

جاتا ہی اک ہجوم غم عشق جیکے ساتھ — ہنگامہ لے چلے ہیں ہم اس بھی جہان میں

یارب کوئی تو واسطہ سرگشتگی کا ہی — یک عشق بھر رہا ہی تمام آسمان میں

ہم اُسے آہ سوز دل اپنا نہ کہہ سکے — تھی آتش دروں سے پھپھولے زبان میں

قطعہ

غم کھینچنے کو کچھ تو توانائی چاہئے — سوپاں نہ دل میں تاب نہ طاقت ہی جان میں
غافل نہ رہیو ہمسے کہ ہم وے نہیں رہے — ہوتا ہی اب تو حال عجب ایک آن میں
وے دن گئے کہ آتش غم دل میں تھی نہاں — سوزش رہی ہی اب تو ہر اک استخوان میں
دل نذر دیدہ پیشکش ای باعث حیات — سچ کہہ کہ جی لگے ہی ترا کس مکان میں
کھینچا نکر تو تیغ کہ اِک دن نہیں ہیں ہم — ظالم قبا حتیں ہیں بہت امتحان میں

پھاڑا ہزار جا سے گریبان صبر میر
کیا کہہ گئی نسیم سحر گل کے کان میں

زبان رکھہ غنچہ ساں اپنے دہن میں — بند ہی مٹھی چلا جا اس چمن میں
نہ کھول ای یار میرا گور میں منہہ — کہ حسرت ہی مری جا گہہ کفن میں
رکھا کر ہاتھہ دل پر آہ کرتے — نہیں رہتا چراغ ایسی پون میں
جلے دل کی مصیبت اپنے سن کر — لگی ہی آگ سارے تن بدن میں
تجھہ بن ہوش میں ہم آئے ساقی — مسافر ہی رہے اکثر وطن میں
خردمندی ہوئی ز خیر ورنہ — گذرتی خوب تھی دیوانہ پن میں
کہاں کی شمع و پروانے گئے مر — بہت آتش بجان تھی اس چمن میں
کہاں عاجز سخن قادر سخن ہوں — ہمیں ہی سہہ یاروں کے سخن میں

گدا ز عشق میں بہہ بھی گیا میر
یہی دھوکا سا ہی اب پیرہن میں

جکے لئے اپنے تو یوں جان نکلتے ہیں — اِس راہ میں وے جیسے انجان نکلتے ہیں
کیا تیر ستم اُسکے سینے میں بھی توتے تھے — جس زخم کو چیروں ہوں پیکان نکلتے ہیں
مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہی فلک برسوں — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں
کس کا ہی قماش اب یاں گودڑ بھرے ہیں سارے — ڈھونڈھو نہ جو لوگوں کے دیوان نکلتے ہیں

قطعہ

لہو لو ہو ٹپکتا ہی کہہ لخت دل آنکھوں سے
یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہیں
کہئے تو گلہ کیسے جیسی تھی ہمیں خواہش
اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہیں

قطعہ

جاگہہ سے بھی جاتے ہو منہہ سے بھی خشن ہو کر
وے حرف نہیں ہیں جو شایان نکلتے ہیں
سو کاہے کو اپنی تو جوگی کی سی پھیری ہی
برسوں میں کبھو اید ہر ہم آن نکلتے ہیں
ان آئینہ رویوں کے کیا میر بھی عاشق ہیں
جب گھر سے نکلتے ہیں حیران نکلتے ہیں

تو گلی میں اُسکی جا آوے اے صبا نہ چنداں
کہ کرے ہوئے پھر اُکھریں دل چاک دردمنداں
ترے تیر ناز کے جو بے ہدف ہوئے ہیں ظالم
مگر آنہیں تو ے ہیں جگر نیاز مند اں
کبھی زلف سے بتاں کی نہوا رہا میں ہرگز
یہی میں شکار خستہ یہی عنبریں کمندان
تبھی کوند کوندا تنا تو زمیں سے جاے مل مل
نہیں دیکھے برق تو نے دم خندہ اُسکے دنداں
میں صفا کیا دل اِتناکہ دکھائی دیوے منہہ بھی
ولے مفت اس آئینے کو نہیں لیتے خود پسنداں
کہاں آنکھیں میں جو دیکھا سو غم اور چشم گریاں
کسے کہتے ہیں عجا نا دل شاد و روے خنداں
تو زبون شکار تو تھا ولے میر قتال گہہ میں
ترے خونسے ہیں حنائی کف پاے صید بنداں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اِس غمکدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں
کرتا ہی ابر دعوئی دریا دلی عبث
دامن نہیں مرا تو مری آستیں نہیں
آگے تو لعل نو خط خوباں کے دم نہ مار
ہر چند ای مسیح وے باتیں رہیں نہیں
یہہ درد اُسکے کیونکے کروں دلنشیں کہ آہ
کہتا ہوں جسطرح سے کہے ہی نہیں نہیں
ماتھا کیا ہی صرف سجود در بتاں
مانند ماہ نو کے مری اب جبیں نہیں

گھر گھر ہی ملک عشق میں دوزخ کی تاب و تب — پھر کا نہ ہمکو شیخ یہہ آتش یونہیں نہیں

فکر بلند سے میں کیا آسمان اسے
ہر یک سے میر خوب ہو یہہ وہ زمیں نہیں

دعوے کو یار آگے معیوب کر چکے ہیں — اس ریختے کو ورنہ ہم خوب کر چکے ہیں
مرنے سے تم ہمارے خاطر نچنت رکھیو — اس کام کا بھی ہم کچھ اسلوب کر چکے ہیں
حسن کلام کھینچے کیونکر نہ دامن دل — اس کام کو ہم آخر محبوب کر چکے ہیں
ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا — ہم اسطرح کے کتنے آشوب کر چکے ہیں
رنگ پریدہ قاصد باد سحر کبوتر — کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہیں
تنکا نہیں رہا ہی کیا اب نثار کرئیے — آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہیں

کیا جانئے کہ کیا ہی ای میر وجہہ ضد کی
سو بار ہم تو اسکو محجوب کر چکے ہیں

حیدری نہیں اسے ایمان ہی نہیں — ہو گو شریف مکہ مسلمان ہی نہیں
وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے — دبلے پنے سے تن میں مری جان ہی نہیں
خال و خط ایسے فتنے نگاہیں یے آفتیں — کچھ اک بلا وہ زلف پریشان ہی نہیں
ہیں جز و خاک ہم تو غبار ضعیف سے — سر کھینچنے کا ہم کنے سامان ہی نہیں
دیکھی ہو جس نے صورت دلکش وہ ایک آن — پھر صبر اس سے ہو سکے امکان ہی نہیں
خورشید و ماہ و گل سبھی اودھر رہے ہیں دیکھ — اس چہرے کا اک آئینہ حیران ہی نہیں
یکساں ہی تیرے آگے جو دل اور آرسی — کیا خوب و زشت کی تجھے پہچان ہی نہیں
سجدہ اس آستان کا نہ جسکے ہوا نصیب — وہ اپنے اعتقاد میں انسان ہی نہیں

کیا تجھکو بھی جنوں تھا کہ جامے میں تیرے میر
سب کچھ بچا ہی ایک گریبان ہی نہیں

ہم آپ ہی کو اپنا مقصود جانتے ہیں
اپنے سوا ہے کسکو موجود جانتے ہیں

عجز و نیاز اپنا اپنی طرف ہی سارا
اُس مشت خاک کو ہم مسجود جانتے ہیں

صورت پذیر ہم بن ہرگز نہیں وے معنے
اہل نظر ہمیں کو معبود جانتے ہیں

عشق اُنکی عقل کو ہی جو ما سوا ہمارے
نا چیز جانتے ہیں نابود جانتے ہیں

اپنی ہی سیر کرنے ہم جلوہ گر ہوئے تھے
اس رمز کو و لیکن معدود جانتے ہیں

یارب کسے ہی نامہ ہر غنچہ اس چمن کا
راہ وفا کو ہم تو مسدود جانتے ہیں

یہہ ظلم بے نہایت دشوار تر کہ خوباں
بد و ضعیوں کو اپنی محمود جانتے ہیں

کیا جانے واب صحبت از خویش رفتگاں کا
مجلس میں شیخ صاحب کچھہ کو و جانتے ہیں

مر کر بھی ہاتھہ آوے تو میر مفت ہی وہ
جی کے زیان کو بھی ہم سود جانتے ہیں

تلوار غرق خوں ہی آنکھیں گلا بیاں ہیں
دیکھیں تو تیری کبتک یے بدشرابیاں ہیں

جب لے نقاب منہہ پر تب دید کر کہ کیا کیا
در پردہ شوخیاں ہیں پھر بے حجابیاں ہیں

چاہے ہی آج ہوں میں ہفت آسمان کے اوپر
دلکے مزاج میں بھی کتنی شتابیاں ہیں

جی بکھرے دل قفسے ہی سر بھی گرا پڑے ہی
خانہ خراب منجہہ بن کیا خرابیاں ہیں

مہمان میرمت ہو خوان فلک پہ ہرگز
خالی یے مہر و مہ کی دونوں رکابیاں ہیں

سن گوش دل سے اپنو سمجھہ بے خبر کہیں
مذکور ہو چکا ہی مرا حال ہر کہیں

اب فایدہ سراغ سے بلبل کے باغباں
اطراف باغ ہونگے پڑے مشت پر کہیں

عاشق ترے ہوئے تو ستم کچھہ نہو گیا
مرنا پڑا ہی ہم کو خدا سے تو ڈر کہیں

قطعہ

کچھہ کچھہ کہو نگا روز یہہ کہتا تھا دلمیں میں
آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہیں

سو کال لا مجھے وہ بیابان کی سمت کو
جاتا تھا اضطراب زدہ سا اُدھر کہیں

لگ چل کے ہیں برنگ صبا یہہ اُسے کہا
کاہی خانماں خراب ترا بھی ہی گھر کہیں

آشفتہ جا بجا جو پھرے ہی تو دشت میں
جا گہہ نہیں ہی شہر میں تجکو مگر کہیں

خوں بستہ اپنی کھول مژہ پوچھتا بھی گر
رکھہ تک تو اپنے حال کو مد نظر کہیں

آسودگی سے جنس کو کرتا ہی کون سوخت
جانے ہی نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہیں

موتی سے تیرے اشک ہیں غلطاں کسو طرف
یاقوت کے سے ٹکڑے ہیں لخت جگر کہیں

تا کی یہہ دشت گردی و کتباک یہہ خستگی
اِس زندگی سے کچھہ تجھے حاصل بھی مر کہیں

کہنے لگا وہ ہو کے پر آشفتہ یکبیک
مسکن کرے ہی دہر میں مجھسا بشر کہیں

آوارہ گو نکا ننگ ہی سنّا نصیحتیں
مت کہیو ایسی بات تو بازدگر کہیں

تعیین جا کو بھول گیا ہوں یہہ یہہ ہی یاد
کہتا تھا ایک روز یہہ اہل نظر کہیں

تجھے اگر چہ نقش ترا تو بھی دل اٹھا
کرنا ہی جاے باش کوئی رہگذر کہیں

کتنے ہی آئے لیک سر پر خیال پر
ایسے گئے کہ کچھہ نہیں اُنکا اثر کہیں

اب کچھہ ہمارے حال پہ تم کو نظر نہیں
یعنے تمھاری ہمسے وے آنکھیں نہیں رہیں

اِس بزم کے چراغ بجھے تھے جو یار میر
اُنکے فروغ باغ ہیں گل ہو کہیں کہیں

پلکوں سے تری شایق ہم سر جو پٹکتے ہیں
ہر دم جگروں میں کچھہ کانٹے سے کھٹکتے ہیں

ہیں پھار گریباں کو درویش ہوا آخر
وے ہاتھہ سے دامن کو اب تک بھی جھٹکتے ہیں

یاد آوے ہی جب شبکو وہ چہرۂ مہتابی
آنسو مری پلکوں سے تارے سے چھٹکتے ہیں

کی راہبری میری صحرائے محبت میں
یاں حضرت خضر آپہی مدت سے بھٹکتے ہیں

جاتے نہ کوئی دیکھا اُس تیغ کے منہہ اوپر
واں میان سے وہ لے ہی یاں یار سٹکتے ہیں

کیا تمکو اچنبھا ہی سختی کا محبت میں — دشوار ہی ہوتا ہی دل جن کے اٹکتے ہیں

تو طرۂ جاناں سے چاہے ہی ابھی مقصد
برسوں سے پڑے ہم تو ای میر لٹکتے ہیں

سب خوبیاں ہیں شیخ مشیخت پناہ میں — پر ایک حیلہ سازی ہی اُس دستگاہ میں
مانند شمع ہمنے حضور اپنے یار کے — کار وفا تمام کیا ایک آہ میں
میں صید جو ہوا تو ندامت اُسے ہوئی — یکقطرہ خون بھی نہ گرا صیدگاہ میں
پہنچے نہیں کہیں کہ نہیں وانسے اٹھ چلے — القصہ ایک عمر سے ہم ہینگے راہ میں
نکلا تھا آستین سے کل مغبچے کا ہاتھ — بہتونکے خرقے چاک ہوئے خانقاہ میں
بخت سیہ تو دیکھ کہ ہم خاک میں ملے — سرمے کی جاے ہو تری چشم سیاہ میں

بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم
اپنا یہہ حال کرکے اٹھے یک نگاہ میں

کیا جو عرض کہ دل سا شکار لایا ہوں — کہا کہ ایسے تو میں مفت مار لایا ہوں
کہے تو نخل صنوبر ہوں اس چمن میں میں — کہ سر سے پاؤں تلک دل ہی بار لایا ہوں
جہاں میں گریہ نہ پہنچا بہم مجھے دلخواہ — یہہ نوح کے سے تو طوفان ہزار لایا ہوں
نہ تنگ کر اسے ای فکر روزگار کہ میں — دل اسّے دم کے لئے مستعار لایا ہوں
پھر اختیار ہی آگے ترا یہہ ہی مجبور — کہ دلکو تجھہ تئیں بے اختیار لایا ہوں
یہہ جی جو میرے گلے کا ہی ہار تو ہی لے — ترے گلے کے لئے میں یہہ ہار لایا ہوں

چلا نہ اٹھکے وہیں چپکے چپکے پھر تو میر
ابھی تو اسکی گلی سے پکار لایا ہوں

جفائیں دیکھ لیاں بیوفائیاں دیکھیں — بھلا ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں
تری گلی سے سدا ای کشندۂ عالم — ہزاروں آتی ہوئی چارپائیاں دیکھیں

گیا نظر سے جو وہ گرم طفل آتش باز ہم اپنے چہروں پہ اُڑتی ہوائیاں دیکھیں
ترے وصال کے ہم شوق میں ہو آوارہ عزیز و دوست سبھوں کی جدائیاں دیکھیں
ہمیشہ ماہل آئینہ ہی تجھے پایا جو دیکھیں ہم نے یہی خود نمائیاں دیکھیں
شہانکی کحل جواہر تھی خاکپا جنکی اُنھیں کی آنکھوں میں پھرتے سلائیاں دیکھیں

جنسی نہ اپنی تو اُس جنگجو سے ہرگز میر
لڑائیں جب سے ہم آنکھیں لڑائیاں دیکھیں

خوش قدان جب سوار ہوتے ہیں سرو و قمری شکار ہوتے ہیں
تیرے بالوں کے وصف میں میرے شعر سب پیچدار ہوتے ہیں
آؤ یاد بتاں پہ پھول نچاؤ یہ تماشا شعار ہوتے ہیں
دیکھ لیو گے غیر کو تجھ پاس صحبتوں میں بھی یار ہوتے ہیں
صدقے ہو لیویں ایکدم تیرے پھر تو تجھ پر نثار ہوتے ہیں
ہفت اقلیم ہر گلی ہی کہیں دلی سے بھی دیار ہوتے ہیں
رفتہ رفتہ یہ طفل خوش ظاہر فتنۂ روزگار ہوتے ہیں

اسکے نزدیک کچھ نہیں عزت
میر جی یوں ہی خوار ہوتے ہیں

وے جو حسن و جمال رکھتے ہیں سارے تیرا خیال رکھتے ہیں
شب جو وہ مہ کبھو رہے ہی یاں مدتوں یار سال رکھتے ہیں
اِن لبوں کا جواب وہ ہی لعل ہم تجھی سے سوال رکھتے ہیں
گل ترے روزگار خوبی میں منہ طمانچوں سے لال رکھتے ہیں
دہن تنگ کے ترے مشتاق آرزوئے محال رکھتے ہیں
اہل دل چشم سب تری جانب آئینے کی مثال رکھتے ہیں

خاک آدم ہی ہی تمام زمیں پاؤں کو ہم سنبھال رکھتے ہیں
یہہ جو سر کھینچے تو قیامت ہی دل کو ہم پائمال رکھتے ہیں
گفتگو ناقصوں سے ہی ورنہ
میر جی بھی کمال رکھتے ہیں

صبر و طاقت کو کُڑھوں یا خوش دلی کا غم کروں اس میں حیراں ہوں بہت کس کس کا میں ماتم کروں
موسم حیرت ہی دل بھر کر تو رو نا مل چکا اتنے بھی آنسو بہم پہنچیں کہ مژگاں نم کروں
ہوں سیہ مست سر زلف صنم معذور رکھ شیخ اگر کعبے میں آوے گفتگو درہم کروں
ریزۂ الماس یا مشت نمک ہی کیا برا جو میں اپنے ایسے زخم سینہ کو مرہم کروں
گرچہ کس گنتی میں ہوں پر اینکدم مجھ تک تو آ یا اِدھر ہوں یا اُدھر کب تک شمار دم کروں
بس بہت رہوا ہوا میں اب نہیں مقدور کچھ وہ طرح دیوندگوں ہوں جس میں ربط تجھ سے کم کروں
گو دہواں آنے لگا دل سے مرے پر پیچ و تاب
میرا اس پر قطع ربط زلف خم در خم کروں

کیا میں نے رو کر فشار گریباں رگ ابر تھا تار تار گریباں
نہیں دست چالاک ناخن نہ لاگے کہ سینہ ہی قرب وجوار گریباں
نشاں اشک خونیں کے اُڑتے چلے ہیں خزاں ہو چلی ہی بہار گریباں
جنوں تیری منت ہی مجھ پر کہ تو نے نہ رکھا مرے سر پہ بار گریباں
زیارت کروں دل سے خستہ جگر کی کہاں ہو گی یارب مزار گریباں
کہیں جائے یہہ دور دامن بھی جلدی کہ آخر ہوا روزگار گریباں
پھروں میر عریاں نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خار خار گریباں

بارہا وعدوں کی راتیں آئیاں طالعوں نے صبح کر دکھلائیاں

عشق میں ایذائیں سب سے پائیاں — رہ گئے آنسو تو آنکھوں آ سمائیاں

ظلِ حق ہمکو بھی وہیں چاہیئے — جوں ہماری ہوتی ہیں پرچھائیاں

اُس مژہ برہم زدہ نے بارہا — عاشقوں میں برچھیاں چلوائیاں

نونہال آگے ترے ہیں جیسی ہوں — ڈالیاں ٹوٹی ہوئیں مرجھائیاں

ایک بھی چشمک نہ اُس مہ کی سہی کی — آنکھیں تاروں نے بہت جھمکائیاں

ایک نے صورت نہ پکڑی پیشِ یار — دل میں شکلیں سیکڑوں تصویرائیاں

رویت اپنی اُس گلی میں کم نہیں — ہر جگہہ ہر بار ماریں کھائیاں

بوسہ لینے کا کیا جسدم سوال — اُن نے باتیں ہیں ہمیں بتلائیاں

روکشی کو اُسکی منہہ بھی چاہیئے — ماہ کے چہرے پہ ہیں سب چھائیاں

مضطرب ہوکر کیا سب میں سبک — دل نے آخر خفتیں دلوائیاں

چل چمن میں پھر بھی ہی کوئی روش — ناز تا کی چند بے پروائیاں

شوق قامت میں ترے اے نونہال — گل کی شاخیں لیتی ہیں انگڑائیاں

پاس مجھکو بھی نہیں ہی میرا اب
دور پہنچی ہیں مری رسوائیاں

دیکھیں تو تیری کبتک یہ کج ادائیاں ہیں — اب ہمنے بھی کسوسے آنکھیں لڑائیاں ہیں

تک سن کہ سو برس کی ناموس خامشی کو — دو چار دل کی باتیں اب منہہ پر آئیاں ہیں

ہم وے ہیں خون گرفتہ ظالم جنھوں نے تیری — ابرو کی جنبش اُوپر تلواریں کھائیاں ہیں

آئینہ ہو کے صورت معنی سے ہی لبالب — راز نہان حق میں کیا خود نمایاں ہیں

کعبے میں میرہم پر یا سر لراں ہی زاہد
یا بتکدے میں ہمنے دھونیں لگائیاں ہیں

میں کون ہوں اے ہمنفساں سوختہ جاں ہوں
ایک آگ مرے دل میں ہے جو شعلہ فشاں ہوں

لایا ہے مرا شوق مجھے پردے سے باہر
میں ورنہ وہی خلوتیِ رازِ نہاں ہوں

جلوہ ہے مجھی سے لبِ دریائے سخن پر
صد رنگ مری موج ہے میں طبعِ رواں ہوں

پنجہ ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح
میں شانہ صفت سایہ رو زلفِ بتاں ہوں

دیکھا ہے مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا
میں باعثِ آشفتگیِ طبعِ جہاں ہوں

تکلیف نکر آہ مجھے جنبشِ لب کی
میں صد سخنِ آغشتہ بخوں زیرِ زباں ہوں

ہوں زردِ غمِ تازہ نہالانِ چمن سے
اس باغ خزاں دیدہ میں میں برگِ خزاں ہوں

رکھتی ہے مجھے خواہشِ دل بسکہ پریشاں
دور اپنی سمجھتا ہوں اسوقت خدا جانے کہاں ہوں

اک وہم نہیں بیش مری ہستیِ موہوم
اس پر بھی تری خاطرِ نازک پہ گراں ہوں

خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھی مجھے میر
اسباب پڑے یوں کہ کئی روز سے یاں ہوں

اب آنکھوں میں خوں دمبدم دیکھتے ہیں
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہیں

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد
ہمیں آکے اُسکے قدم دیکھتے ہیں

گیا داغ رہتا ہے دل گہہ جگر خوں
ان آنکھوں سے کیا کیا ستم دیکھتے ہیں

اگر جان آنکھوں میں اُس بن ہے پرہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہیں

لکھیں حال کیا اُسکو حیرت سے ہم تو
گیا کاغذ و گہہ قلم دیکھتے ہیں

وفا پیشگی قیس تک تھی ہمیں کچھ
اب اُس طور کے لوگ کم دیکھتے ہیں

کہاں تک بھلا رہ گئے میر صاحب
اب آنکھوں تلے گرد اک ورم دیکھتے ہیں

بہت ہی اپنے تئیں ہم تو خوار پاتے ہیں
وہ کوئی اور ہیں جو اعتبار پاتے ہیں

تری گلی میں میں رویا تھا دل جلا یک شب
ہنوز واں سے دل داغدار پاتے ہیں

نہو دیں شیفتہ کہوں اضطراب پر عاشق کہ جی کو کھو کے دل بیقرار پاتے ہیں
گلہ عبث ہی تری آستانہ بوسی کا مسیح و خضر بھی واں کم ہی بار پاتے ہیں

قطعہ

تڑپھ ہی قیس کے دلمیں تہہ زمین اس سے غزال دشت نشان مزار پاتے ہیں
وگرنہ خاک ہوئے کتنے ہی محبت میں کسیکا بھی کہیں مشت غبار پاتے ہیں

شتابی آوے اجل میر جاوے یہہ رونا
کہ میرے شور سے تصدیع یار پاتے ہیں

عام حکم شراب کرتا ہوں محتسب کو کباب کرتا ہوں
تنک تو رہ اے بنائے ہستی تو تجھکو کیسا خراب کرتا ہوں

قطعہ

کوئی سمجھتی ہی یہہ بھرک میں عبث تشنگی پر عتاب کرتا ہوں
سر تنک آب تیغ میں ہوں غرق اب نہیں آب آب کرتا ہوں

جی میں پھرتا ہی میرو مہ میرے
جاگتا ہوں کہ خواب کرتا ہوں

ہم تو مطرب پسر کیے جاتے ہیں گور قیباں کچھ اور گاتے ہیں
خاک میں لوٹتے تھے کل تجھ بن آج تو ہو میں ہم نہاتے ہیں
اے عدم ہونے والو تم تو چلو ہم بھی اب کوئی دم کو آتے ہیں
اینک کہتا ہوں میں تو منہہ پہ رقیب تیری پشتی سے سو سناتے ہیں

دیدہ و دل شتاب گم ہوں میر
سر پہ آفت ہمیشہ لاتے ہیں۔

آتا ہی دلمیں حال بد اپنا بھلا کہوں پھر آپہی آپ سوچ کے کہتا ہوں کیا کہوں

اب

پروانہ پھر نہ شمع کی خاطر جلا کرے — گر بزم میں بہہ اپنا ترا تاجر اکہوں
مت کر خرام سر پہ اُٹھالے گا خلق کو — بیٹھا اگر گلی میں ترا نقش پا کہوں
دل اور دیدہ باعث ایذا و نور عین — کسکے تئیں برا کہوں کسکو بھلا کہوں
آوے سموم جاے صبا باغ سے سدا — گر شمہ اپنے سوز جگر کا میں جا کہوں
جاتا ہوں میر و شبت جنوں کو میں اب یہہ کہہ
مجنوں کہیں ملے تو تری بھی دعا کہوں

مرے آگے نہ شاعر نام پاویں — قیامت کو مگر عرصے میں آویں
پری سمجھے تجھے وہم و گماں سے — کہاں تک اور ہم اب دل چلاویں
مزاج اپنا غیور از بس پڑا ہی — ترے غم میں کسے خاطر میں لاویں
پھرے ہی شیخ مجلس ہی میں رقصاں — ادھر آنکلے تو ہم بھی نچاویں
نظر ای ابر اب مت آ مبادا — کہیں میری بھی آنکھیں ڈبڈباویں
قدمبوسی تلک مختار ہیں غیر — زیادہ لگ چلیں تو سر میں کھاویں

قطعہ

نہ آیا وہ تو کیا ہم نیم جاں بھی — بغیر اُسکے ملے دنیا سے جاویں
چلی ہی تو تو ای جان المناک — تک اک رہ جا کہ ہم رخصت ہو آویں
چلا مقدور سے غم میر آگے
زمیں پھٹ جاے یارب ہم سماویں

مثال سایہ محبت میں جال اپنا ہوں — تمھارے ساتھ گرفتار حال اپنا ہوں
سرشک سرخ کو جاتا ہوں جو پیے ہر دم — لہو کا پیاسا علی الاتصال اپنا ہوں
اگرچہ نشہ ہوں سب میں خم جہاں میں پاک — مرنگ می عرق انفعال اپنا ہوں
مری نمود نے مجکو کیا برابر خاک — میں نقش پا کی طرح پایمال اپنا ہوں

ہوئی ہی زندگی دشوار مشکل آسان کر — پھروں چلوں تو ہوں پر میں وبال اپنا ہوں

ترا ہی وہم کہ یہہ ناتوان ہی جامے میں — وگرنہ میں نہیں اب اک خیال اپنا ہوں

بلا ہوئی ہی مری گو کہ طبع روشن میر
ہوں آفتاب ولیکن زوال اپنا ہوں

کھو دیں ہیں نیند میری مصیبت بیانیاں — تم بھی تو ایک رات سنو یے کہانیاں

کیا آگ دیکے طور کو کی ترک سرکشی — اُس شعلے کی وہی ہیں شرارت کی باتیاں

صحبت رکھا کیا وہ سفیہ و ضلال سے — دل ہی میں خوں ہوا کیں مری نکتہ دانیاں

ہمسے تو کینے ہی کی ادائیں چلی گئیں — بے لطفیاں یہی یہی نامہربانیاں

تلوار کے تلے ہی گیا عہد انبساط — مر مر کے ہمنے کاٹی ہیں اپنی جوانیاں

گالی سوا ے مجھسے سخن مت کیا کرو — اچھی لگے ہیں مجکو تری بدزبانیاں

غیروں ہی کے سخن کی طرف گوش یار تھے — اُس حرف ناشنو نے ہماری نمانیاں

یے بیقراریاں نہ کبھو اُنے دیکھیاں — جاں کاہیاں ہماری بہت سہل جانیاں

مارا مجھے بھی سانکے غیروں میں اُنے میر
کیا خاک میں ملائیں مری جانفشانیاں

تا پھونکئے نہ خرقۂ طامات کے تئیں — حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئیں

کیفیتیں اُٹھے ہیں یے کب خانقاہ میں — بدنام کر رکھا ہی خرابات کے تئیں

دڑ پیئے خرام ناز سے خوبانکے ہمنشین — ٹھوکر سے یے اُٹھاتے ہیں آفات کے تئیں

ہم جانتے ہیں یا کہ دل آشنا زدہ — کہئے سو کسے عشق کے حالات کے تئیں

خوبی کو اسکے ساعد سیمیں کی دیکھ کر — صورت گروں نے کھینچ رکھا ہات کے تئیں

اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لئے — رکھ کان تک سنا بھی کرو بات کے تئیں

سید ہو پا چمار ہو اس جا وفا ہی شرط — کب عاشقی میں پوچھتے ہیں ذات کے تئیں

آخر کے یے سلوک ہم اب تیرے دیکھ کر کرتے ہیں یاد پہلی ملاقات کے تئیں

آنکھوں نے میر صاحب و قبلہ درم کیا
حضرت بکا کیا نہ کر و رات کے تئیں

نہ اک یعقوب رویا اس الم میں کوا اندھا ہوا یوسف کے غم میں
کہوں کبتک دم آنکھوں میں ہی میری نظر آوے ہی گا اب کوئی دم میں

دیا عاشق نے جی تو عیب کیا ہی
یہی میر اک ہنر ہوتا ہی ہم میں

چاہیے ہیں یے بتاں ہم پہ کہ بیداد کریں کسکے ہوں کسّے کہیں کس کنے فریاد کریں
ایکدم پر ہر بنا تیری سو آیا کہ نہیں وہ کچھ اس زندگی میں کر کہ تجھے یاد کریں
کعبہ ہوتا ہی دوانو نکا مری گور سے دشت مجھسے دو اور گڑیں یاں تو سب آباد کریں
ہم تو راہب نہیں ہیں واقف رسم سجدہ ہیں کدھر شیخ حرم کچھ ہمیں ارشاد کریں

ریختہ خوب ہی کہتا ہی جو انصاف کرو
چاہیئے اہل سخن میر کو استاد کریں

ہجراں کی کوفت کھینچی بیدم سے ہو چلے ہیں سر مار مار یعنے اب ہم بھی سو چلے ہیں
جوئیں رہینگی جاری گلشن میں ایک مدت سائے میں ہر شجر کے ہم زور رو چلے ہیں
لبریز اشک آنکھیں ہر بات میں رہا کیں رو رو کے کام اپنے سب ہم ڈبو چلے ہیں
پچتایئے نہ کیونکر جی اس طرحسے دے کر یہہ گوہر گرامی ہم مفت کھو چلے ہیں

قطع طریق مشکل ہی عشق کا نہایت
وے میر جانتے ہیں اس راہ جو چلے ہیں

جب درد دلکا کہنا میں دلمیں ٹھانتا ہوں کہتا ہی بن سنے ہی میں خوب جانتا ہوں
شاید نکل بھی آوے دل گم جو ہو گیا ہی اُسکی گلی میں بیٹھا میں خاک چھانتا ہوں

۱۰۱ شعر کا انتخاب میر نے کیا ہی میر نے

۱۰۲ شعر کا ہو گئے فضل علی فضل میر مانتا ہوں

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھئے کیا ہی کیا نہیں
تم تو کرو ہو صاحبی بندے میں کچھ رہا نہیں

بوئے گل اور رنگ گل دونوں ہیں دلکش اے نسیم
لیک بقدر یک نگاہ دیکھئے تو وفا نہیں

شکوہ کروں ہوں بخت کا اتنے غضب نہ ہو بتاں
مجھکو خدا نخواستہ تمسے تو کچھ گلا نہیں

نالے کیا ہی کر سنا نوحے مرے پہ عندلیب
بات میں بات عیب ہی میں نے تجھے کہا نہیں

چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزیں ہی یاں
شیشہ نہیں ہی مے نہیں ابر نہیں ہوا نہیں

ایک فقط ہی سادگی تس پہ بلائے جاں ہی تو
عشوہ کرشمہ کچھ نہیں آن نہیں ادا نہیں

آب و ہوائے ملک عشق تجربہ کی ہی میں بہت
کر کے دوائے درد دل کوئی بھی پھر جیا نہیں

ہووے زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہی دل لگا مرا
شوخ کسی ہی آن میں تجھ سے تو میں جدا نہیں

یار بتاں اٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبے میں جا کے بیٹھ میاں تیرے مگر خدا نہیں

تجھ عشق میں تو مرنے کو طیار بہت ہیں
یہ جرم ہی تو اب سے گنہگار بہت ہیں

اک زخم کو میں ریزۂ الماس سے چیرا
دل پر اجھی جراحت نو کار بہت ہیں

کچھ انکہ یاں ہیں اسکی نہیں اک بلا کہ بس
دل لے سنبھال دیکھ خبردار بہت ہیں

بیگانہ خو رقیب سے وسواس کچھ نہ کر
فرماوے تک زباں سے تو پھر یار بہت ہیں

کوشش تو کر مزہ کرے میو اشتہا و لحر اش

یوں تو قفس میں اور گرفتار بہت ہیں

خوبرو خوب کی جلن ہوتے ہیں
آرزوئے جہان ہوتے ہیں

گوشہ دیوار تک تو جا نالے
اس زمین گل کو بھی کان ہوتے ہیں

کبھو آتے ہیں آپ میں تجھ بن
گھر میں ہم میہمان ہوتے ہیں

دشت کے پھوٹے مقبروں پہ نجا ... روضے سب گلستان ہوتے ہیں
غمزۂ چشم خوشقدان زمیں ... فتنۂ آسمان ہوتے ہیں

قطعہ

کیا رہا ہی مشاعرے میں اب ... لوگ کچھ جمع آن ہوتے ہیں
میر و مرزا رفیع و خواجہ میر
کتنے اک سے جوان ہوتے ہیں

جنوں میرے کی باتیں دشت اور گلشن میں جب چلیاں ... نہ چوب گل نے دم مارا نہ چھڑیاں بید کی ہلیاں
کر بیاں شور محشر کا اڑایا دھجیاں کر کر ... فغاں پر ناز کرتا ہوں کہ بل بے تیری ہتھ بلیاں
تفاوت کچھ نہیں شیریں و شکر اور یوسف میں ... سبھی معشوق اگر پوچھے کوئی مصری کی ہیں ڈلیاں
ترے غمزے نے جور و ظلم سے آنکھیں غزالوں کی ... بیاباں میں دکھا مجنوں کو پاؤں کے تلے ملیاں
چمن کو آج مارا ہی یہاں تک رشک گلرو نے ... کہ بلبل سر پٹکتی ہی نہیں منہہ کھولتیں کلیاں
مری آہ سحر کی برچھیاں سختی کی تڑپھوں پر ... نگاہیں کر کے گر پڑتی ہی بجلی کی بھی اچپلیاں
صنم کی زلف میں کوچہ ہی سربستہ ہر اک مو پر ... نہ دیکھی ہونگی تو نے خضر یہہ ظلمات میں گلیاں
دوانا ہو گیا تو میر آخر ریختہ کہہ کہہ
نہ کہتا تھا میں ای ظالم کہ یے باتیں نہیں بھلیاں

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتار چمن ... کہ موئے قید میں دیوار مدیوار چمن
سینے پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم ... یہہ بھی تختہ کبھو ہووے گا سزاوار چمن
باغباں باغ اجارے ہی اگر دیتا تھا ... تھے زر داغ سے ہم بھی تو خریدار چمن
وے گنہگار ہمیں ہیں کہ جنھیں کہتے ہیں ... عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن
خون ٹپکے ہی پڑا نوک سے ہر یک کی ہنوز ... کس ستمدیدہ کی مژگاں ہیں تہ خار چمن
باغباں ہمسے خشونت سے نہ پیش آیا کر ... عاقبت نالہ کشاں بھی تو ہیں درکار چمن

کم نہیں ہی دل پر داغ بھی ای مرغ اسیر — گل میں کیا ہی جو ہوا ہی تو طلبگار چمن
گل پر ایسی تو پڑی اوس خزاں میں کہ نسیم — سرد ہی ہو گئی واں گرمیٔ بازار چمن
کیا جزا ٹھہرتی ہی دیکھئے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہی خوندار چمن

بزم میں جو ترا ظہور نہیں — شمع روشن کے منہہ پہ نور نہیں
کتنی باتیں بنا کے لاؤں ایک — یاد رہتی ترے حضور نہیں

قطعہ

فکر مت کر ہمارے جینے کا — تیرے نزدیک کچھہ یہہ دور نہیں
پھر جئینگے جو تجھہ سا ہی جان بخش — ایسا جینا ہمیں ضرور نہیں
عام ہی یار کی تجلی میر
خاص موسی و کوہ طور نہیں

دامن پہ تیرے گرد کا کیونکر اثر نہیں — ہم دلجلونکی خاک جہاں میں کدھر نہیں
اتنا رقیب خانہ بر انداز سے سلوک — جب آنکلتے ہیں تو سنے ہیں کہ گھر نہیں
دامان و جیب و دیدہ و مژگان و آستیں — اب کونسا رہا ہی کہ اُنمیں سے تر نہیں
ہر نقش پا ہی شوخ ترا رشک یاسمن — کم گوشۂ چمن سے ترا رہگذر نہیں
آتا ہی تیرے کوچے میں ہوتا جو میریاں
کیا جانئے کدھر کو گیا کچھہ خبر نہیں

ساقی کی باغ پر جو کچھہ کم نگاہیاں ہیں — مانند جام خالی گل سب جماہیاں ہیں
تیغ جفاے خوبان بے آب تھی کہ ہمدم — زخم بدن ہمارے تفسیدہ ماہیاں ہیں
مسجد سے میکدے پر کاش ابر روز برسے — واں روسفیدیاں ہیں یاں روسیاہیاں ہیں
جسکی نظر پڑی ہیں اُنے مجھے بھی دیکھا — جب سے وہ شوخ آنکھیں میں نے سراہیاں ہیں

غالب تو یہہ ہی زاہد رحمت سے دور ہووے — در کار وان گنہہ ہیں یاں بیگناہیاں ہیں
یہہ ناز و سر گرانی اللہ رے کہ ہر دم — نازک مزاجیاں ہیں یا کج کلاہیاں ہیں

شاہد لوں میر کسکو اہل محلہ سے میں
محضر پہ خوں کی میرے سب کی گواہیاں ہیں

تجھے بھی یار اپنا یوں تو ہم ہر بار کہتے ہیں — ولے کم ہیں بہت وے لوگ جن کو یار کہتے ہیں
جہانکے مصطبے میں مست طافح ہی نظر آئے — نہ تھا اس دور میں آیا جسے ہشیار کہتے ہیں
سمجھہ کر ذکر کر آسودگی کا مجھسے ای ناصح — وہ میں ہی ہوں کہ جسکو عاقبت بیزار کہتے ہیں
مسافر ہوے جی اسکا خرامان دیکھہ کر تجھکو — جسے میرے وطن میں کبک خوش رفتار کہتے ہیں
معاذ اللہ دخل کفر ہو اسلام میں کیوں ہی — غلط اور پوچ و نامعقول بعضے یار کہتے ہیں
علم کو کب ہی وجہ تسمیہ لازم سمجھہ دیکھو — سلیمانی میں کیا زنار ہی زنار کہتے ہیں
تری آنکھونکو آؤں دیکھنے میں تو عجب مت کر — کہ بہتر ہی عیادت اور انہیں بیمار کہتے ہیں
عجب ہوتے ہیں شاعر بھی میں اس فرقے کا عاشق ہوں — کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہہ اسرار کہتے ہیں
مزے انکے اڑا لیکن نہ یہہ سمجھیں تو بہتر ہی — کہ خوباں بھی بہت اپنے تئیں عیار کہتے ہیں

سگ کو میر میں اس شیر حق کا ہوں کہ جسکو سب
نبی کا خویش و بھائی حیدر کرار کہتے ہیں

ایک پرواز کو بھی رخصت صیاد نہیں — ورنہ یہہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہیں
شیخ عزلت تو تہ خاک بھی پہنچے گی بہم — مفت ہی سیر کہ یہہ عالم ایجاد نہیں
داد لے چھوڑوں میں صیاد سے اپنی لیکن — ضعف سے میرے تئیں طاقت فریاد نہیں
کیوں ہی معذور بھی رکھیوں تو سمجھہ دلمیں شیخ — یہہ قدح خوار مرے قابل ارشاد نہیں

کیا کہوں میر فراموش کیا انے تجھے
میں تو تقریب بھی کی پر تو اسے یاد نہیں

آجائیں ہم نظر جو کوئی دم بہت ہی یاں
مہلت ہمیں بسان شرر کم بہت ہی یاں

پک لخظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں
یعنے کہ دل کے جانے کا ماتم بہت ہی یاں

حاصل ہی کیا سوائے ترائے کے دہر میں
اُٹھ آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہی یاں

مایل بغیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہی
تھی زور یہہ کماں ولے خم چم بہت ہی یاں

ہم رہ روان راہ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہی یاں

اس بتکدے میں معنی کا کسے کریں سوال
آدم نہیں ہی صورت آدم بہت ہی یاں

عالم میں لوگ ملنے کی گو ٹن اب نہیں رہے
ہر چند ایسا ویسا تو عالم بہت ہی یاں

ویرا چمن سے سادہ نکلتا نہیں کوئی
رنگینی ایک اور خم وچم بہت ہی یاں

اعجاز عیسوی سے نہیں بحث عشق میں
تیری ہی بات جان مجسم بہت ہی یاں

میرے ہلاک کرنے کا غم ہی عبث تمھیں
تم شاد زندگانی کرو غم بہت ہی یاں

دل مت لگا رخ عرق آلودہ یار سے
آئینے کو اُٹھا کہ زمیں نم بہت ہی یاں

شاید کہ کام صبح تک اپنا کھنچے نہ میر
احوال آج شام سے درہم بہت ہی یاں

آہ وہ عاشق ستم ترک جفا کرتا نہیں
اور مطلق اب دماغ اپنا وفا کرتا نہیں

بات میں غیروں کو چپ کردوں ولیکن کیا کروں
وہ سخن نشنو تنک میرا کہا کرتا نہیں

روز بدتر جیسے بیمار اجل ہی دل کا حال
بہہ سمجھ کر ہمنشیں اب میں دوا کرتا نہیں

گو ئیا باب اجابت ہجر میں تیغا ہوا
ورنہ کس شب آپ کو میں بددعا کرتا نہیں

بیکساں عشق اُسکے آہ کسکے پاس جائیں
گور بن کوئی صلا میں لب کو وا کرتا نہیں

چھوٹتا ممکن نہیں اپنا قفس کی قید سے
مرغ سیر آہنگ کو کوئی رہا کرتا نہیں

چرخ کی بھی کج ادائی ہم ہی پر جاتی ہی پیش
ناز کو اُسکے تو یکدم بھی جدا کرتا نہیں

دیکھ اسے بے دید ہو آنکھوں نے کیا دیکھا بھلا
دل بھی بد کہتا ہی مجھ سے تو بھلا کرتا نہیں

کیا کہوں پہنچا کہاں تک میرا اپنا کارِ شوق
یہاں سے کس دن اِک نیا فاصد چلا کرتا نہیں

لیتے ہیں سانس یوں ہم جوں تار کھینچتے ہیں
اب دل گرفتگی سے آزار کھینچتے ہیں

سینہ سپر کیا تھا جنکے لئے بلا کا
وے بات بات میں اب تلوار کھینچتے ہیں

مجلس میں تیری ہمکو کب غیر خوش لگے ہی
ہم بیچ اپنے اُسکے دیوار کھینچتے ہیں

بیطاقتی نے ہمکو چاروں طرف سے کھویا
تصدیع گھر میں بیٹھے ناچار کھینچتے ہیں

منصور کی حقیقت تمنے سنی ہی ہوگی
حق جو کہے ہی اُسکو یاں دار کھینچتے ہیں

شکوہ کروں تو کتسے کیا شیخ کیا برہمن
ناز اُس بلائے جاں کے سب یار کھینچتے ہیں

ناوک سے میر اُسکی دل بستگی تھی مجھکو
پیکان جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہیں

سمجھا تنک نہ اپنے تو سود و زیان کو میں
مانا کیا خدا کی طرح ان بتاں کو میں

لاویں اُسے بھی بعد مرے میری لاش پر
پھر کہہ رکھا ہی اپنے ہر اِک مہرباں کو میں

گردش فلک کی کیا ہی جو دور قدح میں ہی
دیتا رہونگا چرخ مدام آسماں کو میں

جی جاوے تو قبول ترا غم نجا ئیو
رکھتا نہیں عزیز ہوں اس میہماں کو میں

عاشق ہی یا مریض ہی پوچھو تو میر سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جواں کو میں

کرنا لہ کشی کب تئیں اوقات گذاریں
فریاد کریں کسے کہاں جاکے پکاریں

ہر دم کا بگڑنا تو کچھ اب چھوٹتا ہی اُنسے
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنواریں

دلمیں جو کبھو جوش غم اُٹھتا ہی تو تادیر
آنکھوں سے چلی جاتی ہیں دریا کی سی دھاریں

کیا ظلم ہی اُس خونیٔ عالم کی گلی میں
جب ہم گئے دو چار نئی دیکھیں مزاریں

جس جاگہہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں
یاں ہمنے انہیں آنکھوں سے دیکھی ہیں بہاریں

کیونکر کے رہے شرم مری شہر میں جب آہ — ناموس کہاں اُتریں جو دریا پہ اُزاریں
وے ہونٹھ کہ ہی شور مسیحائی کا جنکے — دم لیویں نہ دو چار کو تا جی سے نہ ماریں
منظور ہی کب سے سر شوریدہ کا دینا — چڑھ جاے نظر کوئی تو یہہ بوجھ اُتاریں
بالیں پہ سر اِک عمر سے ہی دست طلب کا — جو ہی سو گدا کس کنے جا ہاتھ پساریں
اِن لوگوں کے تو گرد نہ پھر سب ہیں لباسی — سو گز بھی جو ہے پھاڑیں تو اک گز بھی نہ واریں

ناچار ہو رخصت جو منگا بھیجی تو بولا
میں کیا کروں جو میر جی جاتے ہیں سدھاریں

یوں ہی حیران و خفا جوں غنچۂ تصویر ہوں — عمر گذری پر نجانا میں کہ کیوں دلگیر ہوں
اتنی باتیں مت بنا مجھ شیفتے سے ناصحا — بند کے لایق نہیں میں قابل زنجیر ہوں
سرخ رہتی ہیں مری آنکھیں لہو رونے سے شیخ — می اگر ثابت ہو مجھ پر واجب التعذیر ہوں
نے فلک پر راہ مجھکو نے زمیں پر رو مجھے — ایسے کس محروم کا میں شور بے تاثیر ہوں
جو مرے حصے میں آوے تیغ جمدھر سبل و کارد — یہہ فضولی ہی کہ میں ہی کشتۂ شمشیر ہوں
کھول کر دیوان میرا دیکھ قدرت مدعی — گرچہ ہوں میں نوجوان پر شاعروں کا پیر ہوں

اِس قدر بے ننگ خبطوں کو نصیحت شیخ جی
باز آؤ ورنہ اپنے نام کو میں میر ہوں

کہے ہی کوہکن کر فکر میری خستہ حالی میں — الٰہی شکر کرتا ہوں تری درگاہ عالی میں
میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہو کر خاک سے سر زد — یکایک آ گیا اِس آسمان کی پایمالی میں
تو سچ کہہ رنگ پاں ہی یہہ کہ خون عشق بازاں ہی — سخن رکھتے ہیں کتنے شخص تیرے لب کی لالی میں
برا کہنا بھی میرا خوش نہ آیا اُسکو تو ورنہ — تسلی یہہ دل ناشاد ہوتا ایک گالی میں
مرے اُستاد کو فردوس اعلیٰ میں ملے جا گہہ — پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھکو خورد سالی میں
نگاہ چشم پر خشم بتاں پر مت نظر رکھنا — تلا ہی زہر ایدل اس شراب پر تکالی میں

شراب خون بن تر بھوں سے دل لبریز رہتا ہی بھرے ہیں سنگریزے میں نے اس میناے خالے میں

خلاف ان اور خوباں کے سدا یہہ جی میں رہتا ہی
بھی تو میرا اک خوبی ہی معشوق خیالی میں

آہ اور اشک ہی سدا ہی یہاں روز برسات کی ہوا ہی یہاں
جس جگہہ ہو زمین تفتہ سمجھہ کہ کوئی دل جلا گرا ہی یہاں
گو کدورت سے وہ ندیوے رو آرسی کی طرح صفا ہی یہاں
رند مفلس جگر میں آہ نہیں جان محزوں ہی اور کپا ہی یہاں

قطعہ

کیسے کیسے مکان ہیں ستھرے اک ازاں جملہ کربلا ہی یہاں
اِک سسکتا ہی ایک مرتا ہی ہر طرف ظلم ہو رہا ہی یہاں
صد تمنا شہید ہیں یک جا سینہ کوبی ہی تعزیا ہی یہاں
دیدنی ہی غرض یہہ صحبت شوخ روز و شب طرفہ ماجرا ہی یہاں
خانہ عاشقاں ہی جائے خوب جاے رونے کی جا بجا ہی یہاں

قطعہ

کوہ و صحرا بھی کر نہ جاے باش آج تک کوئی بھی رہا ہی یہاں
ہی خبر شرط میر سنتا ہی تجھہ سے آگے یہہ کچھہ ہوا ہی یہاں

موت مجنوں کو بھی یہیں آئی
کوہکن کل ہی مر گیا ہی یہاں

جہاں اب خار زار ہوگئی ہیں یہیں آگے بہاریں ہو گئی ہیں
جنوں میں خشک ہو رگہاے گردن گریباں کی سی تاریں ہوگئی ہیں
سنا جاتا ہی شہر عشق کے گرد مزاریں ہیں مزاریں ہو گئی ہیں

اُسی دریاے خوبی کا ہی یہہ شوق — کہ موجیں سب کناریں ہو گئی ہیں

اُنھیں گلیوں میں جب روتے تھے ہم میر
کئی دریا کی دھاریں ہو گئی ہیں

خوش نہ آئی تمھاری چال ہمیں — یوں نکرنا تھا پایمال ہمیں
حال کیا پوچھہ پوچھہ جاتے ہو — کبھو پاتے بھی ہو بحال ہمیں
وہ وہاں وہ کمر ہی ہی مقصود — اور کچھہ اب نہیں خیال ہمیں
اُس مہ چاردہ کی دوری نے — دس ہی دن میں کیا ہلال ہمیں
نظر آتے ہیں ہوتے جی کے وبال — حلقہ حلقہ تمھارے بال ہمیں
تنگی اِس جا کی نقل کیا کریئے — یاں سے واجب ہی انتقال ہمیں
صرف للہ خم کے خم کرتے — نہ کیا چرخ نے کلال ہمیں
مغبچے مال مست ہم درویش — کون کرتا ہی مستمال ہمیں
کبتک اِس تنگنا میں کھینچیے رنج — یاں سے یارب ہی تو نکال ہمیں
ترک سبزان شہر کریئے اب — بس بہت کر چکے نہال ہمیں

وجہ کیا ہی کہ میر منہہ پہ ترے
نظر آتا ہی کچھہ ملال ہمیں

نہ کیونکے شیخ توکل کو اختیار کریں — زمانہ ہووے مساعد تو روزگار کریں
گیا وہ زمزمۂ صبح فصل گل بلبل — دعا نہ پہنچی چمن تک ہم اب ہزار کریں
تمام صید سر تیر جمع ہیں لیکن — نصیب اُسکے کہ جسکو ترا شکار کریں
تسلی تو ہو دل بیقرار خوبان سے — یہہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھہ قرار کریں
ہمیں تو نزع میں شرمندہ آکے اُنے کیا — رہا ہی ایک رمق جی سو کیا نثار کریں
رہی سہی بھی گئی عمر تیرے پیچھے یار — یہہ کہہ کہ آہ ترا کب تک انتظار کریں

کریں ہیں حادثے ہر روز وار آخر تو
تنان آہ دل شب کے ہم بھی پار کریں

بہہ قتل غیر ہی کیا کام ہمنشیناں آج
جو دشمنی نکرے وہ تو اُس کو یار کریں

ہوا ہوں خاک رہ اِس واسطے کہ خوباں میر
گذار گور پہ میری بھی ایک بار کریں

بہہ غلط کہ میں پیا ہو قدح شراب تجھ بن
نہ گلے سے میرے اُترا کبھو قطرہ آب تجھ بن

یہی بستی عاشقو نکی کبھو سیر کرنے چل تو
کہ محلے کے محلے پڑے ہیں خراب تجھ بن

میں لہو پیوں ہوں غم میں عوض شراب ساقی
شب میغ ہو گئی ہی شب ماہتاب تجھ بن

گئی عمر میری ساری جیسے شمع باؤ کے بیچ
یہی رونا جانا گانا یہی اضطراب تجھ بن

سبھی آتشیں ہیں نالے سبھی زمہریری آہیں
مری جان مر رہا ہی غرض اک عذاب تجھ بن

ترے غم کا شکر نعمت کروں کیا ای منعمے میں
نہوا کہ میں نہ کھایا جگر کباب تجھ بن

نہیں جیتے جی تو ممکن ہمیں تجھ بغیر سونا
مگر آنکہ مر کے کیجئے تہ خاک خواب تجھ بن

برے حال ہو کے مرتا جو در نگ میر کرتا
یہہ بھلا ہوا ستمگر کہ موا شتاب تجھ بن

تکلیف باغ کنے کی تجھ خوش دماں کتیں
دیتا ہی آگ رنگ ترا گلستاں کتیں

تنکا بھی اب رہا نہیں شرمندگی ہی جو
گر تر کے برق پاوے مرے آشیاں کتیں

آئے عدم سے ہستی میں تب پر نہیں قرار
ہی اِن مسافروں کا ارادہ کہاں کتیں

سنتا ہے سے باغ سے کچھ اُٹھتی ہیں نسیم
مرغ چمن نے خوب متھا ہی فغاں کتیں

اک گردش ای فلک کہ ہوا ثنائے راہ سے
کنعاں کی اور راہ غلط کارواں کتیں

تو اک زبان پہ چپکی نہیں رہتی عندلیب
رکھتا ہی منہہ میں غنچۂ گل بے زباں کتیں

ہم تو ہوے تھے میر سے اُس دن ہی نا امید
جس دن سنا کہ اُنے دیتا دل بتاں کتیں

ہوے ساتھ سہتے جفا کاریاں کوئی ہم سے سیکھے وفاداریاں
ہماری تو گذری اسی طور عمر یہی نالہ کرنا یہی زاریاں
فرشتہ جہاں کام کرتا نہ تھا مری آہ نے سر چھیا ماریاں
گیا جان سے یک جہاں لیک شوخ نہ تجھ سے گئیں پر دل آزاریاں
کہاں تک یہہ تکلیف مالا یطاق ہوئی مدتوں ناز برداریاں
خط و کاکل و زلف و انداز ناز ہوئیں دام رہ صد گرفتاریاں
کیا درد و غم نے مجھے نا امید کہ مجنوں کو یہی تھیں بیماریاں
تری آشنائی سے ہی حد ہوئی بہت کی تھیں دنیا میں ہم یاریاں
نہ بھائی ہماری تو قدرت نہیں
کھنچیں میر تجھ سے ہی یہ خواریاں

دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں وقت ملنے کا مگر واں ایام نہیں
مثل عنقا مجھے تم دور سے سنو ورنہ ننگ ہستی ہوں مری جا بجز نام نہیں
خطر راہ وفا بلکہ بہت دور کھنچا عمر گذری کہ بہم نامہ و پیغام نہیں
راز پوشی محبت کتنیں چاہیے ضبط سو تو بیتابیٔ دل میں مجھے آرام نہیں
بیقراری جو کوئی دیکھے ہی سو کہتا ہی
کچھ تو ہی میر کہ اک دم تجھے آرام نہیں

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائیں اس چرخ نے کیاں ہیں ہم سے بہت ادائیں
دیکھا کہاں وہ نسخا اک روگ میں بنا جی پھر کبھی نہ پینا بہتیری کی دوائیں
اک رنگ گل ہے رہتا یاں یوں نہیں کیا ہی اس گلشن جہاں میں ہیں مختلف ہوائیں
ہی فرش عرش تک بھی قلب حزیں کا اپنے اس تنگ گھر میں ہمنے دیکھی ہیں کیا فضائیں
شب نالہ آسماں تک جی سخت کر کے پہنچا تھیں نیم کشتۂ یاس اکثر مری دعائیں

رو کش تو ہو ترا پر آئینے میں کہاں یہہ رعنائیاں ادائیں رنگینیاں صفائیں
ہی امر سہل چاہت لیکن نباہ مشکل پتھر کرے جگر کو تب تو کرے وفائیں

نازبتاں سادہ ہی اللہ اللہ ای میر
ہم خطے مت گئے پر انکے نہیں ہی صفائیں

آرزوئیں ہزار رکھتے ہیں تو بھی ہم دل کو مار رکھتے ہیں
برق کم حوصلہ ہی ہم بھی تو ولک بیقرار رکھتے ہیں
غیر ہی مورد عنایت ہی ہم بھی تو تم سے پیار رکھتے ہیں
نہ نگہہ نے پیام نے وعدہ نام کو ہم بھی یار رکھتے ہیں
ہم سے خوش زمزمہ کہاں یوں تو اب ولہجہ ہزار رکھتے ہیں
چوٹے دل کے ہیں بتاں مشہور بس یہی اعتبار رکھتے ہیں

پھر بھی کرتے ہیں میر صاحب عشق
ہیں جواں اختیار رکھتے ہیں

گذر جان سے اور ڈر کچھہ نہیں رہ عشق میں پھر خطر کچھہ نہیں
ہی اب کام دل جسپہ موقوف تو وہ نالہ کہ جس میں اثر کچھہ نہیں
ہوا مایاں اُس سرو کا دل مرا ہجز جور جسمیں ثمر کچھہ نہیں
نکر اپنے محووں کا ہر گز سراغ گئے گذرے بس اب خبر کچھہ نہیں
تری ہو چکی خشک مژگاں کبی سب لہو اب جگر میں مگر کچھہ نہیں
حیا سے نہیں پشت پا پر دو چشم مرا حال مد نظر کچھہ نہیں
کروں کیوں کے انکار عشق آہ میں یہہ رونا بھلا کیا ہی گر کچھہ نہیں

کمر اُسکی رشک رگ جاں ہی میر
غرض اُسے باریک تر کچھہ نہیں

نالۂ قید قفس سے چھوٹ اب یکدم نہیں — گوشِ گل سے لگتی تھی جاکے سو وہ موسم نہیں
ہم پہ کھینچی تیغ تو غیروں کو لگ لگنے نہ دے — وے اگر ہوویں گے اسکے درمیاں تو ہم نہیں
بت برہمن کوئی نامحرم نہیں اللہ کا
ہی حرم میں شیخ لیکن میر وہ محرم نہیں

تری ابرو و تیغ تیز تو ہمدم ہمیں ہے دونوں — ہوئے ہیں دل جگر بھی سامنے رستم ہیں ہے دونوں
نہ کچھ کاغذ میں ہی تہ نے قلم کو درد نالو نکا — لکھوں کیا عشق کے حالات نامحرم ہیں ہے دونوں
لہو آنکھوں سے بہتے وقت رکھ لیتا ہوں ہاتھوں کو — جراحت ہیں اگر وے دونوں تو مرہم ہیں ہے دونوں
کسو چشمے پہ دریا کے دیا اوپر نظر رکھئے — ہمارے دیدۂ نمدیدہ کیا کچھ کم ہیں ہے دونوں
لب جاں بخش اُسکے مارہی رکھتے ہیں عاشق کو — اگرچہ آبجو واں ہیں ولیکن سم ہیں ہے دونوں
نہیں ابرو ہی مایل جھک رہی ہی تیغ بھی ایدھر — ہمارے کشت وخوں میں متفق باہم ہیں ہے دونوں
کھلے سینے کے داغو پر ٹھہر رہتے ہیں کچھ آنسو — چمن میں مہر ورزی کے گل و شبنم ہیں ہے دونوں
کبھی دل رکنے لگتا ہی جگر گاہے تڑپتا ہی — غم ہجراں میں چھاتی کے ہماری جم ہیں ہے دونوں
خدا جانے کہ دنیا میں ملیں اُستے کہ عقبیٰ میں
مکاں تو میر صاحب شہرۂ عالم ہیں ہے دونوں

لب تر لعل ناب ہیں دونوں — پر تہ تمامی عناب ہیں دونوں
رونا آنکھوں کا روئے کب تک — پھوٹنے ہیں کے باب ہیں دونوں
تکلف نقاب وے رخسار — کیا چھپیں آفتاب ہیں دونوں
تن کے معمورے میں یہی دل و چشم — گھر تھے دو سو خراب ہیں دونوں
کچھ نہ پوچھو کہ آتش غم سے — جگر و دل کباب ہیں دونوں
سو جگہ اُسکی آنکھ میں پڑتی ہیں — جیسے مست شراب ہیں دونوں
پانوں میں وہ نشہ طلب کا نہیں — اب تو سر مست خواب ہیں دونوں

اینک سب آگ اینک سب پانی — دیدہ و دل عذاب میں دونوں
بحث کا ہیکو لعل و مرجاں سے — اسکے اب ہی جواب میں دونوں

آگے دریا تھے دیدۂ تر میر
اب جو دیکھو سراب میں دونوں

فلک نے گر کیا رخصت مجھے سیر بیابانکو — نکالا سر سے میرے جائے موخار مغیلاں کو
وہ ظالم بھی تو سمجھے کہہ رکھا ہی ہمنے یارانکو — کہ گورستان سے کاٹیں جدا ہم اہل ہجرانکو
نہیں بیہودہ مجنوں گردش گردون گردان نے — بنایا ہی شجر کیا جانئے کس مو پریشان کو
ہوئے تھے جیسے مرجاتے پر اب تو سخت حسرت ہی — کیا دشوار نادانی سے ہمنے کار آسان کو
کہیں نسل آدمی کی اٹھ نجاوے اس زمانے میں — کہ موتی آجیو ان جانتے ہیں آب انساں کو
مجھے گر چشم عبرت ہی تو آندھی اور بگولے سے — تماشا کر غبار افشانیٔ خاک عزیزاں کو
ہوائے ابر میں گرمی نہیں جو تو نہو ساقی — دم افسردہ کردے منجمد رشحات باراں کو
جلایں کب کی مژگاں آنسو ونکی گرمجوشی سے — اس آب چشم کی جوشش نے آتش دی نیستاں کو
غرور ناز سے آنکھیں نکو لیں اس جفا جو نے — ملا پاؤں تلے جبتک نہ چشم صد غزالاں کو
نہ سی چشم طمع خوان فلک پر خام دستی سے — کہ جام خون دے ہی ہر سحر یہہ اپنے مہمان کو
لئے ناواقف شادی اگر ہم بزم عشرت میں — وہاں زخم دل سمجھے جو دیکھا روے خنداں کو
نہیں ریگ رواں مجنوں کے دل کی بیقراری نے — کیا ہی مضطرب ہر ذرہ گرد بیاباں کو
کسیکے واسطے رسوائے عالم ہو پہ جی میں رکھہ — کہ مارا جائے جو ظاہر کرے اس راز پنہاں کو
گری پرتی ہی بجلی ہی تبھی سے خرمن گل پر — تک اک ہنس میرے رونے پر کہ دیکھے تیرے دندان کو
غرور ناز قاتل کو لئے جاہی کوئی پوچھے — چلا تو سونپ کر کسکے تئیں اس صید بیجاں کو
وہ تخم سوختہ تھے ہم کہ سرسبزی نکی حاصل — ملا یا خاک میں دانہ نمط حسرت سے دہقاں کو
ہوا ہوں غنچۂ پژمردہ آخر فصل کا تجھ بن — ندے بر باد حسرت کشتۂ سرد و گریباں کو

غم واندوہ و بیتابی الم بیطاقتی حرماں — کہوں ای ہمنشیں تا چند غم ہائے فراواں کو
بہت روئے جو ہم بہر آستیں رکھ منہ پہ ای بجلی — نہ چشم کم سے دیکھ اس یادگار چشم گریاں کو

مزاج اس وقت ہی اک مطلع تازہ پہ کچھ مایل
کہ بے فکر سخن بنتی نہیں ہرگز سخنداں کو

نسیم مصر کب آئی سواد شہر کنعاں کو — کہ بھر جھولی نہ یاں سے لیگئی گاہائے حرماں کو
زبان نوحہ گر ہوں میں قضا نے کیا ملایا تھا — مری طینت میں یارب سودۂ دلہائے نالاں کو
کوئی کاتا سر رکھا ہماری خاک پر بس ہی — گل گلزار کیا درکار ہی گور غریباں کو
یہہ کہا جاوں ہوا سینے میں کیا اس دلکو اب ناصح — سحر خوں بستہ تو دیکھا تھا میں نے اپنی مرگاں کو
گل وسنبل ہیں نیرنگ قضا مت سرسری گذرے — کہ یکسر زلف و رخ کیا کیا بنائے اس گلستاں کو
صدائے آہ جیسی تیر جی کے پار ہوتی ہی — کسو بیدرد نے کھینچا کسو کے دلسے پیکاں کو
کریں یاں ملک فرش رہ اُس ساعت کہ محشر میں — لہو تو وا کفن لاویں شہید ناز خوباں کو
کیا سیر اس خرابی کا بہت اب چلکے سو رہیے — کسو دیوار کے سائے میں منہہ پر لیکے داماں کو
بہائے سہل پر دیتے ہیں کس محبوب کو کف سے — قلم اس جرم پر کرنا ہی دست کافر و شاں کو

مری ہی جستجو میں گم ہوا ہی کہہ کہاں کھویا
جگر خوں گشتہ دل آزردہ میر اُس خانہ ویراں کو

قد کھینچے ہی جو وقت تو ہی طرفہ بلا تو — کہتا ہی تر اسایہ پری سے کہ ہی کیا تو
گر اپنی روش راہ چلا یار تو ای کبک — رہ جائیگا دیوار گلستاں سے لگا تو
بے گل نہیں بلبل تجھے بھی چین پہ دیکھیں — مرتے ہیں ہم ایک طرف باغمیں یا تو
خوش رو ہی بہت ای گل تر تو بھی ولیکن — انصاف ہی منہہ تیرے ہی ویسا ہی بھلا تو
کیا جانئے ای گوہر مقصد تو کہاں ہی — ہم خاک میں بھی مل گئے لیکن نہ ملا تو
اُس جینے سے اب دلکو اُٹھا بیٹھینگے ہم بھی — ہی تجھکو قسم ظلم سے مت ہاتھہ اُٹھا تو

منظر میں بدن کے بھی یہہ اک طرفہ مکاں تھا — افسوس کہ ٹک دلمیں ہمارے نرہا تو
تھے چاک گریبان گلستان میں گلون کے — نکلا ہی مگر کھولے ہوئے بند قبا تو

بیہوشی سی آتی ہی تجھے اُسکی گلی میں
گر ہو سکے ای میر تو اُس راہ نجا تو

خط لکھکے کوئی سادہ نہ اسکو ملول ہو — ہم تو ہوں بدگمان جو قاصد رسول ہو
چاہوں تو بھر کے کوئلی اٹھالوں ابھی تمھیں — کیسے ہی بھاری ہو مرے آگے تو پھول ہو
سرمہ جو نور بخشے ہی آنکھونکو خلق کی — شاید کہ راہ یار کی ہی خاک دھول ہو
جاویں نثار ہونے کو ہم کس بساط پر — اک نیم جاں رکھیں ہیں سو وہ جب قبول ہو
ہم اِن دنوں میں لگ نہیں پڑتے ہیں صبح و شام — ورنہ دعا کریں تو جو چاہیں حصول ہو
دل لیکے لونڈے دلی کے کب کا پچا گئے — اب انسے کھائی پی ہوئی شی کیا وصول ہو

ناکام اِس لئے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہی ہم کو — ہاں کہو اعتماد ہی ہم کو
شوق ہی شوق ہی نہیں معلوم — اُسسے کیا دل نہاد ہی ہم کو
خط سے نکلے ہی بیوفائی حسن — اس قدر تو سواد ہی ہم کو
آہ کس ڈھب سے روئے کم کم — شوق حد سے زیادہ ہی ہم کو
شیخ و پیر مغاں کی خدمت میں — دل سے اک اعتقاد ہی ہم کو
سادگی دیکھ عشق میں اُسکی — خواہش جان شاد ہی ہم کو
گمانی سے جسّے تسّے آہ — قصد شور و فساد ہی ہم کو
دوستی اینک سے بھی تجھکو نہیں — اور سب سے عناد ہی ہم کو

نامرادانہ زیست کرتا تھا

میر کا طور یاد ہی ہم کو

مبادا کینے پہ اُس بت کی طبع آئی ہو
پھر ایک بس ہی وہی لوا دھر خدائی ہو

مدد نہ اتنی بھی کی سخت ناموافق نے
کہ مدعی سے اُسے ایکدن لڑائی ہو

ہنوز طفل ہی وہ ظلم پیشہ کہا جانے
لگاوے تیغ سا لیتے سے جو لگائی ہو

لبوں سے تیرے تھا آگے ہی لعل سرخ و زرد
قسم ہی میں نے اگر بات بھی چلائی ہو

خدا کرے کہ نصیب اپنے ہو نہ آزادی
کدھر کے ہو جے جو تے بال پر رہائی ہو

مزینکو عشق کی ذلت کے جانتا ہی وہی
کسیکی جسنے کبھو لات مکی کھائی ہو

اُس آفتاب سے تو فیض سبکو پہنچے ہی
یقین ہی کہ کچھ اپنی ہی نارسائی ہو

کبھو ہی چیں بر کبھو گالی ہی کبھو چشمک
بیان کرئیے جو ایک اُسکی بے ادائی ہو

دیار حسن میں غالب کہ حصہ جانوں نے
دوا کے واسطے بھی مہر تک نپائی ہو

ہزار مرتبہ بہتر ہی بادشاہی سے
اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

جو کوئی دم ہو تو لو ہو سا پی کے رہ جاؤں
عمو نکی دل میں بھلا کب تلک سمائی ہو

مغاں سے راہ تو ہو جاوے رفتہ رفتہ شیخ
ترا بھی قصد اگر ترک پارسائی ہو

کہیں تو ہیں کہ عبث میر نے دیا جی کو
خدا ہی جانے کہ کیا جی میں اُسکے آئی ہو

ای چرخ مت حریف اندوہ بیکساں ہو
کہا جانے منہہ سے نکلے نالے کے کیا سماں ہو

کبتک گرہ رہے گا سینے میں دلکی مانند
ای اشک شوق یکدم رخسار پر رواں ہو

ہم دور ماندگان کی منزل رساں مگر اب
یا ہو صدا جرس کی یا گرد کارواں ہو

مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اُس پر
آسودہ وہ کسو کا جو خاک آستاں ہو

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمیں پر
ای آہ صبحگاہی آشوب آسماں ہو

گر ذوق سیر ہی تو آوارہ اس چمن میں
مانند عندلیب گم کردہ آشیاں ہو

بہہ جان تو کہ ہی ایک آوارہ دست بزدل — خاک چمن کے اوپر برگ خزاں جہاں ہو
کیا ہے حباب ساں یاں آدینکہ اپنی آنکھوں — گر پیرہن میں میرے میرا تجھے گماں ہو
از خویش رفتہ ہردم رہتے ہیں ہم جو اس بن — کہتے ہیں لوگ اکثر اسوقت تم کہاں ہو
پتھر سے تو ڈالوں آئینہ کو ابھی میں — گر راوئے خوب صورت تیرا نہ درمیاں ہو
اُس تیغ زن سے کہیو قاصد ذری طرف سے — اب تک بھی نیم جاں ہوں گر قصد امتحاں ہو
ہمسایہ اُس چمن کے کتنے شکستہ پر ہیں — اتنے لئے کہ شاید اِک باد گلفشاں ہو

میر اُسکو جان کر تو بے شبہ یہ رہ پر
صحرا میں جو نمد مو بیٹھا کوئی جواں ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو — آرزو ہی کہ تم اِدھر دیکھو
عشق کیا کیا ہمیں دکھاتا ہی — آہ تم بھی تو یک نظر دیکھو
یوں عرق جلوہ گر ہی اُس منہ پر — جسطرح اوس پھول پر دیکھو
ہر خراشیں جبیں پر احت ہی — ناخن شوق کا ہنر دیکھو
تھی ہمیں آرزو لب خنداں — سو عوض اُسکے چشم تر دیکھو
رنگ رفتہ بھی دلکو کھینچے ہی — ایک شب اور یاں سحر دیکھو
دل ہوا ہی طرف محبت کا — خون کے قطرے کا جگر دیکھو
پہنچے ہیں ہم قریب مرنیکے — یعنے جاتے ہیں دور اگر دیکھو

لطف مجمع ہیں بھی ہیں ہزاروں میر
دیدنی ہوں جو سوچ کر دیکھو

آرام ہو چکا مرے جسم نزار کو — رکھے خدا جہاں میں دل بیقرار کو
پانی پہ جیسے نقشۂ لالہ پھرے بہا — دیکھا میں آنسو و نمیں دل داغدار کو
برسا تو میرے دیدۂ خونبار کے حضور — پر ابتک انفعال ہی ابر بہار کو

ہنستا ہی میں پھروں جو مرا کچھ ہوا اختیار — پر کیا کروں نہیں ذرہ بے اختیار کو

آیا جہاں نہیں دوست بھی ہوتے ہیں یکدگر — مجھ سے جو دشمنی ہی رہی میرے یار کو

سو باریوں تو غیروں سے کرتے ہو ہنسکے بات — کچھ منہ سنا رہا ہو ہماری ہی بار کو

سرگشتگی سوائے ندیکھا جہان میں کچھ — یک عمر خضر سیر کیا اس دیار کو

کس کس کی خاک ایکے ملا دی ہی خاک میں — جاتی ہی پھر نسیم اُسی رہگذار کو

ای وہ کوئی جو آج پائیے ہی شراب عیش — خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج خمار کو

خوباں کا کیا جگر جو کریں مجھکو اپنا صید — پہچانتا ہی سب کوئی تیرے شکار کو

جیتے جی فکر خوب ہی ورنہ یہہ بد بلا — رکھے گا حشر تک نہ وبالا مزار کو

گر سامنے لے گرا تو دل مضطرب تو میر
آرام ہو چکا ترے مشت غبار کو

اچھی لگے ہی تجھ بن گاگلشت باغ کسکو — صحبت رکھے گلوں سے اتنا داغ کسکو

بے سوز داغ دل پر گر جی جلے بجا ہی — اچھا لگے ہی اپنا گھر بے چراغ کسکو

صد چشم داغ واہیں دل پر مرے ہیں وہ ہوں — دکھلا رہا ہی لالہ تو اپنے داغ کسکو

گلچین عیش ہوتے ہم بھی چمن میں جا کر — آہ و فغاں سے اپنے لیکن فراغ کسکو

اُسکی بلا سے جو ہم ای میر گم بھی ہو دیں
ہمسے غریب کا ہو فکر سراغ کسکو

دن گذرتا ہی مجھے فکر ہی پھر تا کہا ہو — رات جاتی ہی اسی غم میں کہ فردا کیا ہو

سب ہیں دیدار کے مشتاق پر ایسے غافل — حشر برپا ہو کہ فتنہ اُٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگاں پر تو گذر بے وسواس — ان ستم کشتوں سے اب عرض تمنا کیا ہو

گر بہشت آوے تو آنکھوں میں مری پھیکی لگے — جسنے دیکھا ہو تجھے محو تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہی نہیں یار کے کوچے کو لئے — جاے معلوم ہو کیا جانئے اُس جا کیا ہو

ایک رونا ہی نہیں آہ غم و نالہ و درد ہجر میں زندگی کرنے کتنیں کیا کیا ہو

خاک میں لوتوں کہ لوہو میں نہاؤں میں میر
یار مستغنی ہی اُسکو مری پروا کیا ہو

ویسا کہاں ہی ہمسے جیسا کہ آگے تھا تو اوروں سے ملکے پیارے کچھ اور ہو گیا تو
چالیں تمام بیڈھب باتیں فریب ہیں سب حاصل کہ ای پسر لب اب وہ نہیں رہا تو
جاتے نہیں اٹھائے یہ شور ہر سحر کے یا اب چمن میں بلبل ہم ہی رہینگے یا تو
آ ابر ایک دو دم آپس میں رکھیں صحبت کرنیکو ہونیش آندھی رونیکو ہی بلا تو
تقریب پر بھی تو تو پہلو تہی کرے ہی دس بار عید آئی کب کب گلے ملا تو
تیرے دہن سے اُسکو نسبت ہو کچھ تو کہیے گل گو کرے ہی دعوی خاطر میں کچھ نہ لا تو
دل کیونکے راست آوے دعوائے آشنائی دریائے حسن وہ مہ کشتی بکف گدا تو
ہر فرد یاس ابھی سے دفتر ہی تجھ گلے کا ہی قہر جب کہ ہوگا حرفونسے آشنا تو
عالم ہی شوق کشتہ خلقت ہی تیری رفتہ جانوں کی آرزو تو آنکھوں کا مدعا تو
منہہ کرئے جسطرف کو سو ہی تری طرف ہی پر کچھ نہیں ہی پیدا کیدھر ہی ای خدا تو
آتی بخود نہیں ہی باد بہار اب تک دو گام تھا چمن میں ترک ناز سے چلا تو
کم میری اور آنا کم آنکھ کا ملانا کرنے سے یہ ادائیں ہی مدعا کہ جا تو
گفت و شنود اکثر میرے ترے رہے ہی ظالم معاف رکھیو میرا کہا سنا تو

کہہ سا تجھ کے موئے کو ای میر رویئے کب تک
جیسے چراغ مفلس اِک دم میں جل بجھا تو

خوبی یہی نہیں ہی کہ انداز و ناز ہو معشوق کا بھی حسن اگر دلنواز ہو
سجدے کا کیا مضایقہ محراب تیغ میں پر یہہ تو ہو کہ نقش پہ میری نماز ہو
یکدم تو ہم میں تیغ کو تو بند رکھینچ تا عشق میں ہوس میں تنک امتیاز ہو

نزدیک سوز سینے سے رکھ اپنے قلب کو — وہ دل ہی کیمیا ہی جو گرم گداز ہو
ہی فرق ہی میں خیر نکر آرزوے وصال — ماں بیتابیئے جو اُسے توشکوہ دراز ہو
جوں تون کے اُسکی چاہ کا پرواکیا ہی میں — ای چشم گریہ ناک نہ افشاے راز ہو
جوں چشم بسملی نہ مندی آوے گی نظر — جو آنکھ میری خونی کے چہرے پہ باز ہو

ہمسے تو غیر عجز کہو کچھ بنا نہ میر
خوشحال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ مرا اگر سبب شور و شر نہو — پھر مر بھی جایئے تو کسو کو خبر نہو
دل پر ہوا سو آہ کے صدمے سے ہو چکا — ڈرتا ہوں یہہ کہ اب کہیں ٹکڑے جگر نہو
ہر چھی سی پار عرش کے گذری نہ عاقبت — آہ سحر میں میری کہاں تک اثر نہو
سمجھا ہوں تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ — مد نظر یہہ ہی کہ کسیکی نظر نہو

قطعہ

کھینچے ہی دلکو زلف سے گاہے نگہہ سے گاہ — حیران نہوے کوئی تو اُس طرز پر نہو
سو دلسے بھی نہ کام چلے اُسکے عشق میں — ایک دل نرکھوں ہوں میں تو کدھر ہو کدھر نہو

قطعہ

جس راہ ہو کے آج میں پہنچا ہوں تجھہ تلک — کافر کا بھی گذار الٰہی اُدھر نہو
یکجا ند یکھی آنکھو نسے ایسی تمام راہ — جسمیں بجاے نقش قدم چشم تر نہو
ہر یک قدم پہ لوگ ڈرانے لگے مجھے — ہاں یاں کسی شہید محبت کا سر نہو
چاہیو سنبھال کے سب پیے شہیدان عشق میں — تیرا گذار تا کہ کسی نعش پر نہو
دامن کشاں ہی جاکہ طپش پر طپش ہی دل — زنہار کوئی صدمے سے زیر و زبر نہو
مضطر ہو اختیار کی وہ شکل دل نبیں میں — اُس راہ ہو کے جاؤں یہہ صورت جدھر نہو
لیکن عبث نگاہ جہاں کیجئے اُس طرف — امکان کیا کہ خون مری تا کمر نہو

حیران ہوں میں کہ ایسی یہہ مے ہدی کونسی — مجھسے خراب حال کو جنکی خبر نہو
آتا ہی یہہ قیاس میں اب تجھکو دیکھکر — ظالم جفا شعار ترا رہگذر نہو

اُٹھہ جائے رسم نالہ و آہ وفغان سب
اِس تیرہ روزگار میں تو میر اگر نہو

ہمسے تو تم کو ضد سی ہری ہی خواہ مخواہ رُلاتے ہو — آنکھہ اُٹھا کر جب دیکھے ہیں اوروں میں ہنستے جاتے ہو
جب ملنے کا سوال کروں ہوں زلف ورخ دکھلاتے ہو — برسوں مجھکو یوں ہی گذری صبح و شام بتاتے ہو
مکھڑی پر ہیں میں منہہ پر زلفیں آنکھہ نہیں کھل سکتی ہی — کیونکے چھپے میخوارئ شب جب ایسے رات کے ماتے ہو
سرو تہ و بالا ہوتا ہی درہم برہم شاخ گل — ناز سے قد کش ہوکے چمن میں ایک بلا تم لاتے ہو
صبح سے یاں پھر جان ودل پر روز قیامت رہتی ہی — رات کبھو آرہتے ہو تو یہہ دن ہمکو دکھلاتے ہو
جنے تمکو ندیکھا ہووے اُسے آنکھیں مارو تم — ایک نگاہ مفتیں کر تم شوسو فتنے اُٹھاتے ہو
چشم تو ہی اک دید کی جا پر کب تکلیف کے لایق ہی — دل جو ہی دل چسپ مکاں تم اس میں کبکب آتے ہو
راحت پہنچی تک تمسے تو رنج اٹھایا برسوں تک — سر سہلاتے ہو جو کبھو تو پیر بھی کھا جاتے ہو

ہوکے گدائے کوئے محبت دور سدا یہہ نالی ہی
ابتو میر جی را تو نکو تم ہر در پر چلاتے ہو

وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو — اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
کام لے یار سے جو جذب رسا رکھتا ہو — یا کوئی آئینہ ساں دست دعا رکھتا ہو
عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہی نشکیب — کر ئے تدبیر جو یہہ درد دوا رکھتا ہو
میں نے آئینہ صفت ورنہ کیا بند غرض — اسکی [illegible] جو آنکھوں میں حیا رکھتا ہو
ہاے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر — درد [illegible] نا چار چھپا رکھتا ہو
اُسے تشبیہ تو دیتے ہیں یہہ ناشاعر لیک — شیب کچھہ اُس ذقن آگے جو مزا رکھتا ہو
آوے ہی پہلے قدم سر ہی کا جانا درپیش — دیکھتا ہو جو رہ عشق میں پا رکھتا ہو

ایسے تو حال کے کہنے سے بھلی خاموشی — کہئے اُسے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
کیا کرے وصل سے مایوس دل آزردہ جو — زخم ہی یار کا چھاتی سے لگا رکھتا ہو

قطعہ

کب تلک اسکے اسیران بلاخانہ خراب — ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو
ایکدم کھول کے زلفوں کی کمندونکے تئیں — مدتوں تک دل عاشق کو لگا رکھتا ہو
گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہی جو ادا رکھتا ہو

مت پوچھو کچھ اپنی باتیں کہئے تو تمکو ندامت ہو — قد قامت یہہ کچھ ہی تمھارا لیکن قہر قیامت ہو
ربط اخلاص ای دیدہ و دل بھی دنیا میں ایک سے ہوتا ہی — لگ پڑتے ہو جسّے تسّے تم بھی کوئی ملامت ہو
آج سحر ہوتے ہی کچھ خورشید ترے منہہ آن چڑھا — روک سکے ہی کون اسے سر جسکے ایسی شامت ہو
چاہ کا دعوی سب کرتے ہیں مانئے کیوں کر بے آثار — اشککی سرخی زردی منہہ کی عشقکی کچھ تو علامت ہو
سرو گل اچھے ہیں دونوں رونق ہیں گلزار کی لیک — چاہئے رو اسکا سا رو ہو قامت ویسا قامت ہو
مل بیٹھے اس نائی کے سے کوئی گھڑی جو زاہد تو — جتنے بال ہیں سارے سر میں ویسی ہی اسکی حجامت ہو
ہو جو ارادہ یاں رہنے کا رہ سکئے تو رہئے آپ — ہم تو چلے جاتے ہیں ہر دم کسکو قصد اقامت ہو
کس مدت سے دوری میں تیری خاک رہ سے برابر ہوں — کرئے رنجہ قدم تک مجھ تک جو کچھ پاس قدامت ہو
منہہ پر اسکی تیغ ستم کے سیدھا جانا ٹھہرا ہی — جینا پھر کجدار و مریز اس طور میں ہو تک یا مت ہو
شور و شغب کر راتونکے ہمسائے تمھارے کیا رو ویں
ایسے فتنے کتنے اٹھینگے میر جی تم جو سلامت ہو

شیخ جی آؤ مصلی گرو جام کرو — جنس تقوی کتئیں صرف می جام کرو
فرش مستاں کرو سجادۂ بے تہ کتئیں — می کی تعظیم کرو شیشے کا اکرام کرو
دامن پاک کو آلودہ رکھو بادے سے — آپ کو مغبچوں کے قابل دشنام کرو

نیکنامی و نقاوت کو دعا جلد کہو — دین و دل پیشکش سادہ خود کام کرو
ننگ و ناموس سے اب گذر و جوانوں کی طرح — پرفشانی کرو اور ساقی سے ابرام کرو
خوب اگر جرعۂ می نوش نہیں کر سکتے — خاطر جمع می شام سے یہہ کام کرو
اٹھہ کھڑے ہو جو جھکے گردن مینائے شراب — خدمت بادہ گساراں ہی سرانجام کرو
مطرب آکر جو کرے چنگ نوازی تو تم — پیرہن مستوں کی تقلید سے انعام کرو
خنکی اتنی بھی تو لازم نہیں اس موسم میں — پاس جوش گل و دل گرمی ایام کرو
سایۂ گل میں لب جو پہ گلابی رکھو — ہاتھہ میں جام کو لو آپ کو بدنام کرو
آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد میں — اینک تو صبح گلستان میں بھی شام کرو

رات ساری تو گئی سنتے پریشاں گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون کہتا ہی نہ غیروں پہ تم امداد کرو — ہم فراموش ہو ونکو بھی کبھو یاد کرو
ہیں کہاں مجھہ سے وفا پیشہ نہ بیداد کرو — نہ کرو ایسا کہ پھر میرے تئیں یاد کرو
ایسے ہم پیشہ کہاں ہوتے ہیں ای عمر مگس — [illegible] کرو ماتم فرہاد کرو
ای اسیران تہ دام نہ تڑپھو اتنا — تا نہ بدنام کہیں چنگل صیاد کرو
گو کہ حیرانی دیدار ہی ای آہ و سرشک — کوئی روشن کرو آنکھہ میں کوئی دلشاد کرو
کیا ہوا ہی ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو — آخر کار محبت کو تنک اِک یاد کرو

اول عشق ہی میں میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہہ کو ملو نالہ و فریاد کرو

دل صاف ہو تو جلوہ گہہ یار کیوں نہو — آئینہ قابل دیدار کیوں نہو
عالم تمام اُسکا گرفتار کیوں نہو — وہ ناز پیشہ اینک ہی عیار کیوں نہو
بیتابیا نہ تو جو کرے پہلے ہی سلوک — عاشق کو فکر عاقبت کار کیوں نہو

رحمت غضب میں نسبت برق و سحاب ہی — جسکو شعور ہو تو گنہگار کیوں نہو
دشمن تو یکطرف کہ سبب رشک کا ہی یاں — در کاشکاف و رخنۂ دیوار کیوں نہو
آیات حق ہیں سارے یہہ ذرات کاینات — انکار تجھکو ہووے سو اقرار کیوں نہو
ہر دم کئی تازہ مرگ جدائی سے تنگ ہوں — ہونا جو کچھہ ہی آہ سو یکبار کیوں نہو
ہوئے سفید ہمکو کہے ہی کہ غافلاں — اب صبح ہونے آئی ہی بیدار کیوں نہو

نزدیک اپنے ہمنے تو سب کر رکھا ہی سہل
پھر میر اس میں مردن دشوار کیوں نہو

عاشق ہوئے تو گو غم بسیار کیوں نہو — ناسور چشم ہو مژہ خونبار کیوں نہو
کامل ہو اشتیاق تو اتنا نہیں ہی دور — حشر دگر پہ وعدۂ دیدار کیوں نہو
گلگشت کا بھی لطف دل خوش سے ہی نسیم — پیش انظر وگرنہ چمن زار کیوں نہو
مخصوص دل ہی کیا مرض عشق جانگداز — ای کاش اُسکو اور کچھہ آزار کیوں نہو
آوے جو کوئی آئینہ بازار دہر میں — بار متاع دل کا خریدار کیوں نہو
مقصود درد دل ہی نہ اسلام ہی نہ کفر — پھر ہو گلے میں سبحہ و زنار کیوں نہو
شاید کہ آوے پرسش احوال کو کبھو — عاشق بھلا سا ہووے تو بیمار کیوں نہو

تلوار کے تلے بھی ہیں آنکھیں تری اُدھر
تو اہل ستم کا میر سزاوار کیوں نہو

ایسا ہی ماہ گو کہ وہ سب نور کیوں نہو — ویسا ہی پھول فرض کیا حور کیوں نہو
کھویا ہمارے ہاتھہ سے آیا ہے اُسے — ایسا جو پاوے آپ کو مغرور کیوں نہو
حق بر طرف ہی منکر دیدار یار کے — جو شخص ہووے آنکھوں سے معذور کیوں نہو
گیسوئے مشکبو کو اُسے خط سے کھولنا — پھر زخم دل نگار و نگار ناسور کیوں نہو
صورت تو تیری صفحہ خاطر پہ نقش ہی — ظاہر میں اب ہزار تو مستور کیوں نہو

صافی شکست سے ہی غرض مشق تیر سے
سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیوں نہو

مجنوں جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہیں
آوارگی ہماری بھی مذکور کیوں نہو

ناوک کھینچتا ہی وہ اکثر نشے کے بیچ
زخمی جو اسکے ہاتھ کا ہو چور کیوں نہو

خالی نہیں بغل کوئی دیوان سے مرے
افسانہ عشق کا ہی یہہ مشہور کیوں نہو

مجکو تو یہہ قبول ہوا عشق میں کہ میر
پاس اسکے جب گیا تو کہا دور کیوں نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیوں نہو
کچھ ہم نے کی ہی ایسی ہی تقصیر کیوں نہو

ابرو جگر کو ہم نے بلا کا ہدف کیا
انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیوں نہو

جاتا تو ہی کہیں کو تو ای کاروان مصر
کنعان ہی طرف کو یہہ شبگیر کیوں نہو

حیراں ہیں اسقدر کہ اگر لگے جائے
پھر منہہ تراندیکھئے تصویر کیوں نہو

تو نے تو رفتہ رفتہ کیا اسکو ننگ خلق
وحشت دلا کہاں تئیں زنجیر کیوں نہو

جوں گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہی نشاں
غنچہ بھی کوئی خاطر دل گیر کیوں نہو

ہووے ہزار وحشت سے تو بھی پیارا ہی
اغیار تیرے ساتھ جو ہوں میر کیوں نہو

دیکھتا ہوں دھوپ ہی میں جانے ہی کے آثار کو
لگ گئے ہیں دور تر پھیں سایۂ دیوار کو

باب صحت ہی وگرنہ کون کہتا ہی طبیب
جلد اٹھاؤ میرے دروازے سے اس بیمار کو

وے جو مست بیخودی ہیں عیش کرتے ہیں مدام
میکدے میں دہر کے مشکل ہی تک ہشیار کو

نقش شیریں یادگار کوہکن ہی اسمیں خوب
ورنہ کیا ہی بیستوں دیکھا ہی میں کہسار کو

کس قدر الجھیں ہیں میرے تار دامن کے کہ اب
پاؤں میں گر کر نہیں چبھنے کی فرصت خار کو

ہی غبار میر اسکے رہگذر میں یک طرف
کہا ہوا دامن کشاں آتے بھی یاں تک یار کو

جو میں نہوں تو کرو ترک ناز کرنے کو
کوئی تو چاہئے جی بھی نیاز کرنے کو

نہ دیکھو غنچۂ نرگس کی اور کھلتے ہیں
جو دیکھو اُسکی مژہ نیم باز کرنے کو

نہ سوئے نیند بھرا اس تنگنا میں تا نہ موئے
کہ آہ جا نہ تھی پا کے دراز کرنے کو

جو بید ماغی یہی ہی تو بن چکی اپنی
دماغ چاہئے ہر اِک سے ساز کرنے کو

وہ گرم ناز ہو تو خلق پر ترحم کر
پکارے آپ اجل احتراز کرنے کو

جو آنسو آوین تو پی جا کہ تا رہے پردہ
بلا ہی چشم تر افشائے راز کرنے کو

سمند ناز سے تیرے بہت ہی عرصہ تنگ
تنک تو ترک کر اس ترک و تاز کرنے کو

بساں زر ہی مرا جسم زار سارا زرد
اثر تمام ہی ولکے گداز کرنے کو

ہنوز لڑکے ہو تم قدر میری کیا جانو
شعور چاہئے ہی امتیاز کرنے کو

اگرچہ گل بھی نمود اسکے رنگ کرتا ہی
ولیک چاہئے ہی منہ بھی ناز کرنے کو

زیادہ حد سے تھی تابوت میر پر کثرت
ہوا نہ وقت مساعد نماز کرنے کو

کرتے بیاں جو ہوتے خریدار ایک دو
دیکھا کریں ہیں ساتھ ترے یار یک دو

قید حیات قید کوئی سخت ہی کہ روز
مرر ہتے ہینگے اُسکے گرفتار ایک دو

کس کس پہ اسکو ہووے نظر یاں ہر ایک شب
جی دے ہیں اسکی چشم کے بیمار ایک دو

تو تو دچار ہو کے گیا کب کا یہاں ہنوز
گذرین ہیں اپنی جان سے ناچار ایک دو

ابرو ے تیغ زن کی تمھارے کیا چلے
کردے ہی جس کا لاگتے ہی وار ایک دو

تک چشم میں بھی سرمے کا نبالہ کھینچئے
اس مست کے بھی ہاتھ میں تلوار ایک دو

کیا کیا عزیز دوست ملے میر خاک میں
کچھ اِس گلی میں ہم ہی نہیں خوار ایک دو

حال دل میر کا اے اہل و فا مت پوچھو
اس ستم کشتہ پہ جو گذری جفا مت پوچھو

صبح سے اور بھی پاتا ہوں اُسے شام کو تند — کام کرتی ہی جو کچھ میری دعا مت پوچھو

استخواں توڑے مرے اُسکی گلی کے سگ نے — جس خرابی سے میں واں رات رہا مت پوچھو

ہوش و صبر و خرد و دین و حواس و دل و تاب — اُسکے ایک آنے میں کیا کیا تگیا مت پوچھو

اشتعالک کی محبت نے کہ در بست پھنکا — شہر دل کیا کہوں کس طور جلا مت پوچھو

وقت قتل آزروئے دل جو لگے پوچھنے لوگ — میں اشارت کی اُدھر اُنے کہا مت پوچھو

خواہ مارا انھیں نے میر کو خواہ آپ موا

جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

نالۂ شب نے کیا ہی جو اثر مت پوچھو — ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہی جگر مت پوچھو

پوچھنے کیا ہو مرے دل کا تم احوال کہ ہی — جیسے بیمار اجل روز بتر مت پوچھو

مرنے میں بند زباں ہونا اشارت ہی ندیم — یعنے ہی دور کا در پیش سفر مت پوچھو

کیا پھرے وہ وطن آوارہ گیا اب سو گیا — دل گم کردہ کی کچھ خیر خبر مت پوچھو

لذت زہر غم فرقت دلداراں سے — ہووے مہہ میں جنھوں کے شہد و شکر مت پوچھو

دلخراشی و جگر چاکی و سینہ کاوی — اپنے ناحق میں ہیں سب اور ہنر مت پوچھو

جوں توں کر حال دل ایکبار تو میں عرض کیا

میر صاحب جی بس اب بار دگر مت پوچھو

اسکی طرز نگاہ مت پوچھو — جی ہی جانے ہی آہ مت پوچھو

کہیں پہنچو گے بے رہی میں بھی — گمرہاں یوں یہہ راہ مت پوچھو

تو گرفتار دام زلف اسکا — ہی سبھی روسیاہ مت پوچھو

ہینگی برگشتہ وے صف مژگاں — پھر گئی ہی سپاہ مت پوچھو

قطعہ

تھا کرم پر اسیکے شرب مدام — میرے اعمال آہ مت پوچھو

تم بھی اے مالکان روز جزا بخش دو اب گناہ مت پوچھو
میر عاشق کو کچھ کہے ہی بنے
خواہ وہ پوچھو خواہ مت پوچھو

محرما بیدمی کا میری سبب مت پوچھو ایک دم چھوڑ دو یوں ہمیں مجھے اب مت پوچھو
گریۂ شمع کا اسی ہمسفساں میں تھا حریف گذری ہی رات کی صحبت بھی عجب مت پوچھو
سر پر شور سے میرے نکرو کوئی سوال حشر تھے داخل خدام ادب مت پوچھو
لب پہ شیون مژہ پر خون و نگہہ میں اک یاس دن گیا ہجر کا جس ڈھنگ سے شب مت پوچھو
میر صاحب نئی یہہ طرز ہوا سکی تو کہوں
موجب آزردگی کا وجہ غضب مت پوچھو

فرصت نہیں تنک بھی کہیں اضطراب کو کیا آفت آگئی مرے اس دل کی تاب کو
میری ہی چشم تر کی کرامات ہی یہہ سب پھرتا تھا ورنہ ابر تو محتاج آب کو
گذرے ہی شب خیال میں خوباں کے جاگتے آنکھیں لگا کے اُنسے میں ترسوں ہوں خواب کو
خط آگیا پر اُسکا تغافل نہ کم ہوا قاصد مرا خراب پھرے ہی جواب کو
تیور میں جب سے دیکھے ہیں ساقی خمار کے پیتا ہوں رکھہ کے آنکھوں پہ جام شراب کو
اب تو نقاب منہہ پہ لے ظالم کہ شب ہوئی شرمندہ سارے دن تو کیا آفتاب کو
کہتے تھے میر اور بھی ہوتا ہی مضطرب
سمجھاؤں کیتنک اِس دل خانہ خراب کو

کہا ہی اگر بدنامی و حالت تباہی بھی نہو عشق کیسا جسمیں اتنی روسیاہی بھی نہو
لطف کیا آزردہ ہو کر آپ سے ماننے کے بیچ تنک تری جانب سے جبتک عذرخواہی بھی نہو
چاہتا ہی جی کہ ہم تو ایک جا تنہا ملیں ناز بیجا بھی نہووے کم نگاہی بھی نہو
مجمع ترکاں ہی کوئی دیکھیو جا کر کہیں جسکا میں کشتہ ہوں اُسمیں وہ سپاہی بھی نہو

ناز برداری تری کرتے تھے ایک اُمید پر راستی ہمسے نہیں تو کج کلاہی بھی نہو
یہہ دعا کی تھی تجھے کہنے کہ بہر قتل میر
محضر خونی پہ تیری اک گواہی بھی نہو

آجرت میں نامہ کی دیتے ہیں جان تلک تو اب کار شوق اپنا پہنچا ہی یاں تلک تو
آغشتہ میرے خون سے ایکاش جا کے پہنچے کوئی پر شکستہ تک گلستاں تلک تو
واماندگی نے مارا اثنائے رہ میں ہم کو معلوم ہی پہنچتا اب کارواں تلک تو
افسانہ غم کا لب تک آیا ہی مدتو نہیں سو جائیو نہ پیارے اِس داستاں تلک تو
آوارہ خاک میری ہو کسقدر الٰہی پہنچوں غبار ہو کر میں آسماں تلک تو
ای کاش خاک ہی ہم رہتے کہ میرا اِس میں
ہوتی ہمیں رسائی اُس آستاں تلک تو

سو ظلم کے رہتے ہیں سزاوار ہمیشہ ہم بیگنہ اسکے ہیں گنہگار ہمیشہ
ایک آن گذر جاے تو کہنے میں کچھ آوے در پیش ہی یاں مردن دشوار ہمیشہ
دشمن کو نکیوں شرب مدام آوے میسر رہتی ہی اودھر ہی نگہہ یار ہمیشہ
یوسف سے کئی آن کے تیرے سر بازار بک جاتے ہیں باتوں میں خریدار ہمیشہ
ہی دامن کا چین چمن جیب ہمارا دنیا میں رہے دیدۂ خونبار ہمیشہ
جوبن ترے دیکھے مواد وزخ میں ہی یعنے رہتی ہی اسے حسرت دیدار ہمیشہ
جینا ہی تو بیطاقتی والے خودی ہی میر
مردہ ہی غرض عشق کا بیمار ہمیشہ

جگر لوہو کو ترسے ہی میں سچ کہتا ہوں دلخستہ دلیل اسکی نمایاں ہی مری آنکھیں ہیں خوں بستہ
چمن میں دلخراشں آواز آتی ہی چلی شاید پس دیوار گلشن نالہ کش ہی کوئی پر بستہ
ترے کوچے میں یکسر عاشقونکے خار مژگاں ہیں جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پانو آہستہ

مرے آگے نہیں ہنستا تو آ اک صلح کرتا ہوں — بھلا میں روؤں دو دریا تبسم کر تو یک پستہ
تعجب ہی مجھے یہہ سرو کو آزاد کہتے ہیں — سراپا دل کی صورت جسکی ہو وہ کیا ہو وارستہ
تری گلگشت کی خاطر بنا ہی باغ داغوں سے — پر طاؤس سینہ ہی تمامی دست گلدستہ

بجا ہی گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہے جو اس زمیں میں میر یک مصراع برجستہ

ہم ہیں مجروح ماجرا ہی یہہ — وہ نمک چھڑکے ہی مزا ہی یہہ
آگ تھے ابتداے عشق میں ہم — اب جو ہیں خاک انتہا ہی یہہ
بود آدم نمود شبنم ہی — ایک دو دم میں پھر ہوا ہی یہہ
شکر اُسکی جفا کا ہو نہ سکا — دل سے اپنے ہمیں گلا ہی یہہ
شور سے اپنے حشر ہی پر وہ — یوں نہیں جانتا کہ کیا ہی یہہ
بس ہوا ناز ہو چکا اغماض — ہر گھڑی ہمسے کیا ادا ہی یہہ
نعشیں اُٹھتی ہیں آج یاروں کی — آن بیٹھو تو خوشنما ہی یہہ
دیکھہ بیدم مجھے لگا کہنے — ہی تو مردا سا پر بلا ہی یہہ
میں تو چپ ہوں وہ ہونٹھہ چاٹے ہی — کیا کہوں ریجھنے کی جا ہی یہہ
ہی رے بیگانگی کبھو انے — نہ کہا یہہ کہ آشنا ہی یہہ
تیغ پر ہاتھہ دمبدم کب تک — اک لگا چک کہ مدعا ہی یہہ

میر کو کیوں نہ مغتنم جانے
اگلے لوگوں میں اک رہا ہی یہہ

دل پر خوں ہی یہاں تجکو گمان ہی شیشہ — شیخ کیوں مست ہوا ہی تو کہاں ہی شیشہ
شیشہ بازی تو تنک دیکھنے آ آنکھوں کی — ہر پلک پر مری اشکوں سے رواں ہی شیشہ
روسفیدی ہی نقاب رخ شور مستی — ریش قاضی کے سبب پنبہ دہاں ہی شیشہ

منزل مستی کو پہنچے ہی انھیں سے عالم
نشۂ مے بلد و سنگ نشاں ہی شیشہ

در میاں حلقۂ مستاں کے شب اسکی جا تھی
دور ساغر میں مگر پیر مغاں ہی شیشہ

قطعہ

جا کے پوچھا جو میں یہہ کار گہہ مینا میں
دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہی شیشہ

کہنے لاگے کہ کدھر پھرتا ہی بہکا اے مست
ہر طرح کا جو تو دیکھے ہی کہاں ہی شیشہ

دل ہی سارے تھے پہ اک وقت میں جو کر کے گذار
شکل شیشے کے بنائے ہیں کہاں ہی شیشہ

جھک گیا دیکھ کے میں میرؔ اسے مجلس میں
چشم بد دور طرحدار جواں ہی شیشہ

ہمسے کچھہ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھہ
تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کچھہ

دل جگر جاں ہے بھسمنت ہوئے سینے میں
گھر کو آتش دی محبت نے جلا کیا کچھہ

کیا کہوں تجھسے کہ کیا دیکھا ہی تجھہ میں میں نے
عشوہ و غمزہ و انداز و ادا کیا کیا کچھہ

دل گیا ہوش گیا صبر گیا جی بھی گیا
شتاں میں غم کے ترے ہمسے گیا کیا کیا کچھہ

آہ مت پوچھہ ستمگار کہ تجھسے تھی ہمیں
چشم لطف و کرم و مہر و وفا کیا کیا کچھہ

قطعہ

نام میں خستہ و آوارہ و بدنام مرے
ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کیا کچھہ

طرفہ صحبت ہی کہ سنتا نہیں تو ایک مری
واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھہ

حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست
مر گیا میں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھہ

درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق
آہ عالم سے مرے ساتھہ چلا کیا کیا کچھہ

چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ
دولت عشق سے ہم پاس بھی تھا کیا کیا کچھہ

تجھکو کیا بتّے مگر نے سے زمانے کے کہ یاں
خاک گن گن کے ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھہ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق ؛ مضطرب ہو کے اُسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر ؛ ہر سر حرف پہ وہ کہنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ ؛ پر ہو سکے تو پیارے تک دلکا آشنا رہ
کل بے تکلفی میں لطف اُس بدن کا دیکھا ؛ نکلا نہ پر قبا سے ای گل بس اب تو پارہ
عاشق غیور جی دے اور اُس طرف نہ دیکھے ؛ وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی تک کنارہ
پہنچینگے آگے دیکھیں کس درجے کو ابھی تو ؛ اُس ماہ چاردہ کا سن دس ہی یا کہ بارہ
کھینچا کرے ہی ہردم کیا تیغ نوا ہوس پر ؛ اس ناسزائے خوں کے اتنا نہ سر چڑھارہ
مستظہر محبت تھا کوہکن و گرنہ ؛ یہہ بوجھ کسے اُٹھتا ایک اور ایک گیارہ
ہر مشت خاک یاں کی چاہے ہی اک تامل ؛ ہن سوچے راہ مت چل ہر گام پر کھرا رہ
شاید کہ سر بلندی ہووے نصیب تیرے ؛ جوں گرد راہ سب کے پاؤں تلے تو لگا رہ
اُس خط سبز نے کچھ رویہ ترکی تیری ؛ کیا ایسی زندگانی جا خضر زہر کھا رہ
حد سے زیادہ واعظ یہہ کودنا اُچھلنا ؛ کاہیکو جاتے ہیں ہم ای خرس اب بندھا رہ
میں تو ہیں وہم دونوں کیا ہی خیال تجھکو ؛ جھاڑ آستین مجھسے ہاتھ آپ سے اُٹھا رہ
جیسے خیال مفلس جاتا ہی سو جگہہ تو ؛ مجھ بینوا کے بھی گھر ایک آدھ رات آرہ
دورے بہت و لیکن مطلب کو کون پہنچا ؛ آیندہ تو بھی ہمسا ہو کر شکستہ پارہ

جب ہوش میں تو آیا اُدھر ہی جاتے پایا
اِستے تو میر چندے اُس کوچے ہی میں جا رہ

اب حال اپنا اسکے ہی دلخواہ ؛ کیا پوچھتے ہو الحمد للہ
مر جاؤ کوئی پروا نہیں ہی ؛ کتنا ہی منہ وں اللہ اللہ

پیر مغاں سے بے اعتقادی — استغفر اللہ استغفر اللہ
کہتے ہیں اسکے تو منہ لگے گا — ہو یوں ہی یارب جوں ہی یہہ افواہ
حضرت سے اسکی جانا کہاں ہی — اب مر رہیگا یاں بندہ درگاہ
سب عقل کھوئے ہی راہ محبت — ہو خضر دلمیں کیسا ہی گمراہ
محرم ہوئے ہم دل دیکے ورنہ — کسکو کسو سے ہوتی نہیں چاہ
کیا کہا نہ سمجھیں تم نے پچائیں — اچھا رجھایا ای مہرباں آہ
گذرے ہی دیکھیں کہونکر ہماری — اس بیوفا سے نبے رسم نے راہ

قطعہ

تھی خواہش دل رکھنا حمایاں — گردن میں اسکی ہر گاہ و بیگاہ
اسپر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب — ہرگز نہ پہنچا یہہ دست کوتاہ

قطعہ

ہی ماسوا کیا جو میر کہئے — آگاہ سارے اسے ہیں آگاہ
جانے ہیں اُسکے شانیں ہیں اُسکی — کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

جو ہو شیار ہو سو آج ہو شراب زدہ — زمیں میگدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بنے یہہ کیونکے ملے تو ہی یا ہمیں سمجھیں — ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ
نگہرے ہی جسکو ملامت جہاں وہ میں ہی ہوں — اجل رسیدہ جفا دیدہ اضطراب زدہ
جدا ہو رخ سے ترے زلف میں نہ کیوں دل جاے — پناہ لیتے ہیں سائے کی آفتاب زدہ

نکا نہ اپنک بھی میر اُسکی بیت ابرو کو
اگرچہ شعر تھے سب میرے انتخاب زدہ

جز جرم عشق کوئی بھی ثابت کیا گناہ — ناحق ہماری جان لے اچھے ہو واہ واہ
اب کیسا چاک چاک ہو دل اسکے ہجر میں — گتھواں تو لخت دل سے نکلتی ہی میری آہ
شام شب وصال ہوئی یاں کہ اُس طرف — ہونے لگا طلوع ہی خورشید رو سیاہ
گذرا میں اس سلوک سے دیکھا نکر مجھے — برچھی سی لاگ جا ہی جگر میں تری نگاہ
بیتابیوں کو سونپ ندیتا کہیں مجھے — ای صبر میں نے آن کے لی ہی تری پناہ
خوں بستہ بارے رہنے لگیں ابتو یہ مژہ — آنسو کی بوند جسّے ٹپکتی تھی گاہ گاہ

ناحق اُلجھ پڑا ہی یہہ مجھسے طریق عشق
جاتا تھا میر میں تو چلا اپنی راہ راہ

کیا موافق ہو دوا عشق کے بیمار کے ساتھہ — جی ہی جاتے نظر آئے ہیں اِس آزار کے ساتھہ
رات مجلس میں تری ہم بھی کھڑے تھے چپکے — جیسی تصویر لگاوے کوئی دیوار کے ساتھہ
مر لئے پر بھی کھلی رہگئیں آنکھیں اپنی — کون اِس طرح موا حسرت دیدار کے ساتھہ
شوق کا کام کھنچا دور کہ اب مہر مثال — چشم مشتاق لگی جاے ہی طومار کے ساتھہ
راہ اس شوخ کی عاشق سے نہیں رک سکتی — جان جاتی ہی چلی خوبیٔ رفتار کے ساتھہ
وے دن اب سالتے ہیں راتوں کو برسوں گذرے — جن دنوں دیر رہا کرتے تھے ہم یار کے ساتھہ
ذکر گل کیا ہی صبا اب کہ خزاں میں ہم نے — دلکو ناچار لگایا ہی خس و خار کے ساتھہ
کسکو ہر دم ہی لہو رونے کا ہجراں میں دماغ — دل کو اِک ربط سا ہی دیدۂ خونبار کے ساتھہ
میری اُس شوخ سے صحبت ہی بعینہ ویسی — جیسے بن جاے کسو سادے کو عیار کے ساتھہ
دیکھئے کسکو شہادت سے سرافراز کریں — لاگ تو سبکو ہی اُس شوخ کی تلوار کے ساتھہ

بیکلی اسکی نہ ظاہر تھی جو تو ای بلبل
دم کش میر ہوئی اِس لب و گفتار کے ساتھہ

کہتے ہیں اڑ بھی گئے جل کے پر پروانہ — کچھہ سنی سوختگاں تم خبر پروانہ

سعی اتنی یہہ ضروری ہی اٹھے بزم سے لگ
ای جگر تفتگیٔ بے اثر پروانہ

کس گنہ کا ہی پس از مرگ یہہ عذر جانسوز
پاؤں پر شمع کے پاتے ہیں سر پروانہ

آپڑا آگ میں ای شمع یہیں سے تو سمجھ
کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہو گی میر
کسطرح شام ہوئی یاں سحر پروانہ

دل کو تسکین نہیں اشک و ما دم سے بھی
اس زمانے میں گئی ہی برکت غم سے بھی

ہمنشیں کیا کہوں اس رشک مہ تاباں بن
صبح عید اپنی ہی بدتر شب ماتم سے بھی

کاش ایجان الہناک نکل جاوے تو
ابتو دیکھا نہیں جاتا یہہ ستم ہم سے بھی

آخر کار محبت میں نہ نکلا کچھہ کام
سینہ چاک و دل پژمردہ مژہ نم سے بھی

آہ ہر غیر سے تاچند کہوں جیکی بات
عشق کا راز تو کہتے نہیں محرم سے بھی

دورئی کوچے میں ای حیرت فردوس تری
کام گذرا ہی مرا گریۂ آدم سے بھی

ہمت اپنی ہی تھی یہہ میر کہ جوں مرغ خیال
اک پر افشانی میں گذرے سر عالم سے بھی

دیکھہ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہی
یہہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہی

گور کس دلجلے کی ہی یہہ فلک
شعلہ اک صبح یاں سے اٹھتا ہی

خانۂ دل سے زینہار نجا
کوئی ایسے مکاں سے اٹھتا ہی

نالہ سر کھینچتا ہی جب میرا
شور اک آسماں سے اٹھتا ہی

لڑتی ہی اسکی چشم شوخ جہاں
ایک آشوب واں سے اٹھتا ہی

سدھ لے گھر کی بھی شعلہ آواز
دود کچھہ آشیاں سے اٹھتا ہی

بیٹھنے کون دے ہی پھر اسکو
جو ترے آستاں سے اٹھتا ہی

یوں اٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اٹھتا ہی

عشق اک میر بھاری پتھر ہی
کب یہہ تجھہ ناتواں سے اٹھتا ہی

کلی کہتے ہیں اسکا سا دہن ہی — سنا کرئے کیہہ بھی اک سخن ہی
ٹپکتے درو ہیں آنسو کی جاگہہ — الہی چشم یا زخم کہن ہی
خبر لے پیر کنعاں کی کہ کچھہ آج — نپٹ آوارہ بوئے پیرہن ہی
نہیں دامن میں لالہ پیستوں کے — کوئی دل داغ خون کوہکن ہی
شہادت گاہ ہی باغ زمانہ — کہ ہر گل اس میں اک خونیں کفن ہی
کروں کیا حسرت گل کو وگرنہ — دل پر داغ بھی اپنا چمن ہی

جو وے آرام تک آوارگی میر
تو شام غربت اک صبح وطن ہی

تاب دل صرف جدائی ہو چکی — یعنے طاقت آزمائی ہو چکی
چھوٹتا کب ہی اسیر خوش زبان — جیتے جی اپنی رہائی ہو چکی
آگے ہو مسجد کے نکلی اسکی راہ — شیخ سے اب پارسائی ہو چکی
درمیاں ایسا نہیں اب آئینہ — میرے اسکے اب صفائی ہو چکی
ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے — اتنے ہی میں آشنائی ہو چکی
بیچ میں ہم ہیں نہو تو لطف کیا — رحم کر اب بیوفائی ہو چکی

آج پھر تھا بے حمیت میرواں
کل لڑائی سی لڑائی ہو چکی

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے — آئے جو ہم چمن میں ہو کر اسیر آئے
فرصت میں یکنفس کی کیا درد دل سنو گے — آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے
دلی میں ابکے آکر اُن یاروں کو نہ دیکھا — کچھہ وے گئے شتابی کچھہ ہم بھی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہی کسی پر — گل گر گئے عدم کو مکھڑے نظیر آئے
شکوہ نہیں جو اسکو پروا نہو ہماری — دروازے جسکے ہمسے کتنے فقیر آئے
عمر دراز کیونکر مختار خضر ہی یاں — ایک آدھ دن میں ہم تو جینے سے سیر آئے
نزدیک تھی قفس میں پرواز روح اپنی — کھینچے ہو کالبدن پر جب ہم صفیر آئے
یوں بیٹھے بیٹھے نا گہہ گردن لگے ہلانے — سر شیخ جی کے گویا مجلس میں پیر آئے
قامت خمیدہ اسکی جیسے کمان تھی لیکن — قربان گہہ وفا میں مانند تیر آئے

بن جی دئے نہیں ہی امکان یہاں سے جانا
بسمل گہہ جہاں میں اب ہم تو میر آئے

کب سے نظر لگی تھی دروازۂ حرم سے — پردہ اٹھا تو لڑیاں آنکھیں ہماری ہم سے
صورت گرا جاں کا کیا ہاتھ تھا کہے تو — کھینچی وہ تیغ ابرو فولاد کے قلم سے
سوزش گئی نہ دل کی رونے سے روز و شب کے — جاتا ہوں اور دریا بہتے ہیں چشم نم سے
طاعت کا وقت گذرا مستی میں آب رز کی — اب چشمداشت اسکے یاں ہی فقط کرم سے
گذرے نہ رویئے تو اوقات کیونکے گذرے — رہتا ہی مشغلہ سا بارے غم و الم سے
مشہور ہی سماجت میری کہ تیغ بن سے — پروا نہیں نہ سر اٹھا پاہر گز ترے قدم سے
بات احتیاط سے کر ضائع نکر نفس کو — بالیدگیٔ دل ہی مانند شیشہ دم سے
کیا کیا تعب اٹھائے کیا کیا عذاب دیکھے — تب دل ہوا ہی اتنا خوگر ترے ستم سے
ہستی میں ہمنے آکر آسودگی نہ دیکھی — کھاتیں نہ کاش آنکھیں خواب خوش عدم سے
اماں کر کے ہمکو پچھتاؤگے بہت تم — کمیاب ہیں جہاں میں سر دینے والے ہم سے

دل دو ہو میر صاحب اس بدمعاش کو تم
خاطر تو جمع کرلو تک قول سے قسم سے

زیبا ہو نا نہیں امکان ان ترکیب والوں سے — کہ بال دے باندھتے ہیں پیچ پگڑی کے بھی بالوں سے

تجھے لبسط جو دیتے ہیں شرار و برق و شعلے سے
تسلی کرتے ہیں ناچار شاعر اِن مثالوں سے

بلا کا شکر کر ای دل کہ اب معلوم ہوتی ہی
حقیقت عاقبت کی اُس گلی کے رہنے والوں سے

نہیں ای ہم نفس اب جی میں طاقت دوری گل کی
جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہی آخر شب کے نالوں سے

نہیں خالی اثر سے تصفیہ دل کا محبت میں
کہ آئینے کو ربط خاص ہی صاحب جمالوں سے

کہاں یہہ قامت دلکش کہاں پاکیزگی ایسی
ملے ہیں ہم بہت گلزار کے نازک نہالوں سے

ہدف اُسکا ہوئے مدت ہوئی سینے کو پر اب تک
گتھا نکلے ہی لخت دل مرا تیروں کی بھالوں سے

ہوا پیرانہ سر عاشق ہو زاہد مصحکہ سب کا
کہن سالی میں مانتا ہی کوئی بھی خورد سالوں سے

رک گاں کوئی کہتا ہی کوئی ای میر مو اسکو
کمر اس شوخکی بندھتی نہیں ان خوش خیالوں سے

گئے جی سے چھوٹے بتوں کی جفا سے
یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے

وہ اپنی ہی خوبی پہ رہتا ہی نازاں
مرو یا جیو کوئی اسکی بلا سے

کوئی ہمسے کھلتے ہیں بند اس قبا کے
بہہ عقدے کھلینگے کسو کی دعا سے

پشیمان توبہ سے ہوگا عدم میں
کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے

نہ کھلی مری خاک بھی اس گلی میں
کدورت مجھے ہی نہایت صبا سے

جگر سوئے مژگاں کھنچا چاہتے ہی کچھ
مگر دیدۂ تر نمایش لہو کے پیاسے

اگر چشم ہی تو وہی طعن حق ہی
تعصب تجھے ہی عجب ماسوا سے

طبیب سبک عقل ہرگز نہ سمجھا
ہوا درد عشق آہ دوا سے

تک ای مدعی چشم انصاف وا کر
کہ بیٹھے ہیں یے قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ نہ شکایت نہ حرف و حکایت
کہو میر جی آج کیوں ہو خفا سے

آخر ہماری خاک بھی برباد ہو گئی
اسکی ہوا میں ہم پہ تو بیداد ہو لئی

مدت ہوئی نہ خط ہی نہ پیغام ہی مگر ایک رسم تھی وفا کی سو اٹھا دی ہو گئی
دل کس قدر شگفتہ ہوا تھا کہ رات میر
آئی جو بات لب پہ سو فریاد ہو گئی

کبکوں نے تیری چال جو دیکھی تو تک گئے دل سا کنار باغ کے تجھ سے اٹک گئے
ایذا وہ وصل و ہجر نے عالم کھپا دیا ان دو ہی منزلوں میں بہت یار تھک گئے
مطلق اثر نہ اسکے دل نرم میں کیا ہر چند نالہائے حزیں عرش تک گئے
افراط گریہ سے ہوئیں آبادیاں خراب سیلاب میرے اشک کے اڑدر بھی بہک گئے
وے میگسار ظرف جنھیں خم کشی کے تھے بھر کر نگاہ تو نے جو کی وہ ہیں چھک گئے
چندای سہر چھاتی ہماری جلا کرے اب داغ کھاتے کھاتے کلیجے تو پک گئے

عشاق پر جو وے صف مژگاں پھریں تو میر
جوں اشک کتنے چو گئے کتنے ٹپک گئے

زندگی ہاتھ ہی اپنی غم کے مارے دیکھئے مو مندلیں آنکھیں ادھر سے تم نے پیارے دیکھئے
لخت دل کب تک الٰہی چشم سے ٹپکا کریں خاک میں تا چند ایسے لعل پاری دیکھئے
ہو چکا روز جزا اب ای شہیدان وفا چونکتے ہیں خون خفتہ کب تمھارے دیکھئے
راہ دور عشق میں ابتو رکھا ہم نے قدم رفتہ رفتہ پیش کیا آتا ہی ہمارے دیکھئے
سینۂ مجروح بھی قابل ہوا ہی سیر کے ایکدن تو آن کر یہہ زخم سارے دیکھئے
خنجر بیداد کو کیا دیکھئے ہو دمبدم چشم سے انصاف کی سینے ہمارے دیکھئے
اشک خون ہو بہہ گیا دو رونے ہی رونے گئے دیدہ و دل ہو گئے ہیں سب کنارے دیکھئے
شست و شو کا اسکی پانی جمع ہو کر مہ بنا اور منہ دھونے کے چھینٹوں سے ستارے دیکھئے

رہ گئے سونے کے سوتے کاروان جانا رہا
ہم تو میر اس رہ کے خوابیدہ میں مارے دیکھئے

یہہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی — نظر اِس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پائے گل بیخودی ہمکو آئی — کہ اُس نشست پیماں میں بو تھی کسو کی
یہہ سرگشتہ جستک رہا اِس چمن میں — بہ رنگ صبا جستجو تھی کسو کی
نہ ٹھہرے تک اک جان برلب رسیدہ — ہمیں مدعا گفتگو تھی کسو کی
جلایا شب اِک شعلۂ دل نے ہم کو — کہ اُس تند سرکش میں خو تھی کسو کی
نہ تھے تجھسے نازک میاناں گاشن — بہت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان اُنے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمیں کوئی فریبندہ لبھالے — آخر ہیں تری آنکھوں کے ہم دیکھنے والے
سو ظلم اٹھائے تو کبھو دور سے دیکھا — ہرگز نہوا یہہ کہ ہمیں پاس بلا لے
اس شوخکی سرتیز پلک ہیں کہ وہ کانٹا — گر جاے اگر آنکھ میں سر دل سے نکالے
عشق انکو ہی جو یار کو اپنے دم رفتن — کرتی نہیں غیرت سے خدا کے بھی حوالے
وے دن گئے جو ضبط کی طاقت تھی ہمیں بھی — اب دیدۂ خونبار نہیں جاتے سنبھالے
احوال بہت تنگ ہی ای کاش محبت — اب دست تلطف کو مرے سر سے اُٹھالے
دعوای قیامت کا مرے خوف اُسے کیا — اک لطف میں وہ مجھسے تنک رو کے منالے
کہتے ہیں حجاب رخ دلدار ہی ہستی — دیکھینگے اگر یوں ہی بھلا جان بھی جالے

میر اُسے نہاں آہ کہ کرتے ہیں مبادا
بے باک ہی وہ شوخ کہیں مار نہ ڈالے

برنگ بوئے گل اِس باغ کے ہم آشنا ہوتے — کہ ہمراہ صبا تک سیر کرتے پھر ہوا ہوتے
سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہمکو — وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بیمدعا ہوتے
فلک ای کاش ہم کو خاک ہی رکھتا کہ اِس میں ہم — غبار راہ ہوتے یا کسو کی خاک پا ہوتے

از

الٰہی کیسے ہوتے ہیں جنھیں ہے بندگی خواہش
ہمیں تو شرم دنگا ہے نہیں ہے خدا ہوتے

تو ہی کشتن ناحق سے اپنی تو پیار عشق کہا جانوں
ترے باشندگاں ہم کاش سارے بیوفا ہوتے

اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے
جو خاطر خواہ اپنی ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتے

کہیں جو کچھ ملامت گر بجا ہے میر کیا جانیں
انہیں معلوم تب ہوتا کہ ویسے سے جدا ہوتے

چمن یار تیرا ہوا خواہ ہے
گل اک دل ہے جسمیں تری چاہ ہے

سراپا میں اُسکے نظر کر کے تم
جہاں دیکھو اللہ اللہ ہے

تری آہ کسے خبر پائے
وہی بے خبر ہے جو آگاہ ہے

مرے لب پہ رکھ کان آواز سن
کہ اب تک بھی یک ناتواں آہ ہے

لذر سر سے تب عشق کہی راہ چل
کہ ہر گام یاں اک خطر گاہ ہے

کہو وادئی عشق دکھلائے
بہت خضر بھی دل میں گمراہ ہے

جہاں سے تو رخت اقامت کو باندھ
یہہ منزل نہیں بے خبر زاہ ہے

نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے
کہا میں نے کب یہہ کہ تو ماہ ہے

یہہ وہ کارواں گاہ دل کش ہے میر
کہ پھر یاں سے حسرت ہی ہمراہ ہے

دھب ہیں تیرے سے باغ میں گل کے
بو گئی کچھ دماغ میں گل کے

جلے روغن دیا کرے ہے عشق
خون بلبل چراغ میں گل کے

دل تسلی نہیں صبا ورنہ
جاوہ سب ہینگے داغ میں گل کے

اس حدیقے کے عیش پر مت جا
مے نہیں ہے ایاغ میں گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزاں بھی سراغ میں گل کے

عشق میں تیرے خوف و خطر چاہیئے جان کے دینے کو جگر چاہیئے
قابل آغوش ستمدیدگاں اشک سا پاکیزہ گہر چاہیئے
حال یہہ پہنچا ہی کہ اب ضعف سے اُٹھتے پلک ایک پہر چاہیئے
کم ہی تنا سائے زرداغ دل اُسکے پرکھنے کو نظر چاہیئے
عشق کے آثار ہیں اے بوالہوس داغ بدل وضع بسر چاہیئے
شرط سلیقہ ہی ہر ایک امر میں عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے

خوف قیامت کا یہی ہی کہ میر
ہمکو جیا بار دگر چاہیئے

ہستی اپنی حباب کی سی ہی یہہ نمایش سراب کی سی ہی
نازکی اُسکے لب کی کیا کہیئے پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہی
چشم دل کھول اُس بھی عالم پر یاں کی اوقات خواب کی سی ہی
بار بار اُسکے در پہ جاتا ہوں حالت اب اضطراب کی سی ہی
نقطۂ خال سے ترا ابرو بیت ایک اِنتخاب کی سی ہی
میں جو بولا کہا کہ یہہ آواز اُسی خانہ خراب کی سی ہی
آتش غم میں دل بھنا شاید دیر سے بو کباب کی سی ہی
دیکھئے ابر کی طرح اب کے میری چشم ہر آب کی سی ہی

میر اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہی

شمع صفت جب کبھو مر جائینگے ساتھ لئے داغ جگر جائینگے
تند نہو ہم تو موئے پھرتے ہیں کیا تری اِن باتوں سے ڈر جائینگے
کھل گئے رخسار اگر یار کے شمس و قمر جی سے اتر جائینگے

خالی نچھوڑینگے ہم اپنی جگہ گر یہی روناہی تو بھر جائینگے

راہ دم تیغ پہ ہو کیوں نہ میر
جی پہ رکھینگے تو گذر جائینگے

اب جو اک حسرت جوانی ہی عمر رفتہ کی یہہ نشانی ہی
رشک یوسف ہی آہ وقت عزیز عمر اک بار کاروانی ہی
گریہ ہر وقت کا نہیں بے ہیچ دل میں کوئی غم نہانی ہی
خاک تھی موج زن جہانمیں اور ہمکو دیکھا یہہ تھا کہ پانی ہی
ہم قفس زاد قیدی ہیں ورنہ تا چمن ایک پر فشانی ہی
اُسکی شمشیر تیز سے ہمدم مر رہینگے جو زندگانی ہی
غم و رنج و الم نکو یاں سے سب تمھاری ہی مہربانی ہی

یاں ہوئے میر تم برابر خاک
واں وہی ناز و سرگرانی ہی

قیامت ہیں یہہ چشماں جانے والے گلوں میں جنگی خاطر خرقے ڈالے
وہ کالا چور ہی خال رخ یار کہ سو آنکھوں نمیں دل ہو تو چرالے
نہیں اُٹھتا دل محزوں کا ماتم خدا ہی اِس مصیبت سے نکالے
کہاں تک دور بیٹھے بیٹھے کہئے کبھو تو پاس ہمکو بھی بلالے
دلا بازی نکر اُن گیسوؤں سے نہیں آساں کھلانے سانپ کالے
طپش نے دل جگر کی مار ڈالا بغل میں دشمن اپنے ہمنے پالے
نہ مہکے بوئے گل اِی کاش یکچند ابھی زخم جگر سارے ہیں آلے
کسے قید قفس میں یاد گل کی پڑے ہیں ابتو جینے ہی کے لالے

ستایا میر غم کش کو کنھوں نے

کہ پھر اب عرش تک جاتے ہیں نالے

اب ظالم ہی اس خاطر تا غیر بھلا مانے
بس ہم نہ برا مانیں تو کون برا مانے

سرمایۂ صد آفت دیدار کی خواہش ہی
دلکی تو سمجھ لیجے لر چشم کہا مانے

مسدود ہی اے قاصد بہتر ہی رہ نامہ
کیا کیا نہ لکھیں ہم تو جو یار لکھا مانے

ٹک حال شکستہ کے سنے ہی میں سب کچھ ہی
پر وہ تو سخن رس ہی اس بات کو کیا مانے

بے طاقتی دل نے سایل بھی کیا ہمکو
پر میر فقیر ونکی یاں کون صدا مانے

ہی غزل میر یہہ شفائی کی
ہمنے بھی طبع آزمائی کی

اُسکے ایفاے عہد تک نہ جیئے
عمر نے ہمسے بیوفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اِسی تقریب اُس گلی میں رہے
منتیں ہیں شکستہ پائی کی

دل میں اُس شوخ کے نکی تاثیر
آہ نے آہ نارسائی کی

کاسۂ چشم لیکے جون نرگس
ہمنے دیدار کی گدائی کی

زور و زر کچھ نتھا تو بارے میر
کس بھروسے پر آشنائی کی

دلکی معموری کی مت کر فکر فرصت چاہئے
ایسے ویرانے کے اب بسنے کو مدت چاہئے

عشق و میخواری نہیں ہی کوئی درویشی کے بیچ
اِس طرح کے خرچ کا حاصل کو دولت چاہئے

عاقبت فرہاد ہر کر کام اپنا کر گیا
آدمی ہووے کبھی پیشے میں جرأت چاہئے

ہو طرف مجھ پہلوؤں اس شاعر کاکب عاجز سخن
سامنے ہونے کو صاحب فن کے قدرت چاہئے

عشق میں وصل و جدائی سے نہیں کچھ گفتگو
قرب و بعد اُس جا برابر ہی محبت چاہئے

ناز کی کو عشق میں کیا دخل ہی اے بوالہوس
یاں صعوبت کھینچنے کو جی میں طاقت چاہئے

تنگ مت ہو ابتدائے عاشقی میں اس قدر
خیریت ہی میر صاحب دل سلامت چاہیے

بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہی
دکھلائی دے جہاں تک میدان ہو رہا ہی

اس منزل جہانکے باشندے رفتنی ہیں
ہر یک کے ان سفر کا سامان ہو رہا ہی

اچھا لگا ہی شاید آنکھوں میں یار اپنی
آئینہ دیکھ کر کچھ حیران ہو رہا ہی

گل دیکھ کر چمن میں تجھکو کھلا ہی جا ہی
یعنے ہزار جی سے قربان ہو رہا ہی

حال زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو
سنتا نہ تھا کہ یہہ صید بیجان ہو رہا ہی

ظالم ادھر کی سُدھ لے جون شمع صبحگاہی
اینک آدھ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہی

قرباں گہہ محبت وہ جا ہی جسمیں ہر سو
دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہی

ہر شب گلی میں اُسکی روتے تو رہتے ہو تم
اِک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہی

آہ میری زبان پر آئی
یہہ بلا آسمان پر آئی

عالم جان سے تو نہیں آیا
اینک آفت جہان پر آئی

پیری آفت ہی پھر نتھا گویا
یہہ بلا جس جوان پر آئی

ہم بھی حاضر ہیں کھینچئے شمشیر
طبع گو امتحان پر آئی

آتش رنگ گل سے کیا کہیئے
برق تھی آشیان پر آئی

طاقت دل برنگ نکہت گل
پھیر اپنے مکان پر آئی

ہو جہاں میرا ور غم اُسکا
جس سے عالم کی جان پر آئی

تیری گلی سے جب ہم عزم سفر کرینگے
ہر ہر قدم کے اوپر پتھر جگر کرینگے

آزردہ خاطر تو نے کیا فایدہ سخن کا
تم حرف سر کروگے ہم گریہ سر کرینگے

عذر گناہ خوباں بدتر گہہ سے ہوگا — کرتے ہوئے تلافی بے لطف تر کرینگے
مر جاے گا ولیکن آنکھیں اُدھر ہی ہونگی — کیا تیری تیغ سے ہم قطع نظر کرینگے
اپنی خبر بھی ہمکو اب دیر پہنچتی ہی — کیا جانے یار اُسکو کبتک خبر کرینگے
گر دلکی تاب وطاقت یہہ ہی تو ہمنشیں ہم — شام غم جدائی کیونکر سحر کرینگے
یہہ ظلم بے نہایت دیکھو تو خوبرویاں — کہتے ہیں جو ستم ہی ہم تجھہ ہی پر کرینگے
اپنے بھی جی ہی آخر انصاف کر کبتک — تو یہہ ستم کریگا ہم درگذر کرینگے

صناع طرفہ ہیں ہم عالم میں رہتے کے
جو میر جی لگے گا تو سب ہنر کرینگے

آنکھیں لڑا لڑا کر کبتک لگا رکھینگے — اِس پردہی میں خوباں ہمکو ملا رکھینگے
فکر دہن میں اُسکے کچھہ بن نہ آئی آخر — اب یہہ خیال ہم بھی دلسے اُٹھا رکھینگے
مشت خاک کو میں نے بیکار کم رکھا ہی — چھاتی کے زخم میرے مدت مزار رکھینگے
سوز ان شہر اکثر در پی ہیں آبرو کے — اب زہر پاس اپنے ہم بھی منگا رکھینگے
آنکھو نمیں دلبروں کی مطلق نہیں مروت — یہہ پاس آشنائی منظور کیا رکھینگے
جیتے ہیں جب تلک ہم آنکھیں بھی لڑتیاں ہیں — دیکھیں تو جور خوباں کبتک روا رکھینگے
اب چاند بھی لگا ہی تیرے سے جلوے کرنے — شبہاے ماہ چندے تجھکو چھپا رکھینگے
مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کی مائیں — ان آفتوں سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر یک کمی ہی لیکن میں
دو چار شعر انکے ہم بھی لکھا رکھینگے

تجھہ سے دوچار ہوگا جو کوئی راہ جاتے — پھر عمر چاہیگی اُسکو بحال آتے
گر دلکی بیقراری ہوتی یہی جواب ہی — تو ہم ستمزدوں کا ہیکو جینے پاتے
وے دن گئے کہ اُٹھہ کر جاتے تھے اُس گلی میں — اب سستی چاہئے ہی بالیں سے سر اُٹھاتے

کب تھی ہمیں تمنا ای ضعف یہہ کہ تربھیں ۔ پر زیر تیغ اسکی ہم تک تو سر ہلاتے
گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائینگے تو ۔ کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئیں ملاتے
شاید کہ خون دلکا پہنچا ہی وقت آخر ۔ تھم جاتے ہیں کچھ آنسو مژگاں تو تک آتے آتے
اس سمت کو پاتشی تیری نگہہ تو ساقی ۔ حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے
جی دینا دلدہی سے بہتر تھا صد مرا تب ۔ ای کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کو تہ اور قصہ انکا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

ہو عاجز کہ جسم اسقدر زور سے ۔ نہ نکلا کبھو عہدۂ مور سے
بہت دور کوئی رہا ہی مگر ۔ کہ فریاد میں ہی جرس شور سے
مری خاک نفتہ پر ای ابرتر ۔ قسم ہی تجھے تک برس زور سے
ترے دل جلے کو رکھا جس گھڑی ہی ۔ دھواں سا اٹھا کچھ اب گور سے
نپوچھو کہ بے اعتباری سے میں ۔ ہوا اس گلی میں بتر چور سے

جو ہو میر بھی اس گلی میں صبا
بہت پوچھیو تو مری اور سے

مت ہو مغرور ایکہ تجھ میں زور ہی ۔ یاں سلیمان کے مقابل مور ہی
مر گئے پر بھی ہی صولت فقر کی ۔ چشم شیر اپنا چراغ گور ہی
جب سے کاغذ باد کا ہی شوق اسے ۔ ایک عالم اسکے اوپر ڈور ہی
رہنمائی شیخ سے مت چشم رکھ ۔ وائے وہ جس کا عصا کش کور ہی
لے ہی جاتی ہی زر گل کو اڑا ۔ صبح کی بھی باؤ بادی چور ہی
دل کھنچے جاتے ہیں سارے اسطرف ۔ کیوں کے کہئے حق ہماری اور ہی

تھا بلا ہنگام مہ آرا میر بھی

اب تلک گلیوں میں اُسکا شور ہی

بات شکوے کی ہمنے گاہ نہ کی بلکہ دی جان اور آہ نہ کی
گل و آئینہ ماہ و خور کہتے چشم اس چہرے پر سیاہ نہ کی
کہیے سو بار وہ گیا تو کہا جنے یہاں ایک دل میں راہ نہ کی
واہ اے عشق اُس ستمگر نے جاں فشانی پہ میری واہ نہ کی

جسے تھی چشم ہمکو کہا کہا میر
اِس طرف اُنے یک نگاہ نہ کی

غیر سے اب یار ہوا چاہیے منتجی ناچار ہوا چاہیے
جسکو تئیں ڈھونڈھتا ہوں وہ سب میں ہی کیسکے طلب گار ہوا چاہیے
تا کہ وہ تک آن کے پوچھے کبھو اِس لیئے بیمار ہوا چاہیے
زلف کو کی ہو کہ ہو خال و خط دل کو گرفتار ہوا چاہیے
تیغ بلند اُسکی ہوئی بوالہوس مرنے کو طیار ہوا چاہیے
مصطبۂ بیخودی ہی یہہ جہاں جلد خبردار ہوا چاہیے
مول ہی بازار کا ہستی کے یہہ دل کے خریدار ہوا چاہیے
کچھ نہیں خورشید صفت سرکشی سایۂ دیوار ہوا چاہیے
کر نہ تعلق کہ یہہ منزل نہیں آہ سبکبار ہوا چاہیے

گو سفری اب نہیں ظاہر میں میر
عاقبت کار ہوا چاہیے

یاں سرکشاں جو صاحب تاج ولوا ہوئے پامال ہو گئے تو نجانا کہ کیا ہوئے
دیکھی نہ ایک چشمک گل بھی چمن میں آہ ہم آخر بہار قفس سے رہا ہوئے
پچتاؤ گے بہت جو گئے ہم جہان سے آدم کی قدر ہوتی ہی ظاہر جدا ہوئے

اس

تجھ بن دماغ صحبت اہل چمن نہ تھا گل وا ہوے ہزار و لے ہم نہ وا ہوئے

سرو یکے میر ہمنے فراغت کی عشق میں
ذمے ہمارے بوجھ تھا بارے ادا ہوئے

اس اسیری کے نہ کوئی ای صبا پالے پڑے
اک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے

حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دلبرونکے کان میں بالے پڑے

مت نگاہ مست کو تکلیف کر ساقی زیاد
ہر طرف تو ہیں گلی کوچوں میں متوالے پڑے

کیونکے طی ہو دشت شوق آخر کو مانند سرشک
میرے پانوں میں تو پہلے ہی قدم چھالے پڑے

جوش مارا اشک خونیں نے مرے دل سے زبس
گھر میں ہمسایوں کے شب لوہو کے پرنالے پڑے

ہیں بعینہ ویسے جوں پردا کرے ہی عنکبوت
روتے روتے بسکہ میری آنکھوں میں جالے پڑے

گرم جوشی سے مرے گرے کی شب آنکھوں کی راہ
گوشۂ دامن میں میر آتش کے پرکالے پڑے

رنج کھینچے تھے داغ کھائے تھے
دل نے صدمے بڑے اٹھائے تھے

پاس ناموس عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

وہی سمجھا نہ ورنہ ہم نے تو
زخم چھاتی کے سب دکھائے تھے

اب جہاں آفتاب میں ہم ہیں
یاں کبھو سرو و گل کے سائے تھے

کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے
کس توقع پہ دل لگائے تھے

فرصت زندگی سے مت پوچھو
سانس بھی ہم نہ لینے پائے تھے

میر صاحب رلا گئے سب کو
کل وے تشریف یاں بھی لائے تھے

کرے بحر بلا مژگان تر سے
نگاہیں اٹھ گئیں طوفان سر سے

ہمیں غش آگیا تھا وہ بدن دیکھ
بڑی کلول ٹلی ہی جان پر سے

لیا دل اُس مخطط رو نے میرا اُٹھا لوں میں اُسے قرآں پر سے
کہاں ایسا آدمی عالم میں پیدا خدائی صدقے کی انساں پر سے

تفنگ اُسکی چلی آواز پر لیک
گئی ہی میر گولی کان پر سے

خوب ہی ای ابر یک شب آؤ باہم روئے پر نہ اتنا بھی کہ تو بے شہر کم کم روئے
وقت خوش دیکھا نہ اِکدم سے زیادہ دہر میں خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم روئے
شادی و غم میں جہانکی ایک سے دس کا ہی فرق عید کے دن ہنسئے تو دس دن محرم روئے
دیکھا ہی ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر ہر جگہہ پر جی میں یوں آیا دمادم روئے
ہو جدا دوس سے یعنے گلی سے یار کی مدتوں تک کیجئے غم مثل آدم روئے
اب سے یوں کرئے مقرر اُٹھئے جب کہسار سے وادیٔ مجنوں پہ بھی ای ابر اکدم روئے

عشق میں تقریب گریہ گو نہیں درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکھئے ماتم روئے

نیلا نہیں سہر تجھے اشتباہ ہی ودد جگر سے میرے یہہ چھت سب سیاہ ہی
ابر و بہار و بادہ سبھوں میں ہی اتفاق ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہی
سرمے سے ایسی آنکھیں تمھاری نہیں لگیں احوال پر ہمارے تمھیں کب نگاہ ہی
کس کسطرحسے ہاتھہ نچاتا ہی وعظ میں دیکھا جو شیخ شہر عجب دستگاہ ہی

ہی روے عجز میر تری خاک راہ پر
یعنے کہ کام اسکا کچھہ اب روبراہ ہی

کل میر نے کیا کیا کمی مے کے لیئے بیتابی آخر کو گرو رکھا سجادۂ محرابی
جاگا ہی کہیں وہ بھی شب مرتکب مے ہو یہہ بات سجھاتی ہی اُن آنکھوں کی بیخوابی
کیا شہر میں گنجائش مجھ بے سروپا کو ہو اب بڑھہ گئے ہیں میرے اسباب کم اسبابی

دن رات مری چھاتی جلتی ہی محبت میں کیا اور نہ تھی جاگہہ یہہ آگ جو یاں دابی

سو ملک پھرا لیکن پائی نہ وفا اک جا جی کھا گئی ہی میرا اس جنس کی یا بی

خون بستہ نہ کیوں پلکیں ہر لحظہ رہیں میری جاتے نہیں آنکھوں سے لب بار کے تا بی

جنگل ہی ہرے تنہا رونے سے نہیں میرے کوہوں کی کمر تک بھی جا پہنچی ہی سیمابی

تھے ماہ وشان کل جو ان کوتھوں پہ جلوے میں ہی خاک سے آج انکی ہر صحن میں مہتابی

کل میر جو یاں آیا طور اُسکا بہت بھایا
وہ خشک لبی تس پر جامہ گلے میں آبی

ہمیں آمد میر کل بھا گئی طرح اُسمیں مجنوں کی سب پا گئی

کہاں کا غبار آہ دل میں یہہ تھا مری خاک بدلی سے سب چھا گئی

کیا پاس بالیں خزاں نے نہ کچھ گل و برگ بیدرد پھیلا گئی

ہوئی سامنے یوں تو اپنک اپنک کے ہمیں سے وہ کچھ آنکھ شرما گئی

جگر منہہ تک آتے نہیں بولتے عرض ہم بھی کرتے ہی کیا کیا گئی

نہ ہمرہ کوئی تا کسی سے گیا مری لاش تا گور تنہا گئی

گہ تا شمع ساں کیوں نہ جاؤں چلا تب غم جگر کو مرے کھا گئی

کوئی رہنے والی ہی جان عزیز گئی گر نہ امروز فردا گئی

گئے دست و پا گم جو میر آ گیا
وفا پیشہ مجلس اُسے پا گئی

یکسو کشادہ روئی پر چیں نہیں جبیں بھی ہم چھوڑی مہر اُسکی کاش ابکہ ہووے کیں بھی

آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہی وقت گریہ ہمنے نہ رکھے منہہ پر ای ابر آستیں بھی

کہر تا نہیں عبث تو پارہ گلو فغاں سے گذرے ہی پار دل کے اکثر نالۂ حزیں بھی

ہوں ہا اختصار میں میں آئینہ روشناب آ جاتا ہی ورنہ غافل پھر دم تو واپسیں بھی

سینے سے تیر اُس کا جی کو تو لیتا نکلا — پر ساتھوں ساتھ اُسکے نکلی ایک آفرین بھی
ہر شب تری گلی میں عالم کی جان جا ہی — آگے ہوا ہی ابتک ایسا ستم کہیں بھی
شوخیٔ جلوہ اسکی تسکین کیونکے بخشے — آئینوں میں دلونکے جو ہی بھی پھر نہیں بھی
گیسو ہی کچھ نہیں ہی سنبل کی آفت اسکا — ہیں برق خرمن گل رخسار آتشیں بھی
تکلیف نالہ مت کر ای درد دل کہ ہونگے — رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشیں بھی
کسکس کا داغ دیکھیں یارب غم بتاں میں — رخصت طلب ہی جان بھی ایمان اور دیں بھی

زیر فلک جہاں تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا یک قطعۂ زمیں بھی

کئی [illegible]ون اُس تیغ کی سر سے جبکی — جلے دھوپ میں یاں تلک ہم نہ تبکی
پڑی خرمن گل پہ بجلی سی آخر — مرے خوش نگہہ کی نگاہ اک غضب کی
کوئی بات نکلی ہی دشوار منہہ سے — تک اِک تو بھی تو سن کسو جان بلب کی
تو شملا جو رکھتا ہی خر ہی وگرنہ — ضرورت ہر کیا شیخ دُم اِک وجب کی
یکایک بھی آ سر پہ واماندگاں کے — بہت دیکھتے ہیں تری راہ کب کی
دماغ و جگر دل مخالف ہوئے ہیں — ہوئی متفق اب اُدھر راے سب کی
تجھے کیونکے ڈھونڈھوں کہ سوتے ہی گذری — تری راہ میں اپنے پائے طلب کی
دل عرش سے گذرے ہی ضعف میں بھی — یہہ زور آوری دیکھو زاریٔ شب کی

عجب کچھ ہی گر میر آوے میسر
گلابی شراب اور غزل اپنے ڈھب کی

نہیں وہ قید اُلفت میں گرفتاری کو کیا جانے — تکلف برطرف بیمہر ہی یاری کو کیا جانے
وہ ہی اک مندرس نالہ مبارک مرغ گلشن کو — وہ اس ترکیب نو کے نالہ وزاری کو کیا جانے
ستم ہی تیری خوئے خشمگیں پر تک بھی دلجوئی — دلی آزاری کی باتیں کر تو دلداری کو کیا جانے

اش

گلہ اپنی جفا کا یہ نکلے مت آزردہ ہو ظالم — نہیں تہمت ہی تجھ پر تو جفاکاری کو کیا جانے

ترا ابرام اسکی سادگی پر میر میں مانا
بھلا ایسا جو نادان ہووے عیاری کو کیا جانے

کبھے قدم سے اسکی گلی میں صبا گئی — یوں پھونک کر کے خاک مری سب اڑا گئی
کچھ تھی طپش جگر کی تو پارے مزاجداں — پر دل کی بیقراری مری جان کھا گئی
کس پاس جا کے بیٹھوں خرابی میں اب میں ہائے — مجنوں کو موت کیسی شتابی سے آ گئی
کون اس ہوا میں زخمی نہیں میری آہ کا — بجلی رہی تھی سو بھی تو سینہ دکھا گئی

سودا جو اسکے سر سے گیا زلف یار کا
تو تو بری ہی میر کے سر سے بلا گئی

جوش دل آئے ہم دیدۂ گریاں ہوئے — کتنے ایک اشک ہوئے جمع کہ طوفان ہوئے
کیا جہیں شہر محبت میں ترے خانہ خراب — گھر کے گھر انکے ہیں اس بستی میں ویران ہوئے
کسنے لی رخصت پرواز پس از مرگ نسیم — مشت پر باغ میں آئے ہیں پریشان ہوئے
سبزہ و لالہ وگل ابر و ہوا ہی میں دے — ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے
دعوئی خوش دہنی گرچہ اسے تھا لیکن — دیکھ کر منہ کو ترے گل کتیں کان ہوئے
جام خوں بن نہیں ملتا ہی ہمیں صبح کو آب — جب سے اس چرخ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نچاہا کہ پیئیں آب حیات
یوں تو ہم میر اسی چشمے پہ حیران ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی — نگاہ چشم ادھر ہونے کی قیامت کی
انھوں نہیں جو کہ ترے محو سجدہ رہتے ہیں — نہیں ہی قدر ہزاروں برس کی طاعت کی
اٹھائی ننگ سے تمنے بات کے کہتے — وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدت کی
رکھیں امید رہائی اسیر کاکل و زلف — مری تو باتیں ہیں زنجیر صرف الفت کی

سے ہی کوئی خرابات چھوڑ مسجد میں ۔۔۔ دوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی
سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا ۔۔۔ قد خمیدہ نے سوئے زمین اشارت کی

نہ میری قدر کی اُس سنگدل نے میر کبھو
ہزار حیف کہ پتھر سے میں محبت کی

یا رب کوئی ہو عشق کا بیمار نہووے ۔۔۔ مر جاوے ولے اُسکو یہہ آزار نہووے
زندان میں پھنسے طوق پڑے قید میں مر جاوے ۔۔۔ پر دام محبت میں گرفتار نہووے
اِس واسطے کانپوں ہوں کہ ہی آہ نپٹ سرد ۔۔۔ یہہ باؤ کلیجے کے کہیں پار نہووے
نالۂ جانکاہ میں وابستہ چمن سے ۔۔۔ کوئی بال شکستہ پس دیوار نہووے
پر رہ بہت ہی گل و گلزار ہمارا ۔۔۔ شرمندۂ یک گوشۂ دستار نہووے
مانگے ہی دعا خلق تجھے دیکھ کے ظالم ۔۔۔ یارب کسو کو اُسے سروکار نہووے

قطعہ

ہوں دوست جو کہتا ہوں سن اے جان کے دشمن ۔۔۔ بہتر تو تجھے ترک ہی تا خوار نہووے
خوباں برے ہوتے ہیں اگرچہ میں نکو روے ۔۔۔ بے جرم کہیں اِن کا گنہگار نہووے
باندھے نہ پھرے خون پر اپنی تو کمر کو ۔۔۔ یہہ جان سبک تن پہ ترے بار نہووے
چلتا ہی رہ عشق ہی اِس پر بھی چلے تو ۔۔۔ پر ایک قدم چل کہیں زنہار نہووے

صحرائے محبت ہی قدم دیکھکے رکھ میر
یہہ سیر سر کوچہ و بازار نہووے

فکر ہی ماہ کے جو شہر بدر کرنیکی ۔۔۔ ہی سزا تجھ پہ یہہ گستاخ نظر کرنیکی
کہہ حدیث آنیکی اُسکے جو کیا شادی مرگ ۔۔۔ نامہ بر کیا چلی تھی ہمکو خبر کرنیکی
کیا جلی جاتی ہی خوبی ہی میں اپنی اے شمع ۔۔۔ کہہ پتنگے کے بھی کچھ شام و سحر کرنیکی
اب کے برسات ہی کے ذمے تھا عالم کا وبال ۔۔۔ میں تو کھائی تھی قسم چشم کے تر کرنیکی

پھول کچھ لیتے نہ نکلے تھے دل صد پارہ — طرز سیکھی ہی مرے ٹکڑے جگر کرنیکی
ان دنوں نکلے ہی آغشتہ بخوں راتونکو — دھن ہی نالے کو کسو دل میں اثر کرنیکی
عشق میں تیرے گذرتی نہیں بن سر پٹکے — صورت اک یہہ رہی ہی عمر بسر کرنیکی

کاروانی ہی جہان عمر عزیز اپنی میر
رہ ہی درپیش سدا اسکو سفر کرنیکی

لگوائے پتھرے اور برا بھی کہا کئے — تمنے حقوق دوستی کے سب ادا کئے
کھنچا تھا آہ شعلہ فشاں نے جگر سے سر — برسوں تئیں پڑے ہوئے جنگل جلا کئے
غنچے نے ساری طرز ہماری ہی اخذ کی — ہم جو چمن میں برسوں گرفتہ رہا کئے
تدبیر عشق میں بھی نکرتے قصور یار — جو اس مرض میں ہوتے بھلے ہم دوا کئے
جوں نی نہ تیرے کشتے کے لب سے رہی فغاں — ہر چند بند بند بھی اسکے جدا کئے
کیا حرف دل نشیں ہو مرا جیسے خط مدام — اغیار روسیاہ ترے منہہ لگا کئے
پھر شام آشنا نہ کبھو نکلے گلرخاں — ہر صبح ان سے برسوں تئیں ہم ملا کئے
بے عیب ذات ہیگی خدا ہی کی ای بتاں — تم لوگ خوبرو جو کئے بیوفا کئے

اب خاک سی اڑے ہی منہ اوپر وگرنہ میر
اس چشم گریہ ناک سے دریا بہا کئے

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے
ای ناقۂ لیلی دو قدم راہ غلط کر — مجنون ز خود رفتہ کبھو راہ پر آوے
ٹک بعد مرے میرے طرفداروں کنے تو — کوئی بھیجیو ظالم کہ تسلی تو کر آوے
کیا ظرف ہی گردون تنک حوصلہ کا جو — آشوب فغاں کے مرے عہدے سے بر آوے

قطعہ

ممکن نہیں آرام دے بیتابی جگر کی — جبتک نہ پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے

مت ممتحن باغ ہو ای غیرت گلزار — گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے

کھلنے میں ترے منہہ کے کلی پھاڑے گریباں — ہلنے میں ترے ہونٹھونکے گلبرگ تر آوے

ہم آپ سے جاتے رہے ہیں ذوق خبر میں — ای جان بلب آمدہ رہ تا خبر آوے

کہتے ہیں ترے کوچے سے میر آنے کہے ہی — جب جانئے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

ہی جی میں غزل در غزل ای طبع یہہ کہئے
شاید کہ نظیری کے بھی عہدے سے بر آوے

جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آوے — اس زندگی کرنیکو کہانسے جگر آوے

[illegible] کا بھی مارا خدا رکھے ہی ظالم — یہہ تو ہو کوئی گور غریباں میں در آوے

میخانہ وہ منظر ہی کہ ہر صبح جہاں شیخ — دیوار پہ خورشید کا مستی سے سر آوے

کیا جانیں وے مرغان گرفتار چمن کو — جن تک کہ بصد ناز نسیم سحر آوے

تو صبح قدم رنجہ کرے تک تو ہی ورنہ — کسواسطے عاشق کی شب غم بسر آوے

ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہیں — وہ صید فگن تیغ بکف تا کدھر آوے

دیوارونسے سر مارتے پھرنیکا گیا وقت — اب تو ہی مگر آپ کبھو در سے در آوے

واعظ نہیں کیفیت میخانہ سے آگاہ — یک جرعہ بدل ورنہ یہہ مندیل دھر آوے

صناع ہیں سب خوار از انجملہ ہوں میں بھی — ہی عیب بڑا اُسمیں جسے کچھ ہنر آوے

قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹھا ہی سر راہ پہ زنہار — کہیو جو کبھو میر بلاکش ادھر آوے

[illegible]ت دشت محبت میں قدم رکھہ کہ خضر کو
ہر گام پہ اس رہ میں سفر سے حذر آوے

کروں جو آہ زمین و زمان جل جاوے — سپہر نیلی کا یہہ سائبان جل جاوے

دی آگ دلکو محبت نے جب سے پھرتا ہوں — میں جسطرح کسو کا خانمان جل جاوے

دوا پذیر نہیں اے طبیب تپ غم کی
بدن میں تک رہے تو استخوان جل جاوے

نہ آوے سوز جگر منہ پہ شمع ساں ایکاش
بیان کرنے سے آگے زبان جل جاوے

ہمارے نالے بھی آتش ہی کے ہیں پر کالے
سنے تو بلبل نالاں کی جان جل جاوے

ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھے کوئی
خزاں میں برق گرے آشیان جل جاوے

نہ پوچھ کچھ لب ترسا بچے کی کیفیت
کہوں تو دختر رز کی فغاں جل جاوے

متاع سینہ سب آتش ہی فایدہ کسکا
خیال یہہ ہی مبادا دکان جل جاوے

نہ بول میر سے مظلوم عشق ہی وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

خرابی کچھ نہ پوچھو ملک دل کی عمارت کی
غموں نے آج کل سنیو وہ آبادی ہی غارت کی

نگاہ مست سے جب چشم نے اُسکی اشارت کی
حلاوت نی کی اور بنیاد میخانے کی غارت کی

سحر گہہ میں نے پوچھا گل سے حال زار بلبل کا
ترے تھے باغ میں یکمشت پر اُدھر اشارت کی

جلایا جس تجلی جلوہ گر نے طور کو ہمدم
اُسی آتش کے پر کالے نے ہمسے بھی شرارت کی

مزا کٹ کیا کہوں حور شیدرو کی کل شب مہ میں
گیا تھا سائے سائے باغ تک تس پر حرارت کی

ترے کوچے کے شوق طوف میں جیتے بگولا تھا
بیابان میں غبار میر کی ہمنے زیارت کی

میں نے جو بیکسانہ مجلس میں جان کھوئی
سر پر مرے کھڑی ہو شب شمع زور روئی

آنی ہی شمع تجکو آگے ترے یہہ کہہ کر
منہہ کی گئی جو لوئی تو کیا کرے گا کوئی

بیطاقتی سے آگے کچھ پوچھتا بھی تھا سو
رونے نے ہر گھڑی کے وہ بات ہی ڈبوئی

بلبل کی بیکلی نے شب بید باغ رکھا
سونے دیا نہ ہمکو ظالم نہ آپ سوئی

اُس ظلم پیشہ کی ہہ رسم قدیم ہیگی
غیروں پہ مہربانی یاروں سے کینہ جوئی

نوبت جو ہمسے گاہے آنی ہی گفتگو کی
منہہ میں زبان نہیں ہی اُس بدزبانکے گوئی

اس مہ کے جلوے سے کچھ تا میر یاد دیوے
ایکے گھروں میں ہمنے سب چاندنی ہی بوئی

گذار خوش نگاہاں جس میں ہی میرا بیاباں ہی
سواد بر مجنوں تو چراگاہ غزالاں ہی

کبرے ہی خندۂ دنداں نما تو میں بھی روؤنگا
چمکتی زور ہی بجلی مقرر آج باراں ہی

چمن پر لوحہ وزاری ہے کس گل کا یہہ ماتم ہی
جو شبنم ہی تو گریاں ہی جو بلبل ہی تو نالاں ہی

ہر اک مژگاں پہ میری اشک کے قطرے جو ہمکتے ہیں
تماشا مفت خوباں ہی لب دریا چراغاں ہی

کیا تھا جا بجا رنگیں لہو تجھہ ہجر میں رو کر
گریباں میرکا دیکھا مگر گلچیں کا داماں ہی

آپنا شعار پوچھو تو مہرباں و فا ہی
پر اسکے جی میں ہمسے کیا جائے کہ کیا ہی

بالیں پہ میری آکر تک دیکھہ شوق دیدار
سارے بدن کا جی اب آنکھوں میں آرہا ہی

بے اسکے رک کے مرتے گرمی عشق میں تو
کرتے ہیں آہ جبتک تب تک ہی کچھہ ہوا ہی

شکوہ ہی رونیکا یہہ بیگانگی سے تیری
مژگان تر و گریہ آنکھوں میں آشنا ہی

مت کر زمین دل میں تخم امید ضایع
بوتا جو یاں اُگا ہی سو اگتے ہی جلا ہی

شرمندہ ہوتے ہینگے خورشید و ماہ دونوں
خوبی لے تیرے منہہ کے ظالم قران کیا ہی

ای شمع بزم عاشق روشن ہی یہہ کہ تجھہ بن
آنکھوں میں میری عالم تاریک ہوگیا ہی

جیتے ہی جی تلک ہیں سارے علاقے تو تو
عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہی

صد سحر و یک رقیمہ خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہیں چلا ہی جادو مگر چلا ہی

الم سے یاں تلیں میں مشق ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولے نہ دیکھا ہے
جہاں میں ہمنے قفس ہی میں زندگانی کی

ملائی خوب مرے خونمیں خاک بسمل گاہ
یہہ تھوڑی منتیں ہیں مجھہ پہ سخت جانی کی

بتنگ ہوں میں ترے اختلاط سے پیری — قسم ہی اپنی مجھے اس گئی جوانی کی
چلا ہی کھینچنے تصویر میرے بت کی آج — خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی
تری گلی کے ہر اک سگ نے استخواں توڑے — ہماری لاش کی شب خوب پاسبانی کی
رکھے ہیں میر ترے منہہ سے بیوفا خاطر
تری جفا کی تغافل کی بدگمانی کی

حرم کو جائیے یا دیر میں بسر کرئیے — تری تلاش میں اکدل کدھر کدھر کرئیے
کٹے ہی دیکھئے یوں عمر کب تلک اپنی — کہ سنئے نام ترا اور چشم تر کرئیے
وہ مست ناز تو مچلا ہی کیا جتائیے حال — جو بے خبر ہو بھلا اسکتئیں خبر کرئیے
ہوا ہی دن تو جدائی کا سو تعب سے شام — شب فراق کس امید پر سحر کرئیے
جہاں کا دید بجز ماتم نظارہ نہیں — کہ دیدنی ہی نہیں جسپہ یاں نظر کرئیے
جیوئں سے جاتے ہیں ناچار آہ کیا کیا لوگ — کبھو تو جانب عشاق بھی گذر کرئیے
ستم اُٹھانے کی طاقت نہیں ہی اب اسکو
جو دل میں آوے تو ٹک رحم میر پر کرئیے

مشہور چمن میں تری گل پیرہنی ہی — قربان ترے ہر عضو پہ نازک بدنی ہی
عریانی آشفتہ کہاں جاے پس از مرگ — کشتہ ہی ترا اور یہی بے کفنی ہی
سمجھے ہی نہ پروانہ نہ تھانبے ہی زباں شمع — وہ سوختنی ہی تو یہہ گردن زدنی ہی
لیتا ہی نکلتا ہی میرا لخت جگر اشک — آنسو نہیں گویا کہ یہہ ہیرے کی کنی ہی
بلبل کی کف خاک بھی اب ہوگی پریشان — جامے کا ترے رنگ ستمگر چمنی ہی
کچھہ تو اُبھر ای صورت شیریں کہ دکھاؤں — فرہاد کے ذمے بھی عجب کوہکنی ہی
ہوں گرم سفر شام غریبان سے خوشی ہوں — ای صبح وطن تو تو مجھے بیوطنی ہی

قطعہ

ہر چند گدا ہوں میں ترے عشق میں لیکن ان بوالہوسوں میں کوئی مجھ سا بھی غنی ہے
ہر اشک مرا ہے درِ شہوار سے بہتر ہر لخت جگر رشک عقیق یمنی ہے
بگڑی ہی نہیں میر طپش اور جگر میں
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب گر کے فراموش تو ناشاد کرو گے پر ہم جو نہ ہونگے تو بہت یاد کرو گے
زنہار اگر خستہ دلاں بیستوں جاؤ تک پاس ہنرمندیٔ فرہاد کرو گے
غیروں پہ اگر کھینچو گے شمشیر تو خوباں اک اور مری جان پہ بیداد کرو گے

قطعہ

جا گہہ نہیں یاں رونے جس پر نہ کھڑے ہو کچھ شور ہی محشر پر تو مجھے یاد کرو گے
اس دشت میں اے راہ رواں ہر قدم اوپر مانند جرس نالہ و فریاد کرو گے
گر دیکھو گے تم طرز کلام اسکی نظر کر
اے اہل سخن میر کو استاد کرو گے

خوش سرانجام تھے وے جلد طوطیار ہوئے ہم تو اے ہمنفساں دیر خبردار ہوئے
جنس دل دونوں جہاں جسکی بہا تھی اسکا یک نگہہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوئے
عشق وہ ہی کہ جو تھے خاوتیٔ منزل قدس وے بھی رسوائے سر کوچہ و بازار ہوئے
سیر گلزار مبارک ہو صبا گو ہم تو ایک پرواز ہی تھی کہ گرفتار ہوئے
اس ستمگار کے کوچے کی ہواداروں میں نام فردوس کا ہم لیکے گنہگار ہوئے
وعدۂ حشر تو ہو ہم نہ سمجھے ہم آہ کس توقع پہ ترے طالب دیدار ہوئے
میر صاحب سے خدا جانے ہوئی کیا تقصیر
جسکے اس ظلم نمایاں کے سزاوار ہوئے

ترا اے ناتوانی جو کوئی عالم میں رسوا ہے تو انائی کا منہ دیکھا نہیں آتے کہ کیسا ہے

نیاز ناتواں کیا ناز سرو قد سے بر آوے
مثل مشہور ہی یہہ تو کہ دست زور بالا ہی

ابھی اک عمر رونا ہی نکو ئی اشک آنکھو تم
کرو کچھہ سوجھتا اپنا تو بہتر ہی کہ دینا ہی

کیا ای سایۂ دیوار تو نے مجھسے رو پنہاں
مرے اب دھوپ میں جلنے ہی کا آثار پیدا ہی

بھلے کو اپنے سب دورے ہیں یہہ اپنا برا چاہے
جان اس دل کا تم دینکو تو دنیا سے نرالا ہی

رہو تک دور ہی پھرتے دو کو چون میں مجھے لر کو
کرو گے تنگ آ بے تم اور تو نزدیک صحرا ہی

گلہ سن پیچش کاکل کا مجھسے یوں لگا کہنے
تو اپنی فصد کر جلدی کہ تجھکو میر سودا ہی

گذارا ابر اب بھی جب کبھو اید ھر کو ہوتا ہی
ہماری بیکسی پر زار باراں دیر روتا ہی

ہوا مذکور نام اُسکا کہ آنسو بہہ چلے منہہ پر
ہمارے کام سارے دیدۂ تر ہی ڈبوتا ہی

بجا ہی سینکو بی سنگ سلے دل خون ہوتے ہین
جو ہمدم ایسے جاتے ہین تو ماتم سخت ہوتا ہی

نہ کی تشو و نما کامل نہ کام اپنا کیا حاصل
فلک کوئی بھی دلسے تخم گہ بیوقت بوتا ہی

ہلالا ابروؤں کالے ہی نزیر تیغ عاشقکو
پلک کا مارنا برچھی کلیجے میں چبھوتا ہی

کہان ای رشک آب زندگی ہی تو کہ بہان تجھ بن
ہر اک پاکیزہ گوہر جی سے اپنے ہاتھ دھوتا ہی

نگا مرزے کو میرے دیکھکر وہ ناسمجھ کہنے
جوانی کی ہی نیند اسکو کہ اس غفلت سے سوتا ہی

پریشان گو دسا کا ہے جو ماں جاتا ہی صحرا میں
اُسیکی عشق میں خضر بھی اوقات کھوتا ہی

نہ کھو کان نظم شاعران خال پر اتنے
چلو تک میر کو سنیے کہ موتی سے پروتا ہی

ہمتو اُسکے ظلم سے ہمدم چلے
رہ سکے ہی تو تو رہ یہ محفل ہم چلے

تو نے جوں لالہ ستان سے ایک پھول
ہم لے یاں سے داغ ایک عالم چلے

جنبش ابرو تو واں رہتی ہی
کبتلک تلوار یاں ہر دم چلے

نم جگر کے آ یا آخر ہو گئے
اشک خونیں کچھ مژہ پر جم چلے

دیکھئے بخت زبوں کیا کیا دکھائے ۔ تم تو خوباں ہمسے ہو برہم چلے
بھاگنے پر بیٹھے تھے گویا غزال ۔ تیری آنکھیں دیکھتے ہی رم چلے
مجھ سے ناشایستہ کیا دیکھا کہ میر
آتے آتے کچھ جو آنسو تھم چلے

غیر نے ہمکو ذبح کیا نے طاقت ہی نے یارا ہی ۔ اس کتے نے کر کے دلیری صید حرم کو مارا ہی
باغ کو تجھ بن اپنے بھائیں آتش دی ہی بہاراں نے ۔ ہر غنچہ اخگر ہی ہمکو ہر گل اپنک انگارا ہی
جب تجھ بن لگتا ہی تڑپنے جلے ہی نکلا ہاتھوں سے ۔ ہی جو گرہ سینے میں اسکو دل کہئے یا پارا ہی
راہ حدیث جو تک بھی نکلے کون سنکھاوے ہمکو پھر ۔ روے سخن پر کسکو دیتے وہ شوخ بڑا عیارا ہی
کام اسکا ہی خوں افشانی ہر دم تیری فرقت میں ۔ چشم کو میری آکر دیکھ اب لوہو کا فوارا ہی
بال کھلے وہ شب کو شاید بستر ناز پہ سوتا تھا ۔ آئی نسیم صبح جو ایدھر پھیلا عنبر سیارا ہی
کس دن دامن کھینچ کے اُنے یار سے اپنا کام لیا
مدت گذری دیکھتے ہمکو میر بھی اپنک ناکارا ہی

بند قبا کو خوباں جسوقت وا کرینگے ۔ خمیازہ کش جو ہونگے ملنے کے کیا کرینگے
رونا یہی ہی مجھکو تیری جفا سے ہر دم ۔ بے دل دماغ دونوں کب تک وفا کرینگے
ہی دین سر کا دینا گردن پہ اپنی خوباں ۔ جیتے ہیں تو تمھارا یہہ قرض ادا کرینگے
درویش ہیں ہم آخر دو یک نگہہ کی رخصت ۔ گوشے میں بیٹھے پیارے تمکو دعا کرینگے
آخر تو روزی آئی دو چار روز ہم بھی ۔ ترسا بچوں میں جا کر دارو پیا کرینگے
عالم مرے ہی تجھ پر آئی اگر قیامت ۔ تیری گلی کے ہر سو محشر ہوا کرینگے
دامان دشت سوکھا ابرو کی بے تہی سے ۔ جنگل میں رونے کو اب ہم بھی چلا کرینگے
لائی تری گلی تک آوارگی ہماری ۔ ذات کی اپنی اب ہم عزت کیا کرینگے
احوال میر کیونکر آخر ہو اپنک شب میں

ایک عمر ہم یہہ قصہ تمسے کہا کرینگے

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — اسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
جنکی خاطر کی استخواں شکنی — سو ہم انکے نشان تیر ہوئے
نہیں آتے کسو کی آنکھوں میں — ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے
آگے یہ بے ادائیاں کب تھیں — ان دنوں تم بہت شریر ہوئے
اپنے روتے ہی روتے صحرا کے — گوشے گوشے میں آبگیر ہوئے

قطعہ

ایسی ہستی عدم میں داخل ہی — نے جواں ہم نہ طفل شیر ہوئے
ایک دم تھی نمود بود اپنی — یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے
یعنے مانند صبح دنیا میں — ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے
مت مل اہل دول کے لڑکوں سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

تو جہہ تیری ای حیرت مری آنکھوں پہ کیا کم ہی — جو میں ہر یک مژہ دیکھوں کہ یہہ تر ہی کہ یہہ نم ہی
کرے ہی مو پریشان غم وفا تو تفرید تو لے — حیا کر حق صحبت کی کہ اس بیکس کا ماتم ہی
دو رنگی دہر کی پیدا ہی یاں سے دل اٹھا اپنا — کسو کے گھر میں شادی ہی کہیں ہنگامۂ غم ہی
کہیں آشفتگاں سے میر مقصد ہووے ہی حاصل
جو زلفیں اسکی درہم ہیں مرا بھی کام برہم ہی

جب کہ پہلو سے یار اٹھتا ہی — درد بے اختیار اٹھتا ہی
اب تلک بھی مزار مجنوں سے — ناتواں اک غبار اٹھتا ہی
ہی بگولا غبار کسکا میر
کہ جو ہو بیقرار اٹھتا ہی

کیا مرے سر و رو انکا کوئی مایل ایک ہی
سیکڑوں ہم خوں گرفتہ ہیں وہ قاتل ایک ہی

راہ سب کو ہی خدا سے جان اگر پہنچا ہی تو
ہوں طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہی

اُس مرے بت نے سبھو نکو حق سے تو را اپنا کیا
کام میں اپنے بھی وہ معبود باطل ایک ہی

کیا عرب میں کیا عجم میں ایک لیلی کا ہی شور
مختلف ہوں گو عبارات انکا محمل ایک ہی

ایک سے ہی خرمن غم دانہ اشک ایک سے
دیدہ و دل الغرض دونو کا حاصل ایک ہی

اُس شکار افگن کے کوچے سے نہیں جاتا ہی ظالم
ایک اگر جی سے گیا تو نیم بسمل ایک ہی

چشم و ابرو ناز و خوبی زلف و کاکل خال و خط
دیکھئے کیا ہو بلائیں اتنی ہیں دل ایک ہی

کام کچھ دنیا کی آسانی میں ہو تو میر کر
مردن دشوار بھی در پیش منزل ایک ہی

جب تک کرتی اٹھائے گئے ہم گرے رہے
ایک ایک سخت بات پہ برسوں لرے رہے

اب کیا کریں نہ صبر ہی دل کو نہ جی میں تاب
کل اس گلی میں آٹھ پہر غش پڑے رہے

وہ گل کو خوب کہتی تھی میں اسکے رو کتیں
بلبل سے آج باغ میں جھگڑے پڑے رہے

فرہاد و قیس ساتھ کے سب کب کے چل بسے
دیکھیں نباہ کیونکے ہو اب ہم چھڑے رہے

کہکے تئیں نصیب گل فاتحہ ہوئی
ہم سے ہزاروں اُسکی گلی میں گڑے رہے

برسوں تلک نہ آنکھ ملی ہمسے یار کی
پھر گو کہ ہم بصورت ظاہر اڑے رہے

یعنے کہ اپنے عشق کے حیران کار میر
دیوار کے سے نقش دراو پر کھڑے رہے

شش جہت سے اس میں ظالم ہوئے خو کی راہ ہی
تیرا کوچہ ہمسے تو کہہ کسکی بسمل گاہ ہی

ایک نبھنے کا نہیں مژگاں تلک بوجھل ہیں سب
کاروان لخت دل ہر اشک کے ہمراہ ہی

ہم جوانوں کو بچھوڑا اُسنے سب پکڑے گئے
یہہ دوشالہ دختر رز کسقدر شتاہ ہی

پا برہنہ خاک سر میں مو پریشاں سینہ چاک
حال میرا دیکھنے آ تیرے ہی دل خواہ ہی

اِس جنوں پر میر کوئی بھی پھرے ہی شہر میں
جادۂ صحرا سے کر مازش جو تجھ سے راہ ہی

لا علاجی ہی جو رہتی ہی مجھے آزار کی — کیجئے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی
کیسی کیسی صحبتیں آنکھوں کے آگے سے گئیں — دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی
روئے گل پر روز و شب کس شوق سے رہتا ہی باز — رخنۂ دیوار ہی یا دیدۂ نظارگی
اشک خونیں آنکھ میں بھر لاکے پی جاتا ہوں میں — محتسب رکھتا ہی مجھ پر تہمت میخوارگی
مت فریب سادگی کھا اِن سیہ چشموں کا میر
اِنکی آنکھوں سے ٹپکتی ہی پڑی عیارگی

مشکل ہی ہونا روکش رخسار کی جھلک کے — ہم تو بشر ہیں اِس جا پر جلتے ہیں ملک کے
مرتا ہی کیوں تو ناحق یاری برادری پر — دنیا کے سارے ناتے ہیں جیتے جی فلک کے
کہتے ہیں گور میں بھی ہیں تین روز بھاری — جاویں کدھر الٰہی مارے ہوئے فلک کے
لاتے نہیں نظر میں غلطانی گہر کو — ہم معتقد ہیں اپنے آنسو ہی کی ڈھلک کے
کل اک مژہ نچوڑے طوفان نوح آیا
فکر فشار میں ہوں میں آج ہر پلک کے

کیسو سے اُسکے مشک نے کیوں آنکھ جا لگائی — جو اپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی
تھا دل جو پکا پھوڑا بیماریٔ الم سے — دکھتا گیا دو چنداں جوں جوں دوا لگائی
ذوق جراحت اسکا کسکو نہیں ہی لیکن — بخت اسکے جسکے اتنے تیغ جفا لگائی
دم بھی نہ لینے پایا پانی بھی پھر نہ مانگا — جس تشنہ لب کو انے تلوار آ لگائی
تھا صید ناتواں میں لیکن لہو سے میرے — پاؤں پہ اُنے اپنے بھر کنر حنا لگائی
بالعکس آج اُسکے سارے ساوک دیکھے — کہا جانوں دشمنوں نے کل اُسے کیا لگائی
جو آنسو پی گیا میں آخر کو میر اُنے

چھاتی جلا جگر میں ایک آگ جا لگائی

تا چند ترے غم میں یوں زار رہا کیجے — امید عبادت پر بیمار رہا کیجے
لے بسر ہی جگر کاوی نے سینہ خراشی ہی — کچھ جی میں یہہ آئی ہی بیکار رہا کیجے
کیفیت چشماں اب معلوم ہوئی اسکی — یہ مست ہیں دو خونی ہشیار رہا کیجے
دل جاو تو اب جاو ہو خون جگر ہووے — ایک جان ہی کس کس کے غمخوار رہا کیجے

ہی زیست کوئی یہہ بھی جو میر کرے ہی تو
ہر آن میں مرنے کو طیار رہا کیجے

طاقت نہیں ہی جی میں نے اب جگر رہا ہی — پھر دل ستم رسیدہ اک ظلم کر رہا ہی
مارا ہی کسکو ظالم اس بے سلیقگی سے — دامن تمام تیرا لوہو میں بھر رہا ہی
پہنچا تھا تیغ کھینچے مجھ تک جو بولے دشمن — کیا مارتا ہی اسکو یہہ آپھی مر رہا ہی
آنے کہا ہی میرے خوش قد نے رات گذری — ہنگامۂ قیامت اب صبح پر رہا ہی

چل ہمنشیں کہ دیکھیں آوارہ میر کو ٹک
خانہ خراب وہ بھی آج اپنے گھر رہا ہی

قرار دل کا یہہ کاہیکو ڈھنگ تھا آگے — ہمارے چہرے کے اوپر بھی رنگ تھا آگے
اٹھائیں تیرے لئے بد زبانیاں انکی — جنھونکی ہمکو خوشامد سے ننگ تھا آگے
ہماری آہوں سے سینے پہ ہو گیا بازار — ہر ایک زخم کا کوچہ جو تنگ تھا آگے
رہا تھا شمع سے مجلس میں دوش کتنا فرق — کہ جل بجھی تھی یہہ ہم پر پتنگ تھا آگے

کیا خراب تغافل نے اسکے ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

تجھ بن خراب و خستہ زبوں خوار ہو گئے — کیا آرزو تھی ہمکو کہ بیمار ہو گئے
خوبی بخت دیکھ کہ خوبان بے وفا — بے ہیچ میرے درپی آزار ہو گئے

ہمنے بھی سیر کی تھی چمن کی پر اے نسیم — اُٹھتے ہی آشیاں سے گرفتار ہو گئے
وہ تو گلے لگا ہوا سوتا تھا خواب میں — بخت اپنے سو گئے کہ جو بیدار ہو گئے
اپنی یگانگی ہی کیا کرتے ہیں بیاں — اغیار رو سیاہ بہت یار ہو گئے
لائی تھی شیخوں پر بھی خرابی تیری نگاہ — بیطالعی سے اپنی وے ہشیار ہو گئے

کیسے ہیں وے کہ جیتے ہیں صد سال ہمنو میر
ہیں چار دن کی زیست ہمیں بیزار ہو گئے

تنگ آئے ہیں دل اِس جی سے اُٹھا بیٹھینگے — بھوکھوں مرتے ہیں کچھ اب یار بھی کھا بیٹھینگے
ایکے بگڑے کی اگر اُن سے تو اِس شہر سے جا — کسو دیرانے میں نکیہ ہی بنا بیٹھینگے
معرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا — پہلے تلوار کے نیچے ہمیں جا بیٹھینگے
ہوگا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کہو — ہم تو اِیناک آدھ گھڑی اُٹھ کے جدا بیٹھینگے
جا نہ اظہار محبت پہ ہو سنا کون کے — وقت کے وقت یہ سب منھہ کو چھپا بیٹھینگے
دیکھہ وہ غیرت خورشید کہاں جاتا ہی — اب سر راہ دم صبح سے آ بیٹھینگے
میر تاتے ہی نہیں آگے سے اس ظالم کے — گر دنیں یار کسی روز کٹا بیٹھینگے
کب تلک گلیو نمیں سودائی سے پھرتے رہیے — دلکو اس زلف مسلسل سے لگا بیٹھینگے

شعلہ افشاں اگر ایسی ہی رہی آہ تو میر
گھر کو ہم اپنے کسو رات جلا بیٹھینگے

نالہ تا آسمان جاتا ہی — شور سے جیسے بان جاتا ہی
دل عجب جاے ہی ولیکن مفت — ہاتھہ سے یہہ مکان جاتا ہی
کیا خرابی ہی میکدے کی سہل — محتسب اِک جہان جاتا ہی
جب سر راہ آوے ہی وہ شوخ — اِیناک عالم کا جان جاتا ہی
اس سخن ناشنو سے کیا کہیے — غیر کی بات مان جاتا ہی

عشق کے داغ کا عبث ہی علاج کوئی اب بہہ شان جاتا ہی
گو وہ ہرجائی آئے اپنی اور سو طرف ہی گمان جاتا ہی
میر تو عمر طبعی کو پہنچا
عشق میں جوں جوان جاتا ہی

مر ہی جاو گے بہت ہجر میں ناشاد رہے بھول تو ہمکو گئے ہو یہہ تمھیں یاد رہے
ہمسے دیوانے رہیں شہر میں سجان اللہ دشت میں قیس رہے کوہ میں فرہاد رہے
کچھ بھی نسبت تھی جب دیر سے تب کیا تھا شیخ ہم حرم میں بھی رہے تو ترے داماد رہے
دور اتنی تو نہیں شام اجل دوری میں تا سحر ایسے ہی جو زاری و فریاد رہے
میر تو کتنوا ہی چکے میر پر یہہ سے تو بچیں
جو تک اک پانو رکھے چھاتی پہ جلا دے ہے

دن سے کچھ بنتی تھی سو پھر شب بگڑ گئی صحبت ہماری یار سے بیدب بگڑ گئی
واشد کچھ آگے آہ سے ہوتی تھی دل کتیں افسوس عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی
گرمی نے دل کی ہجر میں اسکے جلا دیا شاید کہ احتیاط سے یہہ تب بگڑ گئی
خط نے نکل کے نقش دلوں کے اٹھا دیئے صورت بتوں کی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی
باہم ساوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم
کاہیکو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

جب رونے بیٹھتا ہوں تب کیا کسر رہے ہی رومال دو دو دن تک جوں ابر تر رہے ہی
آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے خورشید کے منہہ اوپر اکثر سپر رہے ہی
آگہہ تو رہیئے اسکی طرز رہ و روش سے آتے میں اسکے لیکن کسکو خبر رہے ہی
ان روزوں اپنی غفلت اچھی نہیں ادھر سے اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہے ہی
آب حیا کی سی ہے ساری روش ہی اسکی پر جب وہ اٹھ چلے ہی ایک آدھ مر رہے ہی

تلوار اب لگا ہی بیدل پاس رکھنے — خوں آج کل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہی
در سے کبھو جو آتے دیکھا ہی میں نے اسکو — تب سے ادھر ہی اکثر میری نظر رہے ہی
آخر کہاں تلک ہم اک روز ہو چکیں گے — برسوں سے وعدۂ شب ہر صبح پر رہے ہی

میر اب بہار آئی صحرا میں چل جنوں کر
کوئی بھی فصل گل میں ناداں گذر رہے ہی

پالے کا آج دشنے پھر لب تلک گذر ہی — تک گوش رکھیو ایدھر شاید تجھے کچھ خبر ہی
ای اہل جاہ والو جو آج تاجور ہی — کل اس کو دیکھیو تم تے تاج ہی نہ سر ہی
ایکے ہوائے گل میں سیرابی ہی نہایت — جو اشک چشم تر ہی
ای ہمصفیر بے گل کسکو دماغ نالہ — عندلیب ہو گئی ہماری منقار زیر پر ہی
شمع اخیر شب ہوں سن سرگذشت میری — پھر صبح ہوتے تک تو قصہ ہی مختصر ہی
اب رحم پر اسکے موقوف ہی کہ یہاں تو — نے اشک میں سرایت نے آہ میں اثر ہی
تو ہی زمام اپنے ناقے تو تڑا کہ مجنوں — مدت سے نقش پا کی مانند راہ پر ہی
ہم مست عشق واعظ بے ہیچ بھی نہیں ہیں — غافل جو بیخبر ہیں کچھ انکو بھی خبر ہی
اب پھر ہمارا اسکا محشر میں ماجرا ہی — دیکھیں تو اس جگہہ کیا انصاف دادگر ہی
آفت رسیدہ ہم کیا سر کھینچیں اس چمن میں — جوں نخل خشک ہمکو نے سایہ نے ثمر ہی

کر میر اس زمیں میں اور اک غزل تو موزوں
ہی حرف زن قلم بھی اب طبع بھی ادھر ہی

ڈھونڈھا نپائے جو اسوقت میں سو زر ہی — پھر چاہ جسکی مطلق ہی ہی نہیں ہنر ہی
ہر دم قدم کو اپنے رکھہ احتیاط سے یاں — یہہ کارگاہ ساری دوکان شیشہ گر ہی
ڈھا جنھوں نے اسکو ان پر خرابی آئی — جانا گیا اسی سے دل بھی کسو کا گھر ہی
تجھہ بن شکیب کب تک بیفائدہ ہوں نالاں — مجھہ نالہ کش کے تو ای فریادرس کدھر ہی

صید فگنو ہمارے دل کو جگر کو دیکھو ۔ اک تیر کا ہدف ہی اک تیغ کا سپر ہی
احوال زمانہ رہتے یک طور پر نہیں ہیں ۔ ہر آن مرتبے سے اپنے انھیں سفر ہی
کافی ہی مہر قاتل مخضر پہ خونکی میرے ۔ پھر جس جگہہ یہہ جاوے اس جا کی معتبر ہی
تیری گلی سے بچ کر کیوں مہر و مہ نہ نکلیں ۔ ہر کوئی جانتا ہی اس راہ میں خطر ہی

وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر ابتو
آنکھوں میں لخت دل ہی یا پارۂ جگر ہی

شب شمع پر پتنگ کے آنے کو عشق ہی ۔ اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہی
سر مار مار سنگ سے مر جانا جی دیا ۔ فرہاد کے جہان سے جانیکو عشق ہی
اتھیو سمجھ کے جا سے کہ مانند گرد باد ۔ آوارگی سے تیری زمانیکو عشق ہی
بس ای سپہر تو سنی ہے تیری تو روز و شب ۔ یاں غم سے تانیکو ہی جلانیکو عشق ہی
بیٹھی جو تیغ یار تو سب تجھ کو کھا گئی ۔ ای سینہ تیرے زخم اٹھانیکو عشق ہی
اک دم میں تو نے پھونک دیا دو جہانکو تیں ۔ ای عشق تیرے آگ لگانے کو عشق ہی

سودا ہو تپ ہو میر کو تو کرئے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کے دوانیکو عشق ہی

کچھ موج ہوا پیچاں ای میر نظر آئی ۔ شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے ۔ جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
مغرور بہت تھے ہم آنسو کی سرایت پر ۔ سو صبح کے ہونیکو تاثیر نظر آئی
گل بار کرے ہوگا اسباب سفر شاید ۔ خیمے کی طرح بادل دلگیر نظر آئی

اسکی تو دل آزاری بے ہیچ ہی تھی پیارو
کچھ تمکو ہماری بھی تقصیر نظر آئی

جب سے اس بیوفا نے بال رکھے ۔ صید بندوں نے جال ڈال رکھے

ہاتھ کیا آوے وہ کمر ہی بیچ ۔ یوں کوئی ہی میں کچھ خیال رکھے
رہ رو راہ خوفناک عشق ۔ چاہیے پانوں کو سنبھال رکھے
پہنچے ہر پک نہ درد کو میرے ۔ وہی جانے جو ایسا حال رکھے
ایسے زردوست ہو تو خیر ہی اب ۔ ملیے اسے جو کوئی مال رکھے
بحث ہی ناقصوں سے کاش فلک ۔ مجھکو اس زہرے سے نکال رکھے

سمجھے اندازِ شعر کو میرے
میر کا سا اگر کمال رکھے

یہاں جو وہ نونہال آتا ہی ۔ جی میں کیا کیا خیال آتا ہی
اسکے چلنے کی آن کا یہ حال ۔ مدتوں میں بحال آتا ہی
پر تو گذرا قفس ہی میں دیکھیں ۔ ابکے کیسا بہار سال آتا ہی
بیخ کی تو نماز پر مت جا ۔ بوجہ سر کا سا وال آتا ہی

آرسی کے بھی گھر میں شرم سے میر
کم ہی وہ بے مثال آتا ہی

پیری میں کیا جوانی کے موسم کو روئیے ۔ اب صبح ہونے آئی ہی ایک دم تو سوئیے
رخسار اُسکے ہائے رے جب دیکھتے ہیں ہم ۔ آتا ہی جی میں آنکھوں کو اُن میں گڑوئیے
اخلاص دل سے چاہیے سجدہ نماز میں ۔ بیفایدہ ہی ورنہ جو یوں وقت کھوئیے
کب طور آنسو نہیں نہاتے ہیں غم کشاں ۔ اس آب گرم میں تو نہ اُنگلی ڈبوئیے
مطلب کو تو پہنچتے نہیں اندھے کے سے طور ۔ ہم مارتے پھرے ہیں یو نہیں ٹپسے توئیے
اب جان جسم خاکی سے تنگ آگئی بہت ۔ کب تک اس ایک تو کرے مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اُس گلی کے جو ہوں خاک سے تو میر
آب حیات سے بھی نہ وے پانو دھوئیے

شب گئے تھے باغ میں ہم ظلم کے مارے ہوئے — جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے

کور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا — خاک میں مجھکو ملا کر مہرباں بارے ہوئے

آستینیں رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر — حلق بسمل کی طرح لوہو کے فوارے ہوئے

وعدے ہیں سارے خلاف و حرف ہیں یکسر فریب — تم لڑکپن میں کہاں سے ایسے عیارے ہوئے

پھرتے پھرتے عاقبت آنکھیں ہماری مند گئیں — سو گئے بیہوش تھے ہم راہ کے ہارے ہوئے

پیار کرنیکا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ — اُن سے بھی تو پوچھتے تم اتنے کیوں پیارے ہوئے

تم جو ہمسے مل چلے تک رشک سب کرنے لگے — مہرباں جتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے

آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہی تمہیں — آئے ہو کیا جانئے تم کسکے سنکارے ہوئے

لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے — شرم سے سر در گریباں صبح کے تارے ہوئے

استخواں ہی رہ گئے تھے یاں دم خونریز میر
دانے پر کر نیچے اس شوخ کے آرے ہوئے

کرے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہی — زمیں سخت ہی آسماں دور ہی

جرس راہ میں جملہ تن شور ہی — مگر قافلے سے کوئی دور ہی

تمنائے دل کے لئے جان دے — سلیقہ ہمارا تو مشہور ہی

نہو کسطرح فکر انجام کار — بھروسا ہی جسپر سو مغرور ہی

پلک کی سیاہی میں ہی وہ نگاہ — کسو کا مگر خون منظور ہی

دل اپنا نہایت ہی نازک مزاج — گرا گر یہہ شیشہ تو پھر چور ہی

کہیں جو تسلی ہوا ہو یہہ دل — وہی بیقراری بدستور ہی

نہ دیکھا کہ لوہو تھمنا ہو کبھو — مگر چشم خونبار ناسور ہی

سنگ گرم تو سنگریزے کو دیکھا — نہاں اس میں بھی شعلۂ طور ہی

بہت سعی کرئے تو مر رہئے میر

بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

اب میر جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے — پیشانی پہ دے قشقہ زنار پہن بیٹھے
آزردہ دل الفت ہم چکے ہی بہتر ہائے — سب روٹھے گی مجلس جو کہ کے سخن بیٹھے
عریان پھریں کب تک ایکاش کہیں آکر — نہ گرد بیابان کی بالائے بدن بیٹھے
پیکان خدنگ اسکا یوں سینے کے اودھر ہے — جوں مار سیہ کوئی کاٹے ہوئے پھن بیٹھے
جز خط کے خیال اسکے کچھ کام نہیں ہمکو — سبزی پئے ہم اکثر رہتے ہیں مگن بیٹھے
شمشیر تم اسکی اب گو کہ چلے ہر دم — شوریدہ سر اپنے سے ہم باندھ کفن بیٹھے

بس ہو تو ادھر اودھر یوں پھرنے نہ دیں تجھکو
ناچار ترے ہم پے دیکھیں ہائے چلن بیٹھے

نہ تنہا داغ تو سینے پہ میرے یک چمن نکلے — ہر اک لخت جگر کے ساتھ سو زخم کہن نکلے
گمان کب تھا یہ پروانے پر اتنا شمع روئے گی — کہ مجلس میں سے جسکے اشک کے بھر بھر لگن نکلے
کہاں تک ناز برداری کروں شام غریباں کی — کہیں گرد سفر سے جلد بھی صبح وطن نکلے
جنوں ان شورشوں پر تھا کہی چالاکیاں ایسی — میں ضامن ہوں اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم میں میر جنتا بت پرستی پر ہی تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا تبکدے میں برہمن نکلے

قصد گر امتحان ہی پیارے — اب تلک نیم جان ہی پیارے
سجدہ کرنے میں سر کٹے ہے جہاں — سو ترا آستان ہی پیارے
گفتگو ریختے میں ہمسے نہ کر — یہہ ہماری زبان ہی پیارے
کام میں قتل کے مرے تن دے — اب تلک مجھ میں جان ہی پیارے
چھوڑ جاتے ہیں دل کو تیرے پاس — یہہ ہمارا نشان ہی پیارے
شکایں کہا کہا کیاں ہیں جسنے خاک — یہہ وہی آسمان ہی پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہہ یقینی ہی کیا اب اِس کا بیان ہی پیارے
پر تبسم کے کرنے سے تیرے گنج لب پر گمان ہی پیارے
میر عمداً بھی کوئی مرتا ہی
جان ہی تو جہان ہی پیارے

کل وعدہ گاہ میں سے جوں تو نکے ہمکو لائے ہو نقشوں پہ جاں آئی پر آہ وے نہ آئے
زخموں پہ زخم چیلے داغوں پہ داغ کھائے یک قطرہ خون دل نے کیا کیا ستم اٹھائے
اسکی طرف کو ہم نے جب نامہ بر چلائے اُنکا نشان نہ پایا خط راہ میں سے پائے
خوں بستہ جبتلک تھے میں در پہ کر کے کھڑے تھے آنسو گرے کر وروں پلکو نکے تک ہلائے
اس جنگجو کے زخمی اچھے نہ ہوتے دیکھے گل جب چمن میں آئے وے زخم سب دکھائے
برقیاں نہیں پلک سے تاہم تلک بھی پہنچیں پھرتی ہیں وے نگاہیں پلکو کے بنائے سائے
پرکی بہار میں جو محبوب جلوہ گر تھے سو گردش فلک نے سب خاک میں ملائے
ہر قطعہ چمن پر تک گاہ کر نظر کر بگریں ہزار شکلیں تب پھول کے بنائے
یک حرف کی بھی مہلت ہمکو ندی اجل نے تھا جی میں آہ کیا کیا پر کچھ نہ کہنے پائے
چھاتی سراہ اُن کی پائیز میں جنوں نے خار و خس چمن سے ناچار دل لگائے
آگے بھی تجسے تھا یہاں تصویر کا سا عالم بیدردئی فلک نے وے نقش سب مٹائے
مدت ہوئی تھی بیٹھے جوش و خروش دل کو تھو کر لے اُس نگہ کی آشوب پھر اٹھائے
اعجاز عشق ہی سے جیتے رہے وگرنہ کیا حوصلہ کہ جسمیں آزار یہہ سمائے
دل گرمیاں انہوں کی غیر و نصے جب نہ تب تھیں مجلس میں جب گئے ہم غیرت نے جی جلائے
جیتے تو میر ہر شب اس طرز عمر گذری
پھر گور پر ہماری لے شمع گو کہ آئے

قبر عاشق پر مقرر روز آنا کیجئے — جو گیا ہو جان سے اسکو بھی جانا کیجئے

رات دارو بیچئے غیرونمیں بے لیت و لعل — یہاں سحر سر دکھنے کا ہمسے بہانا کیجئے

تک تمہارے ہونٹھ کے ہلنے میں یاں ہوتا ہی کام — اتنی اتنی بات جو ہووے تو مانا کیجئے

گوشۂ چشم بتاں یا کنج لب اسوقت میں — جا کہیں ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجئے

سیکھئے غیرونکے ہاں چھپ چھپ کے علم تیر پھر — سارے عالم میں ہمارے تیں نشانا کیجئے

رفتہ رفتہ قاصدونکو رفتگی اسے ہوئی — جی میں ہی ابکے مقرر اپنا جانا کیجئے

نکلے ہی آنکھوں سے تو گرد کدورت جاے اشک — تا کجا تیری گلی میں خاک چھانا کیجئے

آبشار آنے لگی آنسو کی پلکونسے تو میر
کب تلک یہہ آب چادر منہہ پہ تانا کیجئے

مہوشاں پوچھیں نہ تک ہجر انمیں گر مرجائے — اب کہو اس شہر نابرساں سے کیدھر جائے

کام دل کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں کیونکر بنے — آیئے تا چند و نا امید پھر کر جائے

مضطرب اس آستاں سے اٹھکے کچھ پایا نہ رو — منہہ رہا ہی کیا جو پھر اب اسکے در پر جائے

بعد طوف قیس ہو جی زایر فرہاد بھی — دشت سے اٹھئے تو کوہونمیں مقرر جائے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمیں لایا تھا میر
پانوں میں طاقت کہاں اتنی کہ اب گھر جائے

غالب کہ یہہ دل خستہ شب ہجر میں مر جاے — یہہ رات نہیں وہ جو کہانی میں گذر جاے

ہی طرفہ مفتن نگہ اس آئینہ رو کی — اک پلمیں کرے سیکڑوں خون اور مکر جاے

نہ بتکدہ ہی منزل مقصود نہ کعبہ — جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جاے

ہر صبح تو خورشید ترے منہہ پہ چڑھے ہے — ایسا نہو یہہ سادہ کہیں جی سے اتر جاے

یاقوت کوئی انکو کہے ہے کوئی گل برگ — تک ہونٹھ ہلا تو بھی کہ ایک بات ٹھہر جاے

ہم تازہ شہیدونکو نہ آ دیکھنے نازاں — دامن کے تری زہ کہیں تو ہو میں نہ بھر جاے

گرئے کو مرے دیکھ تک اک شہر کے باہر — اک سطح ہی پانی کا جہاں تک کہ نظر جائے
سمجھ بیٹھ بہت عشق کے آزردہ دلوں میں — نالہ کسو مظلوم کا تاثیر نکر جائے
اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شاید یہہ خبر جائے

ہو گئی شہر شہر رسوائی — ای مری موت تو بھلی آئی
یک بیاباں برنگ صوت جرس — مجھ پہ ہی بیکسی و تنہائی
نہ کھنچے تجھ سے ایک جا نقاش — اُسکی تصویر وہ ہی ہر جائی
سر رکھوں اُسکے پانو پر لیکن — دست قدرت یہہ میں کہاں پائی
میر جب سے گیا ہی دل تب سے
میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

ہمنے جانا تھا سخن ہونگے زباں پر کتنے — پر قلم ہاتھ جو آئی لکھے دفتر کتنے
میں نے اُس قطعۂ صناع سے سر کھینچا ہی — کہ ہر اک کوچے میں جسکے تھے ہنرور کتنے
کشور عشق کو آباد نہ دیکھا ہم نے — ہر گلی کوچے میں اوجڑ پڑے تھے گھر کتنے
آہ نکلی ہی یہہ کسکی ہوس سیر بہار — آتے ہیں باغ میں آوارہ ہوئے پر کتنے
دیکھیو پنجۂ مژگان کے تک آتش دستی — ہر سحر خاک میں ملتے ہیں دُرِّ تر کتنے
کب تلک یہہ دل صد پارہ نظر میں رکھئے — اسپر آنکھیں ہی سئے رہتے ہیں دلبر کتنے
عمر گذری کہ نہیں دودۂ آدم سے کوئی — جس طرف دیکھئے عرصے میں ہیں اب خر کتنے
تو ہی بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئے خاک میں یاں صاحب افسر کتنے

تو گلے ملتا نہیں ہمسے تو کیسی خرمی — عید آئی یاں ہمارے بر میں جامہ ماتمی
جی بھرا رہتا ہی اب آٹھوں پہر مانند ابر — سیکڑوں طوفان بغل میں ہی یہہ مژگان ماتمی

حشر کو زیر و زبر ہوگا جہاں سچ ہی ولے ہی قیامت شیخ جی اُس کا رگہہ کی برہمی
تجھ بنوا محبوب آتش طبع اے ساقی نہیں ہو پرستار و نہیں تیرے گر پری ہو آدمی
سامنے ہو جائیں اے ظالم تو دونوں ہیں پرے وہ دم شمشیر تیرا بہہ ہماری بیدمی
اُس قیامت جلوہ سے بہتیرے ہمسے جی اُٹھیں مر گئے تو مر گئے ہم اُسکی کیا ہو گی کمی

کچھ پریشانی سے ہی سنبل کی جو الجھے ہیں میر
یک جہاں برہم کرے زلفوں کی اسکی درہمی

آہ جسوقت سر اٹھاتی ہی عرش پر برچھیاں چلاتی ہی
ناز بردار لب ہی جاں جب سے تیرے خط کی خبر کو پاتی ہی
اے شب ہجر راست کہہ تجھکو بات کچھ صبح کی بھی آتی ہی

چشم بد دور چشم تر اے میر
آنکھیں طوفان کو دکھاتی ہی

اب ضعف سے وہ ہتا ہی بیتابی کی اس دلکے تڑپنے نے کیا خانہ خرابی کی
ان درس گہوں میں ویسا آیا نہ نظر اسکو کیا نقل کروں خوبی اُس چہرہ کتابی کی
بہنتے ہیں دل اک جانب سکتے ہیں جگر یکسو ہی مجلس مشتاقاں دوکان کبابی کی
تلخ اس اب میگوں سے سب سنتے ہیں کس خاطر تہ دار نہیں ہوتی گفتار شرابی کی
یک بوکشی بلبل ہی موجب صد مستی پر زور ہی کیا دارو غنچے کی گلابی کی
اب سوز محبت سے سارے جو پگھلے ہیں ہی شکل مرے دل کی سب شیشہ حبابی کی

شرمندہ مرے منہ سے یاں حرف نہیں نکلا
جو بات کہ میں نے کی سو میر حسابی کی

طاقت نہیں ہی دل میں نے جی بچا رہا ہی کیا ناز کر رہے ہو اب ہم میں کیا رہا ہی
جیب اور آستیں سے رونے کا کام گذرا سارا بچورہ اب تو دامن پر آ رہا ہی

اب چیت گر نہیں کچھ تازہ ہوا ہوں بیکل
آیا ہوں جب سے خود میں جی اس میں جا رہا ہی

کاہیکا پاس اب تو رسوائی دور پہنچی
راز محبت اپنا کیسے چھپا رہا ہی

گرد رہ اسکی یارب کس اور سے اٹھیگی
سو سو غزال ہر سو آنکھیں لگا رہا ہی

بندے تو طرحدار و ہیں طرح کش تمھارے
پھر چاہتے ہو کیا تم اب اک خدا رہا ہی

دیکھہ اس دہن کو ہر دم ای آرسی کہ یونہیں
خوبی کا در کسو کے منہہ پر بھی وا رہا ہی

دل لطف کی نگاہیں پہلے فریب ہیں سب
کیسے وہ بے مروت پھر آشنا رہا ہی

اتنا خزاں کرے ہی کب زرد رنگ پریاں
تو بھی کسو نگہہ سے ای گل جدا رہا ہی

رہتے ہیں داغ اکثر نان و نمک کی خاطر
جیسے کا اس زمیں میں اب کیا مزا رہا ہی

اب چاہتا نہیں ہی بوسہ جو تیرے لب سے
جینے سے میر شاید کچھہ دل اٹھا رہا ہی

مجھہ سا بیتاب ہووے جب کوئی
بیقراری کو جانے تب کوئی

ہاں خدا مغفرت کرے اسکو
صبر مرحوم تھا عجب کوئی

جان دے گو مسیح پر اسے
بات کہتے ہیں تیرے لب کوئی

بعد میرے ہی ہو گیا سنسان
سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی

اسکے کوچے میں حشر تھی مجھہ خاک
آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

قطعہ

اور محزوں بھی ہم سنے تھے ولے
میر سا ہو سکے ہی کب کوئی

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے
شخص ہوگا کہیں طرب کوئی

تر پھرنا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے
ہیں کشتہ ہوں انداز قاتل کا اپنے

نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ ہ ہی
مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے

دل زخم خوردہ کے اور اک لگائی — مداوا کیا خوب گھایل کا اپنے
تک ابرو کو میری طرف کیجے مایل — کبھو دل بھی رکھ لیجے مایل کا اپنے
ہوا دفتر قیس آخر ابھی یاں — سخن ہی جنوں کی اوایل کا اپنے
بنائیں رکھیں میں نے عالم میں کیا کیا — ہوں بندہ خیالات باطل کا اپنے

مقام فنا واقعے میں جو دیکھا
اثر بھی نہ تھا گور منزل کا اپنے

آگے ہمارے عہد سے وحشت کو جا نہ تھی — دیوانگی کسو کی بھی زنجیر پا نہ تھی
بیگانہ سا لگے ہی چمن اب خزاں میں ہاے — ایسی گئی بہار مگر آشنا نہ تھی
کب تھا یہہ شور نوحہ ترا عشق جب نہ تھا — دل تھا ہمارا آگے تو ماتم سرا نہ تھی
وہ اور کوئی ہوگی سحر جب ہوئی قبول — شرمندۂ اثر تو ہماری دعا نہ تھی
آگے بھی تیرے عشق سے کھینچے تھے درد و رنج — لیکن ہماری جان پر ایسی بلا نہ تھی
دیکھے دیار حسن کے میں کارواں بہت — لیکن کسو کے پاس متاع وفا نہ تھی
آئی پری سی پردۂ مینا سے جام تک — آنکھوں میں تیری دختر رز کیا حیا نہ تھی
اُس وقت سے کیا ہی مجھے تو چراغ وقف — مخلوق جب جہاں میں نسیم و صبا نہ تھی

پژمردہ اسقدر ہیں کہ ہی شبہہ ہمکو میر
تن میں ہماری جان کبھی تھی بھی یا نہ تھی

جب تک کہ ترا گذر نہووے — جلوہ مری گور پر نہووے
لے تیغ و سپر کو تو جدھر ہو — خورشید کا منہہ اُدھر نہووے
رونے کی ہی جاگہہ آہ کر ئے — پھر دل میں ترے اثر نہووے
بیمار رہے ہیں اُسکی آنکھیں — دیکھو کسو کی نظر نہووے
رکتی نہیں تیغ نالہ ہرگز — جب تک کہ جگر سپر نہووے

کر بے خبر اک نگہہ سے ساقی ، لیکن کسو کو خبر نہو وے
خستے ترے موئے غیر ہیں کے کیونکر جیئیں صبر گر نہو وے
رکھہ دیکھہ کے راہ عشق میں پاے
یاں میر کسو کا سر نہو وے

رات گذرے ہی مجھے نزع میں روتے روتے آنکھیں پھر جائینگی اب صبح کے ہوتے ہوتے
کھول کر آنکھہ اُرا دید جہاں کا غافل خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے
جم گیا خوں کف قاتل پہ ترا میر زبس
اُنے رورو دیا کل ہاتھہ کو دھوتے دھوتے

یعقوب کے نہ کاسۂ احزان تلک گئے سو کاروان مصر سے کنعاں تلک گئے
ہارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی سانتے میں جی کے گلستاں تلک گئے
رہنے نہ دینگے دشت میں مجنوں کو چین سے گر ہم جنوں کے مارے بیاباں تلک گئے
کو موسم شباب کہاں گل کسے دماغ بلبل وہ چہچہے انھیں یاراں تلک گئے
کچھہ آبلے دئیے تھے رہ آورد عشق نے سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئے
پھاڑا تھا جیب پی کے مے شوق میں نے میر
مستانہ چاک لوتنے داماں تلک گئے

جن جن کو تھا یہہ عشق کا آزار مرگئے اکثر ہمارے ساتھہ کے بیمار مرگئے
ہوتا نہیں ہی اُس لب نوخط پہ کوئی سبز عیسی و خضر کیا سبھی یکبار مرگئے
یوں کانوں کان گل نے نجانا چمن میں آہ سر کو پٹک کے ہم پس دیوار مرگئے
صدکارواں وفا ہی کوئی پوچھتا نہیں گویا متاع دل کے خریدار مرگئے
مجنوں نہ دشت میں ہی نہ فرہاد کوہ میں تھا جن سے لطف زندگی وے یار مرگئے
افسوس ، وے شہید کہ جو قتل گاہ میں لگتے ہی اسکے ہاتھہ کی تلوار مرگئے

تجھ سے دوچار ہونیکی حسرت کے مبتلا جب جی ہوئے وہاں تو ناچار مرگئے

گھبرا نہ میر عشق میں اس سہل زیست پر

جب بس چلا نہ کچھ تو مرے یار مر گئے

چھن گیا سینہ بھی کلیجہ بھی یار کے تیر جان لیجا بھی

کہوں تری موت آئی ہیگی عزیز سامھنے سے ترے ارے جا بھی

حال کہہ چپ رہا تو میں بولا کسکا قصہ تھا ان کہے جا بھی

قطعہ

میں کہا میر جان بلب ہی شوخ تو نے کوئی خبر کو بھیجا بھی

کہنے لاگا نہ واہی بک اتنا

کہوں ہوا ہی سری ارے جا بھی

تمام اسکے قد میں سناں کی طرح ہی رنگیلی پت اس احوان کی طرح ہی

برے ہونا احوال کو سنکے میرے بھلا تو ہی کہہ یہہ کہان کی طرح ہی

قطعہ

ارے خاک گاہے رہے گاہ ویراں خراب و پریشاں یہاں کی طرح ہی

تعلق کرو میر اس پر جو چاہو

مری جان یہہ کچھ جہاں کی طرح ہی

محبان کے ساتھہ اُسکے بہت شور میں کئے نالون نے میرے ہوش جرس کے اُڑا دئے

فصاد خوں فساد پہ ہی مجھسے ان دنون نشتر نہ تو لگاوے تو میر ا لہو پیئے

صورت جرس کی طرز بیاباں میں ہائے میر

تنہا چلا ہوں میں دل پر شور گو لئے

کہان تک عمر جاسوسی کے پیچھے کو لگا آوے آلہی اس بلائے ناگہان پر بھی بلا آوے

رکا جاتا ہی جی اندر ہی اندر آج گرمی سے — بلا سے چاک ہی ہو جاے سینہ تک ہوا آوے
ترا آنا ہی اب مرکوز ہی ہمکو دم آخر — یہہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تن میں یا آوے
یہہ رسم آمد و رفت دیار عشق تازہ ہی — ہنسے وہ جاے میری اور رونا یون چلا آوے
اسیری نے چمن سے میری دل گرمی کو دھو ڈالا — وگرنہ برق جا کر آشیاں میرا جلا آوے
امید رحم ان سے سخت نافہمی ہی عاشق کی — یہہ بت سنگین دلی اپنی نچھوڑیں گر خدا آوے
یہہ فن عشق ہی آوے اسے طینت میں جسکی ہو — تو زاہد پیر نابالغ ہی بے تہ تجھکو کیا آوے
ہمارے دلمیں آنے سے تکلف غم کو بیجا ہی — یہہ دولتخانہ ہی اسکا وہ جب چاہے چلا آوے

برنگ بوئے غنچہ عمر ایک ہی رنگ میں گذرے
میسر میر صاحب گر دل بیمدعا آوے

گو ننگ اسکو آوے ہی عاشق کے نام سے — ہی میر کام میرے تئیں اپنے کام سے
درد صفر ہی خوب پیئیں جسمیں صاف مے — کیا میکشوں کو اول ماہ صیام سے

پڑھتے نہیں نماز جنازے پر اُسکے میر
دلمیں غبار جسکے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہی اگر چپکا رہوں مجھ پر عتاب آوے — وگر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اسکو خواب آوے
بھرا ہی دل مرا جام لبالب کی طرح ساقی — گلے لگ خوب روؤں میں جو مینائی شراب آوے
بغل پروردۂ طوفاں ہوں میں یہہ موج ہی میری — بیابانمیں اگر روؤں تو شہرونمیں بھی آب آوے

لپیٹا ہی دل سوزان کو اپنے میر نے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اسکے لیجانے کی تاب آوے

حصول کام کا دلخواہ یاں ہوا بھی ہی — سماجت اتنی بھی سب سے کوئی خدا بھی ہی
موئے ہی جاتے ہیں ہم درد عشق سے یارو — کسو کے پاس اِس آزار کی دوا بھی ہی
اداسیاں تھیں مری خانقہ میں قابل سیر — صنم کدے میں تو ٹک آکے دل لگا بھی ہی

یہہ کہئے کیونکے کہ خوبان سے کچھہ نہیں مطلب
لگے جو پھرنے ہیں ہم کچھہ تو مدعا بھی ہی

ترا ہی وہم کہ میں اپنے پیرہن میں ہوں
نگاہ غور سے کر مجھہ میں کچھہ رہا بھی ہی

جو کہو لوں سینۂ مجروح تو نمک چھڑکے
جراحت اسکو دکھانے کا کچھہ مزا بھی ہی

کہاں تلک شب و روز آہ درد دل کہئے
ہر ایک بات کو آخر کچھہ انتہا بھی ہی

ہوس تو دلمیں ہمارے جگہہ کرے لیکن
کہیں ہجوم سے اندوہ و غم کی جا بھی ہی

غم فراق ہی دنبالہ گرد عیش وصال
فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہی

قبول کرئے تری رہ میں جی کو کھو دینا
جو کچھہ بھی پائے تجھکو تو آشنا بھی ہی

جگر میں سوزن مژگاں کتیں کتب نہ گرا
کسو کے زخم کو تو نے کبھو سیا بھی ہی

گذار شہر وفا میں سمجھہ کے کر مجنوں
کہ اسکے دیار میں میر شکستہ پا بھی ہی

بسکہ دیوانگیٔ حال میں چالاک ہوئے
سو گریبان مرے ہاتھہ سے یاں چاک ہوئے

سر و گر پاؤں پہ قاتل کے کٹائی گردن
اپنے ذمے سے تو صد شکر کہ ہم پاک ہوئے

پایمالی سے فراغت ہی نہیں میر ہمیں
کوئے دلبر میں عبث آن کے ہم خاک ہوئے

صید افگنوں سے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کتیں پیشکش تیر کرینگے

فریاد اسیران محبت نہیں بے ہیچ
یہہ نالے کسو دلمیں بھی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شورشیں دکھلائینگے بلبل
آتی ہی بہار اب ہمیں زنجیر کرینگے

وا اسے سر حرف تو ہو گو کہ یہہ سر جاے
ہم حاق بریدہ ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہیں خوباں
مر جاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بھی دن ہوگا جو مصر سے چاں کبر
کنعان کی طرف قافلے شبگیر کرینگے

شب دیکھی ہی زلف اسکی بجز دام اسیری
کیا یاراب اس خواب کی تعبیر کی کرینگے

غصے میں تو ہو وے گی توجہ تری ادھر ہر کام میں ہم جانکے تقصیر کرینگے
نکلا نہ منا جاتیوں سے کام کچھ اپنا اب کوئی خرابا تئی جواں پیر کرینگے

بازیچہ نہیں میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کرینگے

دلکی طرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہی تک آپ بھی تو آئے یہاں زور باؤ ہی
اٹھتا نہیں ہی ہاتھ ترا تیغ جور سے ناحق کشی کہاں تئیں یہہ کہا سبھاؤ ہی
باغ نظر ہی چشم کے منظر کا سب جہاں تک ٹھہر و یہاں تو جانو کہ کیسا دکھاؤ ہی
تقریب ہمنے ڈالی ہی اسے جوے کی اب جو بن پڑے ہی تک تو ہمارا ہی داؤ ہی
ٹپکا کرے ہی آنکھ سے لوہو ہی روز و شب چہرے پہ میرے چشم ہی یا کوئی گھاؤ ہی
ضبط سرشک خونیں سے جی کہونکے شاد ہو اب دلکی طرف لوہو کا سارا بہاؤ ہی
اب سبکے روزگار کی صورت بگر گئی لاکھوں میں ایک دو کا کہیں کچھ بناؤ ہی
چھاتی کے میری سارے نمودار ہیں یہ زخم پردار ہا ہی کونسا اب کہا چھاؤ ہی

عاشق کہیں جو ہوگے تو جانو گے قدر میر
اب تو کسیکے چاہنے کا تمکو چاؤ ہی

جہاں میں روز ہی آشوب اُسکی قامت سے اُٹھے ہی فتنہ ہر اِک شوخ تر قیامت سے
موا ہوں ہو کے دل افسردہ رنج کلفت سے اُگے ہی سبزۂ پژمردہ میری تربت سے
جہاں ملے تہاں کافر ہی ہونا پڑتا ہی خدا پناہ میں رکھے بتوں کی صحبت سے
تسلی اُنے نہ کی ایک دو سخن سے کبھو جو کوئی بات کہے بھی تو آدھی لکنت سے
پلک کے مارتے ہم تو نظر نہیں آتے سخن کرو ہو عبث تم ہماری فرصت سے
امیرزادوں سے دلی کے مل نہ تا مقدور کہ ہم فقیر ہوئے ہیں اُنہیں کی دولت سے
یہہ جہل دیکھہ کہ ان سے سمجھے میں اُٹھا لایا گراں وہ بار جو تھا بیش اپنی طاقت سے

رہا نہوگا بخود صانع ازل بھی تب — بنایا ہوگا جب اُس منہہ کو دست قدرت سے
وہ آنکھیں پھیرے ہی لیتا ہی دیکھئے کیا ہو — معاملت ہی ہمیں دلکی بیمروت سے

جو سوچے تک تو وہ مطلوب ہم ہی نکلے میر
خراب پھرتے تھے جسکی طلب میں مدت سے

رمق ایک جان وبال ہی کوئی دم جو ہی تو عذاب ہی — دل داغ کشتہ کباب ہی جگر گداختہ آب ہی
میرے خلق محو کلام سب مجھے چھوڑتے ہیں خموش کب — میرا حرف رشک کتاب ہی مری بات لکھنے کا باب ہی
جو وہ لکھتا کچھ بھی تو نامہ بر کوئی رہتی منہہ میں تری زبان — تری خامشی سے یہہ نکلے ہی کہ جواب خط کا جواب ہی
رہے حال دل کا جو ایک سا تو رجوع کرتے کہیں بھلا — سو تو یہہ کبھو ہمہ داغ ہی کبھو نیم سوز کباب ہی
کہیں گے کہو تمھیں لوگ کیا یہی آرسی یہی تم سدا — نہ کسو کی تمکو ہی تک حیا نہ ہمارے منہہ سے حجاب ہی
چلو میکدے میں بسر کریں کہ رہی ہی کچھ برکت وہیں — لب نان تو واں کا کباب ہی دم آب واں شراب ہی
نہیں کھلتیں آنکھیں تمھاری تک کہ مآل پر بھی نظر کرو — یہہ جو وہم کی سی نمود ہی اسے خوب دیکھو تو خواب ہی
کئے وقت آتے ہیں ہاتھہ کب ہوے اُلو گنوا کے خراب سب — تجھے کرنا ہووے سو کر تو اب کہ یہہ عمر برق شتاب ہی
کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہہ نہ اگا لیا — یہی لحظہ لحظہ خطاب ہی وہی لمحہ لمحہ عتاب ہی
تو جہانکے بحر عمیق میں سر پر ہوا نہ بلند کر — کہ یہہ پنجروزہ جو بود ہی کسو موج پر کا حباب ہی
رکھو آرزو می خام کی کرو گفتگو خط جام کی — کہ سیاہ کاروں سے حشر میں نہ حساب ہی نہ کتاب ہی

میرا شور سنکے جو لوگوں نے کیا پوچھنا تو کہے ہی کیا
جسے میر کہتے ہی ہیں صاحبو یہہ وہی تو خانہ خراب ہی

سینہ ہی چاک جگر پارہ ہی دل سب خون ہی — تس پہ یہہ جان بلب آمدہ بھی محزوں ہی
اُنسے آنکھوں کو ملا جی میں رہے کیونکر تاب — چشم اعجاز مژہ سحر نگہہ افسوں ہی
آہ یہہ رسم وفا ہووے بر افتاد کہیں — اس ستم پر بھی مرا دل اُسی کا ممنون ہی
کبھو اس دشت سے اُٹھتا ہی جو ایک ابر تنک — گرد نمناک پریشان شدہ مجنوں ہی

کیونکے بے بادہ لب جو پہ چمن میں یہہ رہے — عکس گل آب میں تکلیف مئے گلگوں ہی
پار بھی ہو نہ کلیجے کے تو پھر کیا بلبل — مصرع نالہ جگر کاوی ہی گو موزوں ہی
شہر کتنا جو کوئی اُسمیں سرشک افشاں ہو — رو کش گریہ غم حوصلہ ہاموں ہی
خوں ہر یک رقم شوق سے ٹپکے ٹھاولے — وہ نہ سمجھا کہ مرے نامے کا کیا مضموں ہی

میر کی بات پہ ہر وقت یہہ جھنجھلایا نہ کر
سڑی ہی ضبطی ہی وہ شیفتہ ہی مجنوں ہی

کہنا ترے منہہ پر تو نپٹ بے ادبی ہی — زاہد جو ضعف تجھہ میں ہی سوز تجلبی ہی
اس دشت میں ای سیل سنبھال ہی کے قدم رکھہ — ہر سمت کو یہاں دفن مری تشنہ لبی ہی
ہر یک سے کہا نیند میں پر کوئی نہ سمجھا — شاید کہ مرے حال کا قصہ عربی ہی
عزلت سے نکل شیخ کہ تیرے لیے نیاز — کوئی ہفت گزی میخ کوئی وہ وجبی ہی

ای چرخ نہ تو روز سیہ میر پہ لانا
بیچارہ وہ اک نعرہ زن نیم شبی ہی

دو سونپ دود دل کو میرا کوئی نشاں ہی — ہو نمش چراغ کشتہ باد سحر کہاں ہی
بیٹھا جگر سے اپنے کھینچوں ہوں اُسکی پیکاں — جینے کی اور سے تو خاطر مری نشاں ہی
روشن ہی جلکے مرنا پروانے کا ولیکن — ای شمع کچھہ تو کہہ تو تیری بھی تو زباں ہی
بھڑکے ہی آتش گل ای ابر تر ترحم — گوشے میں گلستاں کے میرا بھی آشیاں ہی
ہم زمزمہ تو ہو کے مجھہ نالہ کش سے چپ رہ — ای عندلیب گلشن تیرا لب و دہاں ہی
کس دور میں اُٹھایا مجھہ سینہ سوختہ کو — پیوند ہو زمیں کا جیسا یہہ آسماں ہی

پیر مغاں سعادت تیری جو ایسا آوے
یہہ میر میکشوں میں اک طرز کا جواں ہی

نرم ہیں شور سے تجھہ کی سن کے بازار کئی — رشک سے جلتے ہیں یوسف کے خریدار کئی

کب تلک داغ دکھاؤ گی اسیری مجھکو
مر گئے ساتھ کے میرے تو گرفتار کئی

وے ہی چالاکیاں ہاتھوں کی تمہیں جو اول تھیں
اب گریباں میں مرے رہ گئے ہیں تار کئی

خوف تنہائی نہیں کر تو جہاں سے تو سفر
ہر جگہ راہ عدم میں ملینگے یار کئی

اضطراب و قلق و ضعف میں کسطور جیوں
جان واحد ہی مرے اور ہیں آزار کئی

کیوں نہوں خستہ بھلا میں کہ ستم کے تیرے
تیر ہیں پار کئی وار ہیں سو فار کئی

اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یادگار مژہ میر ہیں واں خار کئی

ہمسایۂ چمن ہے نہ پوچھ زار کون ہی
نالاں و مضطرب پس دیوار کون ہی

مژگاں بھی پھر گئیں تری بیمار چشم دیکھ
وکھہ ور و میں سوا ہی خدا یار کون ہی

نالے جو آج سنتے ہیں سو ہیں جگر خراش
کہا جانیے قفس میں گرفتار کون ہی

آیا نہ آشیانہ بلبل میں کام بھی
مجھ سا تو خار باغ میں پیکار لون ہی

بازار دہر میں ہی عبث میر عرض مہر
یہاں ایسی جنس کا تو خریدار کون ہی

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہی
شمع مزار میر بجز آہ کون ہی

بیکس ہوں مضطرب ہوں مسافر ہوں بیوطن
دوری راہ بن مری ہمراہ کون ہی

لبریز جسکے حسن سے مسجد ہی اور دیر
ایسا بتوں کے بیچ وہ اللہ کون ہی

رکھیو قدم سنبھال کے کہ تو جانتا نہیں
مانند نقش پا یہہ سر راہ کون ہی

ایسا اسیر خستہ جگر میں سنا نہیں
ہر آہ میر جسکے ہی جانکاہ کون ہی

دیکھا کروں تجھی کو منظور ہی تو یہہ ہی
آنکھیں نہ کھولوں تجھ بن مقدور ہی تو یہہ ہی

نزدیک تجھ سے سب ہی کہا قتل کیا جانا
ہم غمزدوں سے ملنا اک دور ہی تو یہہ ہی

روئے میں دن کٹے ہیں آہ و فغاں سے راتیں — گرشتہ ہی تو یہہ ہی مذکور ہی تو یہہ ہی
چاک جگر کو میرے برجا ہی جو کہو تم — گر زخم ہی تو یہہ ہی ناسور ہی تو یہہ ہی
کہتا ہی کوئی عاشق کوئی کہے ہی خبطی — دنیا سے بھی نرالا رنجور ہی تو یہہ ہی

کہا جانوں کیا کسل ہی واقع میں میر کے ہیں
دو چار روز سے جو مشہور ہی تو یہہ ہی

کوئی ہوا نہ روکش تک میری چشم تر سے — کہا کیا نہ ابر آکر یہاں زور زور برسے
وحشت سے میری یارو خاطر نہ جمع رکھیو — پھر آوے یا نہ آوے تو پر اُٹھا جو گھر سے
اب جو عبر شک اُن سے پھر نیکی چشم مت رکھ — جو خاک میں ملے ہیں گر گر تری نظر سے
دیدار خواہ اُسکے کم ہوں تو شور کم ہو — ہر صبح یک قیامت اُٹھتی ہی اسکے در سے
داغ اینک ہو چلا ہی بھی خون اینک ہو بہا بھی — اب بحث کیا ہی دلسے کیا گفتگو جگر سے
دل کس طرح نہ کھینچیں اشعار رنجتے کے — بہتر کیا ہی میں نے اس عیب کو ہنر سے
انجام کار بلبل دیکھا ہم اپنی آنکھوں — آوارہ تھے چمن میں دو چار تو تے پر سے
بیطاقتی نے دلکی آخر کو مار رکھا — آفت ہمارے جیکی آئی ہمارے گھر سے
دلکش یہہ منزل آخر دیکھا تو راہ نکلے — سب یار جا چکے تھے آئے جو ہم سفر سے

آوارہ میر شاید واں خاک ہو گیا ہی
یک گرد اٹھ چلی ہی گاہ اسکی رہگذر سے

وعدہ و عید پیارے کچھ تو قرار ہووے — دلکی معاملات ہی کیا کوئی خوار ہووے
فکر اک سے نہ باندھ دیکھے نہ تو تر پھنا — کس آرزو پہ کوئی تیر اشکار ہووے
از بس لہو پیا ہی میں ترے غم میں گلرو — تربت سے میری شاید خشر بہار ہووے
میں مست مر گیا ہوں گر نہ عجب نہ ساقی — گر سنگ شیشہ میرا سنگ مزار ہووے

اے غیر میر تجھکو گو جو تیلوں نہ مارے
اک

سید نہ ہوے پھر تو کوئی چمار ہووے

رہی نہ چغتائی عالم میں دور خامی ہے ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے
نہ اتھہ تو گھر سے اگر چاہتا ہی ہوں مشہور نگیں جو بیٹھا ہی گر کر تو کہسانامی ہے

ہوئی ہیں فکر میں پریشاں میر یاروں کی
جو اس خمسہ کرے جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق میں کیا جانے کیا جانیے کیا ہوگا آخر کو خدا جانے
واں آرسی ہی وہی یہاں سنگ ہی چھاتی ہی گذرے ہی جو کچھہ ہم پر سو اسکی بلا جانے
ناصح کو خبر کیا ہی لذت سے غم دلکی ہی حق بطرف اسکے چکھے تو مزا جانے
میں خط جبیں اپنا یارو کسے دکھلاؤں قسمت کے لکھے کے نہیں یاں کوئی مٹا جانے
بیٹھا قتئ دل نے ہمکو نہ کیا رسوا ہی عشق سزا اسکو جو کوئی چھپا جانے
اس مرتبہ ناسازی بہتی ہی دلا کوئی کچھہ خلق بھی پیدا کرنا خلق بھلا جانے

لیجائیے میر اسکے دروازے کی مٹی بھی
اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے

ہنستے ہو روتے دیکھہ کر غم سے چھیڑ رکھی ہی تمنے کیا ہم سے
مند گئی آنکھہ ہی اندھیرا پاک روشنی ہی سویاں مرے دم سے
تم جو دلخواہ خلق ہو ہم کو دشمنی ہی تمام عالم سے
در ہمی آگئی مزا جوں میں آخر ان گیسوان درہم سے
سب نے جانا کہیں یہہ عاشق ہی بہ گئے اشک دیدۂ نم سے
منت یوں ہاتھہ سے نکھو ہم کو کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں ہم سے

قطعہ

اکثر آلات جور اسے ہوئے آفتیں آئیں اسکے مقدم سے

دیکھ دے پلکیں پر چھیاں چلیاں تیغ نکلی اس ابرو ے خم سے

قطعہ

کوئی بیگانہ گر نہیں موجود منہ چھپانا یہہ کیا ہی پھر ہم سے
وجہ پردے کی پوچھئے بارے ملئے اسکے کسو جو محرم سے

ورپلی خون میر ہی نہ ہو
ہو بھی جاتا ہی جرم آدم سے

نالۂ عجز نقص الفت ہی رنج و محنت کمال راحت ہی
عشق ہی گریۂ ندامت ہی ورنہ عاشق کو چشم خفت ہی
تادم مرگ غم خوشی کا نہیں دل آزردہ لر سلامت ہی
دل میں ناسور پھر جدھر چاہے ہر طرف کوچۂ جراحت ہی
رونا آتا ہی دمبدم شاید کسو حسرت کی دل سے رخصت ہی
فتنے رہتے ہیں اُسکے سائے میں قد و قامت ترا قیامت ہی
نہ تجھے رحم نے اسے تک صبر دل پہ میرے عجب مصیبت ہی

قطعہ

تو تو نادان ہی نہیں ناصح کب موثر تری نصیحت ہی
دل پہ جب میرے آگے یہہ ٹھہرا کہ مجھے خوش دلی اذیت ہی
رنج و محنت سے باز کیونکے رہوں وقت جاتا رہے تو حسرت ہی
کیا ہی پھر کوئی دم کو کیا جانو دم غنیمت میاں جو فرصت ہی

قطعہ

تیرا شکوہ مجھے نہ میرا تجھے چاہئے یوں جو قی الحقیقت ہی
تجھکو مسجد ہی مجھکو می خانہ واعظا اپنی اپنی قسمت ہی

ایسے ہنس مکھ کو شمع سے تشبیہ — شمع مجلس کی رونی صورت ہی
باطل السحر دیکھ باطل تھے — تیری آنکھوں کا سحر آفت ہی
ابر تر کے حضور پھوٹ بہا — دیدۂ تر کو میرے رحمت ہی
کیا ہوا گر غزل قصیدہ ہوئی — عاقبت قصۂ محبت ہی

قطعہ

تربت میر پر ہیں اہل سخن — ہر طرف حرف ہی حکایت ہی
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل
بخدا واجب الزیارت ہی

پھر اُسّے طرح کچھ جو دعوے کی سی ڈالی ہی — کیا تازہ کوئی گل نے اب شاخ نکالی ہی
سچ پوچھو تو کب ہیگا اُسکا سا دہن غنچہ — تسکیں کے لئے ہمنے اِک بات بنا لی ہی
وہ یہی کو نہ کچھ پوچھو اِک بھرت کا ہی گڑوا — ترکیب سے کیا کہئے سانچے میں کی ڈھالی ہی
ہم قد خمیدہ سے آغوش ہوئے سارے — پر فایدہ تجھسے تو آغوش وہ خالی ہی
عزت کی کوئی صورت دکھلائی نہیں دیتی — چپ رہئے تو چشمک ہی کچھ کہئے تو گالی ہی
دو گام کے چلنے میں پامال ہوا عالم — کچھ ساری خدائی سے وہ چال نرالی ہی
ہیگی تو دو سالہ پر ہی دختر رز آفت — کیا پیر مغان نے بھی ایک چھوکری پالی ہی
خونریزی میں ہمسونکی جو خاک برابر ہیں — کب سر تو فرو لایا ہمت تری عالی ہی
جب سر چڑھے ہوں ایسے تب عشق کریں سو بھی — جوں توں یہہ بلا سر سے فرہاد نے ٹالی ہی
اِن منجھوں میں زاہد پھر سر زدہ مت آنا — مندیاں تری ابکے ہمنے تو بچالی ہی
کیا میر تو روتا ہی پامالی دل ہی گو
اِن لونڈوں نے تو دلی سب سر پہ اُٹھالی ہی

میری پرسش پہ تری طبع اگر آوے گی — صورت حال تجھے آ بھی نظر آوے گی

صحرا سا نہیں ایسا کہ جو چیتے گا شتاب — اسکے بیخود کی بہت دیر خبر آوے گی
کتنے پیغام چمن کو ہیں سو دل میں ہیں گرہ — کسو دن ہم تئیں بھی باد سحر آوے لی
ابر مت گور غریباں پہ برس غافل آہ — ان دل آزردوں کے جی میں بھی لہر آوے گی

میر میں جیتوں میں آوے گا اسی دن جسدن
دل نہ تڑپھے گا مرا چشم نہ بھر آوے گی

ناز چمن وہی ہی بلبل سے گو خزاں ہی — تنہا جو زرد وہی ہی سو شاخ زعفراں ہی
گر اس چمن میں وہ بھی اک ہی لب و دہاں ہی — لیکن سخن کا تجھ سے غنچے کو منہ کہاں ہی
ہنگام جلوہ اسکے مشکل ہی ٹھہرے رہنا — چتون ہی دل کی آفت چشمک بلائے جاں ہی
پتھر سے تو رنے کے قابل ہی آرسی تو — پر کیا کریں کہ پیارے منہ تیرا درمیاں ہی
باغ و بہار ہی وہ میں کشت زعفراں ہوں — جو لطف ایک ادھر ہی تو یاں بھی اک سماں ہی
ہر چند ضبط کرئے چھپتا ہی عشق کوئی — گذرے ہی دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیاں ہی
اس فن میں کوئی بے تہ کیا ہو مرا معارض — اول تو میں سند ہوں پھر یہہ مری زباں ہی
عالم میں آب و گل کا ٹھہرا و کس طرح ہو — گر خاک ہی اڑے ہی اور آب ہی رواں ہی
چرچا رہیگا اس کا تا حشر میکشاں میں — خونریز کی ہماری رنگیں داستاں ہی

از خویش رفتہ اس بن رہتا ہی میر اکثر
کرتے ہو بات کسسے وہ آپ میں کہاں ہی

تیر اخر ادم دیکھے تو جا سے نہ ہل سکے — کیا جی تدرو کا جو ترے آگے چل سکے
اس دلجلے کنی تاب کے لالے کو عشق ہی — فانوس کی سی شمع جو پر دیہیں جل سکے
کہنا ہی کون تجھکو کہ ای سینہ رک نجا — اتنا تو ہو کہ آہ جگر سے نکل سکے
گر دو پہر کو اسکو نکلنے دے ناز کی — حیرت سے آفتاب کے پھر دن نہ ڈھل سکے
کیا اس غریب کو ہو سر سایہ ہما — جو اپنی بید ماغی سے کبھی نہ جھل سکے

ہی جاے حیف بزم جہاں ماں لے ای پتنگ — اپنے اُپر جو کوئی گھڑی ہاتھ ماں سکے
کسکو ہی آرزوئے افاقت فراق میں — ایسا تو ہو کہ کوئی گھڑی جی سنبھال سکے
مت ابر چشم کم سے مری چشم تر کو دیکھ — چشمہ ہی یہہ وہ جسے لہر دریا اُبال سکے
کہتا ہی وہ تو ایک کی دس میر کم سخن — اُسکی زباں کے عہدے سے کیونکر نکل سکے

تغیر قافئے سے یہہ طرحی غزل کہوں
تا جسمیں زور کچھہ تو طبیعت کا چل سکے

خوں شید تیرے چہرے کے آگو نہ آسکے — اُسکو جگر بھی شرط ہی جو تاب لا سکے
ہم گرم رو ہیں راہ فنا کے شرر صفت — ایسے نہ جائیں گے کہ کوئی کھوج پا سکے
خاقاں نہ ہیو آہ ضعیفوں سے سرکشاں — طاقت ہی اسکو یہہ کہ جہاں کو جلا سکے
میرا جو بس چلے تو منادی کیا کروں — تا اب سے دل نہ کوئی کسو سے لگا سکے
تدبیر جیب پارہ نہیں کرتی فایدہ — ناصح جگر کا چاک سلا جو سلا سکے
اسکا کمال چرخ پہ سر کھینچتا نہیں — اپنے تئیں جو خاک میں کوئی ملا سکے
یہہ تیغ ہی یہہ طشت یہہ تو ہی یہہ بوالہوس — کھانا تجھے حرام ہی جو زخم کھا سکے
اس رشک آفتاب کو دیکھے تو شرم سے — ماہ فلک نہ شہر میں منہہ کو دکھا سکے

قطعہ

کیا دلفریب جاے ہی آفاق ہمنشیں — دو دن کو یاں جو آئے سو بر سوں نجا سکے
مشکل ہی اس پہ مردن دشوار رفتگاں — یعنے جہاں سے دل کو نہ آساں اُٹھا سکے

بدلو نگا اس غزل کے بھی میں قافئے کو میر
پھر فکر کو نہ عہدے سے اسکے بر آسکے

کیا غم ہیہ ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے — دامن پکڑ کے یار کا جو تک نروسکے
ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک ایک — مانند شمع داغ جگر کا نہ سو ہو سکے

رونا تو ابر کا سا نہیں یار جانتے اتنا تو روئیے کہ جہاں کو ڈبو سکے
برسوں ہی منتظر سر رہ پر ہمیں ہوئے اس قسم کا تو صبر کسو سے نہو سکے
رہتی ہی ساری رات مرے دم سے چہل میر
نالہ رہے تو کوئی محلے میں سو سکے

آتش کے شعلے سر سے ہمارے گذر گئے بس ای تپ فراق کہ گرمی میں مر گئے
منزل نہ کر جہاں کو کہ ہمنے سفر سے آ جن کا کیا سراغ سنا وے گذر گئے
مشت نمک سے بھی تو کبھو یاد کر ہمیں اب داغ کھاتے کھاتے نمک جی تو بھر گئے
ناصح نرو دیں کہونکے محبت کے جی کو ہم ای خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے
تلوار آپ کھینچئے حاضر ہی یہاں بھی سر بس عاشقی کی ہمنے جو مرنے سے در گئے
کر دینگے آسماں و زمیں اپنک حشر کو اس معرکے میں یار جی ہم بھی اگر گئے

قطعہ

بہر راہ و رسم دل شدگاں گفتنی نہیں جانے دے میر صاحب و قبلہ جدھر لئے
روز وداع اسکی گلی تک تھے ہم بھی ساتھہ جب وردمند ہمکو وے معلوم کر گئے
کر یک نگاہ یاس کی تپ دے سے رو دیا
پھر ہم ادھر کو آئے میاں وے اُدھر گئے

دن کو نہیں ہی چین نہ ہی خواب شب مجھے مرنا پڑا ضرور ترے غم میں اب مجھے
ہنگامہ میری نعش پہ تیری گلی میں ہی لیجائینگے جنازہ کشاں یاں سے کب مجھے
تک داد میری اہل محلہ سے چاہیو تجھہ بن خراب کرتے رہے ہیں یہ سب مجھے
طوفاں بجائے اشک ٹپکتے تھے چشم سے ای ابر تر دماغ تھا رونیکا جب مجھے
دو حرف اسکے منہہ کے تو لگیو میر شتاب قاصد چلا ہی چھوڑ کے تو جاں بلب مجھے

قطعہ

کچھ ہی جواب جو میں کروں حشر کو سوال — مارا تھا تو نے جان سے کہہ کس سبب مجھے
میر از خموش رہنے کہ ہو نشتروں کے سو کہنے — لیکن نہیں ہی یار جگر نے کا ڈھب مجھے

پوچھا تمہارا جاتے کہیں انے میر کو
آتا ہی اسکی بات کا اب تک عجب مجھے

کاتب کہاں دماغ جواب شکوہ تمہا نہیں — بس ہی یہہ اپنک حرف کہ مشتاق جانیئے
غیر و نکا ساتھہ ہو جب صد وہم ہی بتاں — اِس امر میں خدا بھی کہے تو نہ مانیئے
شب خواب کا لباس ہی عریاں تنی میں یہہ — جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیئے

قطعہ

اپنا یہہ اعتقاد ہی تجھہ جستجو میں یار — لے اس سر پسے اس سرے تک خاک چھانیئے
پھر یا نصیب یہہ بھی ہی طالع کی یاوری — مر جائیں ہم تو اِس پہ بھی ہمکو نجانیئے

لوٹتے ہی خاک و خون میں غیروں کے ساتھہ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو اِن میں نہ سانیئے

مرے اِس رک کے مر جانے سے وہ غافل ہی کیا جانے — گذرنا جان سے آسان بہت مشکل ہی کیا جانے
کوئی سر سنگ سے مارو کسی کا واپسیں دم ہو — وہ آئینے میں اپنے ناز پر مایل ہی کیا جانے
نظر مطلق نہیں ہجراں میں اُسکو حال پر میرے — مرا دل اسکے غم میں گویا اسکا دل ہی کیا جانے
جنونی خبطی دیوانا سرا کوئی عشق کو سمجھے — فلاطوں نے نہیں پایا بحث وہ غافل ہی کیا جانے
نہ پہنچا نقش پائے ناقہ پر جانے ہی اک مجنوں — بیاباں میں وہ لیلی کا کدھر محمل ہی کیا جانے
پر ھایا اسکو بہتیرا کہ مت لا راز دل منہہ پر — یہہ طفلِ اشک کو دیکھا تو نا قابل ہی کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہی میرا اس ستمگر کے فن میں
یونہیں سودا کبھو ہوتا ہی سو جاہل ہی کیا جانے

کیا کروں شرح خستہ جانی کی — میں نے مر مر کے زندگانی کی

حال بد گفتنی نہیں میر ا تم نے پوچھا تو مہر بانی کی
سب کو جانا ہی یوں تو پر ایسی صبر آتی ہی اک تری جوانی کی
تشنہ لب مر گئے ترے عاشق نہ ملی ایک بوند پانی کی
بیت جنتی سمجھ کے کر باساں دھوم ہی میری خوش زبانی کی
جیتے کوئی نہیں نیند میر نے کل
ابتدا پھر وہی کہانی کی

کب تلک جی رکے خفا ہووے آہ کرئیے کہ تک ہوا ہووے
جی ٹھہر جاے یا ہوا ہووے دیکھیے ہوتے ہوتے کیا ہووے
کاہش دلکی کیجیے تدبیر جان میں کچھ بھی جو رہا ہووے
چپ کا باعث ہی بے تمنائی کہیئے کچھ بھی تو مدعا ہووے
بیکلی مار ڈالتی ہی نسیم دیکھیئے اب کے سال کیا ہووے
مر گئے ہم تو مر گئے تو جی دل گرفتہ تری بلا ہووے
عشق کیا ہی درست ای ناصح جائے وہ جسکا دل لگا ہووے
پھر نہ شیطاں سجود آدم سے شاید اس پردے میں خدا ہووے
نہ سنا رات ہمنے اک نالہ
غالبا میر مر رہا ہووے

کچھ تو کہہ وصل کی پھر رات چلی جاتی ہی دن گذر جائیں ہیں پر بات چلی جاتی ہی
رہ گئے گاہ تبسم پہ گہے بات ہی پر بارے ای ہمنشیں اوقات چلی جاتی ہی
تک تو وقفہ بھی کہ ای گردش دوراں کہ یہہ جان عمر کے حیف ہی کیا ساتھہ چلی جاتی ہی
یاں تو آتی نہیں شطرنج زمانے کی چال اور واں بازی ہوئی مات چلی جاتی ہی
روز آنے پہ نہیں نسبت عشقی موقوف عمر بھر ایک ملاقات چلی جاتی ہی

خرقہ مندیاں و ردا مصبت لئے جاتے ہیں شیخ کی ساری کرامات چلی جاتی ہی

قطعہ

ہی موذن جو برآ مرغ مصلی اُسکی مستوں سے نوک ہی کی بات چلی جاتی ہی
پانوں رکھا نہیں سجدہ سے دم آخر بھی مرنے پہ آیا ہی پر لات چلی جاتی ہی
ہر سحر در پی آرام می آشامان ہی مکر و طامات کی اک گھات چلی جاتی ہی
ایک ہم ہی سے تفاوت ہی سبو کو نہیں میر
یوں تو اوروں کی مدارات چلی جاتی ہی

منصف جو تو ہی کب تئیں یہہ دکھ اُٹھائے کیا کیجے میری جان اگر مر جائے
اظہار راز عشق کئے بن رہے نہ اشک اس طفل نا سمجھ کو کہاں تک پڑھائے
تمنے جو اپنے دل سے بھلایا ہمیں تو کیا اپنے تئیں تو دل سے ہمارے بھلائے
فکر معاش یعنے غم زیست تا بہ کی مر جائے کہیں کہ تا ک آرام پائے
جانے ہیں کیسی کیسی لئے دل میں حسرتیں تک دیکھنے کو جاں بلبوں کے بھی آئے
لوتوں ہوں جیسے خاک چمن پر میں ای سپہر گل کو بھی میری خاک پہ دو نہیں لٹائے
پہنچا تو ہوگا سمع مبارک میں حال میر
اس پر بھی جی میں آوے تو دلکو لگائے

ہی یہہ بازار جنوں مندی ہی دیوانوں کی یاں دوکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی
کیونکہ کہیئے کہ اثر گریہ مجنوں کو نہ تھا گرد نمناک ہی اب تک بھی بیابانوں کی
یہہ بگولا تو نہیں دشت محبت میں سے جمع ہو خاک اُڑی کتنے پریشانوں کی
خانقہ کا تو نکر قصد تک ای خانہ خراب یہی اک رہگئی ہی بستی مسلمانوں کی
سیل اشکوں سے یہہ صرصر آہوں سے اُٹھے مجھ سے کیا کیا نہ خرابی ہوئی ویرانوں کی
دل و دیں کیسے کہ اُس رہزن و لہا سے اب یہہ پڑی ہی کہ خدا خیر کرے جانوں کی

کتنے دل سوختہ ہم جمع ہیں اے غیرت شمع کر قدم رنجہ کہ مجلس ہی یہہ پروانوں کی
سرگذشت اس نہ مری سن کہ اچٹتی ہی نہ دے خاصیت یہہ ہی مری جان ان افسانوں کی
میکدے سے تو ابھی آیا ہی مسجد میں میر
ہو نہ لغزش کہیں مجلس ہی یہہ بیگانوں کی

نہیں وسواس جی گنوانے کے ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میرے تغییر حال پر مت جا اتفاقات ہیں زمانے کے
دم آخر ہی کیا نہ آتا تھا اور بھی وقت تھے بہانے کے
اس کدورت کو ہم مسلمجھتے ہیں ڈب ہیں یہہ خاک میں ملانے کے
بس ہیں دو برگ گل قفس میں صبا نہیں بھوکے ہم آب و دانے کے
مرنے پر جیتے ہیں سنو صاحب بندے ہیں اپنے جی چلانے کے
اب گریباں کہاں کہ اے ناصح چر گیا ہے اس دوانے کے
چشم نجم سپہر جھپکے ہی صدقے اس انکھڑیاں لڑانے کے
دل و دین ہوش و صبر سب ہی گئے آگے آگے تمہارے آنے کے
کب تو سوتا تھا گھر مزے آکر جاگے طالع غریب خانے کے

قطعہ

مڑہ ابرو نگہہ سے اسکی میر کشتہ ہیں اپنے دل لگانے کے
تیر و تلوار و سیل یک جا ہیں
سارے اسباب مار جانے کے

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی اُکت لیکے آخر ادا کیا نکالی
طبیبوں نے تجویز کی مرگ عاشق مناسب مرض کے دوا کیا نکالی
نہیں اُس گذرگہہ سے آتی ادھر اب نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

دلا اُسکے گیسو سے کیوں لگ چلا تو — یہہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی
رجھا ہی دیا واہ رے قدر دانی — وفا کی ہماری جزا کیا نکالی
دم صبح جوں آفتاب آج ظالم — نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی
لگے در بدر میر چلانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

ہم فرصتیٔ گل جو کہیں کوئی نمانے — ایسے گئے ایام بہاراں کہ نجانے
تھے شہر میں اک رشک پری جتنے سیانے — سب ہو گئے ہیں شور ترا سنکے دوانے
ہمراہ جوانی گئے ہنگامے اُٹھانے — اب ہم بھی نہیں وے رہے نے وے ہیں زمانے
پیری میں جو باقی نہیں جامے میں تو کیا دور — پھٹنے لگے ہیں کپڑے جو ہوتے ہیں پرانے
مرتے ہی سنے ہمنے کسلمند محبت — اس درد میں کس کس کو کیا نفع دوا نے
ہی کسکو میسر تری زلفوں کی اسیری — شانے کے نصیبوں میں تھے یوں ہاتھ بندھانے
تک آنکھ بھی کھولی نہ زخود رفتہ نے اُسکے — ہر چند کیا شور قیامت نے سرہانے
لوہے کے تو ہے ہیں جگر اہل محبت — رہتے ہیں ترے تیر ستم ہی کے نشانے
کاہیکو یہہ انداز تھا اعراض بتاں کا — ظاہر ہی کہ منہہ پھیر لیا ہمسے خدا نے
ان ہی چمنوں میں کہ جنھوں میں نہیں اب چھاؤں — کن کن روشوں ہمکو پھرایا ہی ہوا نے
کب کب مری عزت کے لئے بیٹھے ہو تک پاس — آئے بھی جو ہو تو مجھے مجلس سے اُٹھانے
پایا ہی نہ ہمنے دل گم گشتہ کو اپنے — خاک اسکی سر راہ کی کوئی کب تئیں چھانے
کچھ تمکو ہمارے جگروں پر بھی نظر ہی — آتے ہو جو ہر شام و سحر تیر لگانے
مجروح بدن سنگ سے طفلاں کے نہوتے — کم جاتے جو اُس کوچے میں پر ہم تھے دوانے
آنے میں تعلل ہی کیا عاقبت کار — ہم جی سے گئے پر نگئے اُسکے بہانے
گلیوں میں بہت ہم تو پریشاں ہے پھرے ہیں

اوباش کسو روز لگاوینگے ٹھکانے

تن ہجر میں اُس یار کے رنجور ہوا ہی
بیطاقتی دل کو بھی مقدور ہوا ہی

پہنچا نہیں کیا سمع مبارک میں مرا حال
یہہ قصہ تو اِس شہر میں مشہور ہوا ہی

بیخوابی تری آنکھوں پہ دیتا ہوں مگر داد
افسانہ مرے حال کا مذکور ہوا ہی

کل صبح ہی مستی میں سر راہ نہ آیا
یاں آج مرا شیشۂ دل چور ہوا ہی

کیا سوجھے اُسے جسکے ہو یوسف ہی نظر میں
یعقوب بجا آنکھوں سے معذور ہوا ہی

پرشور سے ہی عشق مغنی پسراں کے
یہہ کاسہ سر کاسۂ طنبور ہوا ہی

تلوار لئے پھرتا تو اب اُسکا ستمگر
نزدیک مرے کب کا یہہ سر دور ہوا ہی

خورشید کی محشر میں تپش ہوگی کہانتک
کیا ساتھہ مرے داغوں کے محشور ہوا ہی

ای رشک مہ بزم میں لے منہہ پہ نقاب اب
اک شمع کا چہرہ ہی سو بے نور ہوا ہی

اِس شوق کو تک دیتا ہی چشم نگران ہی
جو زخم جگر کا مرے ناسور ہوا ہی

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

گو کہ سر خاک قدم پر ترے لوٹے اسمیں
اپنا شیوہ ہی نہیں یہہ کہ شکایت کیجے

ہم جگر سوختونکے جی میں جو آوے تو ابھی
دو دل ہوکے فلک تجھہ میں سرایت کیجے

عشق میں آپ کے گذرے نہ ہماری تو مگر
عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے

مت چلا عشق کی رہ کی اکہ کہے ہی یاں خضر
آپھی گمراہ ہیں ہم کسکو ہدایت کیجے

کسکے کہنے کو ہی تاثیر کہ اک میر ہی سے
رمز و ایماؤ اشارات و کنایت کیجے

رہے ناگفتہ مرے دل میں داستان میری
نہ اِس دیار میں سمجھا کوئی زبان میری

ہر رنگ صوت جرس تجھسے دور رہوں تنہا
خبر نہیں ہی تجھے آہ کاروان میری

ترے نہ آج کے آنے میں صبح کے مجھ پاس ہزار جائے گئی طبع بد گماں میری
وہ نقش پائے ہوں میں مدت گیا ہو جو رہ میں نہ کچھ خبر ہی نہ سدھ ہیگی رہرواں میری
شب اُسکے کوچے میں جاتا ہوں اس توقع پر کہ ایک دوست ہی وہاں خواب پاسباں میری
اُسی سے دور رہا اصل مدعا جو تھا گئی یہہ عمر عزیز آہ رائگاں میری
ترے فراق میں جیسے خیال مفلس کا گئی ہی فکر پریشاں کہاں کہاں میری
رہا میں در پس و پیوار باغ مدت ایک گئی گاؤں کے نہ کانوں تلک فغاں میری
ہوا ہوں گریۂ خونیں کا جب سے دامن گیر نہ آستین ہوئی پاک دوستاں میری
دیا دکھائی مجھے تو اسیکا جلوہ میر
پڑی جہاں میں جا کر نظر جہاں میری

ایکے بھی سیر باغ کبھی جی میں ہو سس رہی اپنی جگہہ بہار میں کنج قفس رہی
میں پا شکستہ جا نہ سکا قافلے تلک آتی اگرچہ دیر صدائے جرس رہی
لطف قبائے تنگ پہ گل کا بجا ہی ناز دیکھی نہیں ہی اُنے تری چولی چس رہی
دن رات میری آنکھوں سے آنسو چلے گئے برسات ایکے شہر میں سارے برس رہی
خالی شگفتگی سے جراحت نہیں کوئی ہر زخم یہاں ہی جیسی کلی ہو بکس رہی
دیوانگی کہاں کہ گریباں سے تنگ ہوں گردن مری ہی طوق میں گویا کہ پھنس رہی
جوں صبح اس چمن میں نہ ہم کھل کے ہنس سکے
فرصت رہی جو میر بھی سو یک نفس رہی

دل جو پر بیقرار رہتا ہی آج کل مجھکو مار رہتا ہی
تیرے بن دیکھے میں مکدر ہوں آنکھوں پر اب غبار رہتا ہی
جبر یہہ ہی کہ تیری خاطر دل روز لے اختیار رہتا ہی
دل کو مت بھول جانا میرے بعد مجھسے یہہ یادگار رہتا ہی

دور ہیں چشم مست کے تیری فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہی
بسکہ تیرا ہوا بلا گرداں سر کو میرے دوار رہتا ہی
ہر گھڑی رنجش ایسی باتو نہیں کوئی اخلاص و پیار رہتا ہی
تجھ بن آئے ہیں تنگ جینے سے مرنے کا انتظار رہتا ہی
دل کو گو ہاتھ میں رکھو اب تم کوئی یہہ بیقرار رہتا ہی
غیر مت کہا فریب خلق اُسکا کوئی دم میں وہ مار رہتا ہی
دلبرو دل چراتے ہو ہر دم یوں کہیں اعتبار رہتا ہی

کیوں نہو وے عزیز دلہا میر
کسکے کوچے میں خوار رہتا ہی

آج کل بیقرار ہیں ہم بھی بیٹھہ جا چاہنے ہارہیں ہم بھی
آن میں کچھہ ہیں آن میں کچھہ ہیں تحفۂ روزگار ہیں ہم بھی
منع گریہ مکر تو ای ناصح اس میں بے اختیار ہیں ہم بھی
دردبی جان ہی قرار دل مرگ کسو کے تو شکار ہیں ہم بھی
نالے کہریو سمجھہ کے اے بلبل باغ میں یک کنار ہیں ہم بھی
مدعی کو شراب ہمکو زہر عاقبت دوستدار ہیں ہم بھی
گر ز خود رفتہ ہیں ترے نزدیک اپنے تو یادگار ہیں ہم بھی

میر نام اک جوان سنا ہوگا
اسی عاشق کے یار ہیں ہم بھی

غفلت میں کٹی آہ ہماری ساری جوانی ای عمر گذشتہ میں تری قدر نجانی
تھی آبلۂ دلسے ہمیں تشنگی میں چشم پھوٹا تو نہ آیا نظر اک بوند بھی پانی
مدت سے ہیں اک مشت پر آوارہ چمن میں نکلی ہی یہہ کسکی ہوس بال فشانی

بھاتی ہے مجھے اک طلب بوسہ میں یہہ آن — لکنت سے اُلجھہ جا کے اسے بات نہ آنی
یہہ جان اگر بید مولہ کہیں دیکھے — باقی ہی کسو موے پریشاں کی نشانی
دیکھیں تو سہی کب تئیں نبھتی ہی یہہ صحبت — ہم جی سے ترے دوست ہیں تو دشمن جانی
مجنوں بھی نہ رسواے جہاں ہوتا نہ وہ آپ — مکتب میں جو کم آتی پہ لیلی تھی دیوانی

قطعہ

اک شخص مجھی سا تھا کہ وہ تجھہ پہ تھا عاشق — وہ اُسکی وفا پیشگی وہ اُسکی جوانی
یہہ کہہ کے جو رویا تو لگا کہنے نکہہ میر
سنتا نہیں میں ظلم رسیدوں کی کہانی

دہر بھی میر طرفہ مقتل ہی — جو ہی سو کوئی دم کو فیصل ہی
کثرت غم سے دم لگا رکنے — حضرت دل میں آج دنگل ہی
روز کہتے ہیں چلنے کو خوباں — لیکن ابتک تو روز اول ہی
چھوڑ مت نقد وقت نسیہ پر — آج جو کچھہ ہی سو کہاں کل ہی
بند ہو تجھہ سے یہہ کھلا نہ کبھو — دل ہی یا خانۂ مقفل ہی
سینہ چاکی بھی کام رکھتی ہی — یہی کر جب تلک معطل ہی

قطعہ

ابکے ہاتھوں میں شوق کے تیرے — دامن بادئے کا انچل ہی
ٹک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھہ — دل بھی کیا لق و دق جنگل ہی

قطعہ

ہجر باعث ہی بدگمانی کا — غیرت عشق ہی تو کب کل ہی
مر گیا کوہکن اسی غم میں
آنکھہ اوجھل پہاڑ اوجھل ہی

جانگداز اتنی کہاں آواز عود و چنگ ہی ۔ دلکے سے نالوں کا ان پردوں میں کچھ آہنگ ہی

روئے وخال وزلف ہی ہیں سنبل وسبزہ و گل ۔ آنکھیں ہوں تو یہہ چمن آئینہ نیرنگ ہی

بیستوں کھودیسے کیا آخر ہوئے سب کار عشق ۔ بعدازاں اب کوہکن سر ہی ترا اور سنگ ہی

آہ ان خوش قامتوں کو کیونکے بر میں لائیے ۔ جنکے ہاتھوں سے قیامت پر بھی عرصہ تنگ ہی

عشق میں وہ گھر ہی اپنا جس میں ہے مجنوں یہہ ایک ۔ نا خلف سارے قبیلے کا ہمارے ننگ ہی

چشم کم سے دیکھ مت قمری تو اس خوشقد کو تک ۔ آہ یہی سرو گلستان شکست رنگ ہی

ہمسے تو جایا نہیں جاتا کہ یار دل ہیں واں ۔ دو قدم اس کی گلی کی راہ سو فرسنگ ہی

اپنا بوسے پر تو کی ہی صلح پر ای زود رنج ۔ تجھکو مجھکو اتنی اتنی بات پر چنگ ہی

پاؤں میں چوٹ آنیکے بہانے جانے دے ۔ پیش رفت آگے ہمارے کب یہہ عذر لنگ ہی

قطعہ

فکر کو نازک خیالوں کے کہاں پہنچے ہیں یار ۔ ورنہ ہر مصرع یہاں معشوق شوخ و شنگ ہی

سرسری کچھ سن لیا پھر واہ واکر اٹھ گئے ۔ شعر یہہ کم فہم سمجھے ہیں خیال ننگ ہی

صبر بھی کر ئے بلا پر میر صاحب جی کہو
جب نہ تب رونا ہی کرنا یہہ بھی کوئی ڈھنگ ہی

خنجر بکف وہ جب سے سفاک ہو گیا ہی ۔ ملک ان ستمگروں کا سب پاک ہو گیا ہی

جسے اسے لگاؤں روکھا ہی ہو ملے ہی ۔ جب سے میں جل کر از بس دل خاک ہو گیا ہی

کیا جانوں لذت درد اس کی جراحتوں کی ۔ یہہ جانیوں ہوں کو سب سینہ سب چاک ہو گیا ہی

صحبت سے اس جہاں کی کوئی خلاص ہو گا ۔ اس فاحشہ پہ یکبارگی امساک ہو گیا ہی

دیوار کہنہ ہی یہہ مت بیٹھ اسکے سائے ۔ اٹھ چل کہ آسماں تو کاواک ہو گیا ہی

شرم و حیا کہاں کی ہر بات پر ہی شمشیر ۔ اب تو بہت وہ ہمسے بیباک ہو گیا ہی

زیر فلک بھلا تو روتے ہی آپ کو میر

کس کس طرح کا عالم یاں خاک ہو گیا ہی

ساقی گھر چارون اور آیا ہی وے بھی می ابر زور آیا ہی
غارت دل کرے ہی ابر سیاہ بیطرح گھر میں چور آیا ہی
آج تیری گلی سے ظالم میر
لہو میں شور بور آیا ہی

فقیرانہ آئے صدا کر چلے کہ میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی میں نہ تھی کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کنا چیز ہی آہ جسکے لئے ہر اک چیز سے دل اُٹھا کر چلے
کوئی ناامیدانہ کرنے نگاہ سو تم ہمسے منہ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری سو یاں سے لہو میں نہا کر چلے
دکھائی دیئے یوں کہ بیخود کیا ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبین سجدے کرنے ہی کرنے لئی حق بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یاں تک کہ اے بت تجھے نظر میں سبھوں کی خدا کر چلے

قطعہ

جھرے پھول جس رنگ گلبن سے یوں چمن میں جہان کے ہم آ کر چلے
نہ پنکھا غم دوستاں شکر ہی ہمیں داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل سو اس فن کو ایسا برا کر چلے
کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہمسے میر

جہانمیں تم آئے تھے کیا کر چلے

اپنا سر شوریدہ تو وقف خم چوگان ہی — آبو الہوس گر ذوق ہی یہہ گو ہی یہہ میدان ہی
عالم مری تقلید سے خواہش تری کرنے لگا — میں تو پشیماں ہو چکا لوگوں کو اب ارمان ہی
ہر چند بیش از پیش ہی دعوی تو رونیکا تجھے — پر دیدۂ نمناک بھی ای ابر تر طوفان ہی
اس بیدلی میں بھی گبھو دل بھر اٹھے ہی دم ترا — آ تک شتابی بیوفا ابتک تو مجھہ میں جان ہی
ہر لحظہ خنجر درمیان ہر دم زباں زیر زبان — وہ طور وہ اسلوب ہی یہہ عہد یہہ پیمان ہی
اس آرزوے وصل نے مشکل کیا جینا مرا — ورنہ گذرنا جان سے اتنا نہیں آسان ہی

بس بیوقاری ہو چکی گلیوں میں خواری ہو چکی
اب پاس کر تک میر کا دو چار دن مہمان ہی

کل بارے ہمسے اُسے ملاقات ہو گئی — دو دو بچن کے ہونے میں اکبات ہو گئی
کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شام ہجر — سو زلفیں ہی بناتے اُسے رات ہو گئی
گردش نگاہ مست کی موقوف ساقیاں — مسجد تو شیخ جی کی خرابات ہو گئی
در ظلم سے کہ اسکی جزا بس شتاب ہی — آیا عمل میں یہاں کہ مکافات ہو گئی
خورشید سا پیالۂ می بے طلب دیا — پیر مغاں سے رات کرامات ہو گئی
کتنا خلاف وعدہ ہوا ہوگا وہ کہ یاں — نومیدی و امید مساوات ہو گئی
آ شیخ گفتگوے پریشان پہ تو نجا — مستی میں ابتو قبلہ حاجات ہو گئی
تک شہر سے نکل کے مرا گریہ سیر کر — گویا کہ کوہ و دشت پہ برسات ہو گئی

اپنے تو ہونٹھہ بھی نہ ہلے اُسکے روبرو
رنجش کی وجہہ میر وہ کیا بات ہو گئی

خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتارونمیں تھے — غمزدوں اور وہ گیسوں ظلم کے مارونمیں تھے
دشمنی جانی ہی ابتو ہم سے غیرونکے لئے — اِک سماں سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یارونمیں تھے

مت تبختر سے گذر قمری ہماری خاک پر — ہم بھی اک سرو رواں کے نازبردارونمیں تھے
مر گئے لیلن ندیکھا تو نے اودھر آنکھ اُٹھا — آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیمارونمیں تھے
گرچہ جرم عشق غیرون پر بھی ثابت تھا ولے — قتل کرنا تھا ہمیں ہم ہی گنہگارونمیں تھے

اک رہا مژگان کی صف میں اک کے ٹکڑے ہوے
دل جگر جو میر دونون اپنے غمخوارونمیں تھے

بغیر دل کہ یہہ قیمت ہی سارے عالم کی — کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی
کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھون — کہ بزم عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی
ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو — کہ سیر و گشت نہیں رسم اہل ماتم کی
تنگ تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہونمیں — رہی ہی بات مری جان اب کوئی دم کی
گذرنے کو تو کج ووا کج اپنی گذرے ہی — جفا جو اُنے بہت کی تو کچھ وفا کم کی
گھرے ہیں درد و الم میں فراق کے ایسے — کہ صبح عید بھی یاں شام ہی محرم کی

قفس میں میر نہیں جوش داغ سینے پر
ہوس نکالی ہی ہمنے بھی گل کے موسم کی

جس جگہہ دور جام ہوتا ہی — واں یہہ عاجز مدام ہوتا ہی
ہم تو اک حرف کے نہیں ممنون — کیسا خط و پیام ہوتا ہی
تیغ ناکامون پر نہ ہر دم کھینچ — اک کرشمے میں کام ہوتا ہی
پوچھہ مت آہ عاشقونکی معاش — روز انکا بھی شام ہوتا ہی
زخم بن غم بن اور غصہ بن — اپنا کھانا حرام ہوتا ہی
شیخ کی سی ہی شکل ہی شیطاں — جسپہ شب احتلام ہوتا ہی

میر صاحب بھی اُسکے ہاں تھے پر
جیسے کوئی غلام ہوتا ہی

پیتا ہو نہیں تنگ ہم آئے ہیں جان سے — وقت شکیب خوش کہ گیا درمیان سے
نکلا نہ حرف خیر کسو کی زبان سے — کل خامشوں کا ذکر تھا شب اُسکی بزم میں
کیا جانئے یہہ آگ ہی کس دودمان سے — آب خضر سے بھی نگئی سوزش جگر
اس قصے کی کتاب میں اس داستان سے — جز عشق جنگ دہر سے مت پرہ کہ خوش ہیں ہم
جوں برق ہم تڑپہ کے گرے آشیان سے — آنے کا اس چمن میں سبب بیکلی ہوئی
القصہ خوش گذرتی ہی اُس بدگمان سے — اب چھیڑ یہہ رکھی ہی کہ عاشق ہی تو کہیں

داغوں سے ہی چمن جگر میر دہر میں
اُنّے بھی گل جنے بہت اس گلستان سے

چاک پر چاک ہوا جوں جوں سلایا ہمنے — اس گریباں ہی سے اب ہاتھہ اٹھایا ہمنے
سر پہ دیکھا نہ گل و سرو کا سایا ہمنے — حسرت لطف عزیزان چمن جی میں رہی
بسترا خاک ہی میں اب تو بچھایا ہمنے — جی میں تھا عرش پہ جا باندھیئے تکیہ لیکن
ڈرتے ڈرتے ہی کچھہ احوال سنایا ہمنے — بعد یک عمر کہیں تمکو جو تنہا پایا
چار دن یہہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے — یاں فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم
خوبی گل کا مزا خوب اڑایا ہمنے — بارے کل باغ میں جا مرغ چمن سے مل کر
آہ کیا جانے دیا کس کا بجھایا ہمنے — تازگی داغ کی ہم شام کو بے ہیچ نہیں
قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہمنے — دشت و کہسار میں سرمار کے چندے تجھہ بن
سوتہ خاک بھی آرام نپایا ہمنے — بیکلی سے دل بیتاب کی مر گذرے تھے

یہہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز میں میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہمنے

ظالم کہیں تو مل کبھو دارو پیئے ہوئے — پھرتے ہیں ہم بھی ہاتھہ میں سر کو لیئے ہوئے
آؤ گے ہوش میں تو ٹک اک سدھہ بھی لیجیو — ابتو شتے میں جاتے ہو زخمی کیئے ہوئے

جی ڈوبتا ہی اس گہرتر کی یاد میں — پایان کار عشق میں ہم مر جیئے ہوئے
سی چاک دل کہ چشم سے ناصح لہو تھمے — ہوتا ہی کیا ہمارے گریبان سیئے ہوئے
کافر ہوئے ہیں تو نکی محبت میں میر جی
مسجد میں آج آئے تھے قشقہ دیئے ہوئے

غم سے یہہ راہ میں نے نکالی نجات کی — سجدہ اس آستاں کا گیا پھر وہ ذات کی
نسبت تو دیتے ہیں ترے لب سے پر ایکدن — ناموس یوں ہی جائیگی آب حیات کی
صد حرف زیر خاک تہ دل چلے گئے — مہلت ندی اجل نے ہمیں ایکبات کی
ہمتو ہی اس زمانے میں حیرت سے چپ نہیں — اب بات جا چکی ہی سبھی کائنات کی
پژمردہ اس کلی کتئیں واشدن سے کیا — آہ سحر نے دل پہ عجب التفات کی
حور و پری فرشتہ بشر مار ہی رکھا — وزدیدہ تیرے دیکھنے نے جسپہ گھات کی
اس لب شکر کے ہینگے جہاں ذایقہ شناس — اس جا دعا پہنچتی نہیں ہی نبات کی
عرصہ ہی تنگ چال نکلتی نہیں ہی اور — جو چال پڑتی ہی سو وہ بازی کی مات کی
برقع اٹھا تھا پار کے منہہ کا سو میرکل
سنتے ہیں آفتاب نے جوں توں کے رات کی

اب دلکو آہ کرنی ہی صبح و مسا لگی — پژمردہ اس کلی کتئیں بھی ہوا لگی
کہو نکر بجھاؤں آتش سوزان عشق کو — ابتو یہہ آگ دلسے جگر کو بھی جا لگی
دلکو گئے ہی پاں سے بنے اب کہ ہر سحر — کوچے میں تیری زلف کے آنے صبا لگی
بیتابی و شکیب و سفر حاصل کلام — اس دل مریض غم کو نہ کوئی دوا لگی
در مجمہ نفس سے غیر کہ پھر جی ہی سے گیا — جسکو کسو ستمزدہ کی بد دعا لگی
لگ جاے چپ نہ تجھکو تو تو کہیو عندلیب — گر بیکلی نے کی ہمیں تکلیف نا لگی
کشتے کا اسکے زخم نہ ظاہر ہوا کہ میر

کس جاے اُس شہید کی تیغ جفا لگی

کرو توکل کہ عاشقی میں نہ یوں کروگے تو کیا کروگے
الم جو یہہ ہی تو دردمندو کہاں تلک تم دوا کروگے

اگر میں طاقت کہاں ہی اتنی کہ درد ہجراں سے مرتے رہیے
ہزاروں وعدے وصال کے تھے کوئی بھی جیتے وفا کروگے

جہانکی مسلخ تمام حیرت نہیں ہی تس پر نگہہ کی فرصت
نظر پڑیگی بسان بسمل کبھو جو مژگاں کو وا کروگے

خیر الفت یہی نہیں ہی کہ جنکے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یاں کی یہہ ہی تو یارو غبار ہو کر اُڑا کروگے

بلا ہی ایسا طپیدن دل کہ صبر اس پر ہی سخت مشکل
دماغ اتنا کہاں رہیگا کہ دست بر دل رہا کروگے

عدم میں ہمکو یہہ غم رہیگا کہ اوروں پر اب ستم رہیگا
تمھیں تو لت ہی ستانے ہی کی کسو پر آخر جفا کروگے

اگرچہ ابتو خفا ہو لیکن موئے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہمکو کروگے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کرو لے

سحر کو محراب تیغ قاتل کبھو جو یارو ادھر ہو مایل
تو ایک سجدہ بسان بسمل مری طرف سے ادا کروگے

غم محبت سے میر صاحب بہ تنگ ہو تمیں فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق میں دعا کروگے

کس جنس سے کہوں میں اسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری کی

رکھتا نہ تھا قدم یاں جوں باد بے تامل
سیر اس جہانکی رہرو پر تو نے سرسری کی

شبہا بحال سگ میں یک عمر صرف کی ہی
مت پوچھہ اُنے مجھسے جو آدمی گری کی

پائے گل اُس چمن میں چھوڑا گیا نہ ہمسے
سر پر ہمارے ابکے منت ہی بے پری کی

پیشہ تو ایک ہی تھا اُسکا ہمارا لیکن
مجنوں کے طالعوں نے شہرت میں یاوری کی

گریئے سے داغ سینہ تازے ہوئے ہیں سارے
یہہ کشت خشک تو نے ای چشم پھر ہری کی

یہہ دور تو موافق ہوتا نہیں مگر اب
رکھی بناے تازہ اِس چرخ چنبری کی

خوباں تمھاری خوبی تا چند نقل کرئے
ہم رنجہ خاطرونکی کیا خوب دلبری کی

ہمسے جو میر اُڑ کر افلاک چرخ میں ہیں
ان خاکمیں ملونگی کاہیکو ہمسری کی

بو کہ ہو سو ہے باغ نکلے ہی　　باو سے اک دماغ نکلے ہی
ہی جواندھیر شہر مین خورشید　　ونکو لیکر چراغ نکلے ہی
چو بکاری ہی شے رہیگا شیخ　　ابتو لے کر چماغ نکلے ہی

قطعہ

دے ہی جنبش جواں کی خاک کو باؤ　　جگر داغ داغ نکلے ہی
ہر سحر حادثہ مری خاطر　　بھر کے خوں کا ایاغ نکلے ہی
اُس گلی کی زمین تفہ سے　　دل جلوں کا سراغ نکلے ہی
شاید اُس زلف سے لگی ہی میر
باؤ مین اِک دماغ نکلے ہی

ہی خاک جیسے ریگ رواں سب نہ آب ہی　　در پاے موج خیز جہاں کا سراب ہی
روز شمار مین بھی محاسب ہی گر کوئی　　تو لے حساب کچھہ نکر آخر حساب ہی
اُس شہر دلکو تو بھی جو دیکھے نواب کہے　　کہا جانئے کہ بستی یہہ کب کی خراب ہی
منہہ پر لیئے نقاب تو ای ماہ کہا چھپے　　آشوب شہر حسن ترا آفتاب ہی
کس رشک گل کی باغ مین زلف سیہ کھلی　　موج ہوا مین آج نہ پیچ و تاب ہی
کیا دل مجھے بہشت مین لیجا ئیگا بھلا　　جسکے سبب یہہ جان پہ میری عذاب ہی
سن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھہ کھول　　غافل یہہ زندگانی فسانا ہی خواب ہی
زہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا　　ہی رشک زلف و چشم جو موج حباب ہی
آتش ہی سوز سینہ ہمارا مگر کہ میر
نامے سے عاشقون کے کبوتر کباب ہی

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تمھسے بنائے گئے　　چپکے باتین اُٹھائے گئے سر کاٹے وہین آئے گئے
اُٹھے نقاب جہان سے یارب جسے تکلف بیچ مین ہی　　جب نکلے اِس راہ سے ہو کر منہہ تم ہمسے چھپائے گئے

کب کب تم نے سچ نہیں مانی جھوٹی باتیں غیرونکی
تم ہمکو یونہیں جلائے گئے وے تمکو وو ہیں لگاے گئے

صبح وہ آفت اٹھہ بیٹھا تھا تمنے نہ دیکھا صد افسوس
کیا کیا فتنے سر جوڑے پلکوں کے سائے سائے گئے

اندر سے بہہ دیدہ در آئی ہوں نہ مکدر کیوں کے ہم
آنکھیں ہمسے ملائے گئے پھر خاک میں ہمکو ملائے گئے

آگ میں غم کی ہو کے گدازاں جسم ہوا سب پانی سا
یعنے بن ان شعلہ رخوں کے خوب ہی ہم بھی تاے گئے

ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی بھی حد ایک آخر ہوتی ہی
کشتے اسکی تیغ ستم کے گور تئیں کب لائے گئے

خضر جو مل جاتا ہی گاہے آپ کو بھولا خوب نہیں
کھوئے گئے اس راہ کے ورنہ کاہیکو پھر پائے گئے

مرنے سے کیا میر جی صاحب ہمکو ہوش تھے کیا کرئے
جی سے ہاتھہ اٹھاے گئے پر اسّے دل نہ اٹھائے گئے

ادھر سے ابر اٹھہ کر جو گیا ہی
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہی

مصایب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہی

مقامر خانۂ آفاق وہ ہی
کہ جو آیا ہی یاں کچھہ کھو گیا ہی

کچھہ آؤ زلف کے کوچے میں درپیش
مزاج اپنا ادھر اب تو گیا ہی

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہی

عمر بھر ہم رہے شرابی سے
دل پر خوں کی اک گلابی سے

جی ڈھہا جاے ہی سحر سے آہ
رات گذرے گی کس خرابی سے

کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہی
اسکی آنکھوں کی نیم خوابی سے

برقع اٹھتے ہی چاند سا نکلا
داغ ہوں اسکی بے حجابی سے

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہیں فارغ ہوئے شتابی سے

دن دوری چمن میں جو ہم شام کرینگے
تا صبح دو صد نالہ سرانجام کرینگے

ہوگا ستم و جور سے تیرے ہی کنایہ دو شخص جہاں مشکوۂ ایام کرینگے
آمیزش بیجا ہی تجھے جن سے ہمیشہ وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے
نالوں سے مرے رات کے غافل نرہا کر اک روز یہی دل میں ترے کام کرینگے
گر دل ہی یہی مضطرب الحال تو ای میر
ہم زیر زمیں بھی بہت آرام کرینگے

نظر میں آویگا جب جی کا کھونا ملے گا نیند بھر تب مجھکو سونا
مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کریگا کنارے بیٹھ کر ہاتھوں کو دھونا
وصیت میر نے مجھکو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہونا

اُس آستانِ داغ سے میں زر لیا کیا گلدستہ دستہ جسکو چراغی دیا کیا
کیا بعد مرگ یاد کرونگا وفا تجھے سہتا رہا جفائیں میں جبتک جیا کیا
اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہی تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا کیا

بیتابیوں کے جور سے میں جیکے مر گیا ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا
ای آہ سرد عرصۂ محشر میں یخ جما جلتا ہوں میں سنوں کہ جہنم ٹھٹھر گیا
تیرے ہی رہگذر میں یہہ جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل میں گذر گیا

کیا خط لکھوں میں رونے سے فرصت نہیں رہی لکھتا ہوں تو پھرے ہی کتابت بھی بھی
سبھوں کے خط لیئے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہی چلا ہی پار کے کوچے کو پھر مجھسے چھپاتا ہی

تمام شد دیوان اول میر تقی عفی اللہ عنہ

دیوان دویم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذی حیات کا ہی سبب جو حیات کا — نکلے ہی جی ہی اسکے لئے کائنات کا
پکھری ہی زلف اس رخ عالم فروز پر — ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا
در پردہ وہی معنی مقوم نہوں اگر — صورت نہ پکڑے کام فلک کے ثبات کا
ہی مستحیل خاک سے اجزائے نو خطاں — کہا سہل ہی زمیں سے نکلنا نبات کا
مستہلک اسکے عشق کے جانے ہیں قدر مرگ — عیسیٰ و خضر کو ہی مزا کب وفات کا
اشجار ہو ویں خامہ و آب سیہ بحار — لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اُسکی صفات کا
اسکے فروغ حسن سے جھمکے ہی سب میں نور — شمع حرم ہو یا کہ دیا سو منات کا
بالذات ہی جہا نہیں وہ موجود ہر جگہہ — ہی دید چشم دلکی کھلے عین ذات کا
ہر صفحے میں ہی محو کلام اپنا دس جگہہ — مصحف کو کھول دیکھہ تک انداز بات کا
ہم مذہبوں میں صرف کرم سے ہی گفتگو — مذکور ذکر یاں نہیں صوم وصلوات کا

کہا میر مجھکو نامہ سیاہی کا فکر ہی
ختم رسل سا شخص ہی ضامن نجات کا

جلوہ نہیں ہی نظم میں حسن قبول کا — دیواں میں شعر گر نہیں نعت رسول کا
حق کی طلب ہی کیجہہ تو محمد پرست ہو — ایسا وسیلہ ہی بھی خدا کے وصول کا

مطلوب ہی زمان و مکان جہان سے — محبوب ہی ملک کا فلک کا عقول کا
احمد کو ہمنے جان رکھا ہی وہی احد — مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضول کا
جن مردماں کو آنکھیں دیاں ہیں خدا نے وے — سرمہ کریں ہیں رہ کی تری خاک دھول کا
مقصود ہی علی کا ولی کا سبھی کا تو — ہی قصد سبکو تیری رضا کے حصول کا

وطعہ

تھی گفتگو ے باغ فدک جڑ فساد کی — جانے ہی جسکو علم ہی دیں کے اصول کا
دعوی جو حق شناسی کا رکھئے سوا سقدر — پھر جان بوجھ کر نہ تلف حق بتول کا

پروائے حشر کہا ہی تجھے میر شاد رہ
ہی عذر خواہ جرم جو وہ تجھ ملول کا

جو معتقد نہیں ہی علی کے کمال کا — ہر بال اُسکے تن پہ ہی موجب وبال کا
عزت علی کی قدر علی کی بہت ہی دور — مورد ہی ذوالجلال کے عز و جلال کا
پایا علی کو جا کے محمد نے اُس جگہہ — جس جا نشاں نکا نہ گمان و خیال کا
رکھنا قدم پر اُسکے قدم کب ملک سے ہو — مخلوق آدمی نہ ہوا ایسی چال کا
شخصیت ایسی کسکی تھی ختم رسل کے بعد — تھا مشورت شریک حق لایزال کا
تو ترا بتوں کو دوش نبی پر قدم کو رکھہ — چھوٹا نہ نام کعبے میں کفر و ضلال کا
راہ خدا میں اُنے دیا اپنے بھی تئیں — یہہ جود مہہ تو دیکھو کسو آشنا کا
نسبت نہ بندگی کی ہوئی جسکی واں درست — رونا مجھے ہی حشر میں اُسکی ہی چال کا

فکر نجات میر کو کیا مدح خوان ہی وہ
اولاد کا علی کی محمد کی آل کا

لذت سے نہیں خالی جانوں کا کھپا جانا — کیا خضر و مسیحا نے مرنے کا مزا جانا
ہم جاہ و حشم یاں کا کیا کہئے کہ کیا جانا — خاتم کو سلیماں کی انگشتر پا جانا

یہہ بھی ہی ادا کوئی خورشید نمط پیارے — منہہ صبح دکھا جانا پھر شام چھپا جانا
کب بندگی میری سی بندا کریگا کوئی — جانے ہی خدا اسکو میں تجھکو خدا جانا
تھا ناز بہت ہمکو دانست پر اپنی بھی — آخر وہ برا نکلا ہم جسکو بھلا جانا
گردن کشی کیا حاصل مانند بگولے کی — اس دشت میں سر گاڑے جوں سیل چلا جانا
اس گریۂ خونیں کا ہو ضبط تو بہتر ہی — اچھا نہیں چہرے پر لوہو کا بہا جانا
یہہ نقش دلوں پر سے جانے کا نہیں اسکو — عاشق کے حقوق آکر ناحق بھی مٹا جانا
تو سب دیکھنے کا اید مرا ایسا ہی تمہارا تھا — جاتے تو ہو پر ہمسے تک آنکھہ ملا جانا
اس شمع کی مجلس میں جانا ہمیں پھر وہانسے — اک زخم زباں تازہ ہر روز اٹھا جانا
اے شور قیامت ہم سوتے ہی نہ رہ جاویں — اس راہ سے نکلے تو ہم کو بھی جگا جانا
کہا پانی کے مول آکر مالک نے گہر بیچا — ہی سخت گراں سستا یوسف کا بکا جانا
ہی میری تری نسبت روح اور جسد کی سی — کب آپ سے میں تجھکو اے جان جدا جانا
جانی ہی گذر جی پر اسوقت قیامت سی — یاد آوے ہی جب تیرا یکبارگی آجانا
برسوں سے مرے اسکے رہتی ہی یہی صحبت — تیغ اسکو اٹھانا تو سر مجھکو جھکا جانا

کب میر بسر آئے تم ویسے فریبی سے
دل کو تو لگا بیٹھے لیکن نہ لگا جانا

پائے خطاب کیا کیا دیکھے عتاب کیا کیا — دل کو لگا کے ہمنے کھینچے عذاب کیا کیا
کاٹے ہیں خاک اڑا کر جوں گرد باد برسوں — گلیوں میں ہم ہوئے ہیں اس بن خراب کیا کیا
کچھ گل سے ہیں شگفتہ کچھ سرو سے ہیں قدکش — اسکے خیال میں ہم دیکھے ہیں خواب کیا کیا
انواع جرم میرے پھر بیشمار و بیحد — روز حساب لینگے مجھسے حساب کیا کیا
اک آگ لگ رہی ہی سینوں میں کچھ نہ پوچھو — جل جل کے ہم ہوئے ہیں اس بن کباب کیا کیا
افراط شوق میں تو اردو بت رہی نہ مطلق — کہتے ہیں مرے منہہ پر اب شیخ و شاب کیا کیا

پھر پھر گیا ہی آکر منہہ تک جگر ہمارے — گذرے ہیں جان و دل پر یہاں اضطراب کیا کیا
آشفتہ اسکے گیسو جب سے ہوئے ہیں منہہ پر — تب سے ہمارے دل کو ہی پیچ و تاب کیا کیا

کچھہ سوجھتا نہیں ہی مستی میں میر جی کو
کرتے ہیں پوچ گوئی پی کر شراب کیا کیا

دامن وسیع تھا تو کاہیکو چشم ترسا — رحمت خدا کی تجھکو ای ابر زور برسا
شاید کباب کر کر کھایا کبوتر اُن نے — نامہ اُڑا پھرے ہی اُسکی گلی میں پرسا
وحشی مزاج ازبس مایوس بادیہ ہیں — انکے جنوں میں جنگل اپنا ہوا ہی گھر سا
جس ہاتھہ میں رہا کی اُسکی کمر ہمیشہ — اس ہاتھہ مارنے کا سر پر بندھا ہی کرسا
سب پیچ کی ہے باتیں ہیں شاعروں کی ورنہ — باریک اور نازک موکب ہی اس کمر سا
طرز نگاہ اسکی دل لیگئی سبھوں کے — کیا مومن و برہمن کیا گبر اور ترسا
تم واقف طریق بیطاقتی نہیں ہو — یہاں راہ دو قدم ہی اب دور کا سفر سا
کچھہ بھی معاش ہی یہہ کہی انے ایک چشمک — جب مد توں ہمارا جی دیکھنے کو ترسا
تک ترک عشق کرتے لاغر بہت ہوئے ہم — آدھا نہیں رہا ہی اب جسم رنج فرسا
واعظ کو یہہ جان ہی شاید کہ فر بہی سے — رہتا ہی حوض ہی میں اکثر پڑا مگرسا

انداز سے ہی پیدا سب کچھہ خبر ہی اسکو
گو میر بے سر و پا ظاہر ہی بیخبر سا

تیغ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا — شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا
قاصد کو دیکے خط نہیں کچھہ بھیجنا ضرور — جاتا ہی ابتو جی ہی ہمارا چلا ہوا
وہ تو نہیں کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھہ سے — نکلے ہی کوئی لخت دل اب سو جلا ہوا
حیران رنگ باغ جہاں تھا بہت رکا — تصویر کی کایکی طرح دل نہ وا ہوا
عالم کی بے فضائی سے تنگ آگئے تھے ہم — جا گہہ سے دل گیا جو ہمارا بجا ہوا

ور پی ہمارے جی کے ہوا غیر کے لیئے انجام کار مدعی کا مدعا ہوا
اسکے گئے پہ دل کی خرابی نپوچھیئے جیسے کسو کا کوئی نگر ہو لٹا ہوا
بدتر ہی زیست مرگ سے ہجران یار میں بیمار دل بھلا نہوا تو بھلا ہوا

کہتا تھا میر حال تو جبتک تو تھا بھلا
کچھہ ضبط کرتے کرتے مرا حال کیا ہوا

رفتار و طور وطرز وروش کا یہہ ڈھب ہی کیا پہلے سناؤ ایسے ہی تیرے تھے اب ہی کیا
ہم دل زدہ نہ کہتے تھے تمسے یہہ چشم داشت کرتے ہو قہر لطف کی جا گہہ غضب ہی کیا
عزت بھی بعد ذلت بسیار چاہیئے ہی مجلس میں جب خفیف کیا پھر ادب ہی کیا
آئے ہم آپ میں تو نہ پہنچانے پھر گئے اس راہ صعب عشق میں یارو تعب ہی کیا
حیراں ہیں اس دہن کے عریزان خوردہ بیں یہہ بھی مقام ہے تامل طلب ہی کیا
آنکھیں جو ہوویں تیری تو تو عین گر رکھے عالم تمام گردہ نہیں تو یہہ شب ہی کیا
اس آفتاب بن نہیں کچھہ سوجھتا ہمیں گر یہی اپنے دن ہیں تو تاریک شب ہی کیا
تمنے ہمیشہ جور و ستم بے سبب کیئے اپنا ہی ظرف تھا جو نپوچھا سبب ہی کیا
کیونکر تمھاری بات کرے کوئی اعتبار ظاہر میں کیا کہو ہو سخن زیر لب ہی کیا

اُس مہ بغیر میر کا مرنا عجب ہوا
ہر چند مرگ عاشق مسکیں عجب ہی کیا

جھمکے دکھا کے طور کو جنے جلا دیا آئی قیامت اُنتے جو پردا اُٹھا دیا
اس فتنے کو جگا کے پشیماں ہوئی نسیم کیا کیا عزیز لوگوں کو انے سلا دیا
اب بھی وداع رفتہ ہمارا ہی عرش پر گو آسمان نے خاک میں ہمکو ملا دیا
جانی نہ قدر اس گہر شب چراغ کی دل ریزۂ خذف کی طرح میں اٹھا دیا
تقصیر جان دینے میں ہمنے کبھو نہ کی جب تیغ وہ بلند ہوئی سر جھکا دیا

گرمی چراغ کی سی نہیں وہ مزاج میں — اب دل فسردگی سے ہوں جیسے بجھا دیا
وہ آگ ہو رہا ہی خدا جانے غیر نے — میری طرف سے اُسکے نہیں کیا لگا دیا
اتنا کہا تھا فرش تری رہ کے ہم ہوں کاش — سوتوں نے مارے مارکے آکر بچھا دیا
اب گھٹتے گھٹتے جان میں طاقت نہیں رہی — تک لگ چلی صبا کہ دیا سا بڑھا دیا
تنگی نگاہی کرنے دم اپنا بھی ہر گھڑی — کرتے نے دلکے جی کو ہمارے کھپا دیا
کی چشم تو نے باز کہ کھولا در ستم — کس مدعی خلق نے تجھکو جگا دیا

کیا کیا زیان میر نے کھینچے ہیں عشق میں
دل ہاتھ سے دیا ہی جدا سر جدا دیا

بہتوں کو آگے تھا یہی آزار عشق کا — جیتا رہا ہی کوئی بھی بیمار عشق کا
بے پردگی بھی جاہ کا ہوتا ہی لازمہ — کھلتا ہی ہی ندان یہہ اسرار عشق کا
زندانی سیکڑوں مرے آگے رہا ہوئے — چھوٹا نہ میں ہی تھا جو گنہگار عشق کا
خواہان مرگ میں ہیں ہوا ہوں مگر نیا — جی کھینچے ہی پھرے ہی خریدار عشق کا
منصور نے جو سر کو کٹایا تو کیا ہوا — ہر سر کہیں ہوا ہی سزاوار عشق کا
جاتا وہی سنا ہمہ حسرت جہان سے — ہوتا ہی جس کسو سے بہت پیار عشق کا
پھر بعد میرے آج تلک سر نہیں اٹھا — اک عمر سے کساد ہی بازار عشق کا
لگ جاے دل کہیں تو اسے جی میں اپنے رکھہ — رکھتا نہیں شگون کچھہ اظہار عشق کا
چھوٹا جو مر کے قید عبارات میں پھنسا — القصہ کیا رہا ہو گرفتار عشق کا

قطعہ

مشکل ہی عمر کاٹنی تلوار کے تلے — سر میں خیال گو کہ رکھیں یار عشق کا

قطعہ

ان رستموں کے دعوے کو دیکھا ہی ہو قطع — پورا جہان لگا ہی کوئی وار عشق کا

کھوئے زمانہ جان کو نا آزمودہ کار
ہوتا نہ میر کاش طلب گار عشق کا

ستم سے گو ترے یہہ کشتۂ وفا نرہا ۔۔۔ رہے جہان میں تو دیر میں رہا نرہا
کب اُسکا نام لیئے غش نہ آگیا مجھکو ۔۔۔ دل ستمزدہ کس وقت اس میں جا نرہا
ملانا آنکھہ کا ہر دم فریب تھا دیکھا ۔۔۔ پھر ایکدم میں وہ بے دید آشنا نرہا
ہوئے تو ہم پہ دل پر کو خوب خالی کر ۔۔۔ ہزار شکر کہ تجھ سے ہمیں گلا نرہا
اُدھر کھلی مری چھاتی اُدھر نمک چھڑکا ۔۔۔ جراحت اسکو دکھانیکا اب مزا نرہا
ہوا ہوں ننگ بہت کوئی دشمنی میں لیجو ۔۔۔ کہ جی سے ہاتھہ اُٹھا کر وہ اٹھہ گیا نرہا

قطعہ

ستم کا اسکے بہت میں ہزار ہوں ممنوں ۔۔۔ جگر تمام ہوا خون و دل بجا نرہا
اگرچہ رہگئے تھے استخوان و پوست ولے ۔۔۔ لگائی ایسی کہ تسمہ بھی پھر لگا نرہا

حمیت اسکتیں کہتے ہیں جو میر میں تھی
گیا جہاں سے پہ تیری گلی میں آنرہا

بکرتے ہی نہیں ترک بتاں طور جفا کا ۔۔۔ شاید ہمیں دکھاویں گے دیدار خدا کا
ہی ابر کی چادر شفقی جوش سے گل کے ۔۔۔ میخانے کے ہاں دیکھیئے یہہ رنگ ہوا کا
بہتیری گرو جنس کالوں کے پڑی ہی ۔۔۔ کچھ ذکر ہی واعظ کے مصلی و ردا کا
مرجائیگا باتوں میں کوئی غمزدہ یوں ہی ۔۔۔ ہر لحظہ نہو ممتحن ارباب وفا کا
تدبیر تھی تسکیں کے لیئے لوگوں کی ورنہ ۔۔۔ معلوم تھا مدت سے ہمیں نفع دوا کا
ہاتھہ آئینہ رویوں سے اٹھا بیٹھیں پہ کیونکر ۔۔۔ بالعکس اثر پاتے تھے ہم اپنی دعا کا
آنکھہ اسکی نہیں آئینے کے سامھنے ہوتی ۔۔۔ حیرت زدہ ہوں یار کی میں شرم و حیا کا
برسوں سے تو یوں ہی کہ گھٹا جب امنڈ آئی ۔۔۔ تب دیدۂ تر سے بھی ہوا ایک جھڑا کا

آنکھ اسے نہیں اٹھنے کی صاحب نظرونکی — جس خاک پہ ہوگا اسرا سلی کف پا کا

تلوار کے سائے ہی میں کاٹے ہی تو ای میر
کس دل زدے کو ہووے ہی یہہ ذوق فنا کا

رہتا ہی ہڈیوں سے مری جو ہما لگا — کچھ درد عاشقی کا اسے بھی مزا لگا
غافل نہ سوز عشق سے رہ پھر کباب ہی — گر لایحہ اس آگ کا ٹک دلکو جا لگا
دیکھا ہمیں جہان وہ تہان آگ ہو گیا — بھڑکا رکھا ہی لوگون نے اُسکو لگا لگا
مہلت تنگ بھی ہو تو سخن کچھ اثر کرے — میں اُٹھ گیا کہ غیر ترے کانوں آ لگا
اب آب چشم ہی ہی ہمارا محیط خلق — دریا کو ہمنے کب کا کنارے رکھا لگا
ہرچند اسکی تیغ ستم تھی بلند لیک — وہ طور بد ہمیں تو قیامت بھلا لگا
مجلس میں اسکی بار نہ مجھکو ملی کبھو — دروازے ہی سے گرچہ بہت میں رہا لگا
بوسہ لبونکا مانگتے ہی منہہ بگڑ گیا — کہا اتنی میری بات کا تمکو برا لگا

عالم کی سیر میر کی صحبت میں ہوگئی
طالع سے میرے ہاتھ یہہ بیدست و پا لگا

خط سے وہ روز صفائے حسن اب کم ہو گیا — چاہ یوسف تھا ذقن سو چاہ رستم ہو گیا
سینہ کو بی سنگ سے دل خوں ہونے میں رہی — حق بجانب تھا ہمارے سخت ماتم ہو گیا
ایک سا عالم نہیں رہتا ہی اس عالم کے بیچ — اب جہان کوئی نتھا یان ایک عالم ہو گیا
آنکھ کے لڑتے تری آشوب سا پرپا ہوا — زلف کے درہم ہوئے اک جمع برہم ہو گیا
اُس لب جان بخش کی حسرت نے مارا جان سے — آبحیوان یمن طالع سے مرے سم ہو گیا
وقت تب تک تھا تو سجدہ مسجدونمیں کفر تھا — فایدہ اب جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا
عشق اِن شہری غزالونکا جنونکو اب کھنچا — وحشت دل بڑھ گئی آرام جان رم ہو گیا
جی کھنچے جاتے ہیں فرط شوق سے آنکھونکی اور — جن نے دیکھا ایکدم اسکو سو بیدم ہو گیا

ہمنے جب کچھ اُسے دیکھا سو خلاف چشم داشت اپنا عزرائیل وہ جان مجسم ہو گیا
کیا کہوں کیا طرحیں بدلیں چاہ نے آخر کو میر
تھا گرہ جو دل میں اپنے وہ تو اب غم ہو گیا

کیفی ہو کیوں تو ناز سے پھر گرم رہ ہوا برسوں سے صوفیوں کا مصلی تو تہ ہوا
معلوم تیرے چہرۂ پرنور کا سا لطف بالفرض آسمان پہ گیا پھول مہ ہوا
پوچھہ اُسے درد ہجر کو جس کا بناز کی جا گہہ سے اپنی عضو کوئی لے جگہہ ہوا
ہم پاہ اپنا کون ہی اس معرکے کے بیچ کب کے ترا زو یار کا تیر نگہہ ہوا
ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونوں جہان میں میر عبث روسیہ ہوا

مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا مجلس میں سن سپند یکایک اُچھل پڑا
پہنچے ہی کوئی اُلجھن ناز گب کے لطف کو گل گو چمن میں جامے سے اپنے نکل پڑا
میں جو کہا ایک آگ سی سلگے ہی دل کے بیچ کہنے لگا کہ یوں ہی کوئی دن تو جل پڑا
بل کیوں نہ کھائیے کہ لگا رہنے استوا ان بالوں میں اور پیچ میں پگڑی کے بل پڑا
تھی اختلال اگرچہ مزاجوں میں کب سے لیک ہاتھ میں اُس پلک کے نہایت خلل پڑا
رہتا نہیں ہی آنکھہ سے آنسو ترے لئے دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا
سر اسکے پانوں سے نہیں اٹھتے ستم ہی میر
گر خوش خلاف سمجھے اسکا اُگل پڑا

دل فرط اضطراب سے سیماب سا ہوا چہرہ تمام زرد زر ناب سا ہوا
شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا کچھ آب دیدہ رات سے خوناب سا ہوا
وے دن گئے کہ اشک سے چھڑکاؤ سا کیا اب رونے لگ گئے ہیں تو تالاب سا ہوا
اک دن کہا تھا یار نے قد ناز سے بلند خجلت سے سرو جوئے چمن آب سا ہوا

گیا اور کوئی روئے کہ اب جوش اشک سے — حلقہ ہماری چشم کا گرداب سا ہوا
قصہ تو مختصر تھا ولے طول کو کھینچا — ایجاز دل کے شوق سے اطناب سا ہوا
عمامہ ہی موذن مسجد کہ یار خر — قد تو ترا خمیدہ ہو محراب سا ہوا
بات اب تو ہیں کہ جائے سخن حسن میں ہوئی — خط پشت لب کا سبزۂ سیراب سا ہوا
چل باغ میں بھی سوتے سے اٹھ کر کبھو کہ گل — تک تک کے راہ دیدۂ بے خواب سا ہوا

سمجھے تھے ہم تو میر کو عاشق اسی گھڑی
جب سنکے تیرا نام وہ بیتاب سا ہوا

دیکھ آرسی کو یار ہوا محو ناز کا — خانہ خراب ہو جیو آئینہ ساز کا
ہوتا ہی کون دست بسر واں غرور سے — گالی ہی اب جواب سلام نیاز کا
ہم تو سمند ناز کے پامال ہو چکے — اسکو وہی ہی شوق ابھی ترکتاز کا
ہی کیمیا گران محبت میں قدر خاک — پر وقر کچھ نہیں ہی دل بے گداز کا
اس لطف سے نہ غنچۂ نرگس کھلا کبھو — کھلنا تو دیکھ اس مژۂ نیم باز کا
کوتاہ تھا فسانہ جو مرجاتے ہم شتاب — جی پر و بال سب ہی یہہ عمر دراز کا
مارا نہ اپنے ہاتھ سے مجھکو ہزار حیف — کشتہ ہوں یار میں تو ترے امتیاز کا
ہلتی ہی یوں پلک کہ گڑی دل میں جائے ہی — انداز دیدنی ہی مرے دل نواز کا

پھر آج میر مسجد جامع کے تھے امام
داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز کا

غم ابھی کیا محشر مشہور کا — شور سا ہی تو ولیکن دور کا
حق تو سب کچھ ہی ہی تو ناحق نبول — بات کہتے سر کٹا منصور کا
بیچ سے کب کا گیا اب ذکر کیا — اُس دل مرحوم کا معفور کا
طرفہ آتش خیز سنگستان ہی دل — مقتبس یاں سے ہی شعلہ طور کا

قطعہ

مر گئے پر خاک ہی سب کبر و ناز مت جھکو سر گو کسو مغرور کا
تھی یکہری کو قدر ہی اِس کو نہیں ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا

قطعہ

ہو کھڑا وہ تو پری سی ہی کھڑی منہہ کھلے تو جیسے چہرہ حور کا
ویکھہ اُسے کیونکر ملک بھی چک نہو آنکھہ کے آگے یہہ بُکا نور کا

چشم بہنے سے کبھو رہتی نہیں
کچھہ علاج اے میر اِس ناسور کا

نظر میں طور رکھہ اُس کم نما کا بھروسا کیا ہی عمر بیوفا کا
گلوں کے پیرہن ہیں چاک سارے کھلا تھا کیا کہیں بند اُس قبا کا
پرستش اب اسی بت کی ہی ہر سو رہا ہوگا کوئی بندہ خدا کا
بلا ہیں قادر انداز اس کو آنکھیں کیا یکہ جنازا جس کو تاکا
بجا ہی عمر سے اب ایک حسرت کیا وہ شور سر کا زور پا کا
مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ بدایت مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہہ تبھی سے اثر معلوم تھا ہمکو دوا کا
مروت چشم رکھنا سادگی ہی نہیں شیوہ ہی اپنے آشنا کا
کہیں اس زلف سے کیا لگ چلی ہی پڑے ہی پانوں بیتابی کچھہ صبا کا
بجا تو دور صوفی خانقہ سے ہمیں تو پاس ہی ابرو ہوا کا

قطعہ

بجا نون میر کیوں ایسا ہی چپکا نمونہ ہی یہہ آشوب و بلا کا
کرو دن ہی سے رخصت ورنہ شبکو
پا

نہ سونے دیگا شور اس بینوا کا

وہ ترک مست کسو کی خبر نہیں رکھتا
کہ میں شکار زبوں ہوں جگر نہیں رکھتا

بلا سے آنکھ جو پرنی ہی اسکی دس جا گہہ
ہمارا حال تو مد نظر نہیں رکھتا

رہے نہ کہونکہ یہہ دل باختہ سدا تنہا
کہ کوئی آوے کہاں میں تو گھر نہیں رکھتا

جنھونکے دم میں ہی تاثیر اور وے ہیں لوگ
ہمارا نالۂ جانکاہ اثر نہیں رکھتا

کہیں ہیں ایکے بہت رنگ ارچلا گل کا
ہزار حیف کہ میں بال و پر نہیں رکھتا

تو کوئی زور ہی نسخہ ہی ای مفرح دل
کہ طبع عشق میں ہرگز ضرر نہیں رکھتا

خدا کی اوز سے ہی سب یہہ اعتبار ارنہ
جو خوب دیکھو تو میں کچھہ ہنر نہیں رکھتا

غلط ہی دعوی عشق اس فضول کا ہے زیب
جو کوئی خشک لب اور چشم تر نہیں رکھتا

جدا جدا پھرے ہی میر سب سے کس خاطر
خیال ملنے کا اُسکے اگر نہیں رکھتا

گیا میں جان سے وہ بھی جو تک آتا تو کیا ہوتا
قدم دو ساتھہ میری نعش کے جاتا تو کیا ہوتا

پھرا تھا دور اسے مدتوں میں کوہ صحرا میں
بلا کر پاس اپنے مجھکو بٹھالاتا تو کیا ہوتا

ہوئے آخر کو سارے کام ضائع ناشکیبی سے
کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا

دم لسماں ہمارے زیر لب کچھہ کچھہ کہا سب نے
جو وہ بے رحم بھی کچھہ منھہ سے فرماتا تو کیا ہوتا

کہے سے غیر کے وہ تو رہا بیٹھا وہیں یارو نسے
لئے جاتا اگر تک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا

کبھو سرگرم بازی ہمدموں سے یہاں بھی آجاتا
ہمیں یکچند اگر وہ اور بہلاتا تو کیا ہوتا

گئے لے میر کو کل قتل کرنے اسکے در پر سے
جو وہ بھی گھر سے باہر اپنے تک آتا تو کیا ہوتا

میں غش کیا جو خط لے ادھر نامہ بر چلا
یعنے کہ فرط شوق سے جی بھی ادھر چلا

سدھہ لے گئی تری بھی کوئی زلف مشبکبو
گیہوئے پیچدار جو منھہ پر بکھر چلا

لڑکا ہی تھا نہ قاتل ناکردہ خوں ہنوز — کپڑے گلے کے سارے مرے خون میں بھر چلا
ای مایۂ حیات گیا جس کنے سے تو — آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا
طیاری آج رات کہیں رہنے کی سی ہی — کس خانماں خراب کے ای مہ تو گھر چلا
دیکھو گے کوئی گوشہ نشیں ہو چکا غریب — تیر مژہ اُس ابرو کماں کا اگر چلا
بے می رہا بہار میں ساری ہزار حیف — لطف ہوا سے شیخ بہت بے خبر چلا

قطعہ

تمسے تکلف اسکا چلا جاے ہی وہی — کل راہ میں ملا تھا سو منہہ ڈھانپ کر چلا
یہہ چھیڑ دیکھہ ہنسکے رخ زرد پر مرے
کہتا ہی میر رنگ تو اب کچھہ نکھر چلا

وہ شوخ ہمکو پانوؤں تلے ہی ملا کیا — اس دل نے کس بلا میں ہمیں مبتلا کیا
چھاتی کبھو نہ ٹھنڈی کی لگ کر گلے سے آہ — دل اسّے دور سینے میں اکثر جلا کیا
کسوقت شرح حال سے فرصت ہمیں ہوئی — کس دن نیا نہ قاصد ادھر سے چلا کیا
ہم تو گمان دوستی رکھتے تھے پر یہہ دل — دشمن عجب طرح کا بغل میں پلا کیا
کیا لطف ہی جئے جو برے حال کوئی میر
جینے سے تو نے ہاتھہ اٹھایا بھلا کیا

اس موج خیز دہر میں تو ہی حباب سا — آنکھیں کھلیں تری تو یہہ عالم ہی خواب سا
برقع اٹھا کے دیکھے ہی منہہ سے کبھو ادھر — بارے ہوا ہی ان دنوں رفع حجاب سا
وہ دل کہ تیرے ہوتے رہے تھا بھرا بھرا — اب اسکو دیکھئے تو ہی اک گھر خراب سا
دس روز آگے دیکھا تھا جیسا سو اب نہیں — دل رہگیا ہی سینے میں جلکر کباب سا
اس عمر میں یہہ ہوش کہ کہنے کو نرم گرم — بگڑا رہے ہی ساختہ مست شراب سا
ہی یہہ فریب شوق کہ جاتے ہیں خط چلے — وانسے وگرنہ کب کا ہوا ہی جواب سا

گیا سطر موج اشک روانی کے ساتھ ہی — مشاق گریہ ابر ہی چشم پر آب سا
دوزخ ہوا ہی ہجر میں اسکے جہاں ہمیں — سوز دروں سے جان پہ ہی اک عذاب سا
مدت ہوئی کہ دل سے قرار و سکوں گئے — رہتا ہی اب تو آٹھ پہر اضطراب سا

موا ج آب سا ہی ولیکن اڑی ہی خاک
ہی میر بحر بے تہ ہستی سراب سا

کب لطف زبانی کچھ اس غنچہ دہن کا تھا — ہر سو ں ملے پر ہمسے صرفہ ہی سخن کا تھا
اسباب مہیا تھے سب مرنے ہی کے لیکن — ابتک نہ موئے ہم جو اندیشہ کفن کا تھا
بلبل کو موا پایا کل پھولو نکی دوکان پر — اس مرغ کے بھی جی میں کہا شوق چمن کا تھا
بیدل قدم تیرا پرتا تھا لرکپن میں — رونا ہمیں اول ہی اس تیرے چلن کا تھا
مرغان قفس سارے تسبیح میں تھے گل کی — ہر چند کہ ہر یک کا ڈھلکا ہوا منکا تھا
سب سطح ہی پانی کا آئینہ کا سا تختہ — دریا میں کہیں شاید عکس انکے بدن کا تھا
خوگر نہیں ہم یوں ہی کچھ ریختہ کہنے سے — معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا
بھوؤں تئیں تم جس دن سج نکلے تھے اک پیچا — اس دن ہی تمھیں دیکھے ماتھا مرا ٹھنکا تھا

رہ میری غریبانہ جاتا تھا چلا رہتا
ہر گام گلا لب پر یاراں وطن کا تھا

یہہ روش ہی دلبروں کی نہ کشو سے ساز کرنا — کوئی خاک سے ہو یکساں وہی ونکو ناز کرنا
کوئی عاشقوں بتان کی کرے نقل کیا معیشت — انھیں ناز کرنے رہنا انھیں جی نیاز کرنا
رہیں بند میری آنکھیں شب و روز ضعف ہی میں — نہوا مجھے میسر کبھو چشم باز کرنا
یہہ بھی طرفہ ماجرا ہی کہ اُسی کو چاہتا ہوں — مجھے چاہیئے ہی جسے بہت احتراز کرنا
نہیں کچھ رہا تو لرکا تجھے پر ضرور ہی اب — ہوس اور عاشقی میں تک اک امتیاز کرنا
کوئی عاشقوں کی پہنچ تکنوں نے اٹھائی بھی ہی — انھیں بات ہو جو ٹھوری اسے بھی دراز کرنا

یہی میر کھینچے نقشہ درد پر تھے ساجد
نہیں اعتماد قابل انھوں کا نماز کرنا

ایک آن اس زمانے میں یہہ دل نہ وا ہوا
کیا جانئے کہ میر زمانے کو کیا ہوا

دکھلائے کیا ہو دست حنائی کا مجھکو رنگ
ہاتھوں سے میں تمھارے بہت ہوں جلا ہوا

سوزش وہی تھی چھاتی میں مرنے تلک مرے
اچھا ہوا نہ داغ جگر کا لگا ہوا

سر ہی چڑھا رہے ہی ہر اک بادہ خوار کے
ہی شیخ شہر یا کوئی ہی جن پڑا ہوا

ظاہر کو گو درست رکھا مر کے میں ولے
دل کا لگاؤ کوئی رہا ہی چھپا ہوا

از خویش رفتہ میں ہی نہیں اسکی راہ میں
آتا نہیں ہی پھر کے ادھر کا گیا ہوا

یوں پھرا تھا بجا یگانہ ہی ابر دشت سے
گر کوئی رونے بیٹھ گیا دل بھرا ہوا

لیکر جواب خط کا نہ قاصد پھرا کبھو
کہا جانے سر نوشت میں کیا ہی لکھا ہوا

گو پیس مارے مہندی کے رنگوں فلک ولے
چھوٹے نہ اسے اسکا لگا یا بندھا ہوا

اٹھتے تعب فراق کے جی سے کہاں تلک
دل جو بجا رہا نہ ہمارا بجا ہوا

دامن سے منہہ چھپائے جنوں کب رہا چھپا
موجا سے سا مہینے ہی گریباں پھٹا ہوا

دیکھا نہ ایک گل کو بھی چشمک زنی میں اے
جب کچھ رہا نہ باغ میں تب میں رہا ہوا

کیا جانئے ملاپ کسے کہتے ہیں یے لوگ
برسوں ہوئے کہ ہمسے تو وہ ہی لڑا ہوا

بحر بلا سے کوئی نکلتا مرا جہاز
بارے خدائے عز و جل ناخدا ہوا

اس بحر میں ایک اور غزل تو بھی میر کہہ
دریا تھا تو تو تیری روانی کو کیا ہوا

اس کام جان و دل سے جو کوئی جدا ہوا
دیکھا پھرا اسکو خاک میں ہمنے ملا ہوا

کرتوک گرچہ بیٹھے ہیں پر ہی وہی تلاش
رہتا نہیں ہی ہاتھ ہمارا اٹھا ہوا

کھینچا بغل میں میں جو اسے مست پاکے رات
کہنے لگا کہ آپ کو بھی اب نشا ہوا

تا

نے صبر ہی نہ ہوش ہی نے عقل ہی نہ دیں — آتا ہی اسکے پاس سے عاشق بلا ہوا
اٹھتا ہی میرے دل سے کبھو جوش سا تو پھر — جاتا ہی دونوں آنکھوں سے دریا بہا ہوا
جوں صید نیم کشتہ تڑپتا ہی ایک سا — کیا جانئے کہ دل کو مرے کیا بلا ہوا
خط آئے پر جو گرم وہ پرکار مل چلا — میں سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا
ہم تو لگے کنارے ہوئے غیر ہمکنار — ایکوں کی عید ایکوں کے گھر میں وا ہوا
جوں برق مجھکو ہنستے ندیکھا کسو نے آہ — پایا تو ابر سا کہیں روتا کھڑا ہوا
جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ میں — وہ آج میں سنا تو ہی میرا کہا ہوا
پایا مجھے رقیب نے آ اسکی زیر تیغ — دل خواہ بارے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہیں روز اب بتر
دیکھا تھا ہمنے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

کل دل آزردہ گلستاں سے گذر ہمنے کیا — گل لگے کہنے کہو منہ نہ ادھر ہمنے کیا
کر گئی خواب سے بیدار تمہیں صبح کی باد — بید ماغ اتنے جو ہو ہم پہ مگر ہمنے کیا
بید سے بلور کے منہ پر تری ہم آئے چلے — کیا کریں اس دل خستہ کو سپر ہمنے کیا
سچ تری دیکھ کے اے شوخ حذر ہمنے کیا — پیچ پا تھ میں مستی سے لہو سی آنکھیں
پانو کے نیچے کی مٹی بھی نہ ہو گی ہمسی — کہا کہیں عمر کو اس طرح بسر ہمنے کیا
کیا کیا ناخن سر تیز جگر دل دونوں — رات کی سینہ خراشی میں ہنر ہمنے کیا
کام اُن ہونٹوں سے وہ لے جو کوئی ہمسا ہو — دیکھتے دیکھتے ہی آنکھوں میں گھر ہمنے کیا
جیسی جیرت لئے جاتا ہی جہان سے کوئی — آہ یوں کوچۂ دلبر سے سفر ہمنے کیا
بارے کل ٹھہر گئے ظالم خوں خوار سے ہم — منصفی کیجے تو کچھ کم نہ جگر ہمنے کیا

اُس رخ و زلف کی تسبیح ہی یاں اکثر میر
ورد اپنا یہی اب شام و سحر ہمنے کیا

اس قدر آنکھیں چھپاتا ہی تو ای مغرور کیا
ٹک نظر ادھر نہیں کہہ اسے ہی منظور کیا

وصل و ہجراں سے نہیں ہی عشق میں کچھ گفتگو
لاگ دل کی چاہئے ہی یاں قریب و دور کیا

ہو خرابی اور آبادی کی عاقل کو تمیز
ہم دوانے ہیں ہمیں ویران کیا معمور کیا

اٹھ نہیں سکتا ترے در سے شکایت کیا مری
حال میں اپنے ہوں عاجز میں مجھے مقدور کیا

سب ہیں یکساں جب فنا یکبارگی طاری ہوئی
ٹھیکرا اس مرتبے میں کیا سر فغفور کیا

لطف کے حرف و سخن پہلے جو تھے بہر فریب
مدتیں جاتی ہیں اُن باتوں کا اب مذکور کیا

دیکھ بہتی آنکھ میری ہنسکے بولا کل وہ شوخ
یہ نہیں اب تک ہوا منہہ کا ترے ناسور کیا

میں تو دیکھوں ہوں تمھارے منہہ کو تمنے دل لیا
تم مجھے رہتے ہو اکثر مجلسوں میں گھور کیا

ابر سا روتا جو میں نکلا تو بولا طنز سے
آرسی جا دیکھ گھر برسے ہی منہہ پر نور کیا

سنگ بالیں میر کا جو بات کا روڑا ہوا
سخت کرجی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

جوں ابر قبلہ دل ہی نہایت ہی بھر رہا
رونا مرا سنو گے کہ طوفان کر رہا

شب میکدے سے وارد مسجد ہوا تھا میں
پر شکر ہی کہ صبح تئیں بے خبر رہا

مل جسے ایکبار نہ پھر تو ہوا دوچار
رک رک کے وہ ستمزدہ ناچار مر رہا

تسکین دل ہو تب کہ کہو آ گیا بھی ہو
برسوں سے اسکا آنا یہی صبح پر رہا

اس زلف و رخ کو بھولے مجھے مدتیں ہوئیں
لیکن مرا نہ گریۂ شام و سحر رہا

رہتے تو تھے مکاں پہ ولے آپ میں نتھے
اس بن ہمیں ہمیشہ وطن میں سفر رہا

اب چھیڑ یہہ رکھے ہی کہ پوچھے ہی بار بار
کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منہہ ہی اتر رہا

اک دم میں یہہ عجب کہ مرے سر پہ پھر گیا
جو آب تیغ برسوں تری تا کمر رہا

کاہیکو میں نے میر کو چھیڑا کہ اے آج
یہہ درد دل کہا کہ مجھے درد سر رہا

دل دفعتہ جنوں کا مہیا سا ہو گیا — دیکھی کہاں وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا
تک جوش سا تھا تھا مرے دلسے رات کو — دیکھا تو ایک پل ہی میں دریا سا ہو گیا
بے رونقیٔ باغ ہی جنگل سے بھی پرے — گل سوکھہ تیرے ہجر میں کانٹا سا ہو گیا
جلوہ ترا تھا جب تئیں باغ و بہار تھا — اب دل کو دیکھتے ہیں تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وے ہنستے چلے آئے تھے یہیں
مرنا بھی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

دلکی واشد کے لئے کل باغمیں میں تک گیا — سن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رک گیا
عشق کی سوزش نے دلمیں کچھہ نچھوڑا کیا کہیں — لگ اٹھی یہہ آگ ناگاہی کہ گھر سب پھک گیا
ہم نہ کہتے تھے کہ غافل خاک ہو پیش از فنا — دیکھہ اب پیری میں قد تیرا کدھر کو جھک گیا
خدمت معقول ہی سب مغبچے کرتے رہے — شیخ آیا میکدے کی اور جب تب تھک گیا

میر اس قاضی کے لونڈے کے لئے آخر مرا
سبکو قضیہ اسکے جینے کا تھا بارے چک گیا

پھر تابہ زندگی کے لئے آہ خوار کیا — اس وہم کی نمود کا ہی اعتبار کیا
کیا جانیں ہم اسیر قفس زاوای نسیم — گل کیسے باغ کہتے ہیں کسکو بہار کیا
آنکھیں برنگ نقش قدم ہو گئیں سفید — پھر اور کوئی اسکا کرے انتظار کیا
سیکھی ہی طرح سینہ نگاری کی سب مری — لائے تھے ساتھہ چاک دل ایسا انار کیا
سرکش کسوسے ایسی کدورت رکھے وہ شوخ — ہم اسکی خاک راہ ہیں ہمسے غبار کیا
تے وہ نگاہ چشمی ہی تہ وے پلکیں گر گئیں — کیا جانئے کہ دل کو ہی یہہ خار خار کیا
لیتا ہی ابر اب تئیں اس ناصیئے سے اب — روئے ہیں ہم بھی برسوں تئیں زار زار کیا
عاشق کے دلسے رکھہ نہ تسلی کی چشمداشت — ہی برق پارہ یہہ اسے آوے قرار کیا
صحبت رہی بگرتی ہی اس کینہ ورسے آہ — ہم جانتے نہیں ہیں کہ ہوتا ہی پیار کیا

ایک دو کو تو ہو مدعی کوئی کشتونکا اسکے روز جزا میں شمار کیا
مدت سے جرگہ جرگہ سر تیر میں غزال گم ہو گیا ہی یارونکا ذوق شکار کیا
پاتے ہیں اپنے حال میں مجبور سبکو ہم کہنے کو اختیار ہی پر اختیار کیا
آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میر
یہہ اختیار تمنے کیا روزگار کیا

غنچہ ہی وہ دہان ہی گویا ہونٹھہ پر رنگ پان ہی گویا
میرے مردے سے بھی وہ چونکے ہی ابتناک مجھہ میں جان ہی گویا
چاہیئے جیتے گذرے اسکا نام منہہ میں جبتک زبان ہی گویا
سر بسر کیں ہی لیک وہ پرکار دیکھو تو مہربان ہی گویا
حیرت روے گل سے مرغ چمن چپ ہی یوں بیزبان ہی گویا
مسجد ایسی بھری بھری کب ہی میکدہ اک جہان ہی گویا
جائے ہی شور سے فلک کی طرف نالۂ صبح بان ہی گویا
بسکہ ہیں اس غزل میں شعر بلند یہہ زمین آسمان ہی گویا
وہی شور مزاج شیب میں ہی
میر ابتک جوان ہی گویا

ان سختیوں میں کس کا میلا ان خواب پر تھا بالیں کی جاے ہر شب یاں سنگ زیر سر تھا
اُن ابرو و مژہ سے کب میرے جی میں ڈر تھا تیغ و سنان کے منہہ پر اکثر مرا جگر تھا
اِن خوبصورتونکا کچھہ لطف کم ہی مجھہ پر یا عمر ورنہ اس جا پریوں ہی کا گذر تھا
تیشے سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا اپنے تو ناخنوں میں اس طور کا ہنر تھا
عصمت کو اپنی واں تو روتے ہیں لیک پھرے ہیں لغزش ہوئی جو مجھہ سے کیا عیب میں بشر تھا
ل ہم وہ دونوں یک جا ناگاہ ہو گئے تھے وہ جیسے برق خاطف میں جیسے ابر تر تھا

ہوش اُڑ گئے سبھونکے شور سحر سے اسکے — مرغ چمن اگرچہ یکمشت بال و پر تھا
پھر آج یہہ کہانی کل شب پہ رہگئی ہی — سوتا نرہتا تک تو قصہ ہی مختصر تھا
رشک اس شہید کا ہی خضر و مسیح کو بھی — جو کشتہ اسکی جانب دو گام پیشتر تھا
ہشیاری اسکی دیکھو کیفی ہو مجھکو مارا — تا سنکے سب کہیں یہہ وہ مست و بیخبر تھا
صد رنگ ہی خرابی کچھہ تو بھی رہگیا ہی — کیا نقل کہ ئے یلدو دل کوئی گھر سا گھر تھا
تھا وہ بھی اک زمانہ جب نالے آتشیں تھے — چاروں طرف سے جنگل جلتا دہر دہر تھا

جب نالہ کش ہوا وہ تب مجلسیں رلائیں
تھا میر دل شکستہ یا کوئی نوحہ گر تھا

تیغ لیکر کیوں تو عاشق پر گیا — زیر لب جب کچھہ کہا وہ مر گیا
تڑپھے زیر تیغ ہم بیدل آہ — دامن پاک اسکا خوں میں بھر گیا
خاک ہی پکڑے اگر سونا بھی پھر — ہاتھہ سے جسکے وہ سیمیں بر گیا
کیا بندھا ہی اسکے کوچے میں طلسم — پھر نہ آیا جو کوئی اودھر گیا
خانداں کیا کیا ہوئے اس بن خراب — آج تک وہ شوخ کسکے گھر گیا
ابرو و مژگاں ہی میں کاٹی ہی عمر — کیا سنان و تیغ سے میں ڈر گیا

کہتے ہیں ضایع کیا اپنے تئیں
میر تو دانا تھا یہہ کیا کر گیا

جی رک گئے ای ہمدم دل خون ہو بھر آیا — اب ضبط کریں کب تک منہہ تک تو جگر آیا
تھی چشم دم آخر وہ دیکھنے آویگا — سو آنکھوں میں جی آیا پر وہ نہ نظر آیا
بے سدھہ پڑے ہیں سارے سجادوں پہ اسلامی — دارو پیئے وہ کافر کاہیکو ادھر آیا
ہر خستہ ترا خواہاں یک زخم دگر کا تھا — کی مشق ستم تونے پر خون نکر آیا
گلبرگ ہی کچھہ تنہا پانی نہیں خجلت سے — جنبش سے ترے لب کی یاقوت بھی تر آیا

بدل تو ہی قاصد محو اس خط و گیسو کا — ٹک چینے تو ہم پوچھیں کیا لے خبر آیا
تابوت پہ بھی میری پتھر پڑے لیجاتے — اس نخل میں ماتم کے کیا خوب ثمر آیا
ہی حق بطرف اسکے یوں جسکے گیا ہو تو — سچ ایسی تری دیکھے ہمکو بھی خطر آیا
کیا کہیئے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گذرے — یوں اپنا زمانا تو بن یار بسر آیا
صنعت گریاں ہمنے کیں سیکڑوں یاں لیکن — جسے کبھو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آیا

در ہی کے تئیں تکتے پتھرا گئیں آنکھیں تو
وہ ظالم سنگیں دل کب میر کے گھر آیا

یار ہی میر کا مگر گل سا — کہ سحر نالہ کش ہی بلبل سا
یاں کوئی اپنی جان دو دشوار — واں وہی ہی سو ہی تساہل سا
دود دل کو ہمارے ٹک دیکھو — یہہ بھی پر پیچ اب ہی کاکل سا
شوق ان اسکے لنبے بالونکا — یاں چلا جاے ہی تسلسل سا
کب تھی جرات رقیب کی اتنی — تم نے بھی کچھہ کیا تغافل سا
اک نگہہ ایک چشمک ایک سخن — اس میں بھی تم کو ہی تامل سا
بارے مستوں نے ہوشیاری کی — دے کے کچھہ محتسب کا منہہ جھلسا
شرم آتی ہی پہنچتے اودھر — خط ہوا شوق سے ترسل سا

ٹوٹی زنجیر پاے میر مگر
رات سنتے رہے ہیں ہم غل سا

چمن میں جا کے جو میں گرم وصف یار ہوا — گل اشتیاق سے میرے گلے کا ہار ہوا
تمھارے ترکش مژگاں کی کیا کروں تعریف — جو تیر اسسے چلا سو جگر کے پار ہوا
ہماری خاک پہ اک بیکسی برستی ہی — اِدھر سے ابر جب آیا تب اشکبار ہوا
کریں نہ کیونکے یہہ ترکاں بلند پروازی — انھوں کا طایر سدرہ نشیں شکار ہوا

کبھو بھی اُسکو نہ دل سے ملتے پایا پھر　　فریب کھاوہ کوئی دن جو ہمسے یار ہوا
بہت دنوں سے درونے میں اضطراب سا تھا　　جگر تمام ہوا خون تب قرار ہوا

شکیب میر جو کرتا تو وقر رہ جاتا
ادھر کو جاکے عبث یہہ حبیب خوار ہوا

ایک دل کو ہزار داغ لگا　　اندرونے میں جیسے باغ لگا
اُسے یوں گل نے رنگ پکڑا ہی　　شمع سے جیسے لیں چراغ لگا
خوبی یکپیچہ بند خوباں کی　　خوب باندھوں گا گر دماغ لگا
پاؤں دامن میں کھینچ لینگے ہم　　ہاتھہ گر گوشۂ فراغ لگا

میر اس بے نشاں کو پایا جان
کچھہ ہمارا اگر سراغ لگا

تیغ کی اپنی صفت لکھتے جو کاں وہ آ گیا　　ہنسکے اس پرچے کو میرے ہی گلے بندھوا گیا
دست و پا گم کرنے سے میرے کھلے اسرار عشق　　دیکھکر کھویا گیا سا مجھکو ہر یک پا گیا
داغ محجوبی ہوں اسکا میں کہ میرے روبرو　　عکس اپنا آرسی میں دیکھکر شرما گیا
ہم بشر عاجز ثباتِ پا ہمارا کسقدر　　دیکھہ کر اسکو ملک سے بھی نہ یاں ٹھہرا گیا
یار کے بالو نکا بندھنا قہر ہی پگڑی کے ساتھہ　　ایک عالم دوستاں اس پیچ میں مارا گیا
ہم نہ جانا اختلاط اس طفل بازی کوش کا　　گرم بازی آ گیا تو ہم کو بھی بہلا گیا
کیا کروں ناچار ہوں مرنیکو اب طیار میں　　دلکی روز و شب کی بیتابی سے جی گھبرا گیا
جی کوئی لگتا ہی اسکے اٹھہ گئے پر باغمیں　　گل نے بہتیرا کہا ہم سے نہ تک ٹھہرا گیا
ہو گئے تحلیل سب اعضا مرے پا کر گذار　　رفتہ رفتہ ہجر کا اندوہ مجھکو کھا گیا

یوں تو کہتا تھا کوئی ویسے کو باندھے ہی گلے
پر وہ پھندنا سا جو آیا میر بھی پھندلا گیا

دل عشق میں خوں دیکھا آنکھونکو گیا دیکھا — پیغمبر کنعاں نے دیکھا نہ کہ کیا دیکھا
مجروح ہی سب سینہ تس پر ہی نمک پاشی — آنکھوں کے لڑانے کا ہم خوب مزا دیکھا
یکبار بھی آنکھ اپنی اُس پر نہ پڑی مرتے — سو مرتبہ بالیں سے ہم سر کو اٹھا دیکھا
کاہش کا مری اب یہہ کیا تجھکو تعجب ہی — بیماریٔ دل والا کوئی بھی بھلا دیکھا
آنکھیں گئیں پھر تجھ بن کیا کیا نہ عزیزونکی — پر تو نے مروت سے ٹک اُن کو نہ جا دیکھا
جی دیتے ہیں مرنے پر سب شہر محبت میں — کچھ ساری خدائی سے یہہ طور نیا دیکھا

کہہ دلکو گنوایا ہی یا رنج اٹھایا ہی
ای میر تجھے ہمنے کچھ آج خفا دیکھا

ناگہہ جو وہ صنم ستم ایجاد آ گیا — دیکھے سے طور اسکے خدا یاد آ گیا
پھوڑا تھا سر تو ہمنے بھی پر اسکو کیا کریں — جو چشم روزگار میں فرہاد آ گیا
اپنا بھی قصد تھا سر دیوار باغ کا — توڑا ہی تھا قفس کو پہ صیاد آ گیا
جور و ستم اٹھانے ہی اُسے بنینگے شیخ — مسجد میں گر وہ عاشق بیداد آ گیا

دیکھیں گے آدمی کی روش میر ہم ترے
گر سامھنے سے ٹک وہ پریزاد آ گیا

لرم مجھ سوختہ کے پاس سے جانا کیا تھا — آگ لینے مگر آئے تھے یہہ آنا کیا تھا
برسوں یک بوسۂ لب مانگتے جاتے ہیں ہمیں — رات آتے ہی کہا تمنے جو مانا کیا تھا
دیکھتے آئے دم نزع لئے منہہ پہ نقاب — آخری وقت مرے منہہ کا چھپانا کیا تھا
جب نہ تب مرنیکو طیار رہے عشق میں ہم — جی سکتیں اپنے کبھو ہمنے نجانا کیا تھا
مدعی ہوتے ہیں اک آن میں اب تو دلدار — مہر جب رسم تھی یارب وہ زمانا کیا تھا
[illegible] و عشق کہاں جمع ہوئے ای ہمدم — ننگ خواری تھا اگر دل کا لگانا کیا تھا

گر خط سبز سے اسکے نہ تمھیں تھی کچھ لاگ

پھر بھلا میر جی یہہ زہر کا کھانا کیا تھا

وارد گلشن غزل خواں وہ جو دل بریاں ہوا
دامن گل گریہ خونیں سے سب افشاں ہوا

طایران باغ کو تھا بیث جنتی کا دماغ
پر ہر اک ورد سخن سے میر کے نالاں ہوا

دل کی آبادی کو پہنچا اپنی گویا چشم زخم
دیکھتے ہی دیکھتے یہہ شہر سب ویراں ہوا

سبز جنتی پر ہی اسکی طایر سدرہ کو رشک
جوشکار اس تیغ کے سائے تلے بیجاں ہوا

خاک پر بھی دوڑتی ہی چشم مہر و ماہ چرخ
کس دنی الطبع کے گھر جا کے میں مہماں ہوا

تھا جگر میں جبتلک قطرہ ہی تھا خونکا سرشک
اب جو آنکھوں سے تجاوز کر چلا طوفاں ہوا

اسکے میرے بیچ میں آئینہ آیا تھا ولے
صورت احوال ساری دیکھ کر حیراں ہوا

دل نے خوں ہو عشق خوباں میں بھی کیا بدلے ہیں رنگ
چہروں کو غازہ ہوا ہونٹوں کا رنگ پاں ہوا

تم جو کل اس راہ نکلے برق سے ہنستے گئے
ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریاں ہوا

جی سے جانا بن گیا اس بن ہمیں پل مارتے
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آساں ہوا

جب سے ناموس جنوں گردن بندھائی تب سے میر
جیب جاں وابستۂ ز نجیر تا داماں ہوا

آیا ہی ابر جب کا قبلے سے تیرا تیرا
مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت ہی خیرا

خجلت سے اُن لبوں کی پانی ہو بہہ چلے ہیں
قند و نبات کا بھی نکلا ہی خوب شیرا

مجنوں نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی
جا گہہ سے اپنی جانا اپنا نہیں وتیرا

اس راہ زن سے ملکر دل کیونکے کھو نہ بیٹھیں
انداز و ناز اُچکّے غمزہ اٹھائی گیرا

کیا کم ہی ہولناکی صحرائے عاشقی کی
شیرونکو اس جگہہ پر ہوتا ہی قشعریرا

آئینے کو بھی دیکھو پر تک ادھر بھی دیکھو
حیران چشم عاشق دمکے ہی جیسے ہیرا

نیت پہ سب بنا ہی یاں مسجد اک بری تھی
پیر مغاں ہوا سو اسکا بنا خطیرا

ہمراہ خون تلک ہو تک پاؤں کے چھوئے سے
ایسا گناہ مجھسے وہ کہا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لوہو سینہ جو اُنکا چیرا

یاں اپنی آنکھیں پھر گئیں پروہ نہ آپھرا
دیکھا نہ بدگمان ہمارا بھلا پھرا

آیا نہ پھر وہ آئینہ رو تک نظر مجھے
میں منہہ پھرا پنے خاک ملے جا بجا پھرا

کیا اور جی رندھے کسو کا تیرے ہجر میں
سو بار اپنے منہہ سے جگر تو گیا پھرا

اللہ رے دلکشی کہیں دیکھا جو گرم ناز
جوں سایہ اسکے ساتھہ ملک پھر لگا پھرا

سن لیجو ایکبار مسافر ہی ہو گیا
بیمار عشق گور سے گو بارہا پھرا

کہہ وہ شکستہ پا ہمہ حسرت نکہو نکے جاے
جو ایک دن نہ تیری گلی میں چلا پھرا

طالع پھرے سہر پھر اقلب پھر گئے
چندے وہ رشک ماہ جو ہم سے جدا پھرا

پر بے نمک ہی ملنے کی اِس وقت میں تلاش
بارے وہ ربط و دوستی سب کا مزا پھرا

آنسو گرانہ راز محبت کا پاس کر
میں جیسے ابر برسوں تئیں دل بھرا پھرا

بے صرفہ رونے لگ گئے ہم بھی اگر کبھو
تو دیکھیو کہ بادیہ سارا بہا پھرا

بندا ہی پھر کہانکا جو صاحب ہو بید ماغ
اُسے خدائی پھرتی ہی جسے خدا پھرا

خانہ خراب میر بھی کتنا غیور تھا
مرتے مو اپر اُسکے کبھو گھر نہ جا پھرا

پھرئے کبتک شہر میں اب سوئے صحرا روکیا
کام اپنا اِس جنوں میں ہمنے بھی یکسو کیا

عشق نے کیا کیا تصرف یاں کئے ہیں آج کل
چشم کو پانی کیا سب دلکو سب لوہو کیا

نکہت خوش اُسکے پیدا نے کی سی آئی ہی مجھے
اِس سبب گل کو چمن کے ذیر میں نے بو کیا

کام میں قدرت کے کچھہ بو لا نہیں جاتا ہی ہاے
خوبرو اسکو کیا لیکن بہت بد خو کیا

اِس آرام گہہ سے ہی بعینہ بس یہی
جیتے سوتے ایدھر سے ادھر پہلو کیا

عزلتی اسلام کے کیا کیا پھر پس میں جیب چاک
تو نے مایل کیوں ادھر کو گوشۂ ابرو کیا

وہ اُتو کش کا مجھی پر کیا ہی سرگرم جفا — مارے تلواروں کے انے بہتوں کو اُتو کیا
ہاتھ پر رکھ ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہیں — جن نے بالش خواب کا برسوں مرا بازو کیا
پھول نرگس کا لیئے بھیچک کھڑا تھا راہ میں
کسکی چشم پر فسوں نے میر کو جادو کیا

عاشق ترے لاکھوں ہوئے مجھ سا نہ پھر پیدا ہوا — تجھ پر کوئی ای کام جاں دیکھا نہ یوں مرتا ہوا
مدت ہوئی الفت گئی برسوں ہوئے طاقت گئی — دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانئے اب کیا ہوا
کل صبح سیر باغ میں دل اور میرا رک گیا — بلبل نہ بولا منہ سے کچھ گل تک نہ مجھ سے وا ہوا
دے دن گئے جو یاں کبھو اٹھتا تھا دل سے جوش سا — اب لگ گئے رونے جہاں پل مارتے دریا ہوا
کتنوں کے دل بیجاں ہوئے کتنے نجانا کیا ہوئے — چلنے میں اسکے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا
مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیئے — ای اہل مسجد اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا
جوں حسن ہی اک فتنہ گر توں عشق بھی ہی پردہ در — وہ شہرۂ عالم ہوا میں خلق میں رسوا ہوا
فرہاد و مجنوں ووں گئے ہم اور وامق یوں چلے — اس عارضے سے چاہ کے وہ کونسا اچھا ہوا
یا حرف خط ہی درمیاں یا گیسووں کا ہی بیاں
کیا میر صاحب کیتئیں پھر ان دنوں سودا ہوا

تمام روز جو کل میں پیئے شراب پھرا — بسان جام لیئے دیدۂ پر آب پھرا
اثر بن آہ کے وہ منہ ادھر نہوتا تھا — ہوا پھری ہی مگر کچھ کہ آفتاب پھرا
نہ لکھے خط کی نمط ہو گئیں سفید آنکھیں — تجھے بھی عشق ہی قاصد بھلا شتاب پھرا
وہ رشک گنج ہی نایاب تھا بہت ورنہ — خراب کون سا جس میں نہ میں خراب پھرا
کسو سے حرف محبت کا فایدہ نہوا — بغل میں میں تو لئے یاں بہت کتاب پھرا
لکھا تو دیکھ کہ قاصد پھرا جو مدت میں — جواب خط کا مرے صاف بے جواب پھرا
کہیں ٹھہرنے کی جا یاں نہ دیکھی میں نے میر

چمن میں عالم امکان کے جیسے آپ پھرا

لے رنگ! بے ثباتی یہہ گلستان بنایا — بلبل نے کیا سمجھہ کر یاں آشیان بنایا
اڑتی ہی خاک یارب شام و سحر جہان میں — کسکے غبار دل سے یہہ خاکدان بنایا
اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہی — کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہہ جہاں بنایا
آئینے میں کہاں ہی ایسی صفا کہے تو — جبہوں سے راستونکے وہ آستاں بنایا
سرگشتہ ایسی کسکی ہاتھہ آگئی تھی مٹی — جو چرخ زن قضا نے یہہ آستان بنایا
نقش قدم سے اسکے گلشن کی طرح ڈالی — گرد رہ اسکی لیکر سرو روان بنایا
ہونے پہ جمع اپنے پھولا بہت تھا لیکن — کیا غنچہ تنگ آیا جب وہ دہان بنایا
اس صحن پر یہہ وسعت اللہ رے تیری صنعت — معمار نے قضا کے دل کیا مکان بنایا

قطعہ

دل تک ادھر نہ آیا ایدھر سے کچھہ نپایا — کہنے کو ترک لیکر اک سوانگ یاں بنایا
دریوزہ کرتے گذری گلیونمیں عمر اپنی — درویش کب ہوئے ہم تکیہ کہاں بنایا
وہ تو مٹا گیا تھا تربت بھی میر جی کی
دو چار اینٹیں رکھہ کر پھر میں نشان بنایا

اُس کام جان و دل نے عالم کا جان مارا — زلفونکی درہمی سے برہم جہان مارا
بلبل کا آتشین دم دلکو لگا ہمارے — ایسا کنھوں نے جیسی چھاتی میں بان مارا
خون کچھہ نہ تھا ہمارا مرکوز خاطر اُسکو — لِلّٰہ اک ہمیں بھی یوں درمیان مارا
سرچشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھکو — اس راہ زن نے غافل کیا کاروان مارا
صبر و حواس و دانش سب عشق کے زبوں ہیں — میں کاوش مژہ سے عالم کو چھان مارا
کیا خون کا مزا ہی ای عشق تجھکو ظالم — ایک ایک دم میں تونے سو سو جوان مارا
ہم عاجزوں پر آکر یوں کوہ غم گرا ہی — جیسے زمیں کے اوپر ایک آسمان مارا

چا۔

کب جی بچے ہی یار و خوش رو و مو بتاں سے گر شام بچ گیا تو پھر صبح آن مارا

کہتے نہ تھے کہ صاحب اِتنا کڑھا نکرئے
اس غم نے میر تمکو جی سے ندان مارا

یہہ میر ستم کشتہ کسو وقت جواں تھا انداز سخن کا سبب شور و فغاں تھا
جادو کی پُڑی پرچۂ ابیات تھا اُسکا منہہ تکئے غزل پڑھتے عجب سحر بیاں تھا
جس راہ سے وہ دل زدہ دلی میں نکلتا ساتھہ اُسکے قیامت کا سا ہنگامہ رواں تھا
افسردہ نہ تھا ایسا کہ جوں آب زدہ خاک آندھی تھی بلا تھا کوئی آشوب جہاں تھا
کس مرتبہ تھی حسرت دیدار مرے ساتھہ جو پھول مری خاک سے نکلا نگراں تھا
مجنوں کو عبث دعوی وحشت ہی مجھی سے جسدن کہ جنوں مجھکو ہوا تھا وہ کہاں تھا
غافل تھے ہم احوال دل خستہ سے اپنے وہ گنج اِسی کنج خرابے میں نہاں تھا
کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی کی ہر چند کہ وہ بیکس و بیتاب و تواں تھا

گو میر جہاں میں کنھوں نے تجھکو نجانا
موجود نہ تھا تو تو کہاں نام و نشاں تھا

عشق کو بیچ میں یارب تو نہ لایا ہوتا یا تن آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا
دل نتھا ایسی جگہہ جسکی نہ سدھہ لیجے کبھو اُجڑی اِس بستی کو پھر تو نے بسایا ہوتا
عزت اسلام کی کچھہ رکھہ لی خدا نے ورنہ زلف نے تیری تو زنار بندھایا ہوتا
گھر کے آگے سے ترے نعش گئی عاشق کی اپنے دروازے تلک تو بھی تو آیا ہوتا
جو ہی سو بیخود رفتا ہی تیرا ای شوخ اس روش سے نہ قدم تو نے اٹھایا ہوتا
ابتو صد چند ستم کرنے لگے تم ای کاش عشق اپنا نہ تمھیں میں نے جتایا ہوتا
دل سے خوش طرح مکاں پھر بھی کہیں بنتے ہیں اس عمارت کو ٹک اک دیکھہ کے ڈھایا ہوتا
دل پہ رکھتا ہوں کبھو سر سے کبھو ماروں ہوں ہاتھہ پاؤں کو نہ میں تیرے لگایا ہوتا

کم کم اٹھتا وہ نقاب آہ کہ طاقت رہتی کاش یکبار ہمیں منہہ نہ دکھایا ہوتا
میر اظہار محبت میں گیا جی نہ ترا
ہائے نادان بہت تو نے چھپایا ہوتا

نکہت طالع دیکھہ وہ ادھر کو چلکر رہ گیا رات جو تھی چاندسا گھر سے نکل کر رہ گیا
خواب میں کل پاؤں اپنے دوست کے ملتا تھا میں آنکھہ دشمن کہاں گئی سو ہاتھہ مل کر رہ گیا
ہم تو تھے سرگرم پابوسی خدا نے تیر کی نیمچہ کل خوش غلاف اسکا اگل کر رہ گیا
ہم بھی دنیا کی طلب میں سر کے بھاں ہوتے کھڑے بارے اپنا پاؤں اس رہ میں بچاں کر رہ گیا
کیا کہوں بیتابیٔ شب سے کہ ناچار اس بغیر دل مرے سینے میں دو دو ہاتھہ اچھل کر رہ گیا
کیا ہمیں کو یار کے تیغے نے کھا کر دم لیا ایسے بہتیروں کو یہہ اژدر نگل کر رہ گیا
دو قدم ساتھہ اس جفا جو کے چلا جاتا ہی جی بوالہوس غیار تھا دیکھا نہ ٹل کر رہ گیا
آنکھہ کچھہ اپنی ہی اسکے سامنے ہوتی نہیں جن نے وہ خوں خوار سج دیکھی وہاں کر رہ گیا
ایک تو وہ پیری رات کی تھی صبح جائے میر پر
ہر سخن سے جانتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

طریق خوب ہی آپس میں آشنائی کا نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
ہوا ہی کنج قفس ہی کی بے پری میں خوب کہ پر کے سال تلک لطف تھا رہائی کا
یہیں ہیں دیر و حرم ابتو یہہ حقیقت ہی دماغ کسکو ہی ہر در کی جبہہ سائی کا
نہو چھہ مہندی لگانے کی خوبیاں اپنی جگر ہی خستہ ترے پنجۂ حنائی کا
نہیں جہان میں کس طرف گفتگو ویسی یہہ ایک قطرۂ خوں ہی طرف خدائی کا
کہو پہاڑ میں جوں کوہکن سراب ماریں خیال ہمکو بھی ہی بخت آزمائی کا
تجاہل رانہ دل شیخ شور محشر سے جگر بھی جلے ہی کچھہ تھا منا ادائی کا
رکھا ہی باز ہمیں در بدر کے پھرنے سے سروں پہ اپنے ہی احساں شکستہ پائی کا

ہم کہیں تو دکھاویں گے عشق کا جنگاں بہت ہی خضر کو عزہ ہی رہنمائی کا
نہ انس مجھسے ہوا اُسکی میں ہزار کیا جگر میں داغ ہی اس گل کی بیوفائی کا

جہاں میں میر ہی کے ساتھ جانا تھا لیکن
کوئی شریک نہیں ہی کسو کی آئی کا

پہر رفتگی بھی ہوتے ہی جی ہی چلا گیا کل حال میرو بیکھ کے عش مجھکو آگیا
کیا کہئے ایک عمر میں وے لب ہلے تھے کچھ سو بات پان کہاتے وہ چبا گیا
ثابت ہی اسکے پہلو سے پہنچے ہی ہمکو رنج دیکھا نہ درد دل کے کہے سر جھکا گیا
نالان ہی عندلیب گل آشفتہ رفتہ سرو تک بیٹھ کر چمن میں وہ فتنہ اٹھا گیا
پڑھتا تھا میں تو سبحہ لئے ہاتھ میں درود صاحب اتیں مجھکو آکے وہ ناحق سنا گیا
دیکھا نشان قبر کا میری نہ خوش کیا آیا سو اور خاک میں مجھکو ملا گیا
منصف ہو تو ہی شیخ کہ اس مست نازبن ہم آپ سے بھلے گئے تجھسے رہا گیا
ہرگز بجھی نہ سر سے لگی آہ عشق میں مانند شمع داغ ہی سب ہمکو کھا گیا
کہوں میں کیا کہ ہنسکے نمک زخم پر چھڑک بے لطف اسکے ہونے میں سارا مزا گیا
آنسو تو دو رسے پیگئے لیکن وہ قطرہ آب ایک آگ تن بدن میں ہمارے لگا گیا
وقت اخیر کیا یہہ ادا تھی کہ غش سے میں جب آنکھ کھولی باتوں میں منھہ کو چھپا گیا

کہا پوچھتے ہو داغ کیا مرگ میر نے
مر کر وہ سینہ سوختہ چھاتی جلا گیا

سوز دروں سے آخر بھسمنت دلکو پایا اس آگ نے بھرک کر دست گھر جلایا
جی دیکے لیتے ایسے معشوق بے بدل کو یوسف عزیز دلہا سستا بہت بکایا
زلف سیاہ اُسکی جاتی نہیں نظر سے اس چشم روسیہ نے روز سیہ دکھایا
نام اُسکا سنکے آنسو گر ہی پڑے پلک سے دل کا لگاؤ یار و چھپتا نہیں چھپایا

تھا لطف زیست جنسے وے اب نہیں میسر — مدت ہوئی کہ ہمنے جینے سے ہاتھ اُٹھایا
مہندی لگی تھی تیرے پاؤں میں کیا پیارے — ہنگام خون عاشق سر پر جو تو نہ آیا
یہہ پیروی کسو سے کاہیکو ہو سکے ہی — رکھتا ہی داغ ہمکو قامت کا اسکی سایا
دیکھی نہ پیش جاتے ہرگز خرد وری میں — دانستہ باولا ہم اپنے تئیں بنایا
رہتی تھی بیدماغی اک شور ماومن میں — آنکھونکے مند گئے پر آرام سا تو پایا

گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہی منہہ کو پھیرے
مکھڑے سے کسکے تونے ای میر دل لگایا

نکتہ مشتاق و یار ہی اپنا — شاعری تو شعار ہی اپنا
بیخودی لیگئی کہاں ہمکو — دیر سے انتظار ہی اپنا
روتے پھرتے ہیں ساری ساری رات — اب یہی روزگار ہی اپنا
دے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور — اس میں کیا اختیار ہی اپنا
کچھ نہیں ہم مثال عنقا لیک — شہر شہر اشتہار ہی اپنا
جسکو تم آسمان کہتے ہو — سو دلوں کا غبار ہی اپنا

صرفہ آزار میر میں نکرو
خستہ اپنا ہی زار ہی اپنا

روکش ہوا جو شب وہ بالاے بام نکلا — ماہ تمام یارو کیا ناتمام نکلا
ہو گوشہ گیر شہرت مدنظر اگر ہی — عنقا کی طرح اپنا عزلت سے نام نکلا
تھا جن کو عاشقی میں دعواے پختہ مغزی — سودا اُنھوں کا آخر دیکھا تو خام نکلا
نومید قیس پایا ناکام کوہکن کو — اس عشق فتنہ گر سے وہ کسکا کام نکلا

کیونکر نہ مر رہے جو بیتاب میر سا ہو
ایک آدھ دن تو گھر سے دل تھام تھام نکلا

کیا کہیں کچھ کہا نہیں جاتا اب تو چپ بھی رہا نہیں جاتا
غم میں جانی ہی عمر وہ روزہ اپنے ہاں سے وا نہیں جاتا
طاقت دل تلک تعب کھینچے اب ستم تک سہا نہیں جاتا
اس دُر تر کا حیرتی ہی بحر تب تو اسے بہا نہیں جاتا

کب تری رہ میں میر گرد آلود
لوہو میں آنہا نہیں جاتا

بھی اسکی جو میں جتانے لگا مجھے سیدھیاں وہ سنانے لگا
تحمل نہ تھا جسکو تک سو وہ میں ستم کیسے کیسے اُٹھانے لگا
رندھے عشق میں کوئی یوں کب تلک جگر آہ منہہ تک تو آنے لگا
پریشاں ہیں اسوقت میں نیک وبد موا جو کوئی وہ ٹھکانے لگا
کروں یاد اسے ہوں جو میں آپ میں سو یاں بھی ہی اب بھول جانے لگا
سن از عمر اُودھر گئی تھی نگاہ سو آنکھیں وہ مجھکو دکھانے لگا

نہیں رہتے عاقل عاقبے بغیر
کہیں میر دل کو ووانے لگا

اللہ رے غرور و ناز تیرا مطلق نہیں ہمسے ساز تیرا
ہمسے کہ تجھی کو جانتے ہیں جاتا نہیں احتراز تیرا
مل جنسے شراب تو پیئے ہی کہہ دیتے ہیں وہی راز تیرا
کچھ عشق و ہوس میں فرق بھی کر کیدھر ہی وہ امتیاز تیرا

کہتے تھے میر مت کرا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

منہہ لگا ہی کرے ہی جس تس کا حیرتی ہی یہہ آئینہ کس کا

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہوں — دل ہوا ہی چراغ مفلس کا
تھے برے مغبچے کے تیور ایک — شیخ میخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھیں سی کھل رہیں ہیں سب — ہاتھ دستہ ہوا ہی نرگس کا

قطعہ

بحر کم ظرف ہی بسان حباب — کاسہ لیس اب ہوا ہی تو جس کا
فیض ای ابر چشم تر سے اٹھاو — آج دامن وسیع ہی اس کا
تاب کسکو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہی مجلس کا

آنسو مری آنکھوں میں ہر دم جو نہ آ جاتا — تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا
اصلح ہی حجاب اسکا ہم شوق کے ماروں سے — بے پردہ جو وہ ہوتا تو کسے رہا جاتا
طفلی کی ادا تیری جاتی نہیں یہہ جی سے — ہم دیکھتے تجھکو تو تو منہہ کو چھپا جاتا
صد شکر کہ داغ دل افسردہ ہوا ورنہ — یہہ شعلہ بھڑکتا تو گھر بار جلا جاتا
کہتے تو ہو یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا — یہہ کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا
ان آنکھوں سے ہم چشمی برجا ہی جو میں جل کر — بادام کو کل یارو مجلس ہی میں کھا جاتا
صحبت سگ و آہو کی یک عمر رہی باہم — وہ بھاگتا مجھسے تو میں اُسے لگا جاتا
گر عشق نہیں ہی تو یہہ کیا ہی بھلا مجھکو — جی خود بخود ای ہمدم کاہیکو کھپا جاتا
جوں ابر نہ تھم سکتا آنکھوں کا مری جھمکا — جوں برق اگر وہ بھی جھمکی سی دکھا جاتا
تکلیف نہ کی ہمنے اس وحشی کو مرنیکی
تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اٹھا جاتا

بالقوہ تک دکھائے چشم پر آب کا — دامن پکڑ کے روئے یکدم سحاب کا
جو کچھ نظر پڑے ہی حقیقت میں کچھ نہیں — عالم میں خوب دیکھو تو عالم ہی خواب کا

دریادلی جو میں ہی نہیں ہوتے کاسہ لیس — دیکھا ہی بازگوں ہی پیالہ حباب کا
شاید کہ قلب یار بھی تاب اسطرف پھرے — میں منتظر زمانے کے ہوں انقلاب کا
بارے نقاب دنکو جو رکھتا ہی منہ پہ تو — پردا سا رہ گیا ہی کچھ ایک آفتاب کا
تلوار بن نکالتے نہیں گھر سے ایکدم — خوں کر رہو گے تم کسو خانہ خراب کا
یہہ ہوش دیکھ آگے مرے سانہہ غیر کے — رکھتا ہی پاؤں مست ہو جیسے شراب کا
مجنوں میں اور مجھ میں کرے کیوں نہ فرق عشق — چھپتا نہیں مزا تو جلے سنے کباب کا
رو فرصت جوانی پہ جوں ابر بے خبر — انداز برق کا سا ہی عہد شباب کا
وانسے تو نامہ بر کو ہی کہتا جواب صاف — میں سادگی سے لاگو ہوں خط کے جواب کا
ٹپکا کرے ہی زہر ہی صرف اُس نگاہ سے — وہ چشم گھر ہی غصہ و ناز و عتاب کا

لایق تمہارے بجھنے ہی کے مصراع قدیار
میں معتقد ہوں میر ترے انتخاب کا

خندۂ دنداں نما کرتا جو وہ کافر گیا — گوہر ہر جون سرشک آنکھ سے سبکی گر گیا
کیا گذر کوئے محبت میں ہنسی ہی کھیل ہی — پاؤں رکھا جسنے تک اودھر پھر اسکا سر گیا
کیا کوئی زیر فلک اونچا کرے فرق غرور — ایک پتھر حادثے کا آنکا سر چر گیا
نیزہ بازان مژہ میں دل کی حالت کیا کہوں — ایک ناکسبی سپاہی دکھنیوں میں گھر گیا
بعد مدت اس طرف لایا تھا اسکو جذب عشق — بخت کی برگشتگی سے آتے آتے پھر گیا
تیز دست اتنا نہیں وہ ظلم میں اب فرق ہی — یعنے لوہا تھا کرا تیغ ستم کا کر گیا

سخت ہمکو میر کے مر جانے کا افسوس ہی
شمنے دل پتھر کیا وہ جان سے آخر گیا

اس بد زبان نے حرف سخن آہ کب کیا — چپکے ہی چپکے انے ہمیں جاں بلب کیا
طاقت سے میرے دل کی خبر تجھکو کیا نہ تھی — ظالم نگاہ چشم ادھر کی غضب کیا

یکساں کیا نہیں ہی ہمیں خاک رہ سے آج — ایسا ہی کچھ سلوک کیا اُنے جب کیا
عمامہ لیکے شیخ کہیں میکدے سے جا — بس مغبچوں نے حد سے زیادہ ادب کیا
اُس رخ سے دل اُٹھایا تو زلفوں میں جا پھنسا — القصہ اپنے روز کو ہمنے بھی شب کیا
ظاہر ہوا نہ مجھ پہ کچھ اِس ظلم کا سبب — کیا جانوں خون اُنے مرا کس سبب کیا
کچھ آگے آئے ہوتے جو منظور لطف تھا — ہم جی سے اپنے جا چکے تم قصد تب کیا
سمجھے تھے تمہارے اپنا عجب حال ہو گیا — جسکی نگاہ پڑ گئی اُنے عجب کیا
برسوں سے اپنے دل کی ہی دل میں کہا کئے — اک دن جدا نہ غیر سے ہمکو طلب کیا

کی زندگی سو وہ کی موئے اب سو اسطرح
جو کام میر جی نے کیا سو کہ سب کیا

اب جوانی کے جانے نے کچھ طور بدل ڈالا — سب درد ہو شدت کا اُس دل ہی کو دل ڈالا
ہم عاجزوں کا کھونا مشکل نہیں ہی ایسا — کچھ چیونٹیوں کو لیکر پاؤں تلے مل ڈالا
اٹھکیلی کی بھی اسکی دل تاب نہیں لاتا — کیا پگڑی کے پیچوں میں لے بالوں کو بل ڈالا
تشویش سے اب خالی کسدن ہی مزاج اپنا — اُس دل کے خاشن نے بھی کیا آہ خلل ڈالا

مجھ مست کو کیا نسبت اے میر مسایاں سے
منہ شیخ کا مسجد میں میں رُک کے مسل ڈالا

طوفان میرے رونے سے آخر کو ہو رہا — یوناں کی طرح بستی یہ سب میں ڈبو رہا
بہتوں نے چاہا کہئے پہ کوئی نہ کہہ سکا — احوال عاشقی کا مری گو بگو رہا
آخر ہوا ہی واں سے نکلتا سنا اسے — کوچے میں اسکے جا کے سزا وار جو رہا
آنسو تھما نہ جب سے گیا وہ نگاہ سے — پایاں کار آنکھوں کو اپنی میں رو رہا
کیا بے شریک زندگی کی شیخ شہر نے — نباش بھی وہی تھا وہی مردہ شو رہا
یاروں نے چل کے مردے سے میرے کیا خطاب — روتے تھے ہم تو دل ہی کو تو جی بھی کھو رہا

خا

جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منڈ کری سی مار سو رہا

لعل پر کب دل مرا مایل ہوا — اُس لب خاموش کا قایل ہوا
لڑ گئیں آنکھیں اٹھائی دل نے چوٹ — یہہ تماشائی عبث گھایل ہوا
ناشکیبی سے گئی ناموس فقر — عاقبت لو سے کامیں سایل ہوا
ایک تھے ہم وے نہوتے ہست اگر — اپنا ہو نا بیچ میں حایل ہوا
میر ہم کس ذیل میں دیکھ اسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زایل ہوا

کوئی فقیر یہہ ای کاشکے دعا کرتا — کہ مجھکو اُسکی گلی کا خدا گدا کرتا
کبھو جو آن کے ہمسے بھی تو ملا کرتا — تو تیرے جی میں مخالف نہ اتنی جا کرتا
چمن میں پھول گل اب کے ہزار رنگ کھلے — دماغ کاشکے اپنا بھی ٹک وفا کرتا
فقیر بستی میں تھا تو ترا زیاں کیا تھا — کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا
علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اسکا — جو کوئی اور بھی مجنوں کی کچھ دوا کرتا
قدم کے چھونے سے استادگی مجھی سے ہوئی — کبھو وہ یوں تو مرے ہاتھ بھی لگا کرتا
بدی نتیجہ ہی نیکی کا اس زمانے میں — بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا
تلاطم آنکھ کے صد رنگ رہتے تھے تجھ بن — کبھو کبھو جو یہہ دریاے خوں چڑھا کرتا
کہاں سے نکلی یہہ آتش نہ مانتا تھا میں — شروع ربط میں اسکے جو دل جلا کرتا
گلی سے یار کی ہم لیگئے سر پر شور — وگرنہ شام سے ہنگامہ ہی رہا کرتا
خراب مجھکو کیا دلکی لاگ نے ورنہ — فقیر تکئے سے کاہیکو یوں اٹھا کرتا
گئے پہ تیرے نتھا ہم نفس کوئی ای گل — کبھو نسیم سے میں درد دل کہا کرتا
کہیں کی خاک کوئی منہہ پہ کبتلک ملتا — خراب و خوار کہاں تک بھلا پھرا کرتا

ہوئی ہی رہتی تھی عزت مری محبت میں ہلاک آپ کو کرتا نہ میں تو کیا کرتا

ترے مزاج میں تاب و تعب تھی میر کہاں
کسو سے عشق نکرتا تو تو بھلا کرتا

بندھا رات آنسو کا کچھ تار سا ہوا ابر رحمت گنہگار سا
کوئی سادہ ہی اُسکو سادہ کہے لگے ہی نہیں تو وہ عیار سا
محبت ہی یا کوئی جی کا ہی روگ سدا میں تو رہتا ہوں بیمار سا
گل و سرو اچھے سبھی ہیں ولے نہ نکلا چمن میں کوئی یار سا
جو ایسا ہی تم ہم کو سمجھو ہو سہل ہمیں بھی یہہ جینا ہی دشوار سا
فلک نے بہت کھینچے آزار لیک نہ پہنچا بہم اُس دل آزار سا
مگر آنکھہ تیری بھی چپکی کہیں ٹپکتا ہی چتون سے کچھہ پیار سا
چمن ہووے جوانچمن مجھہ سے واں لگے آنکھہ میں سب کی گل خار سا
کھڑے منتظر ضعف جو آگیا گرا اسکے در پر میں دیوار سا
دکھاؤں متاع وفا کب اسے لگا واں تو رہتا ہی بازار سا
عجب کیا جو اس زلف کا سایہ دار پھرے رانوں کو بھی پریدار سا

نہیں میو مستانہ صحبت کا باب
مصاحب کرو کوئی ہشیار سا

حیراں ہی لحظہ لحظہ طرز عجب عجب کا جو رفتۂ محبت واقف ہی اسکے ڈھب کا
کہتے ہیں کوئی صورت بن معنی یاں نہیں ہی یہہ وجہہ ہی کہ عارف منہہ دیکھتا ہی سب کا
نسبت درست جسکی اس روو مو سے پائی ہی درہم اور برہم حال اسکے روز و شب کا
افسوس ہی نہیں تو انصاف دوست ورنہ شایان لطف دشمن شایستہ میں غضب کا
سودائی ایک عالم اب کا بنا پھرے ہی ہرچند عزلتی ہی وہ خال کنج لب کا

منہہ اسکے منہہ کے اوپر شام و سحر رکھوں ہوں　　اب ہاتھہ سے دیا ہی سر رشتہ میں ادب کا

کہا آج کل سے اُسکی یہہ بے توجہی ہی
منہہ اُنے اُسطرف سے پھیرا ہی میر کب کا

سیکڑوں بیکسوں کا جان گیا　　پر یہہ تیرا نہ امتحان گیا
وائے احوال اس جفا کش کا　　عاشق اپنا جسے وہ جان گیا
داغ حرماں ہی خاکمیں بھی ساتھہ　　جی گیا پر نہ یہہ نشان گیا
کل نہ آنے میں اپنک یاں تیرے　　آج سو سو طرف گمان گیا
حرف نشنو کوئی اسے بھی ملا　　تب تو میں نے کہا سو مان گیا
ولسے مت جا کہ پھر وہ پچھتایا　　ہاتھہ سے جسکے یہہ مکان گیا

قطعہ

پھرتے پھرتے تلاش میں اسکی　　اپنک میرا ہی یوں نہ جان گیا
اب جو عیسی فلک پہ ہی وہ بھی　　شوق میں برسوں خاک چھان گیا
کون جی سے نجا ئیگا ای میر
حیف یہہ ہی کہ تو جوان گیا

ہنگام شرح غم جگر خامہ شق ہوا　　سو زدروں سے نامہ کباب ورق ہوا
بندا خدا ہی پھر تو اگر گذرے آپ سے　　مرتا ہی جو کوئی اُسے کہتے ہیں حق ہوا
دل میں رہا نہ کچھہ تو کیا ہم نے ضبط شوق　　یہہ شہر جب تمام لٹا تب نسق ہوا
وہ رنگ وہ روش وہ طرح سب گئی بباد　　آتے ہی تیرے باغ میں منہہ گل کا فق ہوا
برسوں تری گلی میں چمن ساز جو رہا　　سو دیدہ اب گداختہ ہو کر شفق ہوا
لیکر زمیں سے تا فلک رگ گیا ہی آہ　　کس دردمند عشق کو یارب قلق ہوا
اس نو ورق میں میر جو تھا شرح بسط سے

بیٹھا جو بکے میں تو ترا اک سبق ہوا

کل میں کہا وہ طور کا شعلہ کہاں گرا — دل نے جگر کی اور اشارت کی یاں گرا
منظر خراب ہونے کو ہی چشم تر کا حیف — پھر دید کی جگہہ نہیں جو یہہ مکاں گرا
روح القدس کو سہل کیا یار نے شکار — اک تیر میں وہ مرغ بلند آشیاں گرا
پہنچا یا مجھکو عجز نے مقصود دل کتیں — یعنے کہ اسکے در ہی پہ میں ناتواں گرا
شب درا کہ مرے نہاد سے تجھہ بن اُٹھا تہا رات — جسّے کیا خیال کہ یہہ آسماں گرا
کیا کہم تہا شعلہ شوق کا شعلے سے طور کے — پتھر بھی واں کے جل گئے جا کر جہاں گرا

دو با خیال چاہ زنخداں میں اسکے میر
دانستہ کیوں کوئے میں بھلا یہہ جواں گرا

آتے ہی آتے تیرے یہہ ناکام ہو چکا — واں کام ہی رہا تجھے یاں کام ہو چکا
موسم گیا وہ ترک محبت کا ناصحا — میں اب تو خاص و عام میں بدنام ہو چکا
یا خط چلے ہی آتے تھے یا حرف ہی نہیں — شاید کہ ساوگی کا وہ ہنگام ہو چکا
نا آشنائے حرف تہا وہ شوخ جب تبہی — ہمسے تو ترک نامہ و پیغام ہو چکا

تر پھے ہی جب کہ سینے میں اچھلے ہی دو دو ہاتھہ
گر دل یہی ہی میر تو آرام ہو چکا

سنبل تمہارے گیسو و بکے غم میں لت گیا — ابرو کی تیغ دیکھہ مہ عید کٹ گیا
عالم میں جاں کے مجھکو تنزہ تہا ابتو میں — آلودگی جسم سے اماتی میں اٹ گیا
ظلم و جفا و جور پر اصرار اس قدر — ہٹ دیکھہ دیکھہ تیری دل اپنا بھی ہٹ گیا
اب وہ سماں نہیں ہی کہ وہ کام جان خلق — مغموم ہمکو دیکھہ کے دور آ لپٹ گیا
وشوار سیتے ہینگے جو بند قب پھنستے ہی جیب — بیطوریوں سے اسکی دل اپنا تو پھٹ گیا
داماں و جیب دونوں ہوئے ٹکڑے ایک جا — ابکے یہہ کام ہاتھہ سے میرے سمٹ گیا

خاطر اگر ہو جمع پریشانی بھی نبھے سو دل تو دو طرف تری زلفو سے بٹ گیا
ٹک رات اسکے منہہ سے ہوا تھا مقابلہ پھر ماہ چاردہ کو جو دیکھا تو گھٹ گیا
کیا پوچھو ہو نصیب ہمارے الٹ گئے چل کر اِدھر کو یار پھر اودھر الٹ گیا
بلبل کی اور گل کی جو صحبت کی سیر میر
دل اپنا دلبرون کی طرف سے اچٹ گیا

سینے میں شوق میر کے سب درد ہو گیا دل پر رکھا تھا ہاتھہ سو منہہ زرد ہو گیا
نکلا تھا آج صبح بہت گرم ہو ولے خورشید اسکو دیکھتے ہی سرد ہو گیا
بے پردہ اسکی شوخی قیامت ہی دیکھیو یاں خاک سی اُڑا دی نت گرد ہو گیا
کشتی ہر اک فقیر کی بھر دی شراب سے اِس دور میں کلال عجب مرد ہو گیا
دفتر لکھیں ہیں میر نے دل کے الم کے یے
یاں اپنے طور وطرز میں وہ فرد ہو گیا

کیا تو نمود کسکی کیسا کمال تیرا ای نقش وہم آیا کیدھر خیال تیرا
کیا ہی جو ہو زنخ زن مہ پاس کا ستارا ہی داغ جان عالم تھوڑی کا خال تیرا
ایگل مغل بچہ وہ مہ زا ہی اسکے آگے کچھہ بھی بھلا لگے ہی منہہ لال لال تیرا
تجھہ روے خون فشاں سے انجم ہی کیا خجل ہیں ہی آفتاب کو بھی ای ماہ سال تیرا
اب صبح پاس گل کے ہو کر نہیں نکلتی دیکھا نسیم نے بھی شاید جمال تیرا
پہلا قدم ہی انساں پامال مرگ ہونا کہا جانے رفتہ رفتہ کیا ہو مآل تیرا
ہو گی جو چل سر مو پنہاں نہیں رہیگی اک دن زبان ہوگا ایک ایک بال تیرا
تفصیل حال میری تھی باعث کدورت سو جی کو خوش نہ آیا ہرگز ملال تیرا
کچھہ زرد زرد چہرہ کچھہ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہی ای میر حال تیرا

فرو آتا نہیں سر ناز سے ایکے اسیروں کا
اگر چہ آسماں تک شور جاوے ہم فقیروں کا

تبسم سحر ہی جب پان سے لب سرخ ہوں اسکے
دلوں میں کام کر جاتا ہی یاں جادو کے تیروں کا

سرکنا اسکے درباں پاس سے ہی شبکو بھی مشکل
سر زنجیر زیر سر رکھے ہی ہم اسیروں کا

گئے بہتوں کے سر لڑکوں نے جو بہہ باندھنوں باندھے
شہیدا ک میں نہیں ان باندھنوں کے سرخ چیروں کا

قفس کے چاک سے دیکھوں ہوں نمیں تو تنگ آتا ہوں
چمن میں عنچہ ہو آنا گلوں پر ہم صفیروں کا

ہمارے دیکھتے زیر نگیں تھا ملک سب جن کے
کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا

دل پر کو تو ان پلکوں ہی نے سب چھان مارا تھا
کیا میر انے خالی یونہی ترکش اپنے تیروں کا

ہوئیں رسوائیاں جسکے لئے چھوٹا دیارا اپنا
ہوا وہ بیمروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا

خدا جانے ہمیں اس بے خودی نے کسطرف پھینکا
کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا

ذلیل اُسکی گلی میں ہوں تو ہوں آزادگی کیسی
کہ رخصت اس جگہہ ہووے جہاں ہوا عتبار اپنا

اگر چہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیاباں کی
ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا

کہا بدوضع لوگوں نے جو دیکھا رات کو ملتے
ہوا صحبت میں ان لڑکوں کے ضایع روزگار اپنا

کریں جو ترک عزلت واسطے مشہور ہونے کے
مگر شہروں میں کم ہی جیسی عنقا اشتہار اپنا

دل بے یتاب و بے طاقت سے کچھہ چلتا نہیں ورنہ
کھڑا بھی واں نجا کر ہوں اگر ہوا اختیار اپنا

عجب ہم بے بصیرت ہیں کہاں کو لا ہی بار آکر
جہاں سے لوگ سب رخت سفر کرتے ہیں بار اپنا

نہ یوں میکدہ مسجدہ سا پر واں ہوش جاتے ہیں
ہوا ہی دونوں جا گہہ ایک دو باری گذار اپنا

سراپا آرزو ہم لوگ ہیں کاہیکو رند و نمیں
رہے ہیں اب تلک جیتے ولے دل مار مار اپنا

گیا وہ بوجھہ سب ہلکے ہوئے ہم میر آخر کو
منا سب تھا نجانا اُس گلی میں بار بار اپنا

ربط دل زلف سے اُسکی جو نہ چسپان ہوتا
اس قدر حال ہمارا نہ پریشان ہوتا

ہاتھ دامن میں ترے مارنے جھنجلا کے نہ ہم
اپنے جامے میں اگر آج گریباں ہوتا

میری زنجیر کی جھنکار نہ کوئی سنتا
شور مجنوں نہ اگر سلسلہ جنباں ہوتا

ہر سحر آئینہ رہتا ہی ترا منہ تکتا
دل کی تقلید نکرتا تو نہ حیراں ہوتا

وصل کے دن سے بدل کہوں کے شب ہجراں ہو
شاید اس طور میں ایام کا نقصاں ہوتا

طور اپنے پہ جو ہم روتے تو پھر عالم میں
دیکھتے تم کہ وہی نوح کا طوفاں ہوتا

دل میں کیا کیا تھا ہمارے جو نہ ہو جاتی یاس
یہہ نگر کاہیکو اسطرحسے ویراں ہوتا

خاکپا ہو کے تری قد کا چمن میں رہتا
سرو اتنا نہ اکڑتا اگر انساں ہوتا

میر بھی دیر کے لوگوں ہی کی سی کہنے لگا
کچھ خدا لگتی بھی کہتا جو مسلماں ہوتا

جب پہ اس موج سی شمشیر کا اک وار کیا
کام اس شوق کے ولولے ہوئے کا پار کیا

آ گیا عشق میں جو پیش نشیب اور فراز
ہو کے میں خاک برابر اسے ہموار کیا

کیا کروں جنس وفا پھیرے لئے جاتا ہوں
بخت بد نے نہ اسے دل کا خریدار کیا

اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق تجھ سے
چرخ ناساز نے غیروں سے اسے پار کیا

ایسے آزار اٹھانے کا ہمیں کب تھا دماغ
کوفت نے دل کی تو جینے سے بھی بیزار کیا

جی ہی جاتے سنے ہیں عشق کے مشہور ہوئے
کیا کیا ہم نے کہ اس راز کو اظہار کیا

دیکھے اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے
بڑھ گئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا

نالۂ بلبل بیدل ہی پریشان بہت
موسم گل نے مگر رخت سفر بار کیا

میر ای کاش زباں بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہمکو گرفتار کیا

شب رفتہ میں اسکے در پر گیا
سنگ یا رآدم گری کر گیا

شکستہ دل عشق کی جان گیا
نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا

ہوئے یار کیا کیا خراب اس بغیر وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا
کشندہ تھا لڑکا ہی ناکردہ خوں مجھے دیکھکر محضر تو رگیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کیدھر گیا

بے طاقتی میں تو تو ای میر مر رہیگا ایسی طپش سے دلکی کوئی جگر رہیگا
کیا ہی جو راہ دلکی طی کرتے مر گئے ہم جوں نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہیگا
مت کر لڑکپن اتنا خونریزی میں ہماری اس طور لوہو میں تو دامن کو بھر رہیگا
آگاہ پائی ہمنے کھوئے گئے سے یعنے پہنچی خبر اُدھر کی دل بیخبر رہیگا
فردا کا سوچ تجھکو کیا آج ہی پڑا ہی کل کی سمجھیو کل ہی کل تو اگر رہیگا
لوگوں کا پاس ہمکو مارے رکھے ہی ورنہ ماتم میں دلکی شیون دودو پہر رہیگا
پایاں کار دیکھیں کیا ہووے دلکی صورت ایسا ہی جو وہ چہرہ پیش نظر رہیگا
اب سنگی رویہ اپنا کیا ہی میں نے میرا یہہ قالب دلوں میں کچھ راہ کر رہیگا

ہم کوئی بیت جا کر اس ہی گے منہہ سینگے
وحشت زدہ کسودن گر میر گھر رہیگا

پند گو مشفق عبث میرا نصیحت گر ہوا سختیاں جو میں بہت کھینچی سو دل پتھر ہوا
گاڑ کر مٹی میں روے عجز کیا ہم ہی موئے خون اسکے رہگذر کی خاک پر اکثر ہوا
اب اٹھا جاتا نہیں مجھ پاس پھر تک بیٹھ کر گرد اسکے جو پھرا سر کو مرے چکر ہوا
کب کہا جاتا تھا یوں آنا کہ نہیں جیسا صبح تھا پھول خوشرنگ اور اسکے فرش پر بچھکر ہوا
کیا سنی تمنے نہیں بد حالی فرہاد و قیس کون سا بیمار دل کا آج تک بہتر ہوا
کون کرتا ہی طرف مجھ عاشق بیتاب کی صورت خوش جنے دیکھی اسکی سو اودھر ہوا
جان گیا یاقوت اسکے لعل لب جب ہل گئے گوہر خوش آب انداز سخن سے تر ہوا

کیا کہوں ابکے جنوں میں گھر کا بھی رہنا گیا
کام جو مجھ سے ہوا سو عقل ماسے ہر ہوا

شب نکرتا شور اُس کو چے میں گر میں جانتا
اسکی بیخوابی سے ہنگامہ مرے سر پر ہوا

ہووے یارب اُن سیہ روآنکھو نکا خانہ خراب
یک نظر کرتے ہی میر بے دل میں اسکا گھر ہوا

استخواں سب پوست سے سینے کے آتے ہیں نظر
عشق میں ان نوخطوں کے میر میں مسطر ہوا

ٹپکتی پلکوں سے رومال جس گھڑی سرکا
طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدۂ تر کا

کبھو تو دیر میں ہونیش کبھو ہوں کعبے میں
کہاں کہاں لئے پھرتا ہی شوق اس ور کا

غم فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا
بچھا جو پھول اُٹھا کوئی اُسکے بستر کا

اسیر جر گے میں ہو جاؤں میں تو ہو جاؤں
وگرنہ قصد ہو کسکو شکار لاغر کا

ہمیں کہ جلنے سے خوگر ہیں آگ میں ہی عیش
محیط میں تو تلف ہونا ہی سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہوا سو خط موقوف
غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

بتا کے کعبے کا رستا اُسے بھلاؤں راہ
نشاں جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے تک وہ تو ہی بہت ورنہ
سلوک کاہکو شیوہ ہی اُس ستمگر کا

شکستہ بالی و لب بستگی پر ابکی نجا
چمن میں شور مرا ابتلک بھی ہی پر کا

تلاش دل نہیں کام آئی اُس رنج میں گئے
کہ چاہ میں تو ہی مرنا پڑا شناور کا

پھرے ہی خاک ملے منہہ پہ یا نمد پہنے
یہہ آئینہ ہی نظر کر وہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو میر کیا کرتا
جفاکشی نہیں ہی کام ناز پرور کا

حلقہ ہوی وہ زلف کماں کو چھپا رکھا
طاق بلند پر اُسے سب نے اُٹھا رکھا

اس مہ سے دلکی لاگ وہی متصل رہی
گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکھا

گروا دیا ہو مار کے اینک دو کو تو کہوں
کب ان نے خون کر نہ کسو کا دبا رکھا

تک میں لگا تھا اس نمکی شوخ کے گلے
چھاتی کے میرے زخموں نے برسوں مزا رکھا

کاہیکو آئی چوٹ کوئی دل پہ شیخ کے
اُس بوالہوس نے اپنے تئیں تو بچا رکھا

ہم سر ہی جاتے عشق میں اکثر سنا کیے
اِس راہ خوف ناک میں کیوں تمنے پار رکھا

آزار دل نہیں ہی کسو دین میں درست
کیا جانوں اِن بتوں نے ستم کیوں روا رکھا

کیا میں ہی محو چشمک انجم ہوں خلق کو
اُس مہ نے ایک جھمکی دکھا کر لگا رکھا

کہا زہر چشم یار کو کوئی بیان کرے
جسکی طرف نگاہ کی اسکو مار رکھا

ہر چند شعر میر کا دل معتقد نہ تھا
پر اس غزل کو ہمنے بھی سنکر کہا رکھا

میں جوانی میں مے پرست رہا
گردن شیشے ہی میں دست رہا

در میخانے میں مرے سر پر
ظل ممدود دار بست رہا

ہاتھ کو کھینچا تو پیر ہو کر جب
تب گھسنہ کرنے کا تہ و دست رہا

سر پہ پتھر جنوں میں کب نہ پڑے
یہہ سبو ثابت شکست رہا

آنسو پی پی گیا جو برسوں میں
دل درونے میں آبجست رہا

جب کہو تب بلند کہیے اسے
قد خوباں کا سرو پست رہا

میر کے ہوش کے ہیں ہم عاشق
فصل گل جب تلک تھی مست رہا

چمن بھی ترا عاشق زار تھا
گل سرخ اک زرد رخسار تھا

گئی نیند شبوں سے بلبل کی رات
کہیں دل ہمارا گرفتار تھا

قد یار کے آگے سرو چمن
کھڑا دور جیسے گنہگار تھا

یہی جنس دلکی گراں قدر تھی
ولے جب تلک تو خریدار تھا

بہت روے ہم شبنم و گل کو دیکھ
کہ چسپاں ہمیں بھی کہیں پیار تھا

مجھے اب دل چاک کیا شانہ سا کسو زلف سے کچھ سروکار تھا

گیا میر یاں سے کرو گے جو یاد
کہو گے کہ مسکین عجب یار تھا

دل لگا مفت اور دکھ پایا ہو کے عاشق بہت میں پچھتایا
مر گیا تب پہ سنگسار کیا نخل ماتم مرا یہہ پھل پایا
یہہ شب ہجر سر کرے ہی پرے ہو سفید یکا جس جگہہ سایا

صحن میں ہیرے اے گل مہتاب
کیوں شگوفہ تو کھلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل میں پھینک دیا کھینچے ایذا ہمیشہ کسکی بلا
تمکو جیتا رکھے خدا اے بتاں مر گئے ہمتو کر نے کر تے وفا
سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اٹھہ گیا میر وہ جو بالیں سے
پھر مری جان مجھہ میں کچھہ نرہا

اندوہ و غم کے جوش سے دل رک کے خوں ہوا ایکے مجھے بہار سے آ گئے جنوں ہوا
اچھا نہیں ہی رفتن رنگیں بھی اسقدر سنیو کہ اسکی چال پر اک آدھہ خوں ہوا
جی میں تھا خوب جاکے خرابے میں رو ئیے سیلاب آیا آگے چلا کیا شگوں ہوا
نخچیر گاہ عشق میں افراط صید سے روح الامیں کا نام شکار زبوں ہوا
ہوں داغ ناز کی کہ کیا تھا خیال بوس گلبرگ سادہ ہونٹھہ جو تھا نیلگوں ہوا
میں دور ہوں اگر چہ برابر ہوں خاک سے اس رہ میں نقش پا ہی مرا رہنموں ہوا

میر آئے سرگذشت سنی ساری رات گو
افسانہ عاشقی کا ہماری فسوں ہوا

منہہ پر اس آفتاب کے ہی یہہ نقاب کیا — پردا رہا ہی کون سا ہمسے حجاب کیا
ای ابر تر بہہ گریہ ہمارا ہی دیدنی — برسے ہی آج صبح سے چشم پر آب کیا
دم گنتے گنتے اپنی کوئی جان کیوں نہ دو — وہ پاس آن بیٹھے کسو کے حساب کیا
سو بار اسکے کوچے تلک جاتے ہیں چلے — دل ہی اگر بچا تو یہہ ہی اضطراب کیا
اس اب نہ منہہ کھلاؤ ہمارا تو کے رہو — محشر کو ہم سوال کریں تو جواب کیا
دوزخ سو عاشقوں کو تو دوزخ نہیں رہا — اب واں گئے پہ تیرے ہی دیکھیں عذاب کیا
ہم جل کے ایک راکھ کی ڈھیری بھی ہوگئے — ہی اب تکلف آگے جلیگا کباب کیا
ہستی ہی اپنے طور پہ جو بحر جوش میں — گرداب کیسا موج کہاں ہی حباب کیا
دیکھا پلک اٹھا کے تو پایا نہ کچھہ اثر — ای عمر برق جلوہ گئی تو شتاب کیا

ہر چند میر ہستی کے لوگوں سے ہی نفور
پر ہائے آدمی ہی وہ خانہ خراب کیا

ای نکلے یہہ تھی کہاں کی ادا — کھب گئی جی میں تیری بانکی ادا
جادو کرتے ہیں اک نگاہ کے بیچ — ہائے رے چشم دلبراں کی ادا
بات کہتے میں گالیاں دے ہی — سنتے ہو میرے بدزباں کی ادا
دل چلے جائے ہیں خرام کے ساتھہ — دیکھی چلنے میں ان بتاں کی ادا

خاک میں ملکے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسماں کی ادا

رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
نہوتا میں حسرت میں محتاج گریہ — جو کچھہ آنسوؤں کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ اب تک — اُسے ایسا ہی میں تو جاں باز کرتا
جو جانوں کہ دوگے ہی ایسا وہ دشمن — تو کاہیکو الفت سے میں ساز کرتا

تو تمکیں سے کچھ نہ بولا وگرنہ مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلو گیر ہی ہو گئی ورنہ وہ گوئی رہا میں خموشی کو آواز کرتا
ز یارت گہہ کبک تو ہو بلا سے
تک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آ پندہ تک رہیگا کلا ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
وہ بالو ہو میں دیکھنا سرخار حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا
میں تو افسردہ ہر چمن میں پھرا
غنچۂ دل مرا کہیں نہ کھلا

یہہ چوٹ کھائی ایسی دل پر کہ جی گنوایا یعنے جدائی کا ہم صدمہ بڑا اٹھایا
مدت میں وہ ہوا شب ہم بستر آکے میرا خوابیدہ طالعوں نے اک خواب سا دکھایا
الجھاؤ پڑ گیا سو سلجھی نہ اپنے اسکے جھگڑے رہے بہت سے گذرے بہت قضایا
آئینہ رو ہمارا آیا نہ نزع میں بھی وقت اخیر انے کیا خوب منہہ چھپایا
اس بے مروتی کو کیا کہئے میں بتاؤ ہم مارے بھی گئے پر وہ نعش پر نہ آیا
وہ روے خوب اپکے ہرگز گیا نہ دل سے جب گل کھلا چمن میں تب داغ ہمنے کھایا
خلطہ ہمارا اسکا حیرت ہی کی جگہہ ہی دو بند ما جہان ہم اسکو واں آپکو ہی پایا
طرز نگاہہ سے اسکی بیہوش کیا ہوں میں ہی ان مست آنکھوں نے بہتیروں کو سلایا
آنکھیں کھلیں تو دیکھا جو کچھہ ند یکھنا تھا خواب عدم سے ہمکو کاہے کو تیں جگایا
باقی نہیں رہا کچھ گھستے ہی گھستے ہم میں بیمار ئی دلی نے جنگا بہت بنایا
تو نے کہا ئوں دل سے باہر نہیں رکھا ہی عیار پن یہہ کہنے تیرے تئیں سکھایا
کس دن ملایمت کی اُس بت نے میر ہمسے
سختی کھینچے نہ کیوں کر پتھر سے دل لگایا

سمندر کا میں کہوں احساں سہونگا مرے آنسو نہیں اُن پر بہونگا
نہ تو آوے نہ جاوے بے قراری یونہیں اکدن سنا میں مر رہونگا
ترے غم کے میں خواہاں سب نکھا غم کمی کیا ہو گی جو اک میں نہونگا
اگر جیتا رہا میں میر ای یار
تو شبکو مو بمو قصہ کہونگا

رکھتا تھا ہاتھ میں سر رشتہ بہت سینے کا رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا
ای طبیب لو ہو پیئے میرا جو تو جھوٹ کہے کسے یہہ قاعدہ سیکھا ہی لو ہو پینے کا
اسمیں حیران ہوں کس کس کا گلا تجھسے کروں بد گمانیکا تغافل کا ترے کینے کا
میر کی نبض پہ رکھہ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہہ بیمار نہیں جینے کا

عشق سے دل پہ تازہ داغ جلا اِس سیہ خانہ میں چراغ جلا
میر کی گرمی تمسے اچرج ہی
کسے ملتا ہی وہ دماغ جلا

اندوہ سے ہوئی نہ رہائی تمام شب مجھہ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب
جب میں شروع قصہ کیا آنکھیں کھول دیں یعنے تھی مجھکو چشم نمائی تمام شب
چشمک چلی گئی تھی ستارونکی صبح تک کی آسمان نے دیدہ درائی تمام شب
بخت سیہ نے دیر میں کل یاوری سی کی تھی دشمنوں سے اُسکو لڑائی تمام شب
بیتے ہی گذری وعدے کی شب وہ نہ آپھرا ایذا عجب طرح کی اُٹھائی تمام شب
سناٹے سے دلسے لذر جائیں سو کہاں بلبل نے گو کی نالہ سرائی تمام شب
تارے سے میری پلکوں پہ قطرے سرشک کے
دیتے رہیں ہیں میر دکھائی تمام شب

داغ ہوں جلتا ہی دل بیطور اب دیکھئے کیا گل کھلے ہی اور اب
زخم دل غایر ہو پہنچا تا جگر تم لگے کرنے ہماری غور اب

شعر پڑھتے پھرتے ہیں سب میر کے
اِس قلمرو میں ہی اُن کا دور اب

وہ جو کشش تھی اُسکی طرف سے کہاں ہی اب تیر و کماں ہی ہاتھ میں سینہ نشان ہی اب
اتنا بھی منہہ چھپانا خط آئے پہ وجہ کیا لڑکا نہیں ہی نام خدا تو جوان ہی اب
پھول اِس چمن کے دیکھتے کیا کیا جھڑے ہیں ہائے سنبل بہار آنکھوں سے میری رواں ہی اب
جن و ملک زمیں و فلک سب نکل گئے بار گران عشق و دل ناتوان ہی اب
نکلی تھی اسکی تیغ ہوئے خوش نصیب لوگ گردن جھکائی میں تو سنا یہہ اماں ہی اب
زردئی رنگ ہی غم پوشیدہ پر دلیاں دل میں جو کچھ ہی منہہ سے ہمارے عیاں ہی اب
پیش از دم سحر مرا رونا لہو کا دیکھہ پھولے ہی جیسے سانجھہ وہی یاں سماں ہی اب
نالاں ہوئی کہ یاد نمیں سبکو دے گئی گلشن میں عندلیب ہماری زباں ہی اب

برسوں ہوئے گئے اسے پر بھولتا نہیں
یادش بخیر میر سے خوش جہاں ہی اب

شبنم سے کچھہ نہیں ہی گلدیا سمن میں آب دیکھہ اسکو بھر آوے ہی سبلے دہن میں آب
لوسدہ شتاب فاختۂ گریہ ناک کی آیا نہیں ہی دیر سے جوئے چمن میں آب
سوزش بہت ہو دل میں تو آنسو کو پی نجا کرتا ہی کام آگ کا ایسی جلن میں آب
خاموش زد کلوروں میں لگ لگ اٹھے ہی آگ یاں دل بھرے ہوئے کے سب ہی کفن میں آب
جی ڈوب جاے دیکھیں جہاں بھر نظر اِدھر تم کہتے ہو نہیں مرے چاہ زقن میں آب
اب تشنگان عشق کے پیش کام کے وہ لعل کیا آپ کو جو ہووے عقیق یمن میں آب
تب قیس جنگلوں کو تمیں آگ دے گیا ہم بھر چلے ہیں رونے سے اب سارے بن میں آب

غم سوز دل کو میرے بہت روئی رات شمع بیرون بزم لائے ہیں بھر بھر لگن میں آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر
در سے ہزار چند ہی اپنے سخن میں آب

جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہی اب ہر روز دل کو سوز ہی ہر شب تعب ہی اب
سدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا ہر آن بیدماغی و ہر دم غضب ہی اب
دوری سے اسکی آہ عجب حال میں ہیں لوگ کچھ بھی جو پاس وہ نکرے تو عجب ہی اب
طاقت کہ جسے تاب جفا تھی سو ہو چکی تھوڑی سی کوفت میں بھی بہت سا تعب ہی اب
دریا چلا ہی آج تو بوس و کنار کا گر جی چلاوے کوئی دوانا تو دب ہی اب
جان بخشیاں جو پیشتر از خط کیا کئے اُنہیں لبوں سے خلق خدا جاں بلب ہی اب
رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی رو پوش ہمسے یار جو ہی بے سبب ہی اب
نے چاہ وہ اُسے ہی نہ مجھکو ہی وہ دماغ جانا مرا ادھر کو بشرط طلب ہی اب

جاتا ہوں دن کو ملنے کو کہتا ہی دنکو میر
جو شب کو جائیے تو کہے ہی کہ شب ہی اب

عشاق کے تئیں ہی عجز و نیاز واجب ہی فرض عین رونا دل کا گداز واجب
یوں سر فرو نہ لاوے ناداں کوئی و گرنہ لاہنا سجود میں ہی جیسی نماز واجب
ناسازئی طبیعت ایسی پھر ایکے اُوپر ہی ہر کسو سے مجھکو ناچار ساز واجب
لب کا نہیں رہا تو جو کیم تمیز ہووے عشق و ہوس میں اب ہی کچھ امتیاز واجب

صرفہ نہیں ہی مطلق جان عزیز کا بھی
اے میر تجھسے ظالم ہی احتراز واجب

تابوت پر بھی میرے نہ آیا وہ بے نقاب میں اٹھ گیا ولے نہ اٹھا بیچ سے حجاب
اس آفتاب حسن کے جاوے کی کسکو تاب آنکھیں ادھر گئے سے بھر آتا ہی وہ میں آب

اس عمر برق جلوہ کی فرصت بہت ہی کم
جو کام پیش آوے تجھے اس میں ہوشتاب

عفلت سے ہی غرور تجھے ورنہ ہی بھی کچھ
یاں وہ سماں ہی جیسے کہ دیکھے ہی کوئی خواب

اس موج خیز دہر نے کسکے اٹھائے ناز
کج بھی ہوا نہ خوب کلہ گوشۂ حباب

بے بستیاں اجر کے کہیں بستیاں بھی ہیں
دل ہو گیا خراب جہاں پھر رہا خراب

بینا بیان بھری ہیں مگر کوشش کو کر
خرقے میں جیسے برق ہمارے ہی اضطراب

ٹک دلکے نسخے ہی کو کیا کر مطالعہ
اس درس گہہ میں حرف ہمارا ہی اک کتاب

مجنوں نے ریگ بادیہ سے دلکے غم گنے
ہم کیا کریں کہ غم ہیں ہمارے تو بیحساب

کاش اسکے روبرو نکریں مجھکو حشر میں
کتنے مرے سوال ہیں جن کا نہیں جواب

شاید کہ ہمکو بوسہ بہ پیغام دست دے
پھرتا ہی بیچ میں تو بہت ساغر شراب

ہی ان بھوؤں میں خال کا نقطہ دلیل فہم
کی ہی سمجھکے بیت کسونے یہہ انتخاب

گذرے ہی میر لوتنے دن رات آگ میں
ہی سوز دل سے زندگی اپنی اسمیں عذاب

جو کہو تم سو ہی بجا صاحب
ہم برے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی میں نکتہ چیں تھے تم
اب تو ہیں حرف آشنا صاحب

ندیار حرم تک بتوں کے تئیں
کہا کہا ہے یہہ خدا صاحب

بندگی اپنی کہا کم ہی
اور کچھ تم سے کہئے کہا صاحب

مہر افزا ہی منہہ تمہارا ہی
کچھ غضب تو نہیں ہوا صاحب

خط کے پھٹنے کا تمسے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہہ لکھا صاحب

پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے
دیکھا تمکو بھی واہ وا صاحب

شوق رخ یاد لب غم دیدار
جی میں کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہیں غلام کا خوب
یاد خاطر ہے میرا صاحب

کہنے سن شعر میر یہہ نکہا
کہیو پھر ہاے کیا کہا صا حب

عجب صحبت ہی کیوں کر صبح اپنی شام کرئے اب
جہاں تک آں بیٹھے ہم کہا آرام کرئے اب

ہزاروں خواہش مردہ نے سر دلسے نکالا ہی
قیامت جی پہ ہی دیدار کو تک عام کرئے اب

بلا آشوب تھا گو جان پر آغاز الفت میں
ہوا سو تو ہوا اندیشۂ انجام کرئے اب

بہت کی یا صنم گوئی ہوئے مشہور کافر ہم
وظیفہ کوئی دن اپنا خدا کا نام کرئے اب

زبان کلک کے ہاتھے ہزاروں اشک گرتے ہیں
حقیقت اپنے دلکی آہ کیا ارقام کرئے اب

کہاں تک کام ناکام اس جفا جو کے لئے مرئے
اگر تلوار ہاتھہ آوے تو اپنا کام کرئے اب

فسانہ شاخ در شاخ آہس نہاں حسن کے غم کا
کہاں ای میر بے برگ و نوا اتمام کرئے اب

برقع میں کیا چھپیں وے ہو ویں جنھوں کی یہہ تاب
رخسار تیرے پیارے ہیں آفتاب مہتاب

اتنا ں ہمیں کو اُنے آخر ہدف بنایا
ہر چند ہم بلا کشں تھے ایک تیر پرتاب

کچھہ قدر میں نجانی غفلت سے رفتگاں کی
آنکھیں ہی کھل گئیں اب جب صبحتیں ہوئیں خواب

ان بن ہی کے سبب ہیں اُس لالچی سے سارے
یاں ہی فقیری محض واں چاہئے ہی اسباب

اُس بحر حسن کتیں دیکھا ہی آپ میں کیا
جاتا ہی صدقے اپنے جو لحظہ لحظہ گرداب

اچرج ہی یہہ کہ مطلق کوئی نہیں ہی خواہاں
جنس وفا اگرچہ ہیگی بہت ہی کمیاب

تھی چشم یہہ رکھے گا پلکو نسے گریہ لیکن
ہوتی ہی بند کوئی تنکوں سے راہ سیلاب

قطعہ

تو بھی تو مختلط ہو سبزے میں ہمسے ساقی
لیکر بغل میں ظالم مینائے بادۂ ناب

نکلی ہیں ایکے کلیاں اِس رنگ سے چمن میں
سرجوڑ جوڑ جیسے مل بیٹھتے ہیں احباب

کیا لعل لب کسو کے ای میر چٹ چڑھے ہیں

چہرے پہ تیرے ہر دم بہتا ہے ہی خوننابہ

دیر کچھ کہتی تو کہتے بھی ملاقات کی بات
ملنا اپنا جو ہوا اُسے سو وہ بات کہ بات

گفتگو شاہد و مے سے ہی نہ غیبت نہ گلہ
خانقہ کی سی نہیں بات خرابات کی بات

سنکے آواز سگ یار ہوئے ہم خاموش
بولتے واں ہیں جہاں ہووے مساوات کی بات

منہ ادھر اور سخن زیر لبی غیر کے ساتھ
اس فریبندہ کی ناگفتنی ہی گھات کی بات

اُس لئے شیخ ہی چپکا کہ پڑے شہر میں شور
ہم سمجھتے ہیں یہہ شیادی و طامات کی بات

یہہ کسی آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور
بال بکھرے ترے منہہ پر کہیں ہیں رات کی بات

گفتگو وصفوں سے اس ماہ کے کر ہے اے میر
کاہش افزا ہی کروں اسکی اگر ذات کی بات

ہم تمسے چشم رکھتے تھے دلداریاں بہت
سو التفات کم ہی دل آزاریاں بہت

دیکھیں تو کیا دکھائے یہہ افراط اشتیاق
لگتی ہیں تیری آنکھیں ہمیں پیاریاں بہت

جبتاب ملی جاہی سی جفائیں تمہیں اُٹھہ سکیں
کرنے لگے ہو ابتو ستمگاریاں بہت

آزار میں تو عشق کے جاتا ہی بھول جی
یوں تو ہوئیں تمہیں یاد میں بیماریاں بہت

شکوہ خراب ہونے کا کہا چاہیے میں میر
ایسی تو ای عزیز ہیں یاں خواریاں بہت

یاد ایامے کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
شور و شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا رات

کام کہا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنوں
سینہ چاکی اپنی میں بیٹھا کیا کرتا تھا رات

جن دنوں کھینچا تھا سر اُس بادشاہ حسن نے
ہر گلی میں اک فقیر اسکو دعا کرتا تھا رات

اب جہاں کچھ بات چھیڑی سوچ لایا پیش ازیں
میں کہا کرتا غم دل وہ سنا کرتا تھا رات

ہجر میں کہا کیا تمہیں دیکھے ہیں ان آنکھوں سے میں
زرد رخ پر لالہ گوں آنسو بہا کرتا تھا رات

کیا کہوں پتھر کیسے کیسے دن دکھاتا سالہا
وہ سخن نشنو جو تک میرا کہا کرتا تھا رات

دیکھنے والے ترے دیکھے میں سب ای رشک شمع
جوں چراغ وقف دل سبکا جلا کرتا تھا رات

بعد مرنے اس غزل پر بھی بہت روویں گے لوگ
میں بھی ہر ہر بیت پر اسکی بکا کرتا تھا رات

دیکھ خالی جا کہینگے برسوں اہل روزگار
میرا کشور دل کا قصہ یاں کہا کرتا تھا رات

کیا پوچھتے ہو آہ مرے جنگ جو کی بات
گویا وفا ہی عہد میں اسکے کہو کی بات

اس باغ میں نہ آئی نظر خرمی مری
گر سبز بھی ہوا ہوں تو جیسے کسو کی بات

آئینہ پانی پانی رہا اسکے سامنے
کہئے جہاں کہوں یہہ تو ہی روبرو کی بات

سرگل نے پھر جھکا کے اٹھایا نہ شرم سے
گلزار میں چلی تھی کہیں اسکے رو کی بات

حرمت میں می کی کہنے سے واعظ کے ہی فتور
کیا اعتبار رکھتی ہی اس پوچ گو کی بات

ہم سوختوں میں آتش سرکش کا ذکر کیا
چل بھی پڑی ہی بات تو اس تند خو کی بات

کیا کوئی زلف یار سے حرف و سخن کرے
رکھتی ہی میر طول بہت اسکے مو کی بات

سنتا نہیں اگرچہ ہمارا نگار بات
پر منہہ پہ آ ہی جاتی ہی بے اختیار بات

بلبل کے بولنے سے ہی کیوں بید داغ گل
آپس میں یوں تو ہوتی ہی یارو ہزار بات

منہہ تک رہو جو ہو وہ فریبندہ حرف زن
اس تھوتھرے سن وصال میں یہہ پیچدار بات

بوسہ دے چکیے لب کا کہ تب کچھہ مزا نہیں
پاوے گی سارے شہر میں جب اشتہار بات

ہی کسکی صوت انکر اصوات واعظا
کب آدمی کی جنس کرے ہی پکار بات

آہو کو اسکی چشم سخن گو سے مت ملا
شہری سے کر سکے ہی کہیں بھی گنوار بات

یوں بار گل سے اب کے جھکے ہیں نہال باغ
جھک جھک کے جیسے کرتے ہیں دو چار یار بات

آمادہ دلکو حرف پہ لانیکا لطف کیا
کرتی ہی خوں چکاں مرے لب سے گذار بات

مرجاں کوئی کہے ہی کوئی ان لبوں کو لعل
کچھہ رفتہ رفتہ پاہی رہے گی قرار بات

یوں چپکے چپکے میر تلف ہوگا کب تلک
کچھ ہووے بھڑ کر اسے بھی کر ایکبار بات

ہوتی ہی گرچہ کہنے سے یارو پرائی بات
پر ہمسے تو تھمے نہ کبھو منہہ پر آئی بات

جانے نہ تجھکو جو یہہ تصنع تو اُسے کر
تس پر بھی تو چھپی نہیں رہتی بنائی بات

لگ کر تدرو رہگئے دیوار باغ سے
رفتار کی جو تیرے صبا نے چلائی بات

کہتے تھے اُسے ملئے تو کیا کیا نہ کہئے لیک
وہ آگیا تو سامھنے اُسکے نہ آئی بات

ابتو ہوئے ہیں ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا
وان تو نے کچھ کہا کہ ادھر ہمنے پائی بات

بلبل کے بولنے میں سب انداز ہیں مرے
پوشیدہ کب رہے ہی کسو کی اُڑائی بات

بھڑکا تھا رات دیکھ کے وہ شعلہ خو مجھے
کچھ روسیہ رقیب نے شاید لگائی بات

عالم سیاہ خانہ ہی کسکا کہ روز و شب
یہہ شور ہی کہ دیتی نہیں کچھ سنائی بات

اکدن کہا تھا یہہ کہ خموشی میں ہی وقار
سو مجھ سے ہی سخن نہیں میں جو بتائی بات

اب مجھ ضعیف و زار کو مت کچھ کہا کرو
جاتی نہیں ہی مجھ سے کسو کی اُٹھائی بات

خط لکھتے لکھتے میر نے دفتر کئے رواں
افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

ہی زباں زد جو سکندر ہو چکا لشکر سمیت
سر بھی اُسکا کھپ گیا آخر کو یاں افسر سمیت

چشمے آب شور کے نکلا کرینگے واں جہاں
رکھینگے مجھ تلخ کام غم کو چشم تر سمیت

ہم اُٹھے روتے تو لی گردون نے پھر راہ گریز
بیٹھ جاویگا یہہ ماتم خانہ بام و در سمیت

مستی میں شرم گہنہ سے میں جو رویا ڈاڑھ مار
گر پڑا بیخود ہو واعظ جمعے کو منبر سمیت

بعث اپنا خاک سے ہوگا گر اس شورش کے ساتھ
عرش کو سر پر اُٹھا لیوینگے ہم محشر سمیت

کب تلک یوں لوہو پیتے ہاتھ اُٹھا کر جان سے
وہ کمر کو لی میں بھر لی ہمنے کل خنجر سمیت

گنج قاروں کا سایان کسکے کنے تھا سو تو میر

خاک میں ملتا ہی ابتک اپنے مال وزر سمیت

دیکھئے کب ہو وصال اب تو لگے ہی دیر بہت
کوفت گذری ہی فراق یار میں جی پر بہت

ولکی ویسی ہی خرابی کثرت اندوہ سے
جیتے رہ پڑتا ہی دشمن کا کہیں لشکر بہت

ہمنشیں جا یہ محنت کش کوئی دل چاہیئے
عشق تیرا کام ہی تو ہی بغل پرور بہت

بس نہیں مجھ ناتواں کا ہاے جو کچھ کر سکوں
مدعی پر چک سے اُسکی پڑ گیا ہی ور بہت

سخت کر جی کہو کے یکباری کریں ہم ترک شہر
اِن گلی کوچو نمیں ہم نے کھائیں ہیں پتھر بہت

دیکھئے روئے زرد پر بھی میرے آنسو کی ڈھلک
اہی کہ تو نے دیکھی ہی غلطانی گوہر بہت

ہمنفس کہا مجھکو تو رویا کرے ہی روز و شب
رہ گئے ہیں مجھسے کوئے یار میں مر کر بہت

کم مجھی سے بولنا کم آنکھ مجھ پر کھولنا
اب عنایت یار کی رہتی ہی کچھ ادھر بہت

کیا سبب ہی اب مکاں پر جو کوئی پاتا نہیں
میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

ملامت گر نہ مجھکو کر ملامت
جلے کو اور تو اتنا جلا مت

گلے مل عید قرباں کو سبھوں کے
ہمارا آہ تم کا تو گلا مت

تری نا آشنائی کے ہیں بندے
نہ وہ اپنے رابطے صاحب سلامت

بہت رونے نے رسوا کر دکھایا
نہ چاہت کی چھپی ہمسے علامت

کہو تلوار وہ کھینچے ہی ای میر
لڑی قسمت تو سر کو تک ہلامت

اک سماں تو جو ہوا ای گل تر آن کے بیچ
صبح کی ہاو نے کیا پھونک دیا کان کے بیچ

ہم نہ کہتے تھے کہیں زلف کہیں رخ نہ دکھا
اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمان کے بیچ

ہاو ہو و ملکیت نہ ملک میں پایا
وہ تقدس کہ جو ہی حضرت انسان کے بیچ

پاسباں سے ترے کیا دور جو ہو سازرقیب
ہی نہ اک طرح کی نسبت سگ دربان کے بیچ

جیسی عزت مری دیواں میں امیروں کے ہوئی
ویسی ہی اِنکی بھی ہو گی مرے دیوان کے بیچ

ساتھ ہی اِس سراعریاں کے یہہ وحشت کرنا
پگڑی الجھی ہی مری ابتو بیابان کے بیچ

وے پھری پلکیں اگر کھب گئیں جی میں تو وہیں
رخنے پڑ جائینگے واعظ ترے ایمان کے بیچ

کیا کہوں خوبیٔ خط دیکھہ ہوئی بند آواز
سرمہ گویا کہ دیا انے مجھے پان کے بیچ

گھر میں آئینے کے کبتک تمھیں نازاں دیکھوں
کبھو تو آؤ مرے دیدۂ حیران کے بیچ

میر زائی کا کب اے میر چلا عشق میں کام
کچھہ تعب کھینچنے کو تاب تو ہو جان کے بیچ

عشق میں اے طبیب ہاں تک سوچ
پائے جاں درمیاں ہی یاں تک سوچ

بے تامل ادا ے کہیں مت کر
قتل میں میرے مہرباں تک سوچ

سرسری مت جہاں سے جا غافل
پاؤں تیرا پڑے جہاں تک سوچ

پھیلیاں اتنا پڑا ہی کیوں یاں تو
یار را گلے گئے کہاں تک سوچ

ہو نشہ اپنا ہالہ نہ سمجھے بن
یعنے جب کھولے تو زباں تک سوچ

گل و رنگ و بہار پردے میں
ہر عیاں میں ہی وہ نہاں تک سوچ

فایدہ سر جھکے کا شیب میں میر
پیری سے آگے اے جواں تک سوچ

دل کھو کیا ہوں میں یہیں دیوان پن کے بیچ
تم بھی تو دیکھو زلف شکن در شکن کے بیچ

کیا جانے دل میں چاؤ تھے کیا کیا دم وصال
محجور اُسکا تھا ہمہ حسرت کفن کے بیچ

کنعاں سے جا کے مصر میں یوسف ہوا عزیز
عزت کسو کی ہوتی نہیں ہی وطن کے بیچ

اے جاں جنوں کہ مجھہ میں نہیں کچھہ سوائے دم
تار اِک رہ گیا ہی یہی پیرہن کے بیچ

سرسبز ہند ہی میں نہیں کچھہ یہہ ریختہ
ہی دھوم میرے شعر کی سارے دکھن کے بیچ

میر ائی اور ناز کی گلبرگ کی درست
پردیسی لو کہاں کہ جو ہی اس بدن کے بیچ

قطعہ

بلبل مخموش ولالہ وگل دونوں سرخ وزرد شمشاد محو بیکلی اک نسترن کے بیچ
کل ہم بھی سیر باغمیں تھے ساتھہ یار کے دیکھا تو اور رنگ ہی سارے چمن کے بیچ

قطعہ

یا ساتھہ غیر کے ہی تمھیں ویسی بات چیت سو سو طرح کے لطف ہیں اک اک سخن کے بیچ
یا پاس میرے لگتی ہی چپ ایسی آن کر گویا زباں نہیں ہی تمھاری دہن کے بیچ

فرہاد و قیس و میر یہہ آوارگان عشق
یونہیں کئے ہیں سب کی یہ نہی من کی من کے بیچ

جھوٹھہ ہر چند نہیں یار کی گفتار کے بیچ دیر لیکن ہی قیامت ابھی دیدار کے بیچ
کسکی خوبی کے طلبگار ہیں عزت طلباں خرقے بکنے کو چلے آتے ہیں بازار کے بیچ
خضر و عیسی کتئیں نام کو جیتا سن لو جان ہی ورنہ کب اُسکے کسو بیمار کے بیچ
اگلے کیا پیچ تمھارے نتھے بس عاشق کو بال جو اور گھر سنے لگے دستار کے بیچ
عشق ہی جسکو ترا اُسے تو رکھہ دلکو جمع زندگی کم نہیں امید اِس آزار کے بیچ
ہم بھی اب ترک وفا ہی کرینگے کیا کرئے جنس یہہ کہتے نہیں آپ کی سرکار کے بیچ
دیدنی دشت جنوں ہی کہ پھپھولے پا کے میں نے موتی سے پرو رکھیں ہیں ہر خار کے بیچ
پردہ اُٹھتا ہی تو پھر جان پر آبنتی ہی خوبی عاشق کی نہیں عشق کے اظہار کے بیچ

اِس زمیں میں غزل اک اور بھی موزوں کر میر
پاتے ہیں زور ہی لذت تری گفتار کے بیچ

آنی ہی خون کی بو دوستی یار کے بیچ جی لئے اُنے ہزاروں کے یونہیں پیار کے بیچ
حیف وہ کشتہ کہ سو رنج سے آوے تجھہ تک اور رہ جاے تری ایک ہی تلوار کے بیچ
گرچہ چھپتی نہیں ہی چاہ پہ رہ منکر پاک جی ہی دینا پڑے ہی عشق کے اقرار کے بیچ

نالہ شب آوے قفس سے تو گل اب اِسپہ نجا — یہی ہنکار سی ہی مرغ گرفتار کے بیچ
انس کرتا تو ہی وہ مجھکو خرد باختہ جان — جیت میں اپنی نکالی ہی اِسی ہار کے بیچ
چال کیا کبک کی اکبات چلی آتی ہی — لطف نکلے ہیں ہزاروں تری رفتار کے بیچ
تو جو جاتا ہی چمن میں تو تماشے کے لئے — موسم رفتہ بھی پھر آوے ہی گلزار کے بیچ
داغ چیچک نہ اس افراط سے تھے مکھڑے پر — کنے گاڑیں ہیں نگاہیں ترے رخسار کے بیچ
گھٹتے شمشیر زنی سے کف نازک میں ہیں — یہہ جگرداری تھی کس خوں کے سزاوار کے بیچ
توبہ صد بار کہ مستی میں پرو ڈالے ہیں — دانے تسبیح کے ہیں رشتۂ زنار کے بیچ

حلقۂ گیسوے خوباں پہ نکر چشم سیاہ
میر امرت نہیں ہوتا دہن مار کے بیچ

آنے کی اپنے کیا کہیں اِس گلستاں کی طرح — ہر گام پر تلف ہوئے آب رواں کی طرح
کیا میں ہی چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں — اچھی لگی ہی سبکو مرے بدزباں کی طرح
آگے تو بیطرح نہ کبھو کہتے تھے ہمیں — اب تازہ یہہ نکالی ہی تمنے کہاں کی طرح
یہہ شور دل خراش کب اٹھتا تھا باغ میں — سیکھے ہی عندلیب بھی ہمسے فغاں کی طرح
کرتے تو ہو ستم پہ نہیں رہنے کے حواس — کچھ اور ہو گئی جو کسو خستہ جاں کی طرح
نقشہ الٰہی دل کا مرے کون لیگیا — کہتے ہیں سارے عرش میں ہی اس مکاں کی طرح
مرغ چمن نے زور رلایا سبھو نکے تیں — میری غزل پڑھی تھی شب اک روضہ خوانکی طرح
لگ کر گلے سے اسکے بہت میں بکا کیا — ملتی تھی سرو باغ میں کچھ اس جوانکی طرح
جو کچھ نہیں تو بجلی سی ہی پھول پڑ گیا — ڈالی چمن میں ہمنے اگر آشیاں کی طرح

یہہ باتیں رنگ رنگ ہماری ہیں ورنہ میر
آجاتی ہی کلی میں کبھو اُس دہاں کی طرح

دور گردوں سے ہوئی کچھ اور میخانیکی طرح — بھر نہ آویں کیوں کے آنکھیں میری پیمانیکی طرح

آ نکلتا ہی کبھو ہنستا تو ہی باغ و بہار
اُسکی آمد میں ہی ساری فصل گل آنیکی طرح

چشمک انجم میں اتنی دل کشی آگے نہ تھی
سیکھ لی تاروں نے اُسکی آنکھ جھمکنیکی طرح

ہم گرفتاروں سے وحشت ہی کرے ہی وہ غزال
کوئی تو بتلاؤ اُسکے دام میں لانیکی طرح

ایکدن دیکھا جو آنے بید کو تو کہہ اٹھا
اِس شجر میں کتنی ہی اِس مبتری دیوانے کی طرح

آج کچھ شہر وفا کی کیا ہوا ہی نئی
عشق نے مدت سے یاں ڈالی ہی ویرانے کی طرح

پیچ سا کچھ ہی کزلف و خط سے ابسا ہی بناؤ
ہی دل صد چاک میں بھی ورنہ سب شانیکی طرح

کس طرح جی سے گذر جاتے ہیں آنکھیں موند کر
دیدنی ہی دردمندوں کے بھی مرجانیکی طرح

ہی اگر ذوق وصال اسکا تو جی کھو بیٹھئے
ڈھونڈھکر اک کا رہئے اب اسکے بھی پانے کی طرح

یوں بھی سیر چرتا ہی اے ناصح کوئی مجھسے ملے
ایسے دیوانیکو سمجھاتے ہیں سمجھانیکی طرح

جان کا صرفہ نہیں ہی کچھ تجھے کرنے میں میر
غم کوئی کھاتا ہی میری جان غم کھانیکی طرح

اگرچہ لعل بدخشاں میں رنگ تو نگ ہی شوخ
پہ تیرے دونوں لبوں کا بھی کیا ہی رنگ ہی شوخ

کبھو تو نیو چلا کر ستم کھینچیں کب تک
کہاں کے طور سے تو سخت خانہ جنگ ہی شوخ

سکھائیں کنے تجھے آہ ایسی اچپلیاں
کہ برق پر تری شوخی سے کام تنگ ہی شوخ

بغیر بادہ تو یوں گرم آکے کب ملتا
نشہ ہی زور تجھے اُسکا بہہ ترنگ ہی شوخ

جگر میں کسکے تیرے ہاتھ سے نہیں سوراخ
ملک تلک تو ترا زخمی خدنگ ہی شوخ

صنم فراق میں میں تیرے کچھ تو کر رہتا
پہ کیا کروں کہ مرا ہاتھ زیر سنگ ہی شوخ

خیال چاہ کے سر رشتے کا تجھے کب ہی
ترے تو ہاتھ میں شام و سحر پتنگ ہی شوخ

ابھی تو آنے میں عرصہ ہی کچھ قیامت کے
قد بلند کو کھینچ اپنے کیا درنگ ہی شوخ

ہزار میر سے کسطرح تیری صحبت ہو
تجھے تو نام سے اُس خستہ جاں کے ننگ ہی شوخ

رہئے بغیر تیرے ای رشک ماہ تا چند — آنکھوں میں یوں ہماری عالم سیاہ تا چند
اب دیکھنے میں پیارے تک تو بڑھا عنایت — کوتاہ تر پلک سے ایدھر نگاہ تا چند
خط سے جو ہی گرفتہ وہ مہ نہیں نکلتا — مانند چشم اختر ہم دیکھیں راہ تا چند
عمر عزیز ساری منت ہی کرتے گذری — بے جرم آہ رہئے یوں عذر خواہ تا چند
یاں ناز و سرکشی سے کیا دیکھتا نہیں ہی — کج اس چمن میں ٹھہرے گل کی کلاہ تا چند
جب مہ ادھر سے نکلا جانا وہ گھر سے نکلا — رکھتا ہی داغ دیکھیں یہہ اشتباہ تا چند

ایذا بھی کھینچ چکے گیر جو ہفتے عشرے کی ہو
اس طرح مرتے رہئے ای میر آہ تا چند

تجھ بن ای نو بہار کی مانند — چاک ہی دل انار کی مانند
پہنچی شاید جگر تک آتش عشق — اشک ہیں سب شرار کی مانند
کو دماغ اُسکی رہ سے اُٹھنے کا — بیٹھے اب ہم غبار کی مانند
کوئی نکلے کلی تو لالہ کی — اس دل داغدار کی مانند
سرو کو دیکھ غش کیا ہمنے — تھا چمن میں وہ یار کی مانند
ہار کر شب گلے پڑے اُسکے — ہم بھی پھولونکے ہار کی مانند
برق تڑپھی بہت ولے نہوئی — اس دل بیقرار کی مانند

قطعہ

اُنے کھینچی تھی صید گہہ میں تیغ — برق ابر بہار کی مانند
اُسکے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے — ہم بھی دبلے شکار کی مانند
زخم کھا بیٹھیو جگر پر مت — تو بھی مجھ دلفگار کی مانند

اُسکی سر تیز ہر پلک ہی میر
خنجر آبدار کی مانند

آواز ہماری سے نہ رکے ہم ہیں دعا باد — آویگی بہت ہم بھی فقیروں کی صدا یاد
ہر آن وہ انداز ہی جس میں کہ ہے جی — اُس مخترع جور کو کیا کیا ہی ادا یاد
کیا صحبتیں اگلی گئیں خاطر سے ہمارے — اپنی بھی وفا یاد ہی اُسکی بھی جفا یاد
کیفیتیں عطار کے لونڈے میں بہت ہیں — اس نسخے کی کوئی نہ ہی حیف دوا یاد
کیا جانے کہی بوس لب یار کی لذت — جبتک جیئنگے ہم کو رہیگا وہ مزا یاد
سب بھول گیا دیکھ کے چہرہ وہ کتابی — ہم عصر کے عالم تھے پر کچھ نہ رہا یاد
سب غلطی رہے بازئی طفلانہ کی یکسو — وہ یاد فراموش تھے ہمکو نہ کیا یاد
کہیے تو گئے بھول کے ہم دیر کا رستا — کعبے کو چلے راہ میں ہر گام خدا یاد

اک لطف کے شرمندہ نہیں میر ہم اسے
گو یاں سے گئے ان نے بہت ہمکو کیا یاد

اسیر کر کے نہ لی تو نے تو خبر صیاد — اُڑا گئے مرے پرکالۂ جگر صیاد
پھر نیگے لوٹتے صحن چمن میں باد کے ساتھ — موئے گئے بھی مرے مشت بال و پر صیاد
رہیگی ایسی ہی گر بیکلی ہمیں اس سال — تو دیکھیو کہ رہے ہم قفس میں مر صیاد
چمن کی باد کے آتے خبر نہ اتنی رہی — کہ میں کدھر ہوں کدھر ہی قفس کدھر صیاد
شکستہ بالی کو چاہے تو ہمسے ضامن لے — شکار موسم گل میں ہمیں نہ کر صیاد
ہوا نہ وا در گلزار اپنے تو سب سے کہو — کھلا ہے منہ پہ ہمارے قفس کا در صیاد
سنا ہی بھر کے ہی ابکے بہت ہی آتش گل — چمن میں اپنے بھی ہیں خار و خس کے گھر صیاد
لگیں بہت رہیں چاک قفس سے آنکھیں لیک — پر آنہ ابکے کوئی بھول کل نظر صیاد

اسیر میر نہ ہوتے اگر زباں رہتی
ہوئی ہماری یہہ خوش خوانی سحر صیاد

لڑکے پھر آئے در گئے شاید — بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید

سب پریشاں دلی میں شب گذری — بال اسکے بکھر گئے شاید
ہیں مکان و سرا و جا خالی — یار سب کوچ کر گئے شاید
کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتی خبر — صوفیاں بے خبر گئے شاید
آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہیں — دلکو لیکر سُکر گئے شاید
لو ہو آنکھوں میں اب نہیں آتا — زخم اب دل کے بھر گئے شاید
اب کہیں جنگلوں میں ملے نہیں — حضرت خضر مر گئے شاید
بیکلی بھی قفس میں [illegible] دشوار — کام سے بال و پر گئے شاید
شور بازار سے نہیں اٹھتا
رات کو میر گھر گئے شاید

بنی تھی مجھ اک اسّے مدت کے بعد — سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد
جدائی کے حالات میں کیا کہوں — قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد
موا کوہ کن بے ستوں کھود کر — یہہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد
لگا آگ پانی کو دوڑے ہی تو — یہہ گرمی تری اِس شرارت کے بعد
کہے کو ہمارے کب اُنے سنا — کوئی بات مانی سو منت کے بعد
سخن کی نہ تکلیف ہمسے کرو — لہو ٹپکے ہی اب شکایت کے بعد
نظر میر نے کیسی حسرت سے کی
بہت روئے ہم اُسکی رخصت کے بعد

رفتار میں یہہ شوخی رحم ایجواں زمیں پر — لاتا ہی تازہ آفت تو ہر زماں زمیں پر
آنکھیں لگیں رہیں گی برسوں وہیں سہو نکی — ہوگا قدم کا تیرے جس جا نشاں زمیں پر
میں مشت خاک یارب بار گران غم تھا — کیا کہئے آ پڑا ہی ایک آسماں زمیں پر
آنکھیں ہیں بچھ رہی ہیں لوگوں کی تیری رہ میں — ٹک دیکھ کر قدم رکھ ایکام جاں زمیں پر

خاک سیہ سے یکساں ہر ایک ہی کہے تو
مارا اُٹھا فلک نے سارا جہاں زمیں پر

چشمے کہیں ہیں جوشاں جوئیں کہیں ہیں جاری
جوں ابر ہم نہ روئے اُس بن کہاں زمیں پر

آتا نہ تھا فرو سر جن کا کل آسماں سے
ہیں ٹھوکروں میں اُنکے آج اُستخواں زمیں پر

جو کوئی یاں سے گذرا کیا آپ سے نہ گذرا
پانی رہا کب اُتنا ہو کر رواں زمیں پر

پھر بھی اٹھالی سر پر تمنے زمیں سب آکر
کیا کیا ہوا تھا تمسے کچھ آگے یاں زمیں پر

کچھ بھی مناسبت ہی یاں عجز واں تکبر
وے آسماں [illegible] ہیں میں ناتواں زمیں پر

پست و بلند یاں کا ہی اور ہی طرف سے
[illegible] ہی کچھ آسماں زمیں پر

قصر جناں تو ہمنے دیکھا نہیں جو کہئے
شاید نہووے دل سا کوئی مکاں زمیں پر

یاں خاک سے انھوں کی لوگوں نے گھر بنائے
آثار ہیں جنھوں کے ابتک عیاں زمیں پر

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو ٹک ای مہرباں زمیں پر

کیا کیا نہ ہمنے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہیں آخر بیمار تیری خاطر

غیروں کی بیدماغی بیتابی چھاتی داغی
یے سب ستم اٹھائے ای یار تیری خاطر

کیا جانئے کہ ہی تو کیا جنس بیش قیمت
جاتے ہیں پگڑی جامے بازار تیری خاطر

اکبار تو نے آکر خاطر نہ رکھی میری
میں جی سے اپنے گذرا سو بار تیری خاطر

میں کیا کہ آہ کافر دیں کے اکابروں نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھیں بل ہی آویں
سب اونچ نیچ کی ہی ہموار تیری خاطر

ایک آن تیرے ابرو ایدھر جھکے نہ پائے
سو سو میں میں نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہی تو پیارے مفلس ہیں داغ تیرے
پیسے لئے پھریں ہیں زردار تیری خاطر

تجھسے دو چار ہوتا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

ای صبا گر شہر کے لوگوں میں ہو تیرا گذار
کہیو ہم صحرا نوردوں کا تمامی حال زار

خاک دہلی سے جدا ہمکو کیا یکبارگی
آسمان کو تھی کدورت سو نکالا یوں غبار

منصب بلبل غزلخوانی تھا سو تو ہی اسیر
شاعری زاغ و زغن کا لہو نہووے اب شعار

طایر خوش زمزمہ کنج قفس میں ہی خموش
چہچہے چہیاں کریں ہیں صحن گلشن میں ہزار

برگ گل سے بھی کیا نہ ایک نے تک ہمکو یاد
نامہ و پیغام و پرسش بیمراتب در کنار

بیخلش کیونکر نہو گرم [illegible] گلزار میں
میں قفس میں ہوں کہ میرا تھا دلونمیں خار خار

بلبل خوش لہجہ کے جائے پہ گو [illegible]
طرح غوغا کی چمن ڈالیں پر کیا اعتبار

طایران خوش لب و لہجہ نہیں رہتے چھپے
شور سے انکے بھرے ہیں قریہ و شہر و دیار

شہر کے کیا ایک دو کوچونمیں تھی شہرت رہی
شہروں شہروں ملکوں ملکوں ہی انھونکا اشتہار

کیا کہوں سوئے چمن ہوتا جو میں سرگرم گشت
پھول گل جب کھلنے لگتے خوش زن ہوتی بہار

شور سن سن کر غزل خوانی کا میری ہم صفیر
غنچہ ہو آتے جو ہوتا آب و رنگ شاخسار

خوش نوائی کا جنھیں دعوی تھا رہ جاتے خموش
جن کو میں کرتا مخاطب انکو ہوتا افتخار

بعضوں کو رشک قبول خاطر و لطف سخن
بعضونکا سینہ فگار و بعضونکا دل داغدار

ایکونکے ہونٹھونکے اوپر آفریں استاد تھا
ایک کہتے تھے رسوخ دل ہی اپنا استوار

ربط کا دعوی تھا جن کو کہتے تھے مخلص ہیں ہم
جانتے ہیں ذات سامی ہی کو ہم سب خاکسار

نقل کرتے کیا یہہ صحبت منعقد جب ہوتی بزم
بیٹھکر کہتے تھے منہہ پر میرے بعضے بعضے یار

بندگی ہی خدمت عالی میں ہمکو دیر سے
کر رکھی ہی جان اپنی ہمنے حضرت پر نثار

سو نہ خط انکا نکوئی پرچہ پہنچا مجھہ تلک
واہ واہی رابطہ رحمت ہی یہہ اخلاص پیار

رفتہ رفتہ ہو گئیں آنکھیں مری دونوں سفید
بسکہ نامے کا کیا یارونکے میں نے انتظار

لکھتے گر دو حرف لطف آمیز بعد از چند روز
تو بھی ہوتا اس دل بیتاب و طاقت کو قرار

سو تو اک نوشتہ کاغذ بھی نہ آیا میرے پاس
ان ہم آوازوں سے جن کا میں کیا ربط اشکار

خط کتابت سے یہہ کہتے تھے نہ بھولینگے تجھے
آ و ینگے گھر بار کی تیرے خبر کو بار بار

جب گیا میں یاد سے تب کسکا گھر کا ہیکا پاس
آفریں صد آفریں ای مردمان روزگار

اب بیابان در بیابان ہی مرا شور و فغاں
گو چمن میں خوش کی تمنے میری جاے نالہ وار

ہی مثل مشہور یہہ عمر سفر کوتاہ ہی
طالع برگشتہ بھی کرتے ہیں اب امداد کار

اک پراگندانی میں بھی ہی یہہ وطن کا ہار سا
سامھوں کی چھاتیاں نالوں سے ہو ینگی فگار

منہہ پر آو ینگے سخن آلودہ خون جگر
کہونگے یاران زباں سے چاک ہی دل جوں انار

لب سے لیکر تا سخن ہیں خونچکاں شکوے بھرے
لیک ہی اظہار ہر ناکس سے اپنا ننگ وعار

چپ بھلی گو تلخکامی کھینچنی اس میں پڑی
آتشی طبع نازک پر ہی اپنی ناگوار

آج سے کچھہ بیحسابی جو رکن مردم نہیں
ان سے اہاں دل سدا کھینچے ہیں رنج بے شمار

بس قلم رکھہ ہاتھہ سے جانے بھی دے یہہ حرف میر
کام کے جو لوگ صاحب فن ہیں سو مجہود ہیں
بے نہی کرتے رہینگے حاسدان ناکار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پر
رکھے نہ تمنے کان تک اس داستان پر

کچھہ ہو رہیگا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہی اب مزاج ترا امتحان پر

بے دلبری کے فن و فریب اتنی عمر میں
جتجھا ہت ابتو آوے ہی اسکے سیان پر

محتاج کر خدا نہ نکالے کہ جوں ہلال
تشہیر کون شہر میں ہو پارہ نان پر

دیکھا نہ ہمنے چھوت میں یاقوت کی کبھو
تھا جو سماں لبونکے ترے رنگ پان پر

کیا رہروان راہ محبت ہیں طرفہ لوگ
اغماض کرتے جاتے ہیں جی کے زیان پر

پہنچا نہ اسکی داد کو مجلس میں کوئی رات
مارا بہت پتنگ نے سر شمعدان پر

یہہ چشم شوق طرفہ جگہہ ہی دکھاوکی
تہہ رو بقدر یک مژہ تم اس مکان پر

بزاز کے کو دیکھہ کے خرقے بہت پھٹے
بیٹھا وہ اس قماش سے آکر دکان پر

موزوں کرو کچھ اور بھی شاید کہ میر جی
رہجاے کوئی بات کسو کی زبان پر

کیا کیا نہ لوگ کہیانے جانے ہیں جان پر — اطفال شہر لائے ہیں آفت جہان پر
کچھ ان دنوں اشارۂ ابرو ہیں تیز تیز — کیا تم نے کر رکھی ہی یہہ تلوار سان پر
تصور ے میں دور کھینچے ہی کیا آدم آپکو — اس مشت خاک کا ہی دماغ آسمان پر
کس ہر تھے بید ماغ کہ ابرو بہت ہی خم — کچھ زور سا پڑا ہی کہیں اس کمان پر
کس رنگ راہ پاے نگارین سے تو چلا — ہونے لگے ہیں خون قدم کے نشان پر
چرچا سا کر دیا ہی مرے شور عشق نے — مذکور اب بھی ہی یہہ ہر اک کمی زبان پر
پی پی کے اپنا لوہو رہیں گو کہ ہم ضعیف — جمتی ریناستی نہیں ہی اُنھوں کے تو کان پر
یہہ وہم ہی کہ اور کا ہی میرے نیں خیال — تو بار دالیو نہ مجھے اس گمان پر
کیفیتیں ہزار ہیں اُس کام جان کے — بیچے ہیں لوگ جان تو اِنک اِنک آن پر

دامن میں آج میر کے داغ شراب ہی
تھا اعتماد ہمکو بہت اس جوان پر

مت آنکھ ہمیں دیکھ کے یوں مار دیا کر — غمزے ہیں بلا ان کو نہ سنکار دیا کر
آئینے کی مشہور پریشاں نظری ہی — تو سادہ ہی ایسوں کو نہ دیدار دیا کر
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی — اس حیف کو مجلس میں نہ تو بار دیا کر
کیوں آنکھوں میں سرمے کا تو دنبالہ رکھے ہی — مت تاک میں ان مستوں کے تلوار دیا کر

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہی میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہی جان میں کرتا ہی تعب اور — بے لطفیاں کرو ہو یہہ تس پر غضب ہی اور
ہر چند چپ ہوں لیک مرا حال ہی عجب — احوال پرسی تو نکرے تو عجب ہی اور

آنکھ اسکی اُس طرح سے نہیں پرتی تاب اِدھر — اب خوب دیکھتے ہیں تو چتون کا ڈھب ہی اور
کیا کہئے حال دل کا جدائی کی رات میں — گذرے ہی کب کہانی کہے ہے یہہ شب ہی اور
دل لے چکے دکھا کے رخ خوب کو تبھی — اب منہ چھپا جو بیٹھے ہے یہہ حسن طلب ہی اور
اس دل لگے کے روگ کو نسبت مرض سے کیا — اپنا یہہ جانتے رہنا ہی کچھ اور تب ہی اور
طور اگلے تیرے ماتے نہیں اس طرح سے تک — وہ اور کچھ تھا ہمسے تو پیارے یہہ اب ہی اور
مکر و بات تیری ای ہمہ عیاری و فریب — آنکھوں میں کہیں ہیں اور سخن زیر لب ہی اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہی اور

آ ہمنشیں کسو کے مت عشق کی ہوس کر — جاتی ہیں یوں ہی ناداں جانیں ترس ترس کر
فرصت سے اس چمن کی کل رو کے میں جو پوچھا — چشمک کی ایک گل نے میری طرف کو ہنس کر
ہم موسے ناتواں تھے سو ہو چکے ہیں کب کے — نکلے ہو تم پیارے کس پر کمر کو کس کر
جی رک گیا کہیں تو پھر ہوئیگا اندھیرا — مت چھیڑ ابر مجھکو یوہیں برس برس کر
کہا ایک تنگ میں ہوں اُس زلف پرشکن سے — اس دام میں موئے ہیں بہتیرے صید پھنس کر
اک جمع کے سر اوپر روز سیاہ لایا — یکبار میں بال اپنے نکلا جو وہ گھر س کر
اِس قافلے میں کوئی دل آشنا نہیں ہی — تکتر ے گلے کے اپنے ناحق نہ ای جرس کر
صیاد اگر اجازت گلگشت کی نہیں تک — دیوار باغ کو تو بارے در قفس کر

بے بس ہی میر تجھ بن رہتا نہیں دل اُسکا
تک تو بھی ای ستم جو جور و ستم کو بس کر

آئی ہی اسکے کوچے سے ہو کر صبا کچھ اور — کہا سر میں خاک ڈالتی ہی اب ہوا کچھ اور
تدبیر دوستوں کی مجھے نفع کیا کرے — بیماری اور کچھ ہی کریں ہیں دوا کچھ اور
میخوار گی کچھ اور ہی یہہ نشہ تھا کچھ اور

کیا نسبت اُسکی قامت دلکش سے سرو کو — انداز اُسکا اور کچھ اسکی ادا کچھ اور
مانجا جو آرسی نے بہت آپ کو تو کہا — رخسار کے ہی سطح کی اسکے صفا کچھ اور
اُسکی زیادہ گوئی سے دل داغ ہو گیا — شکوہ کیا جب اسنے تب انے کہا کچھ اور
اس طور سے تمہارے تو مرتے نہیں ہیں ہم — اب واسطے ہمارے نکالو جفا کچھ اور
صورت پرست ہوتے نہیں معنی آشنا — ہی عشق سے فتوں کے مرا مدعا کچھ اور

مرنے پہ جان دیتے ہیں وارفتگان عشق
ہی میر راہ و رسم دیار وفا کچھ اور

چمکے ہی جب سے برق سحر گلستاں کی اور — جی لگ رہا ہی خار و خس آشیاں کی اور
وہ کیا یہہ دل لگے ہی فنا میں کہ رفتگاں — مہہ کر کے بھی نہ سوئے کبھو پھر جہاں کی اور
رنگ سخن تو دیکھہ کہ حیرت سے باغ میں — رہ جاتے ہینگے دیکھہ کے گل اس دہاں کی اور
آنکھیں سی کھل ہی جائینگی جو مر گیا کوئی — دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جاں کی اور
کیا بے خبر ہی رفتن رنگین عمر سے — جوئے چمن میں دیکھہ تک آب رواں کی اور
یاں تاب سے ہی کہکو مگر جذب عشق کا — لاوے اُسیکو کھینچ کسو ناتواں کی اور
یارب ہی کیا مزا سخن تلخ یار میں — رہتے ہیں کان سبکے اُسی بدزباں کی اور
یا دل وہ دیدنی تھی جگہہ یا کہ تجھہ بغیر — اب دیکھتا نہیں ہی کوئی اس مکاں کی اور
آیا کسے نکدر خاطر ہی زیر خاک — جاتا ہی اکثر ابتو غبار آسماں کی اور

کیا حال ہو گیا ہی ترے غم میں میر کا
دیکھا گیا نہ ہمسے تو تک اُس جواں کی اور

نئے طور سیکھے نکالے ڈھب اور — مگر اور تھے تب ہوئے ہو اب اور
ادا کچھہ ہی انداز کچھہ ناز کچھہ — نہ دل ہی کچھہ اور زیر لب اور
لب سرخ کر تک دکھاتے نہیں — طرح پان کھانیکی تھی کچھہ جب اور

نہ گرمی نہ جوشش نہ اب وہ تپاک — تکلف نہیں اس میں تجھ تم تب اور
زمانا مرا کہونکے یکساں رہے — اُٹھاوینگے تیرے ستم یہ کب اور
جدا اتفاقاً رہا ایک میر
وگرنہ لے یوں تو اُسے سب اور

آخر دکھائی عشق نے چھاتی فگار کر — تصدیع کھینچی ہم نے یہہ کام اختیار کر
بس باعث حیات سے کیا کیا ہیں خواہشیں — ہر دم بخود ہی رہتے ہیں ہم جی کو مار کر
تک سامنے ہوا کہ ترا ایمان نہ دین و دل — کافر کو بھی نہ اُسے الٰہی دوچار کر
جا شوق پر نجات زار و نزار پھر — اے ترک صید پیشہ ہمیں بھی شکار کر
وہ سخت باز داؤ میں آتا نہیں ہے ہے — کس طور جی کو ہم نہ لگا بیٹھیں ہار کر
ہم آپ سے گئے تو گئے پر بسان نقش — بیٹھا تو روز حشر تئیں انتظار کر
کن آنکھوں دیکھیں رنگ خزاں کے کہ باغ سے — گل سب چلے ہیں رخت سفر اپنا بار کر
جاں نہال سر میں نہ جب تئیں دم تب تئیں نہ لیں — ہم اور ابر آج اُٹھیں ہیں فرار کر
اک صبح میری چھاتی کے داغوں کو دیکھ تو — ہے پھول گل بھی زور رہیں ہیں بہار کر
مرتے ہیں میر سب پہ نہ اس بیکسی کے ساتھ
ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

جنوں میں اپنے کام آئی نہ کچھ تدبیر بھی آخر — گئی کاں تو تھا میرے پاؤں کی زنجیر بھی آخر
اگر ساکت ہیں ہم حیرت سے پر ہیں دیکھنے قابل — کہ ایک عالم رکھے ہی عالم تصویر بھی آخر
یکایک یوں نہیں ہوتے ہیں پیارے جانکے لاگو — کچھ آدم ہی سے ہو جاتی ہی تقصیر بھی آخر
گلیجا چھن گیا ہر جان سختی کش بدن میں ہی — ہوئے اُس شوخ کے ترکش کے سارے تیر بھی آخر
نہ دیکھی ایک وا شد اپنے دل کی اس گلستاں میں — کھلے پائے ہزاروں غنچۂ دلگیر بھی آخر
سر و کار آہ کہتک خامہ و کاغذ سے یوں رکھے — رکھے ہی انتہا احوال کی تحریر بھی آخر

پھرے ہی باولا سا پیچھے اُن شہری غزالوں کے
بیاباں مرگ ہوگا اسؔ چلن سے میرؔ بھی آخر

رہا جاؤں چپ نہ کیونکے براجی میں مان کر — آؤ بھلا کہو تو سنو جاؤ زبان کر
کہتے ہیں چلتے وقت ملاقات ہی ضرور — جاتے ہیں ہم بھی جان سے تک دیکھو آن کر
کیا لطف تھا کہ میکدے کی پشت بام پر — سوتے تھے مست چادر مہتاب تان کر
آیا نہ چل کے بان تئیں وہ باعث حیات — مارا ہی آنے جان سے ہمکو تو جان کر
ایسے ہی تیز دست ہو خونریزی میں تو پھر — رکھو گے تیغ جور کہیں یک چند میان کر
بہہ بیمروتی کم نگہہ کا مضایقہ — مانتا تو میری جان نہ مجھ سے میان کر
رنگین گور کرنی شہیدوں کی رسم ہی — تو بھی ہماری خاک پہ خوں کے نشان کر
رکھتا تھا وقت قتل مرا امتیاز آہ — سو خاک میں ملا یا مجھے سب میں سان کر
تم تیغ جور کھینچ کے کیا سوچ میں گئے — مرنا ہی اپنا جی میں ہم آئے ہیں ٹھان کر
ہوے دن گئے کہ طاقت دل کا تھا اعتماد — اب ہوں کھرے کھرے نہ مرا امتحان کر

اُس گوہر مراد کو پایا تھا ہمنے میرؔ
پایان کار مر گئے یوں خاک چھان کر

مجھکو قفس میں سنبل و ریحاں کی کیا خبر — کہہ اب نسیم صبح گلستاں کی کیا خبر
رہتا ہی ایک نشہ اُنھیں جنکو ہی شناخت — ہی زاہدوں کو مستیٔ و عرفاں کی کیا خبر
تک پوچھتے جو آن نکلتا کوئی ادھر — اب بعد مرگ قیس بیاباں کی کیا خبر
برباد جاے یاں کوئی دولت تو کیا عجب — آئی ہی تمکو ملک سلیماں کی کیا خبر

آیا ہی ایک شہر غریباں سے تازہ تو
میرؔ اُس جوان حال پریشاں کی کیا خبر

اب تنگ ہوں بہت میں مت اور دشمنی کر — لاؤ ہو میرے جی کا اتنی ہی دوستی

جب تک شکاف تھے مجھ اتنا نہ جی رکے تھا — پچتائے ہم نہایت سینے کے چاک سی کر
قصہ نہیں سنا کیا یوسف ہی کا جو تو نے — اب بھائیوں سے چندے تو گرگ آشتی کر
ناسازی و خشونت جنگل ہی چاہتی ہی — شہروں میں ہم نہ دیکھا بالیدہ ہونے کیکر
کچھ آج اشک خونیں میں نے نہیں چھپائے — رہ رہ گیا ہوں برسوں لوہو کو اپنے پی کر
کس مردنی کو اُس بن بھاتی ہی زندگانی — بس جی چکا بہت میں اب کیا کرونگا جی کر
حرف غلط کو سنکر درپی نہ خوں کے ہونا — جو کچھ کیا ہی میں نے پہلے اُسے سہی کر
دن رات کڑھتے کڑھتے میں بھی بہت رکا ہوں — جو تجھ سے ہو سکے سو اب تو بھی مت کمی کر
رہتی ہی سو نکوئی رہتا نہیں ہی کوئی — تو بھی جو یاں رہے تو زنہار مت بدی کر

تھی جب تلک جوانی رنج و تعب اُٹھائے
اب کیا ہی میر جی میں ترک ستمگری کر

اس شوخ نے سنا نہیں نام صبا ہنوز — غنچہ ہی وہ لگی نہیں اسکو ہوا ہنوز
عاشق کے اسکو گریۂ خونیں کا درد کیا — آنسو نہیں ہی آنکھ سے جنکے گرا ہنوز
کیا جانے وہ کہ گذرے ہی یاروں کے جی پہ کیا — مطلق کسو سے اس کا نہیں دل لگا ہنوز
برسوں میں نامہ بر سے مرا نام جو سنا — کہنے لگا کہ زندہ ہی وہ ننگ کیا ہنوز
گھگیاتے رات کے تئیں باچھیں تو پھٹ گئیں — ناواقف قبول ہی لیکن دعا ہنوز
کیا کیا کرے ہی حجتیں قاصد سے لیتے خط — حال آنکہ وہ ہوا نہیں حرف آشنا ہنوز
سو بار ایکدم میں گیا ڈوب ڈوب جی — پر بحر غم کی پائے نہ کچھ انتہا ہنوز
خط سے ہی بیوفائی حسن اُسکی آئینہ — ہم سادگی سے کہتے ہیں چشم وفا ہنوز
سو عقدے فرط شوق ہی پیش آوئے دلکو یاں — واں بند اس قبا کی نہیں ہوتی وا ہنوز

یاں میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
واں دلبروں کو ہی وہی قصد جفا ہنوز

ہی میرے لو ہونے کا آثار سا ہنوز — کوچہ کوئی کوئی ہی چمن زار سا ہنوز

کہتک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو — عرصے میں میں کھڑا ہوں گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر میں نہیں ولے — جاتا ہی آنسوؤں کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آگیا تھا نظر اسکا ایک دن — مبہوت میں پھروں ہوں پریدار سا ہنوز

برسوں سے گل چمن میں لگائے ہیں رنگ رنگ — نکلا نہیں ہی ایک رخ یار سا ہنوز

دیکھا تھا خانہ باغ میں پھرتے اُسے کہیں — کل حیرتی ہی صورت دیوار سا ہنوز

مدت سے ترک عشق کیا میر نے ولے
زار و زبوں و زرد ہی بیمار سا ہنوز

کب تک بھلا بتاؤ گے یوں صبح و شام روز — آؤ کہیں کہ ہیتے ہیں رفتہ تمام روز

نہ سرکشی سے گو متوجہ نہو ادھر — ہم عاجزانہ کرتے ہیں اُسکو سلام روز

گہ زلف کھینچنے کو کہے گہ ہلاک کو — پہنچے ہی ہمکو اُسے تیا اک پیام روز

مطلوز بندگی نہیں میری تو کیا کروں — حاضر ہی اپنی اور سے یوں تو غلام روز

برسوں ہوئے کہ رات کو تک بیٹھے نہیں
رہتے ہیں تمکو میر جی کیا ایسے کام روز

گئے جسدم سے ہم اس تند خو پاس — رہے خنجر ستم ہی کے گلو پاس

قیامت ہی نہ ای سر مایہ جاں — نہووے وقت مر نیکے بھی تو پاس

رلایا ہمنے پہروں رات اسکو — کہا بہہ قصۂ غم جس کسو پاس

کہیں اک دور کی سی کچھ تھی نسبت — رکھا تھا آئینے کو اسکے رو پاس

دل ای چشم مروت کیوں نہ خوں ہو — تجھے ہم جب نہ تب دیکھیں عدو پاس

یہی گالی یہی جھڑکی یہی چھیڑ — نہ کچھ میرا کیا تو نے کبھو پاس

چلن اب ای میر بس اس سرو قد بن .

بہت رویا چمن کی آب جو پاس

جب بٹھاویں مجھے جلاد جفاکار کے پاس
تو بھی تک آن کھڑا ہو جو گنہگار کے پاس

درد مندوں سے تمھیں دور پھرا کرتے ہو کچھ
پوچھنے ورنہ سبھی آتے ہیں بیمار کے پاس

چشم مست اپنی سے صحبت نرکھا کرا تنی
بیٹھیے بھی تو بھلا مردم ہشیار کے پاس

خندہ و چشمک و حرف و سخن زیر لبی
کہیے جو اینک دو افسون ہو دلدار کے پاس

داغ ہونا نظر آتا ہی دلوں کا آخر
یہہ جو اک خال پڑا ہی ترے رخسار کے پاس

خط نمودار ہوئے اور بھی دل سرتت گئے
یہہ بلا نکلی نئی زلف شکن دار کے پاس

در گلزار پہ جانے کے نصیب اپنے کہاں
یونہیں مرئیے گا قفس کی کبھو دیوار کے پاس

کیا رکھا کرتے ہو آئینے سے صحبت ہر دم
تک کبھو بیٹھو کسو طالب دیدار کے پاس

دل کو یوں لیتے ہو کھٹکا نہیں ہونے پاتا
تربت پائی ہی تمنے کسی عیار کے پاس

مورچہ جیسے لگے تنگ شکر کو آکر
خط سمردار ہی یوں لعل شکر بار کے پاس

جس طرح کفر بندھا ہی گلے اسلام کہاں
یوں تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہیں زنار کے پاس

ہم نہ کہتے تھے نہ مل مغبچوں سے ای زاہد
اب بھی تسبیح دھری تھی تری دستار کے پاس

نارسائی بھی نوشتے کی میرے دور لکھی
اتنی مدت میں نہ پہنچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط اینک تمھیں میر ہی غم کش سے نہیں
جب نہ تب یوں تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

عزت نہیں ہی دل کی کچھ اس دلربا کے پاس
رہتی ہی آرسی ہی دھری خود نما کے پاس

پہروں شبونکو غم میں ترے جاگتے رہے
ہو آہ نہیں جگر سو گرے بے وفا کے پاس

راہ روش رکھیں ہیں جدا درد مند عشق
زنہار یہہ کھرے نہیں ہوتے دوا کے پاس

کہا جانے قدر غنچۂ دل باغباں پسر
ہوتی گلا بی ایسی کسو میرزا کے پاس

جو دیر سے حرم کو گئے سو وہیں موئے
آتا نہیں ہی جا کے کوئی پھر خدا کے پاس

کہا جائیے کہ کہتے ہیں کسکو بیگانگی بیگانے ہی سے ہم رہے اس آشنا کے پاس

میر اس دل گرفتہ کے یاں تو ہی نہ داد
عقدہ یہہ لیکے جاؤنگا مشکل کشا کے پاس

رہتے تھے ہم وے آتھہ پہر یا تو پاس پاس یا اب پہر تک نہیں ہی کہیں انکے آس پاس

نا لوگ بد گمان نہ ہوں آئے نہ اسکی اور ہم تو کیا ہی عشق میں دور از قیاس پاس

گر ہی پڑے جو دیکھے ہی تنکا بھی گر کہیں مایہ نہیں ہی کچھہ فلک بے سپاس پاس

شیخ اُن لبوں کے بوسے کو اس ریش سے نہ جھک رکھتا ہی کون آتش سوزندہ گھاس پاس

تمنے تو قدر کی ہی متاع وفا کی خوب بیچینگے اب یہہ جنس کسو دل شناس پاس

آلودہ کر نہ ہستی سے جامے کو جسم کے ہشیار رہ یہہ عاریتی ہی لباس پاس

وحشی ہی میر ربط ہی اسے خلاف عقل
بیٹھے سوچا کیے کیا کوئی ایسے اداس پاس

گل کو ہوتا صبا قرار ای کاش رہتی ایک آدھہ دن بہار ای کاش

یہہ جو وا آنکھہ مند گئیں میری اسپہ وا ہوتیں ایکبار ای کاش

کہتے اپنی مصیبتیں نہ گنی رکھتے میرے بھی غم شمار ای کاش

جان آخر تو جانے والی تھی اسپہ کی ہوتی میں نثار ای کاش

اسمیں راہ سخن نکلتی تھی شعر ہوتا ترا شعار ای کاش

خاک بھی وہ تو دیوے گا بر باد نہ بناوین مری مزار ای کاش

شش جہت ابتو تنگ ہی ہم پر اسے ہوتے نہ ہم دوچار ای کاش

مرتے بھی تو ترے ہی کوچے میں ہستی یاں جاے گور وار ای کاش

ان لبوں کے گلے سے دل ہی بھرا چل پڑے بات پیش یار ای کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا

عشق کرتے نہ اختیار اے کاش

کہا کہیے کہا رکھیں ہیں ہم تجھ سے یار خواہش ۔۔۔ یک جان و صد تمنا یکدل ہزار خواہش
لے ہاتھ میں قفس تک صیاد چل چمن تک ۔۔۔ مدت سے ہی ہمیں بھی سیر بہار خواہش
نے کچھ گھٹے ہی دل کا نے جرم چشم اسمیں ۔۔۔ رکھتی ہی ہمکو اتنا بے اختیار خواہش
حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تس پر ۔۔۔ کہا کہا رکھیں ہیں اُسکے امیدوار خواہش
غیرت سے دوستی کی کس کس سے ہو جے دشمن ۔۔۔ رکھتا ہی یار ہی کی سارا دیار خواہش
ہم مہر و زر کہو نکر خالی ہوں آرزو سے ۔۔۔ شیوہ یہی تمنا فن و شعار خواہش
اٹھتی ہی موج ہر یک آغوش ہی کی صورت ۔۔۔ دریا کو ہی یہہ کسکا بوس و کنار خواہش
صدرنگ جادہ گر ہی ہر جادہ غیرت گل ۔۔۔ عاشق کی ایک پاوے کہو نکر قرار خواہش
یکبار پر نہ آئی اسے امید دل کی ۔۔۔ اظہار کرتے کب تک یوں بار بار خواہش

کرتے ہیں سب تمنا پر میر جی نہ اتنی
رکھے گی یار تجکو پایان کار خواہش

مطلق نہیں ہی ایدھر اس دلربا کی خواہش ۔۔۔ کہا جائیے کہ کیا ہی یار و خدا کی خواہش
دیکھیں تو تیغ اسکی اب کسکے سر چرھے ہی ۔۔۔ رکھتے ہیں یار جی میں اسکی جفا کی خواہش
لعل خموش اپنے دیکھو ہو آرسی میں ۔۔۔ پھر پوچھتے ہو ہنسکر مجھ بینوا کی خواہش
اقلیم حسن سے ہم دل پھیر لے چلے ہیں ۔۔۔ کیا کرئیے یاں نہیں ہی جنس وفا کی خواہش
خوں جگر ہی کھانا آغاز عشق میں ہی ۔۔۔ رہتی ہی اس مرض میں پھر کب غذا کی خواہش
وہ شوخ دشمن جاں ایدل تو اسکا خواہاں ۔۔۔ کرتا ہی کوئی ظالم ایسی بلا کی خواہش

میرے بھی حق میں کر تک ہاتھوں کو میرا اونچا
کہتا ہی اہل دل ہے ہر یک دعا کی خواہش

ہم ہر روا جو رکھتے ہو جور و جفا ہمیشہ ۔۔۔ خوبی رہا کرے ہی مری جان کیا ہمیشہ

کس اعتبار دل کتئیں گل کہیں ہیں لوگ
مجھ پاس تو مدی ہی کلی سارہا ہمیش

کچھ عہد میں ہماری محبت ہوئی ہی تنگ
آپس میں ورنہ رسم تھی مہرو وفا ہمیش

فرصت مرض سے دلکے ہمیں کب ہوئی تنگ
تھوڑی بہت جلی ہی گئی ہی دوا ہمیش

اب عہد بھی بغیر لے اُسکے ہی وا
رہتا تھا جو ہمارے گلے ہی لگا ہمیش

ہم تو جو رفتنی ہیں ملے ہی رہیں تو خوب
رہتا نہیں ہی کوئی بغیر از خدا ہمیش

واقف نہیں ہوں میر سے تو پر تمام شب
کرتا ہی شور آن کے اک بیہودا ہمیش

عشق کی رہ نہ چل خبر ہی شرط
اول گام ترک سر ہی شرط

دعوی عشق یوں نہیں صادق
زردی رنگ و چشم تر ہی شرط

اضافی جاتی ہی کوئی گھر بیٹھے
چستہ کاری کتئیں سفر ہی شرط

قصد حج ہی تو شیخ کو لیچل
کعبے جانے کو یہہ بھی خر ہی شرط

قلب یعنے کہ دل عجب زر ہی
اُسکے نقادی کو نظر ہی شرط

حق کے دینے کو چاہیئے ہی کیا
یاں نہ اسباب نے ہنر ہی شرط

دل کا دینا ہی سہل کیا ای میر
عاشقی کر نیکو جگر ہی شرط

کرتے نہیں ہیں اُسے سیا کچھ ہم اختلاط
ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط

تاب گرم میں ملوں تو مجھی سے ملے خنک
آوروں سے تو وہی ہی اُسے ہردم اختلاط

ایسا نہو کہ شیخ و غا دیوے ہمنشیں
ابلیس سے کرے ہی کوئی آدم اختلاط

بیگانگی مجھی سے چلی جاتی ہی خصوص
رکھتا ہی یوں تو یار سے ایکعالم اختلاط

کس طور اتفاق ہری صحبت اُسے دیر
ہی میر بیدماغ و قیامت کم اختلاط

تیرے ہوتے شام کو گر بزم میں آجاے شمع
ہو خجل ایسی کہ منہ اپنا نہ پھر دکھلاے شمع

کیا جلے جاتے ہیں تجھ سے سب دیئے سے دیکھتے
گریہی یاں کا ہی ڈھب توحیف مجلس والے شمع

کسکے تن ہوتا ہی قطع زندگانی کا یہہ شوق
سر کٹانے کو گلے میں جمع ہیں رگہاے شمع

کچھ نہیں مجھ میں درونے کی جلن سے اسطرح
کھا چلا ہی جیسے اک ہی داغ سر تا پاے شمع

داغ ہو کر جان دی اپنے تمھارے واسطے
مشت خاک میر پر سو تم نہ یکر آئے شمع

اسکے ہوتے بزم میں فانوس میں آتی ہی شمع
یعنے اُس آتش کے پرکالے سے شرماتی ہی شمع

ہر زباں جاتی ہی گھستی سامنے تیرے کھری
جوش غمسے آپ ہی اپنے تئیں کھاتی ہی شمع

بہتسے اس رہ کے کسو کو دیکھتا ہی کب کوئی
رنگ رو کو بزم میں ہر چند چمکاتی ہی شمع

پاؤں سے جنبش میں کچھ رہتی نہیں ہی متصل
اس بکھیڑے سے جو گھستی ہی سو جھنجلاتی ہی شمع

چھوڑتی ہی لطف کیا افسردگی خاطر کی میر
آگے اسکے چہرۂ روشن کے بجھ جاتی ہی شمع

عشق میں کچھ نہیں دوا سے نفع
کرتے کبتک نہو بلا سے نفع

کبتک ان بتوں سے چشم رہے
ہو رہیگا بس اب خدا سے نفع

میں تو غیر از ضرر ندیکھا کچھ
دیکھو تم یار و آشنا سے نفع

منعتنم جان گر کسو کے تئیں
پہنچے ہی تیرے دست و پا سے نفع

اب فقیروں سے کہہ حقیقت دل
میر شاید کہ ہو دعا سے نفع

اب اسکے غم سے جو کوئی چاہے سو کھائے داغ
باقی نہیں ہی چھاتی میں اپنی تو جائے داغ

چشم و دل و دماغ و جگر سب کو رو رہے
اِس عشق خانہ سوز نے کیا کیا دکھائے داغ

جی جل گیا تقرب اغیار دیکھ کر
ہم اس گلی میں جب گئے تب و انسے لائے داغ

طا

کہا لالہ ایک داغ پہ پھولے ہی باغ میں — بہتیرے ایسے چھاتی پہ ہمنے جلائے داغ
کہا شیخ کے ورع میں تردد ہی ہمنے آپ — سو بار اسکے کرنے سے می کے دھلائے داغ
آخر کو روئے کار سے پردہ اٹھے گا کیا — مقدور تک تو چھاتی کے ہمنے چھپائے داغ

دلکی گرہ میں غنچہ لالہ کے رنگ میر
سو زدروں سے کچھ نہیں ہی اب سوائے داغ

میلان دل ہی زلف سیہ فام کی طرف — جاتا ہی صید آپ سے اس دام کی طرف
دل اپنا عدل داور محشر سے جمع ہی — کرتا ہی کون عاشق بدنام کی طرف
اس پہلوئے نگار کو بستر سے کام کیا — مدت ہوئی کہ چھوتی ہی آرام کی طرف
یک شب نظر پڑا تھا کہیں تو سو اب مدام — رہتی ہی کون چشم ترے بام کی طرف
آنکھیں جنھوں کی زلف ورخ یار سے لگیں — وے دیکھتے نہیں سحر وشام کی طرف
جون چشم یار بزم میں اگلا پڑے ہی آج — تک دیکھ شیخ می کے بھرے جام کی طرف
خار اشتگاف وسینہ خراش ایک سے نہیں — لیکن نظر نہیں ہی تجھے کام کی طرف
دل پک رہے ہیں جنکے انھوں سے ہمیں ہی شوق — میلان طبع کب ہی کسو خام کی طرف

دیکھی ہی جب سے اُس بت کافر کی شکل میر
جاتا نہیں ہی جی تنک اسلام کی طرف

ای رشک برق تجھسے مشکل ہی کار عاشق — اک جھمکے میں کہاں پھر صبر وقرار عاشق
خاک سیہ سے یکساں تیرے لئے ہوا ہوں — تو بھی تو ایک شب ہو مشمع مزار عاشق
ای بحر حسن ہووے یہہ آگ سرد تک تب — جو موج ہو لبالب تجھسے کنار عاشق
دلخواہ کوئی دلبر ملتا تو دل کو دیتے — لر چاہنے میں ہوتا کچھ اختیار عاشق
پلکوں کی اسکی کاوش ہردم جب ایسی ہووے — مشکل کہ جی سے جاوے پھر خار خار عاشق
کہا جانے محو جو ہو اپنے ہی رد و مو کا — لذرے ہی کس طرح سے لیل ونہار عاشق

خواری کا موجب اپنے ہی اضطراب ہر دم دل سمجھے تو رہے بھی کچھ اعتبار عاشق
آنکھوں تلے سے سرکے وہ چشم مست تک تو جاتا دکھائی دیوے رنج و خمار عاشق
کہیا ہو جھ بھاری سے میں ناکام کا تنا ہوں دنیا سے ہی نرالا کچھ کاروبار عاشق
اس پردے میں غم دل کہتا ہی میرا پنا
کیا شعر و شاعری ہی یارو شعار عاشق

کیا کہوں تمسے میں کہ کیا ہی عشق جان کا روگ ہی بلا ہی عشق
عشق ہی عشق ہی جہاں دیکھو سارے عالم میں بھر رہا ہی عشق
عشق معشوق عشق عاشق ہی یعنے اپنا ہی مبتلا ہی عشق
عشق ہی طرز و طور عشق کنیں کہیں بندا کہیں خدا ہی عشق
گر پرستش خدا کی ثابت کی کسو صورت میں ہو بھلا ہی عشق
دل کش ایسا کہاں ہی دشمن جان مدعی ہی پہ مدعا ہی عشق
ہی ہمارے بھی طور کا عاشق جس کسو کو کہیں ہوا ہی عشق
کوئی خواہاں نہیں محبت کا تو کہے جنس نارواہی عشق
میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تمنے بھی کیا ہی عشق

دیکھی تھی تیرے کان کے موتی کی اک جھلک جاتی نہیں ہی اشک کے رخسار کی ڈھلک
یارب اک اشتیاق نکلتا ہی جان سے ملتے پھریں میں خاک میں کسکے لئے فلک
طاقت ہو جسکے دل میں وہ دو چار دن رہے ہم ناتوان عشق تمہارے کہاں تلک
برسوں ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش تک ہاں گئی تھی آگے مرے وہ پھری پلک
آئی نہ ہاتھ میر کی میت پہ کل نماز
تابوت پر تھی اسکی نہ کثرت ملک

عزت اپنی اب نہیں ہی یار کو منظور تک — پاس جاتا ہوں تو کہتا ہی کہ بیٹھو دور تک
حال میرا شہر میں کہتے رہینگے لوگ دیر — اس فسانے کو تمہں ہونے نو دو مشہور تک
پشت پا مارے ہیں شاہی پر گدائے کوئی عشق — دیکھو تم یاں کا خدا کے واسطے دستور تک
چاہنے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہی اعتبار — عشق کرنیکو کسو کے چاہئیے مقدور تک
حق تو سب کچھ تھا ہی ناحق جان دی کسو اسطے — حوصلے سے بات کرتا کاشکے منصور تک
منکر حسن بتاں کہو نکر نہووے شیخ شہر — حق ہی اسکی اور وہ آنکھوں سے ہی معذور تک

پھر کہیں کیا دل لگایا میر جو ہی آزرو
منہہ پر آیا تھا ترے دو چار دن سے نور تک

حال آنکہ کام پہنچ گیا کب کا جان تلک — آتی نہیں ہی تو بھی شکایت زباں تلک
اس رشک مہ کے دل میں نہ مطلق کیا اثر — ہر چند پہنچی میری دعا آسمان تلک
جو آرزو کی اسنے سو دل میں ہی خوں ہوئی — نومید یوں بسر کرے کوئی کہاں تلک
کھینچا کئے وہ دور بہت آپ کو سدا — ہمسائے ہم ہوا کئے آئے نہ یاں تلک
بلبل قفس میں اس لب و لہجے پہ بہہ فغاں — آواز ایک ہو رہی ہی گلستاں تلک
پہنچائے اٹھہ کے گھر سے کہ جوں نو دمیدہ پر — جانا بنا نہ آپ کو پھر آشیاں تلک

ہم صحبتیٔ یار کو ہی اعتبار شرط
اپنی پہنچ تو میر نہیں پاسبان تلک

غافل ہیں ایسے سوتے ہیں گویا جہانکے لوگ — حال آنکہ رفتنی ہیں سب اس کارواں کے لوگ
مجنوں و کوہکن نہ تلف عشق میں ہوئے — مرنے پہ جی ہی دیتے ہیں اس خاندان کے لوگ
کیونکر کہیں کہ شہر وفا میں جنون نہیں — اس خصم جاں کے سارے دوانے ہیں یانکے لوگ
رونق تھی دل میں جب تئیں بستے تھے دلبران — اب کیا رہا ہی اٹھہ گئے سب اس مکانکے لوگ
تو ہم میں اور آپ میں مت دے کسو کو دخل — ہوتے ہیں فتنہ ساز یہی درمیانکے لوگ

مرتے ہیں اسکے واسطے یوں تو بہت ولے
کم آشنا ہیں طور سے اس کام جانکے لوگ

پتی کو اس چمن کی نہیں دیکھتے ہیں گرم
جو محرم روش ہیں کچھ اُس مد گمانکے لوگ

بت چیز کیا کہ جسکو خدا مانتے ہیں سب
خوش اعتقاد کتنے ہیں ہندوستانکے لوگ

فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہیں
کس درجے سیر چشم ہیں کوئے بتانکے لوگ

کیا بات ہاں جیسے ہاتھ اٹھا بیٹھتے ہیں ہائے
یہہ عشق پیشگاں ہیں الٰہی کہانکے لوگ

منہہ تکتے ہی رہے ہیں سدا مجلسونکے بیچ
گویا کہ میرؔ محو ہیں میری زبانکے لوگ

ہم بیکسو نکا کون ہی ہجراں میں غم شریک
تنہائی ایک ہی سو ہی اسکے ستم شریک

دم رک گئے وہیں کہیو اگر مر نجائے وہ
ہو میرے حال کا جو کوئی ایک دم شریک

خوں ہوتے ہوتے ہو چکے آخر کہاں تلک
اب دل جگر کہیں نہیں ہیں تیرے ہم شریک

دل تنگ ہو جئے تو نہ ملئے کسو کے ساتھہ
ہوتے ہیں ایسے وقت میں بے لوگ کم شریک

شاید کہ سر نوشت میں مرنا ہی تھا میر
کاغذ نہ محرم غم دل نے قلم شریک

چلی ہی باغ کی صبا کیا خاک
دل جلا کوئی ہو گیا کیا خاک

ہی غبار اسکے خط سے دلمیں بہت
باہم اب ہو یگی صفا کیا خاک

ہم گرے اسکے در ہی پر مر کر
اور کوئی کرے وفا کیا خاک

خاک ہم میں ملائے رکھتے ہو
ہو کوئی تمسے آشنا کیا خاک

سب ہوئی ابتدائے عشق ہم میں
ہووے معلوم انتہا کیا خاک

خاک پر ہی سدا جبیں نیاز
اور کوئی ہو جبہہ سا کیا خاک

تربت میر پر چلے تم دیر
اتنی مدت میں واں رہا کیا خاک

کیا عشق خانہ سوز کی دلمیں چھپی ہی آگ
اک سارے تن بدن میں مرے پھک رہی ہی آگ

گلشن بھرا ہی لالہ و گل سے اگرچہ سب
پر اس بغیر اپنے تو بھائیں لگی ہی آگ

پاؤں میں پڑ گئے ہیں پھپھولے مرے تمام
ہر گام راہ عشق میں گویا دلی ہی آگ

جل جل کے سب عمارت دل خاک ہو گئی
کیسے نگر کو آہ محبت نے دی ہی آگ

اب گرم و سرد دہر سے یکساں نہیں ہی حال
پانی ہی دل ہمارا کبھی تو کبھی ہی آگ

کہو نکر نہ طبع آتشیں اُسکی ہمیں جلاے
ہم مشت خس کا حکم رکھیں وہ پری ہی آگ

کب لگ سکے ہی عشق جہان سوز کو ہوس
ماہی کی زیست آب سمندر کا جی ہی آگ

روز ازل سے آتے ہیں ہوتے جگر کباب
کہا آج کل سے عشق کی یار و جلی ہی آگ

انگارے سے نگرتے تھے آگے جگر کے لخت
جب تب ہماری گود میں ابتو بھری ہی آگ

یارب ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہیں چھاتیاں
یہہ کیسی عاشقوں کے دلونمیں رکھی ہی آگ

افسردگی سوختہ جاناں ہی قہر میر
دامن کو ٹک ہلا کہ دلوں کی بجھی ہی آگ

ہی آگ کا سا نالۂ کاہش فزا کا رنگ
کچھ اور صبحدم سے ہوا ہی ہوا کا رنگ

دیکھے ادھر تو مجھسے نہ یوں آنکھ وہ چھپاے
ظاہر ہی میرے منہہ سے مرے مدعا کا رنگ

کس بیگنہہ کے خوں میں ترا پڑ گیا ہی پاؤں
ہوتا نہیں ہی سرخ تو ایسا حنا کا رنگ

بیگہ شکستہ رنگیٔ خورشید کیا عجب
ہوتا ہی زرد پیشتر اہل فنا کا رنگ

گل پیرہن نہ چاک کریں کیونکے رشک سے
کس مرتبے میں شوخ ہی اسکی قبا کا رنگ

رہتا تھا ابتدا ے محبت میں منہہ سفید
اب زرد سب ہوا ہوں یہہ ہی انتہا کا رنگ

وارد ہوئے لعل گوں نہ پیو میرزا ہو تم
گرمی پہ ہی دلیل بہت اس دوا کا رنگ

خوبی ہی اسکی جیز تحریر سے برون
کیا اُسکا طور حسن لکھوں کیا ادا کا رنگ

پوچھیں ہیں وجہ گریۂ خونیں جو مجھسے لوگ
کیا دیکھتے نہیں ہیں سب اس بیوفا کا رنگ

مقدور تک نہ گذرے مرے خوں سے یار میر
غیروں سے کیا گلہ ہی یہہ ہی آشنا کا رنگ

آج کل سے کچھہ نہ طوفاں زا ہی چشم گریہ ناک
موج زن ہر سو نسے ہی دریا ہی چشم گریہ ناک

یوں نرو ؤ تو نرو ؤ ورنہ رو دو چار سے
ہر قدم اس دشت میں پیدا ہی چشم گریہ ناک

ولسے آگے تک قدم رکھو تو پھر بھی دلبرو
سیر قابل دیدنی اک جا ہی چشم گریہ ناک

بے گداز دل نہیں امکان رونا المقدر
تہ کو پہنچو خوب تو پروا ہی چشم گریہ ناک

سوجھتا اپنا کرے کچھہ ابر تو ہی مصلحت
جوش عمنے جیسے نابینا ہی چشم گریہ ناک

سبز ہی رونے سے میرے گوشہ گوشہ دشت کا
باعث آبادئی صحرا ہی چشم گریہ ناک

وے حنائی پا مری آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں میر
یعنے ہر دم اُسکے زیر پا ہی چشم گریہ ناک

سو خونچکاں گلے ہیں لب سے مری زباں تک
جی رندھ گیا ہی ظالم اب رحم کر کہاں تک

ملنے میں میرے گا ہے تک تن دیا نہ اُنے
حاضر رہا ہوں میں تو اپنی طرف سے جاں تک

ہر چند میں نے سر پر اِس رہ کی خاک ڈالی
لیکن نہ پہنچیں آنکھیں اس پاؤں کے نشاں تک

ان ہدیوں کا جانا کوئی ہما سے پوچھو
لاتا نہیں ہی منھہ وہ اب میرے استخواں تک

اُسکی گلی کے سگ سے کی ہی موافقت میں
اس راہ سے گئی پہنچیں شاید کہ پاسباں تک

ابر بہار نے شب دل کو بہت جلایا
تھا برق کا چمکنا خاشاک آشیاں تک

اُس مہ کے گوش تک تو ہرگز نہیں پہنچتی
گو آہ بے سرایت جاتی ہی آسمان تک

قید قفس میں مرنا کب شوق کا ہی مانع
پہنچینگے مشت پر بھی اُڑ کر یے گلستاں تک

ہو ناجہانکا اپنی آنکھو نمیں ہی نہو نا
آتا نظر نہیں کچھہ جاوے نظر جہاں تک

جاتی ہیں خط کے پیچھے جوں مہر آنکھیں میری
اب کار شوق میرا پہنچا ہی میریاں تک

رہ مرگ سے کہوں ڈرا تے ہیں لوگ
بہت اُ سطرف کو تو جا تے ہیں لوگ

مظا ہر سب اُسکے ہیں ظا ہر ہی وہ
تکلف ہی یاں جو چھپا تے ہیں لوگ

عجب کی جگہہ ہی کہ اُسکی جگہہ
ہما رُے نہیں ہی بتا تے ہیں لوگ

رہے ہم تو کھوئے گئے سے سدا
کھوآ پ میں ہمکو پا تے ہیں لوگ

اِس ابر و کماں پر جو قربا ں ہیں ہم
ہمیں کو نشا نا بتا تے ہیں لوگ

نہ نسو یا کوئی شبو ر شب سے مرے
قیامت اذیت اٹھا تے ہیں لوگ

ابن آنکھوں کے بیٹھا ہیں میر ہم
بجا دیکھنے ہمکو آتے ہیں لوگ

لیا چیرہ دستی سے گر میر سر تک
نہ پہنچا کھو ہاتھہ اُسکی کمر تک

مجھے نیند کیسی کہ مانند انجم
کھلی رہتی ہیں میری آنکھیں سحر تک

اٹھا پاس بے اختیاری سے سب کا
بُکا بیٹھے کرتے ہیں دو دو پہر تک

دماغ اور دل ہیں سرا سیمہ دونوں
سر زخم شاید کہ پہنچا جگر تک

بلا شور و ہنگامہ ہی دل زدوں کا
قیامت کئے جاے ہی اسکے گھر تک

نہ دے ماریں چوکھٹ سے سر کو تو کہیو
رسائی ہوا چاہئے اسکے در تک

محبت میں جی سے گئے میر آخر
خبر گفتنی ہی یہہ ہر بیخبر تک

مار بھی آسان ہی دشنام سہل
یار اگر ہی اہاں تو ہی کام سہل

جون نگیں میں کہی جگر کاوی بہت
کیا نکالنا ہی کسو کا نام سہل

جاں دی یاروں نے تب آنکھیں لگی
کنے پایا آہ یاں آرام سہل

مدعی ہو چشم شوخ یار کا
کیا نگاہوں میں ہوا بادام سہل

تمنے دیکھا ہوگا پیکان میر کا

ہمکو تو آیا نظر وہ خام سہل

پوشیدہ کیا رہے ہی قدرت نمائی دل ۔ دیکھی نہ بیستوں میں زور آزمائی دل
ہی تیرہ یہہ بیاباں گرد و غبار سے سب ۔ سوزی راہ کب دکھائی بے رہنمائی دل
اندوہ و غم سے اکثر رہتا ہوں میں مکدر ۔ کیا خاک میں ملی ہی میری صفائی دل
پیش آوے کوئی صورت منہہ موڑتے نہیں وے ۔ آئینہ ساں جنھیں ہی کچھہ آشنائی دل
مر تو نہیں گیا میں پر جی ہی جانتا ہی ۔ گذرے ہی شاق مجھہ پر جیسی جدائی دل
اِس دامگہہ میں اُسکے سارے فریب ہی ہیں ۔ آتی نہیں نظر کچھہ مجھکو رہائی دل

گر رنگ ہی چلا ہی ور بو ہی تو ہوا ہی
کہہ میر اس چمن میں کسے لگائی دل

مدت تو وا ہوا ہی نہ یہہ غنچہ وار دل ۔ اب جو کھلا سو جیسے گل بے بہار دل
ہی غم میں یاد کسکو فراموشگار دل ۔ اب آبنی ہی جی پہ رہا در کنار دل
دشوار ہی ثبات بہت ہجر یار میں ۔ یاں چاہئے ہی دل سو کہاں میرے یار دل
وہ کون سی امید بر آئی ہی عشق میں ۔ رہتا ہی کس امید پہ امیدوار دل
ظالم بہت ضرور ہی اُن بیکسوں کا پاس ۔ ناچار اپنے رہتے ہیں جو مار مار دل
تم پر تو صاف میری کدورت کھلی ہی آج ۔ مدت سے ہی ملال کے زیر غبار دل
مایل ادھر کے ہونے میں مجبور ہیں سبھی ۔ کھنچتا ہی اسکی اور کو بے اختیار دل
حد ہیگی دلبری کی بھی ای غیرت چمن ۔ ہو آدمی صوبر اگر لاوے بار دل
داخل یہہ اضطراب تنک آبیوں میں ہی ۔ رکھتی نہیں ہی برق ہی کچھہ بیقرار دل
کیا ہیں گرسنہ چشم دل ابکے یہہ دلبران ۔ تسکین اِنکی ہو نہ جو لیویں ہزار دل
جوں سیب ہیں ذقن کے چمن زار حسن میں ۔ یوں باغ حسن میں بھی ہیں رنگیں انار دل

ہمسے جو عشق کشتہ جئیں تو عجب ہی میر

چھاتی ہی داغ ٹکڑے جگر کے فگار دل

بہت مدت گئی ہی اب تک آہ کہاں تک خاک میں ملیں تو گیا مل
تک اُس نیرنگ کے نیرنگ تو دیکھ ہوا ہر رنگ میں جوں آب شامل
نہیں بھاتا ترا مجلس کا ملنا ملے تو ہم سے تو سب سے جدا مل
غنیمت جان فرصت آج کے دن سحر کیا جانے کیا ہو شب ہی حامل
اگرچہ ہم نہیں ملنے کے لایق کہو تو طرح ہم سے بھی بھالا مل
لیا زاہد نے جام بادہ کف پر بحمد اللہ کھلا عقد انامل
وہی پہنچے تو پہنچے آپ ہم تک نہ یاں طالع رسا نہ جذب کامل
ہوا دل عشق کی سختی سے ویراں ملا ہم چاہیئے تھا یاں کا عامل

پس از مدت سفر سے آئے ہیں میر
گئیں وہ اگلی باتیں تو ہی جا مل

کچھ تپو چھو بہک رہے ہیں ہم عشق کی مے سے چھک رہے ہیں ہم
سو کہ غم سے ہوئے ہیں کانٹا سے پر دلوں میں کھٹک رہے ہیں ہم
وقفۂ مرگ اب ضروری ہی عمر طی کرنے تھک رہے ہیں ہم
کیونکے گرد علاقہ بیستہ سکے دامن دل جھٹک رہے ہیں ہم
کون پہنچے ہی بات کی تہ کو اینک مدت سے بک رہے ہیں ہم
آنے ویئے کہا تھا بوسہ لب اُس سخن پر اٹک رہے ہیں ہم
نقش پا سی رہی ہیں کہاں آنکھیں کسکی بون راہ تک رہے ہیں ہم
وصت دیگی کب اسکی پا بوسی دیر سے سر پٹک رہے ہیں ہم
جیدہ سب اس پاس اپنک شب تھے گئے سو کئی دن سرک رہے ہیں ہم
خام دستی نے ہائے داغ کیا پوچھتے کیا ہو پک رہے ہیں ہم

میر شاید لیں اسکی زلف سے کام
برسوں سے تو لٹک رہے ہیں ہم

ہی تہ دل بتوں کا کیا معلوم — نکلے پردے سے کیا خدا معلوم
یہی جانا کہ کچھ نجانا ہاے — سو بھی ایک عمر میں ہوا معلوم
علم سبکو ہی یہہ کہ سب تو ہی — پھر ہی اللہ کیسا نامعلوم
گرچہ تو ہی ہی سب جگہہ لیکن — ہمکو تیری نہیں ہی جا معلوم
عشق جانا تھا مار رکھے گا — ابتدا میں تھی انتہا معلوم
ان سیہ چشم دلبروں سے ہمیں — تھی وفا چشم سو وفا معلوم
طرز کینے کی کوئی چھپتی ہی — مدعی کا ہی مدعا معلوم
عشق ہی ای طبیب جی کا روگ — لطف کر ہی جو کچھ دوا معلوم

دل بجا ہو تو میر کچھ کھاوے
کڑھنے پچنے میں اشتہا معلوم

مجھے تو درد سے اک اُنس ہی وفا کی قسم — یہی سبب ہی جو کھائی ہی میں دوا کی قسم
کل اُنے تیغ رکھی درمیاں کہ قطع ہی اب — قسم جو بیچ میں آئی سو اُس ادا کی قسم
حنا لگی ترے ہاتھوں سے میں گیا پیسا — جگر تمام ہی خوں مجھکو تیرے پا کی قسم
فقیر ہونے نے سب اعتبار کھویا ہی — قسم جو کھاؤں تو کہتے ہیں کیا گدا کی قسم
قدم تلے ہی رہا اُسکے یہہ سر پر شور — جو کھائے تو مرے طالع رسا کی قسم
سروں پہ ہاتھہ کبھی تیغ پر کبھو اُسکا — کچھ ایک قسم نہیں میرے آشنا کی قسم

جدال دیر کے رہبان سنیں کہاں تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمھیں خدا کی قسم

اب سوکھی ہی جاتی ہی سب کشت ہوس ظالم — ای ابر تر آ کر ٹک ایدھر بھی برس ظالم

صیاد بہار اپکے سب لو تو نکا کیا میں ہیں
تک باغ تنک لے چل میرا بھی قفس ظالم

کس طور کوئی تجھسے مقصود کرے حاصل
نے رسم ترے جی میں نے دلمیں ترس ظالم

کیوں سر چڑھے ہی ناحق ہم بخت سیاہوں کے
مت پیچ میں پگڑی کے بالونکو گھرس ظالم

جوں ابر میں روتا تھا جوں برق تو ہنستا تھا
صحبت نہ ہی یوں ہی ایک آدھم برس ظالم

کیا کہو لے ہوئے تجھ یاں گرم حکایت ہی
چل راہ میں کچھ کہتا مانند جرس ظالم

مطلق نہیں گنجایش اب حوصلے میں اپنے
آزار کوئی کھینچے یوں کب تئیں بس ظالم

سررشتہ ہستی کو ہم دے چکے ہاتھوں سے
کچھ توتے ہی جاتے ہیں اب تار نفس ظالم

تاچند رہیگا تو یوں داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری ای میر بھاس ظالم

محرم سے کسو روسو ہوں کاشکے اب ہم
بیوجہ غضب رہنے کا پوچھیں جو سبب ہم

تدبیریں کریں اپنے تن خوار و زبوں کی
افراط سے اندوہ کی ہوں آپ میں جب ہم

تولا گو نہو جی کا تو ہو ناچار ہیں ورنہ
اس جنس گراں مایہ سے گذرے نہیں کب ہم

یک سلسلہ ہی قیس کا فرہاد کا اپنا
جوں حلقہ زنجیر گرفتار ہیں سب ہم

کس دن نہ ملا غیر سے تو گرم علی الرغم
رہتے ہیں پر نہیں لوتنے انکاروں پہ شب ہم

مجمع میں قیامت کے اک آشوب سا ہوگا
آنکلے اگر عرصے میں یوں نالہ بلب ہم

کیا معرفت اُسے ہوئی یاروں کو نہ سمجھے
اب تک تو نہیں پاتے ہیں کچھ یار کے ڈھب ہم

گہہ نوچ لیا منہہ کو گہے کوٹ لی چھاتی
دل تنگی ہجراں سے ہیں مغلوب غضب ہم

آغاز محبت میں تمامی ہوئی اپنی
ای وای ہوئے خاک بسر راہ طلب ہم

تربت سے ہماری نہ اٹھی گرد بھی ای میر
جی سے گئے لیکن نہ کیا ترک ادب ہم

مشتاق ان لبونکے ہیں سب مرد و زن تمام
دفتر لکھے گئے نہو ا پر سخن تمام

اب چھیڑئے جہاں وہیں گویا ہی درد سب — پھوڑا سا ہو گیا ہی ترے غم میں تن تمام
آیا تھا گرم صید وہ جیدھر سے دشت میں — دیکھا اُدھر ہی گرتے ہیں ابتک ہرن تمام
آوارہ گرد باد سے تھے ہم پہ شہر میں — کیا خاک میں ملا ہی یہہ دیوانہ پن تمام
کیا لطف تن چھپا ہی مرے تنک پوش کا — اُگلا پڑے ہی جامے سے اسکا بدن تمام
اِس کار دست بستہ پہ ریجھا نہ مدعی — کیونکر نہ کام اپنا کرے کوہکن تمام
یک گل زمیں نہ وقفے کے قابل نظر پڑی — دیکھا برنگ آب رواں یہہ چمن تمام
نکلے ہیں گل کے رنگ گلستاں میں خاک سے — یہہ وے ہیں اسکے عشق کے خونیں کفن تمام
تہ صاحبوں کی آئی نکل میکدے گئے — گروی تھے اہل صومعہ کے پیرہن تمام
میں خاک میں ملا نکروں کس طرح سفر — مجھسے غبار رکھتے ہیں اہل وطن تمام

کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک
ہی میرے ریختوں کا دوانا دکن تمام

بخت سیہ کی نقل کریں کسے چال ہم — مہندی لگی قدم سے ہوئے پایمال ہم
کیوں کر نہ اس چمن میں ہوں اتنے نڈھال ہم — یہاں پھول سونگھ سونگھ رہے ماہ وسال
یا ہر گلی میں سیکڑوں جس جا ملیح تھی — یا زلف و خط کو دیکھتے ہیں خال خال ہم
گذرے ہی جی میں گہہ وہ دہن گاہ وہ کمر — کیا جانیں لوگ رکھتے ہیں کیا کیا خیال ہم
جاتی نہیں اٹھائی یہہ اب سر گرانیاں — مقدور تک تو اپنے گئے ٹال ٹال ہم
لو ہو کہاں ہی گریۂ خونیں سے تن کے بیچ — رکھتے ہیں منہہ کو اپنے طمانچوں سے لال ہم
وہ تو ہی ہی کہ مرتے ہیں سب تیرے طور پہ — حور و پری کو جان کے کب ہیں دوال ہم
گذرے ہی بسکہ اسکی جدائی دلوں پہ شاق — منہہ نوچ نوچ لے ہیں علی الاتصال ہم
منظور سجدہ ہی ہمیں اس آفتاب کا — ظاہر میں یوں کرے ہیں نماز زوال ہم
ظاہر ہوا تمھیں بھی ہمارے دم اور ہوش — آئے نہ پھر تمھارے گئے تک بحال ہم

مطلق جہان میں رہنے کو جی چاہتا نہیں ۔ اب تم بغیر اپنے ہوئے ہیں وبال ہم
نقصان ہو گا اُسمیں نہ ظاہر کہاں تلک ۔ ہووینگے جس زمانے کے صاحب کمال ہم
تھا کب گمان ملیگا وہ دامن سوار میر
کل راہ جاتے مفت ہوئے پائمال ہم

کون کہتا ہی منہہ کو کھولو تم ۔ کاشکے پردے ہی میں بولو تم
حکم آب رواں رکھے ہی جس ۔ بہتے دریا میں ہاتھہ دھولو تم
کیا سراہیں ہم اپنی جنس کو لیک ۔ دل عجب ہی متاع جو لو تم
جانا آیا ہی اب جہان سے ہمیں ۔ تھوڑی تو دور ساتھہ ہو لو تم
جب میسر ہو بوسہ اُس لب کا ۔ چپکے ہی ہو رہو نہ بولو تم
پنجہ مرجاں کا پھر دھرا ہی رہے ۔ ہاتھہ خوں میں مرے ڈبولو تم
دست دے ہی کسے پلک سے سیل ۔ دل جہاں پاؤ اب پرو لو تم
آتے ہیں یہ متصل چلے آنسو ۔ آہ کب تک یہ موتی رولو تم
رات گذری ہی سب تڑپھتے میر
آنکھہ لگ جاے تک تو سو لو تم

موئے جاتے تھے فرط الفت سے ہم ۔ جئے ہیں خدا ہی کی قدرت سے ہم
ترش رو بہت ہی وہ زرگر پسر ۔ پڑے ہیں کھٹائی میں مدت سے ہم
نہیں دیکھتے صبح اب آرسی ۔ خفا رہتے ہیں اپنی صورت سے ہم
جو دیکھو وہ قامت تو معلوم ہو ۔ کہ رو کش ہوئے ہیں قیامت سے ہم
نہ ٹک لا سکا تاب جلوے کی دل ۔ گلہ رکھتے ہیں صبر و طاقت سے ہم
نمانی کوئی اُنے پھر روٹھہ کر ۔ مناتے رہے رات منت سے ہم
خدا سے بھی شبکو دعا مانگتے ۔ نہ اسکا لیا نام غیرت سے ہم

راکھا جسکو آنکھوں میں اک عمر اب
اسے دیکھ رہتے ہیں حسرت سے ہم

بھریں آنکھیں لوہو سے رہنے لگیں
یہہ رنگ اپنا دیکھا مروت سے ہم

نہ ملی میرؔ اپکے امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر ان کی دولت سے ہم

کب تک رہینگے پہلو لگائے زمیں سے ہم
یہہ در و اب کہیں گے کسو شانہ میں سے ہم

تلوار کے تلے کوئی ہی سجدے میں اسطرح
فریادی ہونگے ملکے لہو کو جبیں سے ہم

فقیر اک تک یہہ سر جو نہ پہنچا تو یا نصیب
مدت لگے رہے ترے دامان زیں سے ہم

ہوتا ہی شوق وصل کا انکار سے زیادہ
کب تجھ سے دل اٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم

چھاجے جو پیشدستی کرے نور مہ پر
دیکھی عجب سفیدی تری آستیں سے ہم

یہہ شوق صید ہونے کا دیکھو کہ آپ کو
دکھلایا صید گہہ میں شکار و یمیں سے ہم

تکلیف دردوں کی تکہر تنگ ہوشکے لوگ
یہہ بات روز کہتے رہے ہمنشیں سے ہم

ارتی ہی خاک شہر کی گلیوں میں اب جہاں
سونا لیا ہی گودوں میں بھر کر وہیں سے ہم

ہاوہو گردی اپنی کھنچی میر طول کو
اب جا رہینگے دامن کشاں عزلت نشیں سے ہم

مدعی مجھ کو کہتے ہے صاف برا کہتے ہیں
جبکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں

دیکھے خوباں کے بجا دل نہیں رہتا ہر گز
لوگ جو کچھ انہیں کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

عشق کے شہر کی بھی رسم کے ہیں کشتے ہم
درد لجاں کاہ جو ہو اسکو دوا کہتے ہیں

جی اگر زلفوں کے سلوے میں ترے جوئے بول
پہلی قیمت کنیں مشک بہا کہتے ہیں

حسن تو ہی ہی کرو لطف زباں بھی پیدا
میرؔ کو دیکھو تکہ سب لوگ بھلا کہتے ہیں

کیا کیا جہاں اشرا تھا پیوب وہاں نہیں
جنکے نشان تھے دلوں پر اُنکا نشان نہیں

دفتر سے کہانی بنی مثنوی ہوئی — کیا شرح سوز عشق کرو تمیں زبان نہیں
اپنا ہی ہاتھ سر پہ رہا اپنے ہاں سدا — مشفق کوئی نہیں ہی کوئی مہرباں نہیں
ہنگامہ و فساد کی باعث ہی وہ کمر — پھر آپ خوب دیکھئے تو درمیاں نہیں
جی ہی نکل گیا جو گیا یار پاس سے — جسم ضعیف و زار میں اب میری جاں نہیں
ہی عشق ہی سے چار طرف بحث و گفتگو — شور اِس بلاے جان کا جہاں میں کہاں نہیں

اِس عہد کو نجانئے اگلا سا عہد میر
وہ دور اب نہیں وہ زمیں آسماں نہیں

نہ نکلا دوسرا ویسا جہان میں — وہی اک جنس ہی اس کارواں میں
کیا منہہ بند سب کا بات کہتے — بلا کچھ سحر ہی اُسکی زبان میں
اگر وہ بت نجانے تو نجانے — ہمیں سب جانے یہی ہندوستان میں
نیا آناً فاناً اسکو دیکھا — جدا تھی شان اسکی ہر زماں میں
بھچی رہتی ہی اس ابروے خم سے — کوئی کیا شاخ نکلی ہی کماں میں
جبیں پر چین رہتی ہی ہمیشہ — بلا کینہ ہی اپنے مہرباں میں
نیا ہی کیا شگوفہ یہہ کہ اکثر — رہا ہی پھول پڑتا گلستاں میں
کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک بھی — پڑا ہوگا ہمارے آشیاں میں

پھرے ہی چھانتا ہی خاک ای میر
ہوس کیا ہی مزاج آسماں میں

نہیں تبخال لعل دلربا میں — گہر پہنچا بہم آب بقا میں
غریبانہ کوئی شب روز گریاں — ہمیشہ کون رہتا ہی سرا میں
اٹھاتے ہاتھ کیوں نومید ہو کر — اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا میں
کہے ہی ہر کوئی اللہ میرا — عجب نسبت ہی بندے میں خدا میں

کفن میں ہی نہ پہنا وہ بدن دیکھ ۔ کھینچے لوہو میں بہتیروں کی جامہ
اُدھر جا نیکو آندھی تو ہی لیکن ۔ سبکپائی سی ہی باد صبا میں
بلا تہ دار بحر عشق نکلا ۔ نہ ہم سمجھے انتہا لی ابتدا میں
ملے برسوں وہی بیگانہ ہی وہ ۔ ہنر ہی یہہ ہمارے آشنا میں

اگرچہ خشک ہیں جیسی پرکاہ
اُڑے ہیں میر جی لیکن ہوا میں

عمر گئے نظر کر اُسکے برہنہ تن میں ۔ کپڑے اُتارے اُنے سر کھینچے ہم کفن میں
گل پھول سے کب اس بن لگتی ہیں اپنی آنکھیں ۔ لائی بہار ہمکو زور آوری چمن میں
اب لعل نو خط اسکے کم بخشتے ہیں فرصت ۔ قوت کہاں رہی ہی یاقوتیٔ کہن میں
یوسف عزیز دلہا جا مصر میں ہوا تھا ۔ پاکیزہ گو ہروں کی عزت نہیں وطن میں
دیر و حرم سے تو تو تک گرم ناز نکلا ۔ ہنگامہ ہو رہا ہی اب شیخ و برہمن میں
آجاے شہر میں تو جیسی کہ آندھی آئی ۔ کہاں وحشتیں کیاں ہیں ہمنے دوان پن میں

ہیں گھاؤ دل پر اپنے تیغ زبان سے سب کی
تب درد ہی ہمارے اے میر ہر سخن میں

کینے لیتے بال بکھائے ترے مانی کتیں ۔ اُنے جو اس طول سے کھینچا پریشانی کتیں
کشتۂ انداز کسکا تھا نجانا وہ جوان ۔ لے رہے تھے کچھ ملک اک نعش قربانی کتیں
چشم کم سے اشک خونیں کو ندیکھو زینہار ۔ دھوندتے ہیں مردم اس یاقوت سیالانی کتیں
طایران خوش معاش اس باغ کے ہم تھے کبھو ۔ اب ترستے ہیں قفس میں اک پر افشانی کتیں
ہی جہاں تنگ سے جانا بعینہ اُس طرح ۔ قتل کرنے لیچلے ہیں جیسے زندانی کتیں
یے کہاں بنت العنب سے اتھتی ہیں کیفتیں ۔ ہو نتھونسے کیا اسکے نسبت ایسی مستانی کتیں
دل جو پانی ہو تو آئینہ ہی رو ے یار کا ۔ خانہ آبادی سمجھ اِس خانہ ویرانی کتیں

فہم میں میرے نہ آیا پردہ در ہی طفل اشک — روؤں کیا ای ہمنشیں میں اپنی نادانی کتیں
کچھ نظر میں نے نہ کی جی کے زیاں پر اپنے ہاے — دوست میں رکھے گیا اس دشمن جانی کتیں

جب جلے چھاتی بہت تب اشک افشاں ہو نہ میر
کیا جو چھڑکا اس دہکتی آگ پر پانی کتیں

جانا ادھر سے میر ہی ویسا اُدھر کتیں — بیماریوں میں جیسے بدلتے ہیں گھر کتیں
کب ناخنوں سے چہرہ نچی اس صفا سے ہوں — رجھواڑ تم نہیں ہو جو دیکھو ہنر کتیں
خستے کو اس نگہہ کے طبیبوں سے کام کیا — ہمدم مجھے دکھا کسو صاحب نظر کتیں
فردوس ہو نصیب پدر آدمی تھا خوب — دل کو دیا نہ اُنے کسو خوش پسر کتیں
تک دلکی بیقراری میں جاتے ہیں جی جلے — ہر دم طپش سراہئے میرے جگر کتیں
تم دل سے جو گئے سو خرابی بہت رہی — پھر بھی بساؤ آکے اس اجڑے نگر کتیں
اللہ رے نازکی نہیں آتی خیال میں — کس کس طرح سے باندھتے ہیں اس کمر کتیں
حالت یہہ ہی کہ بیخبری دم بدم ہی یہاں — وے ابتلک بھی آتی نہیں تک خبر کتیں

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمیں نہیں
کیا جانئے کہ میر گئے ہم کدھر کتیں

کیا کہوں اول بخود تو دیر میں آتا ہوں میں — پھر جو یاد آتا ہی وہ چپکا سا رہجاتا ہوں میں
داغ ہوں کیونکر نہ میں درویش یارو جب نہ تب — بوریا پوشوں ہی میں وہ شعلہ خو پاتا ہوں میں
ہجر میں اُس طفل بازی کوش کے رکتا ہوں جب — جاکے لڑکوں میں تک اپنے دل کو بہلاتا ہوں میں
ہوں گرسنہ چشم میں دیدار خوباں کا بہت — دیکھنے پر انکے تلواریں کھڑا کھاتا ہوں میں
آب سب ہوتا ہوں پاکر آپ کو جیسے حباب — یعنے اس تنگ عدم ہستی سے شرماتا ہوں میں
ایک جا کہہ کب ٹھہرنے دے ہی مجھکو روزگار — کیوں تم اُکتاتے ہو اتنا آج کل جاتا ہوں میں
ہی کمال عشق پر بیطاقتی دل کی دلیل — جلوۂ دیدار کی اب تاب کب لاتا ہوں میں

آسماں معلوم ہوتا ہی ورے کچھہ آگیا دور اسے آہ کیسا کیسا گھبراتا ہوں میں

بس چلے تو راہ اودھر کی سجھاؤں لیک میر
دل مرا رہتا نہیں ہر چند سمجھاتا ہوں میں

مدت ہوئی کہ بیچ میں پیغام بھی نہیں نامے کا اُسکی مہر سے اب نام بھی نہیں
ایام ہجر کرتے بسر کس امید پر ماننا اِنھوں کا صبح نہیں شام بھی نہیں
پڑوا اُسے ہو کاہیکو نا کام گر مروں اُس کام جاں کو مجھہ سے تو کچھہ کام بھی نہیں
روؤں میں اس اضطراب دلی کو کہاں تلک دن رات ہمکو اینکدم آرام بھی نہیں

کیا جانوں دلکو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھہ طرز ایسی بھی نہیں ابہام بھی نہیں

دمبدم اِس وقت سے رونا در کر آیا ہمیں کیا لہو اپنا پیا تب یہہ ہنر آیا ہمیں
گرچہ عالم جلوہ گاہ یاروں بھی تھا ولے آنکھیں جوں موندیں عجب عالم نظر آیا ہمیں
ہم تبھی سمجھے تھے اب اُس سادگی پر حرف ہی خط نکلنے سے جو نامہ بیشتر آیا ہمیں
پاس آتا یک طرف مطلق نہیں اب اُسکے پاس کچھہ گئے گذرے سے سمجھا وہ پسر آیا ہمیں
مجھہ تک اس بیطاقتی میں کیا پہنچنا سہل تھا غش تیرے کوچے میں ہر ہر گام پر آیا ہمیں
صبح نکلا تھا پسر تلوار چون خورشید لے ویکھکر خونخوار سج اُسکی خطر آیا ہمیں

کر چلا بیخود غم زلف دراز دلبراں
دور کا اے میر در پیش اب سفر آیا ہمیں

اشک کے جوش سے ہوں شام و سحر پانی میں جیسے ماہی ہی مجھے سیر و سفر پانی میں
شب نہاتا تھا جو وہ رشک قمر پانی میں گتھی مہتاب سے اٹھتی تھی لہر پانی میں
سا تھا اس حسن کے دیتا تھا دکھائی وہ بدن جیسے جھمکے ہی پڑا گوہر تر پانی میں
رونے سے بھی نہوا سبز درخت خواہش گرچہ مرجان کی طرح تھا یہہ شجر پانی میں

موج لریہ کی وہ شمشیر ہی جسکے ڈر سے
جوں کشف خصم چھپا زیر سپر پانی میں

بیٹھنے سے کسو دل صاف کے سرمست نو چڑھے
خوب سا کر لے تامل تو اُتر پانی میں

آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا
گرچہ لنکا سا تھا اُس دیو کا گھر پانی میں

جوشش اشک میں شب دل بھی گیا سینے سے
کچھ نہ معلوم ہوا ہائے اثر پانی میں

بردباری ہی میں کچھ قدر رہی گوجی ہو فنا
عود پکڑ لکڑی ہی ڈوبے نہ اگر پانی میں

چشم تر ہی میں رہے کاش وہ روئے خوشرنگ
پھول رہتا ہی بہت تازہ وتر پانی میں

روؤں تو آتش دل شمع نمط بجھتی نہیں
مجھکو لیجا کے تو بو دیو بن مگر پانی میں

لریۂ زار میں بیتابی دل طرفہ نہیں
سیکڑوں کرتے ہیں پیراک ہنر پانی میں

برگ گل جوں گذر آب سے آتے ہیں چلے
رونے سے دو نہیں میرے لخت جگر پانی میں

محو کر آب کو یوں ہستی میں اُسکے جیسے
بوند پانی کی نہیں آتی نظر پانی میں

وہ گہر آنکھ سے جاوے تو سمجھے آنسو میر
اتنا رویا ہوں کہ ہوں تا بہ کمر پانی میں

جوشش اشک سے ہوں آٹھ پہر پانی میں
گرچہ ہوتے ہیں بہت خوف وخطر پانی میں

ضبط گریہ نے جلایا ہی درد نہاں سارا
دل اچنبا ہی کہ ہی سوختہ تر پانی میں

آب شمشیر قیامت ہی برندہ اسکی
بہہ گوارا ہی نہیں پاتے ہیں ہر پانی میں

طبع دریا جو ہو آشفتہ تو پھر طوفاں ہی
آہ بالوں کو پر اگندہ نکر پانی میں

غرق آب اشک سے ہوں لیک اُبرا جاتا ہوں
جوں سمک کو کہ میرے ڈوبے ہیں پر پانی میں

مردم دیدہ تر مردم آبی ہیں مگر
رہتے ہیں روز وشب وشام وسحر پانی میں

ہیئت آنکھو نکی نہیں وہ رہے روتے روتے
ابتو گرداب سے آتی ہیں نظر پانی میں

گریہ شب سے بہت آنکھ تو رے ہی میری
پانوں رکھتے ہی نہیں بار دگر پانی میں

فرط گریہ سے ہوا میرؔ تباہ اپنا حجاز

تختہ پارے گئے کیا جانوں کدھر پانی میں

رکھا کر اشک افشاں چشم فرصت غیر فرصت میں
کہ مل جاتا ہی ان جوؤں کا پانی بحر رحمت میں

سنبھالے سدھ کہاں سر ہی فرو لاتا نہیں ہرگز
وگرنہ مان جاتا تھا کہاں تھوتری سی منت میں

گئے دن متصل جانے کے اسکے اور اٹھ اٹھ کر
تفاوت آگیا اب تو بہت پاؤں کی طاقت میں

تحمل ہو سکا جب تک بدن میں تاب وطاقت تھی
قیامت اب گذر جاتی ہی جی پر ایک ساعت میں

عجب کیا ہی جو یاران چمن کو ہم نہ پہچانیں
رہائی اتفاق اپنے پری ہی ایک مدت میں

سلاتا تیغ خوں میں کرنہ میرے تو قیامت تھی
اٹھا تھا روز محشر کا سا فتنہ رات صحبت میں

کوئی عمامہ لے بھاگا کنھوں نے پیرہن پھاڑا
بہت گستاخیاں یاروں نے کیں واعظ کی خدمت میں

بلا تیوری چڑھائے تو لگا ابرو بھی خم کرنے
موثر کچھ ہوا سر مارنا محراب طاعت میں

قدم پر رکھ قدم اُسکے بہت مشکل ہی مر جانا
سر آمد ہو گیا ہی میر فن مہر و الفت میں

کس کنے جاؤں الٰہی کیا دوا پیدا کروں
دل تو کچھ ڈھب کا ہی جاتا ہی کروں سو کیا کروں

لوہو روتا ہوں میں ہر ایک حرف خط پر ہمدماں
اور اب رنگین جیسا تم کہو انشا کروں

شور سے کب تک قیامت ایک میں برپا کروں
چال اپنی چھوڑتا ہر گز نہیں وہ خوشخرام

لوہو ٹپکے بات ہے جو ہو شتہ اپنے وا کروں
مصلحت ہی میری خاموشی ہی میں اے ہمنفس

آپکو جوں غنچہ کیوں کر آہ میں یکجا کروں
دل پریشانی مجھے دی ہی بکھیرے گل کے رنگ

یعنے بازار جنوں میں جاؤں کچھ سودا کروں
اپنا چشمک ہی چلی جاتی ہی کل کہی میرے اور

تو سہی اے عشق جو تجھکو بھی میں رسوا کروں
خوار تو آخر کیا ہی گلیوں میں تو نے مجھے

دشت کو دریا کروں بستی کتیں صحرا کروں
خاک اڑاتا اشک افشاں آن نکلوں میں تو پھر

چال وہ بتلا کہ میں دل میں کسو کے جا کروں
کہیے جانے سے نہیں کچھ شیخ مجھکو اتنا شوق

اب کے ہمت صرف کر جو ہے جی اچنتے مرا

پھر دعا اتنی میر مدت کر یوں اگر ایسا کریں

کیا کوفتیں اٹھائیں ہجراں کے درد و غم میں
تر پھا ہزار تو بت دل ایک ایک دم میں

گو قیس منہ کو نوچے فرہاد سر کو چیرے
یہ کیا عجب ہی ایسے ہوتے ہیں لوگ ہم میں

ہاں نظر کسو کو ہوتی ہی محرم حیت
آنکھوں کے اندھے ہم تو مدت رہے حرم میں

کلفت میں گذری ساری مدت تو زندگی کی
آسودگی کا منہ اب دیکھیں گے ہم عدم میں

کرتے ہیں میر ملکر واعظ سے حبس دم کا
کیا یہ بھی آگئے ہیں اس پوچ گو کے دم میں

عشق میں جی کو صبر و تاب کہاں
اسے آنکھیں لگیں تو خواب کہاں

بیکلی دل ہی کی تماشا ہی
برق میں ایسے اضطراب کہاں

خط کے آئے پہ کچھ کہے تو کہے
ابھی مکتوب کا جواب کہاں

ہستی اپنی ہی بیچ میں پردا
ہم نہ ہوویں تو پھر حجاب کہاں

گریۂ شب سے سرخ ہیں آنکھیں
مجھ بلا نوش کو شراب کہاں

عشق ہی عاشقوں کے جانے کو
یہ جہنم میں ہی عذاب کہاں

داغ رہتا دل و جگر کے دیکھ
جلتے ہیں اسطرح کباب کہاں

محو ہیں اس کتابی چہرے کے
عاشقوں کو سر کتاب کہاں

عشق کا گھر ہی میر سے آباد
ایسے پھر خانماں خراب کہاں

یارو مجھے معاف رکھو میں نشے میں ہوں
اب دو تو جام خالی ہی دو میں نشے میں ہوں

ایک ایک قرط دور میں یوں ہی مجھے بھی دو
جام شراب پر نکرو میں نشے میں ہوں

مستی سے دور ہمی ہی مری گفتگو کے بیچ
جو چاہو تم بھی مجھکو کہو میں نشے میں ہوں

یا ہاتھوں ہاتھ لو مجھے مانند جام مے
یا تھوڑی دور ساتھ چلو میں نشے میں ہوں

معذور ہوں جو پاؤں مرا بیطرح پڑے تم سر گراں تو مجھ سے نہو میں نشے میں ہوں
بھاگی نماز جمعہ تو جاتی نہیں ہی لیجہ چلتا ہوں میں بھی ٹک تو رہو میں نشے میں ہوں
نازک مزاج آپ قیامت ہیں میر جی
جوں شیشہ میرے منہ نہ لگو میں نشے میں ہوں

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں ایک رہتا ایک کھوتے عشق میں
پاس ظاہر تک نکرتے شب تو ہم بھر رہے تھے خوب روتے عشق میں
خواب میں دیکھا اُسیکو ایک رات برسوں کا تئی ہم نے سوتے عشق میں
کاش پی جایا ہی کرتے اشک کو داغ دل پر کے تو دھوتے عشق میں
دیکھے ہیں کیا کیا ٹپکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق میں

کرتے ہیں جو کہ جی میں ٹھانے ہیں خوبرو کسکی بات مانے ہیں
میں تو خوباں کو جانتا ہی ہوں پر مجھے بہہ بھی خوب جانے ہیں
جا ہمیں اُس گلی میں گر رہنا ضعف و بیطاقتی بہانے ہیں
پوچھہ اہل طرب سے شوق اپنا وے ہی جانیں جو خاک چھانے ہیں
ابتو افسردگی ہی ہے ہر آن وے نہ ہم ہیں نہ وے زمانے ہیں
قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور اب مرے عہد میں فسانے ہیں
دل پریشان ہونہیں تو خوش وے لوگ عشق میں جنکے جی ٹھکانے ہیں
مشک و سنبل کہاں وہ زلف کہاں شاعروں کے بہہ خاخشانے ہیں
عشق کرتے ہیں اُس پر پروسے
میر صاحب بھی کیا دوانے ہیں

آپ اُس جنس کے ہیں ہم بھی خریداروں میں پگڑی جامے بکے جسکے لئے بازاروں میں

باغ فردوس کا ہی رشک وہ کوچہ لیکن — آدمی ایک نہیں اُسکے ہوا داروں میں
اپنک کے بھی وہ برے حال میں آیا نہ کبھو — لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں
دوستی کسے ہوئی آنکھ کہاں جا کے لڑی — دشمنی آئی جسے دیکھتے ہیں یاروں میں
ہاے رے ہاتھ جہاں چوٹ پڑی دو ہی گیا — الغرض اینک ہی وہ شوخ ستمگاروں میں
کشمکش جسکے لئے یہہ ہی شمار دم یہہ — اُنے ہمکو نہ گنا اپنے گرفتاروں میں
کیسی کیسی ہی عناصر میں بھی صورت بازی — شعبدے لاکھوں طرح کے ہیں انھیں چاروں میں
مشفقو ہاتھ مرے باندھو کہ ابکے ہر دم — جا الجھتے ہیں گریبان کے دو تاروں میں
حسب قسمت سبھوں نے کھائے تری تیغ کے زخم — ناکس اک نکلے ہمیں خونکے سزاوارن میں

اضطراب و قلق و ضعف ہیں گرمپر یہی
زندگی ہو چکی تو اپنی اِن آزاروں میں

امید دل وہی تھی جنسے وے آزاد کرتے ہیں — بہت پرہیز کر ہمسے ہمیں بیمار کرتے ہیں
کوئی ہمسا بھی اپنی جان کا دشمن کہیں ہوگا — بھری مجلس میں بیٹھے عشق کے اقرار کرتے ہیں
نشاں دے ہیں جہاں اسکا وہ ہرجائی نہیں ملتا — محلے کے ہمیں اب لوگ یونہیں خوار کرتے ہیں
حجاب ناکسی سے مرگئے روپوش کبتک ہوں — جنھوں سے عار تھی ہمکو سو ہمسے عار کرتے ہیں
چھپا لیتا ہی مجھ سے چاند سا منہہ وہ خدا جانے — سخن ساز اُسکنے جا جا کے کیا اظہار کرتے ہیں
الف کی رمز اگر سمجھا اٹھا دل بحث علمی سے — اسی اک حرف کو برسوں سے ہم تکرار کرتے ہیں
بہت ہی تیز آب جدول شمشیر خوباں کا — اُسے پھر پار کر دیں ہیں یہ جس پر وار کرتے ہیں
انوکھا تو کہ یاں فکر اقامت تجھ کو ہی ورنہ — سب اِس دلکش جگہہ سے رخت اپنا بار کرتے ہیں

بلا آفت ہی لچھہ دل پر کہ ایسا رنگ ہی اِن کا
کسو بے مہر کے تیں میر شاید پیار کرتے ہیں

کرتا نہیں قصور ہمارے ہلاک میں — یارب یہہ آسمان بھی مل جاے خاک میں

گرمی نہیں ہی ہمسے وہ ای رشک آفتاب — اب آگیا ہی فرق بہت اس تپاک میں
اس ڈھنگ سے ہلا کہ بجا دل نہیں رہے — اس گوش کے گہر سے دم آئے ہیں ناک میں
اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نکچھہ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

کہیئے لطافت اس تن نازک کی میر کیا
شاید یہہ لطف ہوگا کسو جان پاک میں

محمل نشیں ہیں کتنے خدام یار میں یہاں — لیلی کا ایک [illegible] کس قطار میں یہاں
سن شور گل قفس میں دل داغ سب ہوا ہی — کیا پھول گل کھلے ہیں ابکے بہار میں یہاں
اب روکشی ہو میرے رونے میں ابر تجھہ سے — دریا بھرے ہیں ایک ایک دامن کے تار میں یہاں
تم تو گئے دکھا کر ٹک برق کے سے جھمکے — آیا بہت تفاوت صبر و قرار میں یہاں
ہم مرگئے ولیکن سوز دروں وہی ہی — ایک آگ لگ اٹھی ہی کنج مزار میں یہاں
ہجراں ہر گھڑی ہی سو سو برس تعب سے — روز شمار یارو ہی کس شمار میں یہاں

جن راتوں میر ہمکو رونے کا مشغلہ تھا
رہتا تھا بحر اعظم سو تو کنار میں یہاں

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہی یہاں جو نثار کریں — الا کھینچ بغل میں تجھکو دیر تلک ہم پیار کریں
خاک ہوئے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے — اور شداید عشق کی رہ لے کیسے ہم ہموار کریں
زردی رخ رونا ہر دم کا شاہد دو جب ایسے ہوں — چاہت کا انصاف کرو تم کیونکر ہم انکار کریں
باغمیں اب آجاتے ہیں تو صرفہ اپنا چپ میں ہی — خوبی بیاں کر تیری ہم کیا گل کو گلے کا [illegible] کریں
شیوہ اپنا بے پروائی نومیدی سے ٹھہرا ہی — کچھہ بھی وہ مغرور دبے تو منت ہم سو بار کریں
ہم تو فقیر ہیں خاک برابر آبیٹھے تو لطف کیا — ننگ جہاں لگتا ہو اُن کو واں وے ایسی عار کریں
پتا پتا گلشن کا تو حال ہمارا جانے ہی — اور کہے تو جسے ایکاں بے برگی اظہار کریں
کیا ان خوش ظاہر لوگوں سے ہم یہہ توقع رکھتے تھے — غیر کو لیکر پاس یہہ بیٹھیں ہم کو گلیوں میں خوار کریں

میر جی ہیں گے ایک جو آئے کیا ہم ان سے درد کہیں
کچھ بھی جو سن پاویں یہہ مجلس میں بستار کریں

گر کوئی اعمی کہے تجھ پر کہاں وہ تو کہاں — لیگئے پیش فلک اس مہ کا ایسا رو کہاں
گل کو کیا نسبت ہی تجھ سے میں نمانوں زینہار — رنگ اگر بالفرض تیرا سا ہوا یہہ بو کہاں
عشق لاتا ہی بروے کار مجنوں سا کبھو — بعد پہتیرے کھڑے ہیں وہ پریشاں مو کہاں
دیکھیاں کجیاں کمانوں [illegible] محراب کے — پر دلوں کو کھینچتے ہیں جیسے وہ ابرو کہاں
سنبل آپھی آپ پیچ و تاب [illegible] کھایا کرے — یار کی سی زلف کے وے حلقہ حلقہ مو کہاں
آگے یہہ آنکھیں گلے کی ہار ہی رہتی تھیں روز — اب جگر میں خوں نہیں وے سہرے سے آنسو کہاں

میر سچ کہتا تھا جنت ہو نصیب اسکے تئیں
حور کا چہرہ کہاں اسکا رخ نیکو کہاں

بیگانہ وضع برسوں اس شہر میں رہا ہوں — بھاگوں ہوں دور سب سے میں کسکا آشنا ہوں
پوچھا گئے ہیں مجھ سے گلبرگ لب کو تیرے — بلبل کے ہاتھ جب میں گلزار میں لگا ہوں
اب کار شوق دیکھوں پہنچے مرا کہاں تک — قاصد کے پیچھے میں بھی بیطاقت اٹھ چلا ہوں
تجھ سے متاع خوشی کا کیونکر نہوں معرف — یوسف کے ہاتھ پیارے کچھ میں نہیں لگا ہوں
گل پھول کوئی کب تک جھڑ جھڑ کے گرتے دیکھے — اس باغ میں بہت اب جوں غنچہ میں رکا ہوں
کیا کیا کیا تامل اس فکر میں گیا گھل — سمجھا نہ آپ کو میں کیا جانیئے کہ کیا ہوں
ہوتا ہی گرم کیا [illegible] ای آفتاب خوبی — ایک آدھ دم میں میں تو شبنم نمط ہوا ہوں
پیری سے جھکتے جھکتے پہنچا ہوں خاک تک میں — وہ سرکشی کہاں ہی اب تو بہت دیا ہوں

مجھکو بلا ہی وحشت ای میر دور اسے
جا گھر سے جب اٹھا ہوں آشوب سا اٹھا ہوں

کوچے میں تیرے میر کا مطلق اثر نہیں — کیا جانیئے کدھر کو گیا کچھ خبر نہیں

ہی عاشقی کے بیچ ستم دیکھنا ہی لطف
مر جانا آنکھیں موند کے یہہ کچھ ہنر نہیں

کب شہر ہوئی زمانے میں جو پھر ہوا نہ روز
کیا ای شب فراق تجھی کو سحر نہیں

ہر چند ہمکو مستوں سے صحبت رہی ہی لیک
دامن ہمارا ابر کی مانند تر نہیں

گاگشت اپنے طور پہ ہی سو تو خوب یاں
شایستہ پریدن گلزار پر نہیں

کیا ہو جے حرف زن گذہ دوستی سے آہ
خط لیکیا کہ راہ میں پھر نامہ بر نہیں

آنکھیں تمام خلق کی رہتی ہیں اُسکی
[illegible] میرے نظر نہیں

کہتے ہیں سب کہ خون ہی ہوتا ہی اشک چشم
[illegible] ہی یہی تو جگر نہیں

جا کر شراب خانے میں رہتا نہیں تو پھر
یہہ کیا کہ میر جمعے ہی کی رات گھر نہیں

گو جان کر تجھے سب تعبیر کر رہے ہیں
ہم لوگ تیرے اوپر سودہی سے مر رہے ہیں

کھنچتا چلا ہی ابتو تصدیق کو تصور
ہر لحظہ اسکے جلوے پیش نظر رہے ہیں

نکلی ہوس جواب بھی ہو وار ہی قفس سے
شایستہ پریدن دو چار پر رہے ہیں

کل دیکھتے ہماری بستی تھی گھر برابر
اب یہہ کہیں کہیں جو دیوار در رہے ہیں

کیا آج دبدبائی دیکھی ہو تم یہ آنکھیں
جوں چشمہ لوہو میں برسوں ہم چشم تر رہے ہیں

تے غم ہی ہمکو یہاں لانے فکر کچھ ہی وہاں کا
صدقے جنونکے کیا ہم بے درد سر رہے ہیں

پاس ایکدن بھی اپنا انے نہیں کیا ہی
ہم دور اسے بیدم دو دو پہر رہے ہیں

کیا یہہ سرائے فانی ہی جاے پاس اپنی
ہم یہاں مسافرانہ آکر ٹھہر رہے ہیں

ایسا ہو کہ چھیڑے یکبار پھوٹ بہیے
ہم پکے پھوڑے کی اب مانند بھر رہے ہیں

اس میکدے میں جس جا شیار چاہیئے تھے
رحمت ہی ہمکو ہم بھی کیا سمجھ رہے ہیں

گو راہ عشق میں ہو شمشیر کے دم اوپر
وسواس کیا ہی ہم تو جی سے گذر رہے ہیں

چل ہمنشیں بنے تو ایک آدھہ بیت سنیئے

کہتے ہیں بعد مدت اس پر اپنے گھر رہے ہیں

یوں قید یوں سے کب تئیں ہم تنگ تر رہیں — جی چاہتا ہی جا کے کسو اور گھر رہیں
ہی کاش ہمکو سکر کی حالت رہی مدام — تا حال کی خرابی سے ہم بے خبر رہیں
رہتے ہیں یوں حواس پریشاں کہ جوں کہیں — دو تین آ کے لوگ مسافر اتر رہیں
وعدہ تو جب ہو صبح کا شب — جیسے چراغ آخر شب تا سحر رہیں
آوارگی کی شب ہیں یہ — لوگ آویں دیکھنے کو بہت ہم جو گھر رہیں
ہمنے بھی نذر کی ہی کہ پھریئے چمن کے گرد — یارب قفس کے چھوٹنے تک بال و پر رہیں
ان دلبروں کی آنکھ نہیں جائے اعتماد — جبتک رہیں یہہ چاہیئے پیش نظر رہیں
فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل — کل کی بھی دیکھ لیویں گے کل ہم اگر رہیں

تیغ و تبر رکھا نکرو پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضایع دے کر رہیں

دل کو لکھوں ہوں آہ وہ کیا مدعا لکھوں — دیوانے کو جو خط لکھوں بتلاؤ کیا لکھوں
کیا کیا لقب ہیں شوق کے عالم میں یار کے — کعبہ لکھوں کہ قبلہ اسے یا خدا لکھوں
حیراں ہو میرے حال میں کہنے لگا طبیب — اس درد مند عشق کی میں کیا دوا لکھوں
وحشت زدوں کو نامہ لکھوں ہوں نہ کس طرح — مجنوں کو اسکے حاشیئے پر میں دعا لکھوں

کچھ روبرو ہوئے پہ جو سلجھے تو سلجھے میر
جی کے الجھنے کا اسے کیا ماجرا لکھوں

جب سے ہی اسکی ابرکیئے خمدار درمیاں — رہتی ہی میرے خلق کی تلوار درمیاں
برپا ہوا ہجوم سے اپنے حشر تازہ واں — آیا جہاں کہیں قدم یار درمیاں
اس کام جاں میں ہم میں ہوا ہی حجاب چشم — یوں رہیئے آہ کب تئیں دیوار درمیاں
سو بار اسے قتے جہاں میں اٹھے ولے — دیکھی نہ ہمنے وہ کمر ایکبار درمیاں

کیا کہئے آہ جیکو قیامت ہی انتظار — آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیان
رکھ دی ہی کتنے روزوں سے تلوار یار نے — کوئی نہیں ہی خون کا سزاوار درمیان
ثابت ہی ساری خلق کے اوپر کہ تو ہی ایک — حاجت نہیں جو آوے یہہ تکرار درمیان
کیا کئے دماغ کے اعضا میں یہ فتور — ٹھہرے قشوں کیا نہیں سردار درمیان
بازار میں دکھائی ہی کب اپنے جنس حسن — جو بک نہیں گئے ہیں خریدار درمیان
دیکھیں چمن جو سینۂ پر داغ سے بڑھیں — بیداد ہی یہہ قطعہ گلزار درمیان
کھنچنے نہ پائی اسکی تو تلوار بھیڑ میں — مارا گیا عبث یہہ گنہگار درمیان
اپنے جنوں کے بیچ گریبان کا ذکر کیا — کہئے بھی جو رہا ہو کوئی تار درمیان

کتنے دنوں سے میر کا نالہ نہیں سنا
شاید نہیں ہی اب وہ گرفتار درمیان

اتفاق ایسا ہی کڑھتے ہی سدا رہتے ہیں — ایک عالم میں ہیں ہم وے پہ جدا رہتے ہیں
برسی تلوار کہ ہایل ہو گئی سیل بلا — پیش کچھ آؤ ہم اس کوچے میں جا رہتے ہیں
کام آتا ہی میسر کسے ان ہونٹھوں سے — بابت بوسہ ہیں پر سب کو چما رہتے ہیں
دشت میں گرد رہ اسکی اٹھی ہی جیدھر سے — وحش وطیر انکھیں ادھر ہی کو لگا رہتے ہیں
کیا تری گرمیٔ بازار کہیں خوبی کی — سیکڑوں آن کے یوسف سے بکا رہتے ہیں
بسترا خاک رہ اسکی تو ہی اپنا لیکن — گریۂ خونیں سے لوہو میں نہا رہتے ہیں
کیوں اڑاتے ہو بلایا ہمیں کب کب ہم آپ — جیسے گردان کبوتر یہیں آ رہتے ہیں
حق تلف کن ہیں بتان یاد دلاؤں کبتک — ہر سحر صحبت دوشیں کو بھلا رہتے ہیں

یاد میں اسکے قد و قامت دلکش کی میر
اپنے سر ایک قیامت نئی لا رہتے ہیں

باغ کو سبز ہوا اب سر گلزار کہاں — دل کہاں وقت کہاں عمر کہاں یار کہاں

تم تو اب آنے کو پھر کہہ چلے ہو کل لیکن
بیکل ایسا ہی رہا شب تو یہہ بیمار کہاں

دلکی خواہش ہو کسی کو تو کمی دلکی نہیں
اب یہی جنس بہت ہی پہ خریدار کہاں

خاک یاں چھانتے ہی کیوں نہ پھرو دلکے لئے
ایسا پہنچے ہی بہم پھر کوئی غمخوار کہاں

دم زدن مصلحت وقت نہیں اے ہمدم
جی میں کیا کیا ہی مرے پر لب اظہار کہاں

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہی مے خانے میں پھر
سبحہ سجادہ کہاں جبہ و دستار کہاں

ہمسے ناکش تو بہت پھر لے ہیں جی دینے والے
رخم تیغ اُسکی اُٹھانیکا سزاوار کہاں

تو نے بھی گرد رخ سرخ لکالا خط سبز
باغ شاداب جہاں میں گل بیخار کہاں

خبط نے عقل کے سر رشتے کئے گم سارے
اب جو دھونڈو تو گریباں میں کوئی تار کہاں

لوکہ گردن تئیں یاں کوئی لہو میں بیٹھے
ہاتھہ اُٹھاتا ہی جفا سے وہ ستمگار کہاں

تو وہ بالو ہو میں پر اتھا ہمگی پیکر میر
یہہ نجانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہاں

اے مجھسے تجکو سو ملے تجھسا نہایا ایک میں
سو سو کہیں تو نے مجھے منہہ پر نہ لایا ایک میں

عالم کی میں نے سیر کی مجکو جو خوش آیا سو تو
سب سے رہا محظوظ تو تجکو نہ بھایا ایک میں

یہہ جوش غم ہوتے بھی ہیں یوں ابر تر روتے بھی ہیں
چشم جہاں آشوب سے دریا بہایا ایک میں

تھا سبکو دعوی عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی
وانستہ اپنی جان سے دلکو اُٹھایا ایک میں

ہیں طالب صورت سبھی مجھہ پر ستم کیوں اسقدر
کیا مجرم عشق بتاں یاں ہوں خدایا ایک میں

جی سنتے یوں چمکے بہت پر بات کہتے ہو چکے
جوں ابر ساری خلق پر ہوں اب تو چھایا ایک میں

سو رنگ وہ ظاہر ہوا کوئی نہ جا گہہ سے گیا
دلکو جو میرے چوٹ تھی طاقت نہ لایا ایک میں

اس گلستاں سے منفعت یوں تو ہزارونکو ہوئی
دیکھا نہ سرو و گل کا یاں تک سر پہ سایا ایک میں

رسم کہن ہی دوستی ہوتی بھی ہی الفت بہم
میں کشتنی ٹھہرا جو ہوں کیا دل لگایا ایک میں

جن جن نے دیکھا تھا اُسے بیخود ہوا چیتا بھی پھر

پر میر جیتے جی بخود ہرگز نہ آیا ایک میں

اگرچہ ابکے ہم ای ابر خشک مژگاں ہیں — پہ جوش دل میں کبھو آگیا تو طوفاں ہیں
صنم پرستی میں ای راہبان نہ کی تقصیر — تم اہل صومعہ سے پوچھو وے مسلماں ہیں
کریں انھوں پہ بھلا کسطرح نظر گستاخ — بتان شہر ہمارے تو دین و ایماں ہیں
چمن میں جاکے بھرو تم گلوں سے جیب و کنار — ہم اپنے دل ہی کے ٹکڑوں سے گل بداماں ہیں
رہیں ہیں دیکھ جو تصویر سے ترے منہہ کو — ہماری آنکھ سے ظاہر ہی یہہ کہ حیراں ہیں
رہا ہی کونسا پردا ترے ستم کا شوخ — کہ زخم سینہ ہمارے سبھی نمایاں ہیں
شبیہ شکل سے ہی حال ضبط عشق کے بیچ — کہ رنگ روپ ہی سب کچھ ولیک بیجاں ہیں
بنے تو عزت عشاق میں نکر تقصیر — کہ ایسے لوگ پیارے عزیز مہماں ہیں

جو ابر دشت میں برسے تو ہم اڑاویں خاک
وہ میر آب ہی ہم یاں کے میر ساماں ہیں

جور کیا کیا جفائیں کیا کیا ہیں — عاشقی میں بلائیں کیا کیا ہیں
خوبرو ہی فقط نہیں وہ شوخ — حسن کیا کیا ادائیں کیا کیا ہیں
فکر تعمیر دل کسو کو نہیں — ایسی ویسی بنائیں کیا کیا ہیں
گہہ نسیم صبا ہی گاہ سموم — اس چمن میں ہوائیں کیا کیا ہیں
شور ہی ترک شیخ کا لیکن — چپکے چپکے دعائیں کیا کیا ہیں

منتظر دیدہ قصر دل ای میر
شہر تن میں بھی جائیں کیا کیا ہیں

فراق آنکھ لگنے کی جا ہی نہیں — پلک سے پلک آشنا ہی نہیں
گلہ عشق کا بدو خلقت سے ہی — غم دل کو کچھ انتہا ہی نہیں
محبت جہاں کی تہاں ہو چکی — کچھ اس روگ کی بھی دوا ہی نہیں

دکھایا کئے یار اُس رخ کا سطح ۔ کہیں آرسی کو حیا ہی نہیں
وہ کیا کچھ نہیں حسن کے شہر میں ۔ نہیں ہی تو رسم وفا ہی نہیں
چمن محو اُس روے خوش کا ہی سب ۔ گل تر کی اب وہ ہوا ہی نہیں
نہیں دیر اگر میر کعبہ تو ہی
ہمارے کوئی کیا خدا ہی نہیں

دل لیکے کیسے کیسے جھگڑے مجادلے ہیں ۔ بد وضع یاں کے لڑکے کیا خوش معاملے ہیں
گھبرانے لگتیاں ہیں رک رک کے تن میں جانیں ۔ کرتے ہیں جو وفائیں اُن ہی کے حوصلے ہیں
کیا قدر تھی سخن کی جب یہاں بھی صحبتیں تھیں ۔ ہر بات جایزہ ہی ہر بیت پر صلے ہیں
جب کچھ تھی جہت مجھ سے تب کسّے ملتے تھے تم ۔ اطراف کے یہ بے تہ اب تمسے آملے ہیں
تھا واجب الترحم مظلوم عشق تھا میں ۔ اِس کشتۂ ستم کو تمسے بہت گلے ہیں
سوز دروں سے کیونکر میں آگ میں نہ لوٹوں ۔ جوں شیشۂ حبابی سب دل پر آبلے ہیں
میں جی سنبھالتا ہوں وہ ہنسکے ٹالتا ہی ۔ یاں مشکلیں ہیں ایسی واں یہ مساہلے ہیں
اندیشہ زاد رہ کا رکھئے تو ہی مناسب ۔ چلنے کو یاں سے اکثر تیار قافلے ہیں
پانچوں حواس گم ہیں ہر اک کے اس سمیں میں
کیا میر جی ہی تنہا اِن روزوں وہ ولے ہیں

محبت نے کھویا کھپایا ہمیں ۔ بہت انے ڈھونڈھا نپایا ہمیں
پھرا کرتے ہیں دھوپ میں جلتے ہم ۔ ہوا ہی کہے تو کہ سایا ہمیں
گہے تر رہیں گاہ خوں بستہ تھیں ۔ اِن آنکھوں نے کیا کیا دکھایا ہمیں
ہٹھا اُسکی خاطر میں نقش وفا ۔ نہیں تو اٹھا لے خدایا ہمیں
ملے ڈالے ہی دل کوئی عشق میں ۔ یہہ کیا روگ یارب لگایا ہمیں
ہوئی اس گلی میں تو مٹی عزیز ۔ ولے خواریوں سے اٹھایا ہمیں

جوانی دوانی سنا کیا نہیں — حسینوں کا ملنا ہی بھایا ہمیں
نہ سمجھی گئی دشمنی عشق کی — بہت دوستوں نے جتایا ہمیں
کوئی دم کل آئے تھے مجلس میں میر
بہت اس غزل پر رلایا ہمیں

جنوں نے تماشا بنایا ہمیں — رہا دیکھ اپنا پرایا ہمیں
سدا ہم تو کھوئے گئے سے رہے — کبھو آپ میں تم نے پایا ہمیں
یہی تا دم مرگ بیتاب تھے — نہ اس بن تنک صبر آیا ہمیں
شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا — انھیں نے کنارے لگایا ہمیں
ہمارا نہیں تمکو کچھ پاس رنج — یہہ کیا تمنے سمجھا ہی آیا ہمیں
لگے سر سے جوں شمع پا تک گئے — سب اس داغ نے آہ کھایا ہمیں
جلیں پیش و پس جیسے شمع و پتنگ — جلا وہ بھی جنے جلایا ہمیں
ازل میں ملا کیا نہ عالم کتیں — قضا نے یہی دل دلایا ہمیں
رہا تو تو اکثر الم ناک میر
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

کیا عبث مجنوں پئے محمل ہی میاں — یہہ دوانا باولا عاقل ہی میاں
قند کا کون اسقدر مایل ہی میاں — جو ہی اُن ہونٹھوں ہی کا قایل ہی میاں
ہم نے یہہ مانا کہ واعظ ہی ملک — آدمی ہونا بہت مشکل ہی میاں
چشم تر کی خیر جاری ہی سدا — سیل اس دروازے کا سایل ہی میاں
مرنے کے پیچھے تو راحت سچ ہی لیک — بیچ میں یہہ واقعہ حایل ہی میاں
دل کی پامالی ستم ہی قہر ہی — کوئی یوں دلتا ہی آخر دل ہی میاں
آج کیا فردائے محشر کا ہراس — صبح دیکھیں کیا ہو شب حامل ہی میاں

دل تڑپتا ہی نہیں کیا جانئے — کس شکار انداز کا بسمل ہی میاں
چاہئے پیش از نماز آنکھیں کھلیں — حیف اسکا وقت جو غافل ہی میاں
رنگ بے رنگی جدا تو ہی ولے — آب سا ہر رنگ میں شامل ہی میاں
سامھنے سے ٹک ٹلے تو دق نہو — آسماں چھاتی پر اپنے سل ہی میاں
دل لگی اتنی جہاں میں کس لئے — رہگذر ہی یہہ تو کیا منزل ہی میاں
بے تہی دریائے ہستی کی نپوچھ — یانسے واں تک سو جگہہ ساحل ہی میاں
چشم حق بیں سے کرو ٹک تم نظر — دیکھتے جو کچھہ ہو سب باطل ہی میاں
دردمندی ہی تو ہی جو کچھہ کہ ہی — حق میں عاشق کے دوا قاتل ہی میاں
برسوں ہم روتے پھرے ہیں ابر سے — زانو زانو اس گلی میں گل ہی میاں
کہنہ سالی میں ہی جیسے خورد سال — کیا فلک پیری میں بھی جاہل ہی میاں
کیا دل مجروح سو محزوں کا گلہ — ایک غمگیں دوسرے گھایل ہی میاں
دیکھکر سبزہ ہی خرم دل کو رکھہ — مزرع دنیا کا یہہ حاصل ہی میاں
مستعدوں پر سخن ہی آج کل — شعر اپنا فن سو کس قابل ہی میاں

کی زیارت میر کی ہمنے بھی کل
لاابالی سا ہی پر کامل ہی میاں

لذت سے درد کی جو کوئی آشنا نہیں — سو لطف کیوں نہ جمع ہوں اس میں مزا نہیں
ہر آن کیا عوض ہی دعا کا بدی ولے — تم کیا کرو بھلے کا زمانا رہا نہیں
روئے سخن جو ہی تو مرا چشم دل کی اور — تمسے خدا نخواستہ مجھکو گلا نہیں
تلوار ہی کھنچا کی ترے ہوتے بزم میں — بیٹھا ہی کب تو آکے کہ فتنہ اٹھا نہیں
مل دیکھے ایسے دلبر ہرجائی سے کوئی — بیجا نہیں ہی دل جو ہمارا بجا نہیں
ہو تم جو میرے حیرتئ فرط شوق وصل — کیا جانو دل کیسو سے تمھارا لگا نہیں

آئینے پر سے تک نہیں اُٹھتی تری نظر — اِس شوق کس کے منہہ سے تجھے کچھ حیا نہیں
رنگ اور بو تو دلکش و دل چسپ ہیں کمال — لیکن ہزار حیف کہ گل میں وفا نہیں
تیر ستم کا تیرے ہدف کب تلک رہوں — آخر جگر ہی لوہے کا کوئی توا نہیں
اُنے تو آنکھیں موند لیاں ہیں اِدھر سے واں — ایک آدھ دن میں دیکھیئے یاں کیا ہی کیا نہیں

اُٹھتے ہو میر دیر سے تو کعبے چل رہو
مغموم کاہیکو ہو تمھارے خدا نہیں

کیا کہیں آتش ہجراں سے گلے جاتے ہیں — چھاتیاں سلگیں ہیں ایسی کہ جلے جاتے ہیں
گوہر کوشش کسو کا نہیں جی سے جاتا — آنسو موتی سے مرے منہہ پہ ڈھلے جاتے ہیں
یہی مسدود ہی کچھ راہ وفا ورنہ بہم — سب کہیں نامہ و پیغام چلے جاتے ہیں
بار حرمان و گل و داغ نہیں اپنے ہی ساتھ — شجر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہیں
حیرت عشق میں تصویر سے رفتہ ہی رہے — ایسے جاتے ہیں ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں
ہجر کی کوفت جو کھینچے ہیں انھیں سے پوچھو — دل دلے جاتے ہیں جی اپنے لے جاتے ہیں
یاد قد میں تیرے آنکھوں سے بہے ہیں جوئیں — گر کسو باغ میں ہم سرو تلے جاتے ہیں
دیکھیں پیش آوے ہی کیا عشق میں اب تو جوں سیل — ہم بھی اس راہ میں سر گاڑے چلے جاتے ہیں

پر غبار ئی جہاں سے نہیں سدھ میر ہمیں
گرد اتنی ہی کہ مٹی میں رلے جاتے ہیں

کیا کہیں پایا نہیں جاتا ہی کچھ تم کیا ہو میاں — کھو گئے دنیا سے تم ہو اور اب دنیا ہو میاں
مت حنائی پاؤں سے چل کر کہیں جایا کرو — دلی ہی آخر نہ ہنگامہ کہیں برپا ہو میاں
دل جہاں کھویا کیا کھویا کیا پھر دیکھئے — کون مرتا ہی جئے ہی کون ناپیدا ہو میاں
دلکو لیکر صاف یوں آنکھیں ملاتا ہی کوئی — تب تک ہی لطف ہی جبتک کہ کچھ پردا ہو میاں
ایک جنبش میں ترے ابرو کی ٹل جاتی ہی بھیڑ — درمیاں آوے اگر تلوار تو پرچھا ہو میاں

برسوں تک چھایا رہا ہی چشم تر پر ابر سا ۔ پاٹ دامن کا چھوڑوں کوئی تو دریا ہو میاں
شہر میں تو موسم گل میں نہیں لگتا ہی جی ۔ یا گریباں کوہ کا یا دامن صحرا ہو میاں
مدعی عشق تو ہیں عزلتی شہر لیک ۔ جب نکلی کوچہ میں کوئی اسطرح رسوا ہو میاں

گفتگو انمیں پریشاں حال کی یہہ درہمی
سیر کچھ دلتنگ ہی ایسا نہو سودا ہو میاں

معلوم نہیں کیا ہی سب اس رخ بتاں میں ۔ اس آتش خاموش کا ہی شور جہاں میں
یوسف کتئیں دیکھہ نہ کہوں بندہوں بازار ۔ یہہ جنس نکلتی نہیں ہر اک کی دکاں میں
یک پرجہ اشعار سے منہہ باندھے سہونکے ۔ جادو تھا مرے خامے کی گویا کہ زباں میں
یہہ دل جو شکستہ ہی سو بے لطف نہیں ہی ۔ تھہرو کوئی دم آنکے اس ٹوٹے مکاں میں
میں لگ کے گلے خوب ہی رویا اب جو پر ۔ ملتی تھی طرح اسکی بہت سرو رواں میں
کیا قہر ہوا دل جو دیا لڑکوں کو میں نے ۔ چرچا ہی یہی شہر کے اب پیر و جواں میں

وے یاسمن تازہ شگفتہ میں کہاں میر
پائے گئے لطف اُسکے جو پاؤنکے نشاں میں

لا میرے اوزیارب آج ایک خوش کمر کو ۔ قدرت سے اسکی دلکی کل میر دے ادھر کو
بیطاقتی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا ۔ ہاتھوں میں دلکو رکھا دانتوں تلے جگر کو
پھولا پھلا نہ ابتک ہرگز درخت خواہش ۔ برسوں ہوئے کروں ہوں خون دل اس شجر کو
ہی روزگار میرا ایسا سیہ کہ یارو ۔ مشکل ہی فرق کرنا تک شام سے سحر کو
ہرچند ہی سخن کو تشبیہ در سے لیکن ۔ باتیں مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو
نزدیک ہی کہ جاویں ہم آپ سے اب آئے ۔ ملتے ہیں دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برساوے کر اندھیری
جیسا کہ روتے ہمنے دیکھا ہی چشم تر کو

نہ مایل آرسی کا رہ گیا سراپا زرد ہو گا تو
نہو گا چین باغ حسن ظالم زرد ہو گا تو

یہہ پیشہ عشق کا ہی خاک چھنوائیگا صحرا کی
ہزار اہلی بیوفا جوں گل چمن پرور ہو گا تو

غبارا تھنے لگے گا تیری اس نازک طبیعت سے
بسان گرد باد آخر بیابان گرد ہو گا تو

علاقہ دل کا لکھو اویگا دفتر ہاتھ سے تیرے
تجرد کے جریدو نمیں قلم سا فر ہو گا تو

نہ پکدم صبح تک بھی آنکھ لگنے دیگا دل جلنا
یہی پھر میر سا سر گرم آہ سرد ہو گا تو

بد زباں ہو جیسے خوش اسلوب ہو
کیا کہیں جو کچھ کہو تم خوب ہو

بے نقابی اُسکی ہی ہم پر ستم
لائے منہہ پر تو وہ محجوب ہو

ایسا شہر حسن ہی ہی تازہ رسم
دوستی باہم جہاں معیوب ہو

مطلب عمدہ ہی دل لے تو رکھو
گاہ باشد تم کو بھی مطلوب ہو

چاہئے ہی اور کچھہ عاشق کو کیا
جان کا خواہاں اگر محبوب ہو

لوہو پینا جان کھانا دیکھئے
کیا مزاج عشق میں مرغوب ہو

جو کہو ہو سو مخالف عقل کے
میر صاحب تم مگر مجذوب ہو

گلبرگ سے ہیں نازک خوبی پا تو دیکھو
کیا ہی جھمک کفک کی رنگ حنا تو دیکھو

ہر بات پر خشونت طرز جفا تو دیکھو
ہر لمحہ بے ادائی اُسکی ادا تو دیکھو

سائے میں ہر پلک کے خوابیدہ ہی قیامت
اس فتنہ زماں کو کوئی جگا تو دیکھو

بلبل بھی کل گئی پر مر کر چمن سے نکلی
اس مرغ شوق کش کی تک تم وفا تو دیکھو

طنزیں عبث کرو ہو غش رہنے پر ہمارے
دو چار دن کہو سے دل لگا تو دیکھو

ہونا پڑے ہی دشمن ہر گام اپنے جانکا
کوچے میں دوستی کے ہر کوئی آتو دیکھو

پیری میں مول لے ہی منعم جو بلبلوں کو
دہنا پھرے ہی آپھی اسپر نبا تو دیکھو

ڈوبی ہی کشتی میری بحر عمیق غم میں | بیگانے سے کھڑے ہو تم آشنا تو دیکھو
آئے جو ہم تو انے آنکھوں میں ہم کو رکھا | اب ہوس سے کوئی ادھر کو جاتو دیکھو
ہی اس چمن میں وہ گل صد رنگ محو جلوہ | دیکھو جہاں وہی ہی کچھ اس سوا تو دیکھو

اشعار میر پر ہی اب ہی واے ہر سو
کچھ سحر تو نہیں ہی لیکن ہوا تو دیکھو

نہ میرے باعث شور و فغاں ہو | ابھی کیا جانئے یہاں کیا سماں ہو
یہی مشہور ہم ہیں دو عالم | خدا جانے ملاپ اسے کہاں ہو
جہاں سجدے میں ہمنے غش کیا تھا | وہیں شاید کہ اُس کا آستاں ہو
نہو وے وصف اُن بالوں کا مجھ سے | اگر ہر مو مرے تن پر زباں ہو
جگر تو چھن گیا تیروں کے مارے | تمہاری کس طرح خاطر نشان ہو
نہ دل سے جا خدا کی مجھکو سوگند | خدائی میں اگر ایسا مکاں ہو
تم ای نازک تنا کیا ہو کہ سب کی | تمنائے دل و آرام جاں ہو
ہلے تک لب کہ اُنے مار ڈالا | کہے کچھ کوئی گر جی کی اماں ہو

قطعہ

سنا ہی چاہ کا دعوا تمہارا | کہو جو کچھ کہ چاہو مہرباں ہو
کنارا یوں کیا جاتا نہیں پھر | اگر پائے محبت درمیاں ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہیں اب میر
تمہاری بات کیا ہی تم جواں ہو

مت سگ یار سے دعوئے مساوات کرو | اُس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو
محبت آخر ہی ہماری نکرو پھر افسوس | متصل ہو سکے تو ہمسے ملاقات کرو
دیدنی ہی بہم ہوا شیخ جی سے کوئی کہے | کہ چلو میکدے تک تم تو کرامات کرو

ہم تو تصویر ہوئے دیکھ کے کچھ آئینہ — اتنی چپ بھی نہیں ہی خوب کوئی بات کرو

بس بہت وقت گیا شعر کے فن میں ضایع
میر اب پیر ہوئے ترک خیالات کرو

مطرب نے پڑھی تھی غزل اک میر کی شب کو — مجلس میں بہت وجد کی حالت رہی سب کو
پھرتے ہیں چنانچہ لئے خدام سلاتے — درویشوں کے پیراہن صد چاک قصب کو
کیا وجہ کہیں خون شدن دل کی پیارے — دیکھو تو ہو آئینے میں تم جنبش لب کو
برسوں تئیں جب ہمنے تردد کئے ہیں تب — پہنچایا ہی آدم تئیں واعظ کے نسب کو
ہم رحم کو بھی راہ دل یار میں بارے — جا گہہ نہیں یاں ورنہ کہیں اُسکے غضب کو
کیا ہمسے گنہگار ہیں یہ سب جو موئے ہیں — کچھ پوچھو نہ اُس شوخ کی رنجش کے سبب کو
دل دینے سے اِس طرح کے جی کاشکے دیتے — یوں کھینچے کوئی کب تئیں اس رنج و تعب کو
حیرت ہی کہ ہی مدعی معرفت ایک خلق — کچھ ہمنے تو پایا نہیں ابتک ترے ڈھب کو

ہوگا کسو دیوار کے سائے میں پڑا میر
کیا ربط محبت سے اُس آرام طلب کو

منعقد کاش مجلس مل ہو — درمیاں تو ہو سامھنے گل ہو
گر میاں متصل رہیں باہم — نے تساہل ہو نے تغافل ہو
اب دھنواں یوں جگر سے اُٹھتا ہی — جیسے پر پیچ کوئی کاکل ہو
نہ تو طالع نہ جذب پھر دل کو — کس بھروسے پہ ٹک تحمل ہو
لگ نہ چل ای نسیم باغ کہ میں — رہگیا ہوں چراغ ساگل ہو
ادھہ چلا لالہ ساں رہا تو کیا — داغ بھی ہو تو کوئی بالکل ہو
طول رکھتا ہی درد دل میرا — لکھتے بیٹھوں تو خط ترسل ہو
ہو جو مجھ بادہ کش کے عرس میں تو — جب کہ قلقل سے شیشے کے قل ہو

دیر رہنے کی جا نہیں یہہ چمن ۔ بوے گل ہو صفیر بلبل ہو
مجھہ دوانے کی مت ہلا زنجیر ۔ کہیں ایسا نہو کہ پھر غل ہو
منکشف ہو رہا ہی حال میر
کاہش تک یار کو تا ہل ہو

سب حال سے بیخبر ہیں یاں تو ۔ برہمزدہ شہو ہی جہاں تو
اس تن پہ نثار کرتے لیکن ۔ اپنی بھی نظر میں تھہرے جان تو
سمندے کہیں سراسر ۔ رہتی نہیں شمع ساں زبان تو
کہا اسکے گئے ہی ذکر دل کا ۔ ویران پڑا ہی یہہ مکان تو
کہا کیا نہ عزیز خوار ہونگے ۔ ہونے دو اسے ابھی جواں تو
غنچے لگے منہہ تمھارے لیکن ۔ صحبت کا اسے بھی ہو دہان تو
کہا اسے رکھیں امید بہبود ۔ پھرتا ہی خراب آسمان تو
طالع نارسا بھی جاگیں ۔ سو جاے تک اسکا پاسبان تو
مت قربت میر کو ہتاؤ
رہنے دو غریب کا نشان تو

برسوں میں کبھو ادھر تم ناز سے آتے ہو ۔ پھر برسوں تئیں ہمارے جی سے نہیں جاتے ہو
آتے ہو کبھو یہاں تو ہم لطف نہیں پاتے ۔ سو آفتیں لاتے ہو سو فتنہ اٹھاتے ہو
رہتے ہو تم آنکھو نمیں پھرتے ہو تمھیں دل میں ۔ مدت سے اگرچہ یاں آتے ہو نہ جاتے ہو
ایسے ہی زباں ہی تو کیا عہدہ برآ ہونگے ۔ ہم ایک نہیں کہتے تم لاکھہ سناتے ہو
خوش کرنے سے تک ایسے ناخوش ہی رکھا کیجئے ۔ ہنستے ہو گھڑی پھر تو پہروں رلاتے ہو
اک خلق تلاشی ہی تم ہاتھہ نہیں لگتے ۔ لڑکے تو ہو پر سب کو تالے ہی بتاتے ہو
مدت سے تمھارا کب ادھر کو تہ دل ہی ۔ کاہیکو تصنع سے یہ باتیں بناتے ہو

کچھ عزت کفر آخر ای دیر کے باشندو — مجھ سہل سے کو کیوں تم زنار بندھاتے ہو
آوارہ اُسے پھرتے پھر برسوں گذرتے ہیں — تم جس کسو کو اپنے ٹک پاس بلاتے ہو

دل کھول کے مل چکئے جو میر سے ملتا ہی
آنکھیں بھی دکھاتے ہو پھر منہہ بھی چھپاتے ہو

ہر صبح شام تو پئی ایذاے میر ہو — ایسا نہو کہ کام ہی اُسکا اخیر ہو
ہو کوئی بادشاہ کوئی یاں وزیر ہو — اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو
جنت کی منت انکے دماغوں سے کب اٹھے — خاک رہ اسکی جسکے کفن کا عبیر ہو
کیا یونہیں آب و تاب سے ہو بیٹھیں کار عشق — سوکھے جگر کا خون تو رواں جوے شیر ہو
چھاتی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشک باغ — جوش بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو
یاں برگ گل اڑاتے ہیں پرکالۂ جگر — جا عندلیب تو نہ مری ہم صفیر ہو
اسکے خیال خط میں کسے یاں دماغ حرف — کرتی ہی بیمزہ جو قلم کی صریر ہو
زنہار اپنی آنکھ میں آتا نہیں وہ صید — پھوٹا دو سار جسکے جگر میں نہ تیر ہو
ہوتے ہیں میکدے کے جوان شیخ جی برے — پھر درگذر یہہ کرتے نہیں گو کہ پیر ہو
کسطرح آہ خاک مذلت سے میں اٹھوں — افتادہ تر جو مجھسے مرا دستگیر ہو
حد سے زیاد جور و ستم خوشنما نہیں — ایسا سلوک کر کہ تدارک پذیر ہو
دم بھر نہ ٹھہرے دلمیں نہ آنکھوں میں ایک پل — اتنے سے قد پہ تم بھی قیامت شریر ہو
ایسا ہی اسکے گھر کو بھی آباد دیکھیو — جس خانماں خراب کا یہہ دل مشیر ہو

قطعہ

تسکین دلکے واسطے ہر کم بغل کے پاس — انصاف کرئے کب تئیں مخلص حقیر ہو

یک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میر صاحب و قبلہ فقیر ہو

ملا یارب کہیں اس صید افگن سر بسر کیں کو
کہ افشاں کیجیے خوں اپنے سے اُسکے دامن زیں کو

گئے وے سابقے سارے خصوصیت رہی پیارے
کبھو در تک تو آ بارے ہمارے دل کی تسکیں کو

لئے جاتے نہیں بس اب لہو کے گھونٹ یہ مجھ سے
بہت پی پی گیا ڈر سے ترے میں اشک خونیں کو

نہ لکھیں یار کو محضر ہمارے خون ناحق کا
دکھا دیوینگے ہم محشر میں اُسکے دست رنگیں کو

بجز حیرت نہ بن آویگی کوئی شکل پھر اسے
دکھایا ہمنے گر چہرہ ترا صورت گر چیں کو

ابھر کر سنگ کے تختے سے پھر دیکھا کیا اودھر
محبت ہو گئی تھی کوہکن سے نقش شیریں کو

ہم اسکے چاند سے منہ کے ہیں عاشق مہ سے کیا ہمکو
سر اپنا کبک ہی مارا کرے اس خشت سیمیں کو

ہوئے کیا کیا مقدس لوگ آوارہ ترے غم میں
سبک پا کر دکھایا شوخ تو نے اہل تمکیں کو

بہت مدت ہوئی صحرا سے مجنوں کی خبر آئی
نہیں معلوم پیش آیا ہی کیا اس یار دیریں کو

لئے تسبیح ہاتھوں میں جو تو باتیں بناتا ہی
نہیں دیکھا ہی واعظ تو نے اس غارت گر دیں کو

گیا کوچے سے تیرے اٹھ کے میر آشفتہ سر شاید
پڑا دیکھا تھا میں نے رہ میں اسکے سنگ بالیں کو

ٹک لطف سے ملا کر گو پھر کبھو کبھو ہو
سو تب تلک کہ مجھکو ہجراں سے تیرے خوش ہو

کیا کیا جوان ہمنے دنیا سے جاتے دیکھے
ای عشق بے محابا دنیا ہو اور تو ہو

ایسے کہو گے کچھ تو ہم چپکے ہو رہینگے
ہر بات پر کہاں تک آپس میں گفتگو ہو

کیا ہی جواب ظالم پرسش کے روز کہیو
جو روسیاہ یہہ بھی واں آکے روبرو ہو

پر خوں ہمارے دل سے کتنی ہی تو مشابہ
شاید کلی تجھے بھی اس گل کی آرزو ہو

خط اسکے پشت لب کا ساکت کریگا تجکو
کہیو اگر تفاوت اسمیں بقدر مو ہو

کھولے تھے بال کتنے ہنگام صبح اپنے
آئی ہی ای صبا تو ایسی جو مشکبو ہو

درویشی سے بھی اپنی نکلی ہی میرزائی
نقش حصیر تن پر ایسے ہیں جوں اُتو ہو

مت التیام چاہے پھر دل شکستگاں سے
ممکن نہیں کہ شیشہ ٹوٹا ہوا رفو ہو

کہتے ہو کانپتا ہوں جوں بید عاشقی سے
تم بھی تو میر صاحب کتنے خلاف گو ہو

یوں کب ہوا ہی پیارے پاس اپنے تم بلا لو — دو باتیں گر لکھوں میں دل کو ٹک اک لگا لو
اب جو نصیب میں ہی سو دیکھ لونگا میں بھی — تم دست لطف اپنا سر سے مرے اٹھا لو
جنبش بھی اسکے آگے ہونٹھوں کو ہو تو کہیو — یوں اپنے طور پر تم باتیں بہت بنا لو
دو نعروں ہی میں سب کے ہوگا مکان ہوگا — سن رکھو کان رکھ کر یہہ بات بستی والو
نام خدا ستم میں تم نامور تو ہو ہی — پر ایک دو کو یوں ہی [illegible] ڈالو
زلف اور خال و خط کا سودا نہیں ہی اچھا — یارو بنے تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو
یاران رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہیں — ٹک کر کے تیز گامی اس قافلے کو جا لو
بازاری سارے وے ہی کہتے ہیں راز بیٹھے — جنکو ہمیں کہا ہی تم منہ سے مت نکالو

یوں رفتہ اور بیخود کب تک رہا کرو گے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئیں سنبھالو

اتنا کہا نہ ہمسے تمنے کبھو کہ آؤ — کاہیکو یوں کھڑے ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ
یہہ چاند کے سے ٹکڑے چھپتے نہیں چھپائے — ہر چند اپنے منہہ کو برقع میں تم چھپاؤ
دو چار تیر یارو اسے بھلی ہی دوری — تم کھینچ کھینچ مجکو اس پلے پر نہ لاؤ
ہو شرم آنکھ میں تو بھاری حجاز سے ہی — مت کر کہ شوخ چشمی آشوب سا اٹھاؤ
اب آتے ہو تو آؤ ہر لحظہ جی گھٹے ہی — پھر لطف کیا جو آکر آدھا بھی تم نپاؤ
تھی سحر یا نگہہ تھی ہم آپکو تھے بھولے — اس جادوگر کو یارو پھر بھی تنک دکھاؤ

بارے گئے سو گذرے جی بھر بھر آتے ہیں کیا
آیندہ میر صاحب دل مت کہیں لگاؤ

کیا چہرے خدا نے دئے ان خوش پسروں کو — دنیا تھا تنک رحم بھی بیداد گروں کو

آنکھوں سے ہوئی خانہ خرابی دل ای کاش — کر لیتے تبھی بند ہم ان دونوں دروں کو
پرواز گلستاں کی تو شایستہ نہ نکلی — پروانہ نمط آگ ہم اب دینگے پروں کو
سب طایر قدسی ہیں یہ جو زیر فلک ہیں — موندا ہی کہاں عشق نے ان جانوروں کو
زنہار ترے دل کی توجہ نہو ایدھر — آگے ترے ہم گاڑھ رکھیں گر جگروں کو
پیراہن صد چاک سلاتے ہیں مرا لوگ — تہ سے نہیں مطلق خبر ان بیخبروں کو
جوں اشک جہاں جاتے رہیں گے تو گئے پھر — دیکھا کرو ٹک آن کے ہم دیدہ تروں کو
اس باغ کے ہر گل سے چپک جاتی ہیں آنکھیں — مشکل بنی ہی آن کے صاحب نظروں کو
آداب جنوں چاہئے ہمسے کوئی سیکھے — دیکھا ہی بہت یاروں نے آشفتہ سروں کو

اندیشے کی جاگہ ہی بہت میر جی مرنا
درپیش عجب راہ ہی ہم نو سفروں کو

لایق نہیں تمھیں کہ ہمیں ناسزا کہو — پر ہی یہی ہمارے کئے کی سزا کہو
چپکے رہے بھی چین نہیں تب کہے ہی یوں — لب بستہ بیٹھے رہنے جو ہو مدعا کہو
پیغام بر تو یارو تمھیں میں کروں ولے — کیا جانوں جا کے حق میں مرے اُسّے کیا کہو
اب نیک و بد پہ عشق میں مجھکو نظر نہیں — اسمیں مجھے برا کہو کوئی بھلا کہو
سر خاک آستاں پہ تمھارے رہا مدام — اس پر بھی یا نصیب جو تم بیوفا کہو
برسوں تلک تو گھر میں بلا گالیاں دیاں — اب در پہ سنکے کہنے لگے ہیں دعا کہو
صحبت ہماری اسکی جو ہی گفتنی نہیں — کیا کہئے گر کہے کوئی یہہ ماجرا کہو
یارو خصوصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ — میرا کہو جو حال تو اسے جدا کہو
آشفتہ مو حواس پریشاں خراب حال — دیکھو مجھے تو خبطی دوانا سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر جی
خط تمنے جو لکھا اسے کیا کیا لکھا کہو

رکھیئے گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو
جی میں ہمنے یہہ کیا ہی اب مقرر ہو سو ہو

قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا پیش سحاب
ایک دن تو ٹوٹ پڑا ہی دیدۂ تر ہو سو ہو

بند میں ناز و نعم ہی کے رہے کیا نکرہ فقیر
یہہ فضولی بھی فقیری میں میسر ہو سو ہو

آگے کوچے سے ترے جاتا ہوں کب جوں ابر شب
تیر باراں ہو کے برسے تیغ بکسر ہو سو ہو

صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا
پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو

کب تلک فریاد کرتے یوں پھریں اب قصد ہی
داد لیجے اپنی اس بیداد گر ظالم سے آ کر ہو سو ہو

بال تیرے سر کے آگے توجیوں کے ہیں وبال
سر مذا کر ہم بھی ہوتے ہیں قلندر ہو سو ہو

سختیاں دیکھیں تو ہمسے چند کھنچواتا ہی عشق
دلکو ہمنے بھی کیا ہی ابتو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہیں تجھ سا ہی تیرا اور غیرو نکا بگاڑ
ہیں شریک ای میر ہم بھی تیرے بہتر ہو سو ہو

جون غنچہ میر اتنے نہ بیتابے رہا کرو
گل پھول دیکھنے کو بھی تک اٹھ چلا کرو

جون نی نہ زار نالی سے ہم ایکدم رہیں
تم بند بند کیوں نہ ہمارا جدا کرو

سوتے کے سوتے یونہیں نرا جائیں ہم کبھو
آنکھیں ادھر سے موند نہ اپنی لیا کرو

سودے میں اسکے بک گئے ایسے کئی ہزار
یوسف کا شور دور ہی سے تم سنا کرو

ہوتے ہو بید داغ تو دیکھو ہو تک ادھر
غصے ہی ہم پہ کاشکے اکثر رہا کرو

یہہ اضطراب دیکھ کے اب دشمنوں سے بھی
کہتا ہوں اسکے ملنے کی کچھ تم دعا کرو

دم رکتے ہیں سیاہیٔ مژگاں ہی دیکھ کر
سرمہ لگا کے اور ہمیں مت خفا کرو

پورا کریں ہیں وعدے کو اپنے ہم آج کل
وعدے کئیں وصال کے تم بھی وفا کرو

دشمن ہیں اپنے جی کے تمھارے لیئے ہوئے
تم بھی حقوق دوستی کے کچھ ادا کرو

اپنا چلے تو آپہی ستم سب اٹھائیے
تم کون چاہتا ہی کسو پر جفا کرو

ہر چند سانحہ جان کے ہی عشق میر لیک

اِس درد لا علاج کی کچھ تو دوا کرو

ظالم ہو میری جان پہ نا آشنا نہو — بیرحمی اتنی عیب نہیں بیوفا نہو
کرتی ہی عشق بازی کو بدنامیگی وبال — کہا کہیلے وہ جواجے سے کچھ آسرا نہو
ہجر بتان میں طبع پراگندہ ہی رہے — کافر بھی اپنے یار سے یارب جدا نہو
آزار کھینچنے کے مزے عاشقوں سے پوچھ — کہا جانے وہ کہ جس کا کہیں دل لگا نہو
کھینچا ہی آدمی نے بہت دور آپکو — اِس پردے میں خیال تو کر تک خدا نہو
رک جاتے دم گر آہ نکرتے جہانکے بیچ — اس ننگنائے میں کربن کیا جو ہوا نہو
طرز سخن تو دیکھہ تک اُس بد معاش کی — دل داغ کسطرحسے ہمارا بھلا نہو
شکوہ سیاہ چشمی کا سن ہمسے یہہ کہا — سرمہ نہیں لگانے کا میں تم خفا نہو

جی میں تو ہی کہ دیکھیئے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر میں ہو یا نہو

ملتفت ہوتا نہیں ہی گاہ تو — کس قدر مغرور ہی اللہ تو
مجھسے کتنے جان سے جاتے رہے — کسکی میت کے گیا ہمراہ تو
بیخودی رہتی ہی اب اکثر مجھے — حال سے میرے نہیں آگاہ تو
اُسکے دل میں کام کرنا کام ہی — یوں فلک پر کیون نجا ای آہ تو
فرش ہیں آنکھیں ہی تیری راہ میں — آہ تک تو دیکھہ کر چل راہ تو
جی تلک تو منہہ نہ موڑیں تجھسے ہم — کر جفا و جور خاطر خواہ تو
کاہش دل بھی دوچنداں کیون نہو — آنکھہ میں آوے نہ دو دو ماہ تو
دل وہی کیا کی ہی یہیں ہی چاہئے — ای زہے تو آفرین و واہ تو

میر تو تو عاشقی میں کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجھکو محال شکر ہی آتا نہیں گلا مجھکو

ننگ شراب ضعیف الدماغ ہو ساقی دم سحر ہی پر زور مت پلا مجھکو

پکارے کوئی مرد اسا کہ ننگ خاموشی ہلا کہیں اب جان جنس کو جلا مجھکو

جنوں میں سخت ہی اس زلف سے علاقۂ دل خوش آگیا ہی نہایت یہہ سلسلا مجھکو

فلک کی چرخ زنی برسوں ہو تو مجھسا ہو سمجھ سمجھ کے ننگ خاک میں ملا مجھکو

رہا تھا خون تمنا میں مرہ سو آپھی خون ہی حیف رفیق مجھسا ملے گا کہاں دلا مجھکو

درستی جیب کی اتنی نہیں ہی ای ناصح بنے تو سینۂ صد چاک دے سلا مجھکو

ہوا ہوں خاک پہ دلکی وہی ہی نا صافی ابھی اس آئینے کی کرنی ہی جلا مجھکو

مگر کہ مردن دشوار میر سہل ہی شوخ
ہلاک کرتا ہی تیرا سا ہلا مجھکو

سب سرگذشت سن چکے اب چپکے ہو رہو آخر ہوئی کہانی مری تم بھی سو رہو

جوش محیط عشق میں کہا جی سے گفتگو اس گوہر گرامی سے اب ہاتھ دھو رہو

فندق تو ہی پہ یہہ بھی تماشے کا رنگ ہی ٹک انگاہیوں کو خون میں میرے ڈبو رہو

اتنا سیاہ خانۂ عاشق سے ننگ کیا کتنے دنوں میں آئے ہو یاں رات تو رہو

ٹھہرا تو تمکو شوخی سے جوں برق ٹک نہیں ٹھہرے تو ٹھہرے دل بھی مرا نچلا جو رہو

ہم خواب سمجھ سے ہو کے رہا جاوے کسطرح ملتے ہوئے سمجھ کے کہا کر رہو رہو

خطرہ بہت ہی میر رہ صعب عشق میں
ایسا نہو کہیں کہ دل و دیں کو کھو رہو

خدا کرے کہ بتوں سے نہ آشنائی ہو کہ پھر موئے ہی بنے ہی اگر جدائی ہو

بدن نما ہی ہر آئینہ لوح تربت کا نظر جسے ہو اسے خاک خود نمائی ہو

بدی نوشتے کی تحریر کیا کروں اپنے کہ نامہ پہنچے تو پھر کاغذ ہوائی ہو

فرو نہ آوے سر اُسکا طواف کعبے سے
نصیب جسکے ترے در کی جبہہ سائی ہو

ہماری چاہ نہ یوسف ہی پر ہی کچھ موقوف
نہیں ہی وہ تو کوئی اور اُسکا بھائی ہو

گلی میں اُسکی رہا جاکے جو کوئی سو رہا
وہیں تو جاوے ہی وہاں جس کسو کی آئی ہو

لب سوال نہ اک بوسے کے لئے کھولوں
ہزار مہر و محبت میں بیوائی ہو

زمانہ یاد نہیں اپنے بخت سے اتنا
کہ مدعی سے اُسے ایکدن لڑائی ہو

جفا و جور و ستم اُسکے آپ ہی سہئے
جو اپنے حوصلے میں کچھ بھی اب سمائی ہو

ہزار موسم گل تو گئے اسیری میں
دکھائی دے ہی موئے ہی پر اب رہائی ہو

چمکتے دانتوں سے اُسکے ہوئی ہی روکش میر
عجب نہیں ہی کہ بجلی کی جگ ہنسائی ہو

ہوتی کچھ عشق کی غیرت بھی اگر بابلیاں کو
صبح کی باؤ سے لگ لگنے نہ دیتی گل کو

بیش نے سر پہ نہ رکھا تھا کبھی اس شوخ نے جب
پگڑی کے پیچ سے باندھا تھا اٹھا کاکل کو

مستی اُن آنکھوں سے نکلے ہی اگر دیکھو خوب
خلق بدنام عبث کرتی ہی جام مل کو

جیسی ہوتی ہی کتاب ایک ورق بن ناقص
نسبت تام اِسی طور رہی جز سے کل کو

ایک لحظے ہی میں بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اُس زلف کے دیتے تھے دکھا سنبل کو

اب اسیری سے بچیں تو دیکھینگے گلشن کبھو
تھا ہمارا بھی چمن میں اے صبا مسکن کبھو

ہم بھی اک اُمید پر اس صید گہہ میں ہیں پڑے
کہتے ہیں آتا ہی اید ھر وہ شکار افگن کبھو

بند پا یا جیب میں یا سر سے مارا تنگ ہو
دست کوتہ میں نہ آیا اپنے وہ دامن کبھو

یار کی برگشتہ مژگاں سے نہ دلکو جمع رکھہ
بد بلا ہی پھرکھڑی ہووے جو یہہ پاتس کبھو

جان کوئی کیوں نہ دو اُس بیمروت کے لئے
آشنا ہوتا نہیں وہ دوستی دشمن کبھو

ہوں تو نالاں زیر دیوار چمن پر ضعف سے
گوش زد گل کے نہیں ہوتا مرا شیون کبھو

دل مگر ان جامہ زیبوں کو دیا ہی میر نے
اضطراح پھرتے تھے وے چاک پیراہن کبھو

تا چند انتظار قیامت شتاب ہو
وہ چاند سا جو نکلے تو رفع حجاب ہو

احوال کی خرابی مری پہنچی اس سرے
اس پر بھی وہ کہے ہی ابھی تک خراب ہو

یاں آنکھیں موندتے دیر نہیں لگتی میری جاں
میں کان کو لیے رکھتا ہوں تیرے شتاب ہو

پھولوں کے عکس سے نہیں جوئے چمن میں رنگ
گل یہہ چلے ہیں شرم سے اس منہ کی آب ہو

یاں جرم گنتے اگلوں کے خط بھی مٹ گئے
واں کسطرح سے دیکھیں ہمارا حساب ہو

غفلت ہی اپنی عمر سے تمکو ہزار حیف
یہہ کار وان ہی جانے پہ تم مست خواب ہو

شان تغافل اسکی لکھی ہمسے کب گئی
جب نامہ بر ہلاک ہو تب کچھ جواب ہو

لطف شراب اسی سے ہی سو نصیب دیکھہ
جب لیویں جام ہاتھہ میں تب آفتاب ہو

ہستی پر ایکدم کی تمھیں جوش اسقدر
اس بحر موج خیز میں تم تو حباب ہو

جی چاہتا ہی عیش کریں ایک رات ہم
تو ہو وے چاندنی ہو گلابی شراب ہو

پر پیچ و تاب دو دو دل اپنا ہی جیسے زلف
جب اسطرح سے جاں کے درونہ کباب ہو

آگے زبان یار کے خط کھینچے سب نے میر
پہلے جو بات اسکی کہیں تو کتاب ہو

یاد جب آتی ہی وہ زلف سیاہ
سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتا ہی آہ

کھل گیا منہہ اب تو اس محجوب کا
کچھہ سخن کی بھی نکل آوے گی راہ

شرم کرتے تھے مرا سر کاٹ کر
سو تو انے اور تیری کی کلاہ

یار کا وہ ناز اپنا یہہ نیاز
دیکھیے ہوتا ہی کیوں کر یوں نباہ

دیں میں اس کافر بیرحم کے
اجرا کرتا ہی خون بے گناہ

پتھروں سے سینہ کوبی میں نے کی
دل کے ماتم میں مری چھاتی سراہ

یا

مول لے چک مجکو آنکھیں موند کر — دیکھہ تو قیمت ہی میری یک نگاہ
لذت دنیا سے کیا بہرہ ہمیں — پاس ہی رنڈی ولے ہی ضعف باہ
روٹھہ کر کیا آپ سے ملنے میں لطف — ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ
ضبط بہتیرا ہی کرتے ہیں ولے — آہ اک منہہ سے نکل جاتی ہی گاہ
اُسکے روکے رفتہ ہی آئے ہیں یاں — آج سے تو کچھہ نہیں یہہ جی کی چاہ
دیکھہ رہتے دھوکے اُس رخسار کے — دایہ منہہ دھوتے جو کہتی ماہ ماہ

شیخ تو نے خوب سمجھا میر کو
واہ وا ای بے حقیقت واہ واہ

ہمسے کیوں اُلجھا کرے ہی آ سمجھہ ای نا سمجھہ — کج طبیعت جو مخالف ہیں انھو نسے جا سمجھہ
یار کی ان بھولی باتوں پر نجا ای ہمنشیں — ایک فتنہ ہی وہ اسکو آہ مت لڑکا سمجھہ
خوبرو عشاق سے بد پیش آتے ہی سے — گرچہ خوش ظاہر ہیں یہ پر انکو مت اچھا سمجھہ
باغباں بیرحم گل لے دید موسم بیوفا — آشیاں اس باغمیں بلبل نے باندھا کیا سمجھہ
میں جو نرمی کی تو دو ناسر چڑھا وہ بد معاش — کھانے ہی کو دوڑتا ہی اب مجھے حلوا سمجھہ
دور سے دیکھی جو بد حالی وہیں سے ٹل گیا — دو قدم آگے نہ آیا مجکو وہ مرتا سمجھہ

میر کی عیاریاں معلوم لڑکوں کو نہیں
کرتے ہیں کیا کیا ادائیں اُسکو سادا سا سمجھہ

ظالم یہہ کیا نکالی رفتار رفتہ رفتہ — اِس چال پر چلے گی تلوار رفتہ رفتہ
ہر آن ہمکو تجھہ بن اک اک برس ہوئی ہی — کیا آگیا زمانا ای یار رفتہ رفتہ
کیا کہئے کیونکے جانیں بے پردہ جاتیاں ہیں — اس معنی کا بھی ہوگا اظہار رفتہ رفتہ
یہ بھی سلوک اسکے اکثر چلے گئے تو — بیٹھینگے اپنے گھر ہم ناچار رفتہ رفتہ
پامال ہوں کہ اس میں ہوں خاک سے برابر — اب ہو گیا ہی سب کچھہ ہموار رفتہ رفتہ

چاہت میں دخل مت دے زنہار آرزو کو — کردے ہی دلکی خواہش بیمار رفتہ رفتہ
خاطر نہ جمع رکھو ان پلکوں کی خلش سے — سر دل سے کاڑھتے ہیں یہاں خار رفتہ رفتہ
تھے ایک ہم وے دونوں سو اتحاد کیا — ہر بات پر اب آئی تکرار رفتہ رفتہ

گر بتکدے میں جانا ایسا ہی میر جی کا
تو تار سبحہ ہوگا زنار رفتہ رفتہ

تک پاس آکے کیجے صرفے سے ہیں کشیدہ — گویا کہ ہیں یہ لڑکے پیر زمانہ دیدہ
اب خاک تو ہماری سب سبز ہو چلی ہے — کب منہ ادھر کرے گا وہ آہوئے رمیدہ
یوسف سے کوئی کیونکر اس ماہ کو ملاوے — ہے فرق رات دن کا از دیدہ تا شنیدہ
بندے کے درد دل کو کوئی نہیں پہنچتا — ہر ایک لے حقیقت یاں ہی خدا رسیدہ
کیا وسوسہ ہی مجھکو عزت سے جینے کا یاں — نکلا نہ میرے دل سے یہہ خار نا خلیدہ
ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمہارے رکھا — پھر یا نصیب اس پر تم جو ہوئے کبیدہ
سائے سے اپنی وحشت ہمکو رہی ہمیشہ — جوں آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ
منصور کی نظر تھی جو دار کی طرف سو — پھل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا ہی اب تو بہت ہمیں بھی
لکھہ لیجئے میر جی کے کچھہ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھہ — چاہ وہ ہی جو ہو نباہ کے ساتھہ
وقت کڑھنے کے ہاتھہ دل پر رکھہ — جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھہ
عشق میں ترک سر کئے ہی بنے — مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھہ
ہو اگر چند آسماں پہ ولے — نسبت اس مہ کو کیا ہی ماہ کے ساتھہ
سفری وہ جو مہ ہوا تا دیر — چشم اپنی تھی گرد راہ کے ساتھہ
جاذبہ تو ان آنکھوں کا دیکھا — جی کھنچے جاتے ہیں نگاہ کے ساتھہ

میر سے تم برے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہی خیر خواہ کے ساتھ

کھینچتا ہی دلوں کو صحرا کچھ — ہی مزاجوں میں اپنے سودا کچھ
دل نہیں جمع چشم تر سے اب — پھیلتا سا چلا یہہ دریا کچھ
شہر میں حشر کیوں نہ برپا ہو — شور ہی میرے سر میں کیسا کچھ
ویسے ظاہر کا لطف ہی چھپنا — کم تماشا نہیں یہہ پردا کچھ
خلق کی کیا سمجھ میں وہ آیا — آپ سے تو گیا نہ سمجھا کچھ
یاس سے مجھکو بھی ہو استغنا — گو نہو اُسکو میری پروا کچھ
کچھ نہ دیکھا تھا ہمنے پر تو بھی — آنکھ میں آئی ہی نہ دنیا کچھ
ابتو بگڑے ہی جاتے ہیں خوباں — رنگ صحبت نہیں ہی اچھا کچھ
کچھ کہو دور ہی بہت وہ شوخ — اپنے نزدیک تو نہ ٹھہرا کچھ

وصل اُسکا خدا نصیب کرے
میر دل چاہتا ہی کیا کیا کچھ

بود نقش و نگار سا ہی کچھ — صورت اک اعتبار سا ہی کچھ
یہہ جو مہلت جسے کہیں ہیں عمر — دیکھو تو انتظار سا ہی کچھ
منہہ نہ ہم جبریوں کا کھلواؤ — کہنے کو اختیار سا ہی کچھ
منتظر اُسکی گرد راہ کے تھے — آنکھوں میں سو غبار سا ہی کچھ
ضعف پیری میں زندگانی بھی — دوش پر اپنے بار سا ہی کچھ
کیا ہی دیکھو ہو جو اِدھر ہر دم — اور چتوں میں پیار سا ہی کچھ
اُسکی برہمزنی مژگاں سے — دل میں اب خار خار سا ہی کچھ

جیسے عنقا کہاں ہیں ہم ای میر .

شہرونمیں اشتہار سا ہی کچھ

پھرتے ہیں اُسکی آنکھیں آنکھوں تلے ہمیشہ
رہتا ہی آب دیدہ یاں تا گلے ہمیشہ

تصدیع ایک دو دن ہووے تو کوئی کھینچے
تڑپھے جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ

اک اُس مغل بچے کو وعدہ وفا نکرنا
کچھ جا کہیں تو کرنا آرے بلے ہمیشہ

کب تک وفا کریگا یوں حوصلہ ہمارا
دل پیسے درد اکثر غم جی ملے ہمیشہ

اِس جسم خاکی سے ہم مٹی میں اٹ رہے ہیں
یوں خاک میں کہاں تک کوئی رلے ہمیشہ

آیندہ و روندہ باد سحر کبوتر
قاصد نیا اُدھر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد میں چل کے مائے جمعے کے دن بنے تو
ہوتے ہیں میر صاحب واں دن ڈھلے ہمیشہ

آوے کہنے میں رہا ہو غم سے گر احوال کچھ
جاں بلب رہتے ہیں پر کہتے نہیں ہیں حال کچھ

بے زری سے داغ ہیں لیکن لبوں پر مہر ہی
کہئے حاجت اپنی لوگوں سے جو وے ہوں مال کچھ

کام کو مشکل دل پر آرزو نے کر دیا
یاس کلی ہو چکے تو پھر نہیں اشکال کچھ

دل ترا آیا کسو کے پیچ میں جو سدھ گئی
متصل بکھرے رہا کرتے ہیں منہہ پر بال کچھ

ماہ سے ماہی تلک اس داغ میں ہیں مبتلا
کیا بلائے جان ہی میرا تمھارا حال کچھ

ایکدن کنج قفس میں ہم کہیں رہ جائینگے
بیکلی گل بن بہت رہتی ہی ایکے سال کچھ

کیا اُس آتشباز کے لونڈے کا اتنا شوق میر
یہہ چلی ہی دیکھکر اسکو تمھاری رال کچھ

ابتو صبا چمن سے آتی نہیں ادھر کچھ
ہم تک نہیں پہنچتی گل کی خبر عطر کچھ

ذوق خبر میں ہم تو بیہوش ہو گئے تھے
کیا جانیں کب وہ آیا ہمکو نہیں خبر کچھ

یہہ طشت و تیغ ہی اب یہہ میں ہوں اور یہہ تو
ہی ساتھ میرے ظالم دعوی تجھے اگر کچھ

وے دن گئے کہ بیغم کوئی گھڑی کٹے تھی
تھمتے نہیں ہیں آنسو ابتو پہر پہر کچھ

ان اُجڑی بستیوں میں دیوانے دو رہیں کہا کہا
آثار جنکے ہیں یہ اُن کا نہیں اثر کچھ

واعظ نہو معارض نیک و بد جہان سے
جو ہو سکے تو غافل اپنا ہی فکر کر کچھ

آنکھوں میں میری عالم سارا سیاہ ہی اب
مجھکو سمجھ نہ غیر اُسکے آتا نہیں نظر کچھ

ہمنے تو ناخنوں سے منہہ سارا نوچ ڈالا
اب کو ہکن کو کھاوے دیکھا ہی گر ہنر کچھ

تلوار کے تلے ہی کاٹی ہی عمر ساری
ابروے خم سے اسکے ہمکو نہیں ہی ڈر کچھ

لہو شیفتہ ہیں موکے گہہ باولے ہیں روکے
احوال میر جی کا ہی شام کچھ سحر کچھ

پیدا نہیں جہاں میں قید جہاں سے رستہ
مانند برق ہیں یاں وے لوگ جستہ جستہ

ظالم بھلی نہیں ہی برہم زنی مژگاں
مر جائیگا کوئی دن یوں کوئی سینہ خستہ

پائے جنائی اُسکے ہاتھوں ہی پر رکھے ہیں
پر اُسکو خوش نہ آیا یہہ کار و ست بستہ

شہر چمن سے کچھ کم دشت جنوں نہیں ہی
یاں گل ہیں رستہ رستہ واں داغ دستہ دستہ

معمار کاوہ دلکا پتھر ہی اُسکی خاطر
کیوں خاک میں ملا تو ای میر دل شکستہ

بہار آئی ہی غنچے گل کے نکلے ہیں گلابی سے
نہال سبز جھومے ہیں گلستاں میں شرابی سے

گروں ہوں ہر قدم پر میں دہا جاتا ہی جی ہر دم
پہنچتا ہوں کبھو در پر ترے سو اِس خرابی سے

نہ ٹھہری ایک چشمک بھی یہاں برق آنکھوں میں
کلیجا جل گیا ای عمر تیری تو شتابی سے

نکل آتے ہو گھر سے چاند سی یہہ کیا طرح پکڑے
قیامت ہو رہیگی ایکدن اِس بے حجابی سے

یہہ جگر اتنا آکر میں رکھا روزشمار اوپر
کروں کیا تم تو لرنے لگتے ہو حرف حسابی سے

بہت رویا نوشتے پر میں اپنے دیکھہ قاصد کو
کہ سرد آلے غریب آتا تھا خط کی بیجوابی سے

مباد اکاروان جاتا رہے تو صبح سوتا ہو
بہت ڈرتا ہوں میں ای میر تیری دیر خوابی سے

آنکھیں نہیں یاں کھلتی ایدھر کو نظر بھی ہی
سدھ اپنی نہیں ہمکو کچھ تمکو خبر بھی ہی

گو شکل بھوائی کی سر چرخ تئیں کھینچا
ای آہ شرر افشاں کچھ تجھ میں اثر بھی ہی

اس منزل دلکش کو منزل نہ سمجھئے گا
خاطر میں رہے یاں سے در پیش سفر بھی ہی

مجھ حال شکستہ کی تا چند یہہ بیوقری
کچھ کسر میں اب میری ای شوخ کسر بھی ہی

یہہ کیا کہ نہ منہہ نوچے نے چاک کرے سینہ
کر عرض جو کچھ تجھ میں ای میر ہنر بھی ہی

دوری میں اُسکی گور کنارے ہم آرہے
جی رات دن جنھوں کے کہیں اُنمیں کیا رہے

اُس آفتاب حسن کے ہم داغ شرم ہیں
ایسے ظہور پر بھی وہ منہہ کو چھپا رہے

اب جسکے حسن خلق پہ بھولے پھرے ہیں لوگ
اُس بیوفا سے ہم بھی بہت آشنا رہے

مجروح ہم ہوئے تو نمک پاشیاں رہیں
ایسی معاش ہووے جہاں کیا مزا رہے

مرغان باغ سے نہوئی میری دم کشی
نالے کو سنکے وقت سحر دم ہی کھا رہے

چھاتی رکی رہے ہی جو کرتے نہیں ہیں آہ
یاں لطف تب تلک ہی ہی جبتک ہوا رہے

کشتے ہیں ہم تو ذوق شہیدان عشق کے
تیغ ستم کو دیر گلے سے لگا رہے

گاہے کراہتا ہی گہے چپ ہی گاہ مست
ممکن نہیں مریض محبت بھلا رہے

آتے کبھو جو وا ایسے تو یاں رہتے تھے اُداس
آخر کو میر اُسکی گلی ہی میں جا رہے

ہم مست بھی ہو دیکھا آخر مزا نہیں ہی
ہشیاری کے برابر کوئی نشا نہیں ہی

شوق وصال ہی میں جی کھپ گیا ہمارا
با آنکہ ایک دم وہ ہمسے جدا نہیں ہی

ہر صبح اُٹھ کے تجھسے مانگوں ہوں میں تجھی کو
تیرے سواے میرا کچھ مدعا نہیں ہی

زیر فلک رکا ہی اب جی بہت ہمارا
اس بے فضا قفس میں مطلق ہوا نہیں ہی

آنکھیں ہماری دیکھیں لوگوں نے اشک افشاں
اب چاہ کا کسو کی پروا رہا نہیں ہی

منہہ جسے میرا دیکھا ایک آہ دلسے کھینچی ۔ اس درد عاشقی کی آیا دوا نہیں ہی
تھیں پیش از آشنائی کیا آشنا نگاہیں ۔ اب آشنا ہوئے پر آنکھہ آشنا نہیں ہی
کہئے جو ابتدا تو تا حشر حال کہئے ۔ عاشق کی گفتگو کو کچھہ انتہا نہیں ہی
پردا ہی ہمنے دیکھا چہرے پہ گاہ و بیگاہہ ۔ اتنا بھی منہہ چھپانا کچھہ خوشنما نہیں ہی

میں روؤں تم ہنسو ہو کیا جانو میر صاحب
دل آپ کا کسو سے شاید لگا نہیں ہی

ہمسے دیکھا کہ محبت نے ادا کیا کیا کی ۔ ایک دل قطرۂ خوں تس پہ جفا کیا کیا کی
کسکو لاگی کہ نہ لوہو میں ڈبایا اُسکو ۔ اُسکی شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کیا کی
جان کے ساتھہ ہی آخر مرض عشق گیا ۔ جی بھلا تک نہوا ہمنے دوا کیا کیا کی
اُنے چھوڑی نہ طرف جور و جفا کی ہرگز ۔ ہمنے یوں اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی
سجدہ اک صبح ترے در کا کروں اس خاطر ۔ میں نے محراب میں راتوں کو دعا کیا کیا کی
آگ سی پھکتی ہی دن رات رہا کی تن میں ۔ جان غمناک ترے غم میں جلا کیا کیا کی

میر نے ہونٹھوں سے اُسکے نہ اُٹھایا جی کو
خلق اُنکے تئیں یہہ سنکے کہا کیا کیا کی

کبتلک احوال یہہ جب کوئی تیرا نام لے ۔ عاشق بیحال دونوں ہاتھہ سے دل تھام لے
ناتوانی سے اگر مجھہ میں نہیں ہی جی تو کیا ۔ عشق جو چاہے تو مردے سے بھی اپنا کام لے
پہلوئے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہی بجا ۔ دلسی آفت ہو بغل میں جسکے کیا آرام لے
اب دل نالاں پھر اُس زلف سیہ میں جا چکا ۔ آج یہہ بیمار دیکھیں کسطرح سے شام لے
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہی ای مست ناز ۔ چاہتی ہی تو بھی میرے ہاتھہ سے اک جام لے
دل کی آسایش نہیں امکان زلف یار میں ۔ یہہ شکار مضطرب ہی دم نہ زیر دام لے
عزت ای پیر مغان کچھہ حاجیونکی ہی ضرور ۔ آئے ہیں تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے

کیا بلا مفتی کا لونڈا اسپر چڑھا ہی ان دنوں . آوے ہی گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

ہمنشیں کہہ مت بتوں کی میر کو تسبیح ہی
کام کیا اس ذکر سے ان کو خدا کا نام لے

کئی ہر سو ن جگر کا ہی لہو اپنا پیا ہی تب دل کنئیں خوگر اندوہ کیا ہی
در کیوں نہ محلے میں رہے رونے سے میرے سیلاب نے اس کوچے میں گھر مول لیا ہی
افسوس ہی نشمردہ قدم تم جو رکھو یاں اس راہ میں سر یاروں نے ہر گام دیا ہی
کاہش ہی عبث تم کو مرے جینے کی خاطر بیمار بھلا ایسا کوئی آگے جیا ہی

پلکوں سے رفو انے کیا چاک دل میر
کس زخم کو کس نازکی کے ساتھ سیا ہی

کیا کہئے کلی سادہ دہن ہی اس میں بھی جو سوچئے سخن ہی
اس گل کو لگے ہی شاخ گل کب یہہ شاخچہ بندئی چمن ہی
وابستگی مجھ سے شیشہ جانکی اس سنگ سے ہی کہ دل شکن ہی
کیا سہل گذرتی ہی جنوں سے تحفہ ہم لوگوں کا چلن ہی
لطف اسکے بدن کا کچھ نہ پوچھو کیا جائے جان ہی کہ تن ہی
وے بند قبا کھلے تھے شاید صد چاک گلوں کا پیرہن ہی
گہہ دیر میں ہیں گہے حرم میں اپنا تو یہی دوانہ پن ہی
ہم کشتۂ عشق ہیں ہمارا میدان کی خاک ہی کفن ہی

کر میر کے حال پر ترحم
وہ شہر غریب و بیوطن ہی

اک شور ہو رہا ہی خونریز یہاں ہمارے حیرت سے ہم تو چپ ہیں کچھ تم بھی بولو پیارے
زخم اسکے ہاتھ کے جو سینے پہ ہیں نمایاں چھاتی لگے رہینگے زیر زمیں بھی سارے

ہیں بد مزاج خوباں پر کسقدر ہیں دلکش
پائے کہاں گلوں نے یے مکھڑے پیارے پیارے

بیٹھیں ہیں رونے کو تو دریا ہی رواٹھیں ہیں
جوش و خروش یہہ تھے تب ہم لگے کنارے

لاتے نہیں ہو مطلق سر تم فرو خدا سے
یہہ ناز خوبرویاں بندے ہیں ہم تمھارے

کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہی
چشمک زنی میں شب کو یوں ہی نہیں ہیں تارے

لگ کر گلے نہ سوتے اس منہہ پہ منہہ نرکھا
جی سے گئے ہم آخر ان حسرتوں کے مارے

بیتابی ہی دنوں کو بیخوابی ہی شبوں کو
آرام و صبر دونوں مدت ہوئی سدھارے

آفاق میں جو ہوتے اہل کرم تو سنتے
ہم برسوں رعد آسا بیتاب ہو پکارے

جل بجھئے اب تو بہتر مانند برق خاطف
جوں ابر کسکے آگے دامن کوئی پسارے

ہمنے تو عاشقی میں کھویا ہی جان کو بھی
صدقے ہیں میر جی کے وے ڈھونڈھتے ہیں وارے

اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے
کیا کیا نہال دیکھتے یاں پاؤں آ لگے

حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہی
ہی قہر اس گلی کتیں گر ہوا لگے

تلخ ابتو اپنے جی کو بھی لگتی ہی اس نمط
جیسے کسو کے زخم پہ تیر اک دوا لگے

کسکو خبر ہی کشتی تباہوں کے حال کی
تختہ مگر کنارے کوئی بہکے جا لگے

ایسے لگے پھرے ہیں بہت سائے کی روش
جانے وے ایسے حور پری سے بلا لگے

وہ بھی چمن فروز تو بلبل ہی سامھنے
گل ایسے منہہ کے آگے بھلا کیا بھلا بھگے

پس جائیں یار آنکھ تری سرمہ گیں پڑے
دل خوں ہو تیرے پاؤں میں بھر کر حنا لگے

بن ہڈیوں ہماری ہما کچھ نکھاے گا
ٹک چاشنی عشق کا اُسکو مزا لگے

خط مت رکھو کہ اس میں بہت ہیں قباحتیں
رکھئے تمھارے منہہ پہ تو تمکو برا لگے

مقصود کے خیال میں بہتوں نے چھانی خاک
عالم تمام وہم ہی یہاں ہاتھ کیا لگے

سب چاہتے ہیں دیر رہے میر دل زدہ

یا رب کسو تو دوست کی اسکو دعا لگے

جاگتا تھا ہمکو سو بیدار ہوتے رہ گئے کارواں جاتا رہا ہم ہاے سوتے رہ گئے
بوئے گل پیش از سحر گلزار سے رخصت ہوئی ہم ستم کش روبرو اسکے تو سوتے رہ گئے
جی دئے بن وہ در مقصود کب پایا گیا
بیجگر تھے میر صاحب جان کھوتے رہ گئے

اسیر زلف کرے قید ئی کمند کرے پسند اُسکی ہی وہ جسطرح پسند کرے
ہمیشہ چشم ہی نمناک ہاتھہ دل پر ہی خدا کسو کو نہ ہم سا بھی دردمند کرے
بڑوں بڑوں کو جھکاتے ہی سر بنے اُسدم پکڑ کے تیغ وہ اپنی اگر بلند کرے
بیان دلکے بھی جلنے کو کرئے مجلس میں اُچھلنے کودنے کو ترک کر پسند کرے
نہ مجکو راہ سے لیجاے مکر دنیا کا ہزار رنگ یہہ فرتوت گو چھچند کرے
سواے اِسکے بڑی ڈاڑھی میں ہی کیا ای شیخ کہ جو کوئی تجھے دیکھے سو ریشخند کرے
دیکھاوے آنکھہ کبھو زلف کھولے منہہ پہ کبھو کبھو خرام سے رستے کے رستے بند کرے
اگرچہ سادہ ہی لیکن ربودن دل کو ہزار پیچ کرے لاکھہ لاکھہ فند کرے
سخن یہی ہی جو کہتے ہیں شعر میر ہی سحر
زبان خلق کو کس طور کوئی بند کرے

شوق ہمکو کھپائے جاتا ہی جان گو کوئی کھاے جاتا ہی
ہر کوئی اِس مقام میں دس روز اپنی نوبت بجائے جاتا ہی
کھل گئی بات تھی سو اک اک پر تو وہی منہہ چھپائے جاتا ہی
یاں پلیتھین نکل گیا وہاں غیر اپنے ٹکے لگائے جاتا ہی
رو یئے کیا دل و جگر کتئیں جی بھی یاں تو ہاے جاتا ہی
کیا کیا ہی فلک کا میں کہ مجھے خاک ہی میں ملائے جاتا ہی

نہ جنھیں لچھہ ہی انکے تئیں ہر گام ۔ عرق شرم آئے جاتا ہی

قطعہ

جاے غیرت ہی خاکدان جہاں ۔ تو کہاں منہہ اٹھائے جاتا ہی
دیکھہ سیلاب اس بیاباں کا ۔ کیسا سر کو چھپائے جاتا ہی
وہ تو بگڑے ہی میر سے ہر دم
اپنے سے یہہ بنائے جاتا ہی

کعبے میں جاں بلب تھے ہم دور بتاں سے ۔ آئے ہاش پھر کے یارو ایکے خدا کے ہاں سے
تصویر کے سے طایر خاموش رہتے ہیں ہم ۔ جی کچھہ اچٹ گیا ہی اب نالہ و فغاں سے
جب کوندھتی ہی بجلی تب جانب گلستاں ۔ رکھتے تھے چھیر میرے خاشاک آشیاں سے
کیا خوبی اُسکے منہہ کی ای غنچے نقل کریے ۔ تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہی واں سے
آنکھوں ہی میں رہے ہو دلسے نہیں گئے ہو ۔ حیران ہوں یہہ شوخی آئی تمھیں کہاں سے
سبزان باغ سارے دیکھے ہوئے ہیں اپنے ۔ دل چسپ کا ہیکو ہیں اُس بیوفا جواں سے
کی شہرت و شوہدن کی جسدن بہت سی انے ۔ دھوئے تھے ہاتھہ میں نے اس دن ہی اپنی جاں سے
خاموشی ہی میں ہمنے دیکھی ہی مصلحت اب ۔ ہر یک سے حال دلکا مدت کہا زباں سے
اتنی بھی بد مزاجی ہر لحظہ میر تم کو
الجھاؤ ہی زمیں سے جھگڑا ہی آسماں سے

رکھا گنہہ وفا کا تقصیر کیا نکالی ۔ مارا خراب کر کر تقدیر کیا نکالی
رہتی ہی چت چڑھی ہی دن رات تیری صورت ۔ صفحے پہ دل کے میں نے تصویر کیا نکالی
چپ بھی مری جتائی اسے مخالفوں نے ۔ بات اور جب بنائی تقریر کیا نکالی
بس تھی ہمیں تو تیری ابرو کی ایک جنبش ۔ خونریزی کو ہماری شمشیر کیا نکالی
رکھی اس طبیب جاں نے تجویز مرگ عاشق ۔ آزار کے مٹانے یہ تدبیر کیا نکالی

دل بند ہی ہمارا موج ہوائے گل سے ایکے جنون میں ہمنے زنجیر کیا نکالی
نامے پہ لوہو رو رو خط کھینچ ڈالے سارے
یہہ میر بیٹھے بیٹھے تحریر کیا نکالا لی

کس غم میں مجھکو یارب یہہ مبتلا کیا ہی دل ساری رات جیسے کوئی ملا کیا ہی
ان چار دن سے ہوں میں اضطرد کچھ وگرنہ پھوڑا سا دل بغل میں برسوں جلا کیا ہی
اس گل کے اور اپنا تب منہہ کیا ہی میں نے جب آشنا لبوں سے صاں علی کیا ہی
دل داغ کب تدیکھا جی بار کب نپایا کیا کیا نہال خواہش پھولا پھلا کیا ہی
تیر پھا ہی ایسا ایسا جو غش رہا ہی مجھکو دل اک بغل میں جی کا دشمن پلا کیا ہی
کیا خاک میں ہمیں کو انے نیا ملایا تیری ہی چال گردوں اکثر چلا کیا ہی
چلتا نہیں ہی دل پر کچھ اسکے بس وگرنہ عرش آہ عاجزوں سے اکثر ہلا کیا ہی
ہم گو نہوں جہاں میں آخر جہان تو ہوگا تو نے بدی تو کی ہی ظالم بھلا کیا ہی
ہی منہہ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ
یہہ خاک میں ہمیشہ یونہیں رلا کیا ہی

کیا تن نازک ہی جاں کو بھی حسد جس تن پہ ہی کیا بدن کا رنگ ہی تہ جسکے پیراہن پہ ہی
گرد جب اٹھتی ہی اک حسرت سے رہ جاتے ہیں دیکھہ وحشیان دشت کی آنکھہ اس شکار افگن پہ ہی
کثرت پیکاں سے تیرے ہوگئی ہیئت ہی اور اب شرف دلگو ہمارے پارۂ آہن پہ ہی
کون یوں ای ترک رعنا زینت فتراک تھا خون سے گلکاری عجب اک زین کے دامن پہ ہی
سر اٹھانے کی نہیں ہی ہمکو فرصت عشق میں ہر دم اک تیغ جفائے تازہ یاں گردن پہ ہی
نوحہ گر کر مجھکو دکھلایا غم دل نے ندان شین اب موقوف یارونکا مرے شیون پہ ہی
ہو چکا رہنا مرا بستی میں آخر کب تلک نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہی
خرمن گل سے لگے ہیں دوری سے کو تو نکے دہیر لوہو رونے سے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہی

وے پھری پلکیں الٹ دیتے ہیں صف ایک آن میں — اب لڑائی ہند میں سب اس سیہ پلٹن پہ ہی

تو تو کہتا ہی کہ میں نے اس طرف دیکھا نہیں
خون ناحق میر کا یہہ کسکی پھر چتون پہ ہی

کہاں یاد قیس اب جو دنیا کرے ہی — کبھو قدر دان عشق پیدا کرے ہی
یہہ طفلان بازار جی کے ہیں گاہک — وہی جانتا ہی جو سودا کرے ہی
چھپائیں ہوں آنکھیں ہی انے تو کہیئے — وہ ہر بات کا ہمسے پروا کرے ہی
جو رونا ہی راتوں کو اپنا یہی تو — کنارا کوئی دن میں دریا کرے ہی
ٹھسک اسکے چلنے کی دیکھو تو جانو — قیامت ہی ہر گام برپا کرے ہی
مریں شوق پرواز گلشن میں کیوں نہ — اسیروں کی یاں کون پروا کرے ہی
بنی صورتیں کیسی کیسی بگاڑیں — سمجھتے نہیں ہم فلک کیا کرے ہی
خط افشاں کیا خون دل سے تو بولا — بہت اب تو رنگین انشا کرے ہی

ہلاک آپ کو میر مت کر دوانے
کوئی ذی شعور آہ ایسا کرے ہی

گرداب وار یار ترے صدقے جائیے — دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے
سر مار مار بیٹھے تلف ہو جے کب تلک — ٹک اٹھ کے اب نصیبوں کو بھی آزمائیے
سو شکل سے ہم آئے گئے تیری بزم میں — طنزاً کہا نہ تو نے کبھو یوں کہ آئیے
آئے ہیں تنگ جاں سے قید حیات میں — اس بند سے ہمارے تئیں اب چھڑائیے
کہنے لگا کہ ٹیڑھے بہت ہو رہے ہو تم — دو چار سیدھی سیدھی تمھیں بھی سنائیے

قطعہ

ہی عزم جزم ترک تجرد کا گر بنے — کیا اس جہان سفلہ سے دل کو لگائیے
تاثیر ہی دعا کو فقیروں کی میر جی

تک آپ بھی ہمارے لئے ہاتھ اٹھائیے

اب ہم فقیر جی سے دل کو اٹھا کے بیٹھے — اس خصم جان کے در پر تکیہ بنا کے بیٹھے
مرتے ہوئے بھی ہمکو صورت نہ آدکھائی — وقت اخیر اچھا منہہ کو چھپا کے بیٹھے
عزلت نشیں ہوئے جب دل داغ ہو گیا تب — یعنے کہ عاشقی میں ہم گھر جلا کے بیٹھے
جو کفر جانتے نہے عشق بتاں کو وہی — مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے
شور متاع خوبی اس شوخ کا بلا تھا — بازاری سب دکانیں اپنی برہا کے بیٹھے
کیا اپنی اور اسکی اب نقل کیجئے صحبت — مجلس سے اٹھہ گیا وہ تک ہم جو آکے بیٹھے
کیا جانے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق — یوں چاہئے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے

قطعہ

پھولوں کی سیج پر سے جو بیدماغ اٹھے — مسند پہ ناز کی جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اُسے زمیں پر بے برگ و ساز کوئی — خار و خسک ہی کیوں نہ برسوں بچھا کے بیٹھے

وادئ قیس سے پھر آئے نہ میر صاحب
مرشد کے زیر پروے شاید کہ جا کے بیٹھے

جانے میں قتل گہہ سے ترا اختیار ہی — پر جانیں جو گئی ہیں سو رہ پر غبار ہی
ہم آپ سے گئے سو الٰہی کہاں گئے — مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہی
بس وعدۂ وصال سے کم دے مجھے فریب — آگے ہی مجھکو تیرا بہت اعتبار ہی
سرتابی اُسے طایر قدسی نکر سکے — اُس ترک صید بند کا وہ توشکار ہی
مایل نہیں ہی سرو ہی تنہا تری طرف — گل کو بھی تیرے دیکھنے کا خار خار ہی
پیوند ہیں زمیں کا ہوا اس گلی میں لیک — یوں بھی کہا نہ ائے یہہ کسکا مزار ہی
کل شور و ناز باغ میں آیا نظر مجھے — میں نے فریب شوق سے جانا کہ یار ہی
اب دیکھکر قرار کیا گر وصال کا — دلکو بغیر تیرے تنک بھی قرار ہی

مت فکر خانہ سازی میں منعم ہلاک ہو بنیاد زندگانی کی ناپایدار ہی

کب تک ستم کہو تو ولا سا بھی دیجئے
بالفرض میرا ایسا ہی تقصیروار ہی

گل گئے بوٹے گئے گلشن ہوئے برہم گئے کیسے کیسے ہائے اپنے دیکھتے موسم گئے
ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر دیدۂ تر سامنے لے وے لوگ جوں شبنم گئے
گر ہوا اس باغکی ہی یہہ تو ای بلبل نہ پھول کوئی دن کو دیکھیو واں وے گئے یاں ہم گئے
کیا کم اُس خورشید رو کی حسن تجویاروں نے کی لوہو روتے جو شفق پورب گئے پچھم گئے
جی گیا یہاں بیدماغی سے انھوں کی اور واں لے جبیں سے چیں گئی نے ابروؤں سے خم گئے
شاید اب ٹکروں نے دل کے قصد آنکھوں کا کیا کچھ سبب تو ہی جو آنسو آتے آتے تھم گئے
گرچہ ہستی سے عدم تک اک مسافت تھی بعید پر اُٹھے جو ہم یہاں سے واں تلک اک دم گئے
کیا معاش اس غمکدے میں ہمنے دس دن کی بہم اُٹھ کے جسکے ہاں گئے دل کا لئے ماتم گئے
سبزہ و گل خوش نشینی اس چمن کی جنکو تھی سو بھی تو دیکھا گریباں چاک و مژگاں نم گئے
مردم دنیا بھی ہوتے ہیں سمجھ کس مرتبہ آن بیٹھے ناؤں کو تو یاں نگیں سے جم گئے

ربط صاحب خانہ سے مطلق بہم پہنچانہ میر
مدتوں سے ہم حرم میں تھے پہ نامحرم گئے

گر ناز سے وہ سر پر بے تیغ آنہ پہنچے منزل کو عاشق اپنے مقصد کی جانہ پہنچے
جیتے رہینگے کہونکر ہم ای طبیب ناداں بیمار ایسے تپ پر مطلق دوا نہ پہنچے
لایق ترے نہیں ہی خصمی غیر لیکن وہ باز کیوں کے آوے جبتک سزا نہ پہنچے
ہر چند بہر خوباں سر مسجدوں میں مارے پر اُن کے دامنوں تک دست دعا نہ پہنچے
بن آہ دل کا رکنا بیجا نہیں ہمارا کیا حال ہووے اُسکا جسکو ہوا نہ پہنچے
اپنے سخن کی اُسے کسطور راہ نکلے خط اُس طرف بھجاوے قاصد گیا نہ پہنچے

وہ میر شاہ خوبی پھر قدر دور اُسکی
درویش بینوا کی اُس تک صدا نہ پہنچے

لڑنا ہی کب سلوک وہ اہل نیاز سے
گفتار اُسکی کبر سے رفتار ناز سے

یوں کب ہمارے آنسو پچھاں ہیں کوئے شوخ
دیکھا کبھو اِدھر مژۂ نیم باز سے

خاموش رہ سکے نہ تو بہر زہ کبر بھی
سر شمع کاٹتے ہی زبان دراز سے

اب جا کسو درخت کے سائے میں بیٹھئے
اس طور پھر یئے کب تئیں بے برگ و ساز سے

یہہ کہا کہ دشمنوں میں مجھے سانے لگے
کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے

مانند شمع تپکے ہی پرتے ہیں اب تو اشک
کچھ جلتے جلتے ہو گئے ہیں ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے میں میر
کھیلے تھا اپنک منجھ مہر نماز سے

تابوت مرا دیر اُٹھا اُسکی گلی سے
اثبات ہوا جرم محبت کا اسی سے

تم چھیڑتے ہو بزم میں مجھکو تو ہنسی سے
پر مجھ پہ جو ہو جائے ہی پوچھو مرے جی سے

آتش بجگر اُس دریا یاب سے ہیں
دریا بھی نظر آئے اسی خشک لبی سے

گر تھے مرے ملک آگرا نہوں کے تو عجب ہی
پھرتے ہیں پرے دلی کے لونڈے جو پری سے

نکلا جو کوئی واں سے تو پھر مر ہی کے نکلا
اس کوچے سے جاتے ہوئے دیکھا کسے جی سے

ہمسائے مجھے رات کو رویا ہی کرے ہیں
سوتے نہیں بیچارے میری نالہ کشی سے

تمنے تو ادھر دیکھنے کی کھائی ہی سوگند
اب ہم بھی لڑا بیٹھے ہیں آنکھ کسی سے

جاتی کہیں پھٹ جائے کہ تک دل بھی ہوا کھلے
اب دم تو لگے رکنے ہماری خفگی سے

اس شوخ کا تمکین سے آنا ہی قیامت
اکنانے لگے ہمنفساں تم تو ابھی سے

نالاں مجھے دیکھے ہیں بتاں تسپہ ہیں خاموش
فریاد ہی اِس قوم کی فریاد رسی سے

نالو سے زبان رات کو مطلق نہیں لگتی
عالم ہی سیہ خانہ مری نوحہ گری سے

بے رحم وہ تجھہ پاس لگا بیٹھنے جب دیر
ہم میر سے دل اپنہ اٹھائے تبھی سے

میر ایکدم نہ اس بن تو جیا پیارے
کیا کہہ کے تجھہ رو میں یہہ کیا کیا پیارے

زنگین ہم تو تجھکو ایسا نہ جانتے تھے
تو نے تو عاشقوں کا لوہو پیا پیارے

ولکے تو زخم کا کچھہ ہوتا نہیں تدارک
گو چاک سینہ تو نے میرا سیا پیارے

اس دام گاہ میں ہم جوں صید نیم بسمل
تڑپھے بہت پہ تو نے کب دل لیا پیارے

ہو داغ میر تجھہ بن مرہم گیا ولے تو
آیا نہ گور پر تک لیکر دیا پیارے

جی رشک سے گئے جو ادھر کو صبا چلی
کیا کہئے آج صبح عجب کچھہ ہوا چلی

کیا رنگ و بو و باد سحر سب ہیں گرم راہ
کیا ہی جو اس چمن میں ہی ایسی چلا چلی

تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار
مہندی کفک کی آگ دلوں میں لگا چلی

فتنہ ہی اتنے شہر میں برپا ہزار جا
تا وار اسکی چال پہ کیا ایک جا چلی

یہہ جور و جور کش تھے کہاں آگے عشق میں
تجھہ سے جفا و میر سے رسم و فا چلی

آہ رو کوں جانے والے کسطرح گھر کے ترے
کاش دیویں کاش مجھکو بیچ میں در کے ترے

لالہ و گل کیوں نہ پھیلے اپنی آنکھوں میں لگیں
دیکھنے والے ہیں ہم تو رنگ احمر کے ترے

بے پر و بالی سے اپکے گو کہ بلبل تو ہی چپ
یاد ہیں سب کے تئیں وے چہچہے پر کے ترے

آج کا آیا تجھے کیا پاوے ہم حیران ہیں
دیکھنے والے جو ہیں ایشوخ اکثر کے ترے

دیکھہ اسکو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے
وا ے تو گر ہیں یہی اطوار دلبر کے ترے

تازہ تر ہوتے ہیں نو گل سے بھی اے نازک نہال
صبح اٹھتے ہیں بچھے جو پھول بستر کے ترے

مشک عنبر طبلہ طبلہ کیوں نہو کیا کام ہی
ہم دماغ آشفتہ ہیں زلف معنبر کے ترے

جی میں وہ طاقت کہاں جو ہجر میں سنبھلے رہیں۔ اب تو ہر تنکے ہی نہیں ہیں پاؤں تک سرکے ترے
داغ پینسے سے جو ہیں بلبل کے دل پر کسکے ہیں یوں تو ای گل ہیں ہزاروں آشنا زرکے ترے
کوئی آب زندگی پیتا ہی ہوگا زہر اب چھوڑ خضر کو ہنستے ہیں سب مجروح خنجر کے ترے

نوح کا طوفاں ہمارے کب نظر چڑھتا ہی میر
جو سخن ہم دیکھے ہیں کیا دیدۂ تر کے ترے

کار دل اس مختصر سے ہی کاش اک روز مجھکو شام سے ہی
تم نہیں فتنہ ساز سچ صاحب شہر پر شور اس غلام سے ہی
بوسہ دیکر سرک گیا کاں میں کچھ کہو کام اپنے کام سے ہی
کوئی تجھسا بھی کاش تجھکو ملے مدعا مجھکو انتقام سے ہی
کب وہ مغرور ہمسے مل بیٹھا سنگ جسکو ہمارے نام سے ہی
خوش سر انجام دے ہی ہیں جنکو اقتدا اولیں امام سے ہی
شعر میرے ہیں سب خواص پسند پر مجھے گفتگو عوام سے ہی
شیطنت سے نہیں ہی خالی شیخ اُسکی پیدائش احتلام سے ہی
سر جھکاؤں تو اور تیرے ہو کیا تمھیں چڑ مرے سلام سے ہی

سہل ہی میر کا سمجھنا کیا
ہر سخن اُس کا اک مقام سے ہی

درونے کو کوئی آہوں سے یوں کبتک ہوا دیوے مبادا عشق کی گرمی جگر میرا جلا دیوے
کہاں تک یوں پڑے بستر پہ رہیے دور جاناں سے کوئی کاش اس گلی میں ہمکو اک تکیہ بنا دیوے
ہوئے برسوں کہ وہ ظالم رہے ہی مجھ پہ کچھ تیرا کوئی اس تیغ بر کف کو گلے میرے لگا دیوے
وفا کی مژدہ میں ہم پر جفا و جور کیا کہیے کسو سے دل لگے اسکا تو وہ اسکی جزا دیوے
کہیں کچھ تو برا مانو بھلا انصاف تو کیجئے بدی کو بھی نہایت ہی تمھیں نیکی خدا دیوے

صنوبر آدمی ہو تو سراپا بار دل لاوے — کہاں سے کوئی تازہ دل اسے ہر روز لاوے
بہت گمراہ ہی وہ شوخ لگتا ہی کہے کسے — کوئی کیا راہ کی بات اس جفا جو کو بتاوے
جگر مستب جل گیا لیکن زبان ہلتی نہیں اپنی — مبادا اس آتشیں خو کو مخالف کچھ لگاوے

کوئی بھی میر سے دلریش سے یوں دور پھرتا ہی
تنک اس درویش سے مل چل کہ تجھ کو کچھ دعا دیوے

کیا خورہو طرف یار کے رومش گہری سے — مانا ہی حضور اسکے چراغ سحری سے
سبزان چمن ہو وین سبز ابر ترے نکیو نکر — لگتا ہی ترے سائے کو بھی ننگ پری سے
ہشیار کہ ہی راہ محبت کی خطرناک — مارے گئے ہیں لوگ بہت بیخبری سے
اینک آن میں رعنائیاں تیرے تو ہیں سنو ہو — کب عہدہ برآئی ہوئی اس عہدہ گری سے
زنجیر تو پاؤں میں لگی رہنے ہمارے — کیا اور ہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے
جب لب ترے یاد آتے ہیں آنکھوں سے ہماری — تب تکڑے نکلتے ہیں عقیق جگری سے

عشق آنکھوں کے نیچے کئے کیا میر چھپے ہی
پیدا ہی محبت تری مژگان کی تری سے

کچھ فکر و فکر مجھ دوانے کی — دھوم ہی پھر بہار آنے کی
دل کا اس کنج لب سے دے ہیں نشاں — بات لگتی تو ہی ٹھکانے کی
وہ جو پھرتا ہی مجھ سے دور ہی دور — ہی یہہ تقریب جی کے جانے کی
تیز یوں نہیں نہ تھی شب آتش شوق — تھی خبر گرم اسکے آنے کی
خضر اس خط سبز پر تو موا — دھن ہی اب اپنے زہر کھانے کی
دل صد چاک باب زلف ہی ایک — باؤسی بندھ رہی ہی شانے کی

قطعہ

کسو کم ظرف نے لگائی آہ — تجھ سے میخانے کے جلانے کی

ورنہ ای شیخ شہر واجب تھی جامداری شراب خانے کی
جو ہی سو پایمال غم ہی میر
چال بیڈول ہی زمانے کی

ایک سمیں تم ہم فقرا سے اکثر صحبت رکھتے تھے
اور نہ تھی توفیق تمھیں تو بوسے کی ہمت رکھتے تھے

آلے خط سے دماغ تمھارا عرش پہ تھا ہووے ہی تم
پاؤں زمیں پر رکھتے تھے تو خدا پر منت رکھتے تھے

ابتو ہم ہو چکتے ہیں تک تیرے ابرو خم ہوتے
کیا کیا رنج اٹھاتے تھے جب جی میں طاقت رکھتے تھے

چاہ کے سارے دیوانے پر آپ سے اکثر بیگانے
عاشق اسکے سیر کئے ہم سب سے جدی مت رکھتے تھے

ہم تو سزائے تیغ ہی تھے پر ظلم بیحد کیا معنی
اور بھی تجھ سے آگے ظالم اچھی صورت رکھتے تھے

آج غزال اک رہبر ہو کر لایا تربت مجنوں پر
قصد زیارت رکھتے تھے ہم جب سے وحشت رکھتے تھے

کسدن ہمنے سر نہ چڑھا کر ساغر می کو نوش کیا
دور میں اپنے دختر رز کی ہم اک حرمت رکھتے تھے

کوہکن و مجنوں و وامق کس کس کے لیں نام غرض
جی ہی سے جاتے آگے سنے وے لوگ جو الفت رکھتے تھے

چشم جہاں تک جاتی تھی گل دیکھتے تھے ہم سرخ و زرد
پھول چمن کے کسکے منہہ سے ایسی خجلت رکھتے تھے

کام کرے کیا سعی و کوشش مطلب یاں ناپیدا تھا
دست و پا بہتیرے مارے جبتک قدرت رکھتے تھے

چتونکے کب ڈھب تھے ایسے چشمک کے تھے کب سے ڈول
ہایرے ویدن جن روزوں تم کچھ بھی مروت رکھتے تھے

لعل سے جب دل تھے ہمارے مرجانسے تھے اشک چشم
کیا کیا کچھ پاس اپنے ہم بھی عشق کی دولت رکھتے تھے

کل کہتے ہیں اس بستی میں میر جی مشتاقانہ موے
تجھ سے کیا ہی جان کے دشمن وے بھی محبت رکھتے تھے

باریک وہ کمر ہی ایسی کہ بال کیا ہی
دل ہاتھ جو نہ آوے اسکا خیال کیا ہی

جو بیکلی ہی ایسی چاہت گلونکی اتنی
کیا جانے ہم صفیرو تو اب کے سال کیا ہی

پہنچا بہم علاقہ ای عزلتی کسو سے
کرنا معاش اکیلے اتنا کمال کیا ہی

آغاز تو یہہ ہی کچھ روتے ہیں خون ہر دم
کیا جانے عاشقی کا یارو مآل کیا ہی

پامال راہ اسکی کیا کیا عزیز دیکھے ۔ آئی نہ جب سمجھ میں گردوں کی چال کیا ہی
وہ سیم تن ہو ننگا تو لطف تن پر اُسکے ۔ سو جی گئے تھے صدقے اک جان مال کیا ہی
سرگرم جلوہ اُسکو دیکھے کوئی سو جانے ۔ طرز خرام کیا ہی حسن و جمال کیا ہی

قطعہ

میں بینوا آرا تھا بوسے کو اُن لبوں کے ۔ ہر دم صدا یہی تھی دے گذر و تال کیا ہی
پر چپ ہی لگ گئی جب انے کہا کہ کوئی ۔ پوچھو تو شاہ جی سے انکا سوال کیا ہی

گہہ آپ میں نہیں ہو گہہ منتظر کہیں ہو
کچھ میر جی تمہارا ان روزوں حال کیا ہی

جیسے اندوہ محرم عشق کب تک دل کے ۔ عید سی ہو جاے اپنے ہاں لگے جو تو گلے
دین و مذہب عاشقوں کا قابل پرسش نہیں ۔ یے اُدھر سجدہ کریں ابرو جدھر اُسکی ہلے
یہہ نہیں میں جانتا نسبت ہی کیا آپس میں لیک ۔ آنکھیں ہو جاتی ہیں ٹھنڈی اُسکے تلوؤں سے ملے
ہاے کس حسرت سے شبنم نے سحر رو کر کہا ۔ خوش رہو ای ساکنان باغ اب تو ہم چلے
مردمان شہر خوبی پر کریں کیا دل کو عرض ۔ ایسی جنس ناروا کو مفت کوئی واں نہ لے
کل جو ہمکو یاد آیا باغ میں قد یار کا ۔ خوب روئیے ہر نہال سبز کے سائے تلے
جمع کر خاطر مرے جینے سے مجھکو خوب ہی ۔ جی بچا تب جانئے جب سر سے یہہ کلول تلے

قطعہ

گرچہ سب ہینگے مہیائے طریق نیستی ۔ ہی بہت دشوار کی یہہ رہگذر ہمنے ولے
ہر قدم پر جی سے جاتا ہر دم اوپر بیدمی ۔ لمحہ لمحہ آگے تھے کیا کیا قیامت مرحلے

جلنے کو جلتے ہیں سب کے اندرونے لیک میر
جب کسو کی اس و تیر سے کہیں چھاتی جلے

ربط دلکو اس بت بیمہر کینہ ور سے ہی ۔ کیا کہوں میں آہ مجھکو کام کس پتھر سے ہی

لسکو کہتے ہیں نہیں میں جانتا اسلام و کفر
دیر ہو یا کعبہ مطلب مجھکو تیرے در سے ہی

کیوں نہ ای سید پسر دل کھینچے یہہ موے دراز
اصل زلفوں کی ترے گیسوئے پیغمبر سے ہی

کاغذ ابری پہ درد دل اسے لکھہ بھیجئے
وہ بھی تو جانے کہ یاں آشوب چشم تر سے ہی

کیا کہیں دل کچھہ کھچے جاتے ہیں اودھر ہر گھڑی
کام ہم بیطاقتوں کو عشق زور آور سے ہی

رحم بھی دینا تھا تھوڑا ہاے اس خوبی کے ساتھہ
تجھسے کیا کل گفتگو یہہ داور محشر سے ہی

کیا کرونگا ایکے میں بے پر ہوس گلزار کی
لطف گلگشت ای نسیم صبح بال و پر سے ہی

مرنیکے اسباب پڑتے ہیں بہت عالم میں لیک
رشک اس پر ہی کہ جسکی موت اس خنجر سے ہی

ناز و خشم و بیدماغی اسطرف سے سب ہیں یے
کچھہ کسو بھی طور کی رنجش بھلا ایدھر سے ہی

دیکھہ گل کو ٹک کہ ہر یک سر چڑھا لیتا ہی یاں
اسے پیدا ہی کہ عزت اس چمن میں زر سے ہی

کانپتا ہوں میں تو تیرے ابروؤنکے خم ہوئے
قشعریرہ کیا مجھے تلوار کے کچھہ ڈر سے ہی

اشک پی در پی چلے آتے تھے چشم زار سے
ہر نگہہ کا تار مانا رشتۂ گوہر سے ہی

بادیے ہی میں پڑا پاتی ہیں جب تب تجھکو میر
کیا خفا ای خانماں آباد کچھہ تو گھر سے ہی

نہ گلشن میں چمن پرانے بلبل تجھکو جا دی ہی
سپاس ایزد کے کر جنے کہ یہہ ڈالی نوا دی ہی

نہیں ٹک بیٹھنے دیتے تم اپنی بزم میں ہمکو
مروت رسم تھی مدت کے سو تمنے اٹھا دی ہی

رہائی چنگل باز فلک سے مجھکو مشکل تھی
مری یہہ بند چڑیا کی سی مولی نے چھڑا دی ہی

گلی میں اپنی قدغن کر رکھو آنے نپاؤں میں
کہیں کیا اور بھی دل کے لگانے کی منا دی ہی

طپش سے رنگ اڑا جاوے قلق سے جان گھبراوے
دیا ہی دل الٰہی ہمکو یا کوئی بلا دی ہی

در گلزار پیش از صبح وا ای باغباں مت کر
اڑا لیتی ہی مٹی تھی صبا اک چور بادی ہی

کوئی صورت نہیں اس گھر سے اب تیرے نکلنے کی
قیامت کی ہی جنے آرسی تجھکو دکھا دی ہی

مجھے منظور کیا ہی زلف و خال و خط خوباں سے
خدا نے دیکھنے کی لت سی آنکھوں کو لگا دی ہی

کچھ ذہن اُس وادی میں گمراہی کے ہی باعث — سلیم الطبع کو تو پانو کا ہر نقش ہادی ہی
نگارستاں ہی سینے ہی سے بیٹھا ہوں کہ سوتا ہوں — غرض چھاتی مری داغ جدائی نے جلادی ہی
کچھ سوتا دل میں کچھ اسکے گئے پر غارت غم سے — ہزار افسوس کیا بستی محبت نے لٹادی ہی
نہ کہتی تک نہوتے گر فقیری ساتھ اُلفت کے — ہمیں جب اُنے گالی دی ہی تب ہمنے دعا دی ہی

ہوئی ہی دل کی محویت سے یکساں یہاں غم و فرحت
نہ ماتم مرنے کا ہی میر نے جینے کی شادی ہی

اس شوخ سے ہمیں بھی اب یاری ہو گئی ہی — شرم انکھڑ پون میں اسکی عیاری ہو گئی ہی
روتا پھرا ہوں برسوں لو ہو چمن چمن میں — کوچے میں اسکے یکسر نالہ کاری ہو گئی ہی
یک جا اٹک کے رہنا ہی ناتمامی ورنہ — سب میں وہی حقیقت یہاں ساری ہو گئی ہی
جب خاک کے برابر ہمکو کیا فلک نے — طبع خشن میں تب کچھ ہموار ی ہو گئی ہی
مطلق اثر نہ پکھا مدت کی آہ و زاری — اب نالہ و فغاں سے بیزاری ہو گئی ہی
اُسے دوچار ہونا آتا نہیں میسر — مرنے میں اسے ہمکو ناچاری ہو گئی ہی
ہر بار ذکر محشر کیا یار کے در او پر — ایسی تو یاں قیامت سو بار ہو گئی ہی
انداز شوخی اسکی آتی نہیں سمجھ میں — کچھ اپنی بھی طبیعت یہاں عاری ہو گئی ہی
شاہی سے کم نہیں ہی درویشی اپنی ہاں تو — اب عیب کچھ جہان میں ناداری ہو گئی ہی

ہمکو تو درد دل ہی تم زرد کیوں ہو ایسے
کیا میر جی تمھیں کچھ بیماری ہو گئی ہی

طپش سے رات کی جوں توں کے جی سنبھالا ہی — نہیں ہی دل کوئی دشمن بغل میں پالا ہی
حنائے یار کا پنجہ نہیں ہی گل کے رنگ — ہمارے انے کلیجوں میں ہاتھ ڈالا ہی
لیا ہی پیش لے اعجاز عشق سے فرہاد — وگرنہ حسن نے کہیں بھی پہاڑ تالا ہی
سنا ہی گریہ خونیں پہ یہہ نہیں دیکھا — لہو کا ہر گھڑی آنکھو نکے آگے نالا ہی

ہے خیال نہ کیوں ایسے ماہ طلعت کا — اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اُجالا ہی
لوں کو کہتے ہیں ہوتی ہی راہ آپس میں — طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہی

ہزار بار گھڑی بھر میں میر مرتے ہیں
انھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہی

بے مہر و وفا ہی وہ کیا رسم وفا جانے — اُلفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے
دل دھڑکے ہی جاتے کچھ بتخانے سے کعبے کو — اس راہ میں پیش آوے کیا ہم کو خدا جانے
ہی محو رخ اپنا تو آئینے میں ہر ساعت — صورت ہی جو کچھ دل کی سو تیری بلا جانے
کچھ اسکے بندھی مٹھی اس باغ میں گذرے ہی — جو زخم جگر اپنے جوں غنچہ چھپا جانے
کیا سینے کے جلنے کو ہنس ہنس کے اڑاتا ہوں — جب آگ کوئی گھر کو اس طور لگا جانے
میں مٹی بھی لیجاؤں دروازے کی اسکے تو — اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے
اپنے تئیں بھی کھانا خالی نہیں لذت سے — کیا جانے ہوس پیشہ چکھے تو مزا جانے
یوں شہر میں بہتیرے آزار دہندے ہیں — تب جانئے جب کوئی اس ڈھب سے ستا جانے
کیا جانوں رکھو روزے یا دارو پیئو شب کو — کردار وہی اچھا تو جسکو بھلا جانے

آگاہ نہیں انسان ای میر نوشتے سے
کیا چاہیئے ہی پھر جو طالع کا لکھا جانے

چھاتی جلا کرے ہی سوز دروں بلا ہی — اِک آگ سی رہے ہی کیا جانئے کہ کیا ہی
میں اور تو ہیں دونوں مجبور طور اپنے — پیشہ ترا جفا ہی شیوہ مرا وفا ہی
روے سخن ہی کیدھر اہل جہاں کا یا رب — سب متفق ہیں اس پر ہر ایک کا خدا ہی
کچھ بے سبب نہیں ہی خاطر مری پریشاں — دل کا الم جدا ہی غم جان کا جدا ہی
حسن اُن بھی معنیوں کا تھا آپھی صورتوں میں — اس مرتبے سے آگے کوئی چلے تو کیا ہی
شادی سے غم جہاں میں وہ چند ہمنے پایا — ہی عید ایک دن تو دس روز یاں دہا ہی

ہی خصم جان عاشق وہ محو ناز لیکن ہر لمحہ بے ادائی یہہ بھی تو ایک ادا ہی
ہو جاے پاس جسمین سو عاشقی ہی ورنہ ہر رنج کو شفا ہی ہر درد کو دوا ہی
نایاب اس گہر کی کیا ہی تلاش آسان جی ڈوبتا ہی اسکا جو تہ سے آشنا ہی
مشفق ملاذ و قبلہ کعبہ خدا پیمبر جس خط میں شوق سے میں کیا کیا اسے لکھا ہی
ہی گرچہ طفل مکتب وہ شوخ ابھی تو لیکن جسے ملا ہی اسکا استاد ہو ملا ہی
تاثیر عشق دیکھو وہ نامہ واں پہنچ کر جوں کاغذ ہوائی ہر سو اڑا پھرا ہی

پھرتے ہو میر صاحب سب سے جدے جدے تم
شاید کہیں تمھارا دل ان دنوں لگا ہی

دل بیتاب آفت ہی بلا ہی جگر سب کھا گیا اب کیا رہا ہی
ہمارا تو ہی اصل مدعا تو خدا جانے ترا کیا مدعا ہی
محبت کشتہ ہیں ہم یاں کسو پاس ہمارے درد کی بھی کچھ دوا ہی
حرم سے دیر اٹھہ جانا نہیں عیب اگر یاں ہی خداواں بھی خدا ہی
نہیں ملتا سخن اپنا کسو سے ہماری گفتگو کا ڈھب جدا ہی
کوئی ہی دل کھنچے جاتے ہیں اودھر فضولی ہی تجسس یہہ کہ کیا ہی
مروں میں اسمیں یارہ جاؤں جیتا یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہی
صبا اودھر گل اودھر سرو اودھر اسیکی باغ میں اب تو ہوا ہی
تماشا کرونی ہی داغ سینہ یہہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہی
ہزاروں انے ایسی کی ادائیں قیامت جیسے ایک اسکی ادا ہی
جگہہ افسوس کی ہی بعد چندے ابھی تو دل ہمارا بھی بجا ہی

قطعہ

جو چکے ہوں کہے چکے ہو کیوں تم کہو جو کچھ تمھارا مدعا ہی

سخن کرئے تو ہووے حرف زن یاوں ۔ بس اب منہہ موندلے میں نے سنا ہی

قطعہ

کب اس بیگانہ خو کو سمجھے عالم ۔ اگرچہ یار عالم آشنا ہی
نہ عالم میں ہی نے عالم سے باہر ۔ یہہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہی
نگاہیں گرد سر پھرنے تو بولا
تمہارا میر صاحب سر پھرا ہی

دیوانگی میں گاہ ہنسے گاہ رو چکے ۔ وحشت بہت تھی طاقت دل ہائے کھو چکے
افراط اشتیاق میں سمجھے نہ اپنا حال ۔ دیکھے ہیں سوچ کر کے تو اب ہم بھی ہو چکے
کہتا ہی میر سا مجھ ہی سے آج درد دل
ایسی کہانی گرچہ بندی ہی تو سو چکے

شور میرے جنوں کا جس جا ہی ۔ دخل عقل اس مقام میں کیا ہی
دلمیں پھرتے ہیں خال و خط و زلف ۔ مجھکو یکسر ہزار سودا ہی
شور بازار میں ہی یوسف کا ۔ وہ بھی آ نکلے تو تماشا ہی
ہر چہ یوں پر کہیں نہ بٹ جاوے ۔ دل صفوف غرہ میں تنہا ہی
نظر آئے تھے وے حنائی پا ۔ آج تک فتنہ ایک برپا ہی
دل کھنچے جاتے ہیں اسکی اوڑ ۔ سارے عالم کی یہہ تمنا ہی
برسوں رکھتا ہی دیدۂ تر پر ۔ پات دامن کا اپنے دریا ہی
تک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھہ ۔ دل بھی داغ وسیع صحرا ہی
دلکشی اسکی قد کبھی معلوم ۔ سرو بھی اک جوان رعنا ہی
وسعت دہا گم کئے ہیں تو نے میر
پیری بیطاقتی سے بیدا ہی

مت سہل سمجھو ایسے ہیں ہم کیا ورے ورے
ظاہر تو پاس بیٹھے ہیں پر ہیں بہت پرے

سختی بہت ہی پاس و مراعات عشق میں
پتھر کے دل جگر ہوں تو کوئی وفا کرے

خالی کروں ہوں روروکے راتوں کو دل کتس
انصاف کر کہ یوں کوئی دن کب تلک بھرے

رندھنے نے جی کے خاک میں ہمکو ملا دیا
گویا کہ آسمان بہت آ گیا ورے

زاری کو تیری دیکھ کے ہنستے ہیں لڑکے شیخ
اس ریش خند کو بھی سمجھ تک تو مسخرے

جل تھل فقط نہیں مرے رونے سے بھر گئے
جنگل پڑے تھے سو بھی ہوئے ہرے

جی کو سجار کرینگے تو جائینگے عشق میں
ہر چند میر صاحب و قبلہ ہیں منگرے

دل شتاب اس بزم عشرت سے اٹھایا چاہئے
اک دن تہ کر بساط تا نہ جایا چاہئے

یہہ قیامت اور جی پر کل گئے پائیز میں
دل خس و خاشاک گلشن سے لگایا چاہئے

خانہ سازوں میں جو ہی واعظ سو یہہ خانہ خراب
انیت کی خاطر جمعے مسجد کو ڈھایا چاہئے

کام کیا بال ہما سے چتر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اسکے سایا چاہئے

اتقا پر خانقہ والے بہت مغرور ہیں
مست ناز ایدھر اسے یکبار لایا چاہئے

کیاریوں ہی میں پڑے رہئے گا سائے کی روش
اپنے ہوتے ایکے موسم گل کا آیا چاہئے

یہہ ستم تازہ کہ اپنی نا کسی پر کر نظر
جنسے بگڑا چاہئے ان سے بنایا چاہئے

جی نہیں رہتا ہی تک ناچار ہمکو اسکی اور
گرتے پڑتے ضعف میں بھی روز جایا چاہئے

نگاہ برقع پوش ہو گہہ موئے اگندہ کرو
تمکو ہمسے منہہ بہر صورت چھپایا چاہئے

وہ بھی تو تک دست و تیغ اپنے کی جانی قدر میر
زخم سارے ایک دن اسکو دکھایا چاہئے

عشق میں ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
آخر آخر جان دی یاروں نے یہہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پڑتا تھا صبح
دن چڑھے کیا جانوں آئینے کی کیا صورت ہوئی

لوح سینے پر مرے سو نیزۂ خطی لگے
خستگی اس دل شکستہ کی اسے بابت ہوئی

کھولنے ہی آنکھ میں پھر یاں موندنی ہمکو پڑیں
دید کیا کوئی کرے وہ کسقدر مہلت ہوئی

پاؤں میرا کاہیدہ احزاں میں اب رہتا نہیں
رفتہ رفتہ اس طرف جانے کی مجھکو لت ہوئی

مر گیا آوارہ ہو کر میں تو جیسے گرد باد
پر جسے یہہ واقعہ پہنچا اسے وحشت ہوئی

ماذ و خوش طالع کوئی ہوگا کسو کو چاہ کر
میں تو کلفت میں راجب سے مجھے اُلفت ہوئی

دل کا جانا آج کل تازہ ہوا ہو تو کہوں
گذری اس کو ہمنشیں مدت ہوئی

شوق دل ہم ناتوانوں کا لکھا جاتا ہی کب
اُس تلک آپہی پہنچنے کی اگر طاقت ہوئی

کیا کف دست ایک میداں تھا بیابان عشق کا
جان سے جب اسمیں گذرے تب ہمیں راحت ہوئی

یوں تو ہم عاجز ہیں خلق عالم ہیں ولے
دیکھیو قدرت خدا کی گر ہمیں قدرت ہوئی

گوش زد چشت پتہ ہی مرنا عشق میں اپنے ہوا
کسکو اس بیمار کی جاں کاہ سے فرصت ہوئی

بے زباں جو کہتے ہیں مجکو سو چپ رہ جائینگے
معرکے میں حشر کے گر بات کی رخصت ہوئی

ہم نہ کہتے تھے کہ نقش اُسکا نہیں نقاش سہل
چاند سا رالگ گیا تب نیم رخ صورت ہوئی

اس غزل پر شام سے تو صوفیوں کو وجد تھا
پھر نہیں معلوم کچھہ مجلس کی کیا حالت ہوئی

کم کسو کو میر کی میت کی ہاتھہ آئی نماز
نعش پر اس بے سر و پا کی بلا کثرت ہوئی

اس شوخ ستمگر کو کیا کوئی بھلا چاہے
جو چاہنے والے کا ہر طور برا چاہے

کعبے گئے کیا کوئی مقصد کو پہنچتا ہی
کیا سعی سے ہوتا ہی جبتک نہ خدا چاہے

سورنگ کی جب خوبی پاتے ہوں اُسی گل میں
پھر اُسے لوئی اس بن کچھہ چاہے تو کیا چاہے

ہم عجز سے پہنچیں ہیں مقصود کی منزل کو
گہہ خاک میں مل جاوے جو اسے ملا چاہے

ہو سکتی ہیں سدرہ پلکیں کہیں رونے کی
تلکوں سے رکے ہی کب دریا جو بہا چاہے

جب تو نے زباں چھوڑی تب کاہیکا حرفہی
بے صرفہ کہے کیوں نہ جو کچھہ کہ کہا چاہے

یوں جانے ہی جوں رو کر شبنم نے کہا گل سے ۔ اب ہم تو چلے یاں سے رہ تو جو رہا چاہے
خطار سم زمانہ تھی ہم نے بھی کہا اسکو ۔ تہ دل کی لکھے کیو نکر عاشق جو لکھا چاہے
رنگ گل و بوے گل ہوتے ہیں ہوا دونوں ۔ کیا قافلہ جاتا ہی جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہی ہوئے بن کب جو کچھ کہو اچاہے

انکھڑیوں کو اسکی خاطر خواہ کیو نکر دیکھئے ۔ سو طرف جب دیکھہ لیجے تب تک اودھر دیکھئے
گرچہ زردی رنگ کی بھی ہجر ہی سے ہی ولے ۔ منہہ مرا دیکھو ہو کیا یہہ کوفت جی پر دیا دیکھئے
ایک گل ہم بے پروں کی اور چشمک زن ہی زور ۔ اور دل اپنا بھی چاہتا ہی بہت پر دیکھئے
آتے ہو جب جان یاں آنکھو نمیں آرہتے ہو واہ ۔ دیکھئے ہمکو تو یوں بیمار کو مضطر دیکھئے
اشک پر سرخی ابھی سے ہی تو آگے ہمنشیں ۔ رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھئے
دیر و کعبے سے بھی تک جھپکی نہ چشم شوخ یار ۔ شوق کی افراط سے تا چند گھر گھر دیکھئے
مر رہے یوں صید گہہ کے کنج میں تو حسن کیا ۔ عشق جب ہی تب گلے کو زیر خنجر دیکھئے
برسوں گذرے خاک ملتے منہہ پر آئینے کے طور ۔ کیا غضب ہی آنکھہ اٹھا کر تک تو ایدھر دیکھئے

دیدنی ہی وجد کرنا میر کا بازار میں
یاں تماشا بھی کسو دن تو مقرر دیکھئے

کیا پوچھتے ہو عاشق راتوں کو کیا کرے ہی ۔ گاہے بکا کرے ہی گاہے دعا کرے ہی
دانستہ اپنے جی پر کیوں تو جفا کرے ہی ۔ اتنا بھی میرے پیارے کوئی کرتا کرے ہی
فتنہ سہر کیا کیا برپا کیا کرے ہی ۔ سو خواب میں کہو تو مجھسے ملا کرے ہی
کس ایسے سادہ رو کا حیران حسن ہی یہہ ۔ مرآت گاہ بیگہہ بھیچک رہا کرے ہی
ہم طور عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن ۔ سینے میں جیسے کوئی دلکو ملا کرے ہی
کیا کہیئے داغ دل ہی تکرے جگر ہے سارا ۔ جانے وہی جو کوئی ظالم وفا کرے ہی

اُس بت کی شکایت راہ و روش کی کرئے ۔ پردے میں بدسلوکی ہمسے خدا کرے ہی
گرم آکے ایک دن وہ سینے سے لگ گیا تھا ۔ تب سے ہماری چھاتی ہر شب جلا کرے ہی
کیا چال یہہ نکالی ہو کر جوان تم نے ۔ اب جب چلو ہو دلکو ٹھوکر لگا کرے ہی
دشمن ہو یار جیسا درپی ہی خوں کئے میرے ۔ ہی دوستی جہاں وہاں یوں ہی ہوا کرے ہی
سمجھا ہی یہہ کہ مجھکو خواہش ہی زندگی کی ۔ کس ناز سے معالج میری دوا کرے ہی
حالت میں غش کی کسکو خط لکھنے کی ہی فرصت ۔ اب جب نہ تب اُدھر کو جی ہی جلا کرے ہی
سرکا ہی جب وہ برقع تب آپ سے گئے ہیں ۔ منہہ کھولنے سے اسکے اب جی چھپا کرے ہی
بیٹھے ہی یار آکر جس جا پہ ایک ساعت ۔ ہنگامۂ قیامت واں سے اٹھا کرے ہی
سوراخ سینہ میرے رکھہ ہاتھہ بند مت کر ۔ اِن روزنوں سے دل تک کسب ہوا کرے ہی
کیا جانے کیا تمنا رکھتے ہیں یار سے ہم ۔ اندوہ ایک جی کو اکثر رہا کرے ہی
گل ہی کی اور ہم بھی آنکھیں لگا رکھینگے ۔ ایک آدھہ دن جو موسم ایکے وفا کرے ہی

قطعہ

گہہ سرگذشت انے فرہاد کی نکالی ۔ مجنوں کا کاہے قصہ بیٹھا کہا کرے ہی
ایک آفت زماں ہی یہہ میر عشق پیشہ
پردے میں سارے مطلب اپنے ادا کرے ہی

یار بن تلخ زندگانی تھی ۔ دوستی مدعئی جانی تھی
سر سے اسکے ہوا گئی نہ کبھو ۔ عمر برباد یونہیں جانی تھی
لطف پر اسکے ہمنشیں مت جا ۔ کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی
ہاتھہ آتا جو تو تو کیا ہوتا ۔ برسوں تک ہمنے خاک چھانی تھی
شیب میں فائدہ تامل کا ۔ سوچنا تب تھا جب جوانی تھی
میرے قصے سے سب کی گیں نیندیں ۔ کچھہ عجب طور کی کہانی تھی

عاشقی جی ہی لیگئی آخر ۔ یہہ بلا کوئی ٹالی نہی تھی
اُس رخ آتشیں کی شرم سے رات ۔ شمع مجلس میں پانی پانی تھی
پھر سخن نشنودی ہی ویسی ہی ۔ رات ایک آدھ بات مانی تھی
کوے قاتل سے بچ کے نکلا خضر ۔ اسی میں اسکی زندگانی تھی

فقر پر بھی تھا میر کے اک رنگ
کفنی پہنی سو زعفرانی تھی

تک ٹھہرنے دے تجھے شوخی تو کچھہ ٹھہرائے ۔ پیکر نازک کو تیرے کیونکے بر میں لائے
ساکن دیر و حرم دونوں تلاشی ہیں ترے ۔ تو خدا جانے کہاں ہی کیونکے تجھکو پائے
دور ہی سے ہوش کھو دیتی ہی اسکی لوے خوش ۔ آپ میں رہیئے تو اسکے پاس بھی تک جائے
ان دنوں رنگ اور کچھہ ہی اس دل پر خون کا ۔ حق میں میرے آپ بھی کچھہ سوچکر فرمائے
جی ہی کھپ جاتا ہی طنز آمیز ایسے لطف سے ۔ ہنس کے جب کہتا ہی سب میں آئے جی آئے
دلکے ویراں کرنے میں بیداد کی ہی تو نے ہائے ۔ خوش عمارت ایسے گھر کو اس طرح سے ڈھائے

رات دن رخسار اسکے چت چڑھے رہتے ہیں میر
آفتاب و ماہ سے دل کب تلک بہلائیے

وہ رابطہ نہیں وہ محبت نہیں رہی ۔ اس بیوفا کو ہمسے کچھہ الفت نہیں رہی
دیکھا تو مثل اشک نظر سے گرا دیا ۔ اب میری اسکی آنکھہ میں عزت نہیں رہی
رد کہنے سے جی کے کسکو رہا ہی دماغ حرف ۔ دم لینے کی بھی ہمکو تو فرصت نہیں رہی
تھی تاب جی میں جب تئیں رنج و تعب لھینچے ۔ وہ جسم اب نہیں ہی وہ قدرت نہیں رہی
منعم امل کا طول یہہ کس جینے کے لئے ۔ جتنی گئی اب اُتنی تو مدت نہیں رہی
دیوانگی سے اپنی ہی اب ساری بات خبط ۔ افراط اشتیاق سے وہ مت نہیں رہی

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

افسوس تمکو میر سے صحبت نہیں رہی

خوبی کی اپنی جنت کیسی ہی ڈینگیں ہانکے
اُسکی گلی کا ساکن ہرگز ادھر نجھانکے

ایک ایک بات اوپر ہیں پیچ و تاب سو سو
رہتے نہیں ہیں سیدھے یہ لونڈے ٹیڑھے بانکے

سر کو اس آستاں پر رکھے رہیں تو بہتر
اٹھیئے جو اسکے در سے تو ہو جئے کہانکے

گردش سے روسیہ کی کیا کیا بلائیں آئیں
جانے ہی کے ہیں لچھن سارے اس آسمانکے

مشتاق ہم ایسے سو ہم ہی سے ہی پردا
جب اس طرف سے نکلے تب منہہ کو اپنے ڈھانکے

ہی پر غبار عالم جانا ہی یانسے اچھا
اس خاکدانمیں رہ کر کیا کوئی خاک پھانکے

گل باغمیں گئے تھے روئے چمن چمن ہم
کچھ سرو میں جو پائے انداز اس جوانکے

جاناں کی رہ سے آنکھیں جس تس کی لگ رہی ہیں
رفتہ ہیں لوگ سارے ان پاؤں کے نشانکے

خمیازہ کش رہے ہی ای میر شوق سے تو
سینے کے زخم کے کہہ کیونکر رہیں گے ٹانکے

برسوں ہوئے گئے ہوئے اس مہ کو بام سے
کاہش مجھے جو ہی وہی ہوتی ہی شام سے

تڑپھے اسیر ہوتے جو ہم یک اٹھا غبار
سوجھا نہ ہمکو دیر تلک چشم دام سے

دنبال ہر نگاہ ہی صد کاروان اشک
برسے ہی ابر چشم بڑی دھوم دھام سے

محو اس وہاں تنگ کے ہیں کوئی کچھ کہو
رہتا ہی ہمکو عشق میں کام اپنے کام سے

یوسف کے پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی
کب صاحبی رہی ہی مل ایسے غلام سے

لڑکے ہزاروں جھولی میں پتھر لئے ہیں ساتھ
مجنوں پھرا ہی کاہیکو اس ازدحام سے

وہ ناز سے چلا کہیں تو حشر ہو چکے
پھر بحث آپڑیگی اسیکے خرام سے

جھک جھک سلام کرنے سے سرکش ہوا وہ اور
ہو بیٹھے نا امید جواب م سلام سے

وے دن گئے کہ رات کو یک جا معاش تھی
آتا ہی اب تو ننگ اسے میرے نام سے

سرگرم جلوہ بدر ہو ہر چند شبکو لیک
کب جی لگیں ہیں اپنے کسو نا تمام سے

مخ

دل اور عرش دونوں پہ گویا ہی انکی سیر
کرتے ہیں باتیں میر جی کس کس مقام سے

بتوں سے آنکھ کیوں میں نے لڑائی — طرف ہی مجھسے اب سب کی خدائی
ترا دھوکا ہی ہی دریائے ہستی — نہیں کچھ نہ سے تجھکو آشنائی
بگڑتے ہی گئی صورت ہماری — گئے پر دل کے پھر کچھ بن نہ آئی
نہ نکلا ایک شب اس راہ وہ ماہ — بہت کی ہمسے طالع آزمائی
کہا تھا میں نہ یکھو غیر کی اور — سو تم نے آنکھ مجھسے ہی چھپائی
نہ مائے خاک میں کہہ کونکے پیارے — گذرتی ہی کرتی تیری جدائی
جفا اسکی نہ پہنچی انتہا کو — وفا لیتا عمر نے کی بیوفائی
گلے اس مہ نے لگ کر ایک دو رات — مہینوں تک مری چھاتی جلائی
نہ تھا جب درمیاں آئینہ تب تک — تھی یک صورت کہ ہو جاوے صفائی
نظر اسکی پڑی چہرے پر اپنے — نہ پوچھوں سے آنکھ اب کب ملائی

بڑھائی کس قدر بات اسکے قد کی
قیامت میر صاحب میں چوائی

گرمی سے مبدئی ابر کا ہنگامہ سرد ہی — آنکھیں اگر نہیں ہیں تو دریا بھی گرد ہی
مجنوں کو مجھسے کیا ہی جنوں میں مناسبت — میں شہر بند ہوں وہ بیابان نورد ہی
کیا جانے کہ عشق میں خون ہو گیا کہ داغ — چھاتی میں اسکی دل کی جگہہ ایک زرد ہی
واصل بحق ہوئے نہ جو ہم جان سے گئے — غیرت ہو کچھ مزاج میں جسکے وہ مرد ہی
ممکن نہیں کہ وصف علی کوئی کر سکے — تفرید کے جریدے میں وہ پہلی فرد ہی
ٹھہرے ہے چرخ نیلی پہ انجم کی چشم شوخ — اس قصر میں لگا جو ہی کیا لاجورد ہی

کیسے خدا ہوئے ہیں کہ ایسے ہیں دردمند

منہہ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہی

وہ کہاں دھوم جو دیکھی گئی چشم تر سے
ابر کیا کیا اُٹھے ہنگامے سے کیا کیا برسے

وہ برافروختہ وہ بت جو مئے احمر سے
آگ نکلے ہی تماشے کتئیں پتھر سے

ہے کچھ اچھا نہیں برہم زدن مژگان کا
کاٹ ڈالے گا گلا اپنا کوئی خنجر سے

کوشتے ہیں کہ یوں سوکھ کے مرئے اس بن
استخوان تن پہ نمودار ہیں سب مسطر سے

یوں تو دس گز کی زبان ہم بھی تہاں رکھتے ہیں
بات کو طول نہیں دیتے خدا کے ڈر سے

سیر کرنے جو چلے ہی کبھو وہ فتنہ خرام
شہر میں شور قیامت اٹھے ہی ہر گھر سے

عشق کے کوچے میں پھر پاؤں نہیں رکھنے کو ہم
ابکے ٹل جاتی ہی کلول یہہ اگر سر پر سے

مہر کی اسّے توقع غلطی اپنی تھی
کہیں دل داری ہوئی بھی ہی کسو دلبر سے

کوچۂ یار ہی کیا طرفہ بلاخیز مقام
آتے ہیں فتنہ و آشوب چلے اودھر سے

ساتھ سونا جو گیا اسکا بہت دل تڑپا
برسوں پھر میر یہہ پہلو نہ لگے بستر سے

مرا دل پیر و مرشد ہی مجھے ہی اعتقاد اسے
فراموش آپ کو کرنا محبت میں ہی یاد اسے

بلا انداز ہی اسکا قیامت ناز ہی اسکا
اٹھے فتنے ہزار اسے ہوئے لاکھوں فساد اسے

نزاکت جیسی ہی ویسا ہی دل بھی سخت ہی اسکا
اگرچہ شیشۂ جاں ہی پہ بہتر ہی جماد اسے

کسے ہیں بند اُنے کیسی کس درویش سے ملئے
جو ایسے سخت عقدوں کی طلب کرئے کشاد اسے

بھلا یوں گھٹ کے مرئے کب تلک دل خون ہوا سارا
جو کوئی دادگر ہووے تو کرئے جا کے داد اسے

لگے ہی ایک دو رہتے ہیں مہلت بات کی کیسی
ہوا ہی دشمنوں کو کچھ قیامت اتحاد اسے

پہنچ کر تہ کو ہم تو محض محرومی ہی پاتے ہیں
مراد دل کو پہنچا ہوگا کوئی نامراد اسے

لئے ہی میان سے رہتا ہی کوئی یہہ نہیں کہتا
نکالا ہی کہاں کا تو نے ای ظالم عناد اسے

ادھر توبہ کرے ہی میر اُدھر لگتا ہی مے پینے

کہاں تک اب تو اپنا اُٹھ گیا ہی اعتماد اُسے

یا پہلی وے نگاہیں جنسے کہ چاہ نکلے
یا ابکی بے ادائیں جو دل سے آہ نکلے

کیوں کر نہ چپکے چپکے یوں جان سے لذرئے
کہئے بتھا جو اُسے باتوں کی راہ نکلے

زردیٔ رنگ و رونا دونوں دلیل کشتن
خوش طالعی سے میری کیا کیا گواہ نکلے

ای کام جاں ہی تو بھی کیا ریجھ کا بچاؤ
مر جائیئے تو منہہ سے تیرے نہ واہ نکلے

خوبی و دل کشی میں صد چند ہی تو اسے
تیرے مقابلے کو کس منہہ سے ماہ نکلے

یاں مہر تھی وفا تھی واں جور تھے ستم تھے
پھر نکلے بھی تو میرے یہہ ہی گناہ نکلے

غیروں سے تو کہے ہی اچھی بری سب اپنی
ای یار کب کے تیرے بے خیر خواہ نکلے

رکھے تو ہو مکدر پر اس گھڑی سے ڈریو
جب خاک منہہ پہ ملکر یہہ روسیاہ نکلے

یک خلق میر کے اب ہوتی ہی آستاں پر
درویش نکلے ہی یوں جوں بادشاہ نکلے

دل خوں ہوا ہمارا ٹکڑے ہوئے جگر کے
دیکھا نہ تمنے ایدھر صرفے سے اک نظر کے

چشمے کہیں ہیں جوشاں جوئیں کہیں ہیں جاری
آثار اب تلک ہیں یارونکی چشم تر کے

رہنے کی اپنے جا تو نے دیر ہی نہ کعبہ
اٹھئے جو اسکے در سے تو ہو جئے کدھر کے

اس شعر و شاعری پر اچھی بندھی نہ ہمسے
محو خیال شاعر یونہی ہیں اس کمر کے

دنیا میں ہی بسیرا یارو سرائے کا سا
یہہ رہروان ہستی عازم ہیں سب سفر کے

وے بے ہی چھاتیاں ہیں زخموں سے جو بھری ہیں
کیا ہی جو بوالہوس نے دو چار کھائی چر کے

تو بیخود لی کی اپنی کیا کچھ ورے دھری ہی
ہم بیخبر ہوئے ہیں پہنچے کسو خبر کے

اس آستاں کی دوری اس دل کی ناصبوری
کیا کہئے آہ غمسے گھر کے ہوئے نہ در کے

خاک ایسی عاشقی میں ٹھکرائے بھی گئے کل
پاؤں کنے سے اسکے پر میر جی نہ سر کے

ہم نہ کہتے تھے رہیگا ہم میں کیا یاں سے گئے
سو ہی بات آئی اتھے اس پاس سے جاں سے گئے

کیا بخود رہنا ہمارا کچھ کسی کا اعتبار
آپ میں آئے کبھو اب ہم تو مہماں سے گئے

جبتلک رہنا بلا و تنگ غنچے سے رہے
دیکھئے کیا گل کھلے گا اب گلستاں سے گئے

کیا غزالوں ہی کو ہم بن وحشت بسیار ہی
کوہ بھی نالاں رہے جب ہم بیاباں سے گئے

ہائی آفت خانقاہ و مسجد او پر وہ نگاہ
صوفیاں دیں سے گئے سب شیخ ایماں سے گئے

ہو کر خط کیا چہرہ کتابی انے صاف
اب قیامت ہی کہ سارے حرف قرآں سے گئے

جی تو اُسکی زلف میں دل کا کل پہ جانہیں میر
جا بھی نکلے اس کہنے تو ہم پریشاں سے گئے

اب اپنے قدر راست کو خم دیکھتے ہیں ہائے
ہستی کتیئں ہو تے عدم دیکھتے ہیں ہائے

ستتے تھے کہ جانی ہی ترے دیکھتے سے جاں
اب جان چلی جاتی ہی ہم دیکھتے ہیں ہائے

کیا روتے ہیں یاران گذشتہ کے لئے ہم
جب راہ میں کچھ نقش قدم دیکھتے ہیں ہائے

کچھ عشق کی آتش کی لپٹ پہنچی ہی ہیں زور
سب تن بدن اپنے کو بہم دیکھتے ہیں ہائے

دل چاک ہی جان داغ جگر خوں ہی ہمارا
ان آنکھوں سے انواع ستم دیکھتے ہیں ہائے

نایوس نہ کسطور جہاں سے رہیں ہم میر
اب تاب بہت جان میں کم دیکھتے ہیں ہائے

کتنے روزوں سے نہ سونے کے ہیں نہ کھانے کے
دل جو یہہ ہی تو ہم آرام نہیں پانے کے

ہائے کس خوبی سے آوارہ رہا ہی مجنوں
ہم بھی دیوانے ہیں اسطور کے دیوانے کے

عزم ہی جزم کہ اسکے حرکت شہر سے کر
ہو جے دل کھول کے ساکن کسو ویرانے کے

آہ کہاں ہاں گذر جاتے ہیں جی سے عاشق
وہ سب کوئی سیکھ لے ان لوگوں سے مرجانے کے

جمع کرتے ہو جو گیسوے پریشاں کو مگر
ہو تردد میں کوئی تازہ بلا لانے کے

کاہیکو آنکھ چھپاتے ہو یہی ہی گر چال
ایک دو دن میں نہیں ہم ہی نظر آنے کے

ہاتھ چڑھ جائیو ای شیخ کسو کے نہ کبھو
لونڈے سب تیرے خریدار ہیں مسجانے کے

خاک سے چرخ تلک ابتو رکا جاتا ہی
دول اچھے نہیں کچھ جان کے گھبرانے کے

لے بھی ای غیرت خورشید کہیں منہ سے نقاب
مقتضی دن نہیں اب منہ کے لپہ دکھلانے کے

لالہ وگاں ہی کے مصروف رہو ہو شب و روز
تم مگر میر جی سید ہو گلستانے کے

مجنون و کوہکن کو آزار ایسے ہی تھے
یہہ جان سے گئے سب بیمار ایسے ہی

شمس و قمر کے دیکھے جی اُس میں جارہے ہی
اُس دلفروز کے بھی رخسار ایسے ہی تھے

دامن کے پات سارے تختے ہوئے چمن کے
بس ای سرشک خونین درکار ایسے ہی تھے

ہو ہو نہ کیوں رلاوے اُن کا گذار ہونا
یے دل جگر ہمارے غمخوار ایسے ہی تھے

ہر دم حراحت آسا کب رہتے تھے ٹپکتے
یے دیدۂ تمیں کیا خونبار ایسے ہی تھے

آزار دہ دلوں کا جیسا کہ تو ہی ظالم
اگلے زمانے میں بھی کیا یار ایسے ہی تھے

ہو جاوے کیوں نہ دوزخ باغ زمانہ ہم پر
ہم بے حقیقتوں کے کردار ایسے ہی تھے

دیوار سے ٹپک سر میں جو موا تو بولا
کچھ اس ستمزدہ کے آثار ایسے ہی تھے

اک حرف کا بھی اُنکو دفتر ہی کر دکھانا
کیا کہیئے میر جی کے بستار ایسے ہی تھے

کبھو میر اُس طرف آکر جو چھاتی کوٹ جاتا ہی
خدا شاہد ہی اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہی

خرابی دلکی کیا انبوہ درد و غم سے پوچھو ہو
وہی حالت ہی جیسے شہر لشکر لوٹ جاتا ہی

شکست اُس رنگ آئی بیخودی عشق میں دلپر
نشے میں مست سے جیسے کہ شیشہ پھوٹ جاتا ہی

نہ یوں ہووے کہ اُٹھ جاؤں کہ ہی افسوس کی جاگہہ
جب ایسا طایر خوش لہجہ پھنس کر چھوٹ جاتا ہی

نہیں کچھ عقل میں آتا کہ دیوانا سا میرا یدھر
کبھو آتا جو ہی کیدھر کو مارے زوٹ جاتا ہی

مستی میں جاؤ بیجا مد نظر کہاں ہی
بیخود ہیں اُسکی آنکھیں اُنکو خبر کہاں ہی

شب چند روز سے میں دیکھا نہیں وہ چہرہ
کچھ سوچ کر منجم بارے قمر کہاں ہی

سیمیں تنوں کا ملنا چاہے ہی کچھ تمول
شاہد پرستیوں کا ہم پاس زر کہاں ہی

جوں آرسی کرے ہی منہہ دیکھنے کی باتیں
دلکی توجہہ اُسکی ہمدم اِدھر کہاں ہی

پانی ہو بہہ گئے سب اجزا بدن کے لیکن
یوں بھی کہا نہ آنے وہ چشم تر کہاں ہی

خضر و مسیح سبکو جیتے ہی موت آئی
اور اس مرض کا کوئی اب چارہ گر کہاں ہی

لے اس سرے سے یارو اجڑی ہی اس سرے تک
اقلیم عاشقی میں آباد گھر کہاں ہی

اٹھنے کی یک ہوس ہی ہمکو قفس سے ورنہ
شایستہ پریدن بازو میں پر کہاں ہی

پیرانہ سر چلے ہیں اٹھ کر گلی سے اسکی
کیا پیش آوے دیکھیں وقت سفر کہاں ہی

جاتا نہیں اگر وہ مسجد سے میکدے کو
پھر میر جمعہ کی شب دو دو پہر کہاں ہی

سختیاں کھینچیں سو کھینچیں پھر بھی جو اُٹھ کر چلے
چلتے اس کوچے سے ہم پر سیکڑوں پتھر چلے

مار گیری سے زمانے کی نہ دل کو جمع رکھ
چال دیکھی اسکی ایسی ہی کہ جوں اجگر چلے

کیونکے انکا کوئی وارفتہ بھلا ٹھہرا رہے
جنبش ان پلکوں کو ہوتی ہی کہ جوں خنجر چلے

اب جو وہ سرمایۂ جاں یہاں تلک آیا تو کیا
راہ تکتے تکتے اسکے ہم تو آخر مر چلے

میں نہ کہتا تھا دم بسمل مرے مت آئیو
لوٹنے دامن کے اپنے رہ لہو میں بھر چلے

چھوڑ جانا جاں بلب ہمکو کہاں کا ہی سلوک
گھر کے گھر یہاں بیٹھے جاتے ہیں تم اٹھ کر گھر چلے

صاف سارا شہر اُس انبوہ خط میں لٹ گیا
کچھ نہیں رہتا ہی وہاں جس راہ ہو لشکر چلے

پانوں میں مارا ہی تیشہ میں نے راہ عشق میں
ہو سو ہو اب گو کہ آرا بھی میرے سر پر چلے

لائے تھی جا کر ابھی تو اس گلی میں سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اُٹھ کے پھر کیدھر چلے

عزت سے دیکھ جس جا یہاں کو گھر بنے ہی
پردے میں چشم وا کئے دیوار و در بنے ہی

ہیں دل گداز جن کے کچھ چیز مال دے ہیں
ہوتے ہیں مفلس تو پھر خاک زر بنے ہی

شب جوش غم سے جس دم لگتا ہی دل تڑپنے
ہر زخم سینہ اس دم یک چشم تر بنے ہی

یہاں ہر گھڑی ہماری صورت بگڑتی ہی گی
چہرہ ہی واں آنسوؤں کا دو دو پہر بنے ہی

تک رک کے صاف طینت نکلے ہی اور لچھ ہو
پانی گرہ جو ہووے تو پھر گہر بنے ہی

ہی شعبدہ کے فن میں کیا دست میکشوں کو
زاہد آنسوؤں میں جا کر آدم سے خر بنے ہی

نکلی ہی صبح بھی یہاں صندل ملے جبیں کو
عالم میں کام کس کا بے درد سر بنے ہی

سارے دکھوں کے ای دل ہو جاے گی تلافی
صحبت ہماری اس کی تک بھی اگر بنے ہی

ہر یک سے ڈھب جدا ہی سارے زمانے کا بھی
بنتی ہی جس کسو کے یک طور پر بنے ہی

ہر سو لگی رہی ہیں جب مہر و مہ کی آنکھیں
تب کوئی ہم سا صاحب صاحب نظر بنے ہی

یاران دیر و کعبہ دونوں بلا رہے ہیں
اب دیکھیں میر اپنا جانا کدھر بنے ہی

یک عمر دیدہ ہاے ستمدیدہ تر رہے
آخر کو پھوٹ پھوٹ یہی قہر گر رہے

ہمنے بھی نذر کی ہی پھریں گے چمن کے گرد
آنے نہیں بہار کے گر بال و پر رہے

کیا کہئے تیرے واسطے ای مایۂ حیات
کیا کیا عزیز اپنے نہیں مار مر رہے

مرتے بھی اپنے ہاے وہ حاضر نہو سکا
ہم اشتیاق کش تو بہت مختصر رہے

مرغان باغ رہتے ہیں اب گھیرے یوں مجھے
ماتمزدوں کے حلقے میں جوں نوحہ گر رہے

آغوش اُسے خالی رہے شب تو تا سحر
جیب و کنار گریہ خونیں سے بھر رہے

نقش قدم کے طور ترے ہم ہیں پایمال
غالب ہی یہہ کہ دیر ہمارا اثر رہے

اب صبر و ہوش و عقل کی میری ہی یہہ معاش
جوں قافلہ لٹا کہیں آ کر اُتر رہے

لاکھوں ہمارے دیکھتے گھر باد سے گئے
کس خانماں خراب کے وے جا کے گھر رہے

آنا کبھو تو ناز سے دکھلائی دے بھی جا ۔ دروازے ہی کی اور کہاں تک نظر رہے
رکھنا تمھارے پانوں کا کھوتا ہی سر سے ہوش یہہ چال ہی تو اپنی کسے پھر خبر رہے
کیا بد بلا ہی لاگ بھی دلکی کہ میر جی
دامن چھوا رلر کوں کے ہو کر نفر رہے

کس فتنہ قد کے ایسی دھوم آنے کی پڑی ہی ہر شاخ گل چمن میں سی چک ہوئے کھڑی ہی
وا شد ہوئی نہ بلبل اپنی بہار میں بھی کیا جانئے کہ جی میں یہہ کیسی گلجھڑی ہی
نا دیدنی دکھاوے کیو نکر نہ عشق ہمکو کس فتنۂ زماں سے آنکھ اپنی جا لڑی ہی
وے دن گئے کہ پہروں کرتے نہ ذکر اُسکا اب نام یار اپنے لب پر گھڑی گھڑی ہی
آتش سی پھک رہی ہی سارے بدن میں میرے دل اینک عجب طرح کی چنگاری آپڑی ہی
کیا کچھ ہمیں کو اُسکی تلوار کھا گئے سب ایسی ہی اک جڑی ہی اُنے جہاں جڑی ہی
کیا میر سر جھکاوے ہر کس بغل کے آگے
تام خدا اُنھوں کی عزت بہت بڑی ہی

ہو گئے کملائے جاتے ہو نزاکت ہائے رے ہاتھ لگتے میلے ہوتے ہو لطافت ہائے رے
یار بے پروا و مغتر اور میں بے اختیار پیش لجھ جاتی نہیں منت سماجت ہائے رے
سختی کھینچی کوہکن نے قیس نے رنج و تعب کیا گئی برباد ان یاروں کی محنت ہائے رے
شور اٹھتا ہی جو ہوتے جلوہ گر ہو ناز سے چنچپا قد کا بلا آفت قیامت ہائے رے
خانقہ والے ہی کچھ تنہا نہیں الفت میں خوار کیسوں کیسوں کی گئی ہی مفت عزت ہائے رے
عشق میں افسوس سا افسوس اپنا کر چکے زیر لب کہتے رہے ہم اینک مدت ہائے رے
ریجھنے ہی کے ہی قابل یار کی ترکیب میر
واہ وارے چشم و ابرو قد و قامت ہائے رے

رشتہ کا ٹھہرے گا یہہ جیسے کہ مو نازک ہی چاک دل پلکوں سے ہمت سی کہ رفو نازک ہی

شاخ گل کا ہیکو اہیں لطف سے لچکے ہی کہیں
لاگ والا کوئی دیکھے تجھے تو نازک ہی

چشم انصاف سے مرقع کو اٹھا دیکھو اسے
گل کے منہ سے تو گئی پردہ وہ رو نازک ہی

لطف کیا دیوے تمھیں نقش حصیر درویش
بوریا پوستوں سے پوچھو یہہ اتو نازک ہی

بیرے کھانا ہی تو آتا ہی نظر پاں کا رنگ
کسقدر رانے رے وہ جلد گلو نازک ہی

گل سمجھ کر نہ کہیں بیکلی کرنے لگیو
بلبل اُس لالۂ خوشرنگ کی خو نازک ہی

رکھے تا چند خیال اِس سر پر شر کا میر
دل تو کانپا ہی کرے ہی کہ سو نازک ہی

ہی جنبش لب مشکل جب آن کے وہ بیٹھے
جو چاہیں سو یوں کہہ لیں لوگ اپنی جگہہ بیٹھے

جی ڈوب گئے اپنے اندوہ کے دریا میں
وے جوش کہاں اب ہم مدت ہوئی وہ بیٹھے

کیا رنگ میں شوخی ہی اُسکے تن نازک کی
پیراہن اگر پہنے تو اُسپہ بھی نہ بیٹھے

سر گل نے اٹھایا تھا اس باغ میں سو دیکھا
کیا ناز سے یاں کوئی کج کر کے کلہ بیٹھے

مرتے ہوئے پر چاہت ظاہر نہ کی اگلوں نے
بیحوصلہ تمہے ہم جو اس راز کو کہہ بیٹھے

کیا جانے کہ ادھر کا کب قصد کریگا وہ
پامال ہوئے ہم تو اسے سر رہ بیٹھے

جو ہاتھ چڑھا اسکے دل خوں ہی کیا اسکا
اُس پنجۂ رنگیں کی اے میر نہ گہہ بیٹھے

اب سمجھ آئی مرتبا سمجھے
گم کیا خود کہیں خدا سمجھے

اسقدر جی میں ہی دعا اسکے
کہ دعا کرے تو دعا سمجھے

کچھ سمجھتے نہیں ہمارا حال
تمسے بھی ای بتان خدا سمجھے

غلط اپنا کہ اُس جفا جو کو
سادگی سے ہم آشنا سمجھے

ناکتہ داں بھی خدا نے تمکو کیا
پر ہمارا نہ مدعا سمجھے

لکھے دفتر کتابیں کیں تصنیف
پر نہ طالع کا ہم لکھا سمجھے

میر صاحب کا ہر سخن ہی رمز
بے حقیقت ہی شیخ کیا سمجھے

ویسا ہی یہہ جو یوسف شب تیرے ہوتے آوے
جیسے چراغ کوئی مہتاب میں جلاوے

کیا رفتگی سے میری تم گفتگو کرو ہو
کھویا گیا نہیں میں ایسا جو کوئی پاوے

چھاتی کے داغ یکسر آنکھوں سے کھل رہے ہیں
کہتے میں ابھی محبت کیا کیا ہمیں دکھاوے

ہیں پاؤں اسکے نازک گل برگ سے سجا ہی
عاشق جو رہگذر میں آنکھوں کو تیں بچھاوے

یوں خاک رو منہہ پہ مل کر کب تک پھرا کروں میں
یارب زمیں پھٹے تو یہہ رو سیہ سماوے

ہی کاش قصہ میرا ہر فرد کو سناوے
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یہاں لگاوے

ترک بتاں کا مجھ سے لیتے ہیں قول یونہیں
کیا ان سے ہاتھہ اٹھاؤں گو اس میں جان جاوے

عاشق کو مر گئے ہی بنتی ہی عاشقی میں
کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اٹھاوے

جی میں بگڑ رہا ہی تب میر چپ ہی بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتیں بنا کے لاوے

تجھہ کنے بیٹھے گھٹتا جاتا ہی جی
کاہشیں کیا کیا اٹھا جاتا ہی جی

یوں تو مردے سے پڑے رہتے ہیں ہم
پر وہ آتا ہی تو آجاتا ہی جی

ہائے اسکے شربتی لب سے جدا
کچھہ بتا سا سا گھلا جاتا ہی جی

اسکے اُسکی راہ میں جو ہو سو ہو
یاد بھی آتا ہی یاجاتا ہی جی

کیا کہیں تجھسے کہ اُس شعلے بغیر
جی ہمارا کچھہ جلا جاتا ہی جی

عشق آدم میں نہیں کچھہ چھوڑتا
ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہی جی

اُٹھہ چلے پر اُسکے غش کرتے ہیں ہم
یعنے ساتھہ اُسکے چلا جاتا ہی جی

آنہیں پھرتا وہ مرتے وقت بھی
حیف ہی اس میں رہا جاتا ہی جی

رکھتے تھے کیا کہا بنائیں پیشتر
سو تو اب آپھی دہا جاتا ہی جی

آسمان شاید و رے کچھ آ گیا رات سے کیا کیا رکا جاتا ہی جی
کا شکے برقع رہے اُس رخ پہ میر
منہہ کھلے اسکے چھپا جاتا ہی جی

کچھ بات ہی کہ گل ترے رنگیں دہاں سا ہی — یا رنگ لالہ شوخ ترے رنگ پاں سا ہی
آیا ہی زیر زلف جو رخسار کا وہ سطح — یاں صبا نجھ کے تئیں بھی سحر کا سماں سا ہی
ہی جی کی لاگ اور کچھ ای فاختہ ولے — دیکھے نہ کوئی سرو چمن اس جواں سا ہی
کیا جانئے کہ چھاتی جلے ہی کہ داغ دل — اپناک آگ سی لگی ہی کہیں کچھ وہاں سا ہی
اُسکی گلی کی اور تو ہم تیر سے گئے — گو قامت عمیدہ ہمارا کماں سا ہی
جو ہی سو اپنی فکر خرد با رہیں ہی یاں — سارا جہان راہ میں اک کارواں سا ہی
کہیے کی یہہ بزرگی شرف سب بجا ہی لیک — دلکش جو پوچھیے تو کب اس آستاں سا ہی
عاشق کی گور پر بھی کبھو تو چلا کرو — کہا خاک واں رہاں ہی بھی کچھ نشاں سا ہی

زور طبیعت اسکا سنے اشتیاق تھا
آیا نظر جو میر تو کچھ ناتواں سا ہی

یا باوہ گالگوں کی خاطر سے ہوس جاوے — یا ابر کوئی آوے اور آکے برس جاوے
شورش کدہ عالم کہنے ہی کی جا گہہ تھی — دل کیا کرے جو ایسے ہنگامے میں پھنس جاوے
دل تو ہی عبث نالاں یاران گذشتہ بن — ممکن نہیں اب ان تک آواز جرس جاوے
اس زلف سے لگ چلنا اک سانپ کھلا ناہی — یہہ مار سیہ یارو ناگاہ نہ ڈس جاوے
میخانے میں آوے تو معلوم ہو کیفیت — یوں آگے ہو مسجد کے ہر روز عسس جاوے
چولی جہاں سے منکی پھر آنکھیں وہیں چپکیں — جب پیرہن گل بھی اس خوبی سے چھس جاوے

ہی میر عجب کوئی دو ویشں برشتہ دل
بات اسکی سنو تم تو چھاتی بھی بھانس جاوے

میر در یا ہی سُنے شعر زبانی اسکی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اسکی

خاطر باد یہ شے دیر میں جا دیگی کہیں
خاک مانند بگولے کی اڑانی اسکی

اپنک ہی عہد میں اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھوں میں نہ آیا کوئی ثانی اسکی

مینہہ تو بوچھار کا دیکھا ہی برستے تمنے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اُسکی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پر ملی خاک میں کیا سحر بیانی اُسکی

کرکے تعویذ رکھیں اُسکو بہت بھاتی ہی
وہ نظر پاؤں پہ وہ بات دوانی اُسکی

اسکا وہ عجز تمھارا یہہ غرور خوبی
منتیں انے بہت کیں پہ نمانی اسکی

کچھہ لکھا ہی تجھے ہر برگ پر ای رشک بہار
رقعہ واریں ہیں یہ اوراق خزانی اسکی

سرگذشت اپنی کس اندوہ سے سب کہتا تھا
سو گئے تم نہ سنی آہ کہانی اسکی

مرثیۂ دل کے کئی کہہ کے دئے لوگوں کو
شہر دلی میں ہی سب پاس نشانی اسکی

میان سے نکلی ہی پر تی تھی تمھاری تلوار
کیا عوض چاہ کا تھا خصمیٔ جانی اسکی

آبلے کی سی طرح تھیں لگی پھوٹ بہے
دردمندی میں گئی ساری جوانی اسکی

اب گئے اسکے جز افسوس نہیں کچھہ حاصل
حیف صد حیف کہ کچھہ قدر نجانی اسکی

متاع دل اس عشق نے سب جلا دی
کوئی دن ہی میں خاک سی یاں اڑا دی

دلیل اس بیاباں میں دل ہی ہی اپنا
نہ خضر و بلدیاں نہ رہبر نہ ہادی

مزاجوں میں یاس آگئی ہی ہمارے
نہ مرنے کا غم ہی نہ جینے کی شادی

نہ پوچھو کہ چھاتی کے جلنے نے آخر
عجب آگ دلمیں جگر میں لگا دی

وفا لوگ آپس میں کرتے تھے آگے
یہہ رسم کہن آہ تمنے اُٹھا دی

جدا ان غزالاں شہری سے ہو کر
پھرے ہم بگولے سے وادی بوادی

صبا اُس طرف کو چلی جل گئے ہم
ہوا یہہ سبب اپنے مرنے کا بادی

ہر

وہ نسخہ جو دیکھا بڑھا روگ دل کا طبیب محبت نے کیسی دوا دی
ملے قصر جنت میں پیر مغاں کو ہمیں زیر دیوار میخانہ جا دی

نہو عشق کا شور تا میر ہرگز
چلے بس تو شہروں میں کرتے منادی

شور میرے جنوں کا جس جا ہی دخل عقل اُس مکان میں کیا ہی
دل میں پھرتے ہیں خط و خال و زلف مجھکو یکسر ہزار سودا ہی
شور بازار میں ہی یوسف کا وہ بھی آ نکلے تو تماشا ہی
نظر آئے تھے وے حنائی پا آج تک ایک فتنہ برپا ہی
برچھیوں پر کہیں نہ بٹ جاوے دل صفوف مژہ میں تنہا ہی
دل کھنچے جاتے ہیں اُسی کی اور سارے عالم کی وہ تمنا ہی
برسوں رکھا ہی دیدۂ تر پر پاٹ دامن کا اپنے دریا ہی
تک گریباں میں سر کو ڈال کے دیکھ دل بھی دامن وسیع صحرا ہی
دلکشی اُسکے قد کی سی معلوم سرو بھی یوں جوان رعنا ہی

دست و پا گم کئے ہیں تو نے میر
تیری بیطاقتی سے پیدا ہی

وہی سوزش موئے پر بھی ہی ابتک ساتھ یاں میرے ۔ ہما کے آشیانے میں جلے ہیں استخواں میرے
عزیزاں غم میں اپنے یوسف گم گشتہ کے ہر دم چلے جاتے ہیں آنسو کارواں در کاروں میرے
تمھاری دشمنی ہم دوستوں سے لانہایت ہی وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہی مہرباں میرے
لب و لہجہ غزلخوانی کا کسکو آج کل ایسا گھڑی بھر گو ہوئے مرغ چمن ہمداستاں میرے
نظر مت بے پری پر کر کہ آنسوئے جہاں پھر ہوں ہوئے پرواز کے قابل پئے ٹوٹے پر جہاں میرے
کہاں تک سر کو دیواروں سے یوں مارا کہے کوئی رکھوں اس در پہ پیشانی نصیب ایسے کہاں میرے

مجھے پامال کر یکساں کیا ہی خاک سے تو بھی
وہی رہتا ہی صبح و شام در پی آسماں میرے

خزاں کی باؤ سے حضرت میں گلشن کی تطاول تھا
تبرک ہو گئے یکدست خار آشیاں میرے

کہا میں شوق میں طفلان تہ بازار کے کیا کیا
سخن مشتاق ہیں اب شہر کے پیر و جواں میرے

زمیں سر پر اٹھا لی کبک نے رفتار رنگیں سے
خراماں ناز سے ہو تو بھی ای سرو رواں میرے

سخن کیا میر کرئے حسرت و اندوہ و حرماں سے
بیاں حاجت نہیں حالات ہیں سارے عیاں میرے

غیر کو دیکھے ہی گرمی سے نہ کچھ لاگ لگے
اس لیئے دیکھ رہے ہی کہ مجھے آگ لگے

آنکھ ہر ایک کی دوڑی ہی کفگ پر تیری
پاؤں سے لگ کے ترے مہندی کو کچھ بھاگ لگے

ہو نہ دیوانہ جو اُس گوہر خوش آب کا تو
لب دریا کتئیں کیوں رہیں یوں جھاگ لگے

ابتو اُن گیسوؤں کی یاد میں میں محو ہوا
گو قیامت کو مرے منہہ سے ہوں دوناگ لگے

لڑکے دلّی کے ترے ہاتھ میں کب آئے میر
پیچھے ایک ایک کے سو سو پھریں ہیں ڈاگ لگے

قوت کو پیرانہ سر دلی میں حیرانی ہوئی
ایکے جو آئے سفر سے خوب مہمانی ہوئی

ماؤلے سے جبتلک بکتے تھے سب کرتے تھے پیار
عقل کی باتیں کہاں کیا ہمسے نادانی ہوئی

لو ہو پانی ایک دونو نے کیا میرا ندان
یعنے دل لوہو ہوا سب چشم سب پانی ہوئی

کیا چھپا گچھ رہ گیا ہی مدعائے خط شوق
رقعہ وار اب اشک خونیں سے تو افشانی ہوئی

آنکھ اُٹھا کر تک جو دیکھا گھر کے گھر بٹھلا دئے
اک نگہہ میں سیکڑوں کی خانہ ویرانی ہوئی

مرتبہ واجب کا سمجھے آدمی ممکن نہیں
فہم سودائی ہوا یاں عقل دیوانی ہوئی

چاہ کر اس بیوفا کو آخر اپنی جان دی
دوستی اُسکی ہماری دشمن جانی ہوئی

بلبل اس خوبی سے گل ہی سیما سیمائے یار
تو عبث ای بے حقیقت غنچہ پیشانی ہوئی

شیخ مت یاد بتاں کو رات کا سا ذکر جان
یا صنم گوئی ہماری کیا خدا خوانی ہوئی

غنچۂ گل ہی گلابی پھول ہی جام شراب
توڑتے توڑتے توبہ اب پشیمانی ہوئی

چشم ہوتے ہوتے تر پھر سب بھری رہنے لگی
اب ہوئی خطرے کی جا گہہ کشتی طوفانی ہوئی

دل تڑپھنا تھا نہایت جان دے تسکین کی
بارے اپنی ایسی مشکل کی بھی آسانی ہوئی

جب سے دیکھا اُسکو ہمنے جی دہلا جاتا ہی میر
اِس خرابی کی یہہ چشم روسیہ بانی ہوئی

جنون کا عبث میرے مذکور ہی
جوانی کو انکی ہی مشہور ہی

کہو چشم خونبار کو چشم تم
خدا جانے کب کا یہہ ناسور ہی

فلک پر جو مہ ہی تو روشن ہی یہہ
کہ منہہ سے ترے نسبت دور ہی

گدا شاہ دونوں ہیں دل باختہ
عجب عشق بازی کا دستور ہی

قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب
نہ بے مصلحت یار مستور ہی

ہم اب ناتوانوں کو مرنا ہی صرف
نہیں وہ کہ جینا بھی منظور ہی

ستم ہیں ہماری قسم ہی تمہیں
کہو صرف جتنا کہ مقدور ہی

نیاز اپنا جس مرتبے میں ہی یاں
اُسی مرتبے میں وہ مغرور ہی

ہوا حال بندے کا گو کچھہ خراب
خدائی ابھی اُسکی معمور ہی

گیا شاید اس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منہہ پہ کچھہ نور ہی

آج کچھہ بیحجاب ہی وہ بھی
کیا ہی مست شراب ہی وہ بھی

ہیں ہی جاتا نہیں جدا دل سے
دور مجھسے کباب ہی وہ بھی

سایباں توسے سب گئے محروم
ایک حاضر جواب ہی وہ بھی

وہم جسکو محیط سمجھا ہی
دیکھئے تو سراب ہی وہ بھی

رکھم نہیں کچھہ صبا ہے اشک گرم
قاصد پر شتاب ہی وہ بھی

حسن سے دود دل نہیں خالی زلف پر پیچ و تاب ہی وہ بھی
خانہ آباد کعبے میں تھا میر
کیا خدا ہی خراب ہی وہ بھی

سیخودی جو یہہ ہی تو ہم آپ میں اب آ چکے کیا تمھیں یاں سے چلے جاتے ہو ہم بھی جا چکے
تم یہی کہتے رہے یہہ اور [illegible] کھلا زخم بھی ہمنے اٹھائے داغ ہم بھی کھا چکے
ایک بوسہ دے نہ منہہ برسوں [illegible] واہ واہ اب تو ٹک بولو جزا ہم اس عمل کی پا چکے
یاں تلک آنے میں جتنا مکث کرتے ہو کرو اب تو جانا جان سے ناچار ہم ٹھہرا چکے
اب چمن میں جا نکلتے ہیں تو جی لگتا نہیں
پھول گل سے میر اس بن دل بہت بہلا چکے

کی سیر ہمنے سینۂ یکسر فگار کی اس تختے نے بھی ابکے قیامت بہار کی
دریاے حسن یار طلاطم کرے کہیں خواہش ہی اپنے جی میں بھی بوس و کنار کی
اپنا بھی جی اسیر تھا آواز عندلیب دل میں چبھا کی رات کو جوں نوک خار کی
آنکھیں غبار لائیں مری انتظار میں دیکھوں تو گرد کب اٹھے اس رہگذار کی
مقدور تک تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں منہہ سے نکل ہی جاتی ہی اک بات پیار کی
ای گرد سر پھروں ترے ہوں میں فقیر محض رکھتا تھا ایک جان سو مجھ پر نثار کی
کیا صید کی تڑپھ کو اٹھائے دماغ یار نازک بہت ہی طبع مرے دل شکار کی
رکھتا نہیں طریق وفا میں کبھو قدم ہم کچھ نہ سمجھے راہ و روش اپنے یار کی
کیا جانو چشم تر سے ادھر دل پہ کیا ہوا
کسکو خبر ہی میر سمندر کے پار کی

جب نسیم سحر ادھر جا ہی ایک سنّا ہٹا گذر جا ہی
کیا اس آئینہ رو سے کہئے ہاے وہ زباں کر کے پھر مکر جا ہی

جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہیں — حال پرسی تلک آکے کر جاہی
وہ کھلے بال سووے ہی شاید — رات کو جی مرا بکھر جا ہی
دور اگر چہ گیا ہوں میں جی سے — کب وطن میرے یہہ خبر جا ہی
وہ اگر چت چڑھا رہا ایسا — آج کل جی سے مہ اُتر جا ہی

جی نہیں میر میں [redacted]
بات کہتے ابھی وہ مر جا ہی

اور دیدہ نگہہ کرنا پھر آنکھہ ملانا بھی — اُس لوتنے دامن کو پاس آکے اُٹھانا بھی
پامالیٔ عاشق کو منظور رکھے جانا — پھر چال کذب جانا تھو کر نہ لگانا بھی
برقع کو اٹھا دینا پر آدھے ہی چہرے سے — کیا منہہ کو چھپانا بھی کچھہ جھجکے دکھانا بھی
دیکھہ آنکھہ میں میری نیچی اک مارنا پھر بھی — ظاہر میں سنانا بھی پردے میں جتانا بھی

صحبت ہی یہہ ویسی ہی ای جان کی آسایش
سنتہہ آن کے سونا بھی پھر منہہ کو چھپانا بھی

ان دلبروں کو دیکھہ لیا بیوفا ہیں سب — بے وجد و بے مروت و ناآشنا ہیں سب
حال آنکھہ خصم جان ہیں پر دیکھیے جو خوب — ہیں آرزو دلوں کی بھی بے مدعا ہیں سب
اب خوصلہ کرے ہی ہمارا بھی تنگیاں — جا بے بھی رو بتوں کتئیں کیا خدا ہیں سب
گل پھول اس چمن کے چلو صبح دیکھہ لیں — شبنم کے رنگ پھر کوئی دم میں ہوا ہیں سب
کس دل میں خوبرویوں کی خالی نہیں جگہہ — مغرور اپنی خوبی کے اوپر بجا ہیں سب
ہر چند ان سے برسوں چھپا ہم ملا کیے — ظاہر ولے تہ ہم پہ ہوا یہہ کہ کیا ہیں سب

کیا جانو میر صاحب و قبلہ کے ڈھب کو تم
خوبی مسلم انکی ولے بد بلا ہیں سب

یاں ہم برائے بیت جو بے خانماں رہے — سو یوں رہے کہ جیسے کوئی میہماں رہے

تھا ملک جنکے زیر نگیں صاف مٹ گئے
تم اس خیال میں ہو کہ نام و نشاں رہے

آنسو چلے ہی آنے لگے منہ پہ متصل
کیا کیجے اب کہ راز محبت نہاں رہے

ہم جب نظر پڑیں تو وہ ابرو کو خم کرے
تیغ اپنی اسکے کب تئیں یوں درمیاں رہے

کوئی بھی اپنے سر کو کٹاتا ہے یوں ولے
جوں شمع کیا کروں جو نہ میری زباں رہے

ہے دونوں چشمے خاک سے [illegible] ہی
سیلاب میری آنکھوں سے کبتک رواں رہے

دیکھیں تو مصر حسن میں کیا خواریاں کھینچیں
ابتک تو ہم عزیز رہے ہیں جہاں رہے

مقصود گم کیا ہی تب ایسا ہی اضطراب
چکر میں ورنہ کاہیکو یوں آسماں رہے

کیا اپنی اُنکی تمسے بیاں کیجئے معاش
کیں مدتوں رکھا جو تنک مہرباں رہے

گہہ شام اُسکے موسے ہی گہہ روسے اُسکے صبح
تم چاہو ہو کہ ایک سا ہی یاں سماں رہے

کیا نذر تیغ عشق سر سبز میں کیا
اس معرکے میں کھیت بہت خستہ جاں رہے

اس تنگنائے دہر میں تنگی نفس نے کی
جوں صبح ایکدم ہی رہے ہم جو یاں رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اٹھی
حیرت ہی میر اپنے تئیں ہم کہاں رہے

کیا حال بیاں کرے عجب طرح پڑی ہی
وہ طبع تو نازک ہی کہانی یہہ بڑی ہی

کیا فکر کروں میں کہ تلے آگے سے گردوں
یہہ گاڑی مری راہ میں بیڈول اڑی ہی

ہی چشمک انجم طرف اس مہ کے اشارا
دیکھو تو مری آنکھ کہاں جا کے لڑی ہی

کیا اپنی شرر ریزی کہیں پلکوں کی صف کی
ہم جانتے ہیں ہم پہ جو یہہ باڑھ جھڑی ہی

وے دن گئے جو پہروں لگی رہتی تھیں انکھیں
اب یاں ہمیں مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہی

ایسا نہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے
اک خواہش دل ساتھ مرے جیتی گڑی ہی

کیا نقش میں مجنوں ہی کے تھی رفتگی عشق
لیلی کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہی

جاتے ہیں چلے متصل آنسو جو ہمارے
ہر تار نگہہ آنکھوں میں موتی کی لڑی ہی

سچتا ہی نہیں ہمسے قد خم شدہ ہر گز — بہہ سنت کمان ہاتھہ مرا اب کشنی کرتی ہی
گل کھائے ہیں اکثر اطراف سے میں عشق میں اسکے — ایسا تھہ مرا بانکہ تو پھولونکی چھڑی ہی

وہ زلف نہیں منعکس دیدۂ تر میں
اس بحر میں تہ داری سے زنجیر پڑی ہی

زلف ہی دل ہم نہیں ابرو بھی پرخم اور ہی — یاں تلف [redacted] عالم اور ہی
پیٹ لینا سر کے دیکھے شکر وغ عشق تھا — سینہ کوبی سے مصال ہی اب بہہ ماتم اور ہی
جون کف دریا کو دریا سے ہی نسبت دور کی — ابر بھی دوں اور کچھ ہی دیدۂ نم اور ہی
رہتے رہتے منتظر آنکھو میں جی آیا ندان — دم غنیمت جان اب مہلت کوئی دم اور ہی

جی تو جانے کا ہمیں اندوہ ہی ہی لیک میر
حشر کو اتھنا پڑے گا پھر بھی یہہ غم اور ہی

برا کیا مانئے اب چھیڑ سے یا اسکی گالی سے — یہی ہی طور اسکا سامنہ اپنا خورد سالی سے
ملی بیرنگ مرجھائی نظر آتی ہی ظاہر ہی — ہماری بیکلی گاہے تصور نہالی سے
بھری آنکھیں کسو کی پونچھتے جو آستیں رکھتے — ہوئی شرمندگی کیا کیا ہمیں اس دست خالی سے
جو مررہئے بھی تنک آکر تو پروا کچھہ نہوا اسکو — پڑا ہی کام مجھہ ناکام کو کس لاابالی سے
جہاں رونے لگے تنک بید ماغنی وہ لگا کرنے — قیامت ضد ہی اسکو عاشقی کی زار نالی سے
دماغ حرف لعل ناب و برگ گل سے ہی تمکو — ہمیں جب گفتگو ہی تب کسو کی لب کی لالی سے
ریاضات محبت نے رکھا ہی ہم میں کیا باقی — نمود اک کرتے ہیں ہم یوں میں اب شکل مثالی سے
ہم اس راہ حوادث میں بسان سبزہ واقع ہیں — کہ فرصت سر اتھانیکی نہیں تک پایمالی سے
سرہانے رکھکے پتھر خاک پر ہم بینوا سوئے — پڑے سر ماریں طالع مند اپنا سنگ قالی سے
کہو میں کیں رونے میں جگر سے آہ کرتا ہوں — کہ دل اتھہ جائیں یا رونکے ہوائے ہو شکالی سے

یہی غم اس دہن کا ہی کہ فکر اسکی کمر کی ہی

کہے سو کیا کوئی ہیں میر صاحب کچھ خیالی ہے

الٰہی کہاں منہ چھپایا ہی تو نے ہمیں کھو دیا ہی تری جستجو نے
جو خواہش نہ ہوتی تو کاہش نہ ہوتی ہمیں جی سے مارا تری آرزو نے
نہ بھائیں تجھے میری باتیں وگرنہ رکھی دھوم شہر و نہیں اس گفتگو نے
رقیبوں سے سر جو رہی تازہ ہو کر ہمیں تو نہیں دیتے تک پاؤں چھونے
پھر اس سال سے پھول سونگھا ہیں نے دوانا کیا تھا مجھے تیری بو نے
مداوا نہ کرنا تھا مشفق ہمارا جراحت جگر کے لگے دکھنے دونے
گرہ ہا یا کھو کو کھپایا کھو کو برائی ہی کی سب سے اس خوبرو نے
وہ کھرا کہ ہی شور جسکا جہاں میں پڑیں ہینگے اسکے محل آج سونے

تری چال تیرہی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہی یا ن کم کھو نے

بہ بازی سے چرخ گردان کی سر ہمارے ہیں گوے میدان کی
جی گیا اُسکے تیر کے ہمراہ تھی تواضع ضرور مہمان کی
ہیں لئے آبروے خنجر و تیغ ترچھی پلکیں تری بھوئیں بانکی
پھوڑ ڈالینگے سر ہی اُس در پر منت آتھستی نہیں ہی درباں کی
سر دامن سے گفتگو کر ئیے بات بکری لب گریبان کی
اُس بت شوخکی ہی طینت میں دشمنی میرے دین و ایمان کی

آدمی سے ملک کو کیا نسبت
شان ارفع ہی میرا نسان کی

صبح ہی کوئی آہ کر لیجے آسمانکو سیاہ کر لیجے
چشم گریاں باغمین مندی جا ہی جو بنے اک نگاہ کر لیجے

ابر رحمت ہی جو شمیں می دے یعنے ساقی گناہ کر لیجے

یہہ رات ہجر کی یاں تک تو دکھہ دکھاتی ہی ہی شکل صبح مرے سبکو بھول جاتی ہی
طپش کی دم ہی تئیں مجھسے ہی یہہ خوں گرمی وگرنہ تیغ تری کب گلے لگاتی ہی
ہنسے ہی چاک قفس کھلکھلا کے مجھہ اوپر چمن کی یاد میں جب بیکلی رلاتی ہی

ہوا ہی میر سے روشن کہ کل جبی ہی شمع
زبان ہلانے میں پروانیکو جلاتی ہی

چمن کو یاد کر مرغ قفس فریاد کرتا ہی کوئی ایسا ستم دنیا میں ای صیاد کرتا ہی
ہوا خانہ خراب آنکھونکا اشکونسے تو بر جا ہی رہہ سیلاب میں کوئی بھی گھر بنیاد کرتا ہی

اُبھرای نقش شبریں بیستون اوپر تماشا کر
کہ کارستانیاں تیرے لئے فرہاد کرتا ہی

یکمژہ ای دم آخر مجھے فرصت دیجے چشم بیمار کے دیکھہ آنے کی رخصت دیجے
نو گرفتار ہوں اِس باغ کا رحم ای صیاد موسم گل رہے جبتک مجھے مہلت دیجے
اپنے ہی دلکا گنہہ ہی جو جلاتا ہی مجھے کسکو لے مرئے میاں اور کسے تہمت دیجے
چھوٹے ہیں قید قفس سے تو چمن تک پہنچیں اتنی ای ضعف محبت ہمیں طاقت دیجے

مر گیا میر نہ آیا ترے جی میں ای شوخ
اپنے محنت زدہ کو بھی کبھی راحت دیجے

کوفت سے جان لب پر آئی ہی ہمنے کیا چوٹ دل پہ کھائی ہی
لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر شوق نے بات کیا بڑھائی ہی
آرزو اُس بلند بالا کی کیا بلا میرے سر پہ لائی ہی
دیدنی ہی شکستگی دل کی کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہی
ہی تصنع کہ لعل ہیں وے لب یعنے ایکبات سی بنائی ہی

ولے نزدیک اور اتنا دور کسے اُسکو کچھ آشنائی ہی
بیستوں کیا ہی کوہکن کیسا عشق کی زور آزمائی ہی
جس مرض میں کہ جان جاتی ہی دلبروں ہی کی وہ جدائی ہی
یاں ہوئے خاک سے برابر ہم واں وہی ناز و خود نمائی ہی
ایسا موتی ہی زندۂ جاوید رفتۂ یار تھا جب آئی ہی

مرگ مجنوں سے عقل گم ہی میر
کیا دوانے نے موت پائی ہی

سیر کی ہمنے ہر کہیں پیارے پھر جو دیکھا تو کچھ نہیں پیارے
خشک سال وفا میں اک مدت پلکیں لوہو میں تر نہیں پیارے
یک نظر دیکھنے کی حسرت میں آنکھیں تو پانی ہو بہیں پیارے
پہنچی ہی ضعف سے یہہ اب حالت چھان پہنچا رہا وہیں پیارے

تجھ گلی میں رہے ہی میر مگر
دیکھیں ہیں جب نہ تب نہیں پیارے

کھینچے جہاں تو تیغ جلادت کے واسطے واں میں بھی ہوں ضرور شہادت کے واسطے
سجدہ کوئی کرے تو در یار پر کرے ہی جائے پاک شرط عبادت کے واسطے
آئے نہ تم تو در پس دیوار مجھ تلک کھینچے ہیں لوگ رنج عیادت کے واسطے
خوش طالعی صبح جو اُس منہ پہ ہی سفید پھرتا ہی مہ بھی اس ہی سعادت کے واسطے

ہی میر پیر ایک سوئے میکدہ مدام
جاتا ہی مغبچوں کی ارادت کے واسطے

پر نہیں جو اُڑ کے اُس در جائیے زندگانی حیف ہی مر جائیے
کچھ نہیں تو شعبدہ ہی کی فکر کیجئے آئے ہیں جو یاں تو کچھ کر جائیے

قصد ہی کعبے کا لیکن سوچ ہی — کیا ہی منہہ جو اسکے در پر جائے
خانماں آباد جو ہی سو خراب — کسکے اتہہ کر شہر میں گھر جائے

بیم مردن اسقدر رہہ کیا ہی میر
عشق کریئے اور پھر دَر جائیے

دل مرا مضطرب نہایت ہی — رنج حرمان کی یہہ بدایت ہی
منہہ ادھر کر کہو نہ وہ سو یا — کیا دعا شب کی بے ثرایت ہی
اب وہ منہ اور اپنا منہ سے ملا — چند در چند یہہ حکایت ہی
ہر طرف بحث تجھسے ہی ای عشق — شکر تیرا تری شکایت ہی
ایسے رنج و عنا میں اودھر سے — پرسش حال بھی عنایت ہی
دہر کا ہو گلہ کہ شکوہ چرخ — اُس ستمگر ہی سے کنایت ہی
مت مراعات غیر رکھہ منظور — میرے حق میں یہی رعایت ہی
عاشق اب بڑھ گیئے ہمیں چھانٹو — اس میں سرکار کی کفایت ہی

کب لے میر ملک داروں سے
وہ گدائے شہ ولایت ہی

مطرب سے غزل میر کسی کل میں نے پڑھائی — اللہ رے اثر سب کتیں رفتگی آئی
اس مطلع جاں سوز نے آ اُسکے لبوں پر — کہنا کہئے کہ کیا صوفیوں کی چھاتی جلائی
خاطر کے علاقے کے سبب جان کھپائی — اس دلکے دھرکنے سے عجب کوفت اُٹھائی
گو اُس رخ مہتابی سے واں چاندنی چھٹکی — یاں رنگ شکستہ سے بھی چھٹی ہی ہوائی
ہر بحر میں اشعار کہے عمر کو کھویا — اس گوہر نایاب کی کچھہ بات نہ پائی
بھیرین تلیں اس ابروئے خمدار کے ہاتھے — لاکھوں میں اس اوباش نے تلوار چلائی
دل اور جگر جل کے مرے دونوں ہوئے خاک — کیا پوچھتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی

قاصد کے تصنع نے کیا دل کو حزیں داغ — بیتاب مجھے دیکھ کے کچھ بات بنائی
چمکی ہی مری آنکھ لب لعل بتاں سے — اس بات کو جانتی ہی ساری خدائی
میں دیر پہنچ کر نہ کیا قصد حرم پھر — اپنی سی جرس نے کی بہت ہرزہ درائی
فریاد انہیں رنگوں ہی گلدار میں ہر صبح — بلبل نے مری طرز سخن صاف اڑائی
مجلس میں مرے ہوتے رقیبوں نے ہو چپکے — یہہ بات مری ضد سے تمہیں کہنے بنائی

گردش میں جو ہیں مہر و مہ و ستارے
دن رات ہمیں رہتی ہی یہہ چشم نمائی

جل گیا دل مگر ایسے جو بالا نکلے ہی — جیسے لوں چلتی مرے منہہ سے ہوا نکلے ہی
لخت دل قطرۂ خوں ٹکڑے جگر ہو ہو کر — کیا کہوں میں کہ مری آنکھوں سے کیا نکلے ہی
میں جو ہر سو لگوں ہوں دیکھنے ہو کے مضطر — آنکھ ہر میری نگہہ ساتھہ گھٹا نکلے ہی
پارسائی وہری رہ جائیگی مسجد میں شیخ — جو وہ اس راہ کبھو مستی میں آ نکلے ہی
گو کہ پردہ کرے جوں ماہ شب ابرو شوخ — کب چھپا رہتا ہی ہر چند چھپا نکلے ہی
بھیڑ میں تل جاتے ہیں آگے سے اس ابرو کے ہاے — سیکڑوں میں سے وہ تلوار چلا نکلے ہی
بنتی ہی سامنے اسکے کئے سجدہ ہی ولے — جی سمجھتا ہی جو اس بت میں ادا نکلے ہی
بد کہیں نالہ کشاں ہم میں کہ ہمسے ہر روز — شور و ہنگامے کا اک طور نیا نکلے ہی
اجر سے خالی نہیں عشق میں مارے جانا — وے ہی جو سر کوئی کچھ پاں سے بھی پا نکلے ہی
لگ چلی ہی مگر اس گیسوئے عنبر بو سے — ناز کرتی ہوئی اس راہ صبا نکلے ہی
کیا ہی اقبال کہ اس دشمن جانکے آگے — منہہ سے ہر ایک کے سو بار دعا نکلے ہی
سوز سینے کا بھی دل چسپ بلا ہی اپنا — داغ ہو نکلے ہی چھاتی سے لگا نکلے ہی
سارے دیکھے ہوئے ہیں دلی کے عطار و طبیب — دل کی بیماری کی کس پاس دوا نکلے ہی
لیا فریبندہ ہی رفتار ہی کہنے کی جدا — اور گفتار سے کچھ پیار جدا نکلے ہی

بس

ویسا بیجا نہیں دل میرکا جو رہ لیکے
چلتا پھرتا کبھو آس پاس بھی جا نکلے ہی

قسمت دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان سیوم

میرے مالک نے مرے حق میں یہہ احسان کیا — خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا
اُس ستمزے دل کی خرابی ہوئی ای عشق دریغ — تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا
ضبط تھا جب تئیں چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر — اشک نے بہہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا
انتہا شوق کی دلکے جو صبا سے پوچھی — اک کف خاک کو لے اُنے پریشان کیا

مجھکو شاعر نکہو میرکہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کئے جمع تو دیوان کیا

دین و دلکے غمکو آساں ناتواں میں لے گیا — یا محبت کہکے یہہ بار گران میں لے گیا
خاک و خوں میں لوٹ کر رہ جانے ہی کا لطف ہی — جان کو کیا جو سلامت نیم جاں میں لے گیا
سرگذشت عشق کا نہ کونہ پہنچا یاں کوئی — گرچہ پیش ادو بستاں یہہ داستاں میں لے گیا

عرصۂ وحشت قیامت باغ ہو جائے گا سب
اس طرح سے جو یہہ چشم خوں فشاں مایں لے گیا

ذکر دل جانے کا وہ پر کینہ سن کہنے لگا
یہہ سناتے ہو کسے کیا مہرباں مایں لے گیا

یک جہاں مہر و وفا کی جنس تھی میر پے کنے
لیکن اسکو پھیر ہی لایا جہاں مایں لے گیا

ریختہ کا ہیکو تھا اِس رتبہ اعلی مایں میر
جو زمیں نکلے اسے تا آسماں مایں لے گیا

میر ا ہی مقلد عماں تھا
مجنوں کے دماغ مایں خلل تھا

دل ٹوٹ گیا تو خون نکلا
شیشہ یہہ بہت ہی کم بعاں تھا

تھیں سبکی نظر مایں اُسکی بھوویں
افسوس یہہ شعر متبذل تھا

کیا قدر ہی ریختے کی گو مایں
اِس فن مایں نظیری کا بدل تھا

تھا نزع مایں دست میر دل پر
شاید غم کا یہی محاں تھا

کر تا جنوں جہاں مایں بے نام و ننگ آیا
اک جمع لڑکوں کا بھی لے لے کے سنگ آیا

شب شمع کی بھی جنگی مجلس مایں لگ گئی تھی
سر گرم شوق مردن جسدم پتنگ آیا

فتنے فساد اُتھیں کے گھر گھر مایں خون ہونگے
گر شہر مایں خرابان وہ خانہ جنگ آیا

ہر سر نہیں ہی شایاں شور قلندری کا
گو شیخ شہر باندھے زنجیر و رنگ آیا

چسپاں ہی اُس بدن سے پیراہن حریری
اپنی بھی تنگ پوشی جی ابتو تنگ آیا

باتیں ہماری ساری بے ڈھنگیاں ہیں وے ہی
بوڑھے ہوئے پہ ہمکو اب تک نہ ڈھنگ آیا

بشرے کی اپنے رونق اے میر عارضی ہی
جب دل کو خون کیا تو چہرے پہ رنگ آیا

دل اگر کہتا ہوں تو کہتا ہی وہ یہہ دل ہی کیا
ایسے ناداں دلربا کے ملنے کا حاصل ہی کیا

جاننا بالِ کبوتر کو یہہ قصور فہم ہی
حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہی یاں باطل ہی کیا

یاں کوئی دن رات وقفہ کر کے قصد آگے کا کر
کاروان گاہ جہان رفتنی منزل ہی کیا

تک رہے ہیں اُسکو سو ہم تک رہے ہیں اینک سے
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہی کیا

وہ حقیقت اینک ہی سارے نہیں ہی سب میں تو
آب سا ہر رنگ میں بہہ اور کچھ شامل ہی کیا

چوٹ میرے دل میں ایسی ہی کہ ہو نہیں دم بخود
وہ کشندہ یو نہیں کہتا ہی کہ تو گھایل ہی کیا

کہتے ہیں ظاہر ہی اینک ہی لیلی ہفت اقلیم میں
اِس عبارت کا نہیں معلوم کچھ محمل ہی کیا

ہمتو سو سو بار مر رہتے ہیں اینک آن میں
عشق میں اُسکے گذرنا جان سے مشکل ہی کیا

شاخ پر گل یا نہال اودھر جھکے جاتے ہیں سب
قامت دلکش کا اسکے سرو ہی مائل ہی گیا

مرثیہ میرے بھی دل کا رفت آور ہی بلا
محتشم کو میر میں کیا جانوں اور مقبل ہی کیا

ان دلبروں سے رابطہ کرنا ہی کام کیا
کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

حیرت ہی کھولیں چشم تماشا کہاں کہاں
حسن و جمال و بسا ہی اسکا خرام کیا

کی ایک نگاہ گرم جہاں اُن سے مل گئے
عاشق کو دلبروں سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں
کیا جانیں سجدہ کہتے ہیں کسکو سلام کیا

اُس کنج لب پہ چپکے ہوئے منہہ کو رکھکے ہم
دلچسپ اس مقام میں حرف و کلام کیا

جس جا اسکے چہرے سے کرتے ہیں گفتگو
مرآت و ماہ و گل کا ہی اسجا مقام کیا

کہتا ہی کون بدر میں نقصان کچھ رہا
پر منہہ کھلے پر اُسکے ہی ماہ تمام کیا

یہہ جانوں ہوں کہ دلکو ہی اس رو و مو سے لاگ
کیا جانوں پیش آوے ہی اب صبح و شام کیا

تسبیح تک تو میر نے رکھا کلال کے
وقت نماز اب بھی ہوئے تھے امام کیا

چال یہہ کیا تھی کہ ایدھر کو گذارا نہ کیا
دور ہی دور پھرے پاس ہمارا نہ کیا

اسکو منظور نتھی ہمسے مروت کرنی
اینک چشمک بھی نہ کی اینک اشارا نہ کیا

بعد دشنام تھی بوسے کی توقع بھی ولے
تلخ سنے کتنیں ہم نے گوارا نہ کیا

مر کے بھی حوصلہ لوگوں میں کہا یا فرہاد
جندے پتھر ہی سے سر اور بھی مارا نہ کیا

جی رہے دو بتے دریاے غم عشق میں لیک
بوالہوس کی سی طرح ہمنے کنارا نہ کیا

نیر جاں صدقے کہ اسپر نہ زباں دیکا نہ سود
ہم تو کچھ دوستی میں داری کا سمارا نہ کیا

لے گیا مٹی بھی دروازے کے انکے میں میر
پر اطبا نے مرے درد کا چارا نہ کیا

وہ دل نہیں رہا ہی تعب جو اٹھائیگا
یا لو ہوا اشک خونی سے منہہ ہر بہائیگا

اب بہہ نظر پڑے ہی کہ برگشتہ وہ مژہ
کاوش کریگی تک بھی تو سنبھالا نجائیگا

کھینچا جو میں وہ ساعد سیمیں تو کہہ اٹھا
بس بس کہیں ہمیں ابھی صاحب غش آئیگا

ریجھے تو اُسکے طور پہ مجلس میں شیخ جی
پھر بھی ملا تو خوب سا ان کو رجھائیگا

جلوے سے اُسکے جل کیے ہوئے خاک سنگ وخشت
بیتاب دل بہت ہی یہہ کیا تاب لائیگا

ہم رہ چکے جو ایسے ہی غم میں کھپا کئے
معلوم جی کی چال سے ہوتا ہی جائیگا

آکر لگے ہی پاؤں میں زلف اسکی پیچدار
بازی نہیں یہہ سانپ جو کوئی کھلائیگا

آرتی رہیگی خاک جنوں کرتے دشت دشت
کچھ دست اگر یہہ بے سر و سامان بھی پائیگا

در پی ہی اب وہ سادہ فراول پسر بہت
دیکھیں تو میر کے تئیں کو لے بچائیگا

وہ جو گلشن میں جلوہ ناک ہوا
پھول غیرت سے جل کے خاک ہوا

اسکے دامن تلک نہ پہنچا ہاتھ
تھا سر دست جیب چاک ہوا

کس قدر تھا خبیث شیخ شہر
اسکے مرنے سے شہر پاک ہوا

دیکھے اس رشک خور کی گرمی سے
کچھ تو ہی ہمسے جو تہاک ہوا

میر ہانان ہو گیا تھا بہت
بس

سو طلب ہی میں پھر ہلاک ہوا

کیا روئے ہمیں کو یوں آن کر کے مارا — مہر بت دگر سے طوفان کر کے مارا
تربت کا میری لوحہ آئینے سے کرے ہی — یعنے کہ اُنے مجھکو حیران کر کے مارا
بیگانہ جان اُنے کیا چوٹ راتکو کی — منہہ دیکھہ دیکھہ میرا پہچان کر کے مارا
پہلے گلے لگایا پھر دست جور اُٹھایا — مارا تو اُنے لیکن احسان کر کے مارا
اُس سست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے — بہتوں کو اُنے عہد و پیمان کر کے مارا
حاضر یراق ہونا کاہیکو چاہئے تھا — مجھہ بینوا کو کیا کیا سامان کر کے مارا

کہنے لگا کہ شبکو میرے تئیں نشا تھا
مستانہ میر کو میں کیا جان کر کے مارا

گیا حسن خوبان بدراہ کا — ہمیشہ رہے نام اللہ کا
پشیمان ہوا دوستی کر کے میں — بہت مجھکو ارمان تھا چاہ کا
جگر کی سپر پھوٹ جانے لگی — بلا تو رہی ناوک آہ کا
اسیری کا دیتا ہی مژدہ مجھے — مرا زمزمہ گاہ و بیگاہ کا
رہوں جا کے مر حضرت یار میں — یہی قصد ہی بندہ درگاہ کا
کہا ہو دم قتل کچھہ تو کہے — جواب اسکو کیا میرے خونخواہ کا
عدم کو نہیں ملکے جاتے ہیں لوگ — غم اِس راہ میں کیا ہی ہمراہ کا
نظر خواب میں اسکے منہہ پر پڑی — بہت خوب ہی دیکھنا ماہ کا

لگو نہیں اگر آنکھہ تیری ہو میر
تماشا کر اسکی نظر گاہ کا

چشم سے خوں ہزار نکلے گا — کوئی دل کا بخار نکلے گا
اسکی نخچیر گہہ سے روح الامیں — ہو کے آخر شکار نکلے گا

آندھیوں سے سیاہ ہوگا چرخ دن کا تب کچھ غبار نکلے گا
ہوئے رے لاگ تیر مژگاں کی کلیجے سینے کے پار نکلے گا
ناز خورشید کب تلک کھینچیں گھر سے کب اپنے یار نکلے گا
خوں ہی آئیگا تو آنکھوں سے ایک سیل بہار نکلے گا

غزلت میر عشق میں کب تک
ہو کے بے اختیار نکلے گا

اعجاز منہ تکے ہی ترے لب کے کام کا کیا ذکر یاں مسیح علیہ السلام کا
رقعہ ہمیں جو آوے ہی سو تیر میں بندھا کیا دیجئے جواب اجل کے پیام کا
کچھ سدھ سنبھالتے ہی رکھی اے پگڑی پھیر ممنون میں نہیں ہوں جواب سلام کا
منہ دیکھو بد رکا کہ تری روکشی کرے تو یوں ہی نام لے ہی کسو نا تمام کا
تو بت ہی اپنی جب سے یہی کوچ کا ہی شور جتنا سنا نہیں ہی کہو یاں مقام کا
کنج لب اُسکا دیکھکے خاموش رہ گئے یعنے کہ تھا مقام یہہ ختم کلام کا
اُس روو مو کے محو کو کیا روزگار سے جلوہ ہی کچھ جدا ہی مری صبح و شام کا
صاحب ہو مار ڈالو مجھے نم و گر نہ کچھ جز عاشقی گناہ نہیں ہی غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائے میر
بندہ ہوں دلسے میں اسی سید امام کا

ہوں نشاں کیوں نہ تیر خوباں کا مجھ پہ تودا ہوا ہی طوفاں کا
ہاتھ زنجیر ہو جنوں میں رہا اپنے زنجیرہ گر بیاں کا
چپکے دیکھو چمکتے ہے لب سرخ ذکر یاں کیا ہی لعل و مرجان کا
ایک رہزن ہی اُسکی کافر زلف غم ہی رہتا ہی دین و ایمان کا
عمر آوارگی میں سب گذری کچھ ٹھکانا نہیں دل و جاں کا

کافرستاں ہی خال و خط و زلف و فر کیا ہی دل مسلماں کا
مر گیا میر نالہ کش بیکس
کسی نے ماتم میں اسکے منہہ تو ہا نکا

جس خستے وہ شوخ چلا آج شب آیا آیا کہو یاں دن کو بھی یوں تو غضب آیا
اس نرگس مستانہ کو کر یاد کروں ہوں کیا گریہ سر شار مجھے بے سبب آیا
راہ اسے ہوئی خلق کو کسطور سے یارب ہمکو کبھی ملنے کا تو اسکے نہ ڈھب آیا
کیا پوچھتے ہو دیکے سخن منہہ سے نہ نکلا کچھ دیکھتے اسکو مجھے ایسا ادب آیا
کہتے تو ہیں میلان طبیعت ہی اسے بھی یے باتیں ہیں ایدھر کو مزاج اسکا کب آیا
خون ہوتی رہی دل ہی میں آزردگی میری کس روز گلہ اسکا مرے تا بلب آیا
جی آنکھوں میں آیا ہی جگر منہہ تئیں میرے کیا فایدہ یاں چلکر اگر یار واب آیا
آتے ہوئے اُسکے تو ہوئی بیخودی طاری وہ یاں سے گیا اٹھہ کے مجھے ہوش جب آیا

جانا تھا چلا راہ عجب چال سے کل میر
دیکھا اُسے جس شخص نے اُسکو عجب آیا

کیا کام کیا ہمنے دل یوں نہ لگانا تھا اس جان کی جو کھوں کو اسوقت سجانا تھا
تھا جسم کا ترک اولی ایام میں پیری کے جاتا تھا چلا ہردم جامہ بھی پرانا تھا
ہر آن تھی سرگوشی یا بات نہیں گاہے اوقات ہی اک بہہ بھی اک وہ بھی زمانا تھا
پامالی عزیزوں کی رکھتی تھی نظر میں تک اتنا بھی تمھیں آگریاں سر نہ اٹھانا تھا
اک محو تماشا ہیں اک گرم ہیں قصے کے یاں آج جو کچھ دیکھا سو کل وہ فسانا تھا
کہو نکر گلی سے اسکی میں اُٹھکے چلا جاتا یاں خاک میں ملنا تھا لوہو میں نہانا تھا
جو تیر چلا اسکا سو میری طرف آیا اس عشق کے میدان میں میں ہی تو نشانا تھا
جب نزع نے نظر پھیری تب جان گئی اسکی مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منہہ — کل میر کھڑا تھا یاں سچ ہی کہ دوانا تھا

کب اور غزل کہتا میں اس زمیں میں لیکن
پردے میں مجھے اپنا احوال سنانا تھا

سہل ایسا نتھا آخر جی سے مرا جانا تھا — تک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اسے آنا تھا

کیا مو کی پریشانی کیا پردے میں پنہانی — منہہ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

لذت سے نتھا خالی جانا نہ تیغ اسکی — ای صید حرم تجھکو اک زخم تو کھانا تھا

کیا صورتیں بگڑی ہیں مشتاقونکی ہجرانمیں — اس چہرے کو ای خالق ایسا نہ بنانا تھا

مت سہل ہمیں سمجھو پہنچے تھے بہم تب ہم — برسوں تئیں گردوں نے جب خاک کو چھانا تھا

کیا ظلم کیا بیجا مارا جیوں سے انے — کچھ ٹھور بھی تھی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا

ای شور قیامت اب وعدے سے قیامت ہی — خوابیدہ مرے خوں کو ظالم نہ جگانا تھا

ہو باغ و بہار آیا گل پھول کہیں پایا — جلوہ اسے یاں اپنا صد رنگ دکھانا تھا

کہتے نتھے ہم واں سے پھر آچکے جیتے تم
میر اس گلی میں تمکو زنہار نجانا تھا

نداس بہشتی رو سے یہہ خلطہ بہم کیا — جد برسوں ہمنے سورۂ یوسف کو دم کیا

چہرے کو نوچ نوچ لیا چھاتی کوٹ لی — جانیکا دل کے ہمنے بہت غم الم کیا

مربوط اور لوگوں سے شاید کہ وے ہوئے — وہ ربط و رابطہ جو بہت ہمسے کم کیا

لیا کیا سخن زباں پہ مری آئے ہو کے قتل — مانند خامہ گو کہ مرا سر قلم کیا

کی ہمنے تب درونے کی سوزش سے عاقبت — سب تن بدن اس آگ نے اپنا بھسم کیا

یاں اپنے جسم زار پہ تلوار سی لگی — انے جو بیدماغی سے ابرو کو خم کیا

اس زندگی سے مارے ہی جانا بھلا تھا میر
رحم انے میرے حق میں کیا کیا ستم کیا

بص

ابکے جو گماں کی فصل میں ہمکو جنون ہوا — وہ دل کہ جسپہ اپنا بھروسا تھا خون ہوا
ٹھہرا گیا ہو تک بھی تو تمسے بیاں کروں — آتے ہی اسکے رفتن صبر و سکون ہوا
تھا شوق طوف تربت مجنون مجھے بہت — اک گرد باد دشت مرا رہنمون ہوا
سیلاب آگے آیا چلا جاتے دشت میں — بے اختیار رونے کا میرے شگون ہوا

جان اسکی تیغ تیز سے رکھ کر دریغ میر
صید حرم ندان شکار زبوں ہوا

رات سے آنسو مری آنکھوں میں پھر آنے لگا — یک رمق جی تھا بدن میں سو بھی گھبرانے لگا
وہ لڑکپن سے نکل کر تیغ چمکانے لگا — خون کرنے کا خیال اب کچھ اسے آنے لگا
لعل جاں بخش اسکے تھے پوشیدہ جوں آب حیات — ابتو کوئی کوئی ان ہونٹوں پہ مر جانے لگا
حیف میں اسکے سخن پر تک نہ رکھا گوش کو — یوں تو ناصح نے کہا تھا دل نہ دیوانے لگا
جبس دم کے معتقد تم ہو گے شیخ شہر کے — یہہ تو وہ البتہ کہ سنکر لعن دم کھانے لگا
گرم ملنا اس گل نازک طبیعت سے نہو — چاندنی میں رات بیٹھا تھا سو مرجھانے لگا
عاشقوں کی پایمالی میں اسے اصرار ہی — یعنے وہ محشر خرام اب پاؤں پھیلانے لگا
چشمک اس مہ کی سی دل کشی دید میں آئی نہیں — گو ستارا صبح کا بھی آنکھ جھمکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملئے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لب کو میں نے وا کیا — سو بھی رہتا ہوں یہہ کہتا ہائے دل نے کہا کیا
آنکھ پڑتی تھی تمہارے منہ پہ جب تک چین تھا — کیا کیا تمنے کہ مجھ بیتاب سے پردہ کیا
گور ہی اسکو جھٹکا ئی عشق جسکے ہاں گیا — اس طبیب بد شگون نے کس کتیں اچھا کہا
دیکھہ خلقی مجھکو رستے بند ہو جاتے ہیں اب — عشق نے کیا کوچہ و بازار میں رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دے گذرا ہی جی

ایک اپنے طور پرانے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہی طپش سے غم ہوا — دل کے جانے کا بڑا ماتم ہوا
آنکھیں دوڑیں خلق جا اودھر گری — اٹھ گیا پردا کہاں اودھم ہوا
کیا لکھوں رویا جو لکھتے جوں قلم — سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا
ہم جو اس بن خوار ہیں حد سے زیاد — یار یاں تک آن کر کیا گم ہوا
آگیا یوں ہی خرامان وہ تو پھر — حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا
ور ہمی سے برہمی سے دیکھیو — دونوں عالم کا عجب عالم ہوا

جسم خاکی کا جہاں پردا اٹھا
ہم ہوے وہ میر سب وہ ہم ہوا

ہجر کی ایک آن میں دل کا ٹھکانا ہو گیا — ہر زماں ملتے تھے باہم سو زمانا ہو گیا
واں تعلل ہی تجھے کرتے گئی شام و سحر — یاں ترے مشتاق کا مرنا بہانا ہو گیا
شیب میں بھی ہی لباس جسم کا ظاہر قماش — پرا سے اب چھوڑئے جامہ پرانا ہو گیا
کہتے تو کہہ بیٹھے مہ بہتر ہی روئے یار سے — شہر میں پھر ہمکو مشکل منہہ دکھانا ہو گیا
صد سخن آئے تھے لب تک پر نہ کہنے پائے ایک — ناگہاں اُس کی گلی سے اپنا جانا ہو گیا
رہنے کے قابل تو ہرگز تھی نہ یہہ عبرت سرائے — اتفاقاً اسطرف اپنا بھی آنا ہو گیا

سیکڑوں افسوں دنونکو پڑھتے تھے تسپر بھی میر
بیٹھنا راتوں کو باہم اب فسانا ہو گیا

یاد خط میں اسکے جی پھر آکے گھبراتا رہا — رات کا بھی کیا ہی منہہ آیا تھا پر جاتا رہا
کیا قیامت ہوتے بے پردہ ہوئے کیا جانیئے — مصلحت ہی ہو گئی ہمسے وہ جو شرماتا رہا
قد موزوں یار کا خاطر سے جاتا ہی نہیں — میں اسی مصرع کو ساری عمر ڈولاتا رہا
کل مکل بیتاب دل سے آج کل کی کچھ نہیں — میں تو اس غمکش کو بیکل ہی سدا پاتا رہا

آگ کا باتی ہی خشک و تر جو اُسکے منہ چڑھے
میں تو جیسے شمع اپنے ہی تئیں کھا تا رہا

میرے تیرے چاہ مشہد دیکھے کی ہی جوں آرسی
آنکھ پھیر ہی جگر ہی پھر کا ہیکا نا تا رہا

ہو گئے ہم مختصب کی بے شعوری سے اسیر
شیخ میں کچھ ہوش تھا میخانے سے جاتا رہا

لوگ ہی اس کاروان کے حرف نشنو تھے تمام
راہ جاتے تو جرس فریاد ہر گام چلا تا رہا

میر دیوانا ہی اچھا بات کیا سمجھے مری
یوں تو مجھ سے جب ملا میں اسکو سمجھا تا رہا

میں گلستاں میں آکے عبث آشیاں کیا
بلبل نے بھی نہ طور گلوں کا بیاں کیا

پھر اسکے ابرواں کا خم و تاب ہی وہی
تلوار کے تلے بھی مرا امتحاں کیا

دوں کسکو دوس دشمن جانی نہی دوستی
اس سودے میں صریح میں نقصان جاں کیا

گالی ہی حرف یار قلم نے قضا کے اے
صورت نکالی خوب ولے بد زباں کیا

اس جنس خوش کے پیچھے کہا میں پھرا کیا
میں نے کسو کا کیا کیا اپنا زیاں کیا

لڑکے جہانا باد کے یک شہر کرتے ناز
آجاتے میں بغل میں اشارا جہاں کیا

میں منتظر جواب کا نامے کے مر گیا
ناچار میر جان کو اوسپر دواں کیا

وفا تھی مہر تھی اخلاص تھا تلطف تھا
کبھو مزاج میں اسکے ہمیں تصرف تھا

جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہی
چھپانا چہرے کا عشاق سے تکلف تھا

اسیر عشق نہیں باز خواہ خوں رکھتے
ہمارے قتل میں اُسکو عبث توقف تھا

نہ پوچھو خوب ہی بد عہدیوں کی مشق اُسکو
ہزاروں عہد کئے پر وہی تخلف تھا

جہاں میں میر سے کامل ہوتے تھوڑے پیدا
سنا بہت و اقعہ جنے اُسے تاسف تھا

ضرور میں سا تھ تھا کل لڑکو نکا لشکر جہانگیر تھا
چلے آتے تھے چار دن اپور سے پہر جہانگیر تھا

تجلی جلوہ اس رشک قمر کا قرب تھا مجھکو — جلے جاتے تھے واں جائے ملک کے پر جہانمیش تھا
گلی میں اسکی میری رات کیا آرام سے گذری — یہی تھا سنگ بالیں خاک تھی بستر جہانمیش تھا
غضب کچھ شور تھا سر میں بلا بیطاقتی جسمیں — قیامت لحظہ لحظہ تھی مرے دل پر جہانمیش تھا
جو میں تھا میں جی میں وے پلکیں لگا میں تھا میں دلکو — بہی شمشیر چلتی تھی یہی خنجر جہانمیش تھا
خیال چشم و روئے یار کا بھی طرفہ عالم ہی — نظر آیا ہی عالم دیگر جہاں میں تھا

عجب دن میر تھے دیوانگی میں دشت گردی کے
سر اوپر سایہ گستر ہوتے تھے کیکر جہانمیش تھا

گل بھی ہی معشوق لیکن کب ہی اُس محبوب سا — آگے اس قد کے ہی سرو باغ بے اسلوب سا
اسکے وعدے کی وفا تک وہ کوئی ہووے گا جو — ہو معمر نوح سا صابر ہو پھر ایوب سا
عشق سے کہنے مرے آگے کیا اس شوخ کو — اب مرے آنے سے ہوجاتا ہی وہ محجوب سا
بعد مردن یہہ غزل مطرب سے جنے گوش کی — گور کے میری گلے جا لگ کے رویا خوب سا

عاقلانہ حرف زن ہو میر تو کریئے بیاں
زیر لب کیا جانیئے کہتا ہی کیا مجذوب سا

کبھو وہ توجہ ادھر کر رہے گا — ہمیں عشق ہی تو اثر کر رہے گا
ہمارا ہی احوال حیرت کی جا گہہ — جو دیکھے گا وہ بھی نظر کر رہے گا

نہیں اسطرف میر جانے سے رہتا
رہیگا تو اودھر ہی مر کر رہے گا

میر کا صحبت میں اسکی حرف سر کر رہ گیا — پیش جاتے کچھ نہ یکھی چشم تر کر رہ گیا
خوبی اپنے طالع بد کی کہ شب وہ رشک ماہ — گھر مرے آنیکو تھا سو منہ ادھر کر رہ گیا
طنز و تعریض بتان بیوفا کے در جواب — میں بھی کچھ کہتا خدا اسے اپنے ڈر کر رہ گیا
میر گذشت اپنی سبب ہی حیرت احباب کے — جسے دل خالی کیا وہ آہ بھر کر رہ گیا

تمت

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بیطاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمئی بازار سے پایا — کہر یت خط جنے لیا مجھکو جلایا
بیتاب تہ تیغ ستم دیر رہا میں — جب تک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا
جانا فنک دلوں نے کہ سرسبز ہوا میں — گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اگایا
اس رخ نے بہت صورتیں لوگوں کی بگاڑیں — اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا
مت راہ سخن دے کہ پھر اپہی تو کہے گا — کیوں میں نے محبت کے عبث منہہ کو لگایا
ہر چند کہ تھی ریجھنے کی جاے ترے لب — پر گالیاں اتنی وہیں انھوں سے کہ رجھایا
گردش میں رہا کرتے ہیں ہم دید میں انکے — آنکھوں نے تیری خوب سماں ہمکو دکھایا
کس روز یہہ اندوہ جگر سوز تھا آگے — کب شب اب و یارب تھی مری بو نہیں خدایا
دن جی کے الجھنے کے ہی جھگڑے میں کٹے ہی — رات اسکے خیالات سے رہتے ہیں قضایا

کیا کہیئے دماغ اسکا کہ گلگشت میں کل میر
گل شاخوں سے جھک آئے تھے پر منہہ نہ لگایا

جب گل کھے ہی اپنے تئیں یار کے روسا — تب آنکھوں تلے میری اتر تا ہی لہو سا
تحقیق کروں کسے حقیقت کے نشے کو — خضر آب اسے کہتا ہی آتش کہے موسا
کہا دور ہی شربت پر اگر قند کے تھوکے — تک جنے ترے شربتی ان ہونٹھونکو چوسا
دم لابہ کریں شیخ رکھیں شیلے تو کیا ہی — ہونا مگر آسان ہی اسکے سگ کو سا
تعبیر جسے کرتے ہیں ہنگامہ محشر — وہ یار کے کوچے کا ہی کچھ شور غلو سا
آرایش درویشی بھی اپنی نہیں بے لطف — ہی بوریے کا نقش مرے تن پہ اتو سا

اب کی ہی حدیث اسے سخن کرنیکی میں نے
کیا میر سے بولے کوئی ہی بیہودہ گو سا

اگر وہ ماہ نکل گھر سے تا اِدھر آتا — تو رک کے منہہ تئیں کاہیکو شب جگر آتا
مرید پیر مغاں صدق سے نہ ہم ہوتے — جو حق شناس کوئی اور بھی نظر آتا
نہ پتھروں سے جو سر کو دو پارہ میں کرتا — زمانہ غم کا مرے کب طرح بسر آتا
کبھو ہنر سے تو ملتے تھے باہم اگلے لوگ — ہمیں بھی کاش کے ایسا کوئی ہنر آتا

شراب خانے میں شب مست ہو رہا شاید
جو میر ہوش میں ہوتا تو اپنے گھر آتا

وہ کم نماؤں دل ہی شایق کمال اسکا — جو کوئی اسکو چاہے ظاہر ہی حال اسکا
ہم کیا کریں علاقہ جسکو بہت ہی اسے — رکھہ دیتے ہیں گلے پر خنجر نکال اسکا
بس ہو تو وام کر بھی اسپر نثار کرتے — یک نقد دل رکھے ہیں سو تو ہی مال اسکا
پہہ جانتا تو اسے ہمخواب میں نہ ہوتا — پکا خیال جی کا ایسا خیال اسکا
اُن زلفوں سے نہ لگ کر چل ای نسیم ظالم — تاریک ہی جہاں پھر پکا جو بال اسکا
جس داغ سے کہ عالم ہی مبتلا بلا میں — سو داغ جان عاشق منہہ پر ہی حال اسکا
مستانہ ساتھہ میرے روتی پھرے ہی بالبان — گل سنے جو دل لگا ہی ابتر ہی حال اُسکا
میری طرح جھکے ہیں بیخود ہو سرو و گل بھی — دیکھا کہیں چمن میں شاید جمال اسکا

کہا تمکو پیار سے وہ ای میر منہہ لگاوے
پہلے ہی چومے تم تو کاتو ہو گال اسکا

زار رکھا بیحال رکھا بیتاب رکھا بیمار رکھا — جان رکھا تھا کچھہ بھی ہمنے عشق نے آخر مار رکھا
میلان اسکا تھا کاہیکو جانب الفت کیشوں کی — اپنی طرف سے ہمنے ابتک اُس ظالم سے پیار رکھا
عشق بھی ہم میں ہائے تصرف کیسے کیسے کرتا ہی — دلکو چاک جگر کو زخمی آنکھوں کو خونبار رکھا
کہا پوچھو ہو دیں کے اکابر فاضل کامل صابر رنج — عزت والے کیا لوگوں کو گلیوں میں انے خوار رکھا

کام ہوا ہے ایکطور پہ اپنے بیطور اسکو ہوئے ندیکھے

حیف ہی میر سپہر دوں نے ہمسے اسکو نہ یار رکھا

دل رات دن رہے ہی سینے میں عشق مانتا ۔۔۔ ہر چند چاہتا ہوں پر جی نہیں سنبھالتا
اب تو بدن میں سارے اک پھنک رہی ہی آتش ۔۔۔ وہ مہ گلے سے لگتا تو یوں جگر نہ جلتا
شب ماہ چار دہ تھا کس حسن سے نمایاں ۔۔۔ ہوتا برس تما منہ جو یار بھی نکلتا
ای رشک شمع گویا تو موم کا بنا ہی ۔۔۔ مہتاب میں تجھی کو دیکھا ہی یوں پگھلتا
تکلیف باغ ہمکو یاروں نے کی و گرنہ ۔۔۔ گل پھول سے کوئی دم اپنا بھی دل بہلتا
رونیکا جوش ویسا آنکھوں کو ہی بعینہ ۔۔۔ جیسے ہو رود کوئی برسات میں ابلتا

کرتا ہی وے سلوک اب جسے کہ جان جاوے
ہم میر یوں نہ مرتے اس پر جو دل نہ جاتا

بوسہ اس بت کا لیکے منہ موڑا ۔۔۔ بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑا
ہوکے دیوانے ہم ہوئے زنجیر ۔۔۔ دیکھکر اُسکے پانوں کا توڑا
دل نے کیا کیا نہ درد رات دئے ۔۔۔ جیسے پکتا رہے کوئی پھوڑا
گرم رفتن ہی کیا سمند عمر ۔۔۔ نہ لگے جسکو پاؤں کا گھوڑا
کیا کرے بخت مدعی تھے بلند ۔۔۔ کوہکن نے تو سر بہت پھوڑا
دل ہی مرغ چمن کا ٹوٹ گیا ۔۔۔ پھول گلچیں نے اے کہوں توڑا

ہی لب بام آفتاب عمر
کرئے سو کیا ہی میر دن تھوڑا

ہی عشق میں صبر ناگوارا ۔۔۔ پھر صبر ہی اور کیا ہی چارا
ان بالوں سے مشک مت خجل ہو ۔۔۔ عنبر تو عرق عرق ہی سارا
یوں بات کرے ہی میرے خوں سے ۔۔۔ گویا نہیں اُنے مجھکو مارا
دیکھو ہو تو دور بھاگتے ہو ۔۔۔ کچھ پاس نہیں تمھیں ہمارا

تھا کسکو دماغ باغ اُس بن کہ بلبل نے بہت مجھے پکارا
رخسار کے پاس وہ در گوش ہی پہلو تے ماہ میں ستارا
ہوتے ہیں فرشتے صید آکر آہوئے حرم ہیں یہاں چکارا
بھولی مجھے دیکھ کر گلن میں بلبل کا ہی باغ میں اجارا

جب جی سے گذر گئے ہم ای میر
اُس کوچے میں تب ہوا گذرا

دل عجب چرچے کی جا گہہ تھی سو ویرانا ہوا جوش غم سے جی جو بولا سو دیوانا ہوا
بزم عشرت پر جہانکی گوش وا کر جائے چشم آج یہاں دیکھا کیا جو کچھہ کل افسانا ہوا
دیر میں جو میں گدایانہ گیا اودھر کہا شاہ جی کہئے کدھر سے آپ کا آنا ہوا
کیا کہیں حسرت لئے جیسے جہاں سے کوئی جائے یار کے کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہوا

میر تیران جور کیشوں کے جو کھائے بیشمار
چھاتی اب چھلنی ہی میرے ہی جگر چھانا ہوا

کیا کہے حال کہیں دل زدہ جا کر اپنا دل نہ اپنا ہی محبت میں نہ دلبر اپنا
دورئی یار میں ہی حال دل ابتر اپنا ہمکو سو کوس سے آتا ہی نظر گھر اپنا
یک گھڑی صاف نہیں ہمسے ہوا یار کبھی دل بھی جوں شیشۂ ساعت ہی مکدر اپنا
ہر طرف آئینہ واری میں ہی اسکے رو کی شوق سے دیکھئے منہہ ہووے ہی کیدھر اپنا
لب پہ لب رکھہ کے نہ اس گل کے کبھو ہم سوئے تہ بساط خس و خار ہی بستر اپنا
کسطرح حرف ہو ناصح کا موثر ہم میں سختیاں کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا
کیشی رسوائی ہوئی عشق میں کیا نقل کریں شہر و قصبات میں مذکور ہی گھر گھر اپنا
اُس گل تر کی قبا کے کہیں کھولے تھے بند رنگوں گلبرگ کے ناخن ہی معطر اپنا
تجھسے سیمبر کے لگ لگنے ندیتے ہر گز زور چلتا کچھہ اگر چاہ میں دل پر اپنا

پیش کچھ آؤ نہیں ہم تو ہیں ہر صورت سے مثل آئینہ نہیں چھوڑتے ہم گھر اپنا
دل بہت کھینچتی ہی یار کے کوچے کی زمیں لو ہوا اس خاک پہ گرنا ہی مقرر اپنا
میر خط بھیجے پر اب رنگ اڑا جاتا ہی
کہ کہاں بیٹھے کدھر جاوے کبوتر اپنا

کیا میر دل شکستہ بھی وحشی منال تھا ونبالہ گرد چشم سیاہ غزال تھا
آخر کو خواب مرگ ہمیں جا سے لیگئی جی دیتے تک بھی سر میں اُسی کا خیال تھا
میں جو کہا کہ دل کو تو تم نے ہرا دیا بولا کہ ذوق اپنا ہمارا ہی مال تھا
سرو اس طرف کو جیسے گنہگار تھا کھڑا ادھر جو آب جوکے وہ نازک نہال تھا
کیا میرے روزگار کے اہل سخن کی بات ہر ناقص اپنے زعم میں صاحب کمال تھا
کیا کیا ہوائیں دیدۂ تر سے نظر پڑی جب رونے بیٹھ جاتے تھے تب ابر شکال تھا
کہتے تھے ہم تباہ ہی اب حال میر کا
دیکھا نہ تمنے آسمیں بھلا کچھ بھی حال تھا

اُنے پہنچا ہی میرے ہاتھ سے داماں اپنا کیا کروں گر نکروں چاک گریباں اپنا
ہارا جاں لب جان بخش سے دی جنے ہمیں دشمن جانی ہوا اب وہی جاناں اپنا
خاطے یاد آتے ہیں وے جب کہ بدلتے کپڑے مجھکو پہناتے تھے رعنائی کا ساماں اپنا
کیا ہوئی یکجہتی وہ کہ طرف تھی میرے اب یہہ طرفہ ہی کہ منہہ کرتے ہیں پنہاں اپنا
جسطرح شاخ پر اگندہ نظر آتی ہیں بید تھا جنوں میں کبھو سر موے پریشاں اپنا
مشکلیں سیکڑوں چاہت میں ہمیں آئیں پیش کام ہو دیکھئے کسطور سے آساں اپنا
دل فقیری سے نہیں میر کسو کا ناساز
خوش ہوا تنہا ہی یہہ خانۂ ویراں اپنا

تو ہم ہاں دل عجب شہر تھا خیالو نکا لوٹتا مارا ہی حسن والو نکا

جی کو جنجال دل کو ہی اُلجھاؤ یار کے حلقہ حلقہ بالوں کا
موے دلبر سے مشکبو ہی نسیم حال خوش اسکے خستہ حالوں کا
نہ کہا کچھ نہ آ پھرا نہ ملا کیا جواب ان مرے سوالوں کا
دم نہ لے اسکی زلفوں کا مارا
میر کاٹا جیئے نہ کالوں کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدوں کا کیا حال محبت کے آزار کشیدوں کا
دیوانگی عاشق کی سمجھو نہ لباسی ہی صد پارہ جگر بھی ہی ہم جامہ دریدونکا
عاشق ہی دل اپنا تو گلگشت گلستاں میں جدول کے کنارے کے نوباوہ دمیدونکا
ناچار گئے مارے میدان محبت میں پایا نہ گیا چارا کچھ اُسکے شہیدونکا
پتے کے کھڑکنے سے ہوتی ہی ہمیں وحشت کیا طور ہی ہم اپنے سائے سے رمیدونکا
کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل رونق گئی بشرے سے پھر نور بھی دیدونکا
کرتے ہیں پس از سالے دل شاد گلے لگ کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہی عیدونکا

سطح جو ہاتھوں میں تھا اسکے رخ گلفام کا ہاتھ ملنا کام ہی اب عاشق بدنام کا
کچھ نہیں عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہوں میر کے قابل ہی ہونا پہن میرے نام کا
ہجر کی راتیں بڑی چھوٹی جو ٹک ہوتیں کہیں اسمیں کچھ نقصان ہوتا تھا مگر ایام کا
روؤں یاد زلف میں اسکی تو پھر روتا رہوں صبح تک جاتا نہیں ہی مینہہ آیا شام کا
تاب کسو اپنا کچا سوت کچھ الجھا ہی میر
گم ہی سر رشتہ ہمارے خوب اور آرام کا

کل رات رو کے صبح تلک میں رہا گرا خونبار میری آنکھوں سے کیا جانوں کیا گرا
آب شہر خوش عمارت دلکا ہی کیا خیال ناگاہ آکے عشق نے مارا جلا گرا

لیا طی ہو راہ عشق کی عاشق غریب سے — کمشکل گذر طریق ہی یاں رہگرا گرا
لازم پڑی ہی کسل دلی کو فتادگی — بیمار عشق رہتا ہی اکثر پڑا گرا
ٹھہرے نہ اُسکے عشق کا سرگشتہ و ضعیف — ٹھوکر کہیں لگے کہ رہا سر پھرا گرا
وے مارنے کو تکیہ سے سر تک اٹھا تو کیا — بستر سے کب اٹھے ہی غم عشق کا گرا
پھرتا تھا میر غمزدہ یکعمر سے خراب
اب شکر ہی کہ بارے کسی در پہ جا گرا

چاہت کی طرح کش ہو کچھ بھی اثر ندیکھا — طرحیں بدل گئیں پر انے اِدھر نہ دیکھا
حالی بدن جیوں سے یہاں ہو گئے ولیکن — اس شوخ نے اِدھر کو پھر کر نظر ندیکھا
کس دن سرشک خونیں منہ پر نہ بہہ کر آئی — کس شب پلک کے اوپر لخت جگر ندیکھا
یاں شہر شہر بستے اوجڑ ہی ہوتے پائے — اقلیم عاشقی میں بستا نگر ندیکھا
اب کیا کریں کہ آیا آنکھوں میں جی ہمارا — افسوس ہمنے پہلے تک سوچ کر ندیکھا
لاتے نہیں فروسر ہرگز بتان خدا سے — آنکھوں سے اپنی تمنے انکا گہر ندیکھا
سو جھانہ چاہ میں کچھ برباد کر چکے دل
میر اندھے ہو رہے تھے اپنا بھی گھر ندیکھا

کیا ہی عشق جب سے میں نے اس ترک سے نباہ کا — پھروں ہوں چور زخمی اسکی تیغ کم نگاہی کا
اگر ہم قطعۂ شب سا لئے چہرہ چلے آئے — قیامت شور ہوگا حشر کے دن روسیاہی کا
ہوا ہی عارفان شہر کو عرفان بھی اوندھا — کہ ہر رویش ہی مارا ہوا شوق الٰہی کا
ہمیشہ التفات اسکے کسو کے بخت سے ہوگا — نہیں شرمندہ میں تو اسکے لطف گاہ گاہی کا
ہر رنگ کہربائی شمع اسکا رنگ جھکے ہی — دماغ سیر اسکو کب ہی میرے رنگ کاہی کا
برے ہیگے عہد کے درویش اسے اور کیا یارو — کیا ہی لڑکوں نے دنیا انھوں کو تاج شاہی کا
خراب احوال، کچھ بکتا پھرے ہی دیر و کعبے میں

سخن کیا معتبر ہی میر سے واہی تباہی کا

آنکھوں میں اپنی رات کو خوں ناب تھا سو تھا
جی دل کے اضطراب سے بے تاب تھا سو تھا

آکر کھڑا ہوا تھا بصد حسن جلوہ ناک
اپنی نظر میں وہ در نایاب تھا سو تھا

ساون ہرے نہ بھادوں میں ہم سوکھے اہل درد
سبزہ ہمارے پلکوں کا سیراب تھا سو تھا

درویش کچھ گھٹا نہ بڑھا ملک شاہ سے
خرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا

کیا بھاری بھاری قافلے یہاں سے چلے گئے
تجھکو وہی خیال گراں خواب تھا سو تھا

برسوں سے ہی تفاوت و سجادہ و نماز
پر میل دل جو سوئے مئے ناب تھا سو تھا

ہم خشک لب جو روتے رہے جو تئیں بہ چلی
پر میر دشت عشق کا بے آب تھا سو تھا

ماہ صیام آیا ہی قصد اعتکاف اب
جا بیٹھیں میکدے میں مسجد سے اٹھکے صاف اب

مسلم ہیں رفتہ رو کے کافر ہیں خستہ مو کے
یہہ بیچ سے اٹھے گا کسطور اختلاف اب

جو حرف ہیں سو ٹیڑھے خط میں لکھے ہیں شاید
اُس کے مزاج میں ہی کچھ ہمسے انحراف اب

مجرم ٹھہر گئے ہم پھرنے سے ساتھ تیرے
بہتر ہی جو رکھے تو اس سے ہمیں معاف اب

گو لگ گیا گلے میں مت کھینچ تیغ مجھ پر
اپنے گنہہ کا میں تو کرتا ہوں اعتراف اب

کیا خاک میں ملا کر اپنے تئیں موا ہی
پیدا ہو گور مجنوں تو کیجیے طواف اب

کھینچے ہیں جامے خوں میں گن گن کے میر دیکھیں
لگتی ہی سرخ اسکے دامن کتیں سجاف اب

طاقت تعب کے غم میں تمھارے نہیں ہی اب
گویا کہ جان جسم میں سارے نہیں ہی اب

کل کچھ صبا ہوئی تھی گل افشاں قفس میں بھی
وہ بیکلی تو جان کو بارے نہیں ہی اب

جیتے تو لاگ پلکوں کی اسکی کہیں گے ہم
کچھ ہوش ہمکو چھریوں کے مارے نہیں ہی اب

زردی چہرہ اب تو سفیدی کو کھینچ گئی
وہ رنگ آگے کا سا پیارے نہیں ہی اب

بظ۔

مسکن جہاں تھا دل زدہ مسکیں کا ہم تو واں
کل دیر میر میر پکارے نہیں ہی اب

بولا جو مو پریشاں آ نکلے میر صاحب — آنا ہوا کہاں سے کہئے فقیر صاحب
ہر لحظہ اک شرارت ہر دم ہی یک اشارت — اس عمر میں قیامت تم ہو شریر صاحب
بندے پہ اب نوازش کیجے تو کیجے ورنہ — کیا لطف ہی جو آئے وقت اخیر صاحب
دل کا الجھنا اپنے ایسا نہیں کہ سلجھے — ہیں دام زلف میں ہم اسکے اسیر صاحب

فکر جگر رہے ہی اُسدم غلام کو بھی
جسدم لگو ہو کرنے تم مشق تیر صاحب

دل پر تو چوٹ تھی ہی زخمی ہوا جگر اب — ہر دم بھری رہے ہی لوہو سے چشم تر سب
حیف اُسے حال میرا کہتا نہیں ہی کوئی — نالوں سے شکے میرے رکھتے تو ہیں خبر سب
بجلی سی اک تجلی آئی تھی آسماں سے — آنکھیں لگا رہے ہیں اہل نظر اُدھر سب
اس ماہ بن تو اپنی دکھ میں بسر ہوئی تھی — کل رات آ گیا تو وہ دکھ گیا بسر سب

قطعہ

کیا فہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت — تاب و تواں و طاقت ہے کر گئے سفر سب
منزل کو مرگ کی تھا آخر مجھے پہنچنا — بھیجا ہی میں نے اپنا اسباب پیشتر سب

دنیا میں حسن و خوبی میر اک عجیب شی ہی
رندان و پارسایان جس پر رکھیں نظر سب

شبوں میں شکے تو تی زنجیر میر صاحب — اب کہا مرے جنوں کی تدبیر میر صاحب
ہم سر بکھیرتے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتی — اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب
کھنچتی نہیں کماں اب ہمسے ہوائے گل کی — باد سحر لگے ہی جوں تیر مر صاحب
رکب ہیں جوانی کے سے اشعار شور آور — شاید کہ کچھ ہوئے ہیں اب پیر میر صاحب

تم کس خیال میں ہو تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہیں لوگ کہا کیا تقریر میر صاحب

سب آتش سوزندہ دلے ہی جگر آب — بے صرفہ کرے صرف نہ کیوں دیدۂ تر آب
پھرتی ہی اڑی خاک بھی مشتاق کسو کی — سر مار کے کرتا ہی پہاڑ و نمیں بسر آب
کیا کرئے اسے آگ سا بھڑکا یا ہی جنے — نزدیک ترا اب اسکو کرے غرق مگر آب
دلمیں تو لگی دونسی بھریں چشمے سی آنکھیں — کیا اپنے تئیں روؤں اُدھر آگ اِدھر آب
کس طور سے بھر آنکھ کوئی یار کو دیکھے — اس آتش رخسار سے ہوتی ہی نظر آب
ہم ڈرتے شکر رنجی سے کہتے نہیں یہہ بھی — خجلت سے تیرے ہونٹھو نکی ہیں شہد و شکر آب
کس شکل سے اک رنگ پہ رہنا ہو جہاں کا — رہتی ہیں کوئی صورتیں یے نقش ہیں بر آب
شعلے جو مرے دلسے اٹھیں ہیں سو نہ بیٹھیں — برسوں تئیں چھڑکا کرو تم ان پر اگر آب
استادہ ہو دریا تو خطر ناکی بہت ہی — آ اپنے کھلے بالوں سے زنجیر نکر آب
شب رووں ہوں ایسا کہ جدھر یار کا گھر ہی — جاتا ہوں گلے چھاتی تک ادھر کو اُتر آب

اس دشت سے ہو میر ترا کبو نکے گذارا
تازانو ترے گل ہی تری تا بکمر آب

پڑا ہی فرق خورد و خواب میں اب — رہا ہی کیا دل بیتاب میں اب
جنو نمیں ایکے نے دامن ہی نے جیب — کمی آئی بہت اسباب میں اب
ہوا ہی خواب ماننا اُسے شب کا — کبھو آتا ہی وہ مہ خواب میں اب
گدائی لی ہی میں نے اسکے در کی — کہے کیا دیکھوں میری بات میں اب
گلے لگنے بن اسکے اتنا روئے — کہ ہم ہینگے گلے تک آب میں اب
کہاں بل کھائے بال اسکے کہاں یہہ — عبث سنبل ہی پیچ و تاب میں اب

ملا چرچا ہی میرے عشق کا میر

یہی ہی ذکر شیخ و شاب میں اب

شعر کے پردے میں میں نے غم سنایا ہی بہت
مرثیے نے دل کے میرے بھی رلایا ہی بہت

بے سبب آتا نہیں اب دمبدم عاشق کو عشق
درد کھینچا ہی نہایت رنج اٹھایا ہی بہت

وادی و کہسار میں روتا ہوں دار و میں مار مار
دلبران شہر نے مجھکو ستایا ہی بہت

وا نہیں ہوتا کسی سے دل گرفتہ عشق کا
ظاہر اغمگیں اسے رہنا خویش آیا ہی بہت

میر گم گشتے کا ماننا اتفاقی امر ہی
جب کبھو پایا ہی خواہشمند پایا ہی بہت

عجب نہیں ہی نجانے جو میر چاہ کنی ریت
سنا نہیں ہی مگر یہہ کہ جو لی کسکے میت

مت ان نمازیوں کو خانہ ساز دین جانو
کہ ایک اینٹ کنی خاطر یہہ دھانے ہیں گے میت

غم زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باختگاں
قمار خانۂ آفاق میں ہی ہار ہی جیت

ہزار آشنا و مسواک و غسال شیخ کرے
ہمارے عہد میں تو ہی وہ خبیث و پلیت

کسو کے بستر سنجاب و قصر سے کیا کام
ہماری گور کے بھی ڈھیر میں مکاں ہی میت

ہوئے ہیں سوکھ کے عاشق طنبورے کے سے تار
رقیب دیکھو تو گاتے ہیں بیٹھے اور ہی میت

شفق سے ہیں در و دیوار زرد شام و سحر
ہوا ہی لکھنؤ اس رہگذر میں پیلی بھیت

کہا تھا ہمنے بہت بولنا نہیں ہی خوب
ہمارے یار کو سو اب ہمیں سے بات نہ چیت

ملے تھے میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ مو وہ جگر سوختہ ہی جسسی انیت

جب سنے چلی چمن میں ترے رنگ پاں کی بات
سنتا نہیں ہی کوئی گلی کے وہاں کی بات

یاں شہر حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں
کیا جانیے کہ مہر و وفا ہی کہاں کی بات

اخترشناس کو بھی خیال ہی دماغ کا
پوچھو اگر زمیں سے کہیں آسماں کی بات

ایسا خدا ہی جانے کہ ہو عرش یا نہو
دل بولنے کی جا نہیں کیا اس مکاں کی بات

کیا لطف جو سنو اُسے کہیے پھرا کرو — یوں چاہیئے کہ بھول وہیں ہو جہاں کی بات
لے شام سے جہاں میں ہی ناصبح ایک شور — اپنی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتی یا نکی بات
اوباش کسکو پوچھتے ہیں الفات سے — سیدھی کبھو سنی نہیں اُس بد زباں کی بات
ہر حرف میں ہی ایک کجی ہر سخن میں پیچ — پنہاں رہے ہی کب کسو کی تیرآہی بانکی بات

کہنے سے کچھ کہا ہی کیا زیر لب مجھے
کیا پوچھتے ہو میر مرے مہرباں کی بات

مانند مرغ دوست نگہ بار بار دوست — تک سوچ بھی ہزار ہیں دشمن ہزار دوست
کھر کے ہی پات بھی تو لگا بیٹھتا ہی چوٹ — رم خوردہ وہ غزال بہت ہی شکار دوست
سبکو ہی رشک مجھ میں جو تجھ میں ہی اختلاط — دشمن ہوئے ہیں دوستی سے تیری یار دوست
تجھ سے ہزار انے بنا کر دیئے بگاڑ — مت جان سادگی سے کہ ہی روزگار دوست
بہہ تو مجھ آگے دشمن جانی سے بھی چلا — میں جانتا تھا ہوگا دل بیقرار دوست
بیگانگی خلق جہاں جائے خوف ہی — سو دشمنوں میں کیا ہی جو نکلے بھی چار دوست

مجھ بینوا کی یاد رہے میر بہہ صدا
اس میکدے میں رہیو بہت ہوشیار دوست

سیر کی ہمنے اُسکے ناصورت — ویسی دیکھی نہ ایک جا صورت
منہہ لگانا تو سور کنارا اُسکے — نہ کہا ہی کبھو آشنا صورت
منہہ دکھائی ہی آرسی ہر صبح — تو بھی اپنی تو تک دکھا صورت
خوب ہی چہرہ چہری لیکن — آگے اسکے ہی کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت باز — آوے پیارے بنا بنا صورت
ایک دن تو بہہ کہہ کو ملنے کبھی — تو بھی ٹھہرا کے کوئی لا صورت

حلقے آنکھوں میں پڑ گئے منہ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت — مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت
ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی — ہمنے دیکھی بہت لڑا قسمت
شیخ جنت تجھے مجھے دیدار — واں بھی ہر یک کی ہی جدا قسمت
پھول چن ہاتھوں سے سبھونکو دیئے — زخم تیغ اُنسے اپنی تھا قسمت
کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت — دل لگا کر ہم تو پچھتائے بہت
جب نہ تب جا گہہ سے تم جایا کئے — ہم تو اپنی اور سے آئے بہت
دیر سے سوئے حرم آیا نہ ٹک — ہم مزاج اپنا ادھر لائے بہت
پھول گل شمس و قمر سارے ہی تھے — پر ہمیں انمیں تمہیں بھائے بہت
کر بکا اس شور سے شب کو ہی تو — رو دینگے سونے کو ہمسائے بہت
وہ جو نکلا صبح جیسے آفتاب — رشک سے گل پھول مرجھائے بہت
میر سے پوچھا جو میں عاشق ہو تم
ہو کے لحظہ چپکے سے شرمائے بہت

کوشش اپنی تھی عبث پر کی بہت — کیا کریں ہم چاہتا تھا جی بہت
کعبۂ مقصود کو پہنچے نہ ہائے — سعی کی ای شیخ ہمنے بھی بہت
سب ترے محو دعائے جان ہیں — آرزو اپنی بھی ہی تو جی بہت
رک رہا ہی دیر سے تڑپھا نہیں — عشق نے کیوں دلکو مہلت دی بہت
کیوں نہوں دوری میں ہم نزدیک مرگ — دلکو اُسکے ساتھ اُلفت تھی بہت

وہ نچاہے جب تئیں ہوتا ہی کیا — جہد کی ملنے میں اپنی سی بہت
کب سنا حرف شگون وصل یار — یوں تو فال گوش ہمنے لی بہت
تھا قوی آخر لے ہم خاک میں — آسماں سے یوں رہی کشتی بہت
آج در ہم کرتے تھے کچھ گفتگو
میر نے شاید کہ دارو پی بہت

کیا لڑکے دلی کے ہیں عیار اور نت کھٹ — دل لیں ہیں یوں کہ ہرگز ہوتی نہیں ہی آہٹ
ہم عاشقونکو مرتے کیا دیر کچھ لگے ہی — چٹ جسنے دل پہ کھائی وہ ہو گیا ہی چٹ پٹ
دل ہی جدھر کو اودھر کچھ آگ سی لگی تھی — اُس پہلو ہم جو لیٹے جل جل گئی ہی کروٹ
کلیونکو تو نے چٹ چٹ ای باغباں جو توڑا — بلبل کے دل جگر کو ظالم لگے ہی کیا چٹ
جی ہی ہٹے نہ میرا تو اسکو کیا کروں میں — ہر چند بیٹھتا ہوں مجلس میں اُسے ہٹ ہٹ
دیتی ہی طول بلبل کیا نالہ و فغاں کو — دلکے اُلجھنے سے ہیں یہہ عاشقونکی پھپٹ
مردے نتھے ہم ایسے دریا پہ جب تھا تکیہ — اس گھاٹ گاہ و بیگہہ رہنے لگا تھا جمگھٹ
رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیوں نہووے — کثرت سے درد و غم کی رہتا ہی اُسپہ جھرمٹ
شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہی
اُسکے خیال مو میں ابتو گیا بہت لٹ

خدا جانے ہووے گی کیا نہایت — اجل تو ہی دلکے مرض کی بدایت
سخن غمسے آشفتہ خوں ہی ولیکن — نہیں تب مرے آشنا کے شکایت
نہیں یہہ گنہگار ملنے کے قابل — کرم کرئیے تو مہربانی عنایت
گیا آسماں پر جو نالہ تو کیا ہی — نہیں یار کے دلمیں کرتا سرایت
ہمیں عشق میں میر چپ لگ گئی ہی
نہ شکر و شکایت نہ حرف و حکایت

تری جستجو یار کی ہی عبث ۔ یہہ کوشش لبنہ کار کی ہی عبث
تو پیدا ہی لیکن ہویدا نہیں ۔ یہہ تصدیع ہموار کی ہی عبث
نہ ہاتھہ آئی ای میر کچھہ وجہ ہی
گرو میں نے دستار کی ہی عبث

حال کہنے کی کسے تاب اس آزار کے بیچ ۔ حال رہتا ہی نہیں عشق کے آزار کے بیچ
آرزومند ہی خورشید میسر ہی کہاں ۔ کہ تنک ٹھہرے ترے سایۂ دیوار کے بیچ
کیا کہیں ہم کہ گلے ڈالے پھرے مستی میں ۔ دانے سبحے کے پر و رشتۂ زنار کے بیچ
رشک جو بی کا اسکے جگر مہ میں ہی داغ ۔ یہہ جو اک خال پڑا ہی ترے رخسار کے بیچ
مل گیا پھولوں میں اس رنگ سے کرتے ہوئے سیر ۔ کہ تامل کئے پایا اُسے گلزار کے بیچ
قدر گو تم نکرو میری متاع دل کی ۔ جنس لگ جاویگی یہہ بھی کسو سرکار کے بیچ
گرو سر رفتہ ہیں ای میر ہم اُس کشتے کے
رہ گیا یار کی جو ایک ہی تلوار کے بیچ

کل لے گئے تھے یار ہمیں بھی چمن کے بیچ ۔ اُسکی سی بو نہ آئی گل و یاسمن کے بیچ
کشتہ ہونمیں تو شیریں زبانی یار کا ۔ ای کاش وہ زباں ہوے میرے دہن کے بیچ
اس بحر میں رہا مجھے چکر بھنور کے طور ۔ سرگشتگی میں عمر گئی سب وطن کے بیچ
گر دل جلا بھنا یہی ہم ساتھہ لیگئے ۔ تو آگ لگ اُٹھے گی ہمارے کفن کے بیچ
تنگیٔ جامہ ظلم ہی ای باعث حیات ۔ پاتے ہیں لطف جان کا ہم تیرے تن کے بیچ
نازک بہت ہی تو کہیں افسردگی نہ آے ۔ چسپانیٔ لباس سے پیارے بدن کے بیچ
ہی قہر وہ جو دیکھے نظر بھر کے جنے میر
برہم کیا جہان مژہ برہم زدن کے بیچ

جانانہ دلکو تھا تری زلف رسا کے بیچ ۔ دانستہ جا پڑے ہی کوئی بھی بلا کے بیچ

فرہاد و قیس جسے مجھے چاہو پوچھ لو — مشہور ہی فقیر بھی اہل و فا لے بیچ
آخر تو میں نے طول دیا بحث عشق کو — کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ
آئی جو لب پر آہ تو میں اُٹھ کھڑا ہوا — بیٹھا گیا نہ مجھسے تو ایسی ہوا کے بیچ
اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر — دیکھوں ہوں جسکو ہی وہ اُسیکی دعا کے بیچ
دل اس چمن میں بہتوں سے میرا لگا ولے — بوئے وفا نہ پائی کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میر کے جاتے رہے تمام
ہوتا ہی شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

یاد آگیا تو بہنے لگیں آنکھیں جو کی طرح — کچھ آگئی تھی سرو چمن میں کسو کی طرح
چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا — چلیں جبیں سے اُسکی اتہائی اتو کی طرح
گالی لڑائی آگے تو تم جانتے تھے — اب یہہ نکالی تمنے نئی گفتگو کی طرح
ہم جانتے تھے تازہ بنائے جہانکو لیک — یہہ منزل خراب ہوئی ہی کہو کی طرح
سرسبز ہم ہوئے تھے جو زرد ہو چلے — اس کشت میں پڑی یہہ ہمارے نمو کی طرح
وے دن کہاں کہ مست سرانداز خم میں تھے — سر ابتو جو جھرا ہی شکستہ سبو کی طرح
تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن کئے — گو پھول دل میں آگئے کچھ اسکے رو کی طرح
آخر کو اسکی راہ میں ہم آپ گم ہوئے — مدت میں پائی یار کی یہہ جستجو کی طرح
کیا لوٹ یوں ہی آتش سوزاں میں جا پڑے — کچھ ہو گئی جلاسی آگ میں اُس تند خو کی طرح
ڈرتا ہوں چاک دل کو مرے پلکوں سے سیئے — نازک نظر پڑی ہی بہت اس رفو کی طرح

دھوتے ہیں اشک خونی سے دست و دہن کو میر
طور نماز کیا ہی جو یہہ ہی وضو کی طرح

زلفیں پر میں جو پھیلا خط کو کر بند — بہت تڑپھا کیا جوں مرغ پر بند
گرفت دلسے ناچار ہی یعنے — رہا ہوں بیٹھہ میں بھی کر کے پر بند

پھنسا دل زلف و کاکل میں نہو چھو — پڑا ہی نا گہہ آ کر بند پر بند
سب اُسکی چشم پر تیر نگ کے محو — مگر کی اُنے ظالم کی نظر بند
چمن میں کیونکے ہم پر بستہ جاویں — بلبل از بسکہ ہی دیوار و در بند
بہت پیکان تیر یار تو نے — تمام آہن ہی اب میرا جگر بند
ہوئیں رونے کی مانع میری پلکیں — بندھا خاشاک سے سیلاب پر بند
کہا کیا جاے ان ہونٹوں کے آگے — ہماری لب گزی ہی یہہ شکر بند
کھلے بندوں نہ آیا یاں وہ او باش — پھرا موندے پہ ڈالے بیشتر بند
یہی اوقات ہیگی دید کی میاں — رکھہ اپنی چشم کو شام و سحر بند
نچار رہتا تھا چہرہ جسے سو اب — گریباں میں ہی دہ دست ہنر بند

فن اشعار میں ہوں پہلوان میر
مجھے ہی یاد اس کشتی کا ہر بند

ہماری بات گوای شمع بزم گریو یاد — زبان سرخ سرسبز دیتی ہی بر باد
ہمیں اسیر تو ہونا ہی اپنا اچھا یاد — کشش نہ دام کی دیکھی نہ کوشش صیاد
نہ دردمندی سے یہہ راہ تم چلے ورنہ — قدم قدم پہ نہیں یاں جاے نالہ وفریاد
ہزار فاختہ گردن میں طوق پہنے پھرے — اسے خیال نہیں کچھہ وہ سرو ہی آزاد
جہاں نہیں اتنے ہیں آشوب کیا رہینگے بس — ابھی پریگا میرے خون لیگہہ سے زیاد
چمن میں اتھتے ہیں نالے ہیں تیرے منہ سے زیاد — جگر خراش ہے نالے ہیں تیرے منہ سے زیاد
ثبات قصر و در و بام و خشت و گل کتنا — عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد
چمن میں یار ہمیں لیگئے تھے واں ہوئے — ہمارے ساتھہ یہی غم یہی دل ناشاد
ہمیشہ تو مرنیکا طور اُسکے خوش بہت آیا — طواف کرئے جو ہو نخل ماتم فرہاد
نظر تکر نی طرف صید کی دم بسمل — یہہ ظالم تازہ ہوا اُس کشندے سے ایجاد

چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کریں — ہماری اور مدد یکھیے خدا کرے جلاد
کب اُنے دلمیں کرا انصاف ہم پہ لطف کیا — وہی ہی خشم وہی یا نشے جاؤ ہی بیداد
تمام ریجھ پچاؤ ہیں ابتو پھر پس مرگ — کہا کنھوں نے تو کیا عز اسمہ استاد

اگرچہ گنج بھی ہی پر اخر ابیاں ہیں بہت
نہ پھر خرابے میں ای میر خانماں آباد

عشق لو ہو لی گیا سب تن میں ہی سو درد درد — پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی تو زرد زرد
کب مری شب کو سحر ہی ایک بدحالی گیے بیچ — جانتا ہوں صبح ہی ہوتا ہوں جب میں سرد سرد
کاروان در کاروان یاں سے چلے جاتے ہیں لوگ — ہر طرف اس خاکدا نمیں دیکھتے ہیں گرد گرد
مرد وزن سب ہیں نہ پیر و دیر و دخت تاک سے — یہہ غلط فہمی ہی ہر زن زن ہی یا ہر مرد مرد

دفتر اعمال میرا بھول جاویں میر کاش
ہی قیامت اس حریدے کو جو دیکھیں فرد فرد

بہت ہی تن درد پر زرد زرد — اُٹھے گی میری خاک سے گرد زرد
وہ بیمار گو تو نہ جانے مجھے — مرا نامہ لکھنے کو ہو فرد زرد

گذرتی ہی کیا میر دل پر ترے
تو ہوتا ہی ہر لحظہ کچھ زرد زرد

گرمی سے گفتگو کی کرلے قیاس جاں پر — شعلہ ہی شمع ساں یاں ہر یک سخن زباں پر
دیکھہ اسکے خط کی خوبی لگ جاتی ہی چپ اپسی — گویا کہ مہر کی ہی انے مرے دہاں پر
ہوں خاک مجھکو اُن سے نسبت حساب کیا ہی — ہیں کتنی میں نہیں ہوں وے ہفتم آسماں پر
گھر باغ میں بنایا پر ہم نے یہہ نجانا — بجلی سے بھی پڑے گا پھول آکر آشیاں پر
رونے ہیں دوست اکثر سن سرلذشت عاشق — تو بھی تو گوش وا کر تک میری داستاں پر
کیا بات میں تب اسکی جاوے کہو سے بولا — ہونے لگے ہوں خون جب ہونٹھوں کے رنگ پاں پر

تر پھنے ہی دل گھڑی بھر تو پہروں غش رہے ہی کیا جانوں آفت آئی کیا طاقت و تواں ہار

سو دا بنے جو اُسے تو میر منفعت ہی
اپنی نظر نہیں ہی پھر جان کے زیاں پر

پیس مارا دل غموں نے کوٹ کر کیا اجاڑا اُس نگر کو لوٹ کر
ابر سے آشوب ایسا کب اٹھا خوب روئے دیدۂ تر پھوٹ کر

کیوں گریباں کو پھروں پھاڑے نہ میر
دامن اُسکا تو گیا ہی چھوٹ کر

اے مرغ چمن صبح ہوئی زمزمہ سر کر دم کھینچ تہ دل سے کوئی ٹکڑے جگر کر
وہ آئینہ رو باغکے پھولوں میں جو دیکھا ہم رہ گئے حیران اسی منہ پہ نظر کر
ہی بیخبری مجھکو ترے دیکھے سے ساقی ہر لحظہ مری جان مجھے میری خبر کر
جس جاے سراپا میں نظر جاتی ہی اُسکے آتا ہی مرے جی میں یہیں عمر بسر کر
بخشا ہی سے پتھر پہ ہوئیں صنعتیں کیا کیا دل جاکے جگرکاوی میں کچھ تو بھی ہنر کر
پڑتے نگہہ اُس شوخ کی ہوتا ہی وہ احوال رہ جاوے ہی جیسے کہ کوئی بجلی سے ڈر کر
معشوق کا کیا وصل ورے ایسا مرا ہی تا شمع پہنچا بھی جو پہنچے ہی تو مر کر
یا شب طرف اُس چہرۂ تاباں سے ہوا تھا پھر چاند نظر ہی نہ چڑھا جی سے اُتر کر

کسب اور کیا ہو تا عوض ریختے کے کاش
پہنچائے بہت میر ہم اس کام کو کر کر

جب ہمکلام ہمسے ہوتا ہی پان کھا کر کس رنگ سے کرے ہی باتیں چبا چبا کر
تھی جملہ تن لطافت عالم میں جاں کے ہمکو مٹی میں مل گئے ہیں اس خاکداں میں آکر
نیچی وطالب بہت کی مطلب کو تیں نہ پہنچے ناچار اب جہاں سے بیٹھیں ہیں ہاتھ اُٹھا کر
غیرت یہہ تھی کہ آیا اُسے جوش خفا ہو مر تے ہوا پہ ہر گز اودھر پھر انہ جا کر

قدرت خدا کی سب میں خلع العذار آؤ — بیٹھو جو مجھ کنے تو پردے میں منہہ چھپا کر
ارمان ہی جنھوں کو وے اب کریں محبت — ہمتو ہوئے پشیماں و لکتئیں لگا کر
میں میر ترک لیکر دنیا سے ہاتھ اٹھایا
درویش تو بھی تو ہی حق میں مرے دعا کر

پڑتی ہی آنکھ جا کر ہر دم صفائے تن پر — سو جی کئے تھے صدقے اس شوخ کے بدن پر
نام خدا نکالے کیا پانوں رفتہ رفتہ — تلواریں چلتیاں ہیں اُسکے تو اب چلن پر
تو بھی تو ایک دن چل گلشن میں سانھ میرے — کرتی ہی کیا تبختر بلبل گل چمن پر
دل جو بجا نہیں ہی وحشی سا میں پھروں ہوں — تم جائیو نہ ہرگز میرے دوانہ پن پر
درکار عاشقوں کو کیا ہی جواب نامہ — یک نام یار بس ہی لکھنا مرے کفن پر
تب ہی بھلے تھے جبتک حرف آشنا نتھے تم — لینے لگے لڑائی اب تو سخن سخن پر
گرد رخ اُسکے پیدا خط کا غبار یوں ہی — گرد اک تنک سی بیٹھے جس رنگ یاسمن پر
کس طرح میر جی کا ہم توبہ کرنا مانیں
کل تک بھی داغ می تھے سب اُنکے پیرہن پر

سحر گوش گل میں کہا میں نے جا کر — کھلے بند مرغ چمن سے ملا کر
لگا کہنے فرصت ہی یاں یک تبسم — سو وہ بھی گریباں میں منہہ کو چھپا کر
تناسب پہ اعضا کی اتنا تبختر — بگاڑا تجھے خوب صورت بنا کر
قیامت رہا اضطراب اُسکے غم میں — جگر پھر گیا رات ہونٹھوں پہ آکر
اسی آرزو میں گئے ہم جہاں سے — نپوچھا کبھو لطف سے ٹک بلا کر
کھنچی تیغ اسکی تو یاں نیم جاں تھے — خجالت سے ہم رہ گئے سر جھکا کر
مبارک تمھیں میر ہو عشق کرنا
بہت ہم تو پچتائے دل کو لگا کر

بف

صاف غلطاں خوں میں ہی کھینچیر یار لے گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار
کوتہی کی میری طول عمر نے جور میں تو کچھ نہ تھی تقصیر یار
آکروں کے پانوں میں بیڑی ہوئی ہاتھ میں سونپی وہ زنجیر یار
ہی کشیدہ جیسی تیغ آفتاب میان میں رہتی نہیں شمشیر یار
میر ہم تو ناز ہی کھینچا کیے
کیوں کے کوئی کھینچے ہی تصویر یار

مذہب سے میرے کیا تجھے میرا دیار اور میں اور یار اور مرا کاروبار اور
چلتا ہی کام مرگ کا خوب اسکے دور میں ہوتی ہی گرد شہر کے روز اک مزار اور
بندے کو ان فقیروں میں گنیے نہ شہر کے صاحب نے میرے مجھکو دیا اعتبار اور
دلکو تو لاگ ہی ہی تلوں راہ کب تلک اس پر ہی یک عذاب شدید انتظار اور
بسمل پسند کر کے ترا پھنسنا نہ پھنسنا ہی میرے صید پیشہ کا طور شکار اور
میں اسکی گرد رہ کا رہا منتظر بہت سو آنکھیں دونوں لائیں مری اک غبار اور
دردوسراب جو عشق کا ہی گور تک ہی ساتھ کچھ یہہ نشا ہی اور ہی اسکا خمار اور
کاہیکو اس قرار سے تھا اضطراب وقلق
ہوتا ہی ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور
کسکو فقیری میں سر و دل حرف کا ہی میر
کرتے ہیں اس دماغ پہ ہم انکسار اور

دعوی ہی یونہی اسکا ترے حسن گوش پر یاں کون تھوکے ہی صدف ہرزہ کوش پر
شاید کسو میں اس میں بہت ہوگیا ہی بعد تم بھی تو گوش رکھو جرس کی خروش پر
جیب وکنار سے تو برابا نی دیکھیے چشمہ ہماری چشم کا رہتا ہی جوش پر
اک شور ہی جو عالم کون وفساد میں ہنگامہ ہی اسکے یہہ لعل خموش پر

ہی بار دوش جسکے لئے زندگی سو وہ — رکھا تھا راہ تک نہ چلا میرے دوش پر
جو ہی سو مست بادۂ وہم و خیال ہی — کسکو ہی یاں نگاہ کسو دردنوش پر
مرغ چمن نے کیا حق صحبت ادا کیا — لا لاکے گل بکھیرے مرے ہر پوش پر
جب تک بہار رہتی ہی رہتا ہی مست تو
عاشق ہیں میرہم تو تری عقل و ہوش پر

کیا ہینگے کہ ہم بھی عاشق ہوئے کسو پر — غصے سے تیغ اکثر لیتے رہی گلو پر
ہر کوئی چاہتا ہی سرمہ کرے نظر کا — ہونے لگے ہیں اب تو خون اُسکی خاک کو پر
کر باغباں حیا تک گل کو نہ ہاتھ مہیں لے — دیتی ہی جان بلبل پھولونکے رنگ و بو پر
حسرت سے دیکھتے ہیں پرواز ہم صفیران — شاید کہ ہمارے ایسے ہی تھے کبھو پر
حرف و سخن کرے ہی کس لطف سے برابر — سالک گہر بھی صدقے کی اُسکی گفتگو پر
گو شوق سے ہو دل خون مجھکو ادب وہی ہی — میں رو کبھو نہ رکھا کہتاج اُسکے رو پر
تن را کہ سے ملا سب آنکھیں دئے سی جاتی
تھہرے نظر نہ جوگی میرا ہیں قیام مو پر

ہی تند و تیز اسکی نگاہ اسطرف ہنوز — مارا ہی بیگناہ و گناہ اسطرف ہنوز
سرکاٹ کر ہم اُسکے قدم کے تلے رکھا — تھیرا ہی ہی اُسکی طرف گاہ اسطرف ہنوز
مدت سے مثل شب ہی مرا تیرہ روزگار — آتا نہیں وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز
پتھرا گئیں ہیں آنکھیں مری نقش پا کے طور — پڑتی نہیں ہی یار کی راہ اسطرف ہنوز
جسکے جہت سے مرنیکے نزدیک پہنچے ہم — پھرتا نہیں وہ آن کے واہ اسطرف ہنوز
آنکھیں ہماری مند چلیں ہیں جس لئے یاں — وہ دیکھتا بھی تک نہیں آہ اسطرف ہنوز
برسوں سے میر ماتم مجنوں ہی دشت میں
روتا ہی آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

کلامت توڑ اپنا ای جرس بس — نہیں اس راہ میں فریاد رس بس
کبھو دل کی نہ کہنے پائے اسے — جہاں بولے لگا کہنے کہ بس بس
گل و گلزار سے کیا قیدیوں کو — ہمیں داغ دل و کنج قفس بس
نہ ترساؤ یکایک مار ڈالو — کرو گے کب تلک ہم پر ترس بس
بہت کم دیتے تھے بادل دکھائی — رہے ہم ہی تو روتے اس برس بس
کسو محبوب کے ہو گور پر گل — ہماری خاک کو ہی خار و خس بس

چمن کے غم میں سینہ داغ ہی میر
بہت نکلی ہماری بھی ہوس بس

عشق میں غم نہ چشم تر ہی بس — نہ یہی خوں دل و جگر ہی بس
رہ گئے منہ نہوں سے نوچ کے ہم — گر ہوس ہی اسی قدر ہی بس
آپ سے جا کے پھر نہ آئے ہم — بس ہمیں تو یہی سفر ہی بس
چاہ میں ہم نہیں زیادہ طلب — کبھو پوچھو جو تم خبر ہی بس

چشم پوشی نکر فقیر ہی میر
مہر کی اُسکو اک نظر ہی بس

امیروں تک رسائی ہو چکی بس — میری بخت آزمائی ہو چکی بس
بہار اک بھی جو گذری قفس میں — تو پھر اپنی رہائی ہو چکی بس
کہاں تک اُسے قصہ قصیہ ہر شب — بہت باہم لڑائی ہو چکی بس
نہ آیا وہ مرے جاتے جہاں سے — یہیں تک آشنائی ہو چکی بس
لگا ہی حوصلہ بھی کرنے تنگی — غموں کی اب سمائی ہو چکی بس
برابر خاک کے تو کر دکھایا — فلک بس بے ادائی ہو چکی بس
دنی کے پاس کچھ رہتی ہی دولت — ہمارے ہاتھ آئی ہو چکی بس

دکھا اُس بت کو پھر بھی ایا خدایا — تری قدرت نمائی ہو چکی بس
شرر کی سی ہی چشمک فرصت عمر — جہاں دی تک دکھائی ہو چکی بس
گلے میں گیروی کفنی ہی اب میر
تمھاری میرزائی ہو چکی بس

اُسکے در پر شب نکرای دل خروش — کہتے ہیں دیوار بھی رکھتی ہی گوش
پانو پڑتا ہی کہیں آنکھیں کہیں — اسکی مستی دیکھکر جاتا ہی ہوش
کتنے یے فتنے ہیں موجب شور کے — قد و خد و گیسو و لعل خموش
مرگیا اس ماہ بن میں کیا عجب — چاندنی سے ہو جو میرا قبر پوش
صافی ہی چادر اپنی میں نے کی — اور کیا کرتے ہیں مفلس درد نوش
دوستوں کا درد دل تک گوش کر — گر نصیب دشمناں ہی درد گوش
جب نہ تب ملتا ہی بازاروں میں میر
ایک لوطی ہی وہ ظالم سر فروش

طرح خوش ناز خوش اسکی ادا خوش — خوشا ہم جو نہ رکھے ہمکو ناخوش
نہیں ناساز فقر اپنا کسکو کا — خرابی کی ہماری ہی ہوا خوش
بتوں کے غم میں نالاں جب نہ تب ہوں — نہ راضی خلق مجھسے نے خدا خوش
کلی رکتی ہی گل ہی دل پریشان — کسو کی اس چمن میں گذرے کیا خوش
جہان تنگ کڑھنے ہی کی جا تھی — کوئی دن میں تکلف سے رہا خوش
رہا پھولوں میں کرتا زمزمہ میں — مری اس باغ میں گذری سدا خوش
گیا اس شہر ہی سے میر آخر
تمھاری طرز بد سے کچھ نتھا خوش

فکر میں مرگ کے ہوں سر در پیش — ہی عجب طور کا سفر در پیش

کسکی آنکھیں پھرے ہیں آنکھوں میں — سو مدام ہی مری نظر در پیش
مستی بھی اہل ہوش کی ہی جنھیں — آوے ہی عالم دگر در پیش
کیا کروں نقل راہ ہستی میں — مرحلے آئے کسقدر در پیش
کیا پتنگے کو شمع روے میر
اسکی شب کو بھی ہی سحر در پیش

ہوں تو دریا پر کیا ترک خروش — دلکے دل ہی میں کھپائے اپنے جوش
مست رہتے ہیں ہم اپنے حال میں — عرض کرئے حال پریے کسکے گوش
عاقبت تجھکو لباس راہ راہ — لیگیا ہی راہ سے ای تنگ پوش
ہو نہ آگے میری جوں سوسن زباں — ہو سکے تو گل کے رنگوں رہئے گوش
میر کو طفلان تہ بازار میں
دیکھو شاید ہو وہیں وہ دلفروش

ہی دل بیتاب کا بھی ویسا رقص — رقص بسمل تم سنو ہو جیسا رقص
آج رکھ آیا کمر میں پیش قبض — سو ہی کھینچی مجھ پہ گھر میں پیش قبض
شاید اُس سادہ نے رکھا ہی خط — کہ ہمیں متصل لکھا ہی خط
شوق سے بات بڑھ گئی تھی بہت — دفتر اسکو لکھے ہیں کیا ہی خط
نامہ کب یار نے پڑھا سارا — نکہا یہہ بھی آشنا ہی خط
ساتھ ہم بھی گئے ہیں دور تلک — جب ادھر کیتئن چلا ہی خط
کچھ خلل راہ میں ہوا ای میر
نامہ بر کب سے لیگیا ہی خط

ہم نہ سمجھے رابطہ ان نو خطوں سے تھا غلط — ہوتے ہیں بر خود غلط یہہ ہو گیا یہہ کیا غلط
کہتے ہو کیا کیا لکھا ہی خط میں مجھکو میر نے

کب کہاں کس سے جب جھوٹھہ افترا بیجا غلط

جو وہ ہی تو ہی زندگانی سے حظ مزا عمر کا ہی جوانی سے حظ
نہیں وہ تو سب کچھ یہہ بے لطف ہی نہ کھانے میں لذت نہ پانی سے حظ

کہا درد دل زانت کیا میر نے
اُٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

آگے جب اس کے تئیں رخسار کے آتی ہی شمع پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہی شمع

ہی مری ہر یک غزل پر اجتماع خانقہ میں کرتے ہیں صوفی سماع
وجد میں رکھتا ہی اہل فہم کو میرے شعر و شاعری کا استماع
نیم بسمل چھوڑ دینا رحم کر اس شکار افگن کا ہی گا اختراع
کچھہ ضرر عاید ہوا میری ہی اور ورنہ اسے سبکو پہنچا انتفاع
یار دشمن ہو گیا اسکے سبب ہی متاع دوستی بھی کیا متاع
دل جگر خوں ہو کے رخصت ہو گئے حسرت آلودہ ہی کیا اشک وداع

میر درد دل نہ کہہ ظالم بس اب
ہو گیا ہی سامعوں کو تو صداع

اب نہیں سینے میں میرے جاے داغ سوز دل سے داغ ہی بالاے داغ
دل جلا آنکھیں جلیں جی جل گیا عشق نے کیا کیا ہمیں دکھلائے داغ
دل جگر جل کر ہوئے ہیں دونوں ایک درمیاں آیا ہی جب سے پاے داغ
منفعل ہیں لالہ و شمع و چراغ ہمنے بھی کیا عاشقی میں کھائے داغ

وہ نہیں اب میر جو چھاتی جلے
کھا گیا سارے جگر کو ہاے داغ

صحبت کسو سے رکھنے کا اسکو تھا دماغ تھا میر بیدماغ کو بھی کیا بلا دماغ

باتیں کرے برشتگیٔ دل کی پر کہاں — سکھتا ہی اس دماغ جلے کا وفا دماغ
وہ حرف زیر لب کہے پھر ہو گیا خموش — مجھے کہ بات کرنے کا کسکو رہا دماغ
کر فکر اپنی طاقت فکری جو ہو ضعیف — اب شعر و شاعری کی طرف کب لگا دماغ

آتش زبانی شمع نمط میر کی بہت
اب چاہیئے معاف رکھیں جل گیا دماغ

کیا پیام و سلام ہی موقوف — رسم ظاہر تمام ہی موقوف
حیرت حسن یار سے چپ ہیں — سب سے حرف و کلام ہی موقوف
روز وعدہ ہی ملنے کا لیکن — صبح موقوف شام ہی موقوف
وہ نہیں ہی کرو اولے چھو ترین — اب ترحم پہ کام ہی موقوف
پیش مژگاں دھرے رہے خنجر — آگے زلفوں کے دام ہی موقوف
کہہ کے صاحب کبھو بلاتے تھے — سو وقار غلام ہی موقوف

اقتدا میر ہمسے کسکی ہوئی
اپنے ہاں اب امام ہی موقوف

کیا حقیقت کہوں کہ کیا ہی عشق — حق شناسوں کے ہاں خدا ہی عشق
دل لگا ہو تو جی جہاں سے اٹھا — موت کا نام پیار کا ہی عشق
اور تدبیر کو نہیں کچھ دخل — عشق کے درد کی دوا ہی عشق
کیا دبا یا محیط میں غم کے — ہمنے جانا نہ تھا آشنا ہی عشق
عشق سے جا نہیں کوئی خالی — دل سے لے عرش تک بھرا ہی عشق
کوہ کن کیا پہاڑ کاٹے گا — پردے میں زور آزما ہی عشق
عشق ہی عشق کرنے والوں کو — کیسا کیسا بہم کیا ہی عشق
کون مقصد کو عشق بن پہنچا — آرزو عشق مدعا ہی عشق

میر مرنا پڑے ہی خوبان پر
عشق مت کیجیو کہ بد بلا ہی عشق

کر بادئے میں تجکو صبا لیکے جاے شوق — مجنوں کو میری اور سے کہیو دعاے شوق
وصل و جدائی سے ہی میرا وہ کام جان — معلوم کچھ ہوا نہ ہمیں یاں سوا ے شوق
ہر چار اور آرتی پھرے ہی ہماری خاک — سر سے گئی نہ جی بھی گئے پر ہوا ے شوق
دیر و حرم میں ہمکو پھراتا ہی دیر تک — پھر بھی ہمارے ساتھہ وہی ہی ادا ے شوق
افسوس اب کوچے سے تم آشنا نہیں — کیا دردناک تھی بھی کوئی ہی نوا ے شوق
ورد اور آہ و نالہ کرے ہی دم سحر — یک مشت پر ہی مرغ گلستاں پہ ہاے شوق

کیا پوچھتے ہو شوق کہاں تک ہی ہمکو میر
مرنا ہی اہاں درد کا ہی انتہاے شوق

قتل گہہ میں وحشت بوس اسکا کریں فی الفور لوگ — ہم کھڑے تلوار ہیں کھاویں نقش ماریں اور لوگ
کجروی ہم عاشقوں سے اسکی بس اب جاچکی — اینگ تو ناساز پھر اس سے ملے بیطور لوگ
زخم تیغ یار غایر ہو کہ پہنچا دل تلک — حیف میرے حال پر کرتے نہیں تک غور لوگ
جاکے دنیا سے تجھے یاد آوں گا میں بھی بہت — بعد میرے کب اٹھاوینگے ترے یہ جور لوگ

رسم و عادت ہی کہ ہر یک وقت کا ہوتا ہی ذکر
میر بارے یاد کر روویں گے کیا یہہ دور لوگ

چاک دل ہی انار کے سے رنگ — چشم پر خوں فگار کے سے رنگ
کام میں ہی ہوائی گل کی موج — تیغ خونریز یار کے سے رنگ
تاب ہی میں رہے ہی اسکی زلف — اتفاق پیچدار کے سے رنگ
کہا جو افسردگی کے ساتھہ کہا — دل گلی بے بہار کے سے رنگ
برق ابر بہار نے بھی لئے — اب دل بیقرار کے سے رنگ

کنج نخچیر گہہ میں ہیں مامون ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ
عمر کا بھی سرنگ جاتا ہی ابلق روزگار کے سے رنگ
برگ گل میں نہ دلکشی ہو گی کف پاے نگار کے سے رنگ
اس بیاباں میں میر محو ہوئے
ناتواں اک غبار کے سے رنگ

ہر چند صرف غم ہیں لے دل جگر سے جاں تک لیکن کبھو شکایت آتی نہیں زباں تک
کیا کوئی اُسکے رنگوں گل باغ میں کھلا ہی شور آج بلبلوں کا جاتا ہی آسماں تک
دو چار دن جو ہوں تو رک رک کے کوئی کاٹے ناچار صبر کرنا عاشق سے ہو کہاں تک
ان جلتی ہڈیوں کو شاید ہما نکھاوے تب عشق کی ہمارے پہنچی ہی استخواں تک
روئے جہاں جہاں ہم جوں ابر میر اُس بن
اب آب ہی سراسر جاوے نظر جہاں تک

ایکے ہزار رنگ گلستاں میں آے گل پر اُس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل
بلبل کو ناز کیوں نہ خیابان گل پہ ہو کیا جانے جنے چھاتی پہ بھر کر نہ کھائے گل
کبتک حنائی پانو بن اسکے یہہ بیکلی لگ جاے تک چمن میں کہیں آنکھہ پائے گل
ناچار ہو چمن میں نہ رہئے کہوں ہوں جب بلبل کہے ہی اور کوئی دن براے گل
چلئے بغل میں لیکے گلابی کسو طرف دامان دل کو کھینچے ہی ساقی ہواے گل
پگڑی میں پھول رکھتے ہیں رعنا جوان شہر داغ جنوں ہی سر پہ رہا یاں بجاے گل
بلبل کو کیا سنے کوئی اڑ جاتے ہیں حواس جب دردمند کہتی ہی دم بھر کے ہاے گل
سویا نہ وہ بدن کی نزاکت سے ساری رات بستر پہ اسکے خواب کے کنے بچھائے گل
مصروف یار چاہئے مرغ چمن سا ہو دل نذر و دیدہ پیشکش و جاں فداے گل
ہم طرح آشیاں کی نہ گلشن میں ڈالتے معلوم ہوتی آگے جو ہم کو وفاے گل

چساں لباس ہوتے ہوش لیکن نہ اسقدر ہی چاک رشک جامہ سے اسکے قبائے گل
کیا سمجھے لطف چہرہ و یکے رنگ و بہار کا بلبل نے اور کچھ نہیں دیکھا سوائے گل
تھا وصف ان لبوں کا زباں قلم پہ میر
پر منہ میں عند لیب کے تھے بر گہائے گل

نہ تک واشد ہوئی جب سے لگا دل الٰہی غنچہ ہی پڑ مردہ یا دل
نہ اسے یاں ٹئیں آیا گیا حیف رہے ہم جب تک اسمیں رہا دل
اٹھا یا داغ لالہ نے چمن سے کروں کیا دیکھتے ہی جل گیا دل
نہیں کم رایت اقبال شہ سے علم اپنا یہہ دنیا سے اٹھا دل
ہمارا خاص مشرب عشق اس میں پیمبر دل ہی قبلہ دل خدا دل
ہمارے منہ پہ طفل اشک دوڑا کیا ہی اس بھی لڑکے نے بڑا دل
سبھوں سے میر بیگانے سے رہتے
جو ہوتا اسے کچھ بھی آشنا دل

نہ خوشہ یاں نہ دانا یاں جلانا کاس کیا حاصل ترا ی برق خاطف اسطرف گرنا ہی لاحاصل
سکندر ہو کے مالک سات اقلیموں کا آخر کو گیا دست تہی لے یاں سے یہہ کچھ کر گیا حاصل
بلا قحط مروت ہی کہ ہی محصول غلے پر کہیں سے چار دانے لاو لیوین جا بجا حاصل
نہ کھینچیں کیونکے نقصاں ہم توقیدی ہیں تمکین کے خودی سے کوئی نکلے تو اٹھے ہو وے خدا حاصل
عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی ولے مطلب ہی گم دیکھا یں تو کب ہو تو دعا حاصل
بہت مصروف کشت و کار تھے مزرع میں دنیا کے اٹھا حسرت سے ہاتھہ آخر ہمیں یہہ بھی ہوا حاصل
پھر اے میر سر اپنا گراں گوشوں کی مجلس میں
سنے کوئی تو کچھ کہیئے بھی ایسے کہنے کا حاصل

جی کہیں چھانے نہیں یوں تو غم سے ہم پر تنگ آگئے ہیں تمہارے ستم سے ہم

اپنے خیال ہی میں گذرنی ہی اپنی عمر — پر کچھ پتو چھو سمجھے نہیں جاتے ہم سے ہم
زانو پہ سر ہی قامت خم گشتہ کے سبب — پیری میں اپنی آن لگے ہیں قدم سے ہم
جوں چکمہ میر حاج کا ہی خوار جانماز — بتخانے میں جو آئے ہیں چل کر حرم سے ہم
روتے بھی انے دیکھہ کے ہم کو کیا نہ رحم — اگ چشم داشت رکھتے تھے مژگان نم سے ہم
بدعہدیاں ہی کرتے گئے اسکو سال وماہ — اب کب تلی ہوتے ہیں قول و قسم سے ہم
زنار سانبدھا ہی گلے اپنے اب تو کفر — بدنام ہیں جہان میں عشق صنم سے ہم
لوگوں کو وصف کرنے سے بالیدگی ہوئی — جوں شیشہ پھیل پھوٹ پڑے اِنکے دم سے ہم

طرفیں رکھے ہی اینک سخن چار چار میر
کیا کیا کہا کریں ہیں زبان قلم سے ہم

سرزیر پر ہیں دیر سے ای ہمصفیر ہم — واقف نہیں ہوائے چمن سے اسیر ہم
کیا ظالم تھے لباس میں اس تنگ پوش کے — دلتنگی سے نکل گئے ہو کر فقیر ہم

دیکھہ اسکو راہ جاتے تو بیحال ہو گئے
اب دیکھئے بحال کب آتے ہیں میر ہم

جور سے یوں ہی غم کے مارے ہم — تو یہی آج کل سدھارے ہم
مرتے رہتے تھے اسپہ یوں پر اب — جا لگے گور کے کنارے ہم
دن گذرتا ہی دم شماری میں — شب کو رہتے ہیں گنتے تارے ہم
ہی مروت سے اتنی وحشت دور — انس رکھتے ہیں تمسے پیارے ہم
زندگی بار دوش آج ہی یاں — دیکھیں گے کل جو ہونگے بارے ہم
جا چکی بازی یعنے مرتے ہیں — جیتے تم یہہ قمار ہارے ہم

میر آؤ گے آپ میں بھی کبھو
سخت مشتاق ہیں تمھارے ہم

گئے عشق کی راہ سر کر قدم — بلا پر چلے آئے ہر ہر قدم
عجب راہ پر خوف و مشکل گذر — اُٹھایا گیا ہمسے ہر ہر قدم
بہت مستئی عشق پا لغزش تھی — خدا جانے پر تا تھا کید ہر قدم
ہوا ہوگا خالی بدن جاں سے جب — چلے ہونگے یہہ راہ جو بھر قدم
وہ عیار یوں چشم تر سے گیا — کہ ہر گز نہ اُسکا ہوا تر قدم
جگر کو ہی اُن سر سے گذرونگے عشق — گئے جو ہمارے قدم پر قدم
جو کچھ آوے سالک کے آگے ہی خیر — رکھا ہمنے اب گھر سے باہر قدم
ہمیں سرکشی سر باسندی سے کیا — رہے ضعف میں ہم تو سر در قدم

کہیں کیا کف پا میں میر آبلے
چلیں ہم سروں پر مگر دہر قدم

میر آج وہ بد صفت ہی ہشیار رہو تم — ہی بیخبری اسکو خبردار رہو تم
بھی جاے کسیکا کہ رہے تمکو قسم ہی — معقد ور تک در پئی آزار رہو تم
وہ محو جمال اپنی ہی پروا نہیں اسکو — خواہاں رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم
اس معنی کے ادراک سے حیرت ہی ہی حاصل — آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم
پکبار ہوا دلکی تباہی کا وہ باعث — یہہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم
ہو لطف اسی کا تو کوئی کام کو پہنچے — تسبیح گلے ڈالکے زنار رہو تم

کیا میر بری چال سے جینے کی چلے ہی
بہتیرا ہی اپنے تئیں اب مار رہو تم

آتک شتاب جاتے ہیں ورنہ جہاں سے ہم — کچھ ہور ہیں غم میں ترے نیم جاں سے ہم
ہر بات کے جواب میں گالی کہاں تلک — اب جاں بلب ہوئے ہیں تمہاری زبان سے ہم
وعدہ کرو تو سوچ لو مدت کو دلمیں بھی — یہہ حال ہی تو دیر رہینگے کہاں سے ہم

الجھاؤ دنکا جسے ہی جھنجھلا کے اس بغیر — جھگڑا کیا کریں ہیں زمیں آسمان سے ہم
لاویں ہماری خاک پر اس کینہ ور کو بھی — یہہ کہہ مرینگے اپنے ہر اک مہربان سے ہم
دربان سنگدل نے خبر وان تلک نہ کی — سر مار مار صبح کی اس آستان سے ہم

جب اسکی تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر
امید قطع کی تھی تبھی اس جوان سے ہم

بیمار ئی دلی سے زار و نزار ہیں ہم — اک مشت استخوان ہیں پر اپنے بار ہیں ہم
مارا تڑپتے چھوڑ افتراک سے نہ باندھا — بے چشم و رو کسو کے شاید شکار ہیں ہم
ہر دم جبیں خراشی ہر آن سینہ کاوی — حیران عشق تو ہیں پر گرم کار ہیں ہم
حور و قصور و غلماں نہر و نعیم و جنت — یہہ کاہم جہنم مشتاق یار ہیں ہم
بیحد و حصر گردش اپنی ہی عاشقی میں — رسوائے شہر و دیہہ دشت و دیار ہیں ہم
اب سیل سیل آنسو آتے ہیں چشم تر سے — دیوار و در سے کہہ دو بے اختیار ہیں ہم
روتے ہیں یوں کہ جیسے شدت سے ابر برسے — کیا جانئے کہ کسے دل کے بخار ہیں ہم
ابتو گلے بندھا ہی زنجیر و طوق ہونا — عشق و جنوں کے اپنے ناموس دار ہیں ہم

لیتا ہی میر عبرت جو کوئی دیکھتا ہی
کیا یار کی گلی میں بے اعتبار ہیں ہم

ہر ہر سخن پر ابتو کرتے ہو گفتگو تم — ان بد مزاجیوں کو چھوروگے بھی کبھو تم
یاں آپ ہی آپ آکر گم آپ میں ہوئے ہو — پیدا نہیں کہ کسکی کرتے ہو جستجو تم
چاہیں تو تم کو چاہیں دیکھیں تو تم کو دیکھیں — خواہش دلونکی تم ہو آنکھوں کی آرزو تم
حیرت زدہ کسو کی یہہ آنکھ ہی لگو ہی — مت بیٹھو آرسی کے ہر لحظہ روبرو تم
تھے تم بھبھوکے سے تو پر اب جلا ہی دو ہو — سوزندہ آگ کی کیا سیکھے ہو ساری خو تم
نسبت تو ہمدگر ہی گو دور کی ہو نسبت — ہم ہیں نوائے بلبل ہو گل کی رنگ و بو تم

دیکھ اشک سرخ بولا یہ رنگ اور لائے
ہیں میر منہہ پر آنسو یار و تے ہو لہو تم

ٹھنڈی سانسیں بھریں ہیں جلتے ہیں کیا تاب میں ہیں
دل کے پہلو سے ہم آتش میں ہیں اور آب میں ہیں

ساتھ اپنے نہیں اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کہنے کیتئیں عالم اسباب میں ہیں

غفلت دل سے ستم گذریں ہیں سو مت پوچھو
قافلے چلنے کو تیار ہیں ہم خواب میں ہیں

عشق کے ہینگے جو سرگشتہ پڑے ہیں ڈوبے
کشتیاں نکلیں سو کیا آنکے کہ گرداب میں ہیں

دور کیا اسے جو بیٹھے ہی غیار اپنا دور
پاس اس طور کے بھی عشق کے آداب میں ہیں

ہی فروغ مہ تاباں سے فراغ کلی
دل جلے پر تو رخ سے ترے مہتاب میں ہیں

ہم بھی اس شہر میں ان لوگوں سے ہیں خانہ خراب
میر گھر یار جنھوں کے رہ سیلاب میں ہیں

کہے تو ہمنشیں رنگ تصرف کچھ دکھاؤں میں
الگ بیٹھا حنا بندوں کو آنکھوں میں رچاؤں میں

نہیں ہوں بے ادب اتنا کہ گل سے منہہ لگاؤں میں
جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے کر چمن کی اور جاؤں میں

کیا ہی اضطراب دل نے کیا مجھکو سبک آخر
کہاں تک یار کے کوچے سے جا جا کر پھر آؤں میں

وفا صد کارواں رکھتا ہوں لیکن شہر خوبی میں
خریداری نہیں مطلق کہاں جا کر بکاؤں میں

مجھے سر در گریباں رہنے دو میں بے توقع ہوں
کبھو پتھر سے پٹکوں ہوں ابھی سر جو اٹھاؤں میں

بلا حسرت ہی یارب کام دل کیونکر کروں حاصل
مگر لب ہائے شیریں پر کسو کے زہر کھاؤں میں

نہ روؤں حال پر کیونکر بلانا آشنا ہی وہ
کہیں آنکھ اسکی ملتی ہی جو آنکھیں ٹک ملاؤں میں

نہ ای رشک بہار آنکھیں اٹھا دے پشت پا سے تو
ہتھیلی پر اگر سرسوں ترے آگے جماؤں میں

کہوں کیا صحبت اسے ہر گھڑی بگڑی ہی جاتی ہی
جو ٹک راہ سخن نکلے تو سو باتیں بناؤں میں

نگاہ حسرت بت دیر سے جانے کی مانع ہی
مزاج اپنا بہت چاہا کہ سوئے کعبہ لاؤں میں

اسیر زلف کو اس بت کے کیا قید مسلمانی
تمنا ہی گلا زنار سے اپنا بندھاؤں میں

کہوں ہوں میر سے دل دے کہیں تا جی لگے تیرا
جو ہو نقصان جاں اسکا تو کیونکر میں منا ؤں میں

رو چکا خون جگر سب اب جگر میں خوں کہاں
غم سے پانی ہو کے کب کا بہہ گیا میں ہوں کہاں

دست و دامن جیب و آغوش اپنے اس لایق نہ تھے
پھول میں اس باغ خوبی سے جو لوں تو لوں کہاں

عاشق و معشوق یاں آخر فسانے ہو گئے
جائے گریہ ہی جہاں لیلی کہاں مجنوں کہاں

آگ برسی تیرہ عالم ہو گیا جادو سے پر
اُسکی چشم پرفسوں کے سامھنے افسوں کہاں

سیر کی رنگیں بیاض باغ کی ہمنے بہت
سرو کا مصرع کہاں وہ قامت موزوں کہاں

کوچہ ہر یک جائے دلکش عالم خاکی میں ہی
پر کہیں لگتا نہیں جی ہائے میں دل دوں کہاں

اینک دم سے فیض کے جنکی بہار اتنا ہی تھا کیا
اب گئے پر اسکے ویسی رونق ہا موں کہاں

ناصح مشفق تو کہتا تھا کہ اسے مت ملے
پر سمجھتا ہی ہمارا یہہ دل محزوں کہاں

بائو کے گھوڑے پہ تھے اس باغ کے ساکن سوار
اب کہاں فرہاد و شیریں خسرو و گلگوں کہاں

کھا گیا اندوہ مجھکو دوستان رفتہ کا
ڈھونڈتا ہی جی بہت پر اب انھیں پاؤں کہاں

تھا وہ فتنہ ملنے کی گوں کب کسی درویش کے
گیا کہیں ہم میر صاحب سے ہوئے مفتوں کہاں

عشق نے خوار و ذلیل کیا ہم سر کو بکھیرے پھرتے ہیں
سوز و درد و داغ و الم سب جی کو گھیرے پھرتے ہیں

ہر شب ہوں سر گشتہ و نالاں اس بن کوچہ و برزن میں
یاس نہیں اب بھی دیکھوں کب دن میرے پھرتے ہیں

دل لشکر میں ایک سپاہی زادے نے ہمسے چھین لیا
ہم درویش طلب میں اسکی ڈیرے ڈیرے پھرتے ہیں

بیخود اُسکی زلف و رخ کے کاہیکو آپ میں پھر آئے
ہم کہتے ہیں تسلی دلکو سانجھ سویرے پھرتے ہیں

نقش کسوکا درون سینہ گرم طلب ہیں ویسے رنگ
جیسی خیالی پاس لئے تصویر چتیرے پھرتے ہیں

برسے اگر شمشیر سروں پر منہہ موڑیں زنہار نہیں
سپدھے جانے والے اُدھر کے کسکے پھیرے پھرتے ہیں

چلے نگار آلودہ کہیں سانجھ کو میر نے دیکھے تھے

صبح تک اب بھی آنکھوں میں اُسکی پاؤں تیرے پھرتے ہیں

جمع ہوتے نہیں حواس کہیں — جائیں یاں سے جو ہم اداس کہیں
دل کی دو اشک سے نہ نکلی پھر اس — اوسوں بجھتی نہیں ہی پیاس کہیں
بائو خوشبو ہی آئی ہی واں سے — کوئی چھپتی ہی گل کی باس کہیں
اس جنوں میں کہیں ہی سر پر خاک — ٹکڑے ہو کر گرا لباس کہیں
گرد سر یار کے پھریں پہروں — ہم جو ہوں اسکے آس پاس کہیں
سب جگہ لوگ حق و ناحق پر — نہ ملا حیف حق شناس کہیں
ہر طرف ہیں امیدوار یار — اُسے کوئی نہیں نراس کہیں
عشق کا محو دشت شیریں ہوں — جان کا بھی نہیں ہراس کہیں

عرش تک تو خیال پہنچے میر
وہم پھر ہی کہیں قیاس کہیں

جائیں تو جائیں کہاں جو گھر رہیں کیا گھر رہیں — یار بن لگتا نہیں جی کا شکے ہم مر رہیں
دل جو اُکتاتا ہی یا رب رہ نہیں سکتے کہیں — کیا کریں جاویں کہاں گھر میں رہیں باہر رہیں
وہ نہیں جو تیغ سے اُسکی گلا کٹوائیے — تنگ آئے ہیں بہت اب آپ ہی جوہر کر رہیں
بیدماغی بیقراری بیکسی بے طاقتی — کیا جیے وہ جسکے جی کو روگ یہ اکثر رہیں
مضطرب ہو ایکدو دم تو تدارک بھی ہو کچھ — متصل تڑپے ہی کب تک ہاتھ لے دل پر رہیں

زندگی دوبھر ہوئی ہی میر آخر تا کجا
دل جگر جلتے رہیں آنکھیں ہماری تر رہیں

کہاں کے لوگ ہیں خوباں ان کو نہیں — مریں بھی ہم تو نہ دیکھیں مروت ان کو نہیں
خراب خوار ہی سلطان شکستہ حال میر — کسو فقیر سے شاید کہ صحبت ان کو نہیں
ہمارے دیدہ و دل سے ہی ہم پہ کام ہی تنگ — کہ رونے کڑھنے سے یک لحظہ فرصت ان کو نہیں

پری و سرو کو دعوی ہی اس رخ و قد سے ۔ شکایت ایسی نہیں آدمیت ان کو نہیں

چلا ہی تیغ بکف یار غیر کی جانب

ہوے ہیں میر تماشائی غیرت ان کو نہیں

ظلم و ستم کیا جور و جفا کیا جو کچھ کہئے اٹھاتا ہوں ۔ خفت کھینچ کے جاتا ہوں رہتا نہیں دل پھر آتا ہوں

گھر سے اٹھ کر کونہ میں بیٹھا بیت پڑھی دو باتیں کیں ۔ کس کس طور سے اپنے دل کو اس بن میں بہلاتا ہوں

ہاے سبک ہونا یہہ میرا فرط شوق سے مجلس میں ۔ وہ تو نہیں سنتا دل دیکر میں ہی باتیں بناتا ہوں

قتل میں میری بہہ صحبت ہی غم غصے سے محبت کے ۔ لوہو اپنا پیتا ہوں تلواریں اُسکی کھاتا ہوں

آنے کی میری فرصت کتنی دو دم دو پل ایک گھڑی ۔ رنجش کیوں کا ہی کو خشونت غصہ کیا ہی جاتا ہوں

سر ماروں ہوں ایدھر اودھر دور تلک جاتا ہوں نکل ۔ پاس نہیں پاتا جو اُسکو کیا کیا میں گھبراتا ہوں

پھاڑ کے خط کو گلے میں ڈالا شہر میں سب تشہیر کیا ۔ سامھنے ہوں قاصد کے کیونکر اُسے میں شرماتا ہوں

پہلے فریب لطف سے اُسکے کچھ نہوا معلوم مجھے ۔ اب جو چاہ نے بدلیں طرحیں کڑھتا ہوں پچھتاتا ہوں

مجرم اس خاطر ہوتا ہوں میں بعضی بعضی شوخی کر ۔ عذر گناہ میں جا کر اُسکے پانوں کو ہاتھ لگاتا ہوں

دیکھے اُن پلکوں کے اکثر میر ہوں بیخود تنگ آیا

آپ کو پاتا ہوں تو چھری اُسوقت نہیں میں پاتا ہوں

کبھو ملے ہی سو وہ یوں کہ پھر ملا نہ کریں ۔ کرے ہی آپ ہی شکایت کہ ہم گلا نہ کریں

ہوئی یہہ چاہ میں مشکل کہ جی گیا ہوتا ۔ نہ رہتے جیتے اگر ہم مساہلہ نکریں

ہمارے حرف پریشاں ہی لطف رکھتے ہیں ۔ جنوں ہی بحث جو وحشت میں عاقلانہ کریں

صفاے دل جو ہوئی تک تو دیکھیں ہیں کیا کیا ۔ ہم ایسے آئینہ کو اپنے کیوں جلا نکریں

وبال میں نگرفتار ہوں کہیں مہ و مہر ۔ خدا کرے تیرے رخ سے مقابلا نکریں

دل ابتو ہمسے ہی بدباز اگر رہے جیتے ۔ کسو سے ہم بھی دلے پھر معاملا نکریں

سخن کے ملک کا میں مستقل امیر ہوں میر

ہزار مدعی بھی مجھکو وہ دلا نکر ہیں

شعر کچھ میں نے کہے بالوں کی اُسکے یاد میں — سو غزل پڑھنے پھرتے ہیں لوگ فیض آباد میں

سرخ آنکھیں خشم سے کیں اُنے مجھ پر صبحکو — دیکھی یہہ تاثیر شب کی خونچکاں فریاد میں

یہہ تصرف عشق کا ہی سبب وگرنہ ظرف کیا — ایک عالم غم سمایا خاطر ناشاد میں

عشق کی دیوانگی لائی ہمیں جنگل کی اور — ورنہ ہم پھرتے بگولے سے نہ خاک و باد میں

ویر لگتا ہی گلے تلوار پر وہ رکھکے ہاتھہ — خوبیاں بھی تو بہت ہیں اس ستم ایجاد میں

یہہ بنا رہتی سی آتی ہی نظر کچھ یاں مجھے — اچھی ہی تعمیر دلکی اس خراب آباد میں

میر ہم جیہہ خراشوں سے کسو کا ذکر کیا
وے ہنر ہم میں ہیں تھے جو تیشۂ فرہاد میں

دروبشوں سے تو اُن نے ضدیں نکالیاں ہیں — ایدھر سے ہیں دعائیں اودھر سے گالیاں ہیں

جیہے سے سینہ تک ہیں کیا کیا خراش ناخن — گویا کہ ہمنے منہہ پر تلواریں کھالیاں ہیں

جب لگ گئے جھمکنے رخسار یار دونوں — تب مہر و مہ نے اپنی آنکھیں چھپالیاں ہیں

صبح چمن کا جلوہ ہندی بتوں میں دیکھا — صندل بھری جبیں ہیں ہونٹوں کی لالیاں ہیں

دردوالم ہی میں سب جاتے ہیں روز و شب یاں — دن اشک ریزیاں ہیں شب زارنالیاں ہیں

خیروں نے ریختے کو دوں ریختہ بنایا — جون اندنوں میں بالے لڑکوں کی بالیاں ہیں

اجماع بوالہوس کو رکھہ لیا ہی آگے — مت جان ایسی میریں جی دینے والیاں ہیں

اِن گل رخوں کے قامت لہکے ہیں یوں ہوا میں — جس رنگ سے لچکتی پھولوں کی ڈالیاں ہیں

وہ وزدوں نہیں تو کیوں دیکھتے ہی مجھکو — پلکیں جھکا لیاں ہیں آنکھیں چرالیاں ہیں

اُس آفتاب بن یاں اندھیر ہو رہا ہی — دن بھی سیاہ اپنے جوں راتیں کالیاں ہیں

چلتے ہیں یہہ تو ٹھوکر لگتی ہی میر دلکو
چالیں ہیں دلبروں کی سب سے نرالیاں ہیں

رفتگاں میں جہانکے ہم بھی ہیں — ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں
شمع ہی سر نہ دیکھئے برباد — کشتہ اپنی زباں کے ہم بھی ہیں
ہمکو مجنوں کو عشق میں مت پوچھ — ننگ اس خانداں کے ہم بھی ہیں
جس چمن زار کا ہی تو گل تر — بلبل اُس گلستاں کے ہم بھی ہیں
نہیں مجنوں سے دل قوی لیکن — یار اُس ناتواں کے ہم بھی ہیں
بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم — خاک اس آستاں کے ہم بھی ہیں
گو شب اُس در سے دور پہروں پھریں — پاس تو پاسباں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم — تم جہانکے ہو وں کے ہم بھی ہیں
مر گئے مر گئے نہیں تو نہیں — خاک سے منہہ کو ڈھانکے ہم بھی ہیں
اپنا شیوہ نہیں تجی یوں تو — یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہیں

اس سرے کی ہی پارسائی میر
معتقد اس جوانکے ہم بھی ہیں

نئی گردش ہی اسکی ہر زماں میں — خلل سا ہی دماغ آسماں میں
ہوا تن ضعف سے ایسا کہے تو — کہ اب جی ہی نہیں اس ناتواں میں
کہا میں درد دل یا آگ اگلی — پھپھولے پڑ گئے میری زباں میں
متاع حسن یوسف سے کہاں اب — تجسس کرتے ہیں ہر کارواں میں
بلائے جاں ہی وہ لڑکا پریزاد — اسیکا شور ہی پیر و جواں میں
بہت نا آشنا تھے لوگ یاں کے — چلے ہم چار دن رہ کر جہاں میں

تری شورش بھی بیکل ہی مگر میر
ملا دے پیس کر بجلی فغاں میں

تیغ کی نوبت کب پہنچے ہی اپنے جی کی غارت میں — عاشق زار کو مار رکھے ہی ایک ابرو کی اشارت میں

گذرے گرد لمیں ہو کر تو اک نگاہ ضروری ہی — کچھ کچھ تیرے غم نے لکھا ہی آکر وانکی عمارت میں

سو کھکے میں تو عشق کے غم میں خس کی مثال حقیر ہوا — وہ تقصیر نہیں کرتا ہی اب تک میری حقارت میں

ایک بگولا سا تھا مجھ بھی تربت قیس پہلے آیا — کتنے غزال نظر واں آئے تھے مشغول زیارت میں

ولکو آگ اکدم میں دردی اشتہار ہوئے چنگاری سے — کیا ہی شہر پر ہی شوخی برق ملائی انے شرارت میں

شیخ جو تھا دیدار بتاں کا منکر ایسا تھا معذور — دل کو بصیرت تھی نہ اسکے بے نوری تھی بصارت میں

خط و کتابت اینک طرف ہی دفتر لکھہ لکھہ بھیجے میر
کہئے کچھہ جو صریر قلم کی کوتاہی ہو سفارت میں

تری پلکیں چبھتی نظر میں بھی ہیں — یہے کانٹے کھٹکتے جگر میں بھی ہیں

رہے پھرتے دریا میں گرداب سے — وطن میں بھی ہیں ہم سفر میں بھی ہیں

کہاں سے کہ مجنوں بھی ہم سا ہی تھا — غلط کے شوایب نظر میں بھی ہیں

نہ بھو لو نزاکت لچکے ہی نہیں — چھری خنجر اُسکی کمر میں بھی ہیں

چمک سطح رخ کی سی اسکے کہاں — صفاء ضیا تو گہر میں بھی ہیں

دل و دلّی دونوں اگر ہیں خراب — پہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں

چلو میر کے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر میں بھی ہیں

نکرز شوق کشتوں سے جانے کی باتیں — نہیں آتیں کیا تجھکو آنے کی باتیں

سماجت جو کی بوس لب پر تو بولا — نہیں خوب یہ مار کھانے کی باتیں

زبانیں بدلتے ہیں ہر آن خوباں — یہ سب کچھ ہیں بگڑے زمانے کی باتیں

نظر جب کرو زیر لب کچھ کہے ہی — کہو یار کے آسنانے کی باتیں

ہنسی جاے گالی اگر دوستی ہو — بری بھی بھلی ہیں لگانے کی باتیں

ہمیں دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہی — چلی جاتی ہیں یہ سیانے کی باتیں

بگڑ بھی چکے یار سے ہم تو یارو کرو کچھ اب اسے بنانے کی باتیں
کیا سیر کل میں نے دیوان مجنوں خوش آئیں بہت اس دوانے کی باتیں
بہت ہرزہ گوئی کی یاں میر صاحب
کرو واں کے کچھ منہ دکھانے کی باتیں

کیا کروں سودائی اسکی زلف کی تدبیر میں ظل ممدود چمن میں ہوں مگر زنجیر میں
گل تو مجھ حیران کی خاطر بہت کرتا ہی لیک وا نہیں ہوتا ہرنگ غنچۂ تصویر میں
روبرو اسکے گئے خاموش ہو جاتا ہوں کچھ کسے اپنے چپکے رہنے کی کروں تقریر میں
تن بدن میں دل کی گرمی نے لگا رکھی ہی آگ عشق کی تو ہی جوانی ہو گیا گو پیر میں
ہو اگر خونریز کا اپنے سبب تو کچھ کہو وہ ستمگر ہی مقرر اور بے تقصیر میں
بید ماغی شور شب سے یار کو دونی ہوئی دیکھی بس اس بے سرایت نالے کی تاثیر میں
کچھ نہیں پوچھا ہی مجھ سے جز حدیث روے یار
ہاتھ بلبل کے لگا ہوں باغ میں جب میر میں

کہتے ہیں بہار آئی گل پھول نکلتے ہیں ہم کنج قفس میں ہیں دل سینوں میں جلتے ہیں
اب ایک سی بیہوشی رہتی نہیں ہی ہمکو کچھ دل بھی سنبھلتے ہیں پر دیر سنبھلتے ہیں
وہ تو نہیں اک چھینٹا رونے کا ہوا گاہے اب دیدۂ تر اکثر دریا سے ابلتے ہیں
اُن پانوؤں کو آنکھوں سے ہم ملتے رہے جیسا افسوس سے ہاتھوں کو اب ویسا ہی ملتے ہیں
کیا کہئے کہ اعضا سب پانی ہوئے ہیں اپنے ہم آتش ہجراں میں یو نہیں پرے گلتے ہیں
کرتے ہیں صفت جب ہم لعل لب جاناں کی تب کوئی ہمیں دیکھے کیا لعل اگلتے ہیں
گل پھول سے بھی اپنے دل تو نہیں لگنے تک جی لوگوں کے لے جانا کس طور بہلتے ہیں
ہیں نرم صنم ورنہ کہنے کو تئیں ورنہ پتھر ہیں انھوں کے دل کاہے کو پگھلتے ہیں
اے گرم سفر یاراں جو ہی سو سر رہی

جو رہ سکو رہ جاؤ اب میر بھی چاہتے ہیں

دل عجب جنس گراں قدر ہی بازار نہیں
وے بہاں ہاں جو دیتے ہیں خریدار نہیں

کچھ تمہیں ملنے سے بیزار ہو میرے ورنہ
دوستی ننگ نہیں عیب نہیں عار نہیں

ایک دو بات کہو اس سے کہو یا نہ کہو
قدر کیا اپنی ہمیں اس لئے تکرار نہیں

ناز و انداز و ادا عشوہ و اغماض و حیا
آب و گل میں ترے سب کچھ ہی یہی پیار نہیں

صورت آئینے میں تک دیکھ تو کیا صورت ہی
بدزبانی تجھے اس منہ پہ سزاوار نہیں

ولکے اُلجھاؤ کو کیا تجھ سے کہوں اے ناصح
تو کسو زلف کے پھندے میں گرفتار نہیں

اُسکے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہی زنجیر نہیں دام نہیں مار نہیں

چمکنا برق کا کمر تاہی کا رتیغ ہجراں میں
برسنا مینہ کا داخل ہی اُس بن تیر باراں میں

بھرے رہتے ہیں سارے پھول ہی جسکے گریباں میں
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے دامان میں

کہیں شام و سحر رویا تھا مجنوں عشق لیلی میں
ہنوز آشوب دونوں وقت رہتا ہی بیاباں میں

خیال یار میں آگے ہی یک مہ پارہ یاں ہر دم
اگر ہجر انمیں زندانی ہوں پر ہوں بوسفستاں میں

رکھا عرصہ جنوں پر تنگ مشتاقو نکی دوری سے
کسے مارا ہی اُس کھتئے نے سنمکھ ہو کے میداں میں

جہاں سے دیکھئے اک شعر شور انگیز نکلے ہی
قیامت کا سا ہنگامہ ہی ہر جا میرے دیوان میں

جو دیکھو تو نہیں یہہ حال اپنا حسن سے خالی
دمک الماس کی سی ہی ہماری چشم حیران میں

خرابی آگئی دینوں میں مدت گئی اُسے دیکھے
ملے سے اسکے رخنے پڑ گئے لوگونکے ایماں میں

نکل آتا ہی گھر سے ہر گھڑی ننگ بدن باہر
برا یہہ آپڑا ہی عیب اس آسایش جاں میں

ستم کے تیر اسکے میرے سینے میں بہت ٹوٹے
کیا جاتا ہی مشکل فرق اب دل اور پیکان میں

ہوائے ابر میں کیا میر ہنستا باغمیں وہ تھا
گری پڑتی ہی بجلی آج کچھ صحن گلستاں میں

تھا شوق مجھے طالبِ دیدار ہوا میں — سو آئینہ سا صورتِ دیوار ہوا میں
جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز — کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا میں
اب پست و بلند ایک ہی ہیں نقشِ قدم یاں — پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا میں
کب ناز سے شمشیرِ ستم اُنے نہ کھینچی — کب ذوق سے مرنے کو نہ تیار ہوا میں
بازارِ وفا میں سرِ سودا تھا سبھوں کو — پر بیچنے کے جی ایک خریدار ہوا میں
ہشیار تھے سب دام میں آئے نہ ہم آواز — تھی رفتگی سے مجھکو گرفتار ہوا میں
کیا چیتنے کا فایدہ جو سب میں چیتا — سونے کا مساں آیا تو بیدار ہوا میں
تم اپنی کہو عشق میں کیا پوچھو ہو میری — عزت گئی رسوائی ہوئی خوار ہوا میں
اُس نرگسِ مستانہ کو دیکھے ہوئے برسوں — افراط سے اندوہ کے بیمار ہوا میں

رہتا ہوں سدا مرنے کے نزدیک ہی اب میر
اُس جان کے دشمن سے بھلا یار ہوا میں

جلا از بسکہ تمھارے طور سے ای جامہ زیباں ہوں — بھروسا کیا ہی میرا میں چراغِ زیرِ داماں ہوں
سرِ حرف و سخن کسکو خیالِ زلف میں اُسکی — تنک میں جو بکھر جاتا ہوں میں خاطر پریشاں ہوں
کہن سالی میں شاہد بازیاں کا ہیکو زیبا تھیں — دیا لڑکوں کو دل میں نے قیامت میں بھی ناداں ہوں
کبھو خورشید و مہ کو دیکھ رہتا ہوں کبھو گل کو — مرے انداز سے ظاہر ہی میں اس رو کا حیراں ہوں
کسو کی یاد رو میں اشک آنکھوں سے نہیں تھمتے — برنگِ ابرِ قبلہ آج میں شدت سے گریاں ہوں
بکا جب تک نہیں کرتا ہوں تب تک خیر ہی ورنہ — بلا ہوں فتنہ ہوں آشوب ہوں آفت ہوں طوفاں ہوں

بحال سنگ پھرا کب تک کروں یوں اسکے کوچے میں
خجالت کھینچتا ہوں میر آخر میں بھی انساں ہوں

عشق وہ خان و مان خراب ہی میاں — جسے دل آگ و چشم آب ہی میاں
تن میں جب تک ہی جاں تکلف ہی — ہم میں اسمیں ابھی حجاب ہی میاں

گو نہیں میں کسو شمار میں یاں　　عاقبت ایک دن حساب ہی میاں
کو دماغ و جگر کہاں وہ قلب　　یاں عجب ایک انقلاب ہی میاں
زلف بل کھا رہی ہی گو اسکی　　دل کو اپنے تو پیچ و تاب ہی میاں
لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے　　ناز ہی خشم ہی عتاب ہی میاں
لوہو اپنا پیوں ہوں چپکا ہوں　　کسکو اس بن سر شراب ہی میاں
چشم واں کی چشم بسمل ہی　　جاگنا یہہ نہیں ہی خواب ہی میاں
منہہ سے کچھہ بولتا نہیں قاصد　　شاید اودھر سے اب جواب ہی میاں
دل ہی اپنا نہیں فقط بے چین　　جی کو بھی زور اضطراب ہی میاں
چاہئے وہ کہے سو لکھہ رکھیں
ہر سخن میر کا کتاب ہی میاں

گرفتہ دل ہوں سر ارتباط مجھکو نہیں　　کسو سے شہر میں کچھہ اختلاط مجھکو نہیں
جہاں ہو تیغ بکف کوئی سادہ جا لگتا　　اب اپنی جان کا کچھہ احتلاط مجھکو نہیں
کرے گا کون قیامت کو ریسماں بازی　　دل و دماغ گذار صراط مجھکو نہیں
جسے ہو مرگ سا پیش استحالہ کیوں نہ کرے　　اس اپنے جینے سے کچھہ انبساط مجھکو نہیں
ہوا ہوں فرط اذیت سے میں تو سن اے میر
تمیز رنج و خیال نشاط مجھکو نہیں

جوش غم اٹھنے سے ایک آندھی چلی آتی ہی میاں　　خاک سی منہہ پر مرے اسوقت ارجاتی ہی میاں
پر گئے سو راہ دلکے غم میں سینے کو تتے　　سال تو پتھر کی نہیں آخر مری چھاتی ہی میاں
میں حیا والا ہوا رسوائے عالم عشق میں　　آنکھہ میری اس سبب لوگوں سے شرماتی ہی میاں
رشک اسکے چہرۂ پرنور کا ہی جان گداز　　شمع مجلس میں کھڑی اپنے تئیں کھاتی ہی میاں
آگ غیرت سے قفسکو دوں ہوں چاروں اور سے
ایک دو گلبرگ جب باد سحر لاتی ہی میاں

ہی حزیں نالیدن اُسکا نغمۂ طنبور سا خوش نوا مرغ گلستاں رند باغاتی ہی میاں
کیا کہوں منہہ تک جگر آتا ہی جب رکتا ہی دل جان میری تن میں کیسی گھبراتی ہی میاں
اسکی ابروئے کشیدہ خم ہی رہتے ہیں سدا یہہ کبھی اس تیغ کی توجو ہر ذاتی ہی میاں

گات اس اوباش کی لیں کھونکے بر میں میرہم
ایک جھرمٹ شال کا یک شال گاتی ہی میاں

چنگاریاں گرے ہیں جب پلکیں ہلتیاں ہیں رونے سے تب تو میری کچھہ آنکھیں چلتیاں ہیں
آنکھیں ملا کے اسسے تک دیکھو حال دل کا وے انکھریاں جیون کو اپنے تو بلتیاں ہیں
ہم تو بھی فصل گل میں چاک تو پاس بیٹھیں سر جوڑ جوڑ کیسے کلیاں نکلتیاں ہیں
مذکور وحشت زر کا کیا شیخ رہگذر میں اسے ابھی ہماری باتیں ہی چلتیاں ہیں

دیکھیں تو میر کیا ہو بتطاقتی سے حالت
اب دیر دیر جانیں اپنی سنبھلتیاں ہیں

بہار آئی کھلے گل پھول شاید باغ صحرا میں جھلک سی مارتی ہی کچھہ سیاہی داغ سودا میں
نفاق مردماں عاجز سے ہی زعم تکبر پر کہوں کیا اتفاق ایسا بھی ہوجاتا ہی دنیا میں
نمودداری ہماری بیکلی سی ایک چشمک ہی ٹھہرنا برق سا اپنا ہی ہو چکنا اسی جا میں
سخن دس پانچ یاں ہیں جمع کس حسن لطافت سے تفاوت ہی مرے مجموعہ و عقد ثریا میں
کوا دیکھا نہ کوئی غار میں نے شوق کے مارے بعینہ راہ اندھا سا چلا اسکی تمنا میں
بہت تھا شور وحشت سر میں میرے سو چ نے تیرے لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کیچ لی پا میں

جدائی کے تعب کھینچے نہیں ہیں میر راضی ہوں
جلا دیں آگ میں یا مجھکو پھینکیں قعر دریا میں

شہروں ملکوں میں جو یہہ میر کہاتا ہی میاں دیدنی ہی یہہ بہت کم نظر آتا ہی میاں
عالم آئینہ ہی جسکا وہ مصور بے مثل ہے کیا صورتیں پردے میں بناتا ہی میاں

قسمت اس بزم میں لائی کہ جہاں کا ساقی
دے ہی مے سب کو ہمیں زہر پلاتا ہی میاں

ہو کے عاشق ترے جان و دل و دیں کھو بیٹھے
جیسا کرتا ہی کوئی ویسا ہی پاتا ہی میاں

حسن یک چیز ہی ہم ہو دیں کہ تو ہو ناصح
ایسی شی سے کوئی بھی ہاتھ اٹھاتا ہی میاں

جگر اُس جادو کے کوہ گراں سنگ کو بھی
جون پر کاہ اُڑائے لئے جاتا ہی میاں

کیا پری خون ہی جو را تو نکو جگاوے ہی میر
شام سے دل جگر و جان جلاتا ہی میاں

جاے ہی جی نجات کے غم میں
ایسی جنت گئی جہنم میں

نزع میں میری ایکدم ٹھہرو
دم ابھی ہیں ہزار اک دم میں

نعل ہم چھاتیوں پہ جڑ کے پھرے
اپنے خون کشتہ ولکے ماتم میں

ہی بہت جیب چاکی ہی جون صبح
کیا کیا جاے فرصت کم میں

پر کے تھی بیکلی قفس میں بہت
دیکھئے اگلے گل کے موسم میں

آپ میں ہم نہیں تو کیا ہی عجب
دور آسے رہا ہی کیا ہم میں

بیخودی پر نہ میر کی جاؤ
تمنے دیکھا ہی اور عالم میں

جسکا خوباں خیال لیتے ہیں
دل کلیجا نکال لیتے ہیں

کیا نظر گاہ ہی کہ شرم سے گل
سر گریباں میں ڈال لیتے ہیں

دیکھ اسے ہو ملک سے بھی لغزش
ہم تو دلکو سنبھال لیتے ہیں

کھول کر بال سادہ دلر کے
خلق کا کیون وبال لیتے ہیں

تیغ کھینچے ہیں جب بے خوش ظاہر
ماہ و خور منہ پہ ڈھال لیتے ہیں

دلبران نقد دل کو عاشق کے
جان کر اپنا مال لیتے ہیں

ہیں گدا میر بھی ولے دو جہان

کر کے اک ہی سوال لیتے ہیں

دور اسے جی چکے ہیں ہم اس روزگار میں — دن آج کا بھی سانجھ ہوا انتظار میں
داغوں سے بھر گیا ہی مرا سینۂ فگار — گل پھول زور زور کھلے اس بہار میں
کیا اعتبار طایر دلکی تڑپھ کا اب — مذبوحی سی ہی کچھ حرکت اس شکار میں
بوسہ لبوں کا مانگتے ہی تم بگڑ گئے — بہتیری باتیں ہوتی ہیں اخلاص پیار میں
دل پھیرے ہم سے خانۂ زنجیر پر قریب — ٹک پہنچتا ہی ہی شکن زلف یار میں
اس بحر حسن پاس نہ خنجر تھا کل نہ تیغ — میں جان دی ہی حسرت بوس و کنار میں
چلتا ہی ٹک تو دیکھ کے چل پانو سے نفس — آنکھیں ہی بچھ گئی ہیں ترے رہگذار میں
کس کس ادا سے ریختے میں نے کہے ولے — سمجھا نہ کوئی میری زباں اس دیار میں

تڑپھے ہی متصل وہ کہاں ایسی روز و شب
ہی فرق میر برق و دل بیقرار میں

کیسی وفا و الفت گھانے عبث ہو قسمیں — مدت ہوئی اٹھا دیں تمنے یہہ ساری رسمیں
ساون تو ابکے ایسا برسا نہیں جو کہئے — روتا رہا ہوں میں ہی دن رات اس برس میں
گھبرا کے یوں لگے ہی سینے میں دل تڑپھنے — جیسے اسیر تازہ بیتاب ہو قفس میں
جانکاہ ایسے نالہ لوہے سے تو نہو ویں — بیتاب دل کسو کا رکھا ہی کیا جرس میں
اب لاغری سے دے ہیں ساری رگیں دکھائی — پر عشق بھر رہا ہی ایک ایک میری نس میں
ای ابر ہم بھی برسوں روتے پھر آ گئے ہیں — دریا بندھے پڑے ہیں وادی کے خار و خس میں

کیا میر بس کرے ہی اب زاری آہ شب کی
دل آ گیا ہی اسکا ظالم کسو کے بس میں

روتے ہیں نالہ کش ہیں یا رات دن جلے ہیں — ہجراں میں سکے ہمکو بہتیرے مشغلے ہیں
جوں دود عمر گذری سب پیچ و تاب ہی میں — اتنا ستا نہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہیں

مرنا ہی خاک ہونا ہو خاک اڑ جائے پھرنا — اس راہ میں ابھی تو در پیش پھر چلے ہیں
کہدن چمن میں یارب ہو گئی صبا گل افشاں — کتنے شکستہ پر ہم دیوار کے تلے ہیں
جب یاد آ گئے ہیں پائے حنائی اسکے — افسوس سے تب اپنے ہم ہاتھ ہی ملے ہیں
تھا جو مزاج اپنا سو تو کہاں رہا ہی — پر نسبت اگلی تو بھی ہم ان دنوں بھلے ہیں
کچھ وہ جو کھنچ رہا ہی ہم کانپتے ہیں ڈر سے — یاں جوں کمان گھر میں ہر وقت زلزلے ہیں
اک شور ہی رہا ہی دیوان پن میں اپنے — زنجیر سے ہلے ہیں گر کچھ بھی ہم ہلے ہیں

بست و باند دیکھیں کیا میر پیش آوے
اس دشت سے ہم اب تو سیلاب سے چلے ہیں

شرر سے اشک ہیں اب چشم تر میں — لگی ہی آگ اک میرے جگر میں
نگین عاشق و معشوق کے رنگ — جدا رہتے ہیں ہم وے ایک گھر میں
بلا ہنگامہ تھا کل اُسکے در پر — قیامت کم ہوئی اُس شور و شر میں
بگولے کی روش وحشت زدہ ہم — رہے ہر چیدہ دامن اس سفر میں
سماں یاں سا نجھ کا سا ہو نجاتا — اثر ہوتا اگر آہ سحر میں
لچکنے ہی نے ہم کو مار رکھا — کتاری تو تھی اُسکی کمر میں

رہا تھا دیکھ اودھر میر چاتے
عجب اک ناامیدی تھی نظر میں

اثر ہوتا ہماری گر دعا میں — لگ اُٹھتی آگ سب جو سما میں
نہ اٹکا ہائے تک یوسف کا مالک — وگرنہ مصر سب ملتا بہا میں
قصور اپنے ہی طول عمر کا تھا — نہ کی تقصیر انے تو جفا میں
سخن مشتاق ہیں سنڈے کے سب لوگ — سر و دل کسکو ہی عشق خدا میں
کفن کیا عشق میں میں نے ہی پہنا — کھنچے لوہو میں بہتیروں کی جا میں

پیام اُس گل کو اسکے ہاتھ دیتے — سبکپائی نہوتی گر صبا میں
جیو خوش یا کوئی ناخوش ہمیں کیا — ہم اپنے محو ہیں ذوق فنا میں
ہمیں فرہاد و مجنوں جسے چاہو — تم آکر پوچھ لو شہر وفا میں
سراپا ہی ادا و ناز ہی یار — قیامت آتی ہی اُسکی ادا میں
بلا زلف سیاہ اُسکی ہی پر پیچ — وطن دل نے کیا ہی کس بلا میں

ضعیف و زار تنگی سے ہیں ہر چند
ولیکن میر اُڑتے ہیں ہوا میں

نچیں جبہ عاشق اگر دست پائیں — خدا نہ ندی ان کو جو سر کھجائیں
جھمکنے لگا خوں تو جانے سر شک — ابھی دیکھیں آنکھیں ہمیں کیا دکھائیں
رہیں کسکو سانسے کہ اب ضعف سے — میرا جی ہی کرنے لگا سائیں سائیں
خدا ساز تھا آذر بت تراش — ہم اپنے تئیں آدمی تو بنائیں
چلا یار کی اور جاتا ہی جی — جو ہو اختیاری تو اودھر نجائیں
جگر سوز ہیں اسکے لعل خموش — طلب کریئے بوسہ تو باتیں بنائیں
ہمیں بے نیازی نے بٹھلا دیا — کہاں اتنی طاقت کہ منت اٹھائیں
کہیں دیکھے وہ بید مجنوں کہ ہم — فراموش کار اپنے کو تا دکھائیں

کہیں میر عشق مجازی ہی بد
حقیقت ہو معلوم گر دل لگائیں

ابکے ماہ رمضان دیکھا تھا پیمانے میں — یارے سب روزے تو گذرے مجھے میخانے میں
جیسے بجلی کے چمکنے سے کسو کی سدھ جاے — بیخودی آئی اچانک تیرے آ جانے میں
وہ تو بالیں نئیں آیا تھا ہماری لیکن — سدھ بھی کچھ ہمکو نتھی جانیکے گھبرانے میں
آج سنتے ہیں کہ فردا وہ قد آرا ہوگا — دیر کچھ اتنی قیامت کے نہیں آنے میں

حق جو چاہے تو بندھی مٹھی چلا جاؤں میر
مصلحت دیکھی نہ میں ہاتھ کے پھیلانے میں

میں نالہ کش تھا صبح کو یاد حبیب میں — سوراخ پڑ گئے جگر عندلیب میں
ستر مارتے ہیں سنگ سے فرہاد کے سے رنگ — دیکھیں تو ہم بھی کیا ہی ہمارے نصیب میں
جانیکو سوئے دوست مسافر ہوے ہیں ہم — ڈر ہر قدم ہی عشق کی راہ غریب میں
کیا رفتگاں کے ہاتھ سے ہو کتنے انکے پانو — اکثر جنھوں کا ہاتھ ہی دست طبیب میں

دل خستہ چشم بستہ ورو زرد تسپہ گرد
حیرت ہی ہمکو میر کے حال عجیب میں

افیوں ہی کے تو دل شدہ ہم روسیاہ ہیں — ہو تخت کچھ دماغ تو پھر بادشاہ ہیں
یاں جیسے شمع بزم اقامت نکر خیال — ہم دل کباب پردیمیں سرگرم راہ ہیں
کہنا نہ کچھ کبھو کھڑے حسرت سے دیکھنا — ہم کشتنی ہیں واقعی گر بیگناہ ہیں
گہہ مہرباں ہوں دور سے گہہ آنکھیں پھیر لیں — معشوق آفتاب ہیں عشاق ماہ ہیں

آنکھیں ہماری پانوں تلے کیوں نہ وہ ملے
ہم بھی تو میر کشتۂ طرز نگاہ ہیں

مجھکو دماغ وصف گل یاسمن نہیں — میں جوں نسیم باد فروش چمن نہیں
کہنے لگا کہ لب سے ترے لعل خوب ہی — اس رنگ ڈھنگ سے تو ہمارا سخن نہیں
پہنچا نہو گا منزل مقصود کیتئیں — خاک رہ اسکی جسکا عبیر کفن نہیں
ہمکو خرام ناز سے مت خاک میں ملا — دلسے ہی جنکو راہ یہہ انکا چلن نہیں
گل کام آوے ہی ترے منہہ کے نثار کے — صحبت رکھے جو تجھسے یہہ اسکا دہن نہیں

کل جا کے ہمنے میر کے ہاں یہہ سنا جواب
مدت ہوئی کہ یاں تو وہ غربت وطن نہیں

ہجر تا چند ہم اب وصل طلب کرتے ہیں
لگ گیا دھب تو اسی شوخ سے سب کرتے ہیں

روز اک ظلم نیا کرتے ہیں یہ دلبر اور
روز کہتے ہیں ستم ترک ہم اب کرتے ہیں

لاگ ہی جی کی کتھائیں اپنے اسی یار سے یک
اور سب یاروں کا ہم لوگ تو سب کرتے ہیں

تم کہو میر کو چاہو سو کہ چاہیں ہیں تمہیں
اور ہم لوگ تو سب اس کا ادب کرتے ہیں

ہوں جو بیحال اس اعجوبۂ عالم کے لئے
حال سن سن کے مرا لوگ عجب کرتے ہیں

میر سے بحث یہ تھی کچھ جو تھے حرف شناس
اب سخن کرتے ہیں کوئی تو غضب کرتے ہیں

مدت ہوئی کہ کوئی نہ آیا ادھر سے یاں
جاتی رہے گی جان اسی رہگذر سے یاں

وہ آپ چل کے آوے تو شاید کہ جی رہے
ہوتی نہیں تسلی دل اب خبر سے یاں

پوچھے کوئی تو سینہ خراشی دکھائیے
سو تو نہیں ہی حرف و حکایت ہنر سے یاں

آگے تو اشک پانی سے آجاتے تھے کبھو
اب آگ ہی نکلنے لگی ہے جگر سے یاں

تپکا کریں ہیں پلکوں پہ بیفاصلہ گہر شک
برسات کی ہوا ہی سدا چشم تر سے یاں

اے بت گر سنہ چشم ہیں مردم نہ انسے مل
دو پکھیں ہیں ہمنے پھوٹتے پتھر نظر سے یاں

راہ و روش کا ہووے تھکانا تو کچھ کہیں
کیا جانے میر آگئے تھے کان کدھر سے یاں

مصرع کوئی کوئی کبھو موزوں کروں ہوں میں
کس خوش سلیقگی سے جگر خوں کروں ہوں میں

بات اپنے ڈھب کی کوئی کہے وہ تو کچھ کہوں
بیٹھا خموش سامنے ہوں ہوں کروں ہوں میں

اُس بن نظر زمین سے سی دی ہے تو کہے
کاہیکو چشم جانب گردوں کروں ہوں میں

اٹھتا ہی بید ماغ ہی ہر چند رات کو
افسانہ کہتے نیکروں افسوں کروں ہوں میں

کب بید ماغی شہر سے دیتی ہے اٹھنے میر
یوں تو خیال وادئ مجنوں کروں ہوں میں

تا چند وہ ستم کرے ہم درگذر کریں — اب جی میں ہے کہ شہر سے اسکے سفر کریں
بے رو سے ایسی بات کے کہنیکا لطف کیا — وہ منہہ کو پھیر پھیر لے ہم حرف سر کریں
کبتک ہم انتظار میں ہر لحظہ بیقرار — گھر سے نکل نکل کے گلی میں نظر کریں
فرہاد و قیس و کوہکن و دشت گرد تھے — منہہ تو چلیں چھاتی کوٹیں بھی ہم ہنر کریں
سختی مسلم اسے جدا رہنے میں ولے — سر سنگ سے نماریں تو کیونکر بسر کریں
وہ تو نہیں کہ دیکھیں اس آئینہ رو کو صبح — ہم کس امید پر شب غم کو سحر کریں

لاویں کہاں سے خون دل اتنا کہ میر ہم
جب وقت بات کرنے لگیں چشم تر کریں

تالیے میں اپنے دل کا ہم غم کیا کریں ہائے — درد و رنش کتنے ماتم باہم کیا کریں ہائے
جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہہ — منہہ دیکھہ ہمدگر کا ماتم کیا کریں ہائے
مستوں کی بات کیا ہے جو کوئی اُسہہ جاوے — ہم گفتگو نشے میں درہم کیا کریں ہائے
حکم فسانہ سازی پیدا کریں ہائے شبکو — افسوں ہم اُسکے اوپر جو دم کیا کریں ہائے

کچھہ چال میر جی کی آتی نہیں سمجھہ میں
ہم بھی سلوک اُن سے اب کم کیا کریں ہائے

قتل کیئے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو — جان سے بھی ہم جاتے رہے ہیں تم بھی آؤ جانے دو
جان سلامت لیکر جاوے کعبے میں تو سلام کریں — اپنک جراحت ان ہاتھوں کا صید حرم کو کھانے دو
اسکی گلی کی خاک سے ہونکے دامن دلکو کھینچے ہے — اپنک اگر جی لے بھی گیا تو آتے ہیں مر جانے دو
کرتے ہو تم تیہچی نظر بس یہہ بھی کوئی مروت ہے — ہر ہر موں سے پھرتے ہیں جدا ہم آنکھہ سے آنکھہ ملانے دو
کیا کیا اپنے لوہو پیئنگے دم میں مرینگے دم میں جیئنگے — دل جو بغل میں رہ نہیں سکتا اسکو کسو سے لگانے دو
ایکے بہت ہی شور بہاراں ہمکو مت زنجیر کرو — دلکی ہوس تک ہم بھی نکالیں دو میں ہمکو مچانے دو
عرصہ کتنا سارے جہانکا وحشت پر جو آجاویں — پانوں تو ہم پھیلا دینگے پر فرصت ہم کو پانے دو

کیا جاتا ہی اسمیں ہمارا چپکے ہم تو بیٹھیں ہیں — دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو
ضعف بہت ہی میر تمھیں کچھ اسکی گلی میں مت جاؤ — صبر کرو تک اور بھی صاحب طاقت جی میں آنے دو

بات بنانا مشکل سا ہی شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکر بلند سے یاروں کو ایک ایسی غزل کہہ لانے دو

گردش میں وے مست آنکھیں ہیں جیسے بھرے پیمانے دو — دانت سنا ہی جھمکے ہیں اسکے موتی کیسے دانے دو
خوب نہیں ایشمع کی غیرت ساتھ رہیں بیگانے دو — کب فرماں پہ تیرے ہوئے یے بازو کے پروانے دو
ایسے بہانہ طلب سے ہم بھی روزگذاری کرتے ہیں — کب وعدے کی شب آئی جو اتنے کئے نہ بہانے دو
تیر ستم اس دشمن جاں کا تا دو کماں پر ہو نکہیں — دل سے اور جگر سے اپنے ہمنے رکھیں ہیں نشانے دو
کسکو دماغ رہا ہی یاں اب ضدیں اسکی اٹھانیکا — چار پہر جب منت کرئے تب وہ باتیں مانے دو
غم کھاویں یا غصہ کھاویں یوں اوقات گذرتی ہی — قسمت میں کیا خستہ دلونکی یہی لکھے تھے کھانے دو
خال سیاہ و خط سیاہ ایمان و دل کے رہزن تھے — اک مدت میں ہمنے بارے چوٹے یے پہچانے دو
عشقکی صنعت مت پوچھو جون نیچے بھوؤنکے چشم بتاں — دیکھیں جہاں محرابیں انے طرح کئے میخانے دو
رونے سے تو پھوٹی آنکھیں دلکو غموں نے خراب کیا — دیکھنے قابل اسکے ہوئے ہیں ابتو یے ویرانے دو

دشت و کوہ میں میر پھرو تم لیکن ایک ادب کے ساتھ
کوہکن و مجنوں بھی تھے اس ناحیئے میں دیوانے دو

دوست رکھتا ہوں بہت اپنے دل بیمار کو — خوں کیا ہی مدتوں اسمیں غم بسیار کو
جز عزیز از جاں نہیں یوسف کو لکھتا یہہ کبھو — کیا غرور میرزائی ہی ہمارے یار کو
جب کبھو ایدھر سے نکلے ہی تو اک حسرت کے ساتھ — دیکھے ہی خورشید اسکے سایہ دیوار کو
بوجھ تو اچھا تھا پر آخر گرو رکھتے ہوئے — وجہ جام می نپایا خرقہ و دستار کو
خونچکاں شکوے ہیں دلسے تا زباں میری ولے — سی لیا ہی تو کہے میں نے لب اظہار کو
تصفیئے سے دلمیں میرے منہہ نظر آتا ہی لیک — کیا کروں آئینہ ساں میں حسرت دیدار کو

عاشقی وہ روگ ہی جسمیں کہ ہو جانی ہی یاس
اچھے ہو تے کم سنا ہی میر اس آزار کو

تم بن چمن کے گل نہیں چرتے نظر کہو
یہہ کیا روش ہی آؤ چلے تک ادھر کہو

دریا سے آنکھیں بہتے ہی رہتی تمہیں سو کہاں
ہوتی ہی کوئی کوئی پلک آبتو تر کہو

جی جانے ہی جو اپنے پہ ہوتی ہی مار مار
جاتے ہیں اُس گلی میں کہاں ہم مگر کہو

آنکھیں سفید ہو چلی ہیں راہ دیکھتے
یارب انہوں کا ہوگا ادھر بھی گذر کہو

مدت ہوئی ہی نامہ کبوتر کو لیگئے
آجاتی ہی کچھ اُنکی سی ہم تک خبر کہو

ہم جستجو میں انکی گئے دست و پا بھی گم
افسوس ہی کہ آئے نہ وہ راہ پر کہو

غم کو تمہارے دل کے نہایت نہیں ہی میر
اِس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کہو

یہہ سراسونے کی جاگہہ نہیں بیدار رہو
ہمنے کہدی ہی خبر تم کو خبردار رہو

آپ تو ایسے بنے اب کہ جلے جی سارا
ہمکو کہتے ہیں کہ تم جی کو نہیں مار رہو

لاگ اگر دل کو نہیں لطف نہیں جینے کا
اُلجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

گرچہ وہ گوہر تابندہ نہیں لگتا لیک
دم میں دم جب تئیں ہی اُسکے طلبگار رہو

سارے بازار جہاں کا ہی یہی مول ای میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرنا شعار خوب ہی عجز و نیاز کو
بے وقر جانتے ہیں دل بے گداز کو

ہجراں کی سرگذشت مری گفتنی نہیں
کیا کہیئے تمسے قصہ درد دراز کو

جوں شمع سر کٹے ہی بیاں حال کا کیئے
لا ناز باں پہ خوب نہیں دل کے راز کو

حیران ہو رہو گے جو ہم ہو چکے کبھی
دیکھا نہیں ہی مرتے کسو عشقباز کو

جانکاہ و دلخراش ہیں سارے ترے سلوک
دل ہمنے دیتے کاش کسو دلنواز کو

صوفی کی پارسائی کی ہی خانقہ میں دھوم لے چلئے گا کبھو اُدھر اُس مست ناز کو

ہی دور ادب سے تم کھڑے میں پا کشیدہ ہوں
مت آئیو جنازے کی میری نماز کو

سر کاٹ کے ڈلوا دئے انداز تو دیکھو پامال ہی سب خلق جہاں ناز تو دیکھو
کچھ سوجھ نہیں پڑتی تمھیں بیخبری سے ٹک ہوش کی آنکھوں کو کرو باز تو دیکھو
اُس بت سے نہیں جب تئیں صحبت تو نہیں ہی یہہ ڈول جو ہوتا ہی خدا ساز تو دیکھو
شب آنکھ مری لگنے نہیں دیتی ہی بلبل اس مرغ کی بیتابیٔ آواز تو دیکھو
دل ایک تڑپھنے میں پرے عرش کے پایا اس طا پر بے بال کی پرواز تو دیکھو
کی زلف و خط خال نے ایک اور قیامت تصویر سے چہرے پہ یہہ پرواز تو دیکھو

سب میر کو دیتے ہیں جگہہ آنکھوں پر اپنی
اُس خاک رہ عشق کا اعزاز تو دیکھو

آرسی اُسکے سامھنے دھر لو کب ہی ویسی مواجہہ کر لو
اسکی تیغ ستم بلند ہوئی جی ہی مرنیکو تو چلو مر لو
در پی خون ہیں میرے خورد و کلاں یہہ وبال اپنے کوئی سر پر لو
کچھ طرح ہو کہ بے طرح ہو حال عمر کے دن کسو طرح بھر لو

کیا بلا خیز جا ہی کوچۂ عشق
تم بھی یاں میر مول اک گھر لو

کھینچنا رنج و تعب کا دوستاں عادت کرو تب کسو نا آشنائے مہر سے الفت کرو
روٹھہ کر مٹتا نہیں وہ شوخ یوں کہوں نہ کوئی عذر چاہو دیر تک مدت تلک منت کرو
کبتک ای صورتگراں حیراں پھروں بے روے یار نقش اُس کا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو
اُنس اگر ان نوخطاں شہر سے منظور ہی اپنی پرچھائیں سے بھی جوں خامہ تم وحشت کرو

کچھ پوچھو صحبت دیروزہ کی کم بخت جوں ہی جا بیٹھے لگا کہنے انہیں رخصت کرو
عشق میں کہا دخل ہی نازک مزاجی کیا تمیں کوہکن کے طور سے جی تو ذرا محنت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

بہر فردوس ہو آدم کو الم کاہیکو وقف اولاد ہی وہ باغ تو غم کاہیکو
کہتے ہیں آویگا ایدھر وہ قیامت رفتار چاہتے پھرتے رہینگے تب نہیں ہم کاہیکو
بہہ بھی اک ذوق ہی نہ ایذا نہ کسو کو راحت رحم موقوف کیا ہی تو ستم کاہیکو
خرگس اُن آنکھو نکو جو لکھہ گئے نابینا تھے اپنے نزدیک ہیں وے دست قلم کاہیکو
اُسکی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز مرتے اس خواری سے تو صید حرم کاہیکو
چشم پوشی کا مری جان تمہیں پکا ہی کھانے ہو دیدہ ورائی سے قسم کاہیکو
میری آنکھوں پہ رکھو پانو جو آؤ لیکن رکھتے ہو ایسی جگہہ تم تو قدم کاہیکو
دلکو کہتے ہیں کہ اس گنج روان کا گھر ہی امن خرابے میں کرے ہی وہ کرم کاہیکو

نشور نے نام خدا انکے بلا سر کھنچا
میر سا ہی کوئی عالم میں علم کاہیکو

غریب و شر خوباں ہوں مرا کچھ حال مت پوچھو ہوا جی زلف و کاکل کے لیے جنجال مت پوچھو
دل صد پارہ کو پیوند کرتا ہوں بخیہ ائی میں کرے ہی کہنہ نسخہ وصل جوں وصال مت پوچھو
جگر جاں کر ہوا ہی کو بلا بیتاب تو بھی ہوں طپش سے دلکی میرے سر پہ ہی دھمال مت پوچھو
تعجب ہی کہ دل اس گنج سرگشتہ میں رہتا ہی خرابی جسے یہہ پاتے ہیں مالا مال مت پوچھو

لگا جی اسکی زلفوں سے بہت ہم میر پچتائے
ہوا ہی مدعی ایک ایک اپنا بال مت پوچھو

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

عشق پیچے کی طرح حسن گرفتاری ہی — لطف کیا سرو کی مانند گر آزاد رہو
ہمکو دیوانگی شہروں ہی میں خوش آتی ہی — دشت میں قیس رہو کوہ میں فرہاد رہو
وہ گران خواب جو ہی ناز کا اپنی سو ہی — داد بیداد رہو شکوہ کہ فریاد رہو

میر ہم ملکے بہت خوش ہوئے تمسے پیارے
اس خرابے میں مری جان تم آباد رہو

زلفوں کو میں چھوا سو غصے ہوئے کھڑے ہو — یہہ بات ایسی کیا ہی جس پر الجھ پڑے ہو
منہہ پھیر پھیر لو ہو ہر بات میں ادھر سے — یاں کس ستمزدے سے آزردہ ہو لڑے ہو
نرمی مخالفوں سے سختی موافقوں سے — واں موم سے بنے ہو یاں لوہے سے کڑے ہو
مل جاؤ معجوں سے تو ڈاڑھی ہو بترک — ہر چند شیخ صاحب تم بوڑھے ہو بڑے ہو

ہوتے ہیں خاک رہ بھی لیکن نہ میر ایسے
رستے میں آدھے دھڑ تک مٹی میں تم گڑے ہو

زخموں پر اپنے لون چھڑکتے رہا کرو — دلکو مزے سے بھی تو تنک آشنا کرو
کیا آنکھہ بند کر کے مراقب ہوئے ہو تم — جاتے ہیں کیسے کیسے سمیں چشم وا کرو
موقوف ہرزہ گردی نہیں کچھہ قلندری — زنجیر سر اُتار کے زنجیر پا کرو
ہر چند اِس متاع کی اب قدر کچھہ نہیں — پر جس کسو کے ساتھہ رہو تم وفا کرو
تدبیر کو مزاج محبت میں دخل کیا — جانکاہ اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو
طفلی سے تمنے لطف و غضب مختلط کئے — ٹک مہر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہو کے در کعبہ پر فقیر
اِس روسیہ کے باب میں بھی کچھہ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ یہہ روز سیہ لایا کرو — جی اُلجھتا ہی بہت مت بال سلجھایا کرو
تاب مہ کی تاب کب ہی نازکی سے یار کو — چاندنی میں آفتابی کا مگر سایا کرو

پرچہ نشان کفر ارفع ہی ولے ای راہباں — ایک دو ہم سوں کو بھی زنار بند ہوا کرو
شوق سے دیدار کے بھی آنکھوں نمیں کو نیچ آیا جی — اس سمین میں دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو
کوہکن کی ہی قدم گاہ آخر ای اہل وفاق — طوف کرنے بیستوں کا بھی کبھی جایا کرو
فرق یار و غیر میں بھی اتنی بتاں کچھ چاہیئے — اتنی ہت دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اُسکے منہہ کا دیکھنا آتا ہی میر
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

کہتا ہی کون میر کہ بے اختیار رو — ایسا تو رو کہ رونے پہ تیرے ہنسی نہو
پایا گیا وہ گوہر نایاب سہل کب — نکلا ہی اُسکے ڈھونڈنے تو پہلے جان کھو
کام اُسکے لب سے ہی مجھے بنت العنب سے کیا — ہی آب زندگی بھی تو لیجاے مردہ شو
پختی نہیں کہ جو نہ کہئے تو دم رکے — کچھ پوچھئے نہ قصہ ہمارا ہی گو مگو
مشعر ہی بید ماغی پہ مطلق نہ بولنا — ہم دیں تمھیں دعا ہمیں تم گالیاں تو دو
کرنا جگر ضرور ہی دل دادگاں کو بھی — وہ بولتا نہیں تو تم آپھی سے چھیڑ لو
ای غافلاں وہاں بہہ کچھ راہ کی ہی بات — چلنے کو قافلے ہیں یہاں تم رہے ہو سو
گردش میں جو کوئی ہو رکے اُسے کیا امید — دن رات آپھی چرخ میں ہی آسمان تو

جب دیکھتے ہیں پانو ہی دابو ہو اسکے میر
کیوں ہوتے ہو ذلیل تم اپنا تو مت دبو

رکھو مت سر چڑھائے دلبروں کے گوندھے بالونکو — کھلا ناگولنا مشکل بہت ہی ایسے کالوں کو
اُڑایا غم نے انکے سوکھے پتوں کی روش ہمکو — الٰہی سبز رکھیو باغ خوبی کے نہالوں کو
جہاں دیکھو کہا کرتے ہیں اُسکے عشق کے غم میں — نہ ہم دو چار بیسے دل شکستے اپنے حالوں کو
نہ چشم کم سے مجھہ درویش کی آوارگی دیکھو — تبرک کرتے ہیں کانٹے مرے پاؤنکے چھالوں کو
کرے ہی جس پہ بابا عشق یہہ اُس جنس کی قیمت — نہیں افسوس آکا میں بے حقیقت پھول والونکو

دل عاشق کو رو کیا جانوں خوباں کیوں نہیں دیتے
بہت آئینے سے تو ربط ہی صاحب جمالوں کو

یہی کچھ وہم سی ہی سہل کب آئی قیاسوں میں
تفکر اس کمر کا کھا گیا نازک خیالوں کو

نہ ایسی طرز دیدن ہی نہ ہرنوں کی یہہ چتون ہی
کبھو جنگل میں لچلئے گا ان شہری غزالوں کو

کوئی بھی اس طرح سے اپنے جی پر کھیل جاتا ہی
مگر بازیچہ سمجھے میر عشق خورد سالوں کو

رہتا ہی پیش دیدۂ تر آہ کا سہاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہی کوئی باؤ

برسے گی برف عرصۂ محشر میں دشت دشت
گر میری سرد آہوں کا واں ہو گیا جماؤ

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو میں کہوں
خوں ہی ہوا کئے ہیں مرے دل میں سارے چاؤ

آنکھوں کے آگے رونے سے میرے محیط ہی
ابروں سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ

رہتی تھی اشک خونیں میں ڈوبی سب آستیں
اس چشم بحر خوں کے کبھو دیکھے میں چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہی پر
ٹک بیٹھو تو دکھاویں تمھیں چھاتیوں کے گھاؤ

آ عاشقوں کی آنکھوں میں ٹک ای بدل قریب
ان منظروں سے بھی ہی بہت دور تک دکھاؤ

صحبت جو اسے رہتی ہی کیا نقل کریئے ہائے
جب آ گئے ہیں ہم تو کہا اُتے یاں سے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف
افسوں کیا ہی شانے نے جو اُسے ہی بناؤ

اس ہی زمیں میں میر غزل ایک اور کہہ
گو خوش نہ آوے سامعوں کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر ترے پلکوں کے گاؤ گاؤ
ہم سینہ خستہ لوگوں سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھوں کا جھڑ برسنے سے ہتھیا کے کم نہیں
پل مارتے ہی پیش نظر ہاتھی کا ڈباؤ

کشتئی چشم ڈوبی رہی بحر اشک میں
آئی نہ پار ہوتے نظر عاشقوں کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا
دل ہی کی اور پاتے ہیں سب لوہو کا بہاؤ

بتا بی دل افعی خامہ نے کیا لکھی
کاغذ کو شکل مار سراسر ہی پیچ تاؤ

ہر چند جانیں جاتی ہیں پر تیغ جور سے — تمکو ہمارے سر کی سوں تم ہاتھ مت اُٹھاؤ
سر نیچے ہو تو پانوں ترا دابیں ہم کبھی — دبتا وہی ہی جسکتئیں کچھ بھی ہو دباؤ
چاک قفس سے آنکھیں لگیں کب تلک رہیں — اک برگ گل نسیم ہماری طرف بھی لاؤ
غیرت کا عشق کی ہی طریقہ ہی کچھ جدا — اسکی گلی کی خضر کو بھی راہ مت بتاؤ

ظاہر ہی دیکھنے سے گنہہ کیونکے تیرے سب
چھپتے ہیں میر کوئی دلوں کے کہیں لگاؤ

گر قصد ترک سر ہی کہو شرم مت کرو — کہتے ہیں اپنی ٹوپی سے بھی مشورت کرو

اچھی ہی اُسکی تیغ تو باندھو گلے سے میر
مرتا ہوں میں تو آگے مرے مت صفت کرو

دل کہے میں ہوں تو کاہے کو کوئی بیتاب ہو — آنکھ کا لگنا نہو تو اشک کیوں خوناب ہو
وہ نہیں چھڑکاؤ سا میں اشک ریزی سے کروں — آب جو رونے بیٹھ جاؤں جھیل ہو تالاب ہو
جلد کھینچے تیغ بیتابی کریں جو ہم تو پھر — کارنا مشکل ہمارا تمکو جوں سیماب ہو
شہر میں زیر درختاں کپا رہوں میں برگ بید — ہو نہ صحرا نے مری گنجایش اسباب ہو
بے تصرف عشق کے ہوتا ہی ایسا حال کب — دل ہمارا خون ہو سب چشم یکسر آب ہو
لطف سے ای ابر رحمت ایک دو بارش ادھر — کشت زرد نا امیداں بھی تنک سیراب ہو

بخت خفتہ سو ویں پر ٹک چونکتے سو ویں کہ میر
ایک شب ہم دل زدوں سے وہ پری ہم خواب ہو۔

آج ہمارا جی بیکل ہی تم بھی غفلت مت کریو — دل نرہے جو ہاتھ رکھے تو سماجت ات گت مت کریو
دھیری رہے اک خاک کی تو کیا ایسے خاک برابر کے — مجھکو زمیں میں گاڑو گے تو نشان تربت مت کریو
ایسی جان کہاں ہی ہم میں رنج ندینا ہاتھونکو — ایک ہی وار میں ہو چکنے کا دوسری ضربت مت کریو
ہمکو تو مارا عشق نے آخر پر یہہ وصیت یاد رہے — دیر جہاں میں تم جو ہو تو کسو سے اُلفت مت کریو

میری طرف کی یارو اُسے بات کوئی کہتے ہو کہو — مانے نمانے وہ جانے پھر تم بھی منت مت کریو
کہئے سو کیا اب چپکے دیکھو گو میں اسمیں مر جاؤں — تمکو قسم ہی حرف و سخن کی مجھ سے مروت مت کریو
ہوش نہیں اپنا تو ہمیں تک میر آئے ہیں پرسش کو
جانے سے آگے اِنکو ہمارے پیارے رخصت مت کریو

میں کیا کہوں جگر میں لہو میرے کم ہی کچھ — کچھ تو الم ہی دل کی جگہہ اور غم ہی کچھ
پوشیدہ تو نہیں ہی کہ ہم ناتواں نہیں — کپڑوں میں یوں ہی تمکو ہمارا بھرم ہی کچھ
کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہوں میں ہی دم بخود — جو دیکھتا ہی میرے تئیں سو وہم ہی کچھ
جب سے کھلی ہی نرگس مست اسکی ظلم ہی — کیا آج کل سے یار کو میل ستم ہی کچھ
بلبل میں گل میں کیا خفگی آ گئی ہی میر
آمد شد نسیم سحر دمبدم ہی کچھ

کہتے تو ہیں کہ ہمکو اُسکی طلب نہیں کچھ — [illegible]جی اُسیکو اپنا ڈھونڈے ہی ڈھب نہیں کچھ
اخلاص و ربط اُسے ہوتا تو شور اُٹھاتے — [illegible]ب تشنہ اپنے تب ہیں دل برسے جب نہیں کچھ
یاں اعتبار کرئیے جو کچھ وہی ہی ظاہر — ہے کاینات اپنی آنکھوں میں سب نہیں کچھ
رکھ منہہ کو گل کے منہہ پر کیا غنچہ ہو کے سوئے — ہی شوخ چشم شبنم اسکو ادب نہیں کچھ
دل خون نہووے کیونکر یکسر ورا ے الفت — یا سابقے بہت تھے یا اُسے اب نہیں کچھ
یہہ حال بے سبب تو ہوتا نہیں ہی لیکن — رونے کا لمحہ لمحہ ظاہر سبب نہیں کچھ
کر عشق میر اُسکا مارے کہیں نجاویں
جلدی مزاج میں ہی ایسے عجب نہیں کچھ

رستے سے چاک دلکے ہو آگاہ — یار تک پھر تو کس قدر ہی راہ
رہتی ہی خلق آہ شب سے تنگ — وے نہیں سنتے میری بات اللہ
آنکھ اُس منہہ پہ کسطرح کھولوں — جوں پلک جل رہی ہی میری نگاہ

خط مرا دیکھ دیکھ کہنے لگا — ہائے کیا کیا لکھے ہی نامہ سیاہ
ہیں مسلمان ان بتوں سے ہمیں — عشق ہی لا الہ الا اللہ
پلکیں اُس طور روتے روتے گئیں — سبزہ ہوتا ہی جسطرح اب چاہ

میر کعبے سے قصد دیر کیا
جاؤ پیارے بھلا خدا ہمراہ

ہی تمنائے وصال اُسکی مری جان کے ساتھ — جان ہی جائیگی آخر کو اِس ارمان کے ساتھ
کیا فقط تو ترکے چھاتی ہی کیا تیر اُسکا — لیگیا صاف مرے دل کو بھی پیکان کے ساتھ
دین و دل ہی کے رہا میرے وہ کافر درپی — خصمی قاطبہ اسکو ہی مسلمان کے ساتھ
بحر پر نہر پہ برسے ہی برابر ہی ابر — پیش ہر یک سے کریم آتے ہیں احسان کے ساتھ
سطر زلف آئی ہی اس روئے مخطط پہ نظر — یہہ عبارت نئی لاحق ہوئی قرآن کے ساتھ
تیر اسکا جو گذر دل سے چلا جی بھی چلا — رسم تعظیم سے ہو لیتے ہیں مہمان کے ساتھ
میں تو لڑکا نہیں جو بالے بتاؤ مجھکو — فریبندگی کرئیے کسو نادان کے ساتھ
خون مسلم کو تو واجب یے بتاں جانے ہیں — ہو جے کافر کہ اماں یاں نہیں ایمان کے ساتھ

آدمیت سے تجھیں میر ہو کیونکر بہرہ
تمنے صحبت نہیں رکھی کسو انسان کے ساتھ

جانے دے مت اسقدر اب زلف وخط و خال دیکھ — حال کچھ بھی تجھ میں ہی اے میرا پنا حال دیکھ
کیا مری طول پریشانی کی حیرت ہم نفس — آنکھیں تو دی ہیں خدا نے اسکے پیٹے پال دیکھ
دامن صحرا میں کیا وسعت ہی جو دل میں نہیں — موند کر آنکھیں گریباں میں بھی تک سر ڈال دیکھ
چشم و دل کا اسے لگ جانا تو تھا جس تس طرح — جی بھی ان بالوں میں الجھا اور رہہ جنجال دیکھ
گرچہ اس مہ کی جدائی میں مجھے برسوں ہوئے — لیکن اے اختر شناس اب کا ہی کیسا سال دیکھ
کب نظر میری پڑے گی اسکے روئے خوب پر — ہمنشیں تک تو بھی مصحف کھول کر تو فال دیکھ

تھوکریں دلکو لگے ہیں جب چلے ہی راہ تو
یہہ خرام ناز ہی ظالم تک اپنی چال دیکھہ

آنکھیں جو ہوں تو عین ہی مقصود ہر جگہہ — بالذات ہی جہاں نہیں وہ موجود ہر جگہہ
واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا — سر ہر کہیں جھکا کہ ہی مسجود ہر جگہہ
ہو تن پہ ہم نہ سوختہ جانو نکے ہیں نمود — ہی سوزش دروں سے برون دود ہر جگہہ
دلی کے لکھنؤ کے خوش اندام خوب لیک — راہ و فا و مہر ہی مسدود ہر جگہہ
پھرتی ہی ساتھہ اپنے لگی متصل فنا — آب رواں سے ہم ہوئے نابود ہر جگہہ
شہرہ رکھے ہی تیری خریت جہاں میں شیخ — مجلس ہو یا کہ دشت اچھل کود ہر جگہہ

سودائے عاشقی میں تو جی کا زیان ہی
پھرتے ہیں میر دھوندتے ہی سود ہر جگہہ

وے دن اب سالے ہیں جن میں پھرے یار کے ساتھہ — ہے حرف و سخن تھے نگہہ اک پیار کے ساتھہ
روبہ پس یار کے کوچے سے جو خورشید گیا — عشق تھا اسکے مگر سایۂ دیوار کے ساتھہ
دسے نرگس کے رکھیں گور پہ میرے وارث — نا ہہ جانیں کہ گیا ہیں غم دیدار کے ساتھہ
واں کھچی میان سے یاں سر کو جھکایا ہیں نے — گردن اپنی ہی بندھی یار کی تلوار کے ساتھہ
عشق کے زار سے بولا نہ خشونت سے کبر و — لطف سے بات کوئی کرتے ہیں بیمار کے ساتھہ
تہمت عشق سے آبادی بھی وادی ہی ہیں — کون صحبت رکھے ہی خوں کے سزاوار کے ساتھہ

اب خوشامد انھیں کی اٹھہ پھر کرتے ہیں
گفتگو میر کو جن لوگوں سے تھی عار کے ساتھہ

نہ باتیں کرو سر گرانی کے ساتھہ — مری زیست ہی مہربانی کے ساتھہ
نہ اٹھکر در یار سے جا سکے — یہہ کم لطف ہی ناتوانی کے ساتھہ
غرو درد آنسو پئے کچھہ ہوا — دوا جیسے پیتے ہیں پانی کے ساتھہ

کہے میں نے اشعار ہر بحر میں ۔ ولیکن قیامت زوانی کے ساتھ
شتابی گئی اس روش فصل گل ۔ کہ جوں رفتگی ہو جوانی کے ساتھ
بکھیرے ہی جوں لخت دل آہ صبح ۔ ہوا کب ہی اس گلفشانی کے ساتھ

جلا جی بہت قصۂ میر سن
بلا سوز تھا اُس کہانی کے ساتھ

کبتک رہینگے یارب ہر دم ہم آب دیدہ ۔ ضایع ہی جیب و دامن جوں جنس آب دیدہ
اُس حور سے شبوں کا ملنا گیا سو چپ ہوں ۔ جاتا نہیں کہا کچھ جوں گنگ خواب دیدہ
راز محبت اپنا رسوا نہ اسقدر ہو ۔ گر ہو نہ اشک افشاں خانہ خراب دیدہ
جب دیکھو لگ رہا ہی در کی طرف اُسیکے ۔ ہی جیسے کہئے ویسے ذلت کا باب دیدہ

دوزخ میں میر ہو نمپش یار بہشت رو دیں
جاں ہی ستم رسیدہ دل ہی عذاب دیدہ

اِدھر مت کر نگاہ تیز جا بیٹھ ۔ نہ تیر روے ترکش یوں چلا بیٹھ
اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا ۔ دعائے صبح سے اب ہاتھ اٹھا بیٹھ
پھریگا ہمسے کبتک دور ظالم ۔ کبھو تو گھر سے اٹھ کر پاس آ بیٹھ
نہ کر دیوار کا مجلس میں تکیہ ۔ ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ
بہت پھرتے ہیں ٹیڑھے ٹیڑھے دشمن ۔ انھیں دو سیدھیاں تو بھی سنا بیٹھ
تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا ۔ بہت میں دیکھ کر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا
کہیں لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کریں نیچی نظر کرنے سے غصہ کھائے وہ ۔ اور مجلس میں جو رہئے دیکھ تو شرمائے وہ
کسطرح تڑپھے ہی کیا کیا جی گتھا جاتا ہی ہاے ۔ ساتھ اُسکے دل لگا ہو جس کسو کا وائے وہ

کیا سلوک اُس بیوفا کے نقل کرئے ہمنشیں — منتیں کرتے تو یاں تک گھر سے چل کر آئے وہ
لطف سے لبریز ہی اُس کام جاں کا سب بدن — مختلط ہو جائے ہمسے جو کبھو تو ہائے وہ
بیخودی ہی جی چلا جاتا ہی ہوں صاحب فراش — بیخبر ایکاش بالیں پر مری آ جائے وہ
ہم نہیں ملتے وگرنہ یار ہی تا قتل ساتھ — لو ہو پی جاوے ہمارا ہمکو اب جو پائے وہ

میر کو واشد نہیں ہی مقصد اسکا اور ہی
عشق سے لڑکوں کے دلکو کبتلک بہلائے وہ

تدبیر غم دل کی بستی میں نہ ٹھہرائی — جنگل میں نکل آئے کچھ واں بھی نہ بن آئی
خواہش ہو جسے دلکی دل دوں اسے اور سر بھی — میں نے تو اسی دلسے تصدیع بہت پائی
بے پردہ نہوتا تھا اسرار محبت کو — عاشق کشی ہی جب سے ہی عشق کی رسوائی
گھر دل کا بہت چھوٹا پر جائے تعجب ہی — عالم کو تمام اسمیں کسطرح ہی گنجائی
گھر بار لٹایا جب تب وہ سہی قد آیا — مفلوک ہوئے اب ہم کر خرچ یہہ بالائی
خوبی سے مدان اسکی سب صورتیں یاں بگڑیں — [illegible] زلف بنی دیکھی سب بن گئے سودائی
کیا عہدہ برائی ہو اس گل کی دورنگی سے — ہر لحظہ ہی خود رائی ہر آن ہی رعنائی
عاشق کی جسے ہووے کچھ قدر نہیں پیدا — جیتا نرہا اب تک مجنوں ہی کو موت آئی

آزار بہت کھینچے اب میر تو کل ہی
کھینچی نہ گئی ہمسے ہر ایک کی مرزائی

شور کیا جو اسکی گلی میں راتکو ہیں سب جان گئے — آہ و فغاں کے طور سے میرے لوگ مجھے پہچان گئے
عہد میں اُسکے یاری کی خوں دل میں ہوئے ہیں کیا کیا چاؤ — خاک میں آخر ساتھ ہی میرے سب میرے ارمان گئے
موت جو آئے سر پر انساں دست و پا گم کرتا ہی — دیکھتے ہی شمشیر بکف کچھ آج اُسے اوسان گئے
مہلت عمر دو روزہ کتنے کرئے فضولی کا ہے پر — آئے جو ہیں دنیا میں ہم تو جیسے کہیں مہمان گئے
ہاتھ لگا وہ گوہر مقصد جیسا ہی معلوم ہمیں — محو طلب ہو اہل طلب سب خاک بھی یاں کی چھانگے

ہوئے سلوک انھوں کے کیا کیا چھیڑ نجا ہلکی ہی نئی — نکلے تھے اس رستے سو وے جان کے بھی انجان گئے

میر نظر کی دلکی طرف کو عرش کی جانب فکر بہت
تھی جو طلب مطلوب کی ہم کو کیدھر کیدھر دھیان گئے

سوز درونسے آگ لگی ہی سارے بدن میں تب سی ہی — طاقت دلکی تمام ہوئی ہی جیکی چال کڈھب سی ہی
سینے کے زخم نمایاں رہتے چاک کئے سو پردہ در — مدت سے یہہ رخنے پڑے تھے چھاتی پھٹی میں ایسی ہی
پرسش حال کبھو کرتے ہیں ناز و چشم و اشارت سے — انکی عنایت حال پہ میرے کیا پوچھو ہو غضب سی ہی
گود میں میری رکھ دیتا ہی پانو حنائی دینے کو — یوں پامال جو میں ہوتا ہوں مجھکو بھی تو ادب سی ہی
لطف کہاں وہ بات کئے پر پھول سے جھڑنے لگ جاویں — سرخ کلی بھی گل کی اگرچہ یار کے لعل لب سی ہی
خانہ خراب ہو خواہش دلکا آہ نہایت اسکو نہیں — جان لبوں پر آئی ہی پر تو بھی گرم طلب سی ہی

تم کہتے ہو بوسہ طلب تھے شاید شوخی کرتے ہوں
میر تو جب تصویر سے تھے [illegible]ات انھوں نے عجب سی ہی

کیسے نحس دنوں میں یارب میں نے اسے محبت کی — دھوم رہی ہی سر پر میرے رنج و عتاب و کلفت کی
میں تو سرو و شاخ گل کے قطع ہی کا دیوانا تھا — یار نے قد قامت دکھلا کر سر پر میرے قیامت کی
قسمت میں جو کچھ کہ بدا ہو دیتے ہیں وہی انسانکو — غم غصہ ہی ہمکو ملا ہی خوبی اپنی قسمت کی
خلوت یار ہی عالم عالم ایک نہیں ہی ہمکو بار — در پر [illegible] کے پھر آتے ہیں خوب ہماری عزت کی
اک گروں سے سو حق باندھے کیا کیا کرتے ہوں جو ادا — مدت اس پر ایک نفس جوں صبح ہماری فرصت کی
شیوہ اسکا مہر و غضب ہی ناز و خشم و ستم وے سب — کوئی نگاہ لطف اگر کی اُنے ہم سے مروت کی
بے پروائی درویشی کی تھوڑی تھوڑی تب آئی — جب کہ فقیری کے اوپر میں خرچ بڑی سی دولت کی
ناز و خشم کا رتبہ کیسا ہٹ کس اعلی درجے میں — بات ہماری ایک نمانی برسوں ہمنے منت کی
دکھن پورب پچھم سے لوگ آکر مجھکو دیکھیں ہیں — حیف کہ پروا تمکو نہیں ہی مطلق میری صحبت کی
دوستی یاری الفت باہم عہد میں اسکے رسم نہیں — یہہ جانے ہیں مہر و وفا اک بات ہی گویا مدت کی

آب حسرت آنکھوں میں اسکی نومیدانہ پھرتا تھا
میر نے شاید خواہش دلکی آج کوئی پھر رخصت کی

کیسے ناز و تبختر سے ہم اپنے یار کو دیکھا ہی
نوگل جیسے جلوہ کرے اُس رشک بہار کو دیکھا ہی

چال زمانیکی ہی نظر میں شام و سحر کسکو ہی قیام
نووارد ہم یاں کے نہیں پر لیل و نہار کو دیکھا ہی

ایک نہ آیا دید میں اپنے دلکش دلچسپ اسکے رنگ
اِن آنکھونسے اِس گلشن میں یوں تو ہزار کو دیکھا ہی

قدر کفر اسلام سے زاید جانی سبحہ فروشی سے
بکتے کہیں بازار میں تونے کہہ زنار کو دیکھا ہی

قلب و دماغ و جگر کے گئے پر ضعف ہی جی کی غارت میں
کیا جانے یہہ قلقچی اِنّے کس سردار کو دیکھا ہی

باؤ سے بھی گر پتا کھڑکے چوٹ چلے ہی ظالم کی
ہمنے دام گہونمیں اُسکے ذوق شکار کو دیکھا ہی

جمع کرو دل میر سے تم بھی بیتابی تھی دلکو بہت
اچھے کچھ آثار نتھے میں اُس بیمار کو دیکھا ہی

ناز و ادا کے ساتھ وہ دلبر شکیل ہی
تصویر چین کی روبرو اسکے ذلیل ہی

ہم خاک منہہ کو ملکے نہ جوں آرسی پھرے
یاں پاس قرط آب اگر ہی سبیل ہی

جنگل میں خضر و کعبے کا ہو نامری طرح
دونوں کی نارسائی کے اوپر دلیل ہی

آگے جنونسے چھانو میں تھے سرو و گل کے ہم
سر پر ہمارے سایہ فگن اب کریل ہی

کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاع قلیل ہی

کیا روؤں اشک آتے ہیں آنکھونسے سیل سیل
پل مارتے میں پیش نظر ایک جھیل ہی

آتے نہیں نظر میں مری ہاتھی کے سوار
کانوں میں جو فسانۂ اصحاب فیل ہی

ہو صبر اس جو یوسف ثانی کے بیجمال
تو مصحف مجید میں صبر جمیل ہی

شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہی جہاں
کرئے جہاں نگاہ یہی قال و قیل ہی

ہم دیر سے ہیں منتظر قد کشئی یار
کچھ شامت عمل سے قیامت میں ڈھیل ہی

جب دیکھتے ہیں میر تمھیں بیدماغ ہو

کاہیکو ناز عشق میں صاحب دخیل ہی

برسوں گذرے ہائیں ملے کب تئیں یوں پیار رہے
دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے

وہ موو ت کہ جو قابی ہوا سے سو معلوم
چار دن کہنے کو اس شوخ سے ہم یار رہے

مرگ کے حال جدائی میں جئیں یوں کبتک
جان بیتاب رہے دلکو اک ازار رہے

وجہ یہہ تھی کہ ترے سا تھہ لڑی آنکھ اُنکی
ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے

دین و دنیا کا زیاں کار کہو ہمکو میر
دو جہاں داؤ نخستیں ہی میں ہم ہار رہے

ابتک تو نہی اچھی اب دیکھئے پیری ہی
سب لوگو نمیں ہائیں لاگیں یاں محض فقیری ہی

کیا دیر بندھے اُسکی جو عشق کار سوا ہو
نکلے تو کہیں لڑکے دیسری ہی لے دیسری ہی

خوں عشق کی گرمی سے سو کھا جگرو دلمیں
اک بوند تھی لوہو کی اب چھاتی جو چیری ہی

ہم طایر نو پر ہائیں وے جنکو بہاراں میں
بگاگشت گلستاں کا ہی شوق و اسیری ہی

اُس دلبر بدظن سے خوش گذرے ہی عاشقی کی
نے رحم ہی خاطر میں نے عذر پذیری ہی

ہم مرثیہ دل ہی کا اکثر کہا کرتے ہائیں
اب کرئے تخلص تو شایستہ ضمیری ہی

کیا اہل دول سے ہی ای میر مجھے نسبت
یاں عجز و فقیری ہی واں ناز و امیری ہی

سوز دروں نے آخر جی ہی کھپا دیا ہی
تھمتا دل اب ہی ایسا جیسے بجھا دیا ہی

اب نیند کیو نکہ آوے گرمی نے عاشقی کی
دل ہی جدھر وہ پہلو سارا جلا دیا ہی

حرف غلط تھے کیا ہم صفحے پہ زندگی کے
جو صاف یوں قضا نے ہمکو مٹا دیا ہی

کہتے ہمیشہ رہنا ہمکو بغیر اُسکے
کیا روگ دوستی نے جیکو لگا دیا ہی

اچرج ہی یہہ کہ ہی وہ میرا چراغ تربت
کتنوں کا ورنہ خوں کرانے دبا دیا ہی

آنکھوں کی کچھ حیا تھی سو موند لیں ادھر سے
پر وا جو رہ گیا تھا وہ بھی اٹھا دیا ہی

ہم دلزدہ رہے ہمیں انواع تلخ سہتے ۔۔۔ ان شکریں لبوں نے ہمکو رجھا دیا ہی
جب طول میں دیا ہی نامے کو شوق کہ تب ۔۔۔ جوں کاغذ ہوائی انے اڑا دیا ہی
مرنے ہی کا مہیا اپنے رہا کیا ہوں ۔۔۔ واں تیغ اٹھائی انے یاں سر جھکا دیا ہی
کیا بے نمک ہوا ہی پروانہ را کہ جلکر ۔۔۔ رہ رہ کے ہم جلے تو ہمکو مزا دیا ہی
تھے جوں چراغ مفلس مضطر نہ ترک تھا جب ۔۔۔ بارے فقیر می نے تو آرام سا دیا ہی
شہروں کے تنگ کوچے کا ہیکو گوں ہیں اپنے ۔۔۔ ہم وحشیوں کے قابل رہنے کے بادیا ہی
نادر دمند بلبل نالان ہی بی تہی سے ۔۔۔ دل ہمکو بھی خدا نے درد آشنا دیا ہی
کیا نامہ بر ہمارا ہی صاف بیمروت ۔۔۔ خط نا نوشتہ ہمکو اودھر سے لا دیا ہی

عالم شناس رہی وہ اس سن میں میر اسکو
دے سب جان مارنے کا کہنے بتا دیا ہی

ہم چمن میں گئے تھے وا نہ ہوئے ۔۔۔ مثل نکہت گل سے آشنا نہ ہوئے
سر کسو سے فرو نہیں آتا ۔۔۔ حیف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے
خوار و زار و ذلیل و بے رو بت ۔۔۔ عاشق اُسکے ہوئے سو کیا نہ ہوئے
کیسا کیسا قفس سے سر مارا ۔۔۔ موسم گل میں ہم رہا نہ ہوئے

میں نہ گردن کٹائی چبتک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہ ہوئے

دیکھئے کیا ہو سامنے تک احوال ہمارا ابتر ہی ۔۔۔ دل اپنا تو بجھا سا دیا ہی جان چراغ مضطر ہی
خاطر اپنی اتنی پریشاں آنکھیں پھریں ہیں اُس بن حیران
تمنے کہا دل چاہے تو بیتھو دل کیا جانے کیدھر ہی

میں جو لگا دیوانگی کرنے عالم عالم شور اُٹھا ۔۔۔ کیا کہئے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہی
تاب و تواں کا حال وہی ہی آج تک ہم جیتے ہیں ۔۔۔ تم پوچھو تو اور کہیں کیا نسبت کل کی بہتر ہی

اس بیمہر صنم کی خاطر سختی سی سختی کھینچی ہم — جی پگلے کیا اُسکا ہم پر رحم کہاں وہ پتھر ہی
سر نہ بڑھے کے چڑھئے اسمین ہرگز زیان ہی سر ہیکا — سمجھے نہ سمجھے کوئی اسے یہہ پہاڑ کی آخر ٹکر ہی

جب سے ملا اُس آئینہ رو سے خوش کی انے نمد پوشی
پانی بھی وے ہی پھینک شیونکو میر فقیر قلندر ہی

آشوب چشم چشمہ زا اب کوہ و صحرا پر بھی ہی — طوفان سا شہرونمیں ہی اک شور دریا پر بھی ہی
گو چشم بندی شیخ کی ہو آخرت کے واسطے — لیکن نظر اعمی نمط پر دیمیں دنیا پر بھی ہی
نے دست مزد بندگی نے قدر سر افگندگی — جو مکرمت ہم پر ہوئی اب جلف وادنا پر بھی ہی
تنگ آنکر گم ہو گئے مقصود جو مقصود تھا — ہم خرج رہ کیونکر نہون پیدا ہی پیدا پر بھی ہی

ہیں خوبیاں ہیں خوبیاں وحشت طبیعت میر میں
پر انس کم ہمسے دلیل انکے یہہ سودا پر بھی ہی

آنکھونسے راہ عشق کی ہم جوں نگہ گئے — آخر کو روتے روتے پریشاں ہو بہ گئے
اس عرصے سے گیا ہو کہیں کوئی تو کہیں — چل پھر کے لوگ یانکے یہیں سارے رہ گئے
کیا کیا ہوئے ہیں اہل زمان ڈھیر خاک کے — کیا کیا مکاں دیکھتے ناگاہ ڈھہ گئے
ان دلبروں سے کیا کہیں مظلوم عشق ہم — ناچار جور و ظلم و ستم انکے سہ گئے

تسبیحیں ٹوٹیں خرقے مصلی پھٹے جلے
کیا جانے خانقاہ میں کیا میر کہہ گئے

میر کیون رہتے ہیں اکثر ان منے — گر نہیں بنتی کسو سے جو بنے
خون ہو کر بہہ گیا مدت ہوئی — دل جو ڈھونڈھو سو کیسا کس کنے
ہی توکل جیسے ہم درویش ہیں — کر ہی چکتے ہیں جو کچھ دل میں ٹھنے
عالم خاکی بھی بسمل گاہ ہی — ہو رہے ہیں ڈھیریاں سو سو جنے

اُس شکار افگن کے ہم بھی صید ہیں

خاک و خوں میں لوٹتے چھاتی چھاتی

ہم پہ رہتے ہو کیا کمر کستے — اچھے ہوتے نہیں جگر خستے
ہنسیے کھینچا نہ کیجئے تلوار — ہم نہ مر جائیں ہنستے ہی ہنستے
شوق لکھنے قلم جو ہاتھ آئی — لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے
سیر قابل ہیں تنگ پوشاکے — کہنیاں پھٹتے چولیاں چستے
رنگ لیتی ہی سب ہوا اُسکا — اُسے باغ و بہار ہیں رستے
اک نگہہ کر کے اُنے موں لیا — بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے

میر جنگل پڑے ہیں آج جہاں
لوگ کیا کیا نہیں تھے کل بستے

سب شرم حبیں پار سے پانی ہی — ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہی
سمجھے نہ کہ باز بچہ اطفال ہوئے — لڑکوں سے ملاقات ہی نادانی ہی
جون آئینہ سامنے کھڑا ہون بعتے — خوبی سے ترے چہرے کی حیرانی ہی
خط لکھتے جو خونفشاں تھے ہم اُنے کہا — کاغذ جو لکھے ہی اب سو افشانی ہی
دوزخ میں ہوں جلتی جورسے ہی چھاتی — دل سوختگی عذاب روحانی ہی
منت کی بہت تو اُنے دو حرف کہے — سو برسوں میں ایک بات میری مانی ہی

کل سیل سا جو شان جو ادھر آیا میر
سب بولے کہ یہہ فقیر سیلانی ہی

جی کے لگنے کی میر کچھ کہہ بھی — ہی وہی بات جسمیں ہو یہہ بھی
حسن ای رشک مہ نہیں رہتا — چار دن کی ہی چاندنی یہہ بھی
شور شیریں تو ہی جہاں میں ولے — ہی حلاوت زمانے کی وہ بھی
اسکے پنجے سے دل نکل نکا — زور بیٹھے ہی بار کی گہہ بھی

اس زمیں گرد میرے مہ سا نہیں آسمان پر اگر چہ ہی مہ بھی
کیا کہوں اسکی زلف بن رو رو میں پرا گندہ دل گیا بہہ بھی
مضطرب ہو جو ہمدمی کی میر
پھر کے بولا کہ بس کہیں رہ بھی

کہیں آگ آہ سوزندہ نہ چھاتی میں لگا دیوے خبر ہوتے ہی ہوتے دل جگر دونوں جلا دیوے
بہت روئے ہمارے دیدۂ تر اب نہیں کھاتے متاع آب دیدہ ہی کوئی اسکو ہوا دیوے
تمہارے پانو گھر جانیکو عاشق کو نہیں اتنے تم آؤ تو تمہیں آنکھوں پہ سر پر اپنے جا دیوے
دلیل گمرہی ہی خضر جو ملتا ہی جنگل میں پھرے ہی آپ ہی بھولا کیا ہمیں رستا بتا دیوے
گئے ہی جی کے فیصل ہو نیاز و ناز کا جھگڑا کہیں وہ تیغ کھینچے بھی کہ بندہ سر جھکا دیوے
لڑائی ہی رہی روزوں میں باہم بیدماغی سے گلے سے اُسکے ہمکو عید اب شاید ملا دیوے
ہوا میں میر جو اُس بت سے سوال بوسۂ لب کا
لگا کہنے ظرافت سے کہ شہ صاحب خدا دیوے

تیر جو تیرے وہ ماہ آتا ہی ہمکو یہہ تیر ماہ جاتا ہی
گل کو سر پر رکھیں سبھی لیکن اب داغ اپنا کب اُٹھاتا ہی
اپنا اپنا ہی ذائقہ ہم کو بوسۂ کنج لب ہی بھاتا ہی
آتش عشق جسکے دل کو لگے شمع ساں آپہی کو کھاتا ہی
دیکھنا ہی تو ہی بہم پردہ ہمسے آنکھوں کو کب ملاتا ہی
میری تو ہی پلک سے چھوتی نگاہ اور وہ اِس پہ منہہ چھپاتا ہی
میر صناع ہی ملو اُسے
دیکھو تو باتیں کیا بناتا ہی

شایستہ غم و ستم یار ہم ہوئے عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے

کی عرض جو متاع امانت ازل کے بیچ
سب اوڑ لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے

جی کھچ گیا اسیر قفس کے فغان کی اور
تھی چوٹ اپنے دل کو گرفتار ہم ہوئے

پامال یوں کیا کہ برابر ہیں خاک کے
کیا ظلم ہو گیا جو طلب گار ہم ہوئے

ہوتا نہیں ہی بیخبری کا مآل خوب
افسوس ہی کہ دیر خبردار ہم ہوئے

وصل اُس طبیب زادے کا جی چاہتا رہا
آخر اس آرزو ہی میں بیمار ہم ہوئے

پہاں ہی یہہ میر عشق کا اس نوبہار کے
آخر جو کشت و خون کے سزاوار ہم ہوئے

کہی میں ان لبوں کی جانفزائی
یہہ بات اک بیخودی میں منہہ پر آئی

تعارف کیا رہا اہل چمن سے
ہوئی اک عمر میں اپنی رہائی

کہاں کا بیستوں فرہاد کیسا
یہے سب تھی عشق کی زورآزمائی

جفا اتھسی وفا جو عمر کرتی
سو کی اس رفتنی نے بیوفائی

کہیں سو کیا کہیں سر پر ہمارے
قیامت شامت اعمال لائی

گیا اس ترک کی آمد کو سن جی
تھمی ہمسے نہ اک دم بھی اوائی

موافق تک ہو تو تو پھر جہاں میں
مثل ہو میری تیری آشنائی

بغیر از چہرۂ مہتابی یار
ہمارے منہہ پہ چھوٹی ہی ہوائی

گئی ٹکرے ہو دل کی آرسی تو
ہوئی صد چند اسکی خودنمائی

فراق یار کو آساں نہ سمجھو
کہ جان و تن کی مشکل ہی جدائی

پھر آنا کعبے سے اپنا نہ ہوگا
اب اسکے گھر کی ہمنے راہ پائی

ہوئے ہیں دود دل سے میر کے تنگ
پھر اس جوگی نے یاں دھونی لگائی

ہوں خاکسار جو اسکی ہر کوئی سر چڑھاوے
منہہ پھیرے وہ تو ہمکو پھر کون منہہ لگاوے

ان دو ہی صورتوں میں شکل اب پناہ کی ہی — یا صبر ہمکو آوے یا رحم اُسکو آوے
اُس مہ بغیر عالم آنکھوں میں سب سیہ ہی — دیکھیں تو عشق کیا کیا ہمکو سمیں دکھاوے
کچھ زخم کھل چلے ہیں کچھ داغ کھل رہے ہیں — انکے بہار دیکھیں کیا کیا شگوفے لاوے
جوں لیلی اور مجنوں تا نقش کچھ رہے یاں — اسکی مری بھی صورت یکجا کوئی بناوے
یہ طرحدار لڑکے دیں بیٹھنے تب اسکو — جب جی سے اپنے کوئی ہر طرح دل اٹھاوے
ہم جس زمیں پر آئے واں آسماں یہی تھا — یارب جو کوئی جاوے تو کسطرف کو جاوے
شب سنتے حال میرا لیتا ہی موند آنکھیں — مچلے سے میں کہوں کیا سوتا ہو تو جگاوے

طاعت کا محو تب ہی جب ڈھب نہیں بتوں سے
چھوڑے نماز واجب گر میر وقت پاوے

بہار آئی نکالو مت مجھے ایکے گلستاں سے — میرا دامن بنے تو باندھ دو گل کے گریباں سے
نہ ٹک واشد ہوئی دلکو نہ جی کی لاگ کچھ پائی — رہے دس دن جو اپنی عمر کے یاں ہم سو مہماں سے
غم ہجراں نے شاید آگ دی اس ماہ بن دلکو — شرارے تب تو نکلے ہیں ہماری چشم گریاں سے
سبب آشفتہ طبعی کا ہماری رہتے ہیں دونوں — نہ دل جمعی ہی اسکے خط سے نے زلف پریشاں سے
ادھر زنجیر کے غل ہیں ادھر ہنگامے لڑکوں کے — جنوں اس دشت میں ہمنے کیا ہی کیسی سامان سے
محبت میں کسو کی رنج و محنت سے گئے دونوں — رہی شرمندگی ہی عمر بھر مجکو دل و جاں سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیراں سے

پرسوں تک جی کو مار مار رہے — رات دن ہم امیدوار رہے
موسم گل تلک رہیگا کون — چبھتے ہی دل کو خار خار رہے
وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے — دلکو اپنے اگر قرار رہے
خوش نوا کیسے کیسے طایر قدس — ایسی جفا پیشہ کے شکار رہے

اسکی آنکھونکی مستی سے عاشق چاہئے یوں کہ ہوشیار رہے
دل لگے پر رہا نہیں جاتا رہئے اپنا جو اختیار رہے
کم ہی کیا لذت ہم آغوشی
شب مرے میر در کنار رہے

یوں جنوں کرتے جو ہم یاں سے گئے تو میاں مجنوں بیاباں سے گئے
مرگئے دم کب تلک رکتے رہیں بارے جی کے ساتھ سب سانسے گئے
کیا بدن دیکھا چسی چولی سے ہائے مارے حسرت کے ہی ہم جاں سے گئے
جانب مسجد تھی وہ کافر نگاہ شیخ صاحب دین و ایماں سے گئے
پیچ میں آئے کسو کی زلف کے
میر ان سان ارستے پریشاں سے گئے

ای نو خط ایکدن ہی جھکرا ہمارے تیرے سبزی بہت لگے ہی منہ سے پیارے تیرے
حیراں حال عاشق ہوگی اجل پہنچ کر کیا حال یاں رہا ہی ظلموں کے مارے تیرے
ہر بار دیکھے ہی تو ایدھر ہی آہ شب نے کچھ تو اثر کیا ہی جی میں بھی بارے تیرے
باغ و بہار نکہت گل پھول سب ہی تل ہی یاروں کی ہیں نظر میں یہ رنگ سارے تیرے
الماس میر تجھکو کیا عشق نے دیا ہی
لخت جگر گرے ہیں جوں لعل پارے تیرے

دو دیدۂ تر اپنے جو یار کو ہیں تکتے اک ایک کو نہیں پھر غیرت سے دیکھ سکتے
حرکت دلونکی اپنے مذبوحی سی رہی ہی اب وہ نہیں کہ دھڑ دھڑ رہتے ہیں دل دھڑکتے
پلکونکی اسکی جنبش جاتی نہیں نظر سے کانٹے سے اپنے دل میں رہتے ہیں کچھ کھٹکتے
ہوتا تھا گاہ گاہے محسوس درد آگے اب دل جگر ہمارے پھوڑے سے ہیں لپکتے
پڑتی ہیں ایدھر اودھر وے سرخ آنکھیں ایسی دو ترک مست جیسے ہو راہ میں بہکتے

شعلون کے ڈانک گویا لعلون تلے ہرے ہیں — چہرونکے رنگ ہمنے دیکھے ہیں کیا جھمکتے
یاں بات راہ کی تو سنتا نہیں ہی کوئی — جاتے ہیں ہم جرس سے اس قافلے میں بکتے
جاگہہ سے لیگئے ہیں نازان جب آگئے ہیں — نو باوہ کان خوبی جوں شاخ گل لچکتے

اس حسن سے کہاں ہی غلطانی موتیون کی
جس خوبصورتی سے میرا شک ہیں ڈھلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہی — عجب مرحلہ ہمکو درپیش ہی
بلا ہی اُسے شوق تیر و کماں — یہیں سے ہی پیدا ستم کیش ہی
دلا اُسکے ظاہر پہ مت جائیو — وہ خوشرو تو ہی پر بداندیش ہی
بہت خوب ہی لعل نوشین یار — ولیکن خط پشت لب نیش ہی

ہمیں کیا جو ہی میر بیہوش سا
خدا جانے یہہ کیا ہی درویش ہی

گوش ہر یک کا اسکی اور ہی — کیا قیامت کا قیامت شور ہی
پوچھنا اس ناتوان کا خوب تھا — پر نپوچھا انے وہ بھی زور ہی
صندل درد سر مہر و وفا — عاقبت دیکھا تو خاک گور ہی
رشتۂ الفت تو نازک ہی بہت — کیا سمجھہ کر خلق اسپر ڈور ہی

ناکسی سے میر اس کوچے کے بیچ
اس طرح نکلے ہی جیسے چور ہی

شب اگر دلخواہ اپنی بیقراری کیجئے — لے زمیں سے تا فلک فریاد و زاری کیجئے
ایک دن ہو تو کریں احوال گیری دلکی آہ — مر گئے ہم کب تلک بیمار داری کیجئے
نوچئے ناخن سے منہہ یا چاک کرئے سب جگر — جی میں ہی آگے ترے کچھہ دستکاری کیجئے
جائیے اس شہر ہی سے اب گریباں پھاڑ کر — کیجئے کیا غمسے یون ماتم گذاری کیجئے

یوں بنے کبتک کہ بے لعل لب اسکے ہر گھڑی — چشمہ چشمہ خون دل آنکھوں سے جاری کیجئے
کنج لب اس شوخ کا بھی ریجھنے کی جاے ہی — صرف کیجے عمر تو اس جاے ساری کیجئے
کوہ غم سر پر اٹھا کیجے نہ کہئے منہہ سے کچھہ — عشق میں جوں کوہ کن کچھہ بردباری کیجئے
گرچہ جی کب چاہتا ہی آپ کا آنے کو یاں — پر کبھو تو آئیے خاطر ہماری کیجئے

آشنا ہو اسے ہم مر مر گئے آیندہ میر
جیتے رہئے تو کسو سے اب نہ یاری کیجئے

صد گونہ عاشقی میں ہمنے جفا سہی ہی — پر یہہ کہا نہ ظالم اسکی نہیں سہی ہی
کرتی پھرے ہی رسوا سارے چمن میں مجھکو — گر کوئی بات دل کی بلبل سے میں کہی ہی
ہی صبح کا سا عرصہ پیری کا اس میں کیا ہو — باقی ہی وقت کتنا فرصت کہاں رہی ہی
درویش جب ہوئے ہم تب ہی ہمیں برابر — کشکول باز گوں ہی یا افسر شہی ہی
جیتے رہے بہت ہم جو یہہ ستم اٹھائے — عمر دراز کی سب تقصیر و کوتہی ہی
رونے میں متصل ہی ہونٹھوں پہ آہ میری — جاتا نہیں ہی سمجھا یہہ باؤ کیا بہی ہی
آزار عاشقی میں کاہیکی پھر توقع — ہو جاے یاس جسے سو رنج یہہ وہی ہی
روتا ہمیں نظر کر رہنا کئے کنارا — چڑھنا ہمارے منہہ پر دریا کی بے تہی ہی

چلا ہٹ اس طرح کی جز صبر کسے ہووے
باور نہیں تو دیکھو یہہ ہو نہو وہی ہی

کل جوش غم میں آنسو ٹپکے نہ جسم تر سے — افسوس ہی کہ آکر یوں مینہہ ٹک نہ برسے
کیا ہی نمود مردم جو کہئے دیکھیو تم — مژگاں بہم زدن میں جاتی رہی نظر سے
ہم سا شکستہ خاطر اس بستی میں نہو گا — برسے ہی عشق اپنے دیوار اور در سے
معلوم اگلی سی تو جرات الم کشی میں — کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے
آئینہ وار اسیلے پاتے ہیں شش جہت کو — دیکھیں تو منہہ دکھاوے وہ کام جان کدھر سے

مت رنج کھینچ مل کر ہشیار مرد مان سے — اُسکی خبر ملے گی اک آہ بیخبر سے
جب گوش زد ہو اُسکے تب بید ماغ ہو وہ — پس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے
ای رشک مہ کبھو تو آ چاند سا نکل کر — منہہ دیکھنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت بری بلا ہی کل میر نالہ کش بھی
ہمراہ نی سواران دو تڑے پھرے نفر سے

برق وشرار وشعلہ و پروانہ سب ہیں یے — جوں ہم جلا کرے ہیں بھلا جانتے کب ہیں یے
لے موئے سر سے ناخن پا تک بھری ہی آگ — جلتے ہیں دردمند پہ جانتے کبھ سب ہیں یے
ہوتا ہی دل کا حال عجب غم سے اُس گھڑی — کہتا ہی جب وہ طنز سے ہمکو عجب ہیں یے
آتی ہی گرم باد صبا اُسکی اوز سے — اپنے جگر کے جلنے کے بادی سبب ہیں یے
غربت پہ مہرباں ہوئے میری سو یہہ کہا — انکو غریب کوئی نہ سمجھے غضب ہیں یے
فرہاد وقیس کے گئے کہتے ہیں اب یہہ لوگ — رکھے خدا سلامت انھونکو کہ اب ہیں یے

سید ہیں میر صاحب وہ درویش دردمند
سر رکھیے انکے پانوں پہ جائیے ادب ہیں یے

خوش طرح مکاں دلکے دھانے میں ثابتی کی — اس عشق ومحبت نے کیا خانہ خرابی کی
سسکے ہی دل ایدھر کو بہتا ہی جگر اُودھر — چھاتی ہوئی ہی میری دوکان کبابی کی
وہ نرگس مستانہ باتیں کرے ہی درہم — تم دیکھو نہ کچھہ بولو کیا بات شرابی کی
بے سدھ ہوئے ہم آئی اِک بو جو گلستاں سے — پرزور تھی می کتنی غنچو کی گلابی کی

رونے سے دل شب کے تر میر کے کپڑے ہیں
پر قدر نہیں اُسکو اس جامۂ آبی کی

کوئی ساحر اُسکو کچھہ جادو کرے — وہ جو لے رو اِس طرف تک رو کرے
دور سے تک تا تفت ہوتے رہو — جبتلک دوری سے کوئی خو کرے

دم میں ہو آئینۂ عالم سیاہ — ایک اگر عاشق قلندر ہو کرے
کیسے تیر ہی چاہیے داد ستم — کاش انصاف اپنے دلمیں تو کرے
نصحہ پیشا نی چمن میں میں رہا — بید ماغ عشق گل کیا بو کرے
لو ہو پانی ایک کر دیتا ہی عشق — پانی کر دے چشم دل لو ہو کرے

اب جنوں میں میر سوئے دشت جاے
کار و حشت کیتئیں یکسو کرے

حدیث زلف و راز اُسکے منہ کی بات بڑی — کبھو کے دن ہیں بڑے یاں کبھو کی رات بڑی
کبھو بھو گالی ہمیں دیتے ہو کر دو موقوف — تمھارے بس ہیں یہی ہم پر التفات بڑی

وخیال ذات نہیں عشق میں کہ میر کو دیکھ
ذلیل کیسے ہیں اُنکی ہی گو کہ ذات بڑی

ہی تماشا حسن و خط حیرت بھی ہی — یعنے خط تو خوب ہی صورت بھی ہی
نادم آخر نہیں بولے ہیں ہم — کچھ کہیں گے بارے اب رخصت بھی ہی
ہی وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف — مار ہی گالی ہی پھر منت بھی ہی
تیغ نے اُسکی ہمیں قسمت کیا — خوش نصیبی ہی تو پر قسمت بھی ہی
و انسیم صبح سے ہوتا ہی گل — مجھکو ہی مرغ چمن غیرت بھی ہی
جی ہی دینے کا نہیں کرشمہ فقط — اسکے در سے جانے کی حسرت بھی ہی

دور سے باتیں کرے ہی یونہی یار
میر صاحب سے انھیں صحبت بھی ہی

چلے ہم اگر تمکو اکراہ ہی — فقیروں کی اللہ اللہ ہی
نہ افسر ہی نے درد سر نے کلہ — کہ یاں جیسا سر ویسا سر واہ ہی
جہاں لگ چلی گل سے ہم داغ میں — اگرچہ صبا بھی ہو اخواہ ہی

غم عشق ہی نا لہانی بلا — جہان دل لگا کر ٹھنا جانکاہ ہی
چراغان گل سے ہی کیا روشنی — گلستاں کسو کی قدم گاہ ہی
محبت ہی دریا میں جا ڈوبنا — کوئے میں بھی گرنا یہی چاہ ہی
کلی سا ہی کہتے ہیں منہہ یار کا — نہیں معتبر کچھ یہہ افواہ ہی
نہ کی کوتہی بت پرستی میں کچھ — خدا اِس عقیدے سے آگاہ ہی

گیا میر کے جی کی سنکر وہ شوخ
لگا کہنے سب کو یہی راہ ہی

یار کا جور و ستم کام ہی کر جاتا ہی — کتنا جی عاشق بیتاب کا مر جاتا ہی
جیسے گرداب ہی گردش مری ہر چار طرف — شوق کیا جانے لئے مجھکو کدھر جاتا ہی
جوشش اشک میں تک ٹھہرے رہو پیش نظر — اب کوئی پل میں یہہ سیلاب اتر جاتا ہی
زرد رخسار پہ کیوں اشک نہ آوے گلرنگ — آگے سے آنکھوں کے وہ باغ نظر جاتا ہی
زہ گریباں کی ہی خونناب سے تر ہوتی نہیں — سارا زنجیرۂ دامن بھی تو بھر جاتا ہی
واعظ شہر تنک آب ہی مانند حباب — تک ہوا لگتی ہی اسکو تو اپھر جاتا ہی
کیا لکھوں بخت کی برگشتگی نالوں سے مرے — نامہ بر مجھسے کبوتر بھی چپڑ جاتا ہی
آن اس دلبر شیریں کی چھری شہد کی ہی — عاشق ایک آن ہی میں جی سے گذر جاتا ہی

ہر سحر پیچھے اُس اوباش کے خورشید ای میر
ڈھال تلوار لئے جیسے نفر جاتا ہی

ٹھوکر لگا کے چلنا اُس رشک ماہ کو بھی — یہہ چوٹ ہی رہی ہی اِس روسیاہ کو بھی
اُس شاہ حسن کی کچھ مژگاں پھری ہوئی ہیں — غمزے نے ورغلانا شاید سپاہ کو بھی
کی عمر صرف ساری پرگم ہی مطلب اپنا — منزل نہ پہنچے ہم تو طی کر کے راہ کو بھی
سر پھوڑنا ہمارا اس لڑکے پر نہ دیکھو — تک دیکھو اُس شکست طرف کلاہ کو بھی

کرتی نہیں خلش ہی مژگان یار دلمیں — کاوش رہی ہی جی سے اسکی نگاہ کو بھی
خونریزی کے تو لاگو ہوتے نہیں یکایک — پہلے تو پوچھتے ہیں ظالم گناہ کو بھی
جوں خاک سے ہی یکساں میرا نہال قامت — پامال یوں نہوتے دیکھا گیاہ کو بھی
ہر لحظہ پھیر لینا آنکھوں کا ہمسے کیا ہی — منظور رکھئے کچھ تو بارے نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہی جان و دلکی
کچھ کم کر ان دنوں میں ای میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہی ای گھتئے ترے مجلس نشینوں سے — کہ تو دار و پئے ہی رات کو مل کر کمینوں سے
گئی گرم اختلاطی کب کی ان سحر آفرینوں سے — لگے رہتے ہیں داغ ہجر ہی اب اپنے سینوں سے
گلے لگ کر نہ یک شب کاش وہ مہ سو گیا ہوتا — مری چھاتی جلا کرتی ہی اب کتنے مہینوں سے
خدا جانے ہی اپنا تو جگر کانپا ہی کرتا ہی — چڑھی تیوری سے محبوبوں کی اور ابرو کی چینوں سے
بہت کوتاہ دامن خرقے شیخونکے پھٹتے پائے — کہیں نکلے تھے گورے ہاتھ اسکے آستینوں سے
رہے محو خیال اسکے تو یک دقت سے ہاتھ آئے — نزاکت اس کمر کی پوچھی ہم باریک بینوں سے
برنگ برگ گل ساتھ ایک شادابی کے ہوتا ہی — عرق چیں بھیگتا ہی دلبرونکے جب پسینوں سے
بہت میں لخت دل رویا مجھے یک خلق نے جانا — ہوا ہی پہن میرا نام ان رنگیں نگینوں سے

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رفتہ رہتا ہی
نکلنا میر اب مشکل ہی میرا ان زمینوں سے

بیتابی جو دل ہر گھڑی اظہار کرے ہی — اب دیکھوں مجھے کسکا گرفتار کرے ہی
کچھ میں بھی عجب جنس ہو نیاز ار جہانمیں — سو ناز مجھے لیتے خریدار کرے ہی
ہی اشک سے بلبلکے بھرا چونچونمیں پانی — گل باغ سے کیا رخت سفر بار کرے ہی
اس چاہ نے دل ہی کو تو بیمار کئے ہیں — یہ دوستی ہی ہی جو گرفتار کرے ہی
آگے تو جو کچھ ہم نے کہا مان لیا اب — ایک ایک سخن پر بھی وہ تکرار کرے ہی

زنہار نجا پرورش دور زماں ہو مرنے کے لئے لوگوں کو تیار کرے ہی
کیا عشق میں ہم اسکے ہوئے خاک برابر کب اپنے تئیں یوں کوئی ہموار کرے ہی
تصویر سے دروازے پہ ہم اسکے کھڑے ہیں انسان کو حیرانی بھی دیوار کرے ہی
کیونکر نہو تم میر کے آزار کے درپی
یہہ جرم ہی اُسکا کہ تمھیں پیار کرے ہی

دشمنوں کے روبرو دشنام ہی یہہ بھی کوئی لطف بے ہنگام ہی
محو زلف یار ہی عالم تمام حسن کا بھی شہرہ جوش شام ہی
عشق کی ہی راہ کیا مشکل گذر سر کا جانا جس میں ہر اینک گام ہی
گر کہا ناکام ملنے کو کبھی تو یہہ کہتا ہی کہ مجکو کام ہی
روز و شب پھرتا ہوں اس کوچے کے گرد کیا کہوں کیا گردش ایام ہی
چین دنکو ہی نہ شب کو خواب تک اُسکی دوری میں کسے آرام ہی
بزم میں پوچھا تو یوں انجان ہو
میر ان لوگوں میں کسکا نام ہی

دل عجب نسخۂ تصوف ہی ہم نسمجھے بڑا تاسف ہی
آپ ہی صرف عشق ہو جانا یہہ بھی درویش کا تصرف ہی
منہہ ادھر کر کے وہ نہیں سوتا خواب میں آوے تو تلطف ہی
یاں تو تکلیف سی کھنچی تکلیف واں وہی اب تلک تکلف ہی
چھیڑ اس شوخ نے رکھی ہمسے عہد پر عہد ہی تخلف ہی
مرگ کیا منزل مراد ہی میر
یہہ بھی اک راہ کا توقف ہی

تسکین دردمندوں کو یارب شتاب دے دل کو ہمارے چین دے آنکھوں کو خواب دے

اسکا غضب سے نامہ نہ لکھنا تو سہل ہی — لوگوں کے پوچھنے کا کوئی کیا جواب دے
گل ہی بہار تب ہی جب آنکھ میں ہو نشہ — جاتی ہی فصل گل کہیں ساقی شراب دے
وہ تیغ میری تشنۂ خوں ہو گئی ہی کند — کر زخم مجھ پہ کاٹکے یارا اسکو آب دے
وہ چار الم جو ہو دیں تو ہیں بابت بتاں — کیا درد بیشمار کا کوئی حساب دے
تار نگہہ کا سوت نہیں بند ہتا ضعف سے — پیچان ہی بہر رشتہ ولا اسکو تاب دے

مژگان ترکو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو تک آفتاب دے

نہ جرات ہی نہ جذبہ ہی نہ یاری بخت بد سے ہی — یہی بیطاقتی خوں گشتہ دلکو میرے کد سے ہی
جہاں شطرنج بازندہ فلک ہم تم ہیں سب مہرے — بسان شاطر نو ذوق اسے مہرو نکی زد سے ہی
سخن کرنے میں نستعلیق کوئی ہی نہیں کرتا — پر ہیں ہیں شعر کوئی ہم سوا وہ بھی شد و مد سے ہی
ہوا سرسبز آگے یار کے سرو گلستاں کب — کہ نسبت دور کی طوبیٰ کو اُسکے سحل قد سے ہی

لکھا کب تک کریں اس سرزمیں سے آپھی اب جاویں
ہمیں ملنے کا شوق اسکے زیادہ ای میر حد سے ہی

کٹ کر گرینگے راہ میں مشتاق علف سے — مت سیر اگر ہو گئی اس تیغ بکف سے
جاتا ہی کوئی دشت عرب کو جو بگولا — کہیو دوں ہوں دعا مجنوں کو میں اپنی طرف سے
دریا تھا مگر آگ کا دریاے غم عشق — سب آبلے ہیں میرے دروتے میں صدف سے
دل اور جگر ہے تو جلے آتش غم میں — جی کیونکے بچاؤں کہوں اس آگ کی تف سے
شب اسکے سگ کوئے ہمیں پاس بٹھایا — ہم اپنے تئیں دور نہ کیوں کھینچیں شرف سے
چھاتی میں بھری آگ ہی کیا جسے شب و روز — چنگاریاں گرتی ہیں مری پلکو نکی صف سے

ای میر گدائی کروں در وازے کی اسکے
مانگوں ہوں یہی آٹھ پہر شاہ نجف سے

کہو کچھ میر کی وحشت سے ان گلیوں میں آنے کی
خبر کیوں پوچھتے ہیں مجھ سے لڑکے اُس دوانے کی

جہاں سے دل کو دیکھو منہ نظر جوں کان طاق آوے
نہ کی کچھ قدر انے حیف اس آئینہ خانے کی

ہمیں لیتے ہو آنکھوں میں موند کر لو تم کہ جنس اپنی
وفا و مہر ہی سو وہ نہیں بابت دکھانے کی

کہو ہو زیر لب کیا دیکھکر ہم ناتوانوں کو
ہماری جان میں طاقت نہیں باتیں اٹھانے کی

بر نگ طائر نو پر ہوئے آکر ارہ ہم اتھکر
کہ پھر پائی نہ ہمنے راہ اپنے آشیانے کی

عجب چوپڑ ہی ہر زماں اُرتا ہی رنگ اپنا
سمجھ میں چال کچھ آتی نہیں اپنے زمانے کی

اگر طالع کرے یاری تو مرئیے کر بلا جا کر
عبیر اپنے کفن کی خاک ہو اس آستانے کی

غزل اینک اور بھی اس گل زمیں میں قصد ہی کہئے
ہوئی ہی ابتو خو آخر ہمیں باتیں بنانے کی

تنگ ان پلکوں کو ہی تھوکر سے فتنے کے جگانے کی
طرح آتی ہی اس قدکو قیامت سر پہ لانے کی

کسو سے آنکھ کے ملتے ہی اپنی جان دے بیٹھے
نئی یہہ رسم ہم جانے میں چھوڑے دل لگانے کی

جہاں ہم آئے چہرے پر کہ میرے بال جا سوئے
ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہمسے منہ چھپانے کی

مسیں بھیگی ہیں اسکے سبزہ خط کی ندایت سے
مسیح خضر کو پہنچے بشارت زہر کھانے کی

جہاں اسکے لئے غربال کر تو میدہ ہو بیٹھے
یہی اُجرت ملی ہی کیا ہماری خاک چھانے کی

کہوں کیا ایک بوسہ لب کا دیکر خوب رگڑا ہا
رکھی ہر سو تلک منت کہو کی بات مانے کی

بگولا کوئی اُٹھتا ہی کہ آندھی کوئی آتی ہی
نشان یادگاری ہی ہماری خاک اُڑانے کی

کرے ہی داغ اسکا عید کو سب سے گلے ملنا
اُکت لے ہی نئی یہہ میر ہی چھاتی کے جلانے کی

لڑا کر آنکھ میں اس اوباش سے اک پل میں مر گذرا
حکایت ہو العجب ہی میر جی کے مارے جانے کی

گریبا شکل ہیئت آن کر ایسی نہیں دیکھی
کہ صورت آسماں کی دیکھکر میں نے زمیں دیکھی

کہو دیکھوگے تم جو وہ طرحدار اسطرف آیا
طرح ترکیب ایسی ہمنے ابتک تو نہیں دیکھی

مہ یک ہفتہ دلکش اس قدر کاہیکو ہوتا ہی
کروں ہوں شکر کے سجدے کو پیر نے وہ جبیں دیکھی

کہاں وہ طرز کیں اسکی کہاں چین جبیں اسکی
لگا کر بارہا اس شوخ سے تصویر چیں دیکھی

گریباں پھاڑ ڈالے دیکھکر دامن کشاں اسکو
پھٹے خرقے بہت جو چاک کی وہ آستیں دیکھی

ترے بیمار کی بالیں پہ جاکر ہم بہت روئے
بلا حسرت کے ساتھ اسکی نگاہ واپسیں دیکھی

نظر اسکی حیا سے میر پشت پا پر اکثر ہی
کہ جوں نے کاہیکو اسکی شی چشم شرمگیں دیکھی

دن فصل گل کے ایکے بھی جانے ہیں باؤ سے
دل داغ ہو رہا ہی چمن کے سبھاؤ سے

پہنچی نہ باس گل کی ہمارے مشام میں
یاں کھل رہے ہیں دیدہ خونبار گھاؤ سے

نامہ مرے عمل کا بھی ایسی کاش سا تھہ جاے
جب آسمان لپٹتیں گے کاغذ کے تاؤ سے

وارفتگان عشق بھی کیا طرفہ لوگ ہیں
دلکے گئے پہ دیتے ہیں جی کیسی چاؤ سے

کہتے تو کہیے بات کوئی دلکی میر سے
پر جی بہت ڈرے ہی اُنھونکے چواؤ سے

کیا جاں نکالی ہی جو دیکھے سو مر جاے
بھیچک کوئی رہ جاے کوئی جیسے گذر جاے

تا چند یہہ محمیازہ کشی تنگ ہوں یارب
آغوش مری ایک شب اس شوخ سے بھر جاے

بیطاقتی دل سے مری جان ہی لب پر
ٹھہرو کوئی دم تو مرا جی بھی ٹھہر جاے

پرتے نگہہ یار مرا حال ہی ویسا
بجلی کے تڑپنے سے کوئی جیسے کہ ڈر جاے

اُس آئینہ رو شوخ مفتن سے کہیں کیا
عاشق کو برا کہکے منہہ ہی منہہ میں مکر جاے

ناکس کی تلافی ستم کون کرے ہی
ڈرتا ہوں کہ وہ اور بھی آزردہ نکر جاے

جاتا ہی جدھر منزل مقصود نہیں وہ
آوارہ جو ہو عشق کا بیچارہ کدھر جاے

رونے میں مرے سرخچر ہو صبر کرو تک
بہہ سیل جو ایک زور سے آتا ہی اُتر جاے

کیا ذکر مرا میں تو کہیں اسے ملوں ہوں
ان خانہ خرابوں کی کہو جنکے گھر جاے

اس زلف کا ہر بال رگ جان ہی اپنی یاں جی ہی بکھرتا ہی صبا وہ جو بکھر جاے
گردش میں جو وے آنکھ نشے کی بھری دیکھیں ہشیار سروں کیتئیں یہ اپنی بسر جاے

آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اس جاذبہ کو میر
آتی ہی بہت دیر جو اس منہ پہ نظر جاے

بتوں کے جرم الفت پر ہمیں زجر و ملامت ہی مسلماں بھی خدا لگتے نہیں کہتے قیامت ہی
کھرا ہوتا نہیں وہ رہزن دل پاس عاشق کے موافق رسم کے اک دو رکی صاحب سلامت ہی
جھکی ہی شاخ پر گل ناز سے کیا صحن گلشن میں نہال قد کی اسکے مدعی تھی سو ندامت ہی
نکلتا ہی سحر خورشید ہر روز اسلیے گھر پر سے مقابل ہو گیا اسے تو اس سادہ کی شامت ہی

پئے دار و پرے پھرتے تھے کل تک میر کوچوں میں
انھیں کو مسجد جامع کی دیکھی آج امامت ہی

خدا کرے مرے دلکو تک اک قرار آوے کہ زندگی تو کروں جبتلک کہ یار آوے
کمانیں اسکی بھوؤں کی چڑھے ہی رہتی ہیں نہ جبتلک سر تیر ستم شکار آوے
ہمیں تو ایک گھڑی کل بغیر دو بھر ہی خدا ہی جانے کہ اب کبتلک بہار آوے
اٹھی بھی گرد رہ اسکی کہیں تو لطف ہی کیا جب انتظار میں آنکھوں ہی پر غبار آوے
ہر ایک شی کا ہی موسم نجانے تھا منصور کہ نخل دار میں حلق بریدہ بار آوے
تمھارے جوروں سے اب حال جاے عبرت ہی کشو سے کہئے تو اسکو نہ اعتبار آوے

نہیں ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میر
کہ اب جو دیکھوں اسی میں بہت نہ پیار آوے

نکلے ہی جی کا رستا آواز کی رکن سے آزردہ ہو نہ بلبل جاتے ہیں ہم چمن سے
جی غش کرے ہی ابتو رفتار دیکھ اسکی دیکھیں نبھے ہی اپنی کس طور اس چلن سے
گرمی سے اور کوئی گرمی نسے دیکھتا ہی اک آگ لگ اٹھے ہی اپنے تو تن بدن سے

رنگیں خرامی کیا کیا لیتی ہی کھینچ دل کو
کیا نقش پا کو اُسکے نسبت گل و سمن سے

ون رات گاہ و بیگہ جیب دیکھو ہیں سفر میں
ہم کسگھڑی وداعی یارب ہوئے وطن سے

دل سوختہ ہوں مجکو تکلیف حرف مت کر
اینک آگ کی لپٹ سی نکلے ہی ہر سخن سے

دل کا اسیر ہونا جی میر جانتا ہی
کیا پیچ پانچ دیکھے اس زلف پرشکن سے

کعبے کے در پہ تھے ہم یا دیر میں در آئے
آوارگی تو دیکھو کیدھر سے کیدھر آئے

دیوانگی ہی میری ایکے کوئی تماشا
رہتے ہیں گھیرے مجھکو کیا اپنے کیا پرائے

پاک اب ہوئی ہی کشتی ہمکو جو عشق سے تھی
عہدے سے اس بلا کے کب ناتواں بر آئے

وسعت بیاں کروں کیا دامان چشم تر کی
رونے سے میرے کیا کیا ابر مسیہ تر آئے

آہمنشیں بنے تو آج اُن کنے بھی چلیے
کہتے ہیں میر صاحب مدت میں کل گھر آئے

قصر و مکان و منزل ایکو نکو سب جگہہ ہی
ایکون کو جا نہیں ہی دنیا عجب جگہہ ہی

اُسکے بدن میں ہر جا دلکش ہی یوں ولیکن
یا سطح رخ جگہہ ہی یا کنج لب جگہہ ہی

پست و بلندیاں ہیں ارض و سما سے ظاہر
دیکھا جہاں کو تمنے کتنی کدب جگہہ ہی

دروازے سے لگے ہم تصویر سے کھڑے ہیں
دیوار و گاں کو اُسکی مجلس میں کب جگہہ ہی

بارے ادھر کیا ہی منہہ اُنے میر اپنا
ہو حرف زن سخن کی تیری بھی اب جگہہ ہی

دلکی بیماری سے طاقت طاق ہی
زندگانی اب تو کرنا شاق ہی

دم شماری سی ہی رنج قالب سے
اب حساب زندگی بیباق ہی

اپنی عزلت رکھتی ہی عالم ہی اور
یہہ سیہ روشہرۂ آفاق ہی

فرط خجلت سے گرا جاتا ہی سرو
قد دلکش اسکا مالا چاق ہی

دل زدہ کو اُسکے دیکھا نزع میں — تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہی
رنگ میں اُسکے جھمک ہی برق کی — سطح کبار خسار کا براق سا ہی
گو خط اسکے پشت لب کا زہر ہو — بوسۂ گنج دہن تریاق ہی
خشک کر دیتی ہی گرمی عشق کی — بید صحرائی سا مجنون فاق ہی

مت پڑا رہ دیر کے ٹکڑوں پہ میر
اُٹھ کے کعبے چل خدا رزاق ہی

بات کیا آدمی کی بن آئی — آسماں سے زمین مہوائی
چرخ زن اُسکے واسطے ہی مدام — ہو گیا دن تمام رات آئی
ماہ و خورشید و ابر و باد سبھی — اسکی خاطر ہوئے ہیں سودائی
کیسے کیسے کیئے نرد و جب — رنگ رنگ اسکو چیز پہنچائی
اسکو ترجیح سب کے اوپر دی — لطف حق نے کی عزت افزائی
حیرت آتی ہی اسکی باتیں دیکھ — خود سری خودستائی خودرائی
شکر کے سجدہ میں یہہ واجب تھا — یہہ بھی کرتا سدا جبیں سائی
سو تو اسکی طبیعت سرکش — سر نہ لائے فرو کہ تک لائی

میر ناچیز مشت خاک اسہ
انے یہہ کبریا کہاں پائی

دست بستہ کام ناخن کر گئے — سب خراشوں ہی سے جبہے بھر گئے
بتکدے سے تو چلے کعبے ولے — دس قدم ہم دلکو کر پتھر گئے
کیا جوارتی سی سنی آئے ہیں گاں — ہم اسیروں کے تو بال و پر گئے
مجلسوں کی مجلسیں برہم ہوئیں — لوگ وے پل مارتے کیدھر گئے
تجھ لب جو پر جو گرم دید یار — سبزے کے سے رنگ مژگاں تر گئے

خانوادے ہو گئے کیا کیا خراب خانہ ساز دین کیسے مر گئے

دست افشاں پاے کوباں شوق میں

صومعے سے میر بھی باہر گئے

تمت تمام شد

دیوان سیوم میر تقی عفی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان چہارم

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا سرمایۂ توکل یاں نام ہی خدا کا

میں نے نکل جنوں سے مشق قلندری کی زنجیر سر ہوا ہی تھا سلسلہ جو پا کا

یارب ہماری جانب یہہ ننگ کیوں ہی عاید جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لیں وفا کا

کیا فقر میں گذر ہو چشم طمع سئے بن ہی راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

ابر اور جوش گل ہی چل خانقہ سے صوفی ہی لطف میکدے میں وہ چند اس ہوا کا

ہم وحشیوں سے مدت مانوس جو رہے ہیں محبوں کو شوخ لڑکے کہنے لگے ہیں کاکا

آلودہ خوں سے ناخن ہیں شیر کے سے ہر سو جنگل میں چل بنے تو پھولا ہی زور ڈھاکا

یے دو ہی صورتیں ہیں یا منعکس ہی عالم یا عالم آئینہ ہی اُس یار خود نما کا

کیا میں ہی جاں بلب ہوں بیماریٔ دلی سے — مارا ہوا ہی عالم اُس دردِ بے دوا کا
زلف سیاہ اُسکی رہتی ہی چت چڑھی ہی — میں مبتلا ہوا ہوں ای واے کس بلا کا

غیرت سے تنگ آئے غیروں سے لڑ مرینگے
آگے بھی میر سید کرتے گئے ہیں سا کا

واجب کا ہو نہ ممکن مصدر صفت ثنا کا — قدرت سے اُسکی لب پر نام آوے ہی خدا کا
سب روم روم تن میں زردی غم بھری ہی — خاک جسد ہی میری کس کان زر کا خاکا
بند اُس قبا کے کھولیں کیا ناخن فقیراں — وابستہ ہی یہہ عقدہ شاید کسو دعا کا
ناسازی طبیعت کیا ہی جواں ہوئے پر — اوباش وہ ستمگر لڑکا ہی تھا لڑاکا
گل پھول فصل گل میں صد رنگ ہیں شگفتہ — میں دلزدہ ہوں ایکے رنگینیٔ ہوا کا
عاشق کی چشم تر میں گو دبتے آویں لیکن — پانوں کا دلبرونکے چھپتا نہیں چھپا کا

زوریں کش اُن جواں کی کسے کماں کھنچے ہی
تھا یکہ و جنازا میر اُنے جسکو تاکا

قصہ کہیں سو کیا کہیں ملنے کی رات کا — پہروں چواؤ اُنے رکھا بات بات کا
جرات سے گرچہ زرد ہوں پر مانتا ہی کون — منہہ لال جبتلک نکروں پانچ سات کا
کیونکر بسر کرے غم و غصے میں ہجر کے — خوگر جو ہو کسو کے کوئی التفات کا
جاگہہ سے لیگیا ہمیں اُسکا خرام ناز — ٹھہراؤ ہو سکا نہ قرار و ثبات کا
ڈرتا ہوں مالکان جزا چھاتی دیکھہ کر — کہنے لگیں نہ واہ رے زخم اُسکے ہاتھہ کا
واعظ کہے سو سچ ہی ولے میفروش سے — ہم ذکر بھی سنا نہیں صوم و صلوات کا
بھونکا کریں رقیب پڑے کوئی یار میں — کسکیتئیں دماغ عفف ہی سگات کا
ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات میں گیا — پردے میں رو سیاہ ہی آب حیات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہی — کچھہ ہو تو اعتبار بھی ہو کاینات کا

گر یار میرا ہاں ہی تو کام سہل ہی
اندیشہ تجھکو یونہیں ہی اپنی نجات کا

سجا ہاں تنہا فاں تا ہاں کیا ہو ا کام مشکل توکل کیا
نہیں تاب لاتا دل زار اب بہت ہمنے صبر و تحمل کیا
زمین غزل ملک سی ہو گئی یہہ قطعہ تصرف میں با کل کیا
جنوں تھا نہ مجکو نہ چپ رہ سکا کہ زنجیر تو نے تو میں غل کیا
نہ سوز دروں فصل گل میں چھپا سرو سینے سے داغ نے گل کیا
ہمیں شوق نے صاحبو کھو دیا غلاموں سے اُسکے تو سل کیا

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہمنے تامل کیا

رفتۂ عشق کیا ہوں میں اب کا جا چکا ہوں جہان سے کب کا
لوگ جب ذکر یار کرتے ہیں دیکھہ رہتا ہوں دیر منہہ سب کا
مست رہتا ہوں جیسے ہوش آیا میں بھی عاشق ہوں اپنے مشرب کا
ہم تو نا کام ہی چلے یاں سے تمکو ہو گا وصول مطلب کا
ور سں کہئے جنوں کا تو مجنوں ہمنے آگے ہی طفل مکتب کا
لعل کی بات کون سنتا ہی شور ہی زور یار کے لب کا

زلف سا پیچدار ہی ہر شعر
ہی سخن میر کا عجب ڈھب کا

میں جو نظر سے اُسکی گیا تو وہ سرگرم کار اپنا کہنے لگا چہکا سا ہو کر ہاے در یغ شکار اپنا
کیا یاری کر دور پھرا وہ کیا کیا انے فریب کئے جسکے لئے آوارہ ہوئے ہم چھوٹا شہر و دیار اپنا
ہاتھہ گلے میں انے مدآ لا میں یہہ گلا جا کا تو نگا تم غصے سے دیکھو ہو نگا آپھی گلے کا ہار اپنا

چھاتی پہ سانپ سا پھر جاتا ہی یاد میں اسکے بالونکی — جی میں لہر آوے ہی لیکن رہتا ہوں من مارا اپنا
بات کہی تلوار نکالی آنکھ لڑائی جی مارے — کیونکے جتاوے اسسے کوئی ربط محبت پیار اپنا
ہمنے بار وفاداری میں کوتاہی نکی تقصیر نکی — کیا روویں چاہت کے اثر کو وہ نہوا تک یار اپنا

رحم کیا کر طف کیا کر پوچھ لیا کر آخر ہی
میر اپنا غمخوار اپنا پھر زار اپنا بیمار اپنا

ہی کاش مرے سر پر یکبار وہ آجاتا — ٹھہرا وسا ہو جاتا یوں جی نہ چلا جاتا
نب تک ہی تحمل ہی جب تک نہیں آتا وہ — اس رستے نکلتا تو ہمسے نرہا جاتا
اک آگ لگا وی ہی چھاتی میں جدائی نے — وہ مہ گلے لگتا تو یوں دل نہ جلا جاتا
یالاگ کی وے باتیں یا ایسی ہی بیزاری — وہ جو نہ لگا لیتا تو میں نہ لگا جاتا
کیا نور کا بکتہ ہی چہرہ کہ شب مہ میں — منہ کھولے جو سو رہتا تو ماہ چھپا جاتا
اس شوق نے دلکے بھی کیا بات بڑھائی تھی — رقعہ اسے لکھتے تو طومار لکھا جاتا
یہ ہمدمی کا دعوی اسکے لب خنداں سے — بس کچھ نہ چلا ورنہ پستے کو چبا جاتا
اپنو نرا وہ بھی طاقت گئی سب دلکی — جو حال کہو اپنا میں تمکو سنا جاتا

وسواس نکرتا تھا مرجانے سے ہجراں میں
تھا میر تو ایسا بھی دل جی سے اتھا جاتا

مستانہ اگرچہ میں طاعت کو لگا جاتا — پر بعد نماز اتھہ کر میخانے چلا جاتا
بازار میں ہو جانا اس مہ کا تماشا تھا — یوسف بھی جو واں ہوتا تو اسپہ بکا جاتا
دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر پھر میں — جی مفت مرا جاتا اس شوخ کا کیا جاتا
شب آہ شرر افشاں ہونٹوں سے بھری میرے — سر کھینچتا یہہ شعلہ تو مجکو جلا جاتا
کیا شوق کی باتوں کی تحریر ہوئی مشکل — تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا
آنکھیں مری کالی تو اس چہرے ہی پر تیں — کیا ہوتا یکایک وہ سر پر مرے آجاتا

پد

سبزے کا ہوا روکش خط رخ جاناں کے — جو ہاتھہ مرے چڑھتا تو پان کو کھا جاتا
ہی شوق سیہ رو سے بدنامی و رسوائی — کیون کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا
تھا میر بھی دیوانہ پر ساتھہ ظرافت کے
ہم سلسلہ داروں کی زنجیر ہلا جاتا

یہہ دل نے کیا کیا کہ اسیر بلا کیا — اس زلف پر شکن نے مجھے مبتلا کیا
گو بیکسی سے عشق کی آتش میں جل بجھا — میں جون چراغ گورا کیلا جلا کیا
آیا نہ اسطرف سے جواب ایک حرف کا — ہر روز خط شوق ادھر سے چلا کیا
ڈرتا ہی میں رہا کہ پلک کوئی گر بجاے — آنکھون سے اسکی رات جو تلوے ملا کیا
بدحال ٹھنڈی سانسیں بھرا کبتلک کرے
سرگرم مرگ میر ہوا تو بھلا کیا

در پر سے ترے ابکے جاؤں گا تو جاؤں گا — پاں پھر اگر آؤں گا سید نکہاؤں گا
یہہ نذر بدی ہی میں کعبے سے جو اٹھتا ہو — بتخانے میں جاؤں گا زنار بندھاؤں گا
آزار بہت کھینچے یہہ عہد کیا ہی اب — آیندہ کسو سے میں دلکو نہ لگاؤنگا
سرگرم طلب ہو کر کھویا سا گیا آپھی — کیا جانئے پاؤنگا یا اُسکو نہاؤنگا
گر میر ہون چپکا سا پر طرفہ ہنرور ہون
بگڑیگا نہ ٹک وہ تو سو باتیں سناؤنگا

دیوانگی میں مجنون میرے حضور کیا تھا — لڑکا سا اُن دنوں تھا اُسکو شعور کیا تھا
گردن کشی سے اپنی مارے گئے ہم آخر — عاشق اگر ہوئے تھے ناز و غرور کیا تھا
غم قرب بعد کا تھا جب تک نہ ہمنے جانا — اب مرتبہ جو سمجھے وہ اتنا دور کیا تھا
ای واے یہہ نہ سمجھے مارے پڑینگے اس میں — اظہار عشق کرنا ہمکو ضرور کیا تھا
مرتا تھا جسکی خاطر اسکی طرف نہ دیکھا

میر سم ز سیدہ ظالم عیو ر کیا تھا

دلکو گل کہتے تھے درد و غمسے مرجھا یا گیا
جی کو مہمان سمجھتے تھے مہمان سا آیا گیا

عشق سے ہو حال جی میں کچھہ تو کہئے دیکھیو
ایک دن باتیں ہی کرتے کرتے سمجھا یا گیا

جستجو میں یہہ تعب کھینچی کہ آخر ہو گئے
ہم تو کھوئے بھی گئے لیکن نہ کچھہ پا یا گیا

اک نگاہہ کرنے میں غارت کر دیا ای وائے ہم
دل جو ساری عمر کا اپنا تھا سرمایا گیا

کیا تعجب ہی جو کوئی دل زدہ ناگہہ مرے
اضطراب عشق سے جی تن میں گھبرایا گیا

ماہ کہتے تو کہا اُس روئے خوش کا ہی حریف
شہر میں پھر ہمسے منہہ اپنا نہ دکھلا یا گیا

جیسے پرچھائیں دکھائی دے کے ہو جاتی ہی محو
میر بھی اُس کام جاں کا وہیں تھا سا یا گیا

ہم مست عشق جسکے تھے وہ روتھہ کر گیا
دیکھہ اُسکو بید ماغ نشہ سب اتر گیا

جاں بخشی اسکے ہونٹھوں کی سن آب زندگی
ایسا چھپا کہیں کہ کہا جاے مر گیا

کہتے ہیں میر کیجے کیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا

شاید جگر حرارت عشقی سے جلگیا
کل درد دل کہا سو مرا منہہ ابل گیا

لے یار حیف باغ میں دل تک بہل گیا
دے گل کو آگ چار طرف میں نہ جل گیا

اس آہوے رمیدہ کی شوخی کہیں سو کیا
دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا

دن رات خوں کیا ہی کئے ہم جگر کو پھر
گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا

شیوہ بدلنے سے تو نہیں اسکے لے حوا ل
اندیشہ یہہ ہی طور ہی اسکا بدل گیا

ہر چند میں نے شوق کو پنہاں کیا ولے
اینک آدھہ حرف پیار کا منہہ سے نکل گیا

کرتے ہیں نذر ہم کہ نہ الفت کریں کہیں
گر دل ضعیف ایکے ہمارا سنبھل گیا

چلنے لگے تھے راہ طلب سرجنر ار شکر
پہلے قدم ہی پانوں ہمارا بچل گیا

میں وہ دلا تو آگے ہی تھا فرط شوق سے
طور اسکا دیکھ اور بھی کچھ دل وہاں گیا

سراب لگے جھکانے بہت خاک کی طرف
شاید کہ میر جی کا دماغی خلل گیا

عشق رسوائی طلب نے مجکو سرگرداں کیا
کیا خرابی سر پہ لایا صومعہ ویراں کیا

ہمسے تو جز مرگ کچھ تدبیر بن آتی نہیں
تم کہو کیا ہمنے درد عشق کا درماں کیا

داخل دیوانگی ہی تھی ہماری عاشقی
یعنے اس سودے میں ہمنے جان کا نقصان کیا

شکر کیا اسکی کریمی کا ادا بندے سے ہو
ایسی اک ناچیز مشت خاک کو انسان کیا

تیغ سی بھوں جھکائیں ہر چہیاں سی وے مژہ
خون کا مجھ بیسر و پا کے بلا ساماں کیا

اینک ہی انداز نے اس کافر بیمہر کے
ساکنان کعبہ کو بے دین و بے ایماں کیا

لکھنؤ ولی سے آیا یاں بھی رہتا ہی اداس
میر کو سیر گشتگی نے بیدل و حیران کیا

دل سنبھالے کہیں میں کل جو چلا جاتا تھا
ضعف اتنا تھا کہے بات دھلا جاتا تھا

بید ماغی کا سمان دیکھنے کی کسکو تاب
آنکھیں ملتا تھا جو وہ جی ہی ملا جاتا تھا

سوزش دل کے سبب مرگ تھی عاشق کی
اپنی غیرت میں وہ کچھ آپ بھی جلا جاتا تھا

ہاہلادے ہی حقیری سے مجھے اب وہ بھی
جس مٹکنے سے نہ جا گہہ سے ہلا جاتا تھا

میر کو واقعہ کیا جانئے کیا تھا درپیش
کہ طرف دشت کے جون سیاں پلا جاتا تھا

ترک لباس سے مرے اُسے کیا وہ رفتہ رعنائی کا
جانے کا دامن پانو میں اُلجھا تھا انچل اکلائی کا

پاس ہے اُسکے جاتا ہی وہ تو آپ میں میں رہتا ہی نہیں
لیجاتا ہی جاسے مجھکو جانا اُس ہرجائی کا

حال نہ مسراد یکھے ہی نہ کہے سے تامل ہی اُسکو
محو ہی خود آرائی کا یا بیخود ہی خود رائی کا

ظاہر میں خورشید ہوا وہ نور میں اپنے پنہاں ہی
طالب نہیں ہی حسن سے چھپنا ایسے بھی پیدائی کا

یاد میں اسکی قامت کی میں لوہو رو رو سوکھ گیا — آخر یہہ عمیازہ کھینچا اس خرچ بالائی کا
بعد مرگ چراغ نہ لاوے گور پہ وہ عاشق کی آہ — جیتے جی بھی داغ ہی تھا میں اسکی بے پروائی کا

چشم وفا خواہان زماں سے سادہ ہو سو رکھے میر
قصہ ہی مشہور زمانہ پہلے دونوں بھائی کا

پھرے ہی وحشی سا گم گشتہ عشق کا تیرا — سبھوں سے پاتے ہیں بیگانہ آشنا تیرا
دریغ و درد تجھے کیوں ہی یاں تو جی ہی گئے — ہوا ہی ایک نگہ میں زیان کیا تیرا
جہاں بھرا ہی ترے شور حسن و خوبی سے — لبوں پہ لوگ کے ہی ذکر جا بجا تیرا
نگاہ ایک ادھر ایک تیغ تیز کی اور — ہمارا خون ہی کرنا ہی مدعا تیرا

نظر کنھوں نے نہ کی حال میر پر افسوس
غریب شہر وفا تھا وہ خاکسا تیرا

صورت شیریں کے آگے کام اپنا کر گیا — عشق میں کس حسن سے فرہاد ظالم مر گیا
خانہ آبادی ہمیں بھی دلکی یوں ہی آرزو — جیسے جلوے سے ترے گھر آرسی کا بھر گیا

میر سختی اکثر تھا غافل پر خدا نے خیر کی
حادثے کا کیسا اسکے سر پہ سے پتھر گیا

گیا عشق سو پھر مجھے غم ہوا — سفر ہم رہیں حال درہم رہا
ضعیف و قوی دونوں رہتے ہیں یاں — نہ یاں زال تھہرا نہ رستم رہا
سحر جلوہ کیونکر کرے کل ہو کیا — یہہ اندیشہ ہر رات ہر دم رہا
ہوا غم مجھے خون جگر میں نہیں — اگر آنسو آتے کوئی تھم رہا

رہی آتی اک سی سینے میں سر
بہت دل تپھتے کا اودھم رہا

تکے گیا مد بنے گیا کر بلا گیا — جیسا گیا تھا ویسا ہی حال پھر کے آ گیا

دیکھا ہو کچھ اس آمد و شد میں تو میں کہوں — خود گم ہوا ہوں بات کی تہ اب جو پا گیا

کپڑے گلے کے میرے نہوں آبدیدہ کیوں — مانند ابر دیدۂ تر اب تو چھا گیا

جان سوز آہ و نالہ سمجھتا نہیں ہوں میں — یک شعلہ میرے دل سے اٹھا تھا جلا گیا

وہ مجھ سے بھاگتا ہی پھرا کبر و ناز سے — جوں جوں نیاز کر کے میں اسے لگا گیا

جور سپہر دوں سے برا حال تھا بہت — میں شرم نا کسی سے زمیں میں سما گیا

دیکھا جو راہ جاتے تبختر کے ساتھ اسے — پھر مجھ شکستہ پا سے نہ یکدم رہا گیا

بیٹھا تو بورئے کتیں سر پہ رکھ کے میر
صف کس ادب سے ہم فقرا کی اٹھا گیا

عشق کی ہی بیماری ہمکو دل اپنا سب درد ہوا — رنگ بدن میت کے رنگوں جیتے جی ہی پہ زرد ہوا

تب بھی نہ سر کھینچا تھا ہمنے آخر مر کر خاک ہوئے
اب جو غبار ضعیف اٹھا تھا پامالی میں گرد ہوا

عشق کیا کیا آفتیں لاتا رہا — آخر اب دوری میں جی جاتا رہا

مہر و مہ گل پھول سب تھے پر ہمیں — چہرئی چہرہ ہی وہ بھاتا رہا

دل ہوا کب عشق کی رہ کا دلیل — میں تو خود گم ہی اسے پاتا رہا

منہہ دکھاتا برسوں وہ خوشرو نہیں — چاہ کا یوں کب تلک ناتا رہا

کچھ نہ میں سمجھا جنون و عشق میں — دیر ناصح مجھکو سمجھاتا رہا

داغ تھا جو سر پہ میرے شمع سان — پا بو تک مجھکو وہی کھاتا رہا

کیسے کیسے رک گئے ہیں میر ہم
مدتوں منہہ تک جگر آتا رہا

اوصاف مو کے شعر سے الجھاؤ پڑ گیا — انتوں کو سلک در جو کہا میں سو لڑ گیا

جیسے جی یہہ ملا نہ رہا سو رہا غریب — جو دل شکستہ ساتھ سے اسکو بچھڑ گیا

کیا اُسکے دل جلے کی تمامی میں دیر ہو — جیسے چراغ صبح شتابی نبڑ گیا
فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا — بیطاقتی جو دل نے بہت کی پچھڑ گیا
گل رنگ رنگ شاخ سے نکلا بہار میں — آنکھیں سی کھل گئیں ہیں جو مرجھا کے جھڑ گیا
یاں حادثے کی باد سے ہر یک شجر حجر — کیسا ہی پایدار تھا آخر اکھڑ گیا

شرماوے سرو ہووے اگر آدمی روش
وصف اسکے قد کا میر سے سنکر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہمنے مارا تھا — کچھ ہمارا اسی میں وارا تھا
کون لیتا تھا نام مجنوں کا — جب کہ عہد جنوں ہمارا تھا
کوہ فرہاد سے کہیں آگے — سر مرا اور سنگ خارا تھا
ہم تو تھے محو دوستی اُسکی — گو کہ دشمن جہان سارا تھا
لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی — جب تلک لطف کچھ تمہارا تھا
آستاں کی کسو کے خاک ہوا — آسماں کا بھی کیا ستارا تھا
پانوں چھاتی پہ میری رکھ چلتا — یاں کبھو اسکا یوں گذارا تھا
موسم گل میں ہم نچھوٹے حیف — گشت تھا دید تھا نظارا تھا
اُسکی ابرو جو ٹک جھکی ادھر — قتل کا تیغ سے اشارا تھا

عشق بازی میں کیا موئے ہیں میر
آگے ہی جی اُنھوں نے ہارا تھا

خوب کیا جو اہل کرم کے جود کا کچھ نہ خیال کیا — ہم جو فقیر ہوئے تو ہمنے پہلے ترک سوال کیا
روند کے جور سے ہمکو پانوں حنائی اپنے کئے — خون ہمارا بسمل گہہ میں کن رنگوں پامال کیا
نکلے ہی گر گھاس جلی بھی خاک سے الفت گشتنکی — یہہ بالیدہ سپہر پھرے ہی گویا انے نہال کیا
دل جو ہمارا خون ہوا تھا رنج والم میں گذری ہمان — یعنے ماتم اس رفتہ کا ہمنے ماہ و سال کیا

میر سدا بیحال رہو ہو مہر و وفا سب کرتے ہیں
تمنے عشق کیا سو صاحب کیا یہہ اپنا حال کیا

ہم کوے مغاں میں تھے ماہ رمضان آیا — صد شکر کہ مستی میں جانا نہ کہاں آیا
گو قدر محبت میں تھی سہل مری لیکن — سستا جو بکا میں تو مجھکو بھی گراں آیا
رسم اٹھہ گئی دنیا سے یکبار مروت کی — کیا لوگ زمیں پر ہیں کیسا یہہ سماں آیا
یہہ نفع ہوا نقصاں چاہت میں گیا جی کا — کی ایک نگہہ انے سو جی کا زیاں آیا
بلبل بھی تو نالاں تھی پر سارے گلستاں میں — اک آگ بھڑکی میں جب سر گرم فغاں آیا
طایر کی بھی رہتی ہی پھر جان چمن ہی میں — گل آئے جہاں وہ بھی جوں آب رواں آیا
خلوت ہی رہا کی ہی مجلس میں تو یوں اسکی
ہوتا ہی جہاں یک جا میں میر جہاں آیا

خوں نہوا دل چاہئے جیسا گو اب کام سے جاویگا — کام اپنے وہ کیا آیا جو کام ہمارے آویگا
آنکھیں لگی رہتی ہیں اکثر چاک قفس سے اسیرونکی — جھونکا باد بہاری کا گلبرگ کوئی یاں لاویگا
فتنے کتنے جمع ہوئے ہیں زلف و خال و خد و قد — کوئی نکوئی عہد میں میرے سر ان میں سے اٹھاویگا
عشق میں تیرے کیا کیا سنکر یار گئی کر جاتے ہیں — یعنے غم کھاتے ہیں بہت ہم غم بھی ہمکو کھاویگا
ایک نگہہ کی امید بھی اسکی چشم شوخ سے ہمکو نہیں — ایدھر اودھر دیکھے گا پر ہمسے آنکھ چھپاویگا
ابتو جوانی کا یہہ نشہ ہی بیخود مجھکو رکھے گا — ہوش گیا پھر آویگا تو دیر تلک پچتاویگا
دیر سے اس اندیشے نے ناکام رکھا ہی میر ہمیں
پانو چھوئینگے اسکے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاویگا

بہار آئی چلو چمن میں ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا — کہاں تلک گل نہووے غنچہ رہا مندے منہہ سو تنگ آیا
چلے ہیں مونڈھے پھٹتی ہی کہنی چسی ہی چولی پھسی ہی مہری — قیامت اسکی ہی تنگ پوشی ہمارا جی تو بہ تنگ آیا
وہی ہی رونا وہی ہی کڑھنا وہی ہی شورش جوانی کی سی

برھا پا آیا ہی عشق ہی میں پہ میر ناسکو نہ رنگ آیا

دلکو کہیں لگنے دو میرے کیا کیا رنگ دکھاؤنگا
چہرے سے خونناب ملونگا پھولوں سے گل کھاؤنگا

عہد کئے جاؤن ہوں ایکے آخر مجھکو غیرت ہی
تو بھی منانے آویگا تو سامنہ نہ تیرے آؤنگا

گرچہ نصیحت سب ضایع ہی لیکن خاطر ناصح کی
دل دیوانا کیا سمجھیگا اور بھی میں سمجھاؤنگا

جھک کے سلام کسو کو کرنا سجدہ ہی ہوجاتا ہی
سر جاوے گو اس میں میرا سر نہ فرو میں لاؤنگا

سر ہی سے سروا یہہ سب ہی ہجر کی اسکے کلفت میں
سر کو کاٹکے ہاتھہ پہ رکھے آپھی مانے جاؤنگا

خاک ملا منہہ خون آنکھو نمیں چاک گریباں تا دامن
صورت حال اب اپنی اسکی خاطر خواہ بناؤنگا

دل کتیں اس راہ میں کھوا فسوس کناں اب پھرتا ہوں
یعنے رفیق شفیق پھر ایسے میر کہاں میں پاؤنگا

اگرچہ جہاں میں نے سب چھان مارا
ولے اسکی نا یابی نے جان مارا

قیامت کو جرمانۂ شاعری پر
مرے سر سے میرا ہی دیوان مارا

رہائی ہی اس صید افگن سے مشکل
گیا سا نجھہ تو صبح پھر آن مارا

لگا آتشیں نالہ شب اپنے دلکو
اس انداز سے جیسے اک بان مارا

قیامت کا عرصہ ہی اپنی میر و رہم
مرے شور و زاری کے میدان مارا

جگر خوں کیا چشم نم کر گیا
گیا دل سو ہم پر ستم کر گیا

ان آنکھوں کو نرگس لکھا تھا کہیں
مرے ہاتھہ دونوں قلم کر گیا

شب اک شعلہ دل سے ہوا تھا بلند
تن زار میرا بھسم کر گیا

مرے مزرع زرد پر شکر ہی
کل اک ابر آیا کرم کر گیا

نہ اک بار وعدہ وفا کر سکا
بہت بار قول و قسم کر گیا

فقیری میں تھا شیب بار گراں
قد راست کو اپنے خم کر گیا

پر

بکائے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھوں کا تو ورم کر گیا

یاری کئے کھو کا کا ہیکو نام نکلا — ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا
ہنگامے سے جہاں میں ہمنے جنوں کیا ہی — ہم جس طرف سے نکلے ساتھ ازدحام نکلا
پامالی کے خطر سے نکلا نہ کبک اودھر — جیدھر سے ناز کرتا وہ خوشخرام نکلا
جنگ زمانہ میں تو مبحث ہی عشق ہی کا — بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا
جانا تھا ہمنے تجھکو تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا بھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اُس ستم ایجاد سے ہوا — ظلم صریح عشق کی امداد سے ہوا
شیریں کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دیں — جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا
خوش زمزمہ طیور رہی ہوتے ہائے میرا سیر
ہم پر ستم یہہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا — داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خونبار کیا
جرم ہی ہم اُلفت کشتوں کا لگپڑنے سے شوخ ہوا — اب کہتے ہائے دل میں اپنے ہمنے اُسے کیوں پیار کیا
چاہا ہمنے کہا کہا تھا پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا — عزت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا
پیش گئی کب پیش زمانہ طبع خشن ہر ناکس کی — اک گردش میں سپہر نے جیسے سطح زمیں ہموار کیا
سادگی میری آہ نجانا جی ہی اس میں جاتا ہی
عشق کا اُس پرکار کے ہائے نے لوگوں میں اقرار کیا

سینے کا سوز بہت بھڑکا جلا تن مارا — جامہ جیبوں نے غضب آگ پہ دامن مارا
صورت اُسکی مری کھینچی تھی گلے لگتے ہوئے — سو جفا کار نے نقاش کو گردن مارا
دل ہی میں خوں ہوئی وصل کی خواہش اے میر

ہمنے آزاد گئی ہجر سے کیا من مارا

پیری میں لے دنداں ہو بیٹھے پر افسوس یہہ ہمکو رہا — دانت تمہارے منہہ میں کبی ہیں اسمیں غرور نے یوں نکہا

کیا روداد کہیں ہم اپنی گریہ زار محبت کی — رونا سا کوئی روئے ہیں آنکھونسے اک رود بہا

صبر مرا سا بیکجر می پر ہونسکیگا انساں سے
جور و جفا و ستم جو گذرے سب لچھہ میں نے میر سہا

چاہت کا اظہار کیا سو اپنا کام خراب ہوا — اس پردے کے اٹھہ جانے سے اسکو ہمسے حجاب ہوا

ساری ساری راتیں جاگے عجز و نیاز و زاری کی — تب جا کر مانے کا اسکے صبح کے ہوتے جواب ہوا

کیا کہئے مہتاب میں شب کے وہ بھی تک آبیٹھا تھا — تاب رخ اس مہ نے دیکھی سو درجہ بیتاب ہوا

شمع جو آگے شبام کو آئی رشک سے جل کر خاک ہوئی — صبح گل تر سامنے ہو کر جو ہش شرم سے آب ہوا

مرتے سنتے ہم عشق کے رفتہ رفتہ کٹھن سے یعنے میر
دیر میسر اس عالم میں مرنے کا اسباب ہوا

تھا محبت سے کبھو ہم میں کبھو یہہ غم میں تھا — دل کا ہنگامہ قیامت خاک کے عالم میں تھا

کیا ہوا پہلو سے دل کیا جانو کیا جانو ہوں میں — ایک قطرہ خون جسمکنا صبح چشم نم میں تھا

میر گذرے دونوں یاں عید و محرم ایک سے
یعنے دس دن جینے کے میں سو بھی ماتم میں تھا

وفاداری نے جی مارا ہمارا — اسی میں ہوگا کچھہ وارا ہمارا

چرچی تیوری کبھو اسکی نہ اترے — غضب ہی قہر ہی پیارا ہمارا

رہا افسوس آنکھیں تر ہوئیں تو — کہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا

ہ باری یاوری طالع نے کچھہ کی — گیا بے یار سب یارا ہمارا

گلہ لب تک نہ آیا میر ہرگز
کہا جی میں غم سارا ہمارا

ہوا جو خوں دل خرابی آئی ہر ایک اعضا میں ہی فتور اب — حواس گم ہیں دماغ کم ہی رہا سہا بھی گیا شعور اب
مریں گے غائب ہزار یوں تو نظر میں ہر گز نہ لاؤ ٹکاؤ تو — کریں گے ضائع ہم آپ ہی کو بتنگ ہو کر ترے حضور اب

وجوب و امکاں میں کیا ہی نسبت کہ میر بندے کا پیش صاحب
نہیں ہی ہونا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہی کیا ضرور اب

گیا گئی جان و دل سے تاب شتاب — آنسو آتے ہیں اب شتاب شتاب
ہائیں وے پلکیں اور کیے رخنے — حال دل ہو گیا خراب شتاب
یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی — جوں گیا موسم شباب شتاب
پیر ہو کر ہوا ہوں یوں غافل — جیسے لڑکوں کو آوے خواب شتاب
مرتے ہیں ہو جواب نامہ وہی — آوے خط کا اگر جواب شتاب
مہربانی تو دیر میں ہی کہو — ہی دل آزاری و عتاب شتاب

یاں قدم چاہیے رکھیں گن کر
میر لے ہی کوئی حساب شتاب

بیکار بھی ذرکار ہیں سرکار میں صاحب — آتے ہیں کھنچے ہم کہو بیکار میں صاحب
محروم نہ رہ جائیں کہیں بعد فنا بھی — شبہ ہی ہمیں یار کے دیدار میں صاحب
لیتی ہی ہوا رنگ سراپا ترے آگے — معلوم نہیں ہوتے ہو گلزار میں صاحب
رہتا تھا سر زلف بھی زیر کلہ آگے — سو بال کہ سر نکلے ہیں دستار میں صاحب
ہی چار طرف شور مری بیخبری کا — کیا کیا خبریں آتی ہیں اخبار میں صاحب
گو فہم نہو کفر کی اسلام کی نسبت — رشتہ ہی عجب سبحہ و زنار میں صاحب
یا گفتگو کا میری نکر تے تھے کہو ذکر — یا ہر سخن اب آوے ہی تکرار میں صاحب
طالع سے زلیخا نے لیا مصر میں یوسف — کب ایسا غلام آوے ہی بازار میں صاحب
رکھتی ہی لکھا سا تھہ مٹا دینے کا میرے — جوہر نہیں ہی آپ کی تلوار میں صاحب

یہہ عرض مری یاد رہے بندگی میں میر
جی بچتے نہیں عشق کے اظہار میں صاحب

درد سر کا پہر پہر ہی اب — زندگانی ہی درد سر ہی اب
وہ دماغ ضعیف بھی نرہا — بیدماغی ہی بیشتر ہی اب
کیا ہمیں ہم تو ہو چلے ٹھنڈے — گرم گو یار کی خبر ہی اب
کیا کہیں حال خاطر آشفتہ — دل خدا جانئے کدھر ہی اب

عزلتی میر جوں صبا اُس بن
خاک بر سر ہی دربدر ہی اب

جوش رونے کا مجھے آیا ہی اب — دیدۂ تر ابر سا چھایا ہی اب
ٹیڑھے بانکے سیدھے سب ہو جائینگے — اُسکے بالوں نے بھی بل کھایا ہی اب
ہوں بیخود تو کوئی پہنچے مجھ تلک — بیخودی نے حال پہنچایا ہی اب
کاشکے ہو جاے سینہ چاک چاک — رکتے رکتے جی بھی گھبرایا ہی اب
راہ پر وہ کیونکے آوے مست ناز — دشمنوں نے اُسکو بہکایا ہی اب
کیا جئینگے داغ ہو کر خون ہوا — زندگی کا دل جو سرمایا ہی اب

میر شاید کعبے ہی میں رہ پرے
دیر سے یاں تو خدا لایا ہی اب

کیا کریں تدبیر دل مقدور سے باہر ہی اب — نا امید اس زندگانی کرنے سے اکثر ہی اب
جن دنوں ہم کافروں سے ربط تھاوے ہو چکے — وہ بت بیمہر اپنی اور سے پتھر ہی اب
دور تک رسوا ہوا ہوں شہروں شہروں ملک ملک — میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہی اب
وہ طبیعت ہی نہیں ہی میری ای مشفق طبیب — کر دوا جو طبع میں آوے تری بہتر ہی اب
بیخود اُس مست ادا و ناز بن رہتے ہیں ہم — عالم اپنا دیکھئے تو عالم دیگر ہی اب

وہ سپاہی پیشہ لوگوں ہی میں رہتا ہی کھڑا گرد پیش اُس دشمن احباب کے لشکر ہی اب

گفتگو انسان سے محشر میں ہی یعنے کہ میر

سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہی اب

خلاف وعدہ بہت ہوئے ہو کوئی تو وعدہ وفا کرو اب ملا کے آنکھیں دروغ کہنا کہاں تلک کچھ حیا کرو اب

خیال کہئے نہ سرکشی کا سنو ہو صاحب کہ پیری آئی خمیدہ قامت بہت ہوا ہی جھکائے سر ہی رہا کرو اب

کہاں ہی طاقت جو میر کا دل سب ان بلاؤں کی تاب لاوے

کرشمے غمزے کو ناز سے ٹک ہماری خاطر جدا کرو اب

یار میرا بہت ہی یار فریب مکر ہی عہد سب قرار فریب

راہ رکھتے ہیں اسکے دام سے صید ہی بلا کوئی وہ شکار فریب

عہدے سے نکلیں کسطرح عاشق ایک ادا اسکی ہی ہزار فریب

التفات زمانہ پر مت جا

میر دیتا ہی روزگار فریب

کوئی اپنا نہ یار ہی نہ حبیب اس ستمگر کے ہم ہیں شہر غریب

سر رگڑتے اس آستاں پر میر

یاری کرتے اگر ہمارے نصیب

جسے آنکھیں لگی ہیں ہماری نیند نہیں آتی ہی رات تکتے راہ رہیں ہیں دن کو آنکھوں میں جاتی ہی رات

سخت ہیں کیا ایام جدائی دشواری سے کٹتے ہیں دن دیواروں سے سر ماروں ہوں پتھر ہی چھاتی ہی رات

جوں توں ہجر کے غم میں اُسکے شام و سحر ہم کرتے ہیں ورنہ کسے دن خوش آتا ہی کسکی نئیں بھاتی ہی رات

راتکو جسمیں چین سے سروں سو تو اُسکی جدائی میں شمع نمط جلتے رہتے ہیں اور ہمیں کھاتی ہی رات

روز و شب اپنی معیشت نقل کریں کیا تمسے میر

دن کو قیامت جی پہ رہے ہی سر پہ بلا لاتی ہی رات

دیر کب رہنا ملے ہی یاں نہیں مہلت بہت — دی کسے فرصت سپہر دوں ہی کم فرصت بہت

کم نہیں دیوانہ ہونا بھی ہمارا دفعتہ — ڈرئیے ہو جاوے خر دور کے جو بیٹھے مت بہت

گریہ وزاری سے روز و شب کے شکوے کچھ نہیں — مجھکو رونا یہہ ہی جی کو اسے ہی الفت بہت

کیا وداع اس یار کے کوچے سے ہم مشکل ہوئے — زار باران لوگ روتے تھے دم رخصت بہت

بعد مرگ آنکھیں کھلی رہنے سے یہہ جانا گیا — دیکھنے کی اسکے میرے جی میں تھی حسرت بہت

سنکے ضایع روزگاری اسکی جی لایا نہ تاب — آپ کو کر بیٹھے ضایع ہمکو تھی غیرت بہت

آنکھیں جاتی ہیں مندی ضعف دلی سے دمبدم — ان دنوں انکو بھی ایدھر ہی سے ہی غفلت بہت

دل گئے پر آج کل سے چپ نہیں مجھکو لگی — گذری اس بھی بات کو ای ہمنفس مدت بہت

دلمیں جا کرتا ہی طور میر شاید دوستاں
انے صاحبدل کسو سے رکھی ہی صحبت بہت

چشم رہنے لگی پر آب بہت — شاید آویگا خون ناب بہت

دیر و کعبے میں اسکے خواہش مند — ہوتے پھرتے ہیں ہم خراب بہت

دل کے دل ہی میں رہ گئے ارماں — کم رہا موسم شباب بہت

مارنا عاشقوں کا گر ہی ثواب — تو ہوا ہی تمھیں ثواب بہت

کہئے بے پردہ کیونکے عاشق ہیں — ہمکو لوگوں سے ہی حجاب بہت

میر بیخود ہیں اس جناب سے اب
چاہئے سب کو اجتناب بہت

دل نے کام کئے ہیں ضایع دلبر ہی دلخواہ بہت — قدر بہت کم ہی دلکی پر دلمیں ہی چاہ بہت

راہ کی بات سنی بھی ہی تو جاتا حرف غریب اسکو — خوبی پر اپنی حسن پر اپنے پھرتا ہی گمراہ بہت

حیرانی ہی کیونکر ہووے نسبت اپنی اسے درست — بندہ تو ہی عاجز عاجز اسکو غرور اللہ بہت

شوق کا خط طومار ہوا تھا ہاتھ میں لیکر کھولا جب — کہنے لگا کیا کرنے لکھے ہی اب تو نامہ سیاہ بہت

سب کہے ہیں روے توجہ ایدھر کرنے کہتا تھا　　شاید یوں بھی ظاہر ہووے ہی تو سہی افواہ بہت

اب تو پیر ہی حضرت ہو کر ایک کنارے بیٹھے ہیں　　جب تھی جوانی تب تو ہم بھی جانے تھے درگاہ بہت

کیا گذرے ہی جی پہ تمہارے ہمسے تو کچھ میر کہو
آنے لگی ہی درد و الم سے صاحب لب پر آہ بہت

کرتا ہی گرچہ یاروں سے وہ تیرہی بانکی بات　　پر کیا ہی دلکو لگتی ہی اس بدزبانکی بات

تھی بحر کی سی لہر کہ آئی چلی گئی　　پہنچی ہی اس سرے تئیں طبع روانکی بات

ابتو وفا و مہر کا مذکور ہی نہیں　　تم کس زمین کی کہتے ہو ہی یہہ کہانکی بات

مرغ اسیر کہتے تھے کس حسرتوں سے ہائے　　ہم بھی کبھی سنینگے گلوں کے وہانکی بات

شب باش انے کہتے ہیں آنے کہا ہی میر
دن اچھے ہوں تو یہہ بھی ہوا اس مہربانکی بات

نہیں گر چوٹ دل بر گریہ وزاری کا کیا باعث　　رکن کا ہیکو چشم تر کی خونباری کا کیا باعث

ہوئے تخت چمن کی چھاتیاں ای عشق داغوں سے　　بہار آنے سے آگے ایسی گلکاری کا کیا باعث

تماشا ہی کہ اکثر نرگسی زن رہتے ہو ہم پر
ہمیں سے پوچھو تو پھر میر بیماری کا کیا باعث

عہد اُس کاغط قرار عبث　　دل ہمارا ہی بیقرار عبث

ہم گلا کاٹتے ہی تھے اپنا　　تو کے کا ہوا ہی یار عبث

لوہو رونے نے سب ڈبو دیا　　اب پئے خون روزگار عبث

آہ وہ کسقدر رہی مستغنی　　لوگ اُسکے ہوئے شکار عبث

ہم تو آگے ہی مر رہے ہیں میر
تیغ کھینچے پھرے ہی یار عبث

حال برا ہی تمکو ہمسے اتنی غفلت کیا ہی آج　　کوئی گھڑی تو پاس رہو یاں پہروں فرصت کیا ہی آج

سامنے ہی وہ آئینہ پر آنکھ نہیں کھل سکتی ہی — دلتنگی سے رُکے ہی دم کیا کہئے صورت کیا ہی آج
فرق و تیغ جتنے رہتے ہیں جب سے دلکی لاگ لگی — اُس ظالم بیرحم کی میرے ایسی صحبت کیا ہی آج
شیشہ صراحی ساغر و مینا سب کل تک بھی حاضر تھے — کوئے بادہ فروشاں میں یہہ میری حرمت کیا ہی آج

میر کھرے اک ساعت ہی میں غش تم کرنے لگتے ہو
تاب نہیں کیا ضعف سے دلمیں جی بیطاقت کیا ہی آج

آگے تو رسم دوستی کی تھی جہانکے بیچ — اب کیسے لوگ آئے زمیں آسماں کے بیچ
میں بید ماغ عشق اُڑتا سو چلا گیا — بلبل پکارتی ہی رہی گلستاں کے بیچ
تحریک چلنے کی ہی جو دیکھو نگاہ کر — ہیئت کو اپنی موجوں میں آب رواں کے بیچ
کیا میاں ہوا کی پس از مرگ میری اور — ہی جا پگیر عشق کی تب اُستخواں کے بیچ
کیا جانوں لوگ کہتے ہیں کسکو سرور قلب — آیا نہیں یہہ لفظ تو ہندی زباں کے بیچ
طالع سے بن گئے کہ ہم اس مہ کنے گئے — بگڑی تھی رات اسکے سگ و پاسباں کے بیچ
اِتنی جبیں رگڑی کہ سنگ آئینہ ہوا — آنے لگا ہی منہہ نظر اس آستاں کے بیچ
خو گر ہوئے ہیں عشق کی گرمی سے خار و خس — بجلی پڑی رہی ہی مرے آشیاں کے بیچ

اس روئے پر فروختہ سے جی ڈرے ہی میر
یہہ آگ جا لگے گی کھو دودماں کے بیچ

صورت پھرے نہ یار کی کیوں چشم تر کے بیچ — تاثیر ہیگی اہل وفا کے ہنر کے بیچ
خوش سیر تی ہی جسے کہ ہوتا ہی اعتبار — ہی چوب خشک بوجھ نہووے اگر کے بیچ
اے کاش میری گور کریں رہگذر کے بیچ — سکے سمند ناز کا پامال تو رہو
منہہ اسکا دیکھ رہئے کہ رفتار ناز کو — سر تا قدم ہی لطف ہی اس خوش پسر کے بیچ
اس رشتے کی روش کہ جو ہووے گہر کے بیچ — ہر دانۂ سرشک میں تار نگاہ ہی
یکتائے روزگار ہیں ہم اس ہنر کے بیچ — کیا دلکو خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر

ایسا ہوا ہی قیمہ کہ اب ہی حساب پاک کہئے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

ہی اپنے خانوادے میں اپنا ہی شور میر
بابا بھی ایک ہی بولتا ہوتا ہی گھر کے بیچ

ہم تو لب خشک رنگ کو اسکے مانا لعلِ احمر آج اور غرور سے آئے ہمکو جانا کنکر پتھر آج
عشق کے جو سرکشتہ ہوئے ہم رفتہ رفتہ دوار ہوا پانو میں چکر ہوتا ہی یاں سر کو بھی ہی چکر آج
عرش پہ دھونی لگانے کو تھے دود دلسے کب تک ہم خاک پہ یاں کی درویشانہ ہمنے بچھایا بستر آج
جینے سے ہم غم کشتونکے خاطر تم بھی جمع کرو کل تک کام نہیں کھینچے گا غش آتا ہی اکثر آج
ملکوں ملکوں شہروں شہروں قریہ وقصبہ دیہہ ودیار شعر وبیت وغزل پر اپنی ہنگامہ ہی گھر گھر آج
خط سے آگے مہر ووفا کا دعوی سب کچھ صادق تھا جامہ مصحف گو پہنے وہ کون کرے ہی باور آج
دیدہ ودل بھی اسکی جانب میاں کلی رکھتے ہیں عشق میں ہم بیکس ہیں واقع یار نہیں بے یاور آج
عشق کیا ہو ہمنے کہیں تو عشق ہمارا جی مارے یونہیں نکو رو دلبر اپنا ہمسے ہوا ہی بد بر آج
رحم کی جاگہہ کی ہی پیدا شاید اُسکے دل میں بھی دیکھہ رہا ہی منہہ کو ہمارے حال ہمارا سنکر آج
کل کہتے ہیں قیامت ہوگی کل کی کل ہی لینگے دیکھہ یاں تو قیامت عشق میں اسکے ہیگی اپنے سر پر آج

کرتی ہی بو وہ زلف معنبر آئے ہو سیخود سے کچھہ
بارے مزاج شریف تمہارا میر گیا ہی کیدھر آج

رنج کیا کیا ہمنے کھینچے تیری یاری کے بیچ کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کے بیچ
دوش وآغوش وگریباں دامن گلچیں ہوئے گل فشانی کر رہی ہی چشم خونباری کے بیچ
ایک کو اندیشہ کار ایک کو ہی فکر یار لگ رہے ہیں لوگ سب جانے کی طیاری کے بیچ
منتظر تو رہتے رہتے پھر گئیں آنکھیں مدان وہ نہ آیا دیکھنے ہم کو تو بیماری کے بیچ
جان کو قید عناصر سے نہیں ہی وا ری تنگ آئے ہیں بہت اس چار دیواری کے بیچ
روتے ہی گذری ہمیں تو شب نشینی باغ کی اوس سی ہمتی رہی ہی رات ہر کیاری کے بیچ

یاد پڑتا ہی جوانی تھی کہ آئی رنگی ہوگیا ہوں میں تو منسب عشق ہشیاری کے بیچ
ایک ہو دیں جو زباں و دل تو کچھ نکلے بھی کام
یوں اثر ای میر کیا ہو گریہ وزاری کے بیچ

گل منعکس ہوئے ہیں بہت آبجو کے بیچ جائے شراب پانی بھر نیگے سبو کے بیچ
ستھرا کر دیا ہی تمنائے وصل نے کیا کیا عزیز مرگئے اس آرزو کے بیچ
بحث آپڑے جواب سے تمھارے تو چپ رہو کچھ بولنا نہیں تمھیں اس گفتگو کے بیچ
ہم ہیں قلندر آکرا گر دل سے دم بھریں عالم کا آئینہ ہی سیہ ایک ہو کے بیچ
گل کی تو بو سے غش نہیں آتا کسو کو تئیں
ہی فرق میر پھول کے اور اسکی بو کے بیچ

کیا ہم بیاں کسو سے کریں اپنے حال کی طرح کی عشق نے خرابی سے اس خاندان کی طرح
جوں سبزہ چل چمن میں لب جو پہ سیر کر عمر عزیز جاتی ہی آب روان کی طرح
جو سقف بے عمد ہو نہیں اسکا اعتماد کب خانمان خراب نے کی آسمان کی طرح
اثبات بے ثباتی ہوا ہوتا آگے تو کیوں اس چمن میں ڈالتے ہم آشیان کی طرح
اب کہتے ہیں بلا ہی سنکیش پھر گئی قد جو ہوا خمیدہ ہمارا کمان کی طرح
نقصان جاں صریح تھا سودے میں عشق کے ہم جان کر نکالی ہی جی کے زیان کی طرح
دل کو جو خوب دیکھا تو ہو کا مکان ہی ہی اس مکان میں ساری وہی لامکان کی طرح
کل دیکھہ آفتاب کو رویا ہوں دیر تک غصے میں ایسی ہی تھی مرے مہربان کی طرح
جاوے گا بھول اپنی طرح حد اری میر وہ
کچھہ اور ہو گئی جو کسو نا توان کی طرح

مر گیا فرہاد جیسے مرتے ہارے اسطرح سر کوئی پتھر سے مارے بھی تو مارے اسطرح
ٹکڑے ٹکڑے کر دکھایا آنکھوں میں تئے اُسے یعنے جی مارا کرو آیندہ پیارے اسطرح

مست و بیخود ہر طرف پہروں پھرا کرتے ہو تم — حیف ہی آتے نہیں ٹک گھر ہمارے اسطرح
عشق کی کہئے طرح کیا وامق و فرہاد و قیس — بیکسانہ مرگئے وے لوگ سارے اسطرح
جو عرق تحریک میں اُس رشک مہ کے منہہ پہ ہی
میر کب ہووے ہیں گرم جلوہ تارے اسطرح

پہنچے ہی ہمکو عشق میں آزار ہر طرح — ہوتے ہیں ہم ستمزدہ بیمار ہر طرح
ترکیب و طرح ناز و ادا سب سے دل لگی — اُس طرحدار کے ہیں گرفتار ہر طرح
یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھہ — ایسی متاع جاتی ہی بازار ہر طرح
جس طرح میں دکھائی دیا اسے لگ پڑے — ہم کشت و خونکے ہینگے سزاوار ہر طرح
چھپ لگ کے بام و در سے گلی کوچے میں سے میر
میں دیکھہ لوں ہوں یار کو اکبار ہر طرح

ہی میرے جو سرشک دمادم کا رنگ سرخ — ریزش سے اسکی تختہ ہی سینے کا سنگ سرخ
زردی عشق سے ہی تن زار بد نمود — اب میں ہوں جیسے دیر کا بیمار بد نمود
بے برگی بے نوائی سے ہیں عشق میں نزار — پائیز دیدہ جیسے ہوں اشجار بد نمود
ہرچند خوب تجکو بنایا خدا نے لیک — ای ناز پیشہ کبر ہی بسیار بد نمود
ہیں خوشنما جو سہل مریں ہم ولے ترا — خونریزی میں ہماری ہی اصرار بد نمود
پوشیدہ رکھنا عشق کا اچھا تھا حیف میر
سمجھا نہ میں کہ اسکا ہی اظہار بد نمود

کب سے ہی باغ کے پس دیوار باش و بود — مشکل کریں ہیں جیسے گرفتار باش و بود
دنیا میں اپنے رہنے کا کیا طور ہم کہیں — زنداں میں جو کریں ہیں گنہگار باش و بود
بے یار کسکا جینے کو جی چاہتا ہی میر
کرتے ہمیں ستمزدہ ناچار باش و بود

جاوے جدائی کا یہہ آزار گاہ باشد — اچھا بھی ہووے دل کا بیمار گاہ باشد
امیدوار اُسکے ملنے کے جیسے ہیں ہم — آ نکلے ناز کرتا یاں یار گاہ باشد
گو قدر دل کی کم ہی پر چیز کام کی ہی — لے تو رکھیں تمھیں ہو در کار گاہ باشد
کہتا ہوں سو کرے ہی لیکن رہوں ہوں ڈرتا — آوے کسو سخن پر تکرار گاہ باشد
کہتے تو ہیں گئے سو کب آئے کیا کریں تب — جو خواب مرگ سے ہوں بیدار گاہ باشد
غصے سے اپنے ابرو جو خم کرے ہی ہر دم — وہ اک لگا بھی بیٹھے تلوار گاہ باشد
غیرت سے عشق کی ڈر کیا شیخ کبر دینی — تسبیح کا ہو رشتہ زنار گاہ باشد
وحشت پہ میری مت جا غیرت بہت ہی مجکو — ہو بیٹھوں مرنے کو بھی طیار گاہ باشد

ہی ضبط عشق مشکل ہوتا نہیں کسو سے
ڈر میر بھی ہو اسکا اظہار گاہ باشد

تن کو جس جاگہہ سے چھیڑوں ہوں وہاں ہی درد درد — ہاتھہ لگتے دلکے ہو جاتا ہوں کچھہ میں زرد زرد
ابتو وہ حسرت سے آہ و نالہ کرنا بھی گیا — کوئی دم ہونٹھوں تک آجاتا ہی گاہے سرد سرد
اسکی دوری میں کڑھا کرتے ہیں ہم حد سے زیاد — جی گیا آخر رہا دل کو جو غم حد سے زیاد
چھاتی پھٹ جاتی جو یوں رک کر نکرتا ترک چشم — گذرے اُسکے عشق میں جی پر ستم حد سے زیاد
خوف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہی دلیل — ہو جہاں شمشیر ابرو اسکی خم حد سے زیاد
کچھہ بھی نزدیک اُسکے ٹھہرا ہو تو دیکھے بھر نظر — قدر ہی عاشق کی ان آنکھوں میں کم حد سے زیاد

پاس اسکے دم بخود پہروں تھے سو طاقت کہاں
بات کہتے میر اب کرتے ہیں دم حد سے زیاد

شعر دیوان کے میرے کر کر یاد — مجنوں کہنے لگا کہ ہاں استاد
خود کو عشق بتاں میں بھول نجا — متوکل ہو کر خدا کو یاد
سب طرف کرتے ہیں نکویاں کی — کسے جا کر کرے کوئی فریاد

پس

وحشی اب گرد باد سے ہم ہیں عمر اضوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر

خوب جاگہہ ہی پر ہی بے بنیاد

تو درویشی کی جو سوختگی ہی سو ہی لذیذ نان و نمک ہی داغ کا بھی ایک شی لذیذ

مت اس چمن میں غنچہ روش بود و باش کر مانند گل شگفتہ جبیں یاں معاش کر

دل رکہہ قوی فلک کی زبردستی پر نجا گر کشتی لگ گئی ہی تو تو بھی تلاش کر

ہی کیا تو جیسے غنچہ بند ہی مٹھی جا چلا مت گل کیے رنگ منہہ کو کھلا راز فاش کر

یوں ہی ہی سینہ کوبی اگر چاہے دلکی داد پیشانی کو سلیقے سے دکھلا خراش کر

پھرتا ہی کیا تو میر گلستان میں غمزدہ

کچھہ دل خراش لکہہ بھی قلم اک تراش کر

خرقے ہیں ہم تو آدم خاکی کی شان پر اللہ رے دماغ کہ ہی آسمان پر

پھرکت تھا دل میں لالہ رخوں کے خیال سے کیا کیا بہاریں دیکھی گئیں اس مکان پر

عرصہ ہی تنگ صدر نشینوں پہ شکر ہی بیٹھے اگر تو جا کے کسو آستان پر

آفات میں ہی مرغ چمن گل کے شوق سے جو کھون ہزار رنگ کی رہتی ہی جان پر

اُس کام جاں کے جلوونکا میں ہی نہیں ہلاک آفت عجب طرح کی ہی سارے جہان پر

جاتے تو ہیں پہ حوا ہش دل موت ہی نری پھر بھی ہمیں نظر نہیں جی کے زیان پر

تقدیس دل تو دیکہہ ہوئی جسکو اُس سے راہ سر دے ہیں لوگ اُسکے قدم کے نشان پر

انداز ناز اپنے اس ادا میں کے ہیں قہر سو سو جوان مرتے ہیں اینک اینک آن پر

شوخی تو دیکہو آپ ہی کہا آؤ بیٹھو میر

پوچھا کہاں تو بولے کہ میری زبان پر

کیا صبر ہمنے جو اسکے ستم پر ستم سا ستم ہوگیا اس میں ہم پر

لکھا جو کیا اسکو کیا نقاش کر نے — سخن خونچکان تھے زبان قلم پر
جھکے تک جدھر جھک گئے لوگ اودھر — رہی در میان تیغ ابرو کے خم پر
سخن زن ہوں ہر چند وے مست آنکھیں — نہیں اعتماد انکے قول و قسم پر

جگر ہی سزا میرا اس رنج کش کو
گیا دو قدم جو ہمارے قدم پر

تجھکو ہی سوگند خدا کی میری اور نگاہ نکر — چشم سیاہ مالکر یو نہیں مجکو خانہ سیاہ نکر
عشق و محبت یاری میں اک لطف رکھے ہی کر ناضبط — چھاتی پہ جو ہو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نکر
مانگ پناہ خدا سے بندے دل لگنا ایک آفت ہی — عشق نکر ز نہار نکر واہ نکر بالله نکر
گھاس ہی میخانے کی بہتر ان شیخو نکے مصلے سے — پانو نکر کہ سجادے پہ انکے اس جادے سے راہ نکر

میر نہ ہم کہتے تھے تجھ سے حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلائے جان و دل ہی آجانے دے چاہ نکر

گل سے دلکی کل بگڑی ہی جی مارا بیکل ہو کر — آج لہو آنکھو نمیں آیا درد و غم سے رو رو کر
ایک سجود خلوص دلسے آہ کیا نہ جوانی میں — سر مارے ہیں محرابوں میں یو نہیں وقت کو اب کھو کر
جیب دریدہ خاک ملو نکے حال سے کیا آگاہی تمھیں — راہ چلو ہو ناز کنان دامن کو لگا کر تم تھو کر
ایک تو ہم تو ہوتے نہیں ہیں سر بہتیرا مار چکے — اب بہتر ہی تیغ ستم کی جلد لگا کر تو دو کر

جی ہی ملا جاتا ہی اپنا میر سماں یہہ دیکھے سے
آنکھیں ملتے اٹھتے ہیں بستر سے دلبر جب سو کر

یہہ لطف اور پوچھا مجھسے خطاب کر کر — کا ہی میر کچھ کہیں ہم تجکو عتاب کر کر
چھاتی جلی ہی کیسی ارتی جو یہہ سنی ہی — وان مرغ نامہ بر کا کھایا کباب کر کر
خونریزی سے کچھ آگے تشہیر کر لیا تھا — اس دلزدے کو انے مارا خراب کر کر
گلشن میں تو نتھا میں ہر گل خجل ہوا وہ — کچھ دوستی کا میری دل میں حساب کر کر

مستی و بے خودی میں آسودگی بہت تھی — پایا نہ چین میں نے ترک شراب کر کر
روپوش ہی رہا وہ مرتے تک اپنے لیکن — منہہ پر نہ رکھا اسکے کچھہ میں حجاب کر کر

کیا جانئے کہ دل پر گذرے ہی میر کیا کیا
کہتا ہی بات کوئی آنکھوں میں پر آب کر کر

جدائی تا جدائی فرق ہی ملتے بھی ہیں آکر — فراق ایسا نہیں ہوتا کہ پھر آتے نہیں جا کر
اگرچہ چپ لگی ہی عاشقی کی مجکو حیرت سے — کہو احوال پرسی تو کرو دل ہاتھہ میں لا کر
جو جانوں تجھہ میں بلبل تہ نہیں تو کیوں زباں دیتا — زبان کر بند ہمارے باغ میں مجکو نہ رسوا کر
فلک نے باغ سے جوں غنچۂ نرگس نکالا ہی — کہیں کیا جانو کیا دیکھوں گا چشم بستہ کو وا کر

سُبد پھولوں بھرے بازار میں آئے ہیں موسم میں
نکل کر گوشۂ مسجد سے تو بھی میر سودا کر

اِس رفتہ پاس اُسکو لائے تھے لوگ جا کر — پر حیف میں نہ دیکھا بالیں سے سر اُٹھا کر
سن سنکے درد دل کو بولا کہ جاتے ہیں ہم — تو اپنی یہہ کہانی بیٹھا ہوا کہا کر
آگے زمیں کی تہ میں ہمسے بہت تھے تو بھی — سر پر زمیں اُٹھا لی ہم بے تہوں نے آکر
میرے ہی خوں میں انے تیغہ نہیں سالا یا — سو یا ہی ارڈوا یہہ تیرے مجھے کیا کر
دل ہاتھہ آگیا تھا لطف قضا سے میرے — افسوس کھو چلا ہوں ایسے گہر کو پا کر
جو وجہ کوئی ہو تو کہنے میں بھی کچھہ آوے — باتیں کرو ہو بگڑی منہہ کو بنا بنا کر

اب تو پھرو ہو بیغم تب میر جانیگے ہم
اچھے رہوگے جب تم دل کو کہیں لگا کر

بزم میں منہہ ادھر کریں کیونکر — اور سیحی نظر کریں کیونکر
یوں بھی مشکل ہی دوں بھی مشکل ہی — سر جھکائے گذر کریں کیونکر
راز پوشیدۂ عشق ہی منظور — آنکھیں رو رو کے تر کریں کیونکر

مست و بیخود ہم اسکے در پہ گئے — لوگ اسکو خبر کریں کیونکر
سو رہا بال منہہ پہ کھول کے وہ — ہم شب اپنی سحر کریں کیونکر
مہ فلک پر ہی وہ زمیں پر آہ — انکو زیر و زبر کریں کیونکر
دل نہیں دردمند اپنا میر
آہ و نالے اثر کریں کیونکر

ہی زیر خاک لاشۂ عاشق طپاں ہنوز — پیدا ہی عشق کشتے کا اُسکے نشاں ہنوز
گردش سے اسکی خاک برابر ہوئی ہی خلق — استادہ روئے خاک پہ ہی آسماں ہنوز
اس تک پہنچنے کا تو نہیں حال کچھ ولے — جاتے ہیں گرتے پڑتے بھی ہم ناتواں ہنوز
پروانہ جل کے خاک ہوا پھر اڑا گیا — ای شمع تیری رہتی نہیں ہی زباں ہنوز
چندیں ہزار جانیں گئیں اسکی راہ میں — ایک آدھ تو بھی مر رہے ہی نیم جاں ہنوز
مدت ہوئی کہ خوار ہو گلیوں میں مر گئے — قصہ ہمارے عشق کا ہی داستاں ہنوز
لخت جگر کے غم میں کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہی مرے خوں رواں ہنوز

دیوانگی کی ہی وہی زور آوری ہنوز — ہر دم نئی ہی میری گریباں دری ہنوز
سر سے گیا ہی سایۂ لطف اُسکا دیر سے — آنکھوں ہی میں پھرے ہی مری وہ پری ہنوز
شوخی سے زار گریہ کی خوں چشم میں نہیں — ویسی ہی ہی مژہ کی بعینہ تری ہنوز
کب سے نگاہ گاڑے ہی یاں روز آفتاب — ہم دیکھے ہیں جہاں کتئیں سرسری ہنوز
مبہوت ہو گیا ہی جہاں اک نظر گئی — جاتی نہیں ان آنکھوں سے جادوگری ہنوز
ابر کرم نے سعی بہت کی پہ کیا حصول — ہوتی نہیں ہماری زراعت ہری ہنوز
مدت سے میر بیدل و دیں دلبروں میں ہی
کرتا نہیں ہی اسکی کوئی دل بری ہنوز

پیش

گرچہ آتے ہیں گل ہزار ہنوز نہ گیا دل سے روئے یار ہنوز
بیقراری میں ساری عمر گئی دل کو آتا نہیں قرار ہنوز
خاک مجنوں جہاں ہی صحرا میں وان سے اٹھتا ہی اک غبار ہنوز
کب سے ہی وہ خلاف وعدہ ولے دل کو اسکا ہی اعتبار ہنوز
قیس وفرہاد پر نہیں موقوف عشق لاتا ہی مرد کار ہنوز
برسوں لذرے ہیں اسے ملتے ولے صحبت اسے نہیں برار ہنوز

عشق کرتے ہوئے تھے بیخود میر
اپنا ان کو ہی انتظار ہنوز

وہ مخطط ہی محو ناز ہنوز کچھ پذیرا نہیں نیاز ہنوز
کہا ہوا خوں ہوا کہ داغ ہوا دل ہمارا نہیں گداز ہنوز
سادگی دیکھ اس جفا جو سے ہم نہیں کرتے احتراز ہنوز
ایکدن وا ہوئی تھی اُس مُہ پر آرسی کی ہی چشم باز ہنوز

معتبر کہا ہی میر کی طاعت
رہن بادہ ہی جانماز ہنوز

خاک ہو کر اُڑیں ہیں یار ہنوز دل کا بیٹھا نہیں غبار ہنوز
نہ جگر میں ہی خوں نہ دل میں خوں دم پی خون ہی روزگار ہنوز

دست بردل ہوں مدتوں سے میر
دل ہی ویسا ہی بیقرار ہنوز

دوستاں حسن وخوبی ہی کیا چیز ٹھہری ہی جان سی بھی شی کیا چیز
مدت ہجر میں کیا کرئے بیاں یار کے پاس حال پرسی بھی نکی آن کے بیمار کے پاس
حق بہہ ہی خواہش دل تو ہی مری آجاتا جبکہ خونریزی کو بہتیرا میں مجھے دار کے پاس

وز اسیری کا کھلا منہہ پہ ہمارے کیا تنگ — مر ہی رہئے گا قفس کے در و دیوار کے پاس
آنا اسکا تو دم قتل ضروری ہی ولے — کون آتا ہی کشو خون کے سزاوار کے پاس
پائے یار اکیلا تو غم دل کہئے — سو تو بیٹھا ہی اسے پاتے ہیں دوچار کے پاس
منہہ پہ ناخن کے خراشوں سے لگا دل بہنے — چشمے نکلے ہیں نئے چشم جگر بار کے پاس

ہیں تو تلوار تلے اُسکے لئے بیٹھا میر
وہ کھڑا بھی نہوا آکے گنہگار کے پاس

کل ہا تھہ جارہا تھا دل بیقرار پاس — گو پاکہ جارہا کسو سوزندہ نار پاس
کس جدوکد سے حیف ہی مجکو کیا شکار — ٹھہرا نہ پھر وہ صیدفگن اس شکار پاس
اُس گل بغیر پھرون ہیں بلبل سے نالہ کش — کرتے ہیں اپنی اور سے تو ہم ہزار پاس
خوشحال وے جو حال کہیں دلبروں سے دیر — رویا نہ ہیں تو ایک گھڑی اپنے یار پاس

دوری ہیں جسکی مرگئے رک رک کے میر ہم
نکلا نہ وہ سو ہو کے ہمارے مزار پاس

اب نہیں ہوتی چشم تر افسوس — بہہ گیا خون ہو جگر افسوس
دیدنی ہی یہہ خستہ حالی لیک — ایدھر اُسکی نہیں نظر افسوس
عیب ہی عیب میرے ظاہر ہیں — مجکو آیا نہ کچھ ہنر افسوس

میرا ابتر بہت ہی دل کا حال
یعنے ویراں پڑا ہی گھر افسوس

نکلے ہے سے روئے یار ای کاش — منہہ کرے تک ادھر بہار ای کاش
کچھ وسیلہ نہیں جو اسے ملوں — شعر ہو یار کا شعار ای کاش
کہیں اُس بحر حسن سے بھر جاے — موج ساں میری بھی کنار ای کاش
برق ساں ہو چکوں تڑپھ کر میں — بو نہی آوے مجھے قرار ای کاش

اعتباری نہیں ہی یار کی غیر یار سے ہمسے ہووے پیار ابھی کاش
آوے سررشتۂ جنوں کچھ ہاتھ ہو گریبان تار تار ابھی کاش

میر جنگل تمام بس جاوے
بن پڑے ہمسے روزگار ابھی کاش

اُسکا خیال آوے ہی عیار کی روش کچھ اُسکی ہمنے پائی نہ رفتار کی روش
کیا چال ہیگی زہر بھری روزگار کی سب اِس گزندے کی ہی سیہ مار کی روش
وہ رفت وخیز گرم تو مدت سے ہو چکی رہتے ہیں اب گرے پڑے بیمار کی روش
جاتے ہیں رنگ وبوئے گل و آبجو چلے آئی نہ خوبیش ہمیں تو یہہ گلزار کی روش
مائل ہوا ہی سرو وگلستاں کا دل بہت کچھ آگئی تھی اِس میں قد یار کی روش
زنداں ہیں جہانکے بہت ہیں خراب حال کرتے ہیں ہم معاش گنہگار کی روش

یوں سر بکے میرے عشق میں پھرتے نہیں ہیں میر
اظہار بھی کریں ہیں تو اظہار کی روش

رہتے ہیں بہت دلکے ہم آزار سے ناخوش بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے ناخوش
جانا جو مقرر ہی مرا دار فنا سے اِس بستی کے میں ہوں در و دیوار سے ناخوش
ہموار ی سے ہیں نرم وخوش ایک سے دونوں خوش ہیں نہ گل تر سے نہ ہم خار سے ناخوش
سررشتۂ دل بند نہیں زلف و کمر میں کیا جانئے ہم کس لئے ہیں یار سے ناخوش
ہی عشق میں صحبت مری خوبان کئی عجب کچھ اقرار سے بیزار ہیں انکار سے ناخوش
خوش رہتے ہیں احباب بہم ربط کئے سے رہتے ہو تمہیں ایک مرے پیار سے ناخوش

اک بات کا بھی لوگوں میں پہچت اسے کرنا
ہم ہیگے بہت میر کے بسیار سے ناخوش

طایر دلکی طپش سینے میں جانو تم بسمل کا رقص ان ہیں رنگوں ہوتا ہی اُس صید طرفہ دل کا رقص

کہا کہوں کیسا ہی دلبر خود غرض خود نما خود رائے و خود سر خود غرض

دل لگی کیتئیں جگر ہی شرط بیخبر مت رہو خبر ہی شرط
عشق کہ دو گو اہ لا یعنے زردئی رنگ و چشم تر ہی شرط
دل کا لگانا جی کھوتا ہی اسکو جگر ہی پیارے شرط سو تو بہا تھا خون ہو آگے پہلے دا ہی ہارے شرط
عشق ہمارا جی مارے ہی ہم ناداں ہیں کیا محظوظ ایسی شی کا زیاں کھینچے تو دانا ہووے کیا محظوظ

پانی منہ میں بھر آتا تھا اُسکے عقیق لب دیکھے
اب ہی تشنہ کام جدائی میر و گرنہ تھا محظوظ

یک ہی مل کا صرف کیا ہی میں نے سراپا جیسے شمع تلووں تک وہ داغ گیا ہی سب مجھکو کھا جیسے شمع

ہمارے آگی چمن سے گئی بہار دریغ دریغ و درد و صدا فسوس صد ہزار دریغ
دل جگر دونوں پر جلائے داغ عشق نے کیا ہمیں دکھائے داغ
دل جلے ہم نہیں رہے بیکار زخم کاری اٹھائے کھائے داغ
جل گئے دیکھ گرمی اغیار آئے اس کوچے سے تو آئے داغ
احتیاط صراحی می سے ہمنے سجادہ کے دھلائے داغ

دیکھے دامن کے نیچے کیسے دئے
میر نے گر تلے چھپائے داغ

آج ہمارا سر پھرتا ہی باتیں جتنی سب موقوف حرف و سخن جو بایکدیگر رہتے تھے سو اب موقوف
کیسکو دماغ رہا ہی یہاں آتھہ پہر کی منت کا ربط اخلاص سے دن گذرے خاطر اسّے سب موقوف
اسکی گلی آمد و شد کی گو بات ہی میں ہم رہتے تھے اب جو شکستہ پا ہو بیٹھے دھب کرنیکے دھب موقوف
وہ جو باغ ہو تو کیا ہی شوق کمال کو پہنچا ہی وقفہ ہوگا تب ملنے میں ہم بھی کرینگے جب موقوف

حلقے پڑے ہیں چشم تر میں سو کہے ایسے تم ترے
رونا کڑھنا عشق میں اُسکے میر کروگے کب موقوف

میں آلے تھا دید پر آب سے واقف — پلکیں نہوئی تھیں مرے خوں ناب سے واقف
پتھر تو بہت لڑکونکے کھائے ہیں ولیکن — ہم اب بھی جنوں کے نہیں اداب سے واقف
ہم تنگ خلایق یہہ عجب ہی کہ نہیں ہیں — اس عالم اسباب میں اسباب سے واقف
شب آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہم منتظرونکی — جوں دیدۂ انجم نہیں ہیں خواب سے واقف

بل کھائے اُنھیں بالونکو ہم جانے ہیں یا میر
ہیں پیچ و غم و رنج و تب و تاب سے واقف

نظر کیا کروں اسکے گھر کی طرف — نگاہیں ہیں میری نظر کی طرف
چھپاتے ہیں منہہ اپنا کامل سے سب — نہیں کوئی گرتا ہنر کی طرف
بڑی دھوم سے ابر آئے گئے — نہ کوئی ہوا چشم تر کی طرف
اندھا دھند روتے ہیں آنکھونسے خوں — نہیں دیکھتے ہم جگر کی طرف

رہا بیخبر گرچہ ہجراں میں میر
رہے گوش اُسکی خبر کی طرف

لوگ بہت پوچھا کرتے ہیں کیا کہئے میاں کیا ہی عشق — کچھہ کہتے ہیں سرّ الٰہی کچھہ کہتے ہیں خدا ہی عشق
عشق کی شان اکثر ہی ارفع لیکن شانیں عجایب ہیں — گہہ ساری ہی دماغ و دلمیں گاہے سب سے جدا ہی عشق
کام ہی مشکل الفت کرتا اِس گلشن کے نہالوں سے — بوکش ہو کر سیب ذقن کا غش نکرے تو سزا ہی عشق
الفت سے پرہیز کیا کر کلفت اسمیں قیامت ہی — یعنے درد و رنج و تعب ہی آفت جان بلا ہی عشق

میر خلاف مزاج محبت موجب تلخی کشیدن ہی
یار موافق ملجاوے تو لطف ہی چاہ مزا ہی عشق

دل کا مطالعہ کر ای آگہہ حقایق — ہیں فن عشق کے بھی مشکل بہت دقایق
چھاتی جلوں کے آگے کھنچتا ہی بیشتر دل — ایک آشنا ہی مجھسے اس باغمیں شقایق
ہی راستی کہ انساں مشتق ہی انس ہی سے — بیماری دوستی کی ہی دشمن خلایق

جی سارے تن کا کھینچ کر آنکھوں میں آرہا ہی کس مرتبے میں ہم بھی ہیں دیکھنے کے شایق

کاں میر جی نے ضایع اپنے نہیں کیا ہی
یہہ کام تھا نہ انکی شایستگی کے لایق

نزدیک عاشقوں کے زمیں ہی قرار عشق اور آسمان غبار سر رہگذار عشق
سرگشتۂ شہر ہی نہیں مجنوں ضعیف و زار ہی وحشیان دشت میں بھی اعتبار عشق
گھر کیسے کیسے دیں کے بزرگوں کے ہیں خراب القصہ ہی خرابۂ کہنہ دیار عشق
لو ضبط کرتے ہو دیں جراحت جگر کے زخم روتا نہیں ہی کھول کے دل رازدار عشق

مارا پڑے ہی انس ہی کرنے میں ورنہ میر
ہی دور گردو ادئی وحشت شکار عشق

وحشت تھی ہمیں بھی وہی گھر بار سے ابتک سر مارے ہیں اپنے در و دیوار سے ابتک
مرتے ہی سنا اُنکو جنھیں دل لگی کچھ تھی اچھا بھی ہوا کوئی اِس آزار سے ابتک
جب سے لگی ہیں آنکھیں کھلی راہ تکے ہیں سوئے نہیں ساتھ اُسکے کبھو پیار سے ابتک
آپا تھا کبھو یار سو ماموں ہم اُسکے بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے ابتک
بدعہد یو نہیں وقت وفات آن بھی پہنچا وعدہ نہ ہوا ایک وفا یار سے ابتک
ہی قہر و غضب و پہ طرف کشتے کے ظالم کرتا ہی اشارت بھی تو تلوار سے ابتک

کچھ رنج دلی میر جوانی میں کھنچا تھا
زردی نہیں جاتی مرے رخسار سے ابتک

سے جو زردو زبوں زار ہیں ہم لوگ دلکے مرض عشق ہی بیمار ہیں ہم لوگ
کیا اپنے تئیں پستی ماندی سے جہاں کی اب خاک برابر ہوئے ہموار ہیں ہم لوگ
مقصود تو حاصل ہی طلب شرط پڑی ہی وہ مطلب عمدہ ہی طلبگار ہیں ہم لوگ
خونریز ہی لڑکوں سے لڑا رہتے ہیں آنکھیں گر قتل کریں ہم کہ سزاوار ہیں ہم لوگ

دل پھنس رہے ہیں دام میں زلفوں کے کسو کی
تنگ اپنے جنون سے ہیں گرفتار ہیں ہم لوگ

بازار کی بھی جنس پہ جی دیتے ہیں عاشق
سر بیچتے پھرتے ہیں گرفتار ہیں ہم لوگ

ان پریوں سے لڑکوں ہی کے جھپٹے میں دل آئے
حیرت زدۂ عشق ہیں دیوار ہیں ہم لوگ

جاتے ہیں چلے قافلہ در قافلہ اس راہ
جانے میں تردد نہیں طیار ہیں ہم لوگ

مارے ہی پڑیں کچھ کہیں عشاق تو شاید
حیرت سے ہیں چپ تس پہ گنہگار ہیں ہم لوگ

گو نیچی نظر میر کی ہو آنکھیں تو تک دیکھ
کیا دلزدگاں سادہ میں پرکار ہیں ہم لوگ

رہا پھول سا یار تربت سے اب تک
نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے اب تک

لبا لب ہی وہ حسن معنی سے سارا
نہ دیکھا کوئی ایسی صورت شیخ اب تک

سلیماں سکندر رکے شاہان دگر
نہ رونق گئی کسکی دولت سے اب تک

کرم کیا صفت ہی نہوں گو کریماں
سخن کرتے ہیں انکی ہمت سے اب تک

نصیب مرگ فرہاد کا ہو گیا تھا
نگوں ہی سر تیشہ خجلت سے اب تک

ہلا تو بھی لب کو کہ عیسی کے دم کی
چلی جاے ہی بات مدت سے اب تک

عقیق لب اسکے کبھو دیکھے تھے میں
بھرا ہی دہن آب حسرت سے اب تک

گئی عمر ساری مجھے عجز کرتے
نمانی کوئی اتنے منت سے اب تک

نہو گو جنون میر جی کو پر اُن کی
طبیعت ہی آشفتہ وحشت سے اب تک

کیا چلے جاتے ہیں جہاں سے لوگ
مگر آئے تھے میہمان سے لوگ

قہر ہی بات بات پر گالی
جاں بلب ہیں تری زباں سے لوگ

شہر میں گھر خراب ہی اپنا
آتے ہیں یاں اب اس نشان سے لوگ

اپنک گردش میں ہیں برابر خاک
کیا جھگڑتے ہیں آسمان سے لوگ

درد دل انے کب سنا میرا — لگے رہتے ہیں اسکے کان سے لوگ
باؤ سئے بھی لچک لہک ہی انہیں — ہیں یہ سبزی دہان پان سے لوگ
شوق میں تیر سے چلے اودھر — ہم خمیدہ قدان کمان سے لوگ

آدمی اب نہیں جہاں میں میر
اٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

بلبل نے گل کہا کہ بہت ہمنے کھاے گل — لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہواے گل
رعنا جوان شہر کے رہتے ہیں گل بسر — سر پر ہمارے داغ جنوں کے ہیں جاے گل
دل لوٹنے پہ مرغ چمن کے نہ کی نظر — بیدرد گل فروش سبد بھر کے لاے گل
حیف آفتاب میں پس دیوار باغ ہیں — جوں سایہ واکشیدہ ہوے ہم نہ پاے گل

بوے گل و نواے خوش عندلیب میر
آئی چلی گئی یہی کچھ تھی وفاے گل

عشق کی چوٹیں لیے در پہی جو اٹھائی گئیں لہایل ہی دل — یوں بیدم ہی اب پہلو میں جوں صید بسمل ہی دل
خون ہوا ہی چاک ہوا ہی جلتے جلتے داغ ہوا — خواہش اسکو کیا ہی یار کسکے لئے بیدل ہی دل
عشق کی بجلی آکے گری سو داغ ہوا ہی سر تا سر — کیا روے جوں ابر کوئی اس مزرع کا حاصل ہی دل
بو تو گرہ سینے میں ہمارے درد و غم کی ہو کے رہا — کسے ظاہر کرتے جا کر کام بہت مشکل ہی دل
لہو نکے دیکھا دیکھی ہرگز دل کو اُسنے نہ لگنا تھا — جیسے سزا پہنچاوے کوئی اب اسکے قابل ہی دل
انسان راہ تو ہی تشویش سے طی ہوتی ہی ولے — دلکتئیں پہنچے جو کوی چین کی پھر منزل ہی دل

شہد لب سے اُسکے چپکا چپکا صرفہ لچھ نہ کیا
میر جو دیکھا حق میں اپنے کیا زہر قاتل ہی دل

غم کا مضمون نہ خاطر میں نہ دل میں درد کیا حاصل — ہوا کاغذ نمط گو رنگ تیرا زرد کیا حاصل
ہوئے صید زبوں ہم منتظر ہی خاک جی دیکر — سواری سے کسو کی گو اُٹھی اب گرد کیا حاصل

بعض

بلا ہی سوزشِ سینہ میرلوں ہو جائیگی جاں کر
اگر دل سے اُٹھی تیرے یہہ آہ سرد کیا حاصل

دل تو گداز سب ہی کسکو کوئی کہے دل — نزدیک ہی کہ کہیئے اب ہائے ہائے اے دل
اِس عشق میں نکالے میں نے بھی نام کیا کیا — خانہ خراب و رسوا بید ماں سرا و پیدا
جوں ابر رویئے کیا دل برق سا ہی بیکاں — رکھے ہی رہیئے اکثر ہاتھہ اُسپہ جو کہ
ولکو کہ داغ دخوں ہی رہتی ہی لاگ تجھسے — انصاف کرکہ جاکر دکھلاویں پھر کسے دل
ولکے ثبات سے ہم نومید ہو رہے ہیں — اب وہ سمان ہی خون ہو رخسار پر بہے دل
عاشق کہاں ہوئے ہم پانچوں حواس کھوئے — اس مجمعے میں از بسں حیراں ہی کیا کرے دل
جاتا ہی کیا کہا کچھہ دیکھہ اُسکو ناز کرتا — آتا نہیں ہمیں خوش اندازی تہے دل
ہم دردمند اپنا سوز دروں ہی بیحد — یارب ہمارے اوپر کسقدر جلے دل

ہی میرا سبے ہی نسبت کن حلقہ حلقہ موسے
بیتاب کیچھہ ہی گاہے پر پیچ ہی گہے دل

حال تو حال زار ہی تا حال — دل وہی بیقرار ہی تا حال
برتتی ہی حال کی خرابی روز — گرچہ کچھہ روزگار ہی تا حال
خستہ جانی نے ننگ خلق کیا — پر اُسے مجھسے عار ہی تا حال
حال فکر سخن میں کیچھہ نرا — شعر میرا شعار ہی تا حال
حال مستی جوانی تھی سو گئی — میر اسکا خمار ہی تا حال
آنکھیں بدحالی سے ٹھہرتی نہیں — شوق دیدار یار ہی تا حال

غمسے حال آنکہ خون دل سوکھا
چشم تر اشکبار ہی تا حال

لھتا ہی اُسطرف ہی کو لے اختیار دل — دیوانہ دل بلازدہ دل بیقرار دل

سمجھا بھی تو کہ دل کسے کہتے ہیں دل ہی کیا — آتا ہی جو زبان پہ تری بار بار دل
آزردہ خاطری کا ہماری نکر عجب — اک عمر ہم رہا کئے ہیں مار مار دل
واشد فسردگی سے تری اس چمن میں ہی — دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل

میر اُسکے اشتیاق ہم آغوشی میں نہ پوچھہ
جاتا ہی ابتو جی ہی رہا در کنار دل

مت کرو شور و فغاں سے طایر و آزار دل — اب دماغ اڑتا ہی باتوں میں کہ ہوں بیمار دل
رنج کم بھی کھینچنے کے دن تو یارو ہو چکے — اب نہیں جاتی اٹھائی کلفت بسیار دل
شور سے طایر گلزار کے بیزار ہیں ہم — دل اٹھاتا نہیں اپنا کہ گرفتار ہیں ہم

بن میں چمن میں جی نہیں لگتا یار کیدھر جاویں ہم — راہ خرابی سے نکلے نہ گھر کے بستی میں کیونکر جاویں ہم
کیسی کیسی خرابی کھینچی دشت و در میں سر مارا — خانہ خراب کہاں تک پھرئے ایسا ہو گھر جاویں ہم
عشق میں کام اول اپنے جی سے گذرنا پیش آیا — اس میدان میں رکھکے قدم کیا مرنے سے ڈر جاویں ہم
خواہ نماز خضوع سے ہووے خواہ نیاز اک سوئے دل — وقت رہا ہی بہت کم ابتو بارے کچھ کر جاویں ہم

کبتک میر فراق میں اسکے لوہو پی پی جیتے رہیں
بس چلتا نہیں آہ اپنا کچھ ورنہ ابھی مر جاویں ہم

شاید ہمسے ضد رکھتے ہو آتے نہیں تک ایدھر تم — سب سے گلی کوچوں میں ملو ہو پھرتے رہو ہو گھر گھر تم
کیا رکھیں یہہ تمسے توقع خاک سے آکے اٹھاؤ گے — راہ میں دیکھو افتادہ تو اور لگاؤ ٹھوکر تم
اسے زیادہ ہوتا نہ ہوگا دنیا میں بھی مچلا پن — سون کسے بیٹھے رہتے ہو حال ہمارا سنکر تم
لطف و مہر و خشم و غضب ہم ہر صورت میں راضی ہیں — حق میں ہمارے کر گذرو بھی جو کچھ جانو بہتر تم
رنگ ہمارا جیسا اب ہی کاہیکو آکے ایسا تھا — پانو میں مہندی اپنے لگا کر آفت لائے سر پر تم
لوگ صنم کہتے تھے تم کو ان سمجھے تھے ہم محظوظ — سختی سی سختی کھینچی گئی یعنے نکلے پتھر تم

چپکے سے کچھ آجاتے ہو آنکھیں بھر بھر لاتے ہو

میر گذرتی کیا ہی دل پر کڑھا کرو ہو اکثر تم

پوشاک تنگ پہنے بارے کہاں چلے تم — ہی آج عید صاحب میرے گلے لگے تم

اس نازکی سے گذرے کسکے خیال میں شب — مرجھائے پھول سے ہو جو کچھ لے دلے تم

کیا ظلم ہی کہ کھینچے شمشیر وہ کہے ہی — آزردہ ہونگا پھر میں جا گہہ سے ہو ہلے تم

کم پائی اسقدر ہی منزل ہی دور اتنی — طی کسطرح کروگے یارو یہ مرحلے تم

اکثر نڈھال ہیں ہم پر یوں نہیں وہ کہتا — کیا ہی کہ جاتے ہوگے کچھ اتنے ہی ڈھلے تم

یہہ جانتے نتھے ہم ایسے برے ہوئے ہو — ہونٹھوں پہ جان آئی تم بن گئے بھلے تم

قربانی اُسکی ٹھہری پر یہہ طرح نچھوڑی
تکتے ہو میر اُدھر تلوار کے تلے تم

یارب اُس محبوب کو پھر یک نظر دیکھیں گے ہم — اپنی آنکھوں سے اُسے یاں جلوہ گر دیکھیں گے ہم

میں کہا دیکھو ادھر ٹک تم تو میں بھی جان دوں — ہنسکے بولے یہ تری باتیں ہیں پر دیکھیں گے ہم

پاس ظاہر سے اسے تو دیکھنا دشوار ہی — جائیگے مجلس میں تو ایدھر ادھر دیکھینگے ہم

یوں نہ دینگے دل کسو سیمیں بدن زر دوست کو — ابتدائے عشق میں اپنا بھی گھر دیکھینگے ہم

کام کہتے ہیں سماجت سے کھولیتے ہیں لوگ — ایک دن اسکے کنے جاکر بیھر دیکھینگے ہم

راہ تکتے تکتے اپنی انکھیں بھی پتھرا چلیں — یہہ بخانا تھا کہ سخن اسقدر دیکھینگے ہم

شورش دیوانگی اسکی نہیں جانیکی لیک
ایک دو دن میر کو زنجیر کر دیکھینگے ہم

صبر کیا جاتا نہیں ہمسے رہ کے جدا نہ ستاؤ تم — پانو کا رکھنا گرچہ ادھر تو عار سے ہی پر

جسکو تئیں پروا ہو کسو کی آنا جانا اسکا ہی — نیک ہو یا بد حال ہمارا تم کو کیا ہی جاؤ

چپ ہیں کچھ جو نہیں کہتے ہم کار عشق کے حیراں ہیں — سوچو حال ہمارا ٹک تو بات کی تہ کو پاؤ

میر کو وحشت ہیگی قیامت واہی تباہی بکتے ہیں

حرف و حکایت کیا مجنوں کی دل میں کچھ مت لاؤ تم

ظلم ہوئے ہیں کیا کیا ہم پر صبر کیا ہی کیا کیا ہم
آن لگے ہیں گور کنارے اسکی گلی میں جا جا ہم

آہ ہی کرتا ہے کا اسکا غیر و ردو چندان ہی
گھگیانے کا اب کیا حاصل یونہی کرے ہیں ہا ہم

[redacted] کس جا گوشہ پنبہ و مرہم رکھنے کی
قد تو کیا ہی سرو و چراغان داغ بدن پر کھا کھا ہم

سیر [redacted] کا کرئے صرف کریں تا ہم پر سب
پتھر آپ گلی کوچوں میں دھیر کئے ہیں لالا ہم

میر فقیر ہوئے تو اک دن کیا کہتے ہیں بیتے سے
عمر رہی ہی تھوڑی اسے اب کیوں کر کاٹیں بابا ہم

ایک آدھ دن سنو گے سنا کے رہا گئے ہم
کانپا کرے ہی جی سو تھہرا کے رہ گئے ہم

واشد ہوئی سو اپنی پژمردگی سے بدتر
موسم گئے کے گل سے مرجھا کے رہ گئے ہم

پر داغ دل کو لیکر آخر کیا کنارا
اس باغ سے گلی میں جا جا کے رہ گئے ہم

سوز دروں نے ہمکو پردے میں مار رکھا
جوں شمع آپ ہی کو کھا کھا کے رہ گئے ہم

حیرت سے عاشقی کی پوچھا تھا دوستوں نے
کہہ سکتے کچھ تو کہتے گھبرا کے رہا گئے ہم

ای وائے دل گئے پر جی بھی گیا ہمارا
یعنے کہ میر برسوں چچا کے رہ گئے ہم

حال زخم جگر سے ہی درہم
کاش رہتے کسو طرف مرہم

دلبروں کو جو بر میں لینا چاہا تک
اس ادا سے بہت ہوئے برہم

آہ کو اب کہیں نہیں پاتے
بیخودی سے گئے ہیں کید مرہم

دیر و کعبے گئے ہیں ہم اکثر
یعنے ڈھونڈا ہی اسکو گھر گھر ہم

کہہ سکے کون ہمکو نا ہموار
ابتو ہیں خاک سے برابر ہم

کوفت سی کوفت اپنے دل پر ہی
چھاتی کوٹا گئے ہیں اکثر ہم

ابر کرتا ہی اب کبھی سی میر

دیکھیں ہیں سوئے دیدۂ تر ہم

تجا ہی حیرت عشقی سے گفتگو کو ہم
خموش دیکھتے رہتے ہیں اُسکے رو کو ہم

اگرچہ وصل ہی پر ہیں طلب میں سرگرداں
پہ وہم کا رہی جاتے ہیں جستجو کو ہم

اب اپنی جاں سے ہیں تنگ دم رکا ہی بہت
ملا ہی دینگے تیری تیغ سے گلو کو ہم

جلا کے خاک کرے وہ کہ رہکے داغ کرے
لگاویں آگ سی کیا اپنے گرم [illegible] ہم

مرید پیر خرابات یوں نہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

عشق بتوں سے اب نکرینگے عہد کیا ہی خدا سے ہم
آجاویں جو یہہ ہرجائی تو بھی نجاویں جا سے ہم

گریۂ خونیں تک بھی رہے تو خاک سی منہہ پر اُڑتی ہی
شام و سحر رہتے ہیں یعنے اپنے مہر کے پیاسے ہم

اِسکی نپوچھو دوریمیں انے پرسش حال ہماری انکی
ہمکو دیکھو مارے گئے ہیں آکر پاس وفا سے ہم

چپکے کیا انواع اذیت عشق میں کھینچی جاتی ہی
دل تو بھرا ہی اپنا تو بھی کچھہ نہیں کہتے حیا سے ہم

کیا کیا عجز کریں ہیں لیکن پیش نہیں کچھہ جاتا میر
سر رگڑیں ہیں آنکھیں ملے ہیں اسکے حنائی پا سے ہم

چاہئے یوں تھا بگڑی صحبت آپھی آکے بناتے تم
رحلت کرنے سے آگے مجکو دیکھنے آتے جاتے تم

چلتے کہا تا جاؤ سفر کر آوگے تو ملئے گا
وعدۂ وصل نہوتا تو پھر کسکو جیتا پاتے تم

کیا دن تھے وے دیکھتے تمکو نیچی نظر میں کرلیتا
شرما شرما لوگوں سے جب آنکھیں مجکو دکھاتے تم

بستر پر میں مردہ سا تھا جان سی مجھہ میں آجاتی
کیا ہوتا جو رنجہ قدم کر میرے سرہانے آتے

دلکے اوپر ہاتھہ رکھے ہی شام و سحر یاں گذرے ہی
یہہ تھا حال تو دل عاشق کا ہاتھہ میں [illegible] لاتے تم

خاک ہی اصل طینت آدم چاہئے اسکو عجز کرے
بات کی تہ کو کچھہ پاتے تو اِتنا سر نہ اٹھاتے تم

چہرۂ زرد بجا ہی سارا عشق میں غم کا مارا ہوں
رنگ یہہ دیکھا ہوتا تو دل میر کہیں نہ لگاتے تم

صبر بہت تھا ایک سمیں میں جاسے اپنے نجاتے ہم
کس کس ناز سے وے آتے پر آنکھ نہ ان سے ملاتے ہم

کعبے سے کر نذر اٹھے سو خرج راہ ایواے ہوئے
ورنہ صنم خانے میں جا زنار گلے سے بندھاتے ہم

ہاتھی مست بھی آوے چلا تو اسے منہہ کو پھیر نہ لیں
پھرتے ہیں سرمست محبت ہی ناخوردہ ماتے ہم

وہ نہ گلے لگتا تو خشم عشقی سے
نعل جڑی جاتی ہی چھاتی پر گل ہاتھوں پر کھاتے ہم

عشق تو کار خوب ہی لیکن میر کھنچے ہی رنج بہت
کاشکے عالم ہستی میں بے عشق و محبت آتے ہم

ضعف دماغ سے کیا پوچھو ہوا بتو ہم میں حال نہیں
اتنا ہی کہ طپش سے دل کی سر پر وہ وہمال نہیں

گاہے گاہے اسمیں ہمنے منہہ اس مہ کا دیکھا تھا
جیسا سال کہ پر کا گذرا ویسا بھی یہہ سال نہیں

بالونمیں اُسکے دل اُلجھا تھا خوب ہوا جو تمام ہوا
یعنے کیا جب پیچ سے جی ہی تب پھر کچھ جنجال نہیں

ایسی متاع قلیل کے اوپر چشم نکھولیں اہل نظر
آنکھ میں آوے جو کچھ ہووے دنیا اتنی مال نہیں

سرو چمان کو سر کیا تھا کبک خراماں دیکھ لیا
اُسکا سا انداز نہ پایا اسکی سی یہہ چال نہیں

دل تو انمیں پھنس جاتا ہی جی ڈوبے ہی دیکھ ادھر
چاہ زنخ گو چاہ نہیں ہی بال اسکے گو جال نہیں

کب تک دل کے ٹکڑے جوڑوں میر جگر کے لختوں سے
کسب نہیں ہی پارہ دوزی میں کوئی وصال نہیں

ہی وضع کشیدہ کا جو شور اسکے جہاں میں
نکلی ہی مگر تازہ کوئی شاخ کماں میں

ہر طور میں ہم حرف و سخن لاگ سے دل کی
کیا کیا کہیں ہیں مرغ چمن اپنی زباں میں

کیا باوے بھی دست تطاول کو دیا طول
پھیلے پڑے ہیں پھول ہی سب ابکے خزاں میں

خوشرنگ ہی کس مرتبہ انہار کا پانی
خوناب مری چشم کا ہی آب و رواں میں

روؤ مرے احوال پہ جوں ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہی آہ و فغاں میں

دل کے گئے بیدل کہلائے آگے دیکھے کیا کیا ہوں
محزوں ہوویں مفتوں ہوویں مجنوں ہوویں رسوا ہوں

عشق کی رہ میں پانو رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے — آگے چلکر دیکھیں ہم اب گم ہوویں پا پیدا ہوں
خار و خس اُلجھیں ہیں آپ ہی بحث انھوں سے کیا رکھیں — موج زن اپنی طبع رواں سے جب ہم جیسے دریا ہوں
ہم بھی گئے جاگہہ سے اپنی شوق میں اس ہرجائی کے — عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم دونوں یکجا ہوں

کوئی طرف یاں ایسی نہیں جو خالی ہووے اُسے میر
یہہ طرفہ ہی شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہوں

کچھ قدر عافیت کی معلوم کی نہ گھر میں — اب ہجر یار میں ہیں کیا دل زدہ سفر میں
ہر لحظہ بیقراری ہر لمحہ آہ و زاری — ہر دم ہی اشکباری نومیدی ہی نظر میں
روتے ہی رہتا اکسر تہ چاہتا ہی سو تو — تاب اب نہیں ہی دلمیں نے خون ہی جگر میں
یہہ بخت دیکھ کا ہے آتا ہی آنکھونمیں بھی — پر نقش اُسکے پا کا بیٹھا نہ چشم تر میں

کیا راہ چلنے سے ہی ای میر دل مکدر
تو ہی نہیں مسافر ہی عمر بھی گذر میں

خوبیٔ رود چشم سے آنکھیں اٹک گئیں — پلکوں کی صف کو دیکھ کے بھیڑیں سرک گئیں
چلتے سمند ناز کی شوخی کو اُسکے دیکھ — گھوڑونکے باگیں دست سیہ سے اُچک گئیں
ترچھی نگاہیں پلکیں پھریں اُسکی پھر پھریں — سو فوجیں جو دو رستہ کھڑیں تھیں بہک گئیں
بجلی سا مرکب اُسکا کڑک کر چمک گیا — لوگونکے سینے پھٹ گئے جانیں دھڑک گئیں
محبوب کا وصال نہ ہم کو ہوا نصیب — دلسے ہزار خواہشیں سر کو پٹک گئیں
موقوف طور نور کا جھمکا ترا نہیں — چمکا جہاں تو برق سا آنکھیں جھپک گئیں
وحشت سے بھر رہے تھے تیر نگہہ جہان کی — جانیں بساں طایر بسمل پھڑک گئیں
گرد رہ اسکی دیکھتے اپنی اٹھی نہ حیف — اب منتظر ہو آنکھیں مندی یعنے تھک گئیں
بھردی تھی چشم ساقی میں یارب کہانکی می — مجلس کی مجلسیں نظر اک کرتے چھک گئیں

کیا میر اسکی نوک پلک سے سخن کرے

سرسبز چھریاں گرتی ہیں جگر دل تلک گئیں

ہمسے اسے نفاق ہوا ہی وفاق میں — کم اتفاق پڑتے ہیں ہے اتفاق میں
شاید کہ جان و تن کی جدائی بھی ہی قریب — جیکو ہی اضطراب بہت اب فراق میں
عازم پہنچنے کے تھے دل و عرش تک ولے — آیا قصور اپنے ہی کچھ اشتیاق میں
احراق اپنے قلب کا رونے سے کب گیا — پانی کی چار بوندیں ہیں کیا احتراق میں
تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول — میں نے کتابیں رکھیں اُٹھا گھر کے طاق میں
دم ناک میں بقول زناعاشقوں کے ہیں — ہاسنا بلا ہی ہوتی کا اُسکے بلاق میں

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہی ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہی میرا اس رواق میں

صبح ہوئی گلزار کیے طایر دل کو اپنے تولیں ہیں — یاد میں اس خوش رو گل تر کے کیسے کیسے بولیں ہیں
باغمیں جو ہم دیوانے سے جا نکلیں ہیں نالہ کناں — کھینچے ہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہولیں ہیں
یار ہمارا آستین کیا کچھ سینہ کشادہ ہمسے ملا — خون کریں ہیں جب دلکو وے بند قبا کے کھولیں ہیں
مینہہ جو برسے ہی شدتسے دیکھ اندھیر یکیا ہی یہہ — یعنے تنگ جو ہم آتے ہیں دلکو کھولکے رولیں ہیں
وہ دھوبی کا کم ماتا ہی میل دل ادھر ہی بہت — کوئی کہے اسے ملتے میں تجھکو کیا ہم دھولیں ہیں
سرو تو ہی سنجیدہ لیکن بیش مصرع قد یار — ناموزوں ہی نکلے ہی جب دل میں اپنے تولیں ہیں

مرگ کا وقفہ اِس رستے میں کیا ہی میر سمجھوتے ہار
ہارے ماندے راہ کے ہیں ہم لوگ کوئی دم سو لیں ہیں

غزل میر کی کب پڑھائی نہیں — کہ حالت مجھے غش کی آئی نہیں
زباں سے ہماری ہی صیاد خوش — ہمیں اب امید رہائی نہیں
کتابت گئی کب کہ اس شوخ نے — بنا اسکی گدی اڑائی نہیں
نسیم آئی میرے قفس میں عبث — گلستاں سے دو پھول لائی نہیں

مرے دل لگے اسکے رونے سے ہی مگر تجھ سے کچھ آشنائی نہیں
نوشتے کی خوبی لکھی کب گئی کتابت بھی اپنک ابتک آئی نہیں

قطعہ

جدا رہتے برسوں ہوئے کیونکے یہہ کنایہ نہیں بے ادائی نہیں
گلہ ہاجر کا سنکے کہنے لگا ہمارے تمہارے جدائی نہیں
سیہ طالعی میری ظاہر ہی اب
نہیں شب کہ اسے لڑائی نہیں

دل کی لاگ بری ہی ہوتی چنگے بھلے مر جاتے ہیں آپ میں ہمسے سیخو دور فقہ پھر پھر بھی کیا آتے ہیں
رنگ نہ بدلے چہرہ کیونکر آنکھیں بیقابو جائیں نہ کیوں کیسے کیسے غم کھاتے ہیں کیا کیا رنج اٹھاتے ہیں
جی ہی جائے ہی میر جو اپنا دیر کی جانب کیا کریئے
یوں تو مزاج طرف کعبے کے بہتیرا ہم لاتے ہیں

دل کی کچھ تقصیر نہیں ہی آنکھیں اُسے لگ پڑیاں مار رکھا سو انے مجکو کس ظالم سنے جا لڑیاں
اپنک نگہہ میں مر جاتا ہی عاشق کو چک دل اُسکا زہر بھری کیا کام آتی ہیں گووے آنکھیں ہوں بڑیاں
عقدے داغ دل کے شاید دست قدرت کھولے ناخن سے تدبیر کے میری کھلتی نہیں یہ گلجھڑیاں
خسس تھے کیا وے وقت و ساعت جن میں لگا تھا دل اپنا سال پہر ہی ابتو ہمکو ماہ برابر ہیں گھڑیاں
میر بلائے جان رہے ہیں دونوں فراق و وصل اسکے
ہجر کی راتیں وہ بھاری تھیں ملنے کے دن کی بے کڑیاں

بھلا ہوا کہ دل مضطرب میں تاب نہیں بہت ہی حال برا ہی اب اضطراب نہیں
جگر کا لوہو جو پانی ہو بہہ نکلتا تھا سو ہو چکا کہ مری چشم اب پر آب نہیں
دیار حسن میں دل کی نہیں خریداری وفا متاع ہی اچھی یہ یاں کے باب نہیں
حساب پاک ہو روز شمار میں تو عجب گناہ اتنے ہیں میرے کہ کچھ حساب نہیں

گذر ہی عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ — دنوں کو چین نہیں ہی شبونکو خواب نہیں
جہاں کے باغ کا پہلہ عیش ہی کہ گل کے رنگ — ہمارے جام میں لوہو ہی سبب شراب نہیں
تلاش میر کی اب میکدونمیں کاش کریں
کہ مسجدونمیں تو وہ خانماں خراب نہیں

ہمکو کہنے کتئیں بزم میں جا دیتے ہیں — بیٹھنے پاتے نہیں ہم کہ اُٹھا دیتے ہیں
ان طیوروں سے ہوں میں بھی اگر آتی ہی صبا — باغ کی چار طرف آگ لگا دیتے ہیں
گرچہ ملتے ہیں خنک غیرت مہ یے لڑکے — دل جگر دونوں کو یک لخت جلا دیتے ہیں
دیر رہتا ہی ہمالاش پہ غم کشتونکی — استخواں انکے جلے کچھ تو مزا دیتے ہیں
اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کتئیں — ہر طرف سیکڑوں درویش دعا دیتے ہیں
دل جگر ہو گئی بیتاب غم عشق جہاں — جی بھی ہم شوق کے ماروں کی دغا دیتے ہیں
کیونکے اس راہ میں پا رکھئے کہ صاحب نظراں — یاں سے لے وان تئیں آنکھیں ہی بچھا دیتے ہیں
ملتے ہی آنکھ بلی اسکی تو پر ہم بے تہ — خاک میں آپ کو فی الفور ملا دیتے ہیں
طرفہ صناع ہیں ای میر یے موزوں طبعاں
بات جاتی ہی بگڑ بھی تو بنا دیتے ہیں

جی مارا بیتابی دل نے اب کچھ اچھا ڈھنگ نہیں — رنگ طپیدن کی شوخی سے منہہ پر میرے رنگ نہیں
وہ جو خرام ناز کرے ہی ٹھوکر دلکو لگتی ہی — چوٹ کے اوپر چوٹ پڑے ہی دل ہی میرا سنگ نہیں
ہم بھی عالم فقر میں ہیں پر ہمسے جو مانگے کوئی فقیر — ایک سوال میں دو عالم دیں اتنے دلکے ننگ نہیں
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ہو گے گیا میرے طور شتابی ہو — بیٹھا ہوں کھڑے پانوں میں کچھ چلنے میں تو درنگ نہیں
شعر میر بھی پڑھتا ہی تو اور کسو کا لیکر نام
کیونکر کہئے اُس ناداں کو نام سے میرے ننگ نہیں

وہ نہیں اب کہ فریبوں سے لگا لیتے ہیں — ہم جو دیکھیں ہیں تو وے آنکھ چھپا لیتے ہیں

کچھ تفاوت نہیں ہستی و عدم میں ہم بھی
اُٹھ کے اب قافلۂ رفتہ کو جا لیتے ہیں

ناز کی ہے رے طالع کی نکوئی سے کبھو
پھول سا ہاتھوں میں ہم اُسکو اُٹھا لیتے ہیں

صحبت آخر کو بگڑتی ہی سخن سازی سے
کیا در انداز بھی اک بات بنا لیتے ہیں

ہم فقیروں کو کچھ آزار تمھیں دیتے ہو
یوں تو اس فرقے سے سب لوگ دعا لیتے ہیں

چاک سینے کے ہمارے نہیں سینے اچھے
نہیں زخموں سے دل و جان ہوا لیتے ہیں

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جسکے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

تھکے جارہ جوئی سے اب کیا کریں
کہو تم سو دل کا مداوا کریں

گلستاں میں ہم غنچہ ہیں دیر سے
کہاں ہمکو پروا کہ پروا کریں

نہیں چاہتا جی کچھ اب سیر ہیں
ہوس دلکو ہو تو تمنا کریں

بخود جستجو میں نہ اُسکی رہے
ہم آپھی ہیں گم کسکو پیدا کریں

غضب ہی یہہ انداز رفتار عشق
چلے جائیں جی ہم تماشا کریں

بلا شور ہی سر میں ہم کبتلک
قیامت کا ہنگامہ برپا کریں

کہیں دلکی مرغان گلشن سے کیا
یہہ بیحوصلہ ہمکو رسوا کریں

کہیا عشق کا جوش دلمیں بھلا
کہ بدنام ہوویں جو سودا کریں

برے حال اُسکی گلی میں ہی میر
جو اُٹھ جائیں وانسے تو اچھا کریں

ہجر میں روتا ہوں ہر شب میں تو اس صورت سے یاں
دیر اندوہ بیری مینہہ برسے جوں کبھو شورت سے یاں

کس قدر بیگانہ خو ہیں مردماں شہر حسن
بات کرنا رسم عادت ہی نہیں اُلفت سے یاں

اُٹھ گئے ہیں جب سے ہم سونا پڑا ہی باغ سب
شور ہنگام سحر کا مہر ہی مدت سے یاں

سر کوئی پھوڑے محبت میں تو بارے اسطرح
مر گیا ہی عشق میں فرہاد جس قدرت سے یاں

دلکشی اس بزم کی ظاہر ہی تم دیکھو تو ہو — لوگ جی دیتے چلے جاتے ہیں کس حسرت سے یاں
صورتوں سے خاکدان یہہ عالم تصویر ہی — بولیں کیا اہل نظر خاموش ہیں حیرت سے یاں
فہم حرفوں کے تنافر کا بھی یاروں کو نہیں — اسپہ رکھتے ہیں تنفر سب مری صحبت سے سب یاں
پنج روزہ عمر کرئے عاشقی یا زاہدی — کام کچھ چلتا نہیں اس تھوڑی سی مہلت سے یاں

کیا سر جنگ و جدل ہو بیدماغ عشق کو
صلح کی ہی میر نے ہفتاد و دو ملت سے یاں

داغ فراق سے کیا پوچھو ہو آگ لگائی سینے میں — چھاتی سے وہ مہ نہ لگا تک آکر اس بھی مہینے میں
چاک ہوا دل ٹکڑے جگر ہی لوہو روئے آنکھوں سے — عشق نے کیا کیا ظلم دکھائے دس دن کے اس جینے میں
گوندھ کے گویا پتی گل کی وہ ترکیب بنائی ہی — رنگ بدن کا تب دیکھو جب چولی بھینگے پسینے میں
اس صورت کا ناز نتھا کچھ دب چلتا تھا ہمسے بھی — جب تک دیکھا اُنے نتھا منہہ خوب اپنا آئینے میں
لوگوں میں اسلام کے ہونا شہرت اس رسوائی کی — شیخ کو پھیرا گدھے چڑھا کر مکے اور مدینے میں
دل نہ ٹٹولیں کاشکے اُسکا سروئی مہر تو ظاہر ہی — پاویں اسکو گرم مبادا یار ہمارے کینے میں

میر نے کیا کیا ضبط کیا ہی شوق میں اشک خونیں کو
کہئے جو تقصیر ہوئی ہو اپنا لوہو پینے میں

اب ہوسناک ہی مردم ہیں ترے یاروں میں — ہم جو عاشق ہیں سو ٹھہرے ہیں گنہگاروں میں
کوچہ یار تو ہی غیرت فردوس ولے — آدمی ایک نہیں اُسکے ہواداروں میں
ہو کے بد حال محبت میں کھنچے آخر کار — لوگ اچھے تھے بہت یار کے بیماروں میں
جی گیا ایک دم سرد ہی کے ساتھ اپنا — ہم جو خوش زمزمہ تھے اسکے گرفتاروں میں

اب در باز بیاباں میں قدم رکھئے میر
کب تلک تنگ رہیں شہر کی دیواروں میں

عالم علم میں ایک تھے ہم وے حیف ہی انکو گیان نہیں — اب کہتے ہیں خلطہ کیسا جان نہیں پہچان نہیں

کس امید پہ ساکن ہووے کوئی غریب شہر اسکا
لطف نہیں اکرام نہیں انعام نہیں احسان نہیں

ہے لطافت جسم کی اسکے مر ہی گیا ہی پوچھو مت
جب سے تن نازکو دیکھا تب سے مجھ میں جان نہیں

کیا با تو نسے تسلی ہو دل مشکل عشقی میری سب
یار سے کہتے کہتے ہیں پر کہنا کچھ آسان نہیں

شام و سحر ہم سرزدہ دامن سر بگریباں رہتے ہیں
ہمکو خیال اودھر ہی کا ہی انکو ادھر کا دھیان نہیں

جان کے ہیں تو آپ بنا ہوں ان لڑ کو نہیں دیوانا
عقل سے بھی بہرہ ہی مجھکو اتنا میں نادان نہیں

پانو کو دامن محشر میں ناچاری سے ہم کھینچیں گے
لائق اپنی وحشت کے اُس عرصے کا میدان نہیں

چاہت میں اس مایۂ جانکی مرینگے شائبہ ہوئے
جا بھی چکی ہی دلکی ہوس اب جینے کا ارمان نہیں

شور نہیں یاں سنتا کوئی میر قفس کے اسیروں کا
گوش نہیں دیوار چمن کے گل کے شاید کان نہیں

یونہ ناکام رہینگے کبتک جی میں ہی اک کام کریں
رسوا ہو کر مارے جاویں اسکو بھی بدنام کریں

جسکو خدا دیتا ہی سبکچھ وے ہی سبکچھ دیتے ہیں
تو پی لنگوٹی پاس اپنے ہم اُس پر کیا انعام کریں

منہکھولیتو روز ہی روشن زلفکے بکھرے رات ہی پھر
ان طوروں سے عاشق کیونکر صبح کو اپنے شام کریں

خط و کتابت حرف و حکایت صفحہ ورق میں آجاوے
دستے کے دستے کاغذ ہو جو دلکا حال ارقام کریں

شیخ پڑے محراب حرم میں بہروں دگا نا پڑ دیتے رہو
سجدہ ابتک اس تیغ تلے کا انسے ہو تو سلام کریں

دل آسودہ ہو تو رہے تک در پر ہم سو بار گئے
وہ سو بھی کہہ بھیجے ہی باہر جاویں اب آرام کریں

میاں گدائی طبع کو اپنی کچھ بھی نہیں ہی ورنہ میر
دو عالم کو مانگ کے لاویں ہم جو تنک ابرام کریں

پھرا میں صورت احوال ہر یک کو دکھا نا یاں
مروت قحط ہی آنکھیں نہیں کوئی ملا نا یاں

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا
وہیں میں کاش مرجا تا سرا سیمہ نہ آنا یاں

محبت دشمن جان ہی جو میں معلوم یہہ کرتا
تو کاہیکو کسو سے میر اپنا دل لگانا یاں

کہے مشابہہ کیجے اسکو ماہ میں ویسا نور نہیں — کیونکر کہئے بہشتی روہی اس خوبی سے حور نہیں
شعر ہمارے عالم کے ہر چار طرف کیا دور ہیں — کسو ادی آبادی میں یہہ حرف و سخن مشہور نہیں
ہم دیکھیں تو دیکھیں اسے پر وہ بہتر ہی یعنے — اور کریں نظارہ اسکا ہم کو یہہ مقدور نہیں
عزت اپنی تہی دستی میں رکھلی خدا نے ہزار و نشکر — قدر ہی دست قدرت ہے یاں حیف ہمیں مقدور نہیں
راہ دور عدم سے آئے بستی جان کے دنیا میں — سو یا نگہ اوجر ہیں سارے اک منزل معمور نہیں
عشق و جنوں سے اگرچہ تن پر ضعف نحافت ہی لیکن — وحشت گو ہو عرصہ محشر مجنوں سے رنجور نہیں

ہجر انمیں بھی برسوں ہمنے میر کیا ہی پاس وفا
اب جو کہو تک پاس بلا لے ہمکو وہ تو دور نہیں

دیتی ہی طول بلبل کیا شورش فغاں کو — اک نالہ حوصلے سے بس ہی وداع جاں کو
ہیں تو نہیں پر اب تک مستانہ کھنچے ہو کر — کہتے ہیں مرغ گلشن سب میرداستاں کو
نالاں تو ہیں تجھی سے پر وہ اثر کہاں ہی — گو طاہر گلستاں سیکھے مری زباں کو
کیا جانئے کہ کیا کچھ پردے سے ہووے ظاہر — رہتے ہیں دیکھتے ہم ہر صبح آسمان کو
اس چشم سرخ پر ہی دو ابروئے کشیدہ — جوں ترک مست رکھ لے سر کے تلے کمان کو
میری نگاہ میں تو معدوم سب ہیں وے ہی — موجود بھی نجانا اس راہ سے جہان کو

بعد از نماز تھے کل میخانے کے در او پر
کیا جانے میر وہاں سے پھرا تھہ گئے کہاں کو

نہیں ہی تاب تنک تم بھی مت عتاب کرو — نہ گرم ہو کے بہت آگ ہو کے آب کرو
تمہارے عکس سے بھی عکس مجھکو رشک سے ہی — نہ دیکھو آئینہ منہہ سے مرے حجاب کرو
خراب عشق تو سرگشتہ ہوں ہی میں تم بھی — پھرا پھرا کے مجھے گالیوں میں خراب کرو
کہا تھا تمنے کہ ہر حرف پر ہی بوسہ لب — جو باتیں کیں ہیں تو اب فرض کا حساب کرو

قطعہ

ہوا ہی اہل مساجد پہ کام از بس تنگ — نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
خدا کریم ہی اُسکے کرم سے رکھکر چشم — دراز کھینچو کسو میکدے میں خواب کرو

جہان میں دیر نہیں لگتی آنکھیں مندتے میر
تمھیں تو چاہیئے ہر کام میں شتاب کرو

وہ گل سارو سرا ہوں یا پیچدار مو کو — نرمی بھی کاش دیتا خالق تک اُسکی خو کو
ان گیسوونکے حلقے ہیں چشم شوق عاشق — وے آنکھیں دیکھتی ہیں حسرت سے اُسکے رو کو
دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہی لیکن — پاتے نہیں ہم اسکی کچھ طرز جستجو کو
آلودہ خون دل سے صد حرف منہہ پر آئے — مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میر دلبروں سے چاہا کرے ہی کیا کیا
کچھ انتہا نہیں ہی عاشق کی آرزو کو

عجب لر تیری صورت کا نہ کوئی یار عاشق ہو — جو صحن خانہ میں تو ہو در و دیوار عاشق ہو
تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیجا ہو دل اسکا — خرام ناز پر تیرے لٹا گھر بار عاشق ہو
تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہیں لگتا — مبادا اس وجہ سے گلرو گلے کا ہار عاشق ہو
ہوا ہی مخترع بسر حم خونریزی بھی کرنے میں — نہ مارے جان سے جبتک نہ منت دار عاشق ہو
سزا ہی عشق میں زرد و زبون و زار ہی ہونا — نہ عاشق کہیئے ان رنگوں نہ جو بیمار عاشق ہو
پڑے سایہ کسو کا تیرے بستر پر تو تو چونکے — وہی لے کام تجھسے جو کوئی پرکار عاشق ہو
نہیں بازار گرمی ایک دو خواہندہ پر اسکی — اگر وہ رشک یوسف آوے تو بازار عاشق ہو
غریبوں کی تو پگڑی جامے تک لے ہی اتروا تو — تجھے ای سیمبر لے بر میں جو زردار عاشق ہو

لگو ہو زار بار ان روتے چلتے بات چاہت کی
کہیں ان روزوں تم بھی میر صاحب زار عاشق ہو

تو وہ نہیں کسو کا تہ دل سے یار ہو — یا تجکو دل شکستوں سے اخلاص پیار ہو

کیا فکر میں ہو اپنی طرحداری ہی کی تم
ہم دردمند لوگوں کے بیمار دار ہو

مصروف احتیاط رہا کرتے رات دن
دینے میں دل کے اپنا جو کچھ اختیار ہو

دل میں کدر سے آندھی سی اٹھنے لگی ہی اب
نکلے گلی کی راہ تو رفع غبار ہو

کھا زہر مر رہیں کہیں کیا زندگی ہی یہہ
زلفیں تنک چھوئیں تو ہمیں نار مار ہو

ای آہوان کعبہ نہ ایندہ و حرم کے گرد
کھاؤ کسو کی تیغ کسو کے شکار ہو

منہہ سے لگی گلابی ہوا کچھ شگفتہ تو
تھوڑی شراب اور بھی پی جو بہار ہو

بہتی ہی تیز جدول تیغ جفائے یار
یعنے کہ اک ہی وار لگے کام پار ہو

چھریوں سے کر قرار مدار اسکو لائے
جو میر پھر لڑا نکریں بیقرار ہو

دل اسکے موسے لگ کے پریشان ہوا نہ تو
اس رو کا مثل آئینہ حیران ہوا نہ تو

صد رنگ بحث رہتی ہی یاں ذی شعور سے
ای وائے عقلمند کہ نادان ہوا نہ تو

نزدیک حق کے دیں تو اسلام بن ہی کفر
ای برہمن دریغ مسلمان ہوا نہ تو

کتنے تو نوں کہا تھا دلا ضبط نالہ کر
پھر شب کو ناشکیبی سے نالاں ہوا نہ تو

ہو تا ہی میر رد سخن آدمی کی اور
افسوس ای ستمزدہ انساں ہوا نہ تو

کیا کروں میں صبر کم کو اور رنج نیش کو
زہر دیویں کاشکے احباب اس درویشکو

کھول آنکھیں صبح سے آگے کہ شیر اسد کے
دیکھتے رہتے ہیں غافل وقت گرگ و میشکو

عشق کے بیتاب کے آزار میں متکر شتاب
جان دینے دیر لگتی ہی نہیں دلریشکو

دشمن اپنا میں تو فکر دوستی ہی میں رہا
اب رکھوں کیونکر سلامت جان عشق اندیشکو

مختلط ترسا بچوں سے شیر خانے میں رہا
کعبے دیکھا مسجد و نمیں میر کافر کیشکو

تمت

نازکی کوئی یہہ بھی تھہرک ہی جی کا ہیکو کرجاتے ہو
آتے ہو تم کہیں سے ایسے جیتے کہیں کو جاتے ہو

غیر کی ہمراہی کی عزت جی مارے ہی عاشق کا
پاس کبھو جو آتے ہو تو ساتھہ اک تحفہ لاتے ہو

مست نہیں ہر بال ہیں بکھرے سیچ گلے میں پگڑی کے
ساختہ ایسی بگڑے رہو ہو تم جیتے مدھہ ماتے ہو

پردہ ہمسے کر لیتے ہو جب آتے ہو مجلس میں
آنکھیں سب سے ملاتے ہو کچھہ ہم ہی سے شرماتے ہو

سوچ نہیں یہہ فقیر ہی اپنا جیب دریدہ دیوانا
تھہو کر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یاں آتے ہو

رفتۂ عشق کسو کا یارو راہ چلے ہی کسکے کہے
کون رہا ہی آپ میں یا تم کسکو سمجھاتے ہو

صبر بلا پر کرتے صاحب بیتابی کا حاصل کیا
کوئی مقابل قاصد کا ہے میر عبث گھبراتے ہو

آج ہمارا سرد کہتا ہی صندل کا بھی نام نہ لو
رنگ اُسکا کہیں یاد ندے زنہار اِسے کچھہ کام نہ لو

یاد آئی وہ کیا تڑپے ہی کیا بیتابی کرتا ہی
کوئی تسلی پھر ہوتا ہی جبتک دلکو تھام نہ لو

میر کہاں تک بیخوابی وہ میں ہوں تک جو سالاتا ہوں
بس جو تمہارا کچھہ بھی چلے تو اینک گھڑی آرام نہ لو

کیا کیا چھمک گئے ہیں رخسار یار دونوں
رہ رہ گئے مہ و خور آئینہ وار دونوں

تصویر قیس و لیلیٰ تک ہاتھہ لیکے دیکھو
کیسے ہیں عاشقی کے حیران کار دونوں

دست جنوں نے اپکے کپڑونکی دھجیاں کیں
داماں جیب میرے ہیں تار تار دونوں

پر سال کی سی بارش برسونمیں پھر ہوئی تھی
ابر اور دیدۂ تر روتے ہیں زار دونوں

دن ہیں برے کبھو کے راتیں بریں کبھو کی
رہتے نہیں ہیں یکساں لیل و نہار دونوں

دل اور برق ابر فصل گل اینک سے ہیں
یعنے کہ بیکلی سے ہیں بیقرار دونوں

خوشرنگ اشک خونیں کرتے رہے برابر
باغ و بہار ہیں اب جیب و کنار دونوں

اُس شاخ گل سے قد کی کیا چوٹ لگ گئی ہی
جو دل جگر ہوئے ہیں خون ایکبار دونوں

چاہتے جو اُسکو دیکھا جی اپنے کھینچ گئے ہیں

ہم اور میریاں ہیں بے اختیار دونوں

کام کیئے ہیں شوق سے ضایع صبر نہ آیا یارونکو
مار رکھا بیتابئی دل نے ہم سب غم کے مارونکو

جی تو جلا احباب کا مجھ پر عشق میں اُس شعلے کے پر
رو ہی نہیں ہی بات کا ہرگز اپنے جانب دارونکو

آؤ نہیں دربستہ یعنے منہہ پر اس مہ پارے کے
صبح تلک دیکھا کرتے ہیں محو چشمک تارونکو

گردش چشم سیہ کاسے سے جمع نرکھو خاطر تم
بھوکھا پیاسا مار رکھا ہی تمسے انے ہزارونکو

کوہکن و مجنون و دامن میر آئے تھے صحبت میں
منہہ نہ لگایا ہم میں کنھوں نے ایسے ہرزہ کارونکو

جی رکا رکنے سے پرے کچھ تو
آسمان آ گیا ورے کچھ تو

جو نہووے نماز کرئیے نیاز
آدمی چاہئے کرے کچھ تو

طالع و جذب و زاری و زر و زور
عشق میں چاہئے ارے کچھ تو

جینا کیا ہی جہان فانی کا
مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

سہمے سہمے نظر پڑین ہیں میر
اسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

رفتن رنگین گلرویان سے کیا ٹھہراؤ ہو
ساتھ انکے چل تماشا کرلے جسکو چاؤ ہو

قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دھنا ہیچ ہی
ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو

خون کے سیلاب میں ڈوبے ہوؤنکا کیا شمار
تک بہے وہ جدول شمشیر تو ستھراؤ ہو

تھی وفا و مہر تو بابت دیار عشق کی
دیکھیں شہر حسن میں اس جنس کا کیا بھاؤ ہو

گریۂ خونین سے ہیں رخسار میرے لعل تر
دیدۂ خونبار یونہیں جیسے منہہ پر گھاؤ ہو

جی کی لاگ بلا ہی کوئی دل جینی سے اٹھا بیٹھو
ہو کے فقیر گلی میں کسو کی رنج اٹھاؤ جا بیٹھو

کیا دیکھو ہو آگا پیچھا عشق اگر فی الواقع ہی
ایکدم اس بے چشم و رو کی تیغ تلے بھی جا بیٹھو

اینک سماں تھا وصل کا اسکے سینچ پہ سونے پہ سونکی ۔۔۔ اب ہی زماں فراق پچھونے خار و خسک کے بچھا بیٹھو
کام کی صورت اپنے پیارے کیا بگرتی ہی کیا کہیے ۔۔۔ آو کبھو مدت میں یاں تو اچھے منہہ کو بنا بیٹھو
تیرہی چال سے اسکی خایف چکے کہرے کیا پھرتے ہو ۔۔۔ سیدھی سیدھی دو چار اسکو جراحت کرکے سنا بیٹھو
تیرے بھوویں دشمن پہ کرو عشق و ہو سمیں تمیز کرو ۔۔۔ یعنے تیغ ستم ایک اسکو چاتے پھرتے لگا بیٹھو

نکلا خط پشت لب اسکا خضر و مسیحا مرنے لگے
سوچتے کیا ہو میر عبث اب زہر منگا کر کھا بیٹھو

صبر کہاں جو تمکو کہے لگ کے گلے سے سو جاؤ ۔۔۔ بولو نہ بولو بیٹھو نہ بیٹھو کہرے کہرے تک ہو جاؤ
برسے ہی غربت سی غربت گور کے اپر عاشق کی ۔۔۔ ابر نمط جو آؤ ادھر تو دیکھ کے تم بھی رو جاؤ
میر جہاں ہی مقام مرخانہ پیدا یہاں لگا پیدا ہی
آو یہاں تو دا و نخیتیں اپنے تئیں بھی کھو جاؤ

یار صد حیف کہ بیگانہ رہا اپنے ساتھہ ۔۔۔ آشنایانہ نہ کی کوئی ادا اپنے ساتھہ
اتحاد اتنا ہی اسے کہ ہمیشہ ہی وصال ۔۔۔ اپنے مطلوب کو ہی ربط ادا اپنے ساتھہ
عہد یہہ تھا کہ نہ لے وصل بدن سے جاوے ۔۔۔ سو جدا ہوتا ہی کہ جی نے دعا اپنے ساتھہ
رنج نے رنج بہت کھینچے پہنچ کر ہم تک ۔۔۔ اک بلا میں ہی گرفتار بلا اپنے ساتھہ
دس گنا دکھنے لگا زخم رکھے مرہم کے ۔۔۔ درد کا کام رہی کرتی دوا اپنے ساتھہ
وارد شہر میں یا دشت میں ہم شوق طلب
ہر زماں پھرتا ہی ہی میر لگا اپنے ساتھہ

گرمی سے عاشقی کی آخر کو ہو رہا کچھہ ۔۔۔ پانی ہوا ہی کچھہ تو میرا جگر جلا کچھہ
آزردہ دل ہزاروں مرتے ہی ہم سنے ہیں ۔۔۔ بیماری دلی کی شاید نہیں دوا کچھہ
وارفتہ ہی گلستاں اُس روئے چمپئی کا ۔۔۔ ہی فصل گل پہ گل کا اب وہ نہیں مزا کچھہ
وہ آرسی کے آگے پھروں ہی بے تکلف ۔۔۔ منہہ سے ہمارے اسکو آتی نہیں حیا کچھہ

دل ہی کے غم میں گذرے دس دن جو عمر کے تھے
اب حرج ہی اس نگر سے جانا نہیں ذرا کچھ

منہہ کر بھی میری جانب سوتا نہیں کبھو وہ
کہا جانوں اُسکے جی میں ہی اسطرف سے کیا کچھ

دل لے فقیر کا بھی باتوں میں دل دہی کر
آجاے ہی جہاں میں آگے لیا دیا کچھ

یاروں کی آہ وزاری ہووے قبول کیونکر
اِنکی زباں میں کچھ ہی دلمیں ہی کچھ دعا کچھ

ساری ہوا حقیقت ملحوظ سب میں رکھیے
کہیے نمود ہووے جو اسکے ماسوا کچھ

حرف وسخن کی اُسنے اپنی مجال کیا ہی
اُنے کہا ہی کیا کیا میں نے اگر کہا کچھ

گہنگ یہہ بدشرابی پیری تو میر آئی
جانے کے ہو مہیا اب کر چلو بھلا کچھ

حیرت طلب کو کام نہیں ہی کسو کے ساتھہ
جان عزیز ابھی ہی مری آبرو کے ساتھہ

یکرنگ آشنا میں خرابات ہی کے لوگ
سر میکشو کے پھوٹتے دیکھے سبو کے ساتھہ

قسمری کا لہو پانی ہوا ایک عشق میں
آتا ہی اسکا خون جگر آبجو کے ساتھہ

خالی نہیں ہی خواہش دل سے کوئی بشر
جاتے ہیں سب جہان سے یک آرزو کے ساتھہ

دم میں ہی دم جہان نہیں گرم تلاش ہوں
سو پیچ وتاب رہتے ہیں ہر ایک مو کے ساتھہ

کیا اضطراب عشق سے میں حرف زن ہوں میر
منہہ تک جگر تو آنے لگا گفتگو کے ساتھہ

سر تو بہت بکھیرا پر فایدہ کیا نہ
اُلجھاؤ تھا جو اسکی زلفوں سے سو گیا نہ

وے زلفیں عقدہ عقدہ ہیں آفت زمانہ
عقدہ ہمارے دل کا اُن سے بھی کچھہ کھلا نہ

کھینچے کے دلکی کچھہ تھی واشد بہار آئی
افسوس ہی کہ موسم گل کا بہت رہا نہ

مرنا ہمارا اُسے کہہ دیکھیں یار جاکر
حال اسکا یہہ خبر بھی درہم کرے ہی یا نہ

گن رس بھی حیف اسکو تھا نہ کہا تو کیا کیا
قطعہ لطیفہ بذلہ شعر و غزل ترانہ

بیمار عشق بیکس جیتا رہے گا کیونکر
احوال گہر گم ہو پہنچے بہم دوانہ

یوں در میاں چمن کے لینے تو گئے تھے ہمکو — پر فرط بے خودی سے ہم تھے نہ در میانہ
چھو سکتے بھی نہیں ہیں ہم لپٹے بال اسکے — ہیں شانہ گیر سے جو یہہ لڑکے نرم شانہ
وحشت چمن میں ہمکو کل صبح بیشتر تھی — بے اسکے پھول گل سے جی ایکدم لگا نہ
صحبت برار اپنی لوگوں سے کیونکے ہووے — معقول گو ہم اتنے وے ایسی ہرزہ چانہ
رگڑے گئے ہیں جبہے ازبسکہ راستوں کے — آئینہ ہو رہا ہی وہ سنگ آستانہ

ہی عینیہ ابلنا سیلاب رود کا سا
ای میر چشم تر ہی یا کوئی رود خانہ

غم قوت سے بندے آزاد رہ — خدا ہی تو کیا غم ہی دل شاد رہ

چاہ میں دل پر ظلم ستم ہی جور و جفا ہی کیا کیا کچھ — درد و الم ہی کلفت و غم ہی رنج و بلا ہی کیا کیا کچھ
عاشق کے مر جانیکے اسباب بہت رسوائی میں — دل بھی لگا ہی شرم و حیا ہی مہر و وفا ہی کیا کیا کچھ
عشق نے دے کر آگ یکایک شہر تن کو پھونک دیا — دل تو جلا ہی دماغ جلا ہی اور جلا ہی کیا کیا کچھ
دل لینے کو فریفتہ کے بہتیرا کچھ ہی یار کنے — غمزہ عشوہ چشمک چتون ناز و ادا ہی کیا کیا کچھ
کیا کیا دیدہ درائی سی تم کرتے رہے اس عالم میں — تمسے آگے سنو ہو صاحب نہیں ہوا ہی کیا کیا کچھ
حسرت وصل اندوہ جدائی خواہش کاوش ذوق و شوق — یوں تو چلا ہوں اکیلا لیکن ساتھ چلا ہی کیا کیا کچھ

کیا کہئے جب میں نے کہا ہی میر ہی مغرور اس پر تو
اپنی زباں مت کھول تو انے اور کہا ہی کیا کیا کچھ

میں تو تنک صبری سے اپنی رہ نہیں سکتا اکدم بھی — ناز و غرور بہت ہی اسکا لطف نہیں ہی کم کم بھی
جامۂ احرام آخر تہ کر دل کی اور توجہ کی — در پہ حرم کے اس لئے تھے ہم کوئی ملیگا محرم بھی
دیکھ ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے — گل ہی چلے جاتے نہیں یاں سے چلنے کو بیٹھے ہیں ہم بھی
کیا کیا میں بیتاب رہا ہوں رنج و الم سے محبت کے — ہر عالم کچھ اور ہی میرے دلکے مرض کا عالم بھی
پنبہ و داغ کیا ہی کیا کیا اچھے ہونے والے نہ تھے — زخموں پر چھاتی کے میری رکھ دیکھو نہ مرہم بھی

ہوا ہی ہوگا جو ہر سیر چمن کی کر لیجے ۔ پھول بکھرتے جاتے ہیں مجھ آخر ہی اب موسم بھی

نعل جڑے سینے کو کوٹا چہرے نیچے پر خاک ملی

میر کیا ہی میں نے نہایت دل جانیکا ماتم بھی

نقد دل غفلت سے کھویا راہ کھوٹی کر گئے ۔ کارواں جاتا رہا ہم خواب ہی میں مر گئے

کیا کہیں انے جو پھیرا اپنے در پر سے ہمیں ۔ مر گئے غیرت سے ہم بھی پر نہ اسکے گھر گئے

واعظ نا کس کی باتوں پر کوئی جاتا ہی میر

آؤ میخانے چلو تم کسکے کہنے پر گئے

ایکاش کوئی جا کر کہہ آوے یار سے بھی ۔ یاں کام جا چکا ہی اب اختیار سے بھی

تا چند بیدماغی کبتک سخن خشن ہو ۔ کوئی تو بات کرئے اخلاص پیار سے بھی

یک معنیٔ شگفتہ سو رنگ بندھ گئے ہیں ۔ الوان گل میں ہر سو ابکے بہار سے بھی

کیا جب و آستیں ہی سیلاب خیز ہی یاں ۔ دریا بہا کریں ہیں میرے کنار سے بھی

باغ وفا سے ہمنے پایا سو پھل یہہ پایا ۔ سینے میں چاک تر ہی دل اب انار سے بھی

راہ اسکی برسوں دیکھی آنکھیں غبار لائیں ۔ نکلا نہ کام اپنا اس انتظار سے بھی

جان و جہاں سے گذرا میں میر جنکی خاطر

بچ کر نکلتے ہیں وے میرے مزار سے بھی

خوار پھرایا گلیوں گلیوں سر مارے دیوارونسے ۔ کیا کیا انے سلوک کئے ہیں شہر کے عزت دارونسے

دور اسے تو اپنے بھائیں آگ لگی ہی گلستانمیں ۔ آنکھیں نہیں پڑتی ہیں گل پر سینکتے ہیں انگارونسے

شور کیا جو میں نے شبانگہ بیتابی سے دلکی بہت ۔ کہنے لگا جی تنگ آیا ان مہر و وفا کے مارونسے

وہ جو ماہ زمیں گرد اپنا دوپہری ہی ان روزوں ۔ شوقمیں ہر شب حرف و سخن ہی ہمکو فلک کے تارونسے

حرف شنو ساتھ اپنے نہیں ہیں ورنہ در اے قافلہ سان ۔ راہ میں باتیں کس کس ڈھب کی کرتے ہیں ہم یارونسے

خستہ ہو اپنا کیسا ہی کوئی پھر بھی گلے سے لگاتے ہیں ۔ وحشت ایک تمہیں کو دیکھی اپنے سینہ فگارونسے

داغ جگرداری ہیں اپنے کشتے ثبات دلکے ہیں ۔ ہم نہ گئے جاگہہ سے ہرگز قیمہ ہوئے تلوارونسے
حرف کی پہچان اُسکو نتھی تو سادہ ہی کچھہ اچھا تھا ۔ بات اگر مانے ہی کوئی سو سو اب تکرارونسے

کوہ کن و مجنوں یہ دونوں دشت و کوہ میں سر ماریں
شوق نہیں ملنے کا ہمکو میر ایسے آوارونسے

زور کش ہینگے عشق کے ہم بھی ۔ ہمنے کھینچی کمان رستم بھی
ہی بلا دھوم دل تڑپھنے کی ۔ ایسا ہوتا نہیں ہی اودھم بھی
کچھہ نہیں اور دیکھیں ہیں کیا کیا ۔ خواب کا سا ہی یا نکا عالم بھی
حیف دل جاتے پڑ گئی جی کی ۔ ورنہ غم کرتے لیتے ماتم بھی
حرم کعبہ کا نپایا بھید ۔ نہ ملا وان کا ایک محرم بھی
خشک نی سا تھا شیخ حیف موا ۔ یوں تو یار اُسکو دیتے تھے دم بھی

کھپ ہی جاتا ہی آدمی ای میر
آفت جاں ہی عشق کا غم بھی

لطف ہی کیا انواع ستم جو اسکے کوئی بیان کرے ۔ گوشزد اکدن ہوویں کہیں تو بے لطفی سے زبان کرے
ہم تو چاہ کر اس پتھر کو سخت ندامت کھینچی ہی ۔ چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے
سودے میں دلکے نفع جو چاہے خام طمع سودائی ہی ۔ وارا سارا عشق میں کیسا جی کا بھی نقصان کرے
حشر کے ہنگامے میں چاہیں داد عشق تو حسن نہیں ۔ کاشکے یاں وہ ظالم اپنے دل ہی میں دیوان کرے
آتش خو مغرور سے ویسے عہدہ برا کیا عاشق ہو ۔ دلکو جلاوے منت رکھے جی مارے احسان کرے
یمن عشق غم افزا سے کام نہایت مشکل ہی ۔ اب بھی نہیں تو میدی دلکو شاید عشق آسان کرے

کہنے میں یہہ بات آتی نہیں ہو سیر خدا کی قدرت کی
موند کر آنکھیں میرا گر تو دل کی طرف ٹک دھیان کرے

بیدل ہوئے بیدیں ہوئے بیوقر ہم ات گت ہوئے ۔ بیکس ہوئے بے بس ہوئے بیکل ہوئے بے گت ہوئے

ہم عشق میں کیا کیا ہوئے اب آخر آخر ہو چکے
بے مت ہوئے بے سُت ہوئے بیخود ہوئے میت ہوئے

الفت جو کی کہتا ہی جی حالت نہیں عزت نہیں
ہم بابت ذلت ہوئے شایستۂ کلفت ہوئے

گر کوہ غم ایسا گراں ہمسے اٹھے پس دوستاں
سو کھسے سے ہم دنیت ہوئے تنکے سے ہم پربت ہوئے

کیا روئے قیدی ہیں ابرویت بھی بن گل کچھ نہیں
بے پر ہوئے بے گھر ہوئے بے زر ہوئے بے پت ہوئے

آنکھیں بھر آئیں جی رندھا کہئے سو کیا چپکے سے تھے
جی چاہتا مطلق نہ تھا ناچار ہم رخصت ہوئے

پا مست و رکاہوں میں شب کرتے تھے شاہد بازیاں
تسبیح لیکر ہاتھ میں یا میرا ب حضرت ہوئے

باغ میں سیر کبھو ہم بھی کیا کرتے تھے
روش آب رواں پھیلے پھرا کرتے تھے

غیرت عشق کسو وقت بلا تھی ہمکو
تھوڑی آزردگی میں ترک وفا کرتے تھے

دلکی بیماری سے خاطر تو ہماری تھی جمع
لوگ کچھ بون ہی محبت سے دوا کرتے تھے

جبتلک شرم رہی مانع شوخی اُسکی
تبتلک ہم بھی ستمدیدہ حیا کرتے تھے

مایل کفر جوانی میں بہت تھے ہم لوگ
دیر میں مسجد و نمیں دیر رہا کرتے تھے

آتش عشق جہان سوز کی لپٹیں تھیں قہر
دل جگر جان دروں میں جلا کرتے تھے

اب تو بیتابی دل نے ہمیں بٹھا ہی دیا
آگے رنج و تعب عشق اُٹھا کرتے تھے

اٹھ گئے پر مرے تکیے کو کہینگے یاں میر
درد دل بیٹھے کہانی سی کہا کرتے تھے

حالنہیں ہی دلمیں مطلق شور و فغا نر سوائی ہی
یار گیا مجلس سے دیکھیں کس کسکی اب آسی ہی

آنکھیں ملکر کھولیں اُنے عالم میں آشوب اُٹھا
بال کھلے دکھلائی دیا سو ہر کوئی سودائی ہی

دل بیاں کیا کوئی کرے اُسو عدہ خلافی دیہی کا
تھا لکے سا سچے میں صانع نے وہ ترکیب بنائی ہی

نسبت کیا ان لوگونسے ہمکو شہری ہیں دیوانے ہم
ہی فرہاد اک آدم کو ہی مجنوں اک صحرائی ہی

ہی پتھر سا چھاتی میں میری کثرت غم کی حیرت سے
کیا کہیئے پہلو سے دلکے سخت اذیت پائی ہی

باغ میں جا کر ہم جو زبے سبو اور داغ آشفتہ ہوا
کیا کیا سر پہ ہمارے آ کر بلبل شب چلائی ہی

کیسا کیسا عجز ہی اپنا کیسے خاک میں ملتے ہیں
کیا کیا ناز و غرور اُسکو ہی کیا کیا بے پروائی ہی

قصہ ہم غربت زدگاں کا کہنے کے شایستہ نہیں
بیصبری کم پائی ہی پر دور اُسے تنہائی ہی

چشمک چشمون نیچی نگاہیں چاہ کی تیری مشعر ہیں
میر عبث مکرے ہی ہمسے آنکھ کہیں تو لگائی ہی

دنیا کسی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی
کچھ چیز مال ہو تو خریدار ہو کوئی

کیا ابر رحمت ایکسے برستا ہی لطف سے
طاعت گزیں جو ہو سو گنہگار ہو کوئی

کیا ضعف تن میں ہی جگر و دل و داغ بن
پوچھ جو اس قشون میں سردار ہو کوئی

ہم عاشقان زردو زبوں ونزار سے
مت کرا دائیں ایسی کہ بیزار ہو کوئی

چپکے ہیں ہم تو حیرت حالات عشق سے
کر ئے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی

یکساں ہوئے ہیں خاک سے پامال ہو کے ہم
کیا اور اُسکی راہ میں ہموار ہو کوئی

وہ رہ سکے ہی دل زدہ کچھ منتظر کہ ا
حیرت سے اُسکے در پہ جو دیوار ہو کوئی

یک سخن عجیب ہی لب کا طبیب کا
کچھ غم نہیں ہی اُسکو جو بیمار ہو کوئی

کیا اضطراب دل سے کہے میر سر عشق
یہہ حال سمجھے وہ جو گرفتار ہو کوئی

اُن خائی دست و پاسے دل لگی سی ہی ابھی
میں نے ناخن بندی اپنی عشق میں کی ہی ابھی

ہاتھہ دل پر زور سے اپنے نہ رکھا جائے
چاک کی چھاتی مری حسرت نے سی ہی ابھی

ایکدم دکھلائی دیتا بھی تو مرتے آنکھیں
شوق سے آنکھ ونمیں کوسی دم مراجی ہی ابھی

دیکھیں اک دو دم میں کیونکر تیغ اسکی ہو بلند
کوئی خونریز نے اپنے میان سے لی ہی ابھی

کسطرح ہوں معتقد ہم اتقا سے شیخ کے
صبح کو رسم شبہ جی سے تو مے ولی ہی ابھی

آگے کب کب اٹھتے تھے سر نالے کی بلبل نے سیکھی ہی ابھی
طرز میرے

زیر دیوار اسکے کس امید پر تو میر ہی
ایک دونے جان اس دروازے پر دی ہی ابھی

دیر سے ہمکو بھول گئے ہو یاد کرو تو بہتر ہی
غم حرماں کا کبتک کھینچیں شاد کرو تو بہتر ہی

پہنچا ہوں میں دور یسے مرنیکے نزدیک آخر تو
قید حیات سے بندے کو آزاد کرو تو بہتر ہی

جو کرئیے گا حق میں میرے خوبی ہی میری اُس ہی میں
داد کرو تو بہتر ہی بیداد کرو تو بہتر ہی

زخم دامن دار جگر سے جامہ گذاری ہو نہ گئی
ظلم نمایاں اب کوئی جو ایجاد کرو تو بہتر ہی

عشق میں دم مارا نہ کبھو تم چپکے چپکے میر کہیے
لو ہو منہہ سے ملکر اب فریاد کرو تو بہتر ہی

مل لہل بصیرت سے کچھ وے ہی دکھا دینگے
لے خاک کی کوئی چٹکی اکسیر بنا دینگے

پانی کی سی بوندیں تھیں سب اشک نہ میں جانا
کپڑوں پہ گرینگے تو وے آگ جلا دینگے

سرگشتہ سا پھرتا ہی کہتے ہیں بیاباں میں
گر خضر ملے گا تو ہم راہ بتا دینگے

ایکاش قیامت میں دیویں اسے عاشق کو
گر حسن عمل کی واں لوگونکو جزا دینگے

حاصل کرے ہونیکا ابرو کی کماں اسکی
دیکھینگے چڑھی جسدم ہم سیر کو نوا دینگے

ایدھر نہیں آتا وہ آوے تو تصدق کر
جی جامہ اُٹھا دینگے گھر بار لٹا دینگے

معشوقوں کی گرمی بھی ای میر قیامت ہی
چھاتی میں گلے لگ کر تک آگ لگا دینگے

جنگل میں چشم کسے بستی کی رہبری کی
صاحب ہی نے ہمارے یہہ بندہ پروری کی

شب سنکے شور میرا کچھ کی نہ بیدماغی
اسکی گلی کے سگ نے کیا آدمی گری کی

کرتے نہیں ہیں دل خون اس رنگ سے کسو کا
ہم دل شدونکی اُنے کیا خوب دلبری کی

اللہ رے کیا نمک ہی آدم کے حسن میں بھی
اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی

ہی اپنی مہر ورزی جانکاہ و دل گدازاں
اس رنج میں نہیں ہی امید بہتری کی

رفتار ناز کا ہی پامال ایک عالم — اس خود نمائے کیسی خودرائی خودسری کی
ایکاش اب نچھوڑے صیاد قیدیوں کو — جی ہی سے مارتی ہی آزادی بے پری کی
اس رشک مہ سے ہر شب ہی غیر سے لڑائی — بخت سیہ نے بارے ان روزوں یاوری کی
کھٹ بچریاں ہی کی ہیں صراف کے نے ہمسے — پیسے دے بیر دئی کی پھر لیگئے کھری کی

گذرے بسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تمنے کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بیدماغی ہر دم کی سرگرانی — اب کب گئی اٹھائی ہی زور ناتوانی
تم دلکو دیتے ہو تو بیدل سمجھ کے ہو جو — ہمنے تو قدر دل کی افسوس کچھ نجانی
عہد شباب کی تو فرصت تھی ایک چشمک — مژگان بہم زدن میں جاتی رہی جوانی
حسرت سے دیکھ رہیو ای نامہ بر منہہ اسکا — بس اور کچھ نکہیو ہرگز مری زبانی
اس غیرت قمر کی خجلت سے تاب رخ کی — آئینہ تو سراسر ہوتا ہی پانی پانی
مرزائی فقر میں بھی دلسے گئی نہ میرے — چہرے کے رنگ اپنے چادر کی زعفرانی

یوں میر تو غم اپنا برسوں کہا کرینگے
اب رات کم ہی سوؤ بس ہو چکی کہانی

چلو چمن میں جو دل کھلے تک بہم غم دل کہا کرینگے — طیور ہی سے بگلا کرینگے گلو نکے آگے بکا کرینگے
قرار دل سے گیا ہی ابکے کہ رک کے گھر میں نہ مرئیگا یوں — بہار آئی جو اپنے جیتے تو سیر کرنے چلا کرینگے
ہلاک ہونا مقرری ہی مرض سے دلکے نہ تم کڑھو ہو — مزاج صاحب اگر ادھر ہی تو ہم بھی اپنی دوا کرینگے
برا ہی دل کا ہمارے لگنا لگانا غصے سے عاشقی کے — مچی جنیں سے میں اسکی خراب و خستہ پھرا کرینگے
وصال خوباں نکر تمنا کہ زہر شیریں لبی ہی انکی — خراب و رسوا جدا کرینگے ہلاک بلکر جدا کرینگے
مگر وہ رشک بہار سمجھے کہ رنگ اپنا بھی ہی اب ایسا — ورق خزاں میں جو زرد ہونگے غم دل اسپر لکھا کرینگے

غم محبت میں میر ہم کو ہمیشہ جلنا ہمیشہ مرنا

صعوبت ایسی دماغ رفتہ کہاں تلک اب وفا کرینگے

سنو سرگذشت اب ہماری زبانی — سنی گرچہ جانی نہیں یہہ کہانی
بہت نذریں مانیں کہ مانیگا کہنا — ولیکن مری بات ہرگز نمانی
بہت مو پریشاں کھنچی اسکے غم میں — خدا جانے ہی بید کسکی نشانی
گیا بھول جی شیب میں جو ہمارا — بہت یاد آئی گئی وہ جوانی
توقع نہیں یاں تک آنے کی ان سے — اگر لطف مجھہ پر کریں مہربانی
کریں ضبط گریہ سے دلکی عمارت — ہوئی چشم تر اس خرابی کی بانی
ملا دیتی ہی خاک میں آدمی کو — محبت ہی کوئی بلا آسمانی

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
ولے عشق میں قدر ہمنے نجانی

چلتے ہو تو چمن کو چلئے کہتے ہیں کہ بہاراں ہی — پات ہرے ہیں پھول کھلے ہیں کم کم بادوباراں ہی
رنگ ہوا سے یوں ٹپکے ہی جیسے شراب چواتے ہیں — آگے ہو میخانے کے نکلو عہد یاوہ گساراں ہی
عشق کے میداں دار و نمیں بھی مرنیکا ہی وصف بہت — یعنے مصیبت ایسی اٹھانا کار کار لذاراں ہی
دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے آنسو سارے خوں ہوئے — لوہو پانی ایک کرے یہہ عشق لالہ عذاراں ہی

کوہکن و مجنوں کی خاطر دشت و کوہ میں ہم نگئے
عشق میں ہمکو میر نہایت پاس عزت داراں ہی

ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے — تعب ایسی گذری کہ مر مر گئے
نظر اک سپاہی پسر سے لڑی — قریب اسکے تلوار کر کر گئے
بہم مہر و زری کے سرگرم تھے — خدا جانے وے لوگ کیدھر گئے
لہو میری آنکھوں میں آتا نہیں — جگر کے مگر زخم سب بھر گئے

رباط کہن میں نہیں میر جی
پک

ہوا جو لگی لوے بھی باہر گئے

کب وعدیکی رات وہ آئی جو آپس میں نلرائی ہوئی — آخر اس او باشنے مارا رہتی نہیں ہی آئی ہوئی
چاہ میں اس بے الفتکی گھبراہٹ دلہی کو تو نہیں — سارے حواسونمیں ہی تشت جان بھی ہی گھبرائی ہوئی
گرچہ نظر ہی پشت پا پر لیکن قہر قیامت ہی — گر جاتی ہی دلمیں ہمارے آنکھ اسکی شرمائی ہوئی
جنگل جنگل شوق کے مارے ناقہ سوار پھرا کی ہی — مجنون جو صحرائی ہوا تو لیلی بھی سودائی ہوئی
دود دل سوزان محبت محو جو ہو تو عرش پہ ہو — یعنے دور بجھے گی جا کر عشق کی آگ لگائی ہوئی
چتون کے انداز سے ظالم ترک مروت پیدا ہی — اہل نظر سے چھپتی نہیں ہی آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

میر کا حال نپوچھو کچھ تم کہنہ رباط سے پیری میں
رقص کناں بازار تک آئے عالم میں رسوائی ہوئی

موسم ہی نکلے شاخوں سے پتے ہرے ہرے — پودے چمن میں پھولوں سے دیکھے بھرے بھرے
آگے کسو کے کیا کریں دست طمع دراز — وہ ہاتھ سو گیا ہی ستر ہانے دھرے دھرے
کیا سمجھے اسکے رتبہ عالی کو اہل خاک — پھرتے ہیں جوں سپہر بہت ہم ورے ورے
مرتا تھا میں تو باز رکھا مرنے سے مجھے — یہہ کہہ کر کوئی ایسا کرے ہی ارے ارے

گلشن میں آگ لگ رہی تھی رنگ گل سے میر
بلبل پکاری دیکھ کے صاحب پرے پرے

ہماری تیری مودت ہی دوستداری ہی — ہزار سابقوں سے سابق ایک یاری ہی
گئی وہ نوبت مجنوں کہ نام باجے تھا — ہمارا شور جنوں اب ہی اپنی باری ہی
کریں تو جا کے گدایانہ اسطرف آواز — اگر صدا کوئی پہنچانے شرمساری ہی
مسافران رہ عشق ہیں شکیب سے چپ — وگرنہ حال ہمارا تو اضطراری ہی
خرابی حال کی دلخواہ جو تمھارے تھی — سو خطرے میں نہیں خاطر ہمیں تمھاری ہی
ہمیں ہی عشق میں جینے کا کچھ خیال نہیں — وگرنہ سب کتئیں جان اپنی پیاری ہی

نگاہ غور سے کر میرؔ سارے عالم میں
کہ ہووے عین حقیقت وہی تو سامنے ہی ہے

نہ خاطر پر الم تیرے نہ دل پر کچھ ستم تیرے — محل رحم ہووے ہیں کسطرح مظلوم ہم تیرے
جو تک بھی سایہ کستر ہوگا تو اس خشک مزرع پر — بہت ہم ہونگے احسان مندای ابر کرم تیرے
آنکھیں کی طبع جان میر مایل پاوگی سنبل کی
نہیں دیکھے جنھوں نے گیسوئے پر پیچ و خم تیرے

عشق میں کھوئے جاؤ گے تو بات کی تہ بھی پاؤ گے — قدر ہماری کچھ جانو گے دلکو کہیں جو لگاؤ گے
صبر کہاں بیتابی دل سے چین کہاں لے خوابی سے — سو سو بار گلی میں نکلے گھر سے باہر آؤ لے
شوق کمال کو پہنچا تو ہیں خط و کتابت حرف و سخن — قاصد کے محتاج نہ ہوگے آپ بھی دوڑے جاؤ گے
صنعت گریاں صاحب بندہ دلکے لگے کب پیش گئیں — اپنا کہیں وہ سنے کاتم باتیں بہت بناؤ گے
چاہ گئی دوریش ہوئے تو آب و خورش کی فکر نہیں — لوہو پیوگے اپنا ہر دم غم غصہ ہی کھاؤ گے
حال رنگ محبت کے ہیں کہنے کو تمھیں خوش آویگا — خون کروگے یاد لکو یاد داغ جگر پہ جلاؤ گے
رہتے ہیں مبہوت الفت میں گم گشتہ کا فت میں — بھولے سے آپ بھی پھروگے کسکو راہ بتاؤ گے
اشک تو پانی سے ہیں لیکن جانتے آوینگے — دلکے لگے جیرا ن ہوں صاحب کہیں تو چپ لگے بچھاؤ گے

چاہت میرا سبھی کرتے ہیں رنج و تعب میں رہتے ہیں
تم جو آپ بھی بیتاب ہوئے ایسے جی سے اٹھاؤ گے

لگے ہے تیر کو ہمدم دلا سے جدا گیا ہی — رخصت میں لگ گلے سے چھاتی جلا گیا ہی
رفتار و قیامت گذارے اب دیکھی رہی رہ تو — ہر کوئی اپنی نوبت دوڑان بجا گیا ہی
ضعف و داغ الفت میں بھر کر نظر نہ دیکھا — کیا لوہو ہوں پلک سے میری اٹھا گیا ہی
بیجا ہو کہے بہت دل و خاطر ہو یکھو اسکی — عزلت لگیر سنے بھی کم ہی رہا گیا ہی
رسوا خراب و غمگین دل فیتا لحہ محبت — عاشق کو نیتر لے غم میں کیا کیا کہا گیا ہی

قطعہ

ای میر شعر کہنا کیا ہی کمال انساں ۔ یہہ بھی خیال سا کچھ خاطر میں آگیا ہی
شاعر نہیں جو دیکھا تو تو ہی کوئی ساحر
دو چار شعر پڑھکر سب کو رجھا گیا ہی

کہو سو کرئے فراق اُسکا تو جی کو میرے کھپا گیا ہی ۔ درونمیں آگ یک لگا گیا ہی برونکو یکسر جلا گیا ہی
اگرچہ مارا بگر کے مجکو دلیک لطف و کرم سے چھر بھی ۔ نشان میرے مزار کا وہ سرہ اپنی بنا گیا ہی
خرام شوخی کے ہمرہ اُسکے ہزار جانیں چلی گئیں ہیں
رکھا ہی راہ میں قدم جو انے تو میر کسے رہا گیا ہی

صبر کرا رہ جو وہ عتاب کرے ۔ ورنہ کیا جانے کیا خطاب کرے
عشق میں دل بہت ہی بے آرام ۔ چین دیوے تو کوئی خواب کرے
وقت یاں کم ہی چاہئے آرام ۔ کرنا جو کچھ ہو شتاب کرے
پھاڑ کر خط کو اُنے پھینک دیا ۔ نامہ بر اُسکا کیا خواب کرے
ہی برافروختہ جو خشم سے وہ ۔ آتش شعلہ زن کو آب کرے
ہی تو یک قطرہ خون ہی لیکن ۔ قہر ہی دل جو اضطراب کرے
میر اتنہ بتکدے سے کعبے گیا
کیا کرے جو خدا خراب کرے

افسانہ خوان کاہلی کا کیا کہئے دیدنی ہی ۔ قصہ ہمارا اپکا یارو شنیدنی ہی
اپنا تو دست کوتہ زہ تک بھی تک نہ پہنچا ۔ نقاش سے کہیں وہ دامن کشیدنی ہی
پروانہ مرتا ہی جل کر نہ کچھ کہا تو ۔ ای شمع یہہ زباں تو ظالم بریدنی ہی
حسرت سے عاشقی کی پیری میں کیا کہیں ہم ۔ دندان نہیں ہیں منہہ میں وہ لب گزیدنی ہی
ہی راست میر صاحب کس کے کیف کرئے

سر ہی فاسد نہی ہی قد ہی محمد نہی ہی

حال رہا ہو ہم میں کچھ تو حال کسو سے کہا جاوے — آن رہے ہیں آج دموں پر کل تک کیونکے رہا جاوے
اسکی گلی وہ ظلم کدہ ہی آنکلے جو کوئی وہاں — گرد رہ عشق آلودہ تو لوہو میں اپنے نہا جاوے
آنکھونکی خونابہ فشانی دیکھیں میر کہاں تک یہہ
تر رد ہمارے رخساروں پر ہر دم خون بہا جاوے

عشق چھپا کر چھپائے ہم سو کھ گئے رنجور ہوئے — یعنے آنسو پی پی گئے سو زخم جگر ناسور ہوئے
ہم جو گئے سرمست محبت اُس اوباش کے کوچے میں — کھائیں کھرے تلواریں اسکی زخمی نشے میں چور ہوئے
کوئی نہ ہمکو جانے تھا ہم ایسے تھے کہ نام آگے — یمن عشق سے رسوا ہو کر شہرو نمیں مشہور ہوئے
کہا باطل ناچیز یہہ لوندے قدر پر اپنی نازاں ہیں — قدرت حق کے کہیاں تو دیکھو عاشق بے مقدور ہوئے
سر عاشق کا کاٹ لے اُنکو سر بگریباں رہنا تھا — سو تو پگڑی پہ میر رکھی ہی اور بھی وے مغرور ہوئے
زرد و زبوں و زار ہوئے ہیں لطف ہی کیا اس جینے کا — مردے سے بھی بدتر سو نکے ہم ہجراں میں بے نور ہوئے
پاس ہی رہنا اکثر اُسکے میر سبب تھا جینے کا
پہنچ گئے مرنے کے نزدیک اُسسے جو تک دور ہوئے

جو بحث جی سے وفا میں ہی سو تو حاضر ہی — پہ فرط شوق سے مجھکو ملال خاطر ہی
وصال ہووے تو قدرت نما ہی قدرت کی — نہ ہمکو قدر و نہ قدرت خدا ہی قادر ہی
مسافر انہ ملے تو کہا شرارت سے — غریب کہتے ہیں لوگ ان کو یہہ بھی نادر ہی
کسو سیاق سے تحریر طول شوق نہو — زبان خامۂ انسان اسمیں قاصر ہی
بہم رکھا کرو شطرنج ہی کی بازی کاش
نہ میر بار ہی خاطر کا یار شاطر ہی

ہو نہی نہیں تسلی دل گلستاں سے بھی — تسکیں نہیں ہی جانلو آب رواں سے بھی
تا یہہ نہ گرفتہ دل ہو کہاں لیکے جائیے — آئے ہیں اسکی عنچگی میں تنگ جاں سے بھی

آگے تمہی شوخی ہم سے گنایوں میں چپ تھے ہم
مشکل ہی اب بڑا لگے کہنے زباں سے بھی

ہر چند دست بیع جو اناں ہوں میں ولے
اپنک اعتقاد رکھتا ہوں پیر مغاں سے بھی

جھنجلاہٹ اور غصے میں ہجران یار کے
جوگر اٹھیں رہے ہی زمیں آسماں سے بھی

قطعہ

دنیا سے درگذر کہ گذرگہہ عجب ہی یہہ
در پیش یعنے میر ہی جانا جہاں سے بھی

لشکر میں ہی مبیت اسی بات کے لئے
کہتے ہیں لوگ کوچ ہی کل صبح یاں سے بھی

عشق کیا ہی جب سے ہمنے دل کو کوئی ملتا ہی
اشک کی سرخی زردی چہرہ کیا کیا رنگ بدلتا ہی

روز وداع لگا چھاتی سے وہ جو خوش پر کار گیا
دل تڑپھے ہی جان کپھے ہی سینہ سارا جلتا ہی

طور بغیر آرام گہہ اسکو دنیا میں پھر کوئی نہیں
عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہی

ضعف دماغی جسکو ہووے عشق کے رنج و محبت سے
جی بھی سنبھالتا ہی اسکا پر اعداز و پر سنبھالتا ہی

شور جرس شبگیر کا غافل طیاری کا تالیہ ہی
یعنے آنکھہ نہ لگنے پاوے قافلا صبح کو چلتا ہی

بال نہیں عاشق کے بدن پر ہر بن مو سے نکلا دود
بال کر اسکو جلاتے گیا ہو آپھی جلتا بلتا ہی

میر ستم گشتہ کی سماجت ہی مشہور زمانے کے
جان دیئے بن آگے سے اسکے کب وہ ظالم ٹلتا ہی

جیسے ستارا صبح کا نکلا تب سے آنسو جھمکا ہی
دل تڑپھا اس مہ رو بن سر کو ہمارے دھمکا ہی

آمد و رفت دم کے اوپر ہمنے بنائے زیست رکھی
دم سو ہوا ہی آوے نہ آوے کسکو بھروسا دمکا ہی

کہہ صوفی جام میخانے میں لطف نہیں اب مسجد میں
ابر ہی باران باد ہی نرمک رنگ بدن میں جھمکا ہی

کیا امید رہا ہی رکھے ہمسا رفتہ وا رفتہ
دل اپنا تو خبیری اس زلف خم در خمکا ہی

دل کی نہیں بیماری ایسی جس میں ہو امید بھی
کیا سنبھلے گا میر ستمکش وہ تو مارا غمکا ہی

خواہش دل کی کسے کہئے محرم تو ناپیدا ہی — چپ ہیں کچھ کہہ سکتے نہیں برجی میں ہمارے کیا کیا ہی
ہیں متوقع پرسش اسکے ہم جو گرے ہیں بستر پر — رہنا اس بد حالی ہی سے اپنے حق میں اچھا ہی

میر جی کی بیماری دل کو کب سے ہم سب سنتے ہیں
پوچھے کوئی مزاج کو اسکے ان روزوں میں اب کیسا ہی

صبر کیا جاتا نہیں ہمسے ضعف بھی ہی بیتابی ہی — سہل نہیں ہی جی کا ڈھہنا کیسی خانہ خرابی ہی
آگے ایسا نکھرا نکھرا کاہیکو میں پھرتا تھا — جبسے آنکھ لگی اس مہ سے رنگ مرا مہتابی ہی
کسے سبب میں پوچھوں یارب اپنی سوزش سینے کا — چھاتی جو جلتی رہتی ہی ات گت آگ مگر یاں دابی ہی
رنج و محن نے عشق کے مجکو راحت سے مایوس کیا — دلکتیں بیتابی ہی میری آنکھونکو بیخوابی ہی
ابر کوئی رویا ہی شاید برسوں وادئی لیلی میں — سیر کیا وہ قطعہ زمیں کا ابتک بھی سیرابی ہی
شہر حسن عجب بستی ہی ڈھونڈھے پیدا مہر نہیں — ہی تو متاع گراں قیمت پھر اسکی بلا نایابی ہی

در بدر و رسوا و عاشق شاعر شاغل کامل میر
گہہ کعبے میں دیر میں گاہے کیا کافر ہر بابی ہی

دلکی بات کہی نہیں جاتی چپکے رہنا ٹھانا ہی — حال اگر ہی ایسا ہی تو جی سے جانا جانا ہی
اسکی نگاہ تیز ہی میرے دوش و بر پر ان روزوں — یعنے دل پہلو میں میرے تیر ستم کا نشانا ہی
دل جو رہے تو پانوں کو بھی دامن میں ہم کھینچ رکھیں — صبح سے لیکر سانجھ تلک اودھر ہی جانا آنا ہی
سرخ کنھوا نسو ہیں ہوتے زرد کبھو ہی منہہ میرا — کیا کیا رنگ محبت کے ہیں یہہ بھی ایک زمانا ہی
اس نومیدی بیغایت پر کس مقدار کڑھا کریئے — دو دم جیتے رہنا ہی تو قیامت تک مر جانا ہی
فرصت کم ہی یاں رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی — آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانا ہی
فایدہ ہوگا کیا مترتب ناصح ہرزہ درائی سے — کسکی نصیحت کون سنے ہی عاشق تو دیوانا ہی
تیغ تلے ہی اسکے کیوں نہ گردن ڈالکے جا بیٹھیں — سر تو آخر کار ہمیں بھی خاک کی اور جھکانا ہی

آنکھونکی یہہ مردم داری دلکو کسو دلبر سے ہی

طرز نگاہ طراری ساری میر تمھیں پہچانا ہی

کلید پیچ اگر رقعہ یار کا آوے تو دل کہ قفل سا بستہ ہی کیسا کھل جاوے
ہماری جان لبوں پر سے سوئے گوش گئی کہ اسکے آنے کی من گن کچھ اب بھی یاں پاوے

بہار لوتے ہیں میر ابکے طایر آزاد
نسیم کیا ہی دو گلبرگ اگر ادھر لاوے

میں اسکی جدائی میں تصدیع بہت پائی درویشی کم و پائی بے صبری و تنہائی
اِس رفتہ کی جان جنھی تک آتے ہوئی اُسکے رکھتے ہی قدم مجھ میں پھر جان گئی آئی
تھا صبر و سکوں جبتک رہتا تھا مجھے غش سا بیتابی دل شر پر اپتک اور بلا لائی
اِس میری جراحت پر کل د اور محشر بھی ڈرتا ہوں کہے ریجھا کیا تیغ ستم کھائی

ای میر کسے دیں ہیں جبتک نہ نصیبہ ہو
کہ شکر ملی ہی جو اس درکی جبیں سائی

کیا کیا ہمنے رنج اٹھائے کیا کیا ہم بھی شکیبا تھے دو دن جوں توں جیتے رہے سو مرنے ہی کے مہیا تھے
عشق کیا سو باتیں بنائیں یعنے شعر شعار ہوا بیتیں جو وے مشہور ہوئیں تو شہروں شہروں رسوا تھے
کیا پگڑی کو پھیر کے رکھتے کیا سر نیچے ہوتا تھا لطف نہیں اب کیا کہئے کچھ آگے ہم بھی کیا کیا تھے
اپکے وصال قرار دیا ہی ہجر ہی کی سی حالت ہی اپتک سمیں میں دل سمجھاتا تو بھی ہم وے یکجا تھے

کیا ہوتا جو پاس اپنے ای میر کہو وے آجاتے
عاشق تھے درویش تھے آخر بیکس بھی تھے تنہا تھے

رنج کی اُس کے جو خبر گذرے رفتہ وار رفتہ اسکا مر لذ رے
اپتک پل بھی نہ اسے انسو پنچھے رو تے مجکو پہر پہر گذرے
جوئے خوں آنکھو نسے بہی شاید خون سے میرے وے بھی درگذرے
راہ جانا سے ہی گذر مشکل جان ہی سے کوئی مگر گذرے

مارے غیروں کو یا مرے عاشق مجھ نہ کچھ چاہیے کہ کر گذرے
خنجر ہو شرم سے ان آنکھوں کی گل تر گس اگر نظر گذرے
سر کاٹنا ہی ہر قدم ہی میر
کیا کوئی اسکی راہ پر گذرے

جبسے آنکھیں کھلی ہیں اپنی درد و رنج و غم دیکھے ان ہی دیدۂ نمدیدوں سے کیا کیا ہمنے ستم دیکھے
سر جانیکی اور اپنے زنہار نگاہ نکی ہمنے اٹھکے ابدا دو سند آے چلے ہی اس ظالم کے قدم دیکھے
عالم ہیئت مجموعی سے ایک عجیب مرقع ہی ہر صفحے میں ورق ہیں اسکے دیکھے تو عالم دیکھے
زخم نہو دیس کیونکر غایر چھاتی میں دل خستونکی تیر نگاہ یار جگر پر لگتے ہوئے پیہم دیکھے
یار کے در پر ذکر ہی کیا ہنگامہ روز محشر کا
اس کوچے میں قیامت سے تو میر بہت او دھم دیکھے

خواہش دلسے جی کی تاب گئی آنکھیں اسے لگیں سو خواب گئی
پھول سے بھی تھی خوب دختر تاک مغبچوں میں رہی خراب گئی
گر گرا اسکی گلی کی خاک میں مفت اشک کی مونی کی سی آب گئی
بوے گل یا نوا ے بلبل تھی عمر افسوس کیا شتاب گئی
نمک حسن سبز سے ای میر
ساری کیفیت شراب گئی

یارب اسکا ستم سہا بھی جاے پنجہ خورشید کا گہا بھی جاے
دیکھہ رہیے خرام ناز اسکا پر کسو پاسے گر رہا بھی جاے
درد دل طول سے کہے عاشق رو برو اسکے جو کہا بھی جاے
حیرت گل سے آبجو کا بہے بہتیرا ہی بہا بھی جاے
کیا کوئی اس گلی میں آوے میر
پاں

آوے تو لوہو میں نہا بھی جاے

کب ترک کر لباس تو کاں ہی کر رہے
جیسے کلاہ سر پہ رکھی دربدر رہے

اس دشت سے غبار ہمارا نہ تک اٹھا
ہم خانماں خراب نجانا کدھر رہے

آئے سے اسطرف کے ترے میں نے غش کیا
شکوہ بھی اسے کیجئے جسکو خبر نہ ہے

دونوں طرف سے دیدہ درائی نہیں ہی خوب
اس چاہ کا ہی لطف جو آپس میں در رہے

جبتک ہو خون دل میں جگر میں مژہ نہ نم
تہ کچھ بھی جو نہووے تو کیا چشم تر رہے

رہنا گلی میں اسکی نہ جیتے جی ہو سکا
ناچار ہو کے واں جو گئے اب سو مر رہے

عاشق خراب حال ترے ہاں گرے پڑے
جوں لشکر شکستہ پریشان اتر رہے

عیب آدمی کا ہی جو رہے اس دیار میں
مطلق جہان نہ میر رواج ہنر رہے

پھر اب چلو چمن میں کہ لے کھینچے رنگ گئے
شاخوں سمیت پھول نہالوں کے جھک گئے

چندیں ہزار دیدۂ گل رہ گئے کھلے
افسوس ہی چمن کی طرف تم نہ تک گئے

بھڑکی تھی جسکہ آتش گل پھول پر گیا
بال و پر طیور چمن میر پھک گئے

آج ہمیں بیتابی سی ہی صبر کی دل سے رخصت تھی
چاروں اور نگاہ کرنے میں عالم عالم حسرت تھی

کس مستی سے محبت کی تھی کس خواری سے یاری کی
رنج ہی ساری عمر اٹھایا کلفت تھی یا الفت تھی

بدنامی کیا عشق کی کہیئے رسوائی سی رسوائی ہی
صحرا صحرا وحشت بھی تھی دنیا دنیا تہمت تھی

راہ کی کوئی سنتا نتھا یاں رستے میں مانند جرس
شور سنا کرتے جاتے تھے ہم بات کی کس کو طاقت تھی

عہد ہمارا تیرا ہی یہہ جس میں گم ہی مہر و وفا
اگلے زمانے میں تو یہی لوگوں کی رسم و عادت تھی

خالی ہاتھ سیہ روایسے کاہے کو تھے گریہ کناں
جن روزوں درویش ہوئے تھے پاس ہمارے دولت تھی

جو اتھنا ہی یاں سے بگولا ہم سا ہی آوارہ کوئی

اس وادی میں میر مگر سر کشہ کسو کی نربت تھی

تمام شد دیوان چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان پنجم

دل رقعۂ جمال ہی اس ذوالجلال کا
مستجمع جمیع صفات وکمال کا

ادراک کو ہی ذات مقدس میں دخل کیا
اودھر نہیں گذار گمان وخیال کا

حیرت سے عارفوں کو نہیں راہ معرفت
حال اور کچھ ہی یاں اُنہوں کے حال وقال کا

ہی قسمت زمیں وفلک سے غرض نمود
جلوہ وگرنہ سب میں ہی اسکے جمال کا

مرنیکا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہی اشتیاق جان جہانکے وصال کا

ہی حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا
بعضے خیال سر میں ہی نعت رسول کا

رہ پیروی میں اسکی کہ جام نخست ہیں
ظاہر اثر ہی مقصد دلکے وصول کا

وہ مقتدائے خلق جہاں اب نہیں ہوا
پہلے ہی تھا امام نفوس وعقول کا

سرمہ کیا ہی وضع پئی چشم اہل قدس
احمد کے رہگذار کی خاک اور دھول کا

ہی متخذ نبی وعلی و وصی کی ذات
یاں حرف معتبر نہیں ہر بوالفضول کا

وہ منہ ہزار پانی سے سو بار پر درود
تب نام لے تو اس چمنستاں کے پھول کا

حاصل ہی میر دوستیٔ اہل بیت اگر
تو غم ہی کیا نجات کے اپنی حصول کا

عشق تو بن رسوائے عالم باعث ہی رسوائیکا ۔۔۔ میل دلے اس خودسرسے ہی جو ماہا ہی خدائیکا
ہی جو سیاہی جرم قسمت میں اسکے سوا کچھ اور نہیں ۔۔۔ داغ ہی مہ کا آئینہ اس سطح رخ کی صفائیکا
نزع میں میری حاضر تھا پر آنکھ نہ ادھر اسکی پڑی ۔۔۔ داغ چلا ہوں اس سے جہاں میں یار کی بے پروائیکا
کوشش میں صبر مارا لیکن ور پہ کسکے جا نہ سکا ۔۔۔ تن پہ زبان شکر ہی ہر مو اپنی شکستہ پائیکا
رنگ سراپا اسکا ہوا لے آگے دل خوں کرتی رہی ۔۔۔ اب ہی جگر پک لخت افسردہ اسکے رنگ حنائیکا
آنا اس نادار پسے ہمنے جی دینا ٹھہرایا ہی ۔۔۔ کیا کہیے اندیشہ برا تھا اسکی منہ دکھلائیکا

فکوت میں ہی ہر عضو اسکا جوں عضو از جا رفتہ میر
جو کشتہ ہی ظلم رسیدہ اسکے دزد جدائیکا

دور بہت بھا لو ہو ہمسے سیکھے طریق غزالو نکا ۔۔۔ وحشت کرنا شیوہ ہی کیا اچھی آنکھوں والو نکا
صورت گر کی پریشانی نے طول نہایت کھینچا ہی ۔۔۔ ہمنے کیوں بستار کیا تھا اسکے لمبے بالو نکا
بہت کیا تو پیکر میں سو داغ کئے ہیں درفشونے ۔۔۔ جھید جگر میں کر دینا یہہ کام ہی محزوں بالوں کا
سرو لب جو لالہ وگل نسرین وسمن ہیں شگوفہ ہی ۔۔۔ دیکھو جدھر اک باغ لگا ہی اپنے رنگیں خیالو نکا
غنچہ ہو اخار بیاباں بعد زیارت کرنے کے ۔۔۔ پانی تبرک کرتے ہیں سب پاؤ نکے میرے چھالو نکا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہی آخر عشق میں اسکے بیماروں بدحالو نکا

اگر ہستا اُسے سرو چمن میں اپکے پاؤ نکا ۔۔۔ تو بلبل آشیاں تیرا ہی میں پھولو نسے چھاؤ نکا
مجھے گل اسکے آگے خوش نہیں آیا کچھ اسپر بھی ۔۔۔ جو تو آزردہ ہوتی ہی گلستاں میں نہ آؤ نکا
بشارت اے صبا دیجو اسیران قفس کو بھی ۔۔۔ تسلی کو تمہاری سر پہ رکھدو پھول لاؤ نکا
دماغ ناز برداری نہیں ہی کم دماغی سے ۔۔۔ کہاں تک ہر گھڑی کے روٹھے کو پہروں مناؤ نکا
خشونت بدسلوکی خشمگینی کس لئے اتنی ۔۔۔ نہ منہ کو پھیرئے پھر یاں نہ آؤ نکا جو جاؤ نکا
ابھی ہوں منتظر جاتی ہی چشم شوق ہر جانب ۔۔۔ بلند اس تیغ کو ہونے تو دو سر بھی جھکاؤ نکا

بلائیں زیر سر ہوں کاش افتادہ رہوں یونہیں
اُٹھا سر خاک سے تو میر ہنگامے اُٹھاؤنگا

رسوائے شہر ہی یاں حرف و سخن ہمارا کیا خاک میں ملا ہی افسوس فن ہمارا
دل خون ہو گیا تھا غم لکھتے سو رہے ہی شنگرف کے قلم سا پر خون دہن ہمارا
ظل ریاض میں شب مہتاب کے نہیں گل انگارونسے بھرا ہی اُس بن چمن ہمارا
میدان عشق میں تو قیمہ بدن ہوا ہی تہ کرکے خاک ہی میں رکھہ دیں کفن ہمارا
میر اسکی آنکھیں دیکھیں ہمنے سفر کو جاتے
عین بلا ہوا ہی سو اب وطن ہمارا

منہہ اپنا کبھو وہ ادھر کر رہیگا ہمیں عشق ہی تو اثر کر رہیگا
جو دلبر ہی ایسا تو دل جا چکا ہی کسو روز آنکھونمیں گھر کر رہیگا
ہر اک کام موقوف ہی وقت پر ہی دل خوں شدہ بھی جگر کر رہیگا
نہو گو خبر مردماں حال بد سے مرا نالہ سبکو خبر کر رہیگا
فن شعر میں میر صنّاع ہی وہ
دل اُسکا کوئی تو ہنر کر رہیگا

سخن مشتاق ہی عالم ہمارا غنیمت ہی جہاں میں دم ہمارا
رہے ہم عالم مستی میں اکثر رہا کچھہ اور ہی عالم ہمارا
بہت ہی دور ہمسے بھاگتے ہو کرو ہو پاس کچھہ تو کم ہمارا
بکھر جاتے ہیں کچھہ کیسو تمھارے ہوا ہی کام دل برہم ہمارا
رکھے رہتے ہیں دلپر ہاتھہ ای میر
یہیں شاید کہ ہی سب غم ہمارا

کیا پوچھو ہو کیا کہئے میاں دل نے بھی کیا کام کیا عشق کیا ناکام رہا آخر کو کام تمام کیا

عجز کیا سو اس مفسد نے قدر ہماری یہہ کچھ کی
تیوری چڑھائی غصہ کیا جب ہمنے جھک کے سلام کیا

کہنے کی بھی لکھنے کی بھی ہمسو قسم کھا بیٹھے تھے
آخر دل کی بیتابی سے خط بھیجا پیغام کیا

عشق کی ہمت جب نہ ہوئی تھی کاہیکو شہرت ایسی تھی
شہر میں اب رسوا ہیں یعنے بدنامی سے کام کیا

ریگستانمیں جاکے رہیں یا سنگستانمیں ہم جو کی
رات ہوئی جس جاگہہ ہمکو ہمنے وہیں بسرام کیا

خط وکتابت لکھنا اسکو ترک کیا تھا اسی لئے
حرف وسخن سے پیٹ کا لوہو اب جو کچھہ ارقام کیا

تلخ اسکا تو شہد وشکر ہی ذوق میں ہم ناکاموں کے
لوگو نہیں لیکن پوچ کہا یہہ لطف بے ہنگام کیا

جیسے کوئی جہان سے جاوے رخصت اس حضرت سے ہوئے
اس کوچے سے نکل اکثر ہمنے رو بقفا ہر گام کیا

میر جو آنے منہہ کو اِدھر کر ہمسے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا آنس ہو انسان کا
لگ جاتی جس سے ہو دشمن ہی اپنی جان کا

عاشق ومعشوق کی میں طرفہ صحبت سیر کی
ایک جی مارے ہی مرہون ایک ہی احسان کا

میں خرد گم عشق میں اس لڑکے کے آخر ہوا
یہہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا ناوان کا

مرنا اسکے عشق میں خالی نہیں ہی حسن سے
رشک کے قابل ہی جو کشتہ ہی اس میدان کا

گر پڑے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
ہاں گیا جو صبح کو گوہر کسیکے کان کا

ہر ورق ہر صفحے میں اک شعر شور انگیز ہی
عرصۂ محشر کا عرصہ میرے بھی دیوان کا

کیا ملاوے آنکھہ نرگس اسکی چشم سرخ سے
زرد اس غمدیدہ کو آزار ہی یرقان کا

بات کرتے جاے ہی منہہ تک مخاطب کے جھلک
اس کا لعل لب نہیں محتاج رنگ پان کا

کیا کہوں سارا زمانہ کشتہ و مردہ ہی میر
اسکے اک انداز کا اک ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہی خواب گئے آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہی صبح گیا یا شام گیا

عشق گیا سر دھن گیا ایمان گیا اسلام گیا
دل نے ایسا کام کیا کچھ جسمیں ناکام گیا

کس کس اپنی کل کو روئے ہجر انمیں بیکل اسکا — خواب گئی ہی تاب گئی ہی چین گیا آرام گیا

آیا یاں سے جانا ہی تو جی کا چھپانا کیا حاصل — آج گیا یا کل جاویگا صبح گیا یا شام گیا

ہاے جوانی کیا کیا کہئے شور سروں میں رکھتی تھی — اب کیا ہی وہ عہد گیا وہ موسم وہ ہنگام گیا

گالی جھڑکی خشم و خشونت سے تو سروست اکثر ہیں — لطف گیا احسان گیا انعام گیا اکرام گیا

لکھنا کہنا ترک ہوا تھا آپس میں تو مدت سے — اب جو قرار کیا ہی دلسے خط بھی گیا پیغام گیا

نالۂ میر سواد میں ہم تک دوشیں شب سے نہیں آیا
شاید شہر سے ظالم کے عاشق وہ بدنام گیا

طوف مشہد کو کل جو جاؤنگا — تیغ قاتل کو سر چڑھاؤنگا

وصل میں رنگ اڑ گیا میرا — کیا جدائی کو منہہ دکھاؤنگا

چھانتا ہوں کسی گلی کی خاک — دل کو اپنے کبھو تو پاؤنگا

اسکے در پر گئے ہیں تاب و تواں — گھر تلک اپنے کیوں کے جاؤنگا

لوٹتا ہی بہار منہہ کی خط
میر میں اسپہ زہر کھاؤنگا

خیال چھوڑ دے واعظ تو بیگناہی کا — رکھے ہی شوق اگر رحمت الٰہی کا

سیاہ بخت سے میرے مجھے کفایت تھی — لیا ہی داغ نے دامن عبث سیاہی کا

کسو کے حسن کے شعلے کے آگے اڑتا ہی
سلوک میر سنو میرے رنگ کاہی کا

ہر جا پھرا غبار ہمارا اڑا ہوا — تیری گلی میں لائی صبا تو بجا ہوا

آہ سحر نے دل کی نکھولی گرہ کبھی — آخر نسیم سے بھی یہہ غنچہ نہ وا ہوا

دے میر اثر جو شورش دل میں تھے ہیں کہاں
نالے کئے جرس نے بہت سے تو کیا ہوا

پہلو سے اُٹھ گیا ہی وہ نازنیں ہمارا — جز درد اب نہیں ہی پہلو نشیں ہمارا

ہوں کیوں نہ سبز اپنے حرف غزل کہ ہی یہہ — وے زرع سیر حاصل قطع زمیں ہمارا

کیسا کیا جگر خوں آزار کیسے کھینچے — آساں نہیں ہوا دل اندوہ گیں ہمارا

حرف و سخن تھے اپنے یا داستاں جہاں میں — مذکور بھی نہیں ہی یا اب کہیں ہمارا

کیا رائگاں بتوں کو دیکر ہوئے ہیں کافر — ارث پدر جواب تھا یہہ کہنہ دیں ہمارا

لخت جگر ہی اپنا یاقوت ناب سا ہی — قطرہ سرشک کا ہی در ثمیں ہمارا

کیا خاک میں ملایا ہمکو سپہر دوں نے — ڈھونڈھا نشان تربت پاتے نہیں ہمارا

حالت ہی نزع کی یاں آؤ کہ جاتے ہیں ہم — آنکھوں میں منتظر ہی دم واپسیں ہمارا

اک عمر مہر ورزی جنکے سبب سے کی تھی
پاتے ہیں میر اُنکو سرگرم کیں ہمارا

آج ہمارا دل تڑپھے ہی کوئی اُدھر سے آویگا — یا کہ نوشتہ اُن ہاتھوں کا قاصد ہم تک لاویگا

ہم نہیں لکھتے اسلئے اسکو شوخ بہت ہی وہ لڑکا — خط کا کاغذ بادی کریگا باد کا رخ بتلاویگا

رنج بہت کھینچے تھے ہمنے طاقت جیکی تمام ہوئی — اپنے گئے پر یاد رہے یہہ وہ بھی بہت پچھتاویگا

اندھے سے ہم چاہ میں اسکی گواہی ناصح پھرتے ہیں — سوجھتا بھی کچھ کر آئینگے کیا تو ہمکو سجھاویگا

عاشق ہووے وہ بھی یارب تا کچھ اسے کہا جاوے — یعنے حال سنیگا دلسے دل جو کسی سے لگاویگا

عاشق کی دلجوئی کی بھی راہ و رسم سے واقف رہ — ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اسکو نہ تو پھر پاویگا

آنکھیں موندے ہے دلبر جو سوتے رہیں تو بہتر ہی — چشمک کرنا ایک انھوں کا سو سو فتنے جگاویگا

کیا صورت ہی کیا قامت دست و پا کیا نازک ہیں — ایسے پُتلے منہہ دیکھو جو کوئی گلال نباویگا

چتون بیڈھب انکھیں پھریں ہیں پلکوں سے بھی نظر چھوٹی
عشق ابھی کیا جانئے ہمکو کیا کیا میر دکھاویگا

ای نکیلی نیے تھی کہتا نکی ادا — کھب گئی جی میں تیری بانکی ادا

بات کہنے میں گالیاں دے ہی ۔ دیکھو اس میرے بدزبانکی ادا

خاک میں ملکے میر ہم سمجھے

بے ادائی تھی آسمان کی ادا

رہا میں تو عزت کا اعزاز کرتا ۔ چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا

ٹھہرا مرے پاس دل ورنہ ابتک ۔ اسے آپ ساہی میں جانباز کرتا

تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ ۔ تو کاہیکو الفت سے میں ساز کرتا

گلوگیر ہی ہو گئی یا وہ گوئی ۔ رہا میں خموشی کو آواز کرتا

نہ حیرت میں محتاج رونیکا ہوتا ۔ جو کچھ آنسو آگے پس انداز کرتا

زیارت گہر کبک تو ہو بلا سے

ٹک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

شیخ حرم سے لڑکے چلا ہوں اب کعبے میں نہ آؤنگا ۔ تا بتخانہ ہر قدم اوپر سجدہ کرتا جاؤنگا

بہر شمن پیش صنم ہاتھوں سے قسیس رہبان کے ۔ رشتۂ سبحہ تڑاؤنگا زنار گلے سے بندھاؤنگا

رود دیر کے پانی سے یا آب چاہ سے اُس جا کے ۔ واسطے طاعت کفر کے میں دونوں وقت نہاؤنگا

طایف رستہ کعبے کا جو کوئی مجھسے پوچھے گا ۔ جانب دیر اشارت کر میں راہ ادھر کی بھلاؤنگا

بیدین اب جو ہوا سو ہوا ہوں طوف حرم سے کیا مجھکو ۔ غیر از سوے صنم خانہ میں رو نہ ادھر کو لاؤنگا

آگے مسافر میر عرب میں اور عجم میں کہتے ہیں

اب شہر دلمیں ہندستانکے کافر میر کہاؤنگا

کیسی سعی حوادث نے کی آخر کار ہلاک کیا ۔ کیا کیا چرخ نے چکر مارے پیس کے مجھکو خاک کیا

ایسا پلید آلودۂ دنیا خلق نہ آگے ہوا ہوگا ۔ شیخ شہر مواہی کہتے ہیں شہر خدا نے پاک کیا

قدرت حق میں کیا قدرت جو دخل کسو کی فضولی کرے ۔ اسکو کیا پرکالۂ آتش مجھکو خس و خاشاک کیا

آہ سے تھے رخنے چھاتی میں پھسلنا انکا یہ سہل نتھا ۔ دو دو ہاتھ تڑپھ کر دل نے سینۂ عاشق چاک کیا

خوگر ہونا حزن و بکا سے میر ہمارا ایسو نہیں تھا
برسوں رونے کرتے رہے ہم تب دل کو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہووے گا — درد آگیں انداز کی باتیں اکثر پڑھ پڑھ روئیگا
چشم تماشا دار ہووے تو دیکھا بھالی غنیمت ہے — مت موندے آنکھوں کو غافل دیر تلک پھر سووے گا

جست و جو بھی اُسکی کرئے جسکا نشاں کچھ پیدا ہو
پانا اُسکا میر ہی مشکل جی تو کھوئے کھووے گا

رکھے تھا ہاتھ میں سرشک بہت سینے کا — رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا
ای طبیبو لہو پیئے میرا جو تو جھوٹھ کہے — کہیے یہہ قاعدہ سیکھا ہی لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات بہت بیمار نہیں جینے کا

عید آیندہ تک رہیگا گلا — ہو گئی عید تو گلے نہ ملا
دوے لوہو میں دیکھتے سرخار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

میر افسردہ دل چمن میں پھرا
غنچۂ دل کہیں نہ اسکا کھلا

ناگاہ جسکو عشق کا آزار ہو گیا — سہل آگے اُسکے مردن دشوار ہو گیا
ہی حسن کیا متاع کہ جسکو نظر پڑی — وہ جان بیچ کر بھی خریدار ہو گیا
برسوں تئیں جہان میں کیونکر رہا ہی خضر — میں چار دن میں جینے سے بیزار ہو گیا
ہم بستری بن اُسکی میں صاحب فراش ہوں — ہجر انمیں کرتے کرتے ہی بیمار ہو گیا
ہم دام تھے سو چھوٹ گئے سب دام سے اُٹھے — تھی دلکو میرے چوٹ گرفتار ہو گیا
اسکی نگاہ مست کا کھایا ہی تھا فریب — پر شیخ طرز دیکھ کے ہشیار ہو گیا
کیا متقی تھا میر پر آئین عشق میں

مجرم سا کشت و خوں کا سزاوار ہو گیا

سمندر کا میں کیوں احساں سہونگا — نہیں کیا سیل اشک اسپر نہونگا
ترے غم کے ہیں خواہاں سب نہ کھا غم — کمی کیا ہو گی جو اک میں نہونگا

نہ وہ آوے نہ جاوے بیقراری
کسو دن میر یونہیں مر رہونگا

پھرتے پھرتے اسکے لیئے میں آخر دشت نورد ہوا — دیکھ آنکھیں وہ سرمہ گیں میں پھر دنبالہ گرد ہوا
جیتے جی میت کے رنگوں لوگ مجھے اب پاتے ہیں — جوش بہار عشق میں یعنے سر تا پا میں زرد ہوا
گرم مزاج رہا نہیں اپنا ویسے اسکے ہجر انمیں — ہوتے ہوتے افسردہ دیکھو گے اکدن سرد ہوا

میر نہ اپنے درد دلکو مجھ سے کہا کر روز و شب
صبح جو گوش دل سے سنا تھا دل میں میرے درد ہوا

عشق صمد میں جان چلی وہ چاہت کا ارمان گیا — تازہ کیا پیمان صنم سے دین گیا ایمان گیا
میں جو گدا یا نہ چلا در اوپر اسکے نصف شب — گوش زد آگے تھے نالے سو شور مرا پہچان گیا
آگے عالم عین تھا اسکا اب عین عالم ہی وہ — اس وحدت سے یہہ کثرت ہی یاں میرا سب گیان گیا
مطلب کا سر رشتہ گم ہی کوشش کی کوتاہی نہیں — جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی یاں کی چھان گیا
خاک سے آدم کر دکھلایا یہہ منت کیا تھوڑی ہی — اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا احسان گیا
ترک بچے سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا میں نے کہے — رفتہ رفتہ ہندستاں سے شعر مرا ایران گیا

کیونکہ جہت ہو دلکو اسے میر مقام حیرت ہی
چاروں اور نہیں ہی کوئی یاں واں یونہیں دھیان گیا

دل تڑپے ہی جان کھپے ہی حال جگر کا کیا ہوگا — مجنوں مجنوں لوگ کہیں ہیں مجنوں کیا ہمسا ہوگا
دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہمنے کیا کیا حفاظت کی — آہ نجانا روتے روتے یہہ چشمہ دریا ہوگا
کیا جانیں آشفتہ دلاں کچھ انسے ہمکو بحث نہیں — وہ جانیگا حال ہمارا جسکا دل بیجا ہوگا

پاوں حنائی اسکے لے آنکھوں پر اپنی ہمنے رکھے — یہہ دیکھا نہ رنگ کفک پر ہنگامہ کیا برپا ہوگا
جا گہہ سے بے تہ جاتے ہیں دعوے وے ہی کرتے ہیں — انکو غرور و ناز نہوگا جنکو لچھہ آتا ہوگا
روبہ بہی اب لا ہی چکے ہیں ہمسے قطع امید کرو — روگ لگا ہی عشق کا جسکو وہ اب کیا اچھا ہوگا

دلکی لاگ کہیں جو ہو تو میر چھپائے اسکو رکھہ
یعنے عشق ہوا ظاہر تو لوگوں میں رسوا ہوگا

جاذبہ میرا تھا کامل سو بندیکے وہ گھر آیا — شکر خدا کا کرئے کہاں تک عہد فراق بسر آیا
بجلی سا وہ چمک گیا آنکھوں سے پھوئیں پڑنے لگی — ابر نمط خفگی سے اس بن جی بھی رندھا دل بھر آیا
گل تھے سو سو رنگ پر ایسا شور طیور بلند نہ تھا — اسکے رنگ چمن میں کوئی شاید پھول نظر آیا
سیل بلا جوشاں تھا لیکن پانی پانی شرم سے تھا — ساحل دریا خشک لبی دیکھے سے میری تر آیا
کیا ہی خوش پرکار ہی دلبر نوچہ کشتی گیر اپنا — کوئی زبردست اسے لڑ کر عہدے سے کب بر آیا
صنعت گریاں بہتیری کیں لیک دریغ ہزار دریغ — جسّے یار بھی ملتا ہمسے ایسا وہ نہ ہنر آیا

میر پریشاں خاطر آکر رات رہا خانے میں
راہ رہی کعبے کی اودھر یہہ سودائی کدھر آیا

اب یاں سے ہم اٹھہ جائینگے خلق خدا ملک خدا — ہرگز نہ ادھر آئینگے خلق خدا ملک خدا
مطلب اگر یاں گم ہوا اندیشے کی جا گہہ نہیں — جا کر کہیں کچھہ پائینگے خلق خدا ملک خدا
دل میں نہ جانے یہہ کوئی ہم کھانیکو دیں ہیں انھیں — جو ہی مقدر کھائینگے خلق خدا ملک خدا
گو لکھنو ویران ہوا ہم اور آبادی میں جا — مقسوم اپنا لائینگے خلق خدا ملک خدا
اب دی پری گذری گئی ہم آج کل بے خان و مان — کیا غیر ازیں ٹھہرائینگے خلق خدا ملک خدا
اس بستی سے اٹھہ جائینگے درویشونکی کیا مشورت — وے بھی یہی فرمائینگے خلق خدا ملک خدا

تو میر ہو ویگا جہاں امر قضا کے تابعاں
روزی تجھے پہنچائینگے خلق خدا ملک خدا

اُسکی شہی جو چلے ہی راہ تو کہا　　آسمان پر گیا ہی ماہ تو کیا
لڑکے مانتا ہی آپ سے بے لطف　　یار ہووے نہ عذر خواہ تو کیا
کب رخ بدر روشن ایسا ہی　　ایک شب کا ہی اشتباہ تو کیا
بے خرو خانقہ میں ہیں گو مدت　　وہ کرے مدت یک نگاہ تو کہا
اسکے پر پیچ گیسو کے آگے　　ہووے کالا کوئی سیاہ تو کیا
حسن والے ہیں کج روش سارے　　ہوئے دو چار رو براہ تو کہا
دل رہے وصال جو مدام رہے　　مل گئے اُسے گاہ گاہ تو کیا
ایک اللہ کا بہت ہی نام　　جمع باطل ہوں سوا لہ تو کیا

میر کیا ہی فقیر مستغنی
آوے اس پاس بادشاہ تو کیا

بیتابیونکے جوش رسے میں جب کے مر گیا　　ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا
ای آہ سرد عرصۂ محشر میں یخ جما　　جلتا ہوں میں سنوں کہ جہنم ٹھہر گیا
مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا　　ہجران میں اسکے جی بھی گیا اور زر گیا

تیرے ہی رہگذر میں یہہ جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل میں گذر گیا

دل گیا مفت اور دکھہ پایا　　ہو کے عاشق بہت میں پچتایا
مر گئے پر بھی سنگسار کیا　　نخل ماتم مرا یہہ پھل لایا
صحن میں میرے ای گل مہتاب　　کیوں شگوفہ لے کھلنے کا آیا
یہہ شب ہجر ہی کھری نر ہے　　ہو سفیدی کا جس جگہہ سایا

جبسے بیخود ہوا ہی اُسکو دیکھہ
آپ میں میر پھر نہیں آیا

بات کہتے جیکا جانا ہو گیا مرنا عاشق کا بہانا ہو گیا
جاے بود و نہ تھی دنیاے دوں اتفاقا اپنا آنا ہو گیا
ماہ اسکو کہکے سارے شہر میں مجکو مشکل منہہ دکھانا ہو گیا
کر رکھا تعویذ طفلی میں جسے اب سو وہ لڑکا سیانا ہو گیا
اِس بلا سے آہ میں غافل رہا یک بیک دل کا لگانا ہو گیا
کنج لب سے یار کے اُچٹانہ تک الغرض دل کا ٹھکانا ہو گیا

رفتہ رفتہ اُس پری کے عشق میں
میر سا دانا دوانا ہو گیا

عشق بلا پر شور و شر نے جب میدان میں خم مارا پاک ہوئی کشتی عالم کی آکے کنے دم مارا
بود نبود کی اپنی حقیقت لکھنے کے شایستہ نتھی باطل صفحہ ہستی پر میں خط کھینچا قلم مارا
خیر کے میرے مر جانے میں تفاوت ارض و سما کا ہے مارا انے دونوں کو لیکن مجھکو کر کے ستم مارا
اُن بالونسے طلسم جہان کا در بستہ تھا گویا سب زلفونکو درہم انے کیا سو عالم کو برہم مارا
دور اس قبلہ رو سے مجھکو جا در قیب نے مار رکھا قہر کیا اس کتے نے کیا دور کے صید حرم مارا
کاتکے سر عاجز کا انے اور بھی پگڑی پہ سیر رکھی فخر کی کونسی جا گہہ تھی یاں ایسا کہ مار ستم مارا

جس مضمار میں رستم کی بھی راہ نہ نکلی میر کہو
اس میدان کی خاک پہ ہمنے جرات کر کے قدم مارا

چاہ میں جور ہم پہ کم نہوا عاشقی کی تو کچھہ ستم نہوا
فایدہ کیا نماز مسجد کا قد ہی محراب سا جو خم نہوا
یار ہمراہ نعش جسدم تھا وا لے مردے میں میرے دم نہوا
نگیا اُس طرف کا خط لکھنا ہاتھہ جب تک مرا قلم نہوا

بیدلی میں ہی میر خوش اسے

ولکے جانیکا حیف غم نہوا

گل تلک داغونسے خوں کے دامن زیں پاک تھا — آج تو کشتہ کوئی کیا زینت فتراک تھا
کیا جنوں کو روئوں تر دستی سے اسکی گل نمط — لے گریبانسے زہ دامن تک ایکہی چاک تھا
رو جو آئی رونیکی مژگان نہ تھہری ایک پل — راہ میں اس رو دکی کو یا خس وخاشاک تھا
ایکہی شمع شعلہ خو کے لاسے میں جل بجھا — جب تلک پہنچے کوئی پروانہ عاشق خاک تھا
بادشاہ وقت تھا میں تخت تھا میرا دماغ — جبکی چاروں اور اک جوش گل تریاک تھا
ڈھال تلوار اُس جواں کے سامنے اب رہتی نہیں — وہ جفا آئیں شلائیں لڑ کا ہی بیباک تھا
تنگ پوشی تنگ درزی اُسکے جسمیں کھب گئی — کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک تھا
بات ہی جی مارنا بازیچہ قتل عام ہی — ابتو ہی صد چند اگر وہ چند وہ سفاک تھا
غنچہ دل واہوا نہ باغوں باغوں میں پھرا — اب بھی ہی ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک تھا

ورق کیا اِس درس گہہ میں میر عقل و فہم کو
کسکے نہیں اِن صورتوں میں معنی کا ادراک تھا

جدا اس پیمتن سے کیا سونا — کہ مشی کو ترے کا اب ہی بچھونا
بہت کی جستجو اسکی نپایا — ہمیں در پیش ہی اب جیکا کھونا
تماشا و پکھنے ہنستا چلا آ — کرے ہی شیشہ بازی میرا رونا
جگر کے زخم شاید ہیں نمک بند — مزا کچھ آنسو ؤں کا ہی سلونا

وصیت میر نے مجھکو یہی کی
کہ سب کچھ ہونا تو عاشق نہو نا

سر مارنا پتھر سے پاتکرے جگر کرنا — اس عشق کی وادی میں ہر نوع بسر کرنا
کہتے ہیں اُدھر منہہ کرو رات کو سوتا ہی — ای آہ سحر گاہی تک تو بھی اثر کرنا

دیوانہ ہوئے سر مارا تب رات سحر کی ہی

ای حاجب سنگیں دل اب میری خبر کرنا

دل کے خون ہونے کا غم کیا اب سے تھا — سینہ کوبی سخت ماتم کب سے تھا
اُسکی مقتولی کا ہمکو رشک ہی — دو قدم جو کشتہ آگے سب سے تھا
کون مل سکتا ہی اس اوباش سے — اختلاط اسے ہمیں ایک ڈھب سے تھا
گرم ملنے والے دیکھے یار کے — ایک ٹھنڈا ہو گیا اک تب سے تھا

چپ سی مجکو لگ گئی تھی تب سے میر
شور اُن شیریں لبوں کا جب سے تھا

عشق کئے پچتائے ہمتو دل نہ کسو سے لگانا تھا — جیدھر ہو وہ مہ نکلا اس راہ نہ ہمکو جانا تھا
غیریت کی اسکی شکایت یار عبث اب کرتے ہیں — طور اس شوخ ستم پیشے کا طفلی سے بیگانا تھا
بزم عیش کی شبکایاں دن ہوتے ہی یہہ رنگ ہوا — شمع کی جاگہہ دود تنک تھا خاکستر پروانا تھا
دخل مروت عشق میں تھا تو دروازیسے تھوڑیدور — ہمرہ نعش عاشق کی اس ظالم کو بھی آنا تھا

طرفہ خیال کیا کرتا تھا عشق و جنونمیں روز و شب
روتے روتے ہنسنے لگا یہہ میر عجب دیوانا تھا

ناخن سے بوالہوس کا گلا یو نہیں چھل گیا — لوہو لگا کے وہ بھی شہیدوں میں مل گیا
دل جمع تھا جو غنچے کے رنگوں خزانمیں تھا — ای کیا کہوں بہار گل زخم کھل گیا
بیدل ہوئے پہ کرتے تدارک جو رہتا ہوش — ہم آپ ہی میں آئے نہیں جب سے دل گیا
دیکھا نہیں پہاڑ گران سنگ یا سبک — زوروں چڑھا تھا عشق میں فرہاد پل گیا
شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق — یعنے کہ ہستی ننگ عدم تھی خجل گیا
غم کھینچتے ہلا نہیں جاگہہ سے کیا کروں — دل جا لگے ہی دم بدم اودھر ہی ہل لیا

صورت نہ دیکھی ویسی کشادہ جبیں کہیں
میں میر اس تلاش میں چیں و چگل گیا

ایک نہ خواہش بر آئی تا جیکا غبار نکل جاتا — کاشکے آہو چشم اپنا آنکھونکو پاؤن سے مل جاتا

آتش دلکی لپٹون کا ہی یارو کچھ عالم ہی جدا — لایحہ کوئی کھینچتا سر تو سارا عالم جل جاتا

نعرہ کرنا عاشق کا ہی ساتھ ایک ہیبت کے یعنے — سن آواز اس شیر نر کی سیل بلا سے دہل جاتا

اہل زمیں تو کیا ہیں انکا سہل تھا راہ سے لیجانا — چرخ پہ ہوتا وہ جو چھلاوا خیل ملک کو چھل جاتا

کشتی زیر دستونکی اسے پاک ہوئی تو کیا ہی عجب — رستم سا مہنے ہو جاتا تو راہ بچا کر ٹل جاتا

غم سے ہو کر زرد سراسر صورت ساری خزانکی سی — آن نکلتی سوے چمن تو رنگ ہوا کا بدل جانا

ڈھلتے ڈھلتے ضعف سے آئے میر سوانے منہہ پھیرا
یاقوتی سے بوسۂ لب کے جی شاید کہ سنبھل جاتا

کیا کیا عشق میں رنج اٹھائے دل اپنا سب خون ہوا — کیسے رکتے تھے خفگی سے آخر کار جنون ہوا

تڑپھا ہی پہلو میں اب جب طاقت جی میں کچھ نہ رہی — جسم غم فرسودہ ہمارا زرد و زار و زبون ہوا

جنگل میں میں رونے چلا تھا دل جو بھرا تھا میر بہت
آیا سیل آگے سے چلا کیا بخشی مجکو شگون ہوا

آیا سو آب تیغ ہی مجکو چٹا گیا — تھا وہ برندہ زخموں پہ میں زخم کھا گیا

کیا شہر خوش عمارت دل سے ہی گفتگو — لشکر نے غم کے آنکے مارا چلا گیا

موقوف یار غیر جلانا مرا نہیں — جو کوئی اسکے کان لگا کچھ لگا گیا

تنہائی بیکسی مری یکدست تھی کہ میں — جیسے جرس کا نالہ جرس سے جدا گیا

کیا تمسے اپنے دلکی پریشانی میں کہوں — دریاے گریہ جوش زناں تھا بہا گیا

روزانہ ابتو اپنے تئیں سوجھتا نہیں — آخر کو رونا راتونکا ہی دن دکھا گیا

سر رفتگی بدی مری نوشتنی ہی میر
قاصد جو لیکے نامہ گیا سو بھلا گیا

کچھ اندیشہ ہمکو نہیں ہی اپنے حال درہم کا — آٹھ پہر رہتا ہی رونا اسکی دوری کے غم کا

پھہ

روتے کڑھتے خاک میں ملتے جیتے رہے ہم دنیا میں — دس دن اپنی عمر کے گویا عشرہ تھا یہہ محرم کا

کشتی ہماری عشق میں کیا تھی ہاتھ ملاتے پاک ہوئی — پاے ثبات نہ ٹھہرا دم بھر اس میدان میں رستم کا

عالم ہستی کیا عالم تھا غم دنیا و دیں کا نہ تھا — ہوش آیا ہی جبسے سر میں شوق رہا اس عالم کا

یاں واجب ہی ہمکو تمکو دم لیویں تو شمر وہ لیں — دینا ہوگا حساب کسو کو یکدم ہی میں دم دم کا

چھاتی کوٹی منہہ نوچا سر دے دے مارا پتھر پر — دلکے خوں ہونے میں ہمارا یہی طریق ہی ماتم کا

لڑکے شوخ بہت ہیں لیکن ویسا میر نہیں کوئی
دھوم قیامت کی سی ہی ہنگامہ اسکے اودھم کا

گلچیں نہیں جو کوئی بھی اس تازہ چمن کا — کیوں رنگ پھرا سا ہی ترے سیب ذقن کا

غربت ہی دل آویز بہت شہر کی اسکے — آیا نہ کبھو ہمکو خیال اپنے وطن کا

جب زمزمہ کرتی ہی صدا چبھتی ہی دل میں — بلبل سے کوئی سیکھ لے انداز سخن کا

کب مشت نمک سے ہوئی تسکین جراحت — لب چش ہی نمکسار مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو زہ تک
قربان کیا میر اُسی چاک کفن کا

یہہ تو جدائی جوں توں کٹتی ہی ملنے کا تو کہئے گا — پاس ہمارا گو نکرو تم پاس ہی اب سے رہئیگا

کب سے صحبت بگڑ رہی ہی کیونکر کوئی بناوے اب — ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا کسکے کنے لیجاوے اب

سوچے آتے ہیں جی میں پر پگڑی پر گل رکھے سے — کسکو دماغ رہا ہی اسکے جو حرف خشن اٹھاوے اب

تیغ بلند ہوئی ہی اُسکی قسمت ہونگے زخم رسا — مرد اگر ہی صید حرم تو کوئی جراحت کھاوے اب

داغ سر و سینے کے میرے حسرت آگیں چشم ہوئی — دیکھیں کیا کیا عشق ستم کش ہم لوگونکو دکھاوے اب

دم دو دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہی تدارک بھی — جیکی چال سے پیدا ہی سو کوی گھڑی میں جاوے اب

دلکے داغ بھی گل ہیں لیکن دلکی تسلی ہوتی نہیں — کاشکے دو گلبرگ ادھر سے باوا ڑا کر لاوے اب

اسکی کفک کی پامالی میں دل جو گیا تھا شاید میر

ب یارا تھا ہر ہوا میں تک تو وہ رفتار تھا آوے اب

دل خوں ہوا تھا بکتر پانی ہوا جگر سب — خوں بستہ رہتیا تھا میں پلکیں سو اب ہیں تر سب
یارب کدھر گئے وے جو آدمی روش تھے — اوجڑ دکھائی وے ہیں شہر و دہ و نگر سب
حرف و سخن سے مطلق یاں گفتگو نہیں ہی — پیادے سوار ہمکو آوے نظر نفر سب
عالم کے لوگوں کا ہی تصویر کا سا عالم — ظاہر کھلیں ہیں آنکھیں لیکن ہیں بیخبر سب

میرا اس خرابے میں کیا آباد ہووے کوئی
دیوار و در گرے ہیں ویراں پڑے ہیں گھر سب

عشق و جنوں کی کیا اب تدبیر ہی مناسب — زنجیر ہی مناسب شمشیر ہی مناسب
دوری شعلہ خویاں آخر جلا رکھے گی — صحبت جوالسی ہووے درگیر ہی مناسب
جلدی نہ قتل میں کر پچتا ویگا بہت تو — خونریز میں ہماری تاخیر ہی مناسب
رسوائے شہر ہونا عزت ہی عاشقی میں — احوال کی ہمارے تشہیر ہی مناسب
دل کی خرابی کے تو درپی ہی اے صنم کیوں — اس خانہ خدا کی تعمیر ہی مناسب
شب اس کو میں نے دیکھا سوتے بغل میں اپنی — اس خواب کی نکرنی تعبیر ہی مناسب
رحم آشنا کسو کو اس بستی میں نپایا — اس ملک میں کی یاں کے تکفیر ہی مناسب
ہی سرگذشت اپنی نوشتنی ہی بہتر — گذری سو گذری کیا اب تحریر ہی مناسب

دنیا میں کوئی پھر پھر آیا نہیں ہی صاحب
اک بار تمکو مرنا اے میر ہی مناسب

تا بعشق نہیں ہی دل کو جی بھی بیطاقت ہی اب — یعنے سفر ہی دور کا آگے اور اپنی رخصت ہی اب
وصل میں کیا کیا صحبتیں رنگیں کساد سعیش میں و نگذرے — تنہا بیٹھے رہیں ہیں یکسو ہجر میں یہہ صحبت ہی اب
جیسے بنائے صبح ہستی دو دم پریشان تھہرائی — کیا کیا کریئے اس مہلت میں کچھ بھی ہمیں فرصت ہی اب
چور اچکے سکھ مرتے شاہ و گدا زخواں ہیں — چین سے ہیں جو کچھ نہیں رکھتے فقر بھی اک دولت ہی اب

پانوں پہ سر رکھنے کی مجھکو رخصت دی تھی میرا نے
کیا پوچھو ہو سر پر میرے منت سی منت ہی اب

سادے جتنے نظر آتے ہیں دیکھو تو عیار ہیں سب
زرد و زار و زبوں جو ہم ہیں چاہت کے بیمار ہیں سب

سیل سے ہلکے عاشق ہوں تو جوش و خروش بھریں آویں
تہ پائی نہیں جاتی انکی دریا سے تہ دار ہیں سب

ایک پریشاں طرفہ جماعت دیکھی چاہنے والونکی
جینے کے خواہان نہیں ہیں مرنیکو تیار ہیں سب

کیا کیا خواہش بیکس بے بس مشتاق اس سے رکھتے ہیں
لیکن دیکھ کے رہجاتے ہیں چپکے سے ناچار ہیں سب

عشق جنھونکا پیشہ ہووے سیکڑوں ہوں تو ایک ہی ہیں
کوہکن و مجنوں و وامق میر ہمارے یار ہیں سب

کاوش سے ان پلکوں کی رہتی ہی خلش سی جگر میں اب
سیدھی نظر جو اسکی نہیں ہی یاس ہی اپنی نظر میں اب

موسم گل کا شاید آیا داغ جنونکے سیاہ ہوئے
دل کھنچتا ہی جانب صحرا جی نہیں لگتا گھر میں اب

نقش نہیں پانی میں ابھرتا یہہ تو کوئی اچنبھا ہی
صورت خوب اسکی ہی پھرتی اکثر چشم تر میں اب

ایک جگہہ پر جیسے بھنور ہیں لیکن چکر رہتا ہی
یعنے وطن دریا ہی اسمیں چار طرف ہیں سفر میں اب

حسرت نے ملنے کی آیا میر تمھارا خون پیا
تیغ و تبر اس ترک بچے ظالم کی نہیں ہی کمر میں اب

باہم ہوئی ہی ترک ملاقات کیا سبب
اب کم بہت ہی ہم پہ عنایات کیا سبب

ہم تو تمھارے حسن کی حیرت سے ہیں خموش
تم ہم سے کوئی کرتے نہیں بات کیا سبب

ہم تیرہ روز آپ سے تم بن سحر کیئے
آئیے نہ تم ہمارے کسنے رات کیا سبب

اسکی نگاہ مست تو اودھر نہیں پڑی
مسجد جو ہو گئی ہی خرابات کیا سبب

تھا مرتبہ ہمیشہ سگ یار کا بلند
ہی میر سے سلوک مساوات کیا سبب

دل کے گئے بیکس کہلاے ایسا کہاں ہمدم ہی اب
کون ایسے محروم غمیں کا ہمراز و محرم ہی اب

سینہ زنی سے غمزدگی ہی سر دھننا ہی رونا ہی — دل جو ہمارا خون ہوا ہی اسے بلا ماتم ہی اب
سنکر حال کسو کے دلکا رونا ہی مجھکو آتا تھا — یعنے کبھو جو کڑھتا تھا میں وہ رونا ہر دم ہی اب
زردئی چہرہ تنکی نزاری بیماری پھر چاہت ہی — دلمیں غم ہی مژگان نم ہیں حال بہت درہم ہی اب
دیکھیں دن کٹتے ہیں کیونکر راتیں کیونکے گذرتی ہیں — بیتابی ہی زیادہ زیادہ صبر بہت کم کم ہی اب
عشق ہمارا آہ نہ پوچھو کیا کیا رنگ بدلتا ہی — خون ہوا دل داغ ہوا پھر درد ہوا پھر غم ہی اب

بننے والو پھر ملئے گا ہی وہ عالم دیگر میں
میر فقیر کو سکر ہی یعنے مستی کا عالم ہی اب

دلکی تہ کی کہی نہیں جاتی نازک ہی اسرار بہت — انچھر تو ہیں عشق کے دو ہی لیکن ہی بستار بہت
کافر مسلم دونوں ہوئے پر نسبت اُسے کچھ نہوئی — بہت لئے تسبیح پھرے ہم پہنا ہی زنار بہت
ہجر نے جی ہی مارا ہمارا کیا کہئے کیا مشکل ہی — اسے جدا رہنا ہوتا ہی جسے ہمیں ہی پیار بہت
منہہ کی زردی تنکی نزاری چشم تر پر چھاتی ہی — عشق میں اسکے یعنے ہمنے کھینچے ہیں آزار بہت
کہکے تغافل اُنے کیا تھا لیکن تقصیر اپنی ہی — کام کھچا جو تیغ تک اُسکی ہمنے کیا اصرار بہت
حرف و سخن اب تنگ ہوا ہی اُن لوگونکا ساتھ اپنے — منہہ کرنے سے جنکی طرف آتی تھی ہمکو عار بہت

رات سے شہرت اس بستی میں میر کے اٹھہ جانیکی ہی
جنگل میں جو جلد بسا جا شاید تھا بیمار بہت

باد صبا نے اہل چمن میں اس چہریکی چلائی بات — اس لب و لہجے پر بلبل کو اُسکے آگے نہ آئی بات
دور تلک قاصد کے پیچھے کچھ کہتا میں جاتا تھا — شوق ستم کش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑھائی بات
آگ ہوا آتے ہی میرے لال آنکھیں کر گھور رہا — کیا جانوں سرگوشی میں کیا غیر نے اُسے لگائی بات
لعل کو نسبت اُن ہونٹھونسے دینا سب کا تصنع تھا — کچھ بن آئی جب نہ کسو سے تب یہہ ایک بنائی بات

غیر سے کچھ کچھ کہتا تھا سو سامنے سے میر آیا میں
پھیر لیا منہ میری طرف سے یعنے مجھسے چھپائی بات

پلا

زرد ہیں چہرے سوکھ گئے ہیں یعنے ہیں بیمار بہت
عشق کی گرمی دلکو پہنچی کہتے ہی آزار بہت

نالہ وزاری سے عاشق کی کیا ابر بہاری طرف ہوگا
دل ہی نالان حد سے زیادہ آنکھیں ہیں خونبار بہت

برسوں ہوے اب ہم لوگونسے آنکھ انھونکی نہیں ملتی
برسوں تک آپسمیں رہا ہی اپنے جنھونکے پیار بہت

ارض وسما کی پستی بلندی ابتو ہمکو برابر ہی
یعنے نشیب وفراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت

سو غیرونمیں ہو عاشق تو ایک اسی سے شرماویں
اس مستی میں آنکھیں اسکی رہتی ہیں ہشیار بہت

کم ہی ہمیں امید بہی سے اتنی نزاری پر اسکے
پچھلے دنوں دیکھا تھا ہمنے عاشق تھے بیمار بہت

میر نہ ایسا ہووے کہیں پردے ہی پردہ مار مرے
ڈر لگتا ہی اسنے ہمکو ہی وہ ظاہر دار بہت

چپکے کھڑا تکڑے ہوتا ہوں ساری ہی الفت کی بات
تیغ نے اسکی کیا ہی قسمت یہہ بھی ہی قسمتکی بات

جان مسافر ہو جایگی لب پر ہی موقوف آہ
سب لچھہ کہیو جاتے ہوئے تم مت کہیو رخصت کی بات

کہکے فسانہ عشق و وفا کا لوگ محبت کرتے تھے
اب وہ ناز کہانی انکی گویا ہی مدت کی بات

درد و غم کی گرفتاری سے مہلت ہو تو کچھہ کہئے
حرف زدن اشعار و شعاری یہہ سب ہی فرصتکی بات

کسکو دماغ جواب رہا ہی ضعف سے اب خاموش رہے
پہروں بکتا نصیحت گر سے میر یہہ ہی طاقت کی بات

چشم رہتی ہی اب پر آب بہت
دلکو میرے ہی اضطراب بہت

دیکھئے رفتہ رفتہ کیا ہووے
تاب دل کم ہی پیچ و تاب بہت

دیر افسوس کرتے رہئے گا
عمر جاتی رہی شتاب بہت

مہر و لطف و کرم عنایت کم
ناز و خشم و جفا عتاب بہت

بے تفاوت ہی فرق آپسمیں
وے مقدس ہیں میں خراب بہت

پشت پا پر ہی چشم شوخ اسکی
ہاے رے ہمسے ہی حجاب بہت

دختر رز سے رہتے ہیں محشور
شیخ صاحب ہیں کس کباب بہت

آویں محشر میں کیوں نہ پاے حساب ہم بھی کرتے ہیں حساب بہت
واں تک اپنی دعا پہنچتی نہیں عالی رتبہ ہی وہ جناب بہت
گل کے دیکھے کا غش گیا ہی نہ میر
منہہ پہ چھڑکا مرے گلاب بہت

اُچٹتی سی لگی اپنے تو وہ تلوار یا قسمت ہوئے جسکے لگے کار آمدہ بیکار یا قسمت
ہوئے جب سو جواں یکجا توقع سی ہوئی ہمکو نگہہ تیز انے سو ایدھر نکی دو بار یا قسمت
پڑا سایہ نہ اسکی تیغ خوں آلودہ کا سر پر کئے ہیں یوں تو قسمت انے کیا کیا وار یا قسمت
رہا تھا زیر دیوار اسکی میں برسات میں جاکر گری اس مینہہ میں سر پر وہی دیوار یا قسمت
موے ہم تشنہ لب دیدار کے حال انکہ گریاں تھے نصیب اپنے کہ سوکھی چشم دریا بار یا قسمت
در مسجد پہ ہو کر بینوا بیٹھے ہیں یا ہادی ہمیں تھے ورنہ میخانے میں تکیہ دار یا قسمت
نصیبو نمیں ہی جنکے عیش وہ بھی میر جیتے ہیں
جئے ہیں ہم بھی جو مرنیکو تھے تیار یا قسمت

دلکو اس ہمہز سے ہمنے لگایا ہی عبث مہر کی رکھ کر توقع جی کھپایا ہی عبث
دیکھکر اسکو کھڑے سو جیسے ہم عاشق ہوئے بیٹھے بیٹھے ناگہاں یہہ رنج اٹھایا ہی عبث
اپنی تو بگڑی ہی کوئی کام کی صورت نہیں اُنے بے لطفی سے منہہ اچھا بنایا ہی عبث
جیکے جاتے وہ جو نو خط آتا تو بابت بھی تھی لطف کر مردے پہ عاشق کے اب آیا ہی عبث
تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی کیا جو تربت پر مری اب پھول لایا ہی عبث
رات دن سنتا ہی نالے یوں نہیں کہتا کھبو
میر دل آزردہ کو کنے ستایا ہی عبث

کس تازہ مقتل پہ کشندے تیرے ہوا ہی گذارا آج زہ دامنکی بھری ہی لہو سے کسکو تونے مارا آج
کل تک ہمنے تمکو رکھا تھا سو پردیمیں کلی کے رنگ صبح شگفتہ گل جو ہووے تم سب نے کیا نظارا آج

کوئی نہیں شاہان سلف میں خالی پڑے ہیں دونوں عراق
یعنے خود گم اسکندر ہی ناپید اہی دارا آج

چشم مشتاق اُس لب و رخ سے لمحہ لمحہ اُٹھی نہیں
کیا ہی لگے ہی اچھا اُسکا بکھرا پیارا پیارا آج

اب جو نسیم معطر آئی شاید بال کھلے اُسکے
شہر کی ساری گلیاں ہوگئیں گویا عنبر سارا آج

کل ہی جوش و خروش ہمارے دریا کے سے تلاطم تھے
دیکھ ترے آشوب زماں کے کر بیٹھے ہیں کنارا آج

چشم چرائی دور سے کرو ا مجکو لگا یہہ کہکے گیا
صید کرینگے کل ہم آکر ڈال چلیں ہیں چارا آج

کل ہی زباں جیوں کے کئے ہیں عشق میں کیا کیا لوگوں نے
سادگی میری چاہ میں دیکھو میں ڈھونڈھو ہوں چارا آج

میر ہوے ہو بیخود کب کے آپ میں بھی تو ٹک آؤ
ہی دروازے پر انبوہ اک رفتہ شوق تمھارا آج

شہر سے یار سوار ہوا جو سواد میں خوب غبار ہی آج
دشتی وحش و طیر اُسکے سر تیر ہی میں شکار ہی آج

بر افروختہ رخ ہے اُسکا کس خوبی سے مستی میں
پیکے شراب شگفتہ ہوا ہی اُس نو گل پہ بہار ہی آج

اُسکا بحر حسن سراسر اوج و موج و تلاطم ہی
شوق کی اپنے نگاہ جہاں تک جاوے بوس و کنار آج

آنکھیں اسکی لال ہوی ہیں اور چلے جاتے ہیں سر
رات کو دارو پی سویا تھا اسکا صبح خمار ہی آج

گھر آے ہے فقیرونکے تو آو بیٹھو لطف کرو
کیا ہی جان بن اپنی سو ان قدموں پہ نثار ہی آج

کیا پوچھو ہو سانجھ تک پہلو میں کیا کیا تڑپھا ہی
کل کی نسبت دلکو ہمارے بارے کچھ تو قرار ہی آج

مت چوکو اس جنس گرانکو دلکی وہیں لیجاؤ تم
ہندوستان میں ہندو بچونکی بہت بڑی سرکار ہی آج

خوب جو آنکھیں کھول کے دیکھا شاخ گل سا نظر آیا
ان رنگوں پھولونمیں ملا کچھ محو جلوہ یار ہی آج

جذب عشق جدھر چاہے لیجاے ہی محمل لیلی کا
یعنے ہاتھ میں مجنوں کے ناقے کی اُسکے مہار ہی آج

رات کا پہنا ہار جو ابتک دنکو اُتارا اُنے نہیں
شاید میر جمال گل بھی اُسکے گلے کا ہار ہی آج

رنگ پہ ہی دیدہ گریاں سے آج
لو ہو ٹپکتا ہی گریباں سے آج

سر بفلک ہونے کو ہی کسکی خاک
گرد یک اُٹھتی ہی بیابان سے آج

کہوں سو کیا کہوں نے صبر نے قرار ہی آج
جو اس چمن میں یہہ اک طرفہ انتشار ہی آج

سر اپنا عشق میں ہمنے بھی یوں تو پھوڑا تھا
پر اُسکو کیا کریں اور ونکا اعتبار ہی آج

گیا ہی جانب وادی سوار ہو کر یار
غبار گرد پھرے ہی بہت شکار ہی آج

جہاں کے لوگوں میں جسکی تھی کل تئیں عزت
اُسی غریب کو دیکھا ذلیل و خوار ہی آج

سحر سواد میں چل زور پھولی ہی سرسوں
ہوا ہی عشق ہی کل زرد کیا بہار ہی آج

سواری اُسکی ہی سرگرم گشت دشت مگر
کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہی آج

سپہر چھریوں میں کل تک پھرے تھا سانھہ اپنے
عجب ہی سبکا اسی سفلے پر مدار ہی آج

بخار دلکا نکالا تھا رو دل کہہ کر
سو در و سر ہی بدن گرم ہی بخار ہی آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہی کل دن سے
ہمیں تو اپنا ہی میر انتظار ہی آج

آج ہمیں بدحالی سی ہی حال نہیں ہی جانکے بیچ
کیا عاشق ہو نیکا نتیجہ یہہ ہوتا ہی جہانکے بیچ

پایہ اسکی شہادت کا ہی عرش عظیم سے بالاتر
جو مظلوم عشق موا ہی مرکر تک میدان کے بیچ

یوہیں نظر چرھ رہتی نہیں کچھ حسن تمیں تو چشم سفید
دیکھی ہی ہمیرے کی دمک میں اسچشم چرانکے بیچ

دوپر کا لہ آتش کا ہی صبح تلک بھڑکا بھی نہ تھا
کیا جانوں کیا پھونک دیا لوگوں نے اسکے کان کے بیچ

وعدے کرو ہو برسوں کے تم دم کا بھروسا ہمکو نہیں
کچھ کا کچھہ ہو جاتا ہی یاں اک پلمیں ایک آنکے بیچ

تبعیت سے جو فارسی کی میں نے ہندی شعر کہے
سارے ترک بچے ظالم اب پڑھتے ہیں ایرانکے بیچ

بندے خدائے پاک کے ہم جو میر نہیں تو زیر فلک
پھر یہہ تقدس آیا کہانسے مشت خاک انسانکے بیچ

فصل گل میں اسیر ہوئے تھے منہی کی رہی منکی بیچ
اب یہہ ستم تازہ کو ہی ہمبر قید کیا ہی چمن کے بیچ

یہہ الجھاؤ سلجھتا ہمکو دے ہی دکھائی مشکل سا
یعنے دل اٹکا ہی جاکر ان بالوں کی شکن کے بیچ

واکرتا ہی جب زباں درازی حیرت سے ہم چپکے ہیں
کچھہ بولا نہیں جاتا یعنے اسکے حرف و سخن کے بیچ

بی

دشت بلا میں جا کر مرے اپنے نصیب جو سیدھے ہوں — وانکی خاک عنبر کی جا گہہ رکھ دیں لوگ کفن کے بیچ
کبک کی جان مسافر ہووے دیکھے خرام ناز اُسکا — نام نہیں لیتا ہی کوئی اسکا میرے وطن کے بیچ
کیا شیریں ہی حرف و حکایت حسرت ہمکو آتی ہی — ہاے زبان اپنی بھی ہووے یکدم اُسکے دہن کے بیچ

غم و اندوہ عشق سے ہر لحظ نکلتی رہتی ہی
جان غلط کر میر آئی ہی گویا تیرے بدن کے بیچ

اسکے رنگ کا لالہ ہی شاید کوئی پھول بہار کے بیچ — شور پڑا ہی قیامت کا سا چار طرف گلزار کے بیچ
رحم کرے وہ ذرا ذرا تو دیکھنے آوے دم بھر یاں — اب تو دم بھی باقی نہیں ہی اسکے کشتہ بیمار کے بیچ
چمن ندیکا خاک کے نیچے ہر گز عشق کے ماروں کو — دل تو سمانا ہی کاش نہ گاریں انکو گونگے مزار کے بیچ
چشم شوخ سے اسکی یارو کیا نسبت ہی غزالونکو — دیکھتے ہیں ہم برا تفاوت شہری اور گنوار کے بیچ
کون سے کار رم خوردہ ہے جاکے کہے تک پھر کر دیکھ — کوئی سوار ہی تیرے پیچھے گرد و خاک و غبار کے بیچ
رونے سے جو رود بہا تو اسکا کیا ہی یارو عجب — جذب ہوئے ہیں کیا کیا دریا اپنی جیب و کنار کے بیچ

چشمک غمزہ عشوہ کرشمہ آن ادا ز و ناز و ادا
حسن سوا ے حسن ظاہر میر بہت ہیں پیار کے بیچ

ای بوے گل صبحہ کے مہکیو پون کے بیچ — زخمی پڑے ہیں مرغ ہزاروں چمن کے بیچ
یہہ بھی کیا میں اندر ہی اندر گداز ہو — دھوکا ہی جوں حباب مرے پیرہن کے بیچ
گھر سے لئے نکلتا ہی تلوار بیطرح — اب آنے سج بنائی ہی خون خوار بیطرح
جی بچنے کی طرح نظر آتی نہیں کوئی — کرتا ہی میرے خون پہ اصرار بیطرح
چہرہ تو آنے اپنا بنایا ہی خوب لیک — بگڑا پھرے ہی اب وہ طرحدار بیطرح
کسطرح جاے پکڑی زبان اُسکے خشم میں — کہتا ہی بیٹھا متصل اب یار بیطرح

لو ہو میں دو بے دیکھیو دامان و جیب میر
پھرا ہی آج دیدۂ خونبار بیطرح

وہ نو باوہ گلشن خوبی سب سے رکھے ہی نرالی طرح شاخ گل بنا جائے ہی لہکا انے نئی یہہ ڈالی طرح
مونڈھے چلے ہیں چولی چسی ہی مہری پھسی ہی بند کسے اس اوباش نے پہناوے کی اتنی تازہ نکالی طرح
جبہہ نوچا منہہ نوچا سب سینہ نوچا ناخن سے
میر نے کی ہی غم غصے میں اپنی یہہ بدحالی طرح

جھمکسی اُسکے بدن میں ہر ایک جا ہی شوخ برنگ برق سراپا وہ خود نما ہی شوخ
پڑے ہی سیکڑوں جا راہ چلنے میں اسپر کسو کی آنکھہ تو دیکھے کوئی بلا ہی شوخ
نظر پڑی نہیں کیا اُسکی شوخ چشمی میر
حضور یار کے چشم غزال کیا ہی شوخ

گلبن چمن کے اسکو جو دیکھتے ہیں گستاخ کیا تازہ کوئی انکی نکلی بہار میں شاخ

اسے نہ الفت ہو مجھکو تو ہووے نہ میرا چہرہ زرد ہاتھہ نرکھوں کیوں دلپر میں رنج و بلا ہی قیامت درد
ملنے میں خنکی ہی کرتا وہ کاشکے پہلے چاہ کے دن گرمی نہوتی آپسمیں تو کھینچتے نہ ہر دم آہ سرد
برسوں میں اقلیم جنوں سے دو دیوانے نکلے تھے
میر آوارۂ شہر ہوا ہی قیس ہوا ہی بیاباں گرد

کہتے ہو تم کہ یکسر مجھہ میں وفا ہی شاید متروک رسم جور و ظلم و جفا ہی شاید
کم ناز سے ہی کسکے بندے کی بی نیازی قالب میں خاک کے یاں پنہاں خدا ہی شاید
یاں کچھہ نہیں ہی باقی اسکے حساب لیکن مجھمیں سمار دم سے اب کچھہ رہا ہی شاید
قید فراق سے تو چھوٹیں جو مر رہیں ہم اس درد بیدوا کی مرنا دوا ہی شاید
یہہ عشق ہی یقینی حال ایسا کم سنا ہی
ای میر دل کسو سے تیرا لگا ہی شاید

رکھتا ہی دل کنار میں صد پارہ دردمند ہر پارہ اسکا پاتے ہیں آوارہ دردمند
تسکیں اپنے دلکی جو پاتا نہیں کہیں جز صبر اور کیا کرے بیچارہ دردمند

اسلامی کفری کوئی ہو ہی شرط درد عشق
دونوں طریق میں نہیں ناکارہ درد مند

قابل ہوئے ہیں سیر کے چشماں خونفشاں
دیکھیں ہیں انکھوں لوہو کا فوارہ درد مند

کیا کام اسکو یاں کے نشیب و فراز سے
رکھتا ہی پانوں دیکھ کے ہموارہ درد مند

اس کاروان سرائے کے ہیں لوگ رفتنی
حسرت سے انکا کرتے ہیں نظارہ درد مند

سو بار حوصلے سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرط غم سے مرتا ہے یکبارہ درد مند

ہی عشق کا فسانہ میرا نہ یاں زبان زد
ہر شہر میں ہوئی ہی یہہ داستاں زبانزد

حسرت ہے حسن گل کی چپکا ہوا ہوں ورنہ
طیران باغ میں ہوں میں خوش زبان زبانزد

مذکور عاشقی کا ہر چار سو ہی باہم
یعنے نہیں کہانی میری کہاں زبان زد

فرہاد و قیس و وامق ہر یک سے پوچھ لو تم
شہر و نمیں عشق کے ہوں میں ناتوان زبانزد

کیا جانے میر کسکے غم سے ہی چپ و گرنہ
حرف و سخن میں کیا ہی یہہ جوان زبانزد

کیا کہیئے ہوئے مملکت ہستی میں وارد
بے یار و دیار ابتو ہیں اس بستی میں وارد

کچھ ہوش نتھا منبر و محراب کا ہمکو
صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد

ایضا

کچھ تدبیر بتاؤ ہمکو دل اپنا ہی درد آلود
خاک اڑاتے کہاں تک پھریئے چہرہ سب ہی گرد آلود

اپنے موئے بھی رنج و بلا ہی ہمسایونکی جانوں پر
کیا کیا سینہ زنی رہتی ہی درد و غم کے فسانوں پر

میں تو کیا کیا حرف و سخن تھے میرے جہانسے جاتے رہے
باتیں درد آگیں ہیں ابتک کیسی کیسی زبانوں پر

تو بھی رباط کہن سے صوفی سیر کو چل تک سبزی کی
ابر سیہ قبلہ سے آکر جھوم پڑا میخانوں پر

آمد رفت نسیم سے ظاہر رخشش بابل ہی لیکن
باو بھی ابتک بہی نہیں گلہائے چمن کے کانوں پر

جیغہ جیغہ اسکے سے ابرو دلکش نکلے نہ کوئی یاں
زور کیئے لوگوں نے اگرچہ نقش و نگار گمانوں پر

جان تو یان ہی گرم رفتن لیث و لعل وان ویسی ہی — کیا کیا مجھکو جنوں آتا ہی اس لڑکے کے بہانوں پر
بعد مرے سبحے کو میرے ہاتھوں ہاتھ ملک لینگے — سو یتو بار لیا ہی میں نے نام اسکا ان دانوں پر
دلکی حقیقت عرشکی عظمت سب کچھ ہی معلوم ہمیں — سیر رہی ہی اکثر اپنی ان پاکیزہ مکانوں پر
راہ چلو تم اپنی اپنی میری طریق سے کیا تمکو — آنکھونسے پردا میں نے کیا ہی وان پانوکے نشانوں پر

عشق عجایب زور آور ہی کشتی سبکی پاک ہوئی
ذکر میر ہی کیا پیری میں حرف و سخن ہی جوانوں پر

کئی داغ ایسے جلائے جگر پر — کہ وے نرگسی زن تھے گلہاے تر پر
گیا میری وادی سے سیلاب و بچکر — نظر یاں جو کی عشق کے شیر نر پر
سر رہ سے اسکے موئے ہی اٹھینگے — یہہ جی جا رہا ہی اسی رہ گذر پر
سر اس آستاں پر رگڑتے گئے ہیں — ہوے خوں یارونکے اس خاک در پر
ہم آنا اسے سنکے جیتو نمیں آئے — بنا زندگانی کی ہی اب خبر پر
اسے لطف اسکا ہی لاوے تو لاوے — نہیں وصل موقوف کچھ زور و زر پر
سر کٹتے نہیں شوق کشتونکے سر بن — قیامت سا ہنگامہ ہی اسکے سر پر
اثر جو گیا دل سے رو کش ہو اسکا — چڑھا پھر نہ خورشید میری نظر پر
بھری تھی مگر آگ دلمیں درونمیں — ہوے اشک شورش سے اسکے شرر پر
گیا لے جوان آنسو ونکتیں میں — سراسر ہیں اب داغ سطح جگر پر
سر عجز ہر شام تھا خاک پر ہی — تہ دل تھی کیسی ہی آہ سحر پر
بلک اٹھے آثار اچھے نہ دیکھے — پڑی آنکھ ہرگز نہ روے اثر پر
طرف شاخ گل کی لچک کے نہ دیکھا — نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر

غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہیں عیب کرنا نظر یک ہنر پر

تت

جز وسا اسیری میں تھا بال و پر پر — سو پر وا ہوئے نہ نقش گئے بھی در پر
سواران شایستہ کشتے ہیں تیرے — نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر
کھلا پیش دندان نہ اسکا گرہچہ — کنھوں نے بھی تھوکا نہ سلک گہر پر
جلے کیوں نہ چھاتی کہ اپنی نظر سے — کسو خویش پر کار زعنا پسر پر
نہ محشر میں چولکا مرا خوں خفتہ — وہی تھا یہہ خوابیدہ اس شور و شر پر
گئی زخم کھا کر تڑپتا رہا دل — نشانی تھی موقوف زخم دگر پر
سنا تھا اسے پاس لیکن نپایا — چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر
سر شب کہے تھا بہانہ طلب وہ — گھڑی ایک رات آئی ہوگی پہر پر
کوئی پاس بیٹھا رہے کب تلک یوں — کہو ہوگی رخصت گئے اب سحر پر

جہاں میں نہ کنی میرا قامت کی نیت
کہ مشعر تھا آنا مرا یاں سفر پر

عشق خدائے خراب ہی ایسا جتے گئے ہیں گھر کے گھر — کعبہ و دیر کے ابو انوکے گرے پڑے ہیں در کے در
حج سے جو کوئی آدمی ہو تو سارا عالم حج ہی کرے — مکے سے آئے شیخ جی لیکن وے تو وہی ہیں خر کے خر
رنج و تعب میں مرتے دیکھے ہمنے ممسک و دولتمند — جی کے جی بھی عبث جاتے ہیں اُن لوگونکے زر کے زر
مسلم و کافر کے جھگڑے میں جنگ و جدل سے رہائی نہیں — لوتھوں پہ لوتھیں گرتی رہینگی کشتے رہینگے سر کے سر
سخت مصیبت عشق میں یہہ ہی جانیں چلی جاتی ہیں لیک — ہاتھ سروں پر مارینگے تو بندر ہینگے گھر کے گھر
کب سے گرمی عشق نے میرے چشمۂ چشم کو خشک کیا — کہڑے گلے سارے لیکن وے نہیں ابتک تر کے تر

نکلے بکے و قفس میں شاید کوئی کلی تو نکلے میر
سارے طیر شکفتہ چمن کے توتے گئے وے پر کے پر

بات کہو کیا چپکے بیٹھے رہو ہو یاں آکر — ایسے گونگے بیٹھو ہو تم تو بیٹھے اپنے گھر جا کر
دلکا راز کیا میں ظاہر بابل سے گلزار میں لیک — اُس بے تہ نے صحن چمن میں جان دی چلا چلا کر

جیسا پیچ و تاب پر اپنے بالیدہ تھا ویسا ہی
مار سیہ کو رشک سے مارا اُن بالوں نے بل کھا کر

ڈھونڈھتے تا اطفال پھریں نہ انکے جنوں کی خیافت میں
بھر رکھی ہیں شہر کی گلیاں پتھر ہمنے لا لا کر

ہاہا ہی ہی نے شوخ کی میرے تنگ کیا خوشرو یاں کو
سرخ و زرد ہوئے خجلت سے چھوٹے ہاہا کر

چاہ کا جو اظہار کیا تو فرط شرم سے جان گئی
عشق شہرت دوست نے آخر مارا مجھکو رسوا کر

میر یہ کیا رونا ہی جسے آنکھوں پر رومال رکھا
دامن کے ہر پات کو اپنے گریہ زار سے دریا کر

تیر ہی نگاہیں کیا کرتے ہو دم بھر کے یاں آنے پر
ایدھر دیکھو ہمنے نہیں کی خم ابرو مرجانے پر

زور ہوا ہی چل صوفی تک تو بھی رباط کہنہ سے
ابر قبلہ برستا برستا آیا ہی میخانے پر

گل کھائے ہے تہ بابل نے شور قیامت کا سا کیا
دیکھو چمن میں اس بن میرے چپکے جی بہلانے پر

سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے
ریجھ گئے خونریزی میں اپسی اسکے پھر شرمانے پر

گالی مار کے غم پر میں نے صبر کیا خاموش رہا
رحم نہ آیا تب ظالم کو اس میرے غم کھانے پر

نادیدہ ہیں نام خدا کے ایسے جیسے فصحا زدہ
دوڑتی ہیں کیا آنکھیں اپنی سبحے کے دانے دانے پر

حال پریشاں سن مجنوں کا کیا جاتا ہی جی اپنا
عاشق ہم بھی میرے ہیں اس ڈھب کے دیوانے پر

روزوں میں رہ سکیں گے ہم بے شراب کیونکر
گذرینگا اتقا میں عہد شباب کیونکر

تھوریسے پانی میں بھی چل نکلے ہی اپھرتا
بے تہ ہی سر نہ کھینچے یک دم حباب کیونکر

چشمے سُجیرے اب تک ہیں یاد گار اسکے
وہ سو کھ سب گئی ہی چشم پر آب کیونکر

دل کی طرف کا پہلو سب متصل جلے ہی
مخمل ہو فرش کیوں نہ آوے گی خواب کیونکر

اول سحور کھانا آخر صبوحی کرنا
آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر

اُجڑے نگر کو دل کے دیکھو نہوں جب کہ یوں ہوں
اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر

جرم و ذنوب تو ہیں بیحد و حصر یا رب
روز حساب لیں گے مجسے حساب کیونکر

بیش از سحر اتھے ہی آج اسکے منہہ کا پردا نکلے گا اسطرف سے اب آفتاب کیونکر

خط میر آوے جاوے جو نکلے راہ ادھر کی
نہیں تا نہیں ہی قاصد لاوے جواب کیونکر

تڑپھے ہی غمزدہ دل لاوے گا تاب کیونکر خوں بستہ ہینگے آنکھیں آویگی خواب کیونکر
پرناتواں ہوں مجھہ پر بھاری ہی جی ہی اپنا مجسے اٹھینگے اسکے نازو عتاب کیونکر
اس بحر مین ہی مثنا شکل حباب ہردم ابھرا رہے ہمیشہ نقش پر آب کیونکر
پانی کے دھوکے پیاسے کیا کیا عزیز مارے سر پر نہ خاک ڈالے اپنے سراب کیونکر
آب رواں نہ تھا کچھہ وہ لطف زندگانی جاتی رہی جوانی اپنی شتاب کیونکر
سینے مین میرے کب سے اک سینک ہی رہے ہی قلب وکبد نہوویں دونون کباب کیونکر
شلاق خواری کی تھی خجلت جو کچھہ نہ بولا منہہ کیا ہی نامہ بر کا نکلے جواب کیونکر
سوز دل و جگر سے جلتا ہی تن بدن سب مین کیا کوئی ہو کھینچے ایسے عذاب کیونکر

چہرہ کتابی اسکا مجموعہ میر کا ہی
اک حرف اس دہن کا ہووے کتاب کیونکر

لاوے جھمکتے رخ کی آئینہ تاب کیونکر ہو چہرہ اسکے لب سے یاقوت ناب کیونکر
ہی شعر و شاعری گو کب سے شعار اپنا حرف و سخن سے کرئے اب اجتناب کیونکر
جوں ابر اگر نہ روویں وادی و کوہ پر ہم تو شہروں شہروں آوے نہروں مین آب کیونکر
اب بھی نہین ہی ہمکو امید عشق نا امیدی دیکھین خراب ہووے حال خراب کیونکر
اڑ اڑ کے جا لگے ہی وہ تیر مار کا کل کھاتا رہے نہ افعی پھر پیچ تاب کیونکر
چشمے محیط سے جو ہووے نہ چشم تر کے تو سیر ہو ہوا پر پھیلے سحاب کیونکر
اب تو طپش نے دلکی اودھم مچا رکھا ہی تسکین پاوے دیکھون پھر اضطراب کیونکر

روچا ہے ہی اسکے در پر بھی بیٹھنے کو

ہم تو ذلیل اسکے ہوں میر باب کیونکر

سنا تمنے جو گذرا سانحہ ہجرا تمیں یارونپر
قیامت غم سے ہر ساعت رہی الفت کے مارونپر

کیا ہی عشق عالم کش نے کیا ستھرا ؤ لوگونکا
نکل چل شہر سے باہر نظر کر تک مزارونپر

تڑپھکر گرم تک جوں برق ٹھنڈے ہوتے جاتے ہیں
بسان ابر رحمت رو بہت ہم بیقرارونپر

بڑی دولت ہی درویشی جو ہو ہمرہ قناعت کے
کہ عرصہ تنگ ہی حرص و ہوا سے تاجدارونپر

سیاحت خوب مجھکو یاد ہی پر کی بھی وحشت کی
پر اپنا پاؤں پھیلے دشت کے سر تیز خارونپر

گئے فرہاد و مجنوں ہو کوئی تو بات بھی پوچھیں
یکایک کیا بلا آئی ہمارے غمگساروں پر

گئی اس ناتواں عشق کے آگے سے پیری ٹل
سبکروحی مری ای میر بھاری ہی ہزارونپر

ایک آدھ دن نکل مت ای ابر ادھر سے ہو کر
بیٹھا ہوں میں ابھی تک سارا جہاں ڈبو کر

اب کل نہیں ہی تجھکو بے قتل غم کشونکے
کہتے تو تھے کہ ظالم خوں ریزی سے نہ خو کر

کہتے ہیں راہ پائی زاہد نے اس گلی کی
روتا کہیں نہ آوے ایماں و دیں کو کھو کر

ہی نظم کا سلیقہ ہر چند سب کو لیکن
جب جانیں کوئی لاوے یوں موتی سے پرو کر

کیا خوب زندگی کی دنیا میں شیخ جی نے
تعبیر کرتے ہیں سب اب انکو مردہ شو کر

گو تیرے ہونٹھ ظالم آب حیات ہوں اب
کیا ہمکو جیکی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھو کر

کس کس ادا سے فتنے کرتے ہیں قصد ادھر کا
جب بیدماغ سے تم اٹھ بیٹھتے ہو سو کر

ٹکڑے جگر کے میرے مت چشم کم سے دیکھو
کاڑھے ہیں یہ جواہر دریا کو میں بلو کر

احوال میر جی کا مطلق گیا نہ سمجھا
کچھ زیر لب کہا بھی سو دیر دیر رو کر

عشق ہمارا خون کرے ہی جی نہیں رہتا یار بغیر
وہ گھر سے نہیں اپنے نکلتا دم بھر بھی تلوار بغیر

جان عزیز کی جاں بھی گئے پر آنکھیں کھلی رہجائینگی
یعنے کشتۂ حسرت تھا میں آئینہ سا دیدار بغیر

گوندھے گئے سو تازہ رہے جو سبد میں تھے سو ملالت سے — سوکھ کے کانٹا پھول ہوئے وے اُسکے گلے کے ہار بغیر
پھولونکا موسم کاشکے ہو پردیسے ہوا کے چشمک زن — گل کھائے ہیں ہزار خزاں میں مرغ چمن نے بہار بغیر

وحشی و طیر سے دشت پھرے صیادی تھی یار کی جب
خالی پڑے ہیں دام کہیں میر اُسکے ذوق شکار بغیر

چندے بنجا ہی گریہ و اندوہ و آہ کر — ماتم کدے کو دہر کے تو عیش گاہ کر
کیا دیکھتا ہی ہر گھڑی اپنی ہی سج کو شوخ — آنکھونمیں جان آئی ہی ایدھر نگاہ کر
رحمت اگر یقینی ہی تو کیا ہی زہد شیخ — ای بیوقوف جاے عبادت گناہ کر
چھوڑ اب طریق جور کو ای بیوفا سمجھ — نبھتی نہیں یہہ چال کسو دلمیں راہ کر
چسپیدگی داغ سے مت منہہ کو اپنے موڑ — ای زخم کہنہ دل سے ہمارے نباہ کر

اسوقت ہی دعا و اجابت کا وصل میر
یک نعرہ تو بھی پیشکش صبح گاہ کر

شوریدہ سر رکھا ہی جب سے اس آستاں پر — میرا دماغ تب سے ہی ہفتم آسماں پر
گھایل گرا رہا ہی فتراک سے بندھا ہی — کیا کیا ستم ہوئے ہیں اس صید ناتواں پر
لطف بدن کو اُسکے ہرگز پہنچ سکے نہ — جا پڑتی تھی ہمیشہ اپنی نگاہ جاں پر
خاشاک و خار و خس کو کر ایک جا جلایا — کیا چشم شور برق خاطف تھی آشیاں پر
وہ باغباں پسر کچھ گل گل شگفتہ ہی اب — یہہ اور گل کھلا ہی ایک پھولونکی دکاں پر
پرکالے آگ کے تھے کیا نالہاے بلبل — شبنم سے آبلے ہیں گلبرگ سی زباں پر

دل کیا مکاں پھر اسکا کیا صحن میر لیکن
غالب ہی تو سعی میں میدان لامکاں پر

آیا نہ پھر ادھر وہ مست شراب ہو کر — کیا پھول مرگئے ہیں اس بن خراب ہو کر
صید زبوں میں میرے یکقطرہ خوں نہ نکلا — خنجر تلے بہا میں خجلت سے آب ہو کر

وعدہ وصال کا ہی کہتے ہیں حشر کے دن جانا ہوا و لیکن وان سے شتاب ہو کر
دارو پئے نہ ساتھ آ غیروں کے پیشتر یاں غیرت سے رہ گئے ہیں عاشق کباب ہو کر
یکقطرہ آب اس بن میں نے اگر پیا ہی
نکلا ہی میر پانی وہ خون ناب ہو کر

ابر سیہ قبلہ سے اٹھ کر آیا ہی میخانے پر بادہ کشوں کا جھرمٹ ہی کچھ شیشے پر پیمانے پر
رنگ ہوا سے ٹپکنے لگا ہی سبزے میں کوئی پھول کھلا یعنے چشمک گل کرتا ہی فصل بہار کے آنے پر
شور جنوں ہی جوانوں کے سر میں پاؤں میں زنجیریں ہیں
سنگ زناں لڑکے پھرتے ہیں ہر ہر سو دیوانے پر

بیتابانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جان ہی گیا اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پروانے پر
قدر جان جو کچھ ہووے تو صرفہ بھی ہم میر کریں
منہہ موڑیں کیا آنے سے اسکے اپنی جان کے جانے پر

سعی سے اسکی ہوا مایل گریبان چاک پر آفریں کر ای جنوں میری کف چالاک پر
کیوں نہوں طرفہ گلیں خوش طرح بعضی ای کلال خاک کن کن صورتوں کی صرف کی ہی خاک پر
ہمکو مٹی کر دیا پامالئی گردوں نے میر
وہ نہ آیا ناز کرتا ٹک ہماری خاک پر

اس بستر افسردہ کے گل خوشبو ہیں مرجھائے ہنوز اس نکہت سے موسم گل میں پھول نہیں یاں آئے ہنوز
اس زلف و کاکل کو لوندھے دیر ہوئی مشاطہ کو سانپ سے لہراتے ہیں بال اسکے بل کھائے ہنوز
انکھ لگی مدت گذری پاے عشق جو بیچ میں ہی ملتے ہیں معشوق اگر تو ملتے ہیں شرمائے ہنوز
تہ داری کیا کہئے اپنی سختی سے اسکی جیے تموئے حرف و سخن کچھ لیکن ہرگز منہہ پہ نہیں ہم لائے ہنوز
ایسی معیشت کر لو گونسی جیسی غمکش میر نے کی
برسوں ہوئے ہیں اٹھ گئے انکو روتے ہیں ہمسائے ہنوز

کب سے گیا ہی آیا نہیں نامہ بر ہنوز
واں ہی کچھ سنا نہیں جاتے خبر ہنوز

خوں جگر کو ہو کے ہوئے برسوں ہو گئے
رہتی ہیں میری آنکھیں شب و روز تر ہنوز

ہر چند آسماں پہ ہماری دعا گئی
اس مہ کے دل میں کرتی نہیں کچھ اثر ہنوز

مدت سے لگ رہی ہیں مری آنکھیں اسکی اور
وہ دیکھتا نہیں ہی غلط کر ادھر ہنوز

برسوں سے لکھنؤ میں اقامت ہی مجکو لیک
یاں کے چلن سے رکھتا ہوں عزم سفر ہنوز

تیشے سے کوہ کن کے دل کوہ جل گیا
نکلے ہی سنگ سنگ سے اکثر شرر ہنوز

جل جل کے ہو لیا ہی کبد تو کباب میر
جوں غنچہ ناشگفتہ ہی داغ جگر ہنوز

کب سے آنے کہتے ہیں تشریف نہیں لاتے ہیں ہنوز
آنکھیں مندیں اب جا چکے ہم دے دیکھو تو آتے ہیں ہنوز

کہتا ہی بر سو نسے ہمیں تم دور رہو یا نسے دفع ہو ہو
شوق و سماجت سیر کرو ہم پاس اسکے جاتے ہیں ہنوز

راتوں پاس گلے لگ سوئے ننگے ہو کر ہی بہہ عجب
دنکو لے پردہ نہیں ماتے ہمسے شرماتے ہیں ہنوز

سانھہ کے پڑھنے والے فارغ تحصیل علمی سے ہوئے
جہل سے مکتب کے لڑکو نمیں ہم دل بہلاتے ہیں ہنوز

گل صد رنگ چمن میں ای باد خزاں سے بکھر ہی گئے
عشق وجنوں کی بہار کے باشق میر جی گل کھاتے ہیں ہنوز

کب سے قیدی ہیں پہ ہی نالش بسیار ہنوز
دل بہار ان چمن کا ہی گرفتار ہنوز

وہ مہ چار وہ اس شہر سے کبکا نکلا
ہر گلی جھانکتے پھرتے ہیں طلبگار ہنوز

بالا بالا ہی بہت عشق میں مارے گئے یار
وہ نہ دلسے کسو کا نہوا یار ہنوز

سال میں ابر بہاری کہیں آکر برسا
لو ہو بر سا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز

ایکے بالیدن گلہا تھا بہت دیکھو نہ میر
ہمسر لالہ ہی خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہی تند خو ہی عجب ہی زبان دراز
آتش کا ایک لایحہ کب ہی زبان دراز

پروانہ تیری چرب زبانی سے ہو ہلاک — ہی شمع تو کوئی غصب ہی زبان دراز ہے

یار نامہلے جدا ہوا افسوس — منہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس

جب تلک آن کر رہے مجھ پاس — مجھمیں تب تک نہ کچھ رہا افسوس

دلمیں حسرت گرہ ہی رخصت کی — چلتے وقت نہ کچھ کہا افسوس

کیا تدارک ہی عشق میں دل کا — میں بلا میں ہوں مبتلا افسوس

سب سے بیگانگی رہی جسکے لئے — وہ نہیں اسسے آشنا افسوس

رات دن ہاتھ ملتے رہتے ہیں — ہاتھ کا ہی نہیں برا افسوس

ہاتھمیں پھوٹ پھوٹ گئیں ہیں گھاؤ — ہے اثر ہو گئی دوا افسوس

مجکو کرنا تھا اختیار اُسے — ہائے افسوس یہ کیا گیا افسوس

نوشدارو ہی نیشدار و میر
متاثر نہیں دوا افسوس

کوئی دن کرتے معیشت جا کسو کام کے پاس — ناقصو تمہیں رہتے کیا رہتے تو صاحبدل کے پاس

بوے خوں بھی بھک بھک دماغو تمہیں چلی آتی ہی کچھ — نکلی ہی ہو کر صبا شاید کسو گھایل کے پاس

شور و ہنگامہ بہت دعوی ضروری ہی بہت — کاشکے مجکو بلا دیں حشر میں قاتل کے پاس

گرد سے ہی ناقۂ سلمی کو مشکل رہروی — خاک کسکی ہی کہ مشتاق آتی ہی محمل کے پاس

تل سے تیرے منہ کے دل تھا داغ ای برنا چرب — خال یہہ اک اور نکلا ظالم اگلے تل کے پاس

دل گداز عشق سے سب آب ہو کر بہہ گیا — مر گئے پر گور میری کرئے تو بیدل کے پاس

ہائے کیونکر نہ کف افسوس جی جاتا ہی میر
ڈوبتی ہی کشتی ورطے سے نکل ساحل کے پاس

صد پارہ گلا تیرا ہی کر ضبط نفس بس — بستا نہیں اس قافلے میں کوئی جرس بس

دنیا طلبی نفس نکر شومی سے جوں سگ — تھک کر کہیں تک بیٹھ رہ ای ہرزہ مرس بس

خنداں نہ مرے قتل میں رکھ تیغ کو پھر سان — جوں گل یہہ ہنسی کیا ہی اسیروں پہ نہ ہنس بس
اس زار نے ہاتھہ انکا جو کھینچا لگے کہنے — غش کرنے نہ لگجاؤ کہیں چھوڑیئے بس بس

کیا میر اسیر ونکو در باغ جو وا ہو
ہی رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس

آنکھہ کھلتے گئی بہار افسوس — گل کو دیکھا بھی نہ ہزار افسوس
جسکی خاطر ہوے کنارہ گزین — نہوے اسے ہمکنار افسوس
نہ معرف نہ آشنا کوئی — ہم ہیں بے یار و بے دیار افسوس
بیقراری نے یونہیں جی مارا — اُسے نے عہد نے قرار افسوس
خوں ہوئی دل ہی میں امید وصال — مر رہے جی کو مار مار افسوس
چارۂ اشتیاق کچھہ نہوا — وہ نہ ہمسے ہوا دچار افسوس
اک ہی گردش میں اسکی آنکھونکی — پھر گیا ہمسے روزگار افسوس
گور اپنی رہی گذر گہہ میں — نہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے
یاں تک آیا کبھو نہ یار افسوس

کیا کیا تمنے ہمسے کہا تھا کچھہ نکیا افسوس افسوس
کیا کیا کڑھایا جی سے مارا لوہو پیا افسوس افسوس
نور چراغ جان میں تھا کچھہ یونہیں نہ آیا لیکن وہ
گل ہو ہی گیا آخر کو یہ بجھتا سا دیا افسوس افسوس
رخصت میں پابوس کی سکے جی جاتا تھا سو اُنے
ہاتھہ میں عاشق وارفتہ کا دل نہ لیا افسوس افسوس
میر کی آنکھیں مندنے پر وہ دیکھنے آیا تھا ظالم

اور بھی یہ بیمار محبت تک نہ جیا افسوس افسوس

رکھتے تھے بتوں سے مہر و وفا کی خواہش
اس آرزو نے مارا انہیں بھی خدا کی خواہش

بیماریٔ دلی پر میں صبر کر رہا ہوں
جیکو نہیں ہی میرے مطلق دوا کی خواہش

شب وصل کی میسر آئی نہ ایکدن بھی
دلکو بھی ہمارے اکبر بلا کی خواہش

چاہت بہت کسو کی اے ہمنشیں بری ہی
سو جان کی ہی کاہش اک اس ادا کی خواہش

مشتاق عاشقی کا غافل کوئی نہوگا
ابلہ کسو کو ہوگی اس بد بلا کی خواہش

عجز و انابت اپنی بو نہیں تھی صبح گہہ کی
درویشوں سے کریگے اب ہم دعا کی خواہش

حیران کار الفت اے میر چپ ہوں میں تو
پوچھا کرو ہو ہر دم کیا بینوا کی خواہش

رنج و غم آئے بیشتر در پیش
راہ رفتن ہی اب مگر در پیش

مرگ فرہاد سے ہوا بدنام
ہی خجالت سے تیشہ سر در پیش

یار آنکھوں تلے ہی پھرتا ہی
میری حدت سے ہی نظر در پیش

خانہ روشن پتنگوں نے نکیا
ہی چراغونکو بھی سحر در پیش

غم سے نزدیک مرنیکے پہنچے
دور کا میر ہی سفر در پیش

کر کریں میں لجوں لطمون کے دریتے سکے کوش
بیکراں دریاے غم کے میں بلا جوش و خروش

صومعے کو اس ہوائے ابر میں دیتے ہیں آگ
میکدے سے باہر آتے ہی نہیں ذی عقل و ہوش

تنگ چولی سو جگہہ سے کسمساتے ہی چلی
تنگ درزی سے کبھی ملتا نہیں وہ تنگ پوش

اوا ے رے پروانہ کیسا چپکا جلکر رہ گیا
گرمی پہنچے کیا اچھلتا ہی سپند ہر زہ کوش

کیسا خود گم سر بکھیرے میر ہی بازار میں
اب کے اب پیدا نہیں ہنگامہ آرا لفروش

ادھر آتا بھی وہ سوار ای کاش — اسکا ہو جاتا دل شکار ای کاش
زیر دیوار خانہ باغ اسکے — ہمکو جا ملتی خانہ دار ای کاش
کب تلک بیقرار رہیے گا — کچھ تو ملنے کا ہو قرار ای کاش
راہ تکتے تو پھٹ گئیں آنکھیں — اسکا کرتے نہ انتظار ای کاش
اسکی پامالی سرفرازی ہی — راہ میں ہو مری مزار ای کاش
پھول گل کچھ نتھے کھلی جب چشم — اور بھی رہتی اک بہار ای کاش

اب وہی میر جی کھپاتا ہی
ہمکو ہوتا نہ اسے پیار ای کاش

غصے میں ناخنوں نے مرے کی ہی کیا تلاش — تلوار کا سا گھاؤ ہی جبہے کا ہر خراش
صحبت میں اسکی کیونکہ رہے مرد آدمی — وہ شوخ و شنگ دبے تہ داو باش بد معاش
بیرحم تجھکو ایک نظر کرنی تھی ادھر — کشتے کے تیرے ٹکڑے ہوئے لیگئے بھی لاش
آباد اجڑا لکھنؤ چغدوں سے اب ہوا — مشکل ہی اس خرابے میں آدم کی بود و باش

عمر عزیز یاس ہی میں جاتی ہی چلی
امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

شاعری شیوہ ہی شعار اخلاص — دین و مذہب مرا ہی پیار اخلاص
اب کہاں وہ مودت قلبی — ہووے ظاہر میں یوں ہزار اخلاص

صورت اخلاص کی پڑھی برسوں
میر رکھتا نہیں ہی یار اخلاص

عالم علم سے اس عالم میں ہر لحظہ طاری ہی فیض — ہی معلوم کہ عالم عالم پھر یاں وہ جاری ہی فیض
سنگ و شجر ہیں پانی پون ہیں غنچہ و گل ہیں بار و بر — عالم ہژدہ ہزار جو ہیں یہ سب میں وہ ساری ہی فیض

ایضا

جسکو ہوا ہی اس صنم بے وفا سے ربط — اُسکو خدا ہی ہووے تو ہو کچھ خدا سے ربط
گل ہو کے برگ برگ ہوئے پھر ہوا ہوئے — رکھتے ہیں اس چمن کے جو غنچے صبا سے ربط
زنہار پشت پا سے نہیں اُٹھتی اُسکی آنکھ — اُس چشم شرمگیں کو بہت ہی حیا سے ربط
شاید اُسکے ہاتھ میں دامن ہو یار کا — ہو جس ستم رسیدہ کو دست دعا سے ربط

کرتی ہی آدمی کو دنی صحبت فقیر
اچھا نہیں ہی میر سے بے تہ گدا سے ربط

عشق کو جرأت و جگر ہی شرط — زرد روئی رنگ و چشم تر ہی شرط
بے خبر حال سے نہ ہو میرے — میں کہے رکھتا ہوں خبر ہی شرط
حج کو جاوے تو شیخ کو لیجا — کہے جانیکو یہ بھی خر ہی شرط
پیشوں پر رجھتے ہیں بے لڑکے — عشق سیمیں تناں کو زر ہی شرط
خام رہتا ہی آدمی گھر میں — پختہ کاری کہیں سفر ہی شرط
خبث یار و نکا کر فسانو نمیں — عیب کرنیکو بھی ہنر ہی شرط

لعل پارے ہیں میر لخت جگر
دیکھکر خوں رو نظر ہی شرط

رکھتا ہی میرے دلسے تمھارا غم اختلاط — ہر لمحہ لحظہ آن و زماں ہر دم اختلاط
ہم وے ہی ہیں رہتے ہیں مردم کی شکل کیا — ان صورتو نمیں ہوتا نہیں باہم اختلاط

شربتی لبان جہاں کے نہیں چھوٹتے جانتے
ہوں گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط

لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری نے کیا ہی کیا محظوظ — کیونکہ جیئں یار بے حیرت ہی بے مزہ ایسے نا محظوظ
رونے کڑھنے کو عیش کہو ہو ہمتو تمھارے دعا گو ہیں — یونہیں ہمیشہ عشق میں اسکے رکھے پسا خدا محظوظ

زردی منہہ کی اشک کی سرخی دونوں ابتر رنگ پہ ہیں

تج

شاید میر بہت رہتے ہو اُسنے ہو کے جدا محظوظ

لئے داغ سر پر جو آئی تھی شمع — سحر تک شب اُنے ہی کھائی تھی شمع
پتنگے کے حق میں تو بہتر ہوئی — اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع
نہ اس مہ سے روشن تھی شب بزم میں — نکالا تھا اُسکو چھپائی تھی شمع
وہی سا تھہ تھا میرے شبگیر میں — کہ تاب اُسکے رخ کی نہ لائی تھی شمع
پتنگ اور وہ کیوں نہ باہم جلیں — کہیں سے مگر اک لگ آئی تھی شمع
فروغ اسکے چہرے کا تھا پردہ دار — ہوا کیا جو ہمنے بجھائی تھی شمع

تف دلسے میر اک کف خاک ہی
مری خاک پر کیوں جلائی تھی شمع

کیا جھمکا فانوس میں اپنا دکھلاتی ہی دور سے شمع — وہ منہ تک اودھر نہیں کرتا داغ ہی اسکے غرور سے شمع
وہ بیٹھا ہی جیسے نکلے چودھویں رات کا چاند کہیں — روشن ہی کیا ہوگی طرف اسطرح رخ پر نور سے شمع
آگے اُسکے فروغ نہ پاجاتی تھی بھی سبھی مجلس میں — تب تو لوگ اُٹھا لیتے تھے شتابی اسکے حضور سے شمع

جانے کو آتی ہیں جو تیاں میر سنبھل کر جاتی ہیں
کیا بے صرفہ رات جلی لے بہرہ اپنے شعور سے شمع

آتی ہی مجلس میں تو فانوس میں آتی ہی شمع — وہ سراپا دیکھکر پروینیں جاں جاتی ہی شمع

غم کھینچا رائگاں در یغ در یغ — ہم ہوئے حسرتا جاں در یغ در یغ
عشق میں جی بھی ہم گنوا بیٹھے — ہو گیا کیا زیاں در یغ در یغ
سب سے کی دشمنی جنھوں کے لئے — وے ہیں نامہربان در یغ در یغ
قطع امید ہی قریب اُسے — تیغ ہی درمیاں در یغ در یغ
دل گئے پر نہ درد نہ تسبیح — کہتے ہیں ہر زمان در یغ در یغ
اٹھنے دینا نہیں شکستہ دل — تھہ گیا کیا مکان در یغ در یغ

تب کھلی آنکھ میر اپنی جب
جا چکا کاروان دریغ دریغ

ہمکو شہر سے اس ماہ کے ہی عزم راہ دروغ دروغ
یہ حرکت تو ہم نہ کرینگے خانہ سیاہ دروغ دروغ

الفت کا لفت کون کہے ہی چاہ گناہ لکھا کنے
بیدردی سے وے رکتے ہیں یہی گناہ دروغ دروغ

شیخ کو وہ تو جھوٹھ کہے ہی جھوٹھ کو کیونکر جھوٹھ گنیں
اہل درد جو ہو کوئی تو کہئے آہ دروغ دروغ

عشق کے مارے غمزدگانسے انس کرے بہتان وکذب
اس بے مہر کی ہم لوگونسے الفت چاہ دروغ دروغ

کس دلبر کو شوق سے دیکھا میر غلط ہی تہمت ہی
منہہ پہ کسو کے پڑی نہیں ہی گاہ نگاہ دروغ دروغ

کیا کہئے میاں ابکے جنوں میں سینہ اپنا یکسر داغ
ہاتھ گلونسے گلدستے ہیں شمع نمط ہی سر پر داغ

داغ جلاے فلک نے بدن پر سرو چراغاں ہمکو کیا
کہاں کہاں اب مرہم رکھیں جسم ہوا ہی سراسر داغ

صحبت درگیر آتے اسکے پہر گھڑی ساعت نہوئی
جب آے ہیں گھر سے اسکے تب آئے ہیں اکثر داغ

غیر کو دیکھکے اس مجلس میں غیرت عشق سے آگ لگی
اُچھلے کودے سپند نمط ہم ہو گئے آخر جلکر داغ

جلتی چھاتی پر سنگ زنی کی سختیٔ ایام سے میر
گرمی سے میری آتش دلکی سارے ہوئے وے پتھر داغ

دیکھ نہ ہردم ای عاشق قاتل کی تیغ جفا کی طرف
کوئی نظر کر عبرت آگیں اسکی ناز و ادا کی طرف

چار طرف سے نزول حوادث جاؤں کیدھر تنگ آیا
غالب ہی کیا عہد میں میرے ایدل رنج وعنا کی طرف

آوے زمانا جب ایسا تو ترک عشق بتاں کا کر
چاہئے بند اقصد کرے جانیکا اپنے خدا کی طرف

قحط مروت اب جو ہوا ہی کسکو دماغ بادہ کشی
ابر آیا سبزہ بھی ہوا کرتا نہیں کوئی ہوا کی طرف

ظلم وستم سے جور جفا سے کیا کیا عاشق مارے گئے
شہر حسن کے لوگوں میں کرتا نہیں کوئی وفا کی طرف

شام و سحر ہی عکس سے اپنے حرف و سخن اس گلرو کو
پشت پا سے نگاہ اُٹھا لی چھوڑی اُنے حیا کی طرف
ہاتھ کسیکا دیکھتے رہئے گاہے ہمسے ہونکا
اپنی نظر ای میر رہی ہی اکثر دست دعا کی طرف

عشق سے ہمکو نگاہ نہیں کچھ ہاے زیان جان کی طرف
ورنہ یہی دیکھا کرتے ہیں اپنے سود و زیاں کی طرف

از بس مکروہات سے یانکا مزیلہ زار لبالب ہی
یانسے گئے پر پھیر کے منہہ دیکھا نہ کنھوں نے جہانکی طرف

صورت کی شیرینی ایسی تلخی زبانکی ایسی کچھ
منہہ دیکھے اسکا جو کوئی پھر دیکھے ہی زباں کی طرف

وہ محبوب تو راہ گیا ہی اپنی لیکن دیر تلک
آنکھیں اہل نظر کی رہینگی اسکے قدم کے نشانکی طرف

کسے کہوں جو میر طرف کر اسے داد دلا دیوے
چھوٹے بڑے ہر ایک نے لی ہی اس اوباش جواں کی طرف

کیا سینچی آنکھوں دیکھو ہو تلوار کی طرف
دیکھو کن آنکھوں ہی سے گہنہ کا کی طرف

آوارگی کے محو ہیں ہم خانماں خراب
مطلق نہیں نظر ہمیں گھر بار کی طرف

مانا ہی قبلہ کعبہ خدا فرط شوق سے
جاتے ہیں سر رگڑتے ہوئے یار کیطرف

شاید متاع حسن کھلی ہی کسو کی آج
ہنگامہ حشر کا سا ہی بازار کی طرف

عاشق کی اور ناز کناں جاوے ہی کبھو
جیسے طبیب جاوے ہی بیمار کی طرف

ہرگز طرف نہو سکی رخسار یار کی
پھیکی ہی اسکے سامھنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنے طرفدار کی طرف

نظر کیون گئی رو و مو کی طرف
کھنچا جاے ہی دل کسو کی طرف

نہ دیکھو کبھو موتیوں کی لڑی
جو دیکھو مری گفتگو کی طرف

اگر آرسی میں صفائی ہی لیک
نہیں کرتے منہہ اسکے رو کی طرف

چڑھے نہ کہیں کو دیہہ مغز میں نکر شانہ تو گل کی بو کی طرف

اسے ڈھونڈھتے میر کھوئے گئے

کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہی ہنستے مار رکھا تھے جو ہم ظریف ہی یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

ایضا

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا بن حیف بھریں ہیں پھولوں سے جیب و کنار لیکن حیف

ایضا

ای تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف گل سے چمن بھریں ہوں نہو تو ہزار حیف

قہر قیامت چاہت آفت فتنہ فساد بلا ہی عشق عشق الہ صیاد ابہیں کہیو جن لوگوں نے کیا ہی عشق

عشق سے نظم کل ہی یعنے عشق کوئی ناظم ہی خوب ہر شی یاں پیدا جو ہوئی ہی موزوں کر لایا ہی عشق

عشق ہی باطن اس ظاہر کا ظاہر باطن عشق ہی سب اودھر عشق ہی عالم بالا ایدھر کو دنیا ہی عشق

وا بر سایر ہی یہ جہانمیں جہاں تہاں متصرف ہی عشق کہیں ہی دلمیں پنہاں اور کہیں پیدا ہی عشق

موج زنی ہی میر فلک تک ہر لجہ ہی طوفاں زا

سر تا سر ہی طلاطم جسکا وہ اعظم دریا ہی عشق

ارض و سما میں عشق ہی سارا چاروں اور بھرا ہی عشق ہم ہیں جناب عشق کے بندے نزدیک اپنے خدا ہی عشق

[illegible] و باطن اول آخر پائیں بالا عشق ہی سب نور و ظلمت معنی و صورت سب کچھ آپہی ہوا ہی عشق

ایکطرف جبریل آتا ہی ایکطرف لاتا ہی کتاب ایکطرف پنہاں ہی دلونمیں ایکطرف پیدا ہی عشق

خاک و باد و آب و آتش سب ہی موافق اپنے تئیں جو کچھ ہی سو عشق بتاں ہی کیا کہئے اب کیا ہی عشق

میر کہیں ہنگامہ آرا میں تو نہیں ہوں چاہت کا

صبر نہ مجھ سے کیا جاوے تو معاف رکھو کہ بنا ہی عشق

بیتاب ہی دل غمسے نپٹ زار ہی عاشق کیا جا کے دچار اُسے ہونا چار ہی عاشق

تمح

وہ دیکھنے کو جاوے تو بہتر ہی وگرنہ — بدحال و ستمدیدہ و بیمار ہی عاشق
رہتا ہی کھڑا دھوپ میں دو دو پہر آکے — بیجرم سدا اسکا گنہگار ہی عاشق
اٹھتا نہیں تلوار کے سائے کے تلے سے — یعنے ہمہ دم مرنیکو تیار ہی عاشق
چسپاں ہوئے ہیں میر خریدار سے تنہا
کیا جنس ہی معشوق کہ بازار ہی عاشق

اب رنج و درد و غم کا پہنچا ہی کام جاں تک — پر حوصلے سے شکوہ آیا نہیں زباں تک
آواز کے ہماری تم خرن پر نجاؤ — یہ نالۂ حزیں تو جاتے ہیں آسماں تک
رونا جہاں جہاں تو عین آرزو ہی لیکن — روتا ہوں رویا جاوے میرے کنے جہاں تک
اکثر صداع مجکو رہتا ہی عاشقی میں — تصدیع درد و غم سے کھینچے کوئی کہاں تک
آوارہ ہی ہوئے ہم سر مار مار یعنے — تو پر نکل گئے ہیں اپنے سب آشیاں تک
ای وائے بے نصیبی سر سے بھی گذرے لیکن — پیشانی تک نہ پہنچی اس خاک آستاں تک
نفع کثیر اٹھایا کر عشق کی تجارت
راضی ہیں میرا بتو ہم جانکے زیاں تک

دلکی تڑپھ تے ہلاک کیا ہی دھڑکے نے اسکے اڑائی خاک — خشک ہوا خون اشک کے بدلے ریگ رواں سی آئی خاک
صورت کے ہم آئینے کے سے ظاہر فقر نہیں کرتے — ہوتے ساتے روتے پاتے انے منہہ کو لگائی خاک
پیچ و تاب سے خاک بھی میری جیسے بگولا پھرنے لگی — سر میں ہوا ہی اسکے بہت تھی تب تو ہوئی ہی ہوائی خاک
اور غبار کسو کے دلکا کس انداز سے نکلے آہ
روے فلک پر بدلی سی تو ساری ہماری چھائی خاک
نعمت رنگا رنگ حق سے بہرہ بخت سیہ کو نہیں
سانپ رہا گو گنج کے اوپر کھانیکو تو کھائی خاک
اپنے تئیں گم جیسا کیا تھا یاں سر کھینچ کے لوگوں نے

عالم خاکسمیں ویسی ہی اب دھوندھی انکی نہائی خاک
انس نہیں انسان سے اچھا عشق و جنوں اک آفت ہی
فرق ہوئے کیا چھوڑتے ہی آدم میں اسکی جدائی خاک
ہو کے فقیر گلی میں اسکی چین بہت سا پایا ہم
لیکے سرہانی پتھر رکھا جائے فرش بچھائی خاک
قلب گداز ہیں جنکے وے بھی مستی سونا کرتے ہیں
میر اکسیر بنائی انھوں نے جنکی جہاں سے اٹھائی خاک

کیا ہم میں رہا گردش افلاک سے ابتک
پھرتے ہیں کمہاروں کے پرے چاک سے ابتک
تھے نو خطوں کی خاک سے اجزا جو برابر
ہو سبزہ نکلتے ہیں نہ خاک سے ابتک
تا مد نظر چھا رہی ہی لالۂ صد برگ
جنگل بھریں ہیں سب گل تر پاک سے ابتک
دشمن ہوئی ہی جسکے لئے ساری خدائی
مربوط ہیں ہم اس بت بیباک سے ابتک
ہر چند کہ دامن تئیں ہی چاک گریباں
ہم ہیں متوقع کف چالاک سے ابتک
گو خاک سی اڑتی ہی مرے منہہ پہ جنونمیں
ٹپکے ہی لہو دیدۂ نمناک سے ابتک
وے کپڑے تو بدلے ہوئے میر اسکو کئی دن
تن پر ہیں شکن تنگی پوشاک سے ابتک

شاد افیونیو نکا دل غمناک
دشت دشت اپکے ہی گل تر پاک
نین دن گور میں بھی بھاری ہیں
یعنے آسودگی نہیں نہ خاک
انھہ پہنچا نہ اسکے دامن تک
میں گریباں کروں نہ کیونکر چاک
تیز جاتا ہوں میں تو جون سیلاب
میرے مانع ہو کیا خس و خاشاک
عشق سے ہاتھہ کیا اٹھاوے کوئی
یاں زبردستونکی ہی کشتی پاک
بندگی کیشوں پر ستم مت کر
ڈر خدا سے تو ای بہت بیباک

عشق مزد آزمائے آخر کار
کیئے فرہاد و قیس میر ہلاک

ای عشق کیا جو مجھسا ہوا ناتواں ہلاک — کر ہاتھہ تک ملا کے کوئی پہلواں ہلاک
ہیں چل بسا تو شہر ہی ویران سب ہوا — اس نیم جان کے بدلے ہوا ایک جہاں ہلاک
مقصود گم ہی پھرنا جو رہتا ہی رات دن — ہلکان ہو کے ہوگا کہو آسماں ہلاک
اس ظلم کیش کی ہی طرہ نگاہ ہر کہیں — عاشق خدا ہی جانے ہوا ہی کہاں ہلاک

جی میرنے دیا نہوا ایک وصال یار
افسوس ہی کہ مفت ہوا یہہ جوان ہلاک

جب کہے تو تب تمنیے تو گوش ہوس نکو لے تک — چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھنے آئے تو لے تک
اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہی شکایت کا — صبر کرو کیا ہوتا ہی یوں پھوڑیں دلکے پھولے تک

آنکھیں کھولیں حال کہے کہنے دیر ہوئی ہی بس یعنے
ساری رات کہانی کہی ہی میر اب چلکر سو لے تک

راہ کی بات کہیں ہم کسے بے تہیاں اکثر ہیں لوگ — سر گرم بیراہ روی ہیں خود گم بے رہبر ہیں لوگ
بدتر آپ سے پاؤں کسو کو تو میں اسکا عیب کہوں — خوب تامل کرتا ہوں تو سب مجھسے بہتر ہیں لوگ

دیوانے ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کے ہمتو میر
دلکے کئی جی دینے والے قاطبتا گھر گھر ہیں لوگ

رہتے ہیں اسی لاگ پہ ہم بیقرار الگ — کرتے ہیں دو تر نت ہی تماشائے یار الگ
تھا گرد بوئے گل سے بھی دامن ہوا کا پاک — کیا اکلے اس چمن سے گئی ہی بہار الگ
پاس اسکا بعد مرگ ہی آداب عشق سے — بیٹھا ہی میری خاک سے اٹھکر غبار الگ
ناگاہ اس نگاہ سے میں بھی ہوا نہاں — جاتا ہی جوں نکلکے کسو کا شکار الگ
خونبار سے نہیں تری لوہو کی چھینٹ تھی — ابتک تو بارے اپنے ہیں جب و کنار الگ

تا جانیں لوگ کشتۂ ہجراں ہیں یہ غریب — کر لو تمام گور و لے میری مزار الگ

پچھتے نہیں ہیں بوزدگی سے گلو نگی میر
گو طا پران خستہ جگر ہوں ہزار الگ

وہ نہیں بلتا ایک کسو سے مرتے ہیں اودھر جا جا لوگ — یعنے ضایع اپنے تئیں کرتے آس بن کیا کیا لوگ

جیسے غم ہجران میں اسکے عاشق جی کھو بیٹھے ہیں — برسوں مارے چرخ فلک تو ایسے ہوویں پیدا لوگ

زلف و خال و خط سے اسکے جہاں تہاں اب مبحث ہی — عقل ہوئی ہی گم خلقت کی یا کہتے ہیں سودا لوگ

چار قدم چلنے میں اسکے دیکھتے جاتے ہیں جو کفک — فتنے سر کھینچا ہی کریں ہیں ایک قیامت برپا لوگ

دنیا جاے نہیں رہنے کی میر غرور نہیں اچھا
جو جاگہ سے جاتے ہیں اپنی وے گزرتے ہیں بیجا لوگ

دل دل لوگ کہا کرتے ہیں تمنے جانا کیا ہی دل — چشم بصیرت وا ہووے تو عجایب دید کی جا ہی دل

اوج و موج کا آشوب اسکے لیکے زمین سے فلک تلک ہی — صورت میں تو قطرۂ خوں ہی معنی میں دریا ہی دل

جیسے صحرا کو کشادہ دامن ہم تم سنتے ہیں — بند کر آنکھیں تک دیکھو تو ویسا ہی صحرا ہی دل

کوہکن و مجنوں و امق تم جسے پوچھو بتا دیوے — عشق و جنوں کے شہروں میں ہر چار طرف رسوا ہی دل

اے غیوری دلکی اپنی داغ کیا ہی خود سر نے — جی ہی جسکے لئے جاتا ہی اُسے بے پروا ہی دل

مت پوچھو کیوں زیست کرو ہو مردے سے افسردہ تم — ہجر میں اُسکے ہم لوگوں نے برسوں تک مارا ہی دل

میر پریشاں دلکے غم میں کیا کیا خاطر داری کی
خاک میں ملتے کیوں نہ پھریں اب خوں ہو یہ بھی گیا ہی دل

آئی بہار نکلے چمن میں ہزار گل — دل جو کھلا افسردہ تو جوں بے بہار گل

بستر سے اسکے پھول تر و تازہ رکھکے دور — سوکھے ہی دیر رہکے تو ہوتا ہی خار گل

دیکھا کبھو نہ ہمنے سنا ہی فکندہ میر
داغ جنوں ہی سر پہ ہمیشہ بہار گل

تخ

صد ہزار افسوس آکر خالی پائی جائے گل — ہی خزاں میں دل سے لب تک ہائے گل لیوائے گل
بے نصیبی سے ہوئے ہم موسم گل میں اسیر — تھی نہ پیشانی میں اپنی سجدہ ہائے پائے گل
دعوئی حسن سراپا تھا پہ نازاں مجھکو دیکھ — شاخیں پر گل جھک گئیں یعنے بہت شرمائے گل
کیا گل مہتاب و سبو کیا سمن کیا نسترن — اس حدیقے میں نہ نقش پا سے اُسکے پائے گل
جیتے جی تو داغ ہی رکھا موئے پر کیا حصول — گور پر دلسوزیسے جوں شمع سر رکھ لائے گل
بیدلی بلبل نکر تاثیر میں گو تو ہی داغ — خوش زبان عشق کی جب ہمنے پھر کے کھائے گل

اس چمن میں جلوہ گر جس حسن سے خوباں ہیں میر
موسم گل میں کہیں اس خوبی سے کب آئے گل

رنگا رنگ چمن میں ایکے موسم گل میں آئے گل — ہمتو اس بن داغ ہی تھے سو اور بھی جلکر کھائے گل
ہار گلے کے ہوکر جیسے یاد رکھا تب عرصے میں — طرفہ تو یہ ہی اب منت سے گور پہ میری لائے گل

آئی شب گل میر ہمیں کیا صبح بہار سے کیا حاصل
داغ جنوں ہی سر پہ ہمارے شمع کے رنگوں چھائے گل

ہر لحظہ ہی کدورت خاطر سے بار دل — آندھی سی آوے نکلے کبھو جو غبار دل
تر بندی خشک بندی نمک بندی ہو چکی — بیڈول پھیلتا سا چلا ہی فگار دل
جوں رنگ لائے سیب ذقن باغ حسن میں — ووں ہیں ریاض عشق میں صد چاک انار دل
باہر ہیں حد و حصر سے کیجے جو غم الم — کیا ہو سکے حساب غم بیشمار دل
لاکھوں جتن کئے نہ بنی دل سے یار کے — اسکا جفا شعار وفا ہی شعار دل
اسکی گلی میں صبح دلونکا شکار تھا — نکلا ہزار ناز سے بہر شکار دل

کیا میر پھر ثبات سے رو سوے دل کریں
ایسے نہیں گئے ہیں سکون و قرار دل

رکھتا نہیں ہی مطلق تاب عتاب اب دل — جاتا ہی کچھ ڈھا ہی خانہ خراب اب دل

درد فراق دلبر دے ہی فشار بیڈھب ہو جائے جملگی خون شاید شتاب اب دل
بے پردہ اسکی آنکھیں شوخی جو کرتیاں ہیں کرتا ہی یہہ بھی ترک شرم و حجاب اب دل
آتش جو عشق کی سب چھائی ہی تن بدن پر پہلو میں رہگیا ہی ہو کر کباب اب دل
غم سے گذار پا کر اس بن جو بہہ نہ نکلا
شرمندگی سے ہوگا ہی میر آب اب دل

مدت سے اب وہی ہی مرا ہمکنار دل آزردہ دل ستمزدہ و بیقرار دل
جو کہئے ہی فسردہ و مردہ ضعیف و زار ناچار دیر ہم رہے ہیں مار مار دل
دو چار دن سے راضی نہیں ہوتے دلبران شاید تسلی اُنکی ہو جو لیں ہزار دل
خود لم ہی ناشکیب و مکدر ہی مضطرب کب تک رکھو نگاہ تھہ تلے پر غبار دل
ہی میر عشق حسن کے بھی جاذبہ کتیں
کھنچتا ہی سوے یار ہی بے اختیار دل

عشق ہمارے در پئے جاں ہی آئے گھر سے نکلکر ہم سر پر دیکھا یہ فلک ہی جاویں چلکر کیدھر ہم
بل کھائے ان بالونسے کب عہدہ برا ہوتے ہیں ہزار ٹکڑے کا سا بل نکلا ہی ٹک جو جلے تھے بل کر ہم
مت پوچھو کچھ پچھتاتے ہیں کیا کہئے گر براتے ہیں جی تو لیا ہی پاس بغل میں دل بیٹھے ہیں ڈلکر ہم
بے تگ و دو کیا سیری ہو دیدار کی ہمسے تشنونکو پانی بھی پی سکتے نہیں ٹک اپنی جگہہ سے ہلکر ہم
عشق جو ہوتا واقع میں تو سیدھے جاتے تیغ تلے راہ ہوس کی پھر لی ہمنے یعنے چلے ہیں ٹل کر ہم
ہوائے جوانی شور کناں یا یوس کو اسکے پھرتے تھے
اب چپ بیٹھہ رہے ہیں یکسو ہاتھہ بہت سے مل کر ہم
آگے تو کچھ اسے آہیں گرم شعلہ فشانی تھیں
اب تو ہوئے ہیں میر ایک ڈھیری خاکستر کی جلکر ہم
ڈول لگائے بہتیرے پر ڈھب پہ کبھو نہیں آتے تم

آنا یکسو کب دیکھو ہو ادھر آتے جاتے تم
ہر صورت کو دیکھہ رہو ہو ہر کو چے کو جھانکو ہو
آگے عشق کیا ہو تا تو پھر تے جی نہ کھپاتے تم
چاہت آفت الفت کلفت مہر و وفا و رنج و بلا
عشق ہی کے سب نام ہیں یہہ دل کاش کہیں نہ لگاتے تم
شایق ہو مرغان قفس کے آئیے گھر صیاد و نکے
پھول اک دو تنکیں کو انکے کاش چمن تئے لاتے تم
دونوں طرف کشش رہتی تھی نیا تھا عشق اپنا
دھوپ میں آتے داغ ہوئے تو گرمی سے گل کھاتے تم
کید میں اب وہ یکرنگی جو دیکھہ سکتے دلتنگی
رکتے ہاتے تک جو ہمیں تو دیر تلک گھبراتے تم
کیا کیا شکلیں محبوبونکی پردۂ غیب سے نکلی ہیں
منصف ہو تک ای نقاشان ایسے چہرے بناتے تم
شاید شب منتی میں تمھاری گرم ہوئی نہیں آنکھیں کہیں
پیش از صبح جو آئے ہو تو آسے راتے ماتے تم
کب تک یہ وزدیدہ نگاہیں عمداً آنکھیں چھکالینا دلبر ہوتے فی الواقع تو آنکھیں یوں نہ چھپاتے تم
بعد نماز دعائیں کیں سو میر فقیر ہوئے تم تو
ایسی مناجاتو نسے آگے کاشکے ہاتھہ اٹھاتے تم
چاہ چھپی بے پردہ ہوئی اب یارب کیدھر جاویں ہم
کاش اجل بیوقت ہی پہنچے ایکطرف مرجاویں ہم
اُسکی نگاہہ کی اچانیوں سے غش کرتے ہیں جگر داران

کیا ٹھہریگا دل اپنا جو بجلی سے ڈر جاویں ہم
صبر و قرار جو ٹک ہووے تو بہتر ہیں بیطاقت بھی
ہاتھہ رکھے دل ہی پر کب تک اودھر اکثر جاویں ہم
خاک برابر عاشق ہیں اس کوچے میں ناچار یسے
گھر ہوں خانہ خرابونکے تو اپنے بھی گھر جاویں ہم
میر اپنی سب عمر گئی ہی سبکی برائی ہی کرتے
سر پر آیا جانیکا موسم ابتو بھلا کر جاویں ہم

ہمتو یہی کہتے تھے ہمیشہ دلکو کہیں نہ لگاؤ تم
کیا کہئے نہ ہماری سنی اب بیٹھے رنج اٹھاؤ تم
جھوٹھہ کہا کیا ہمنے اسمیں طور جو اسے ظاہر ہی
ہاتھہ چلے تو عاشق زار کو خاک و خونمیں لٹاؤ تم
صبر کرو بیتاب رہو خاموش پھرو یا شور کرو
کسکو یاں پروا ہی کسو کی ٹھہرو آؤ جاؤ تم
ناز غرور تبختر سارا پھولوں پر ہی چمن کا سو
کیا مرزائی لالہ و گل کی کچھہ خاطر میں نہ لاؤ تم
وائے کہ اس ہجراں کشتے نے باغ سے جاتے ٹک نہ سنا
گل نے کہا جو خوبی سے اپنی کچھہ تو ہمیں فرماؤ تم
دست و پا بہتیرے مارے سر بھی پھوڑے حیرت ہی
کیا کرے جو بیدست و پا ہمسونکے ہاتھہ آؤ تم

غم میں تمھاری صورت خوش کے سیکڑوں شکلیں گو بکریں
بیٹھے ناز و غرور بھرے بکھرے بال اپنے بناؤ تم
در پہ حرم کے کشود نہیں تو دیر میں جا کر کافر ہو
قشقہ کھینچو پوتھی پڑھو زنار گلے سے بندھاؤ تم
بود نمود ثبات رکھے تو یہ بھی میر اک بابت ہی
اس صفحے میں حرف غلط ہیں کاشکے ہمکو مٹاؤ تم

کیا کریں بیکس ہیں ہم بے بس ہیں ہم بے گھر ہیں ہم
کیونکر اڑ کر پہنچیں اُس تک طایر بے پر ہیں ہم

سر نہ بالیں سے اٹھا دیں کاشکے بیمار عشق
ہوگا یاں ہنگامہ برپا فتنہ زیر سر ہیں ہم
سو طرف لیجاتی ہی ہمکو پریشاں خاطری
یاں کسے دولت مند ہو تم کیا جانئے کیدھر ہیں ہم
گر نہ روئیں کیا کریں ہر جا رسوائی بیکسی
بیدل و بیطاقت و بیدین و بے دلبر ہیں ہم
وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنے بداختر ہیں ہم

کہا سنتے تو کاہیکو کسو سے دل لگاتے تم
نجاتے اسطرف تو ہاتھ سے اپنے نجاتے ہم
شکیبائی کہاں جو اب رہے جاتی ہوئی عزت
کدھر وہ ناز جسسے سرفرو ہرگز نہ لاتے تم
یہ حسن خلق تم میں عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑی کے روٹھے کو دو دو پہر تک کب مناتے تم
نظر دزدیدہ کرتے ہو جھکی رکھتے ہو پلکو نکو
لگی ہو میں نہ آنکھیں تو نہ آنکھوں کو چھپاتے تم
یہ ساری خوبیاں دل لگنے کی ہیں مت برا مانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم
پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آگے
کسوسے دل لگا جو پو چھتے ہو آتے جاتے تم
جو ہوتے میر سو سر کے نکرتے اک سخن اسسے
بہت تو پان کھاتے ہو تنک غصے سے چبا لے تم

اسکی گلی میں غش جو کیا آ سکے نہ ہم
پھر ہو چکے وہیں کہیں گھر جا سکے نہ ہم
شوے و غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس
اسی تنگ نا میں پاؤں بھی پھیلا سکے نہ ہم
حال آنکہ ظاہر اسکے نشان شش جہت تھے میر
خود گم رہے جو پھرتے بہت پا سکے نہ ہم

ہم نہ کہا کرتے تھے تمسے دل نہ کسو سے لگاؤ تم
جی دنیا پر تا نہی اسمیں ایسا نہو پچتاؤ تم

سو نہ سنی تمنے لو ہماری آنکھیں لگو ہیں لگ پڑیاں — رو رو کر سر دھنتے ہو اب بیٹھے رنج اٹھاؤ تم
صبر کہاں جو تسکیں ہووے بیتابی سے چین کہاں — ایک گھڑی میں سو سو باری اودھر ایدھر جاؤ تم
خواہش دل ہی چاہ کسو کی یہی سبب ہی کاہش کا — ناحق ناحق کیوں کہتے ہو حق کی طرف دل لاؤ تم
ہر کوچے میں کھڑے رہ رہکر ایدھر اودھر دیکھو ہو — ہاے خیال یہہ کیا ہی تمکو جانے بھی دو اب آؤ تم
فاش نکرے راز محبت جانیں اسمیں جاتی ہیں — درد دل انکھوں سے ہر یک کے تا مقدور چھپاؤ تم

قدر و قیمت اسے زیادہ میر تمھاری کیا ہو گی
جسکے خواہاں دونوں جہاں ہیں اسکے ہاتھ بکاؤ تم

تظلم کہ کھینچے الم پر الم — ترحم کہ مت کر ستم پر ستم
علم بازئی آہ جانکاہ ہی — رہے ٹوٹتے ہی علم پر علم
جو سو سر کے ہو آؤ مانوں نہ میں — عبث کھاتے ہو تم قسم پر قسم
کئی بار انا ادھر لطف سے — عطا پر عطا ہی کرم پر کرم

خطرناک تھی وادئی عشق میر
گئے اسپہ بھی ہم قدم پر قدم

تار و نلی جیسی دیکھیں ہیں آنکھیں لڑانیاں — اُس بے نشان کی ایسی ہیں چندیں نشانیاں
پیری ہی اب تو کہئے سو کیا کہئے ہمنشیں — کس رنج و غم میں گذریں ہیں اپنی جوانیاں
ظلم و ستم سے خون کیا بھر ڈبا دیا — برباد کیا گئیں ہیں مری جانفشانیاں
میں آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتا ہوں گالیاں — خوش آگئیں ہیں اُسکی مجھے بد زبانیاں
سنتا نہیں ہی شعر بھی وہ حرف ناشنو — دل ہی میں خون ہوا کیں مری نکتہ دانیاں
باتیں کڈھب رقیب کی ساری ہوئیں قبول — مجھکو جو اُنسے عشق تھا میری نمانیاں
مجلس میں تو خفیف ہوئے اُسکے واسطے — پھر اور ہمسے اُٹھتی نہیں سرگرانیاں
عالم کے ساتھ جائیں چلے کسطرح نہ ہم — عالم تو کاروان ہی ہم کاروانیاں

سر رفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہی
نیند بن اُچٹتیاں ہیں سنے ہیے کہانیاں

رساتے ہی آتے ہوا ہاں ہوس میں — مزا رس میں ہی لوگے کیا تم کُرس میں
درا میں کہاں شور ایسا دھرا تھا — کسو کا مگر دل رکھا تھا جرس میں
ہمیں عشق میں بیکسی بے بسی ہی — نہ دشمن بھی ہو دوستی کے تو بس میں
نرہ مطمئین تسمہ باز فلک سے — دغا سے یہہ بہتونکے کھینچے ہی تسمیں
بہت روے پردے میں جب دیدۂ تر — ہوئی اچھی برسات تب اس برس میں
تن زرد و لاغر میں ظاہر رگیں ہیں — بھرا ہی مگر عشق ایک ایک نس میں
محبت وفا مہر کرتے تھے باہم — اُٹھا دیں ہیں وے تمنے اب ساری رسمیں
تمھیں ربط لوگونسے ہر قسم کے ہی — نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمیں

ہوا ہی کو دیکھیں ہیں ای میرا سیراں
لگا دیں مگر آنکھیں چاک قفس میں

غم ہجرانمیں گھبرا کر اُٹھا میں — طرف گلزار کی آیا چلا میں
شگفتہ خاطری اُس بن کہاں تھی — چمن میں غنچہ پیشانی رہا میں
کسو سے دل نہیں ملتا ہی یارب — ہوا تھا کس گھڑی اُنسے جدا میں
تعارف ہمصفیرونسے نہیں کچھہ — ہوا ہوں ایک مدت میں رہا میں
گیا صبر آخر ازار دلی پر — بہت کرتا رہا دارو دوا میں
نہ عنقا کا کہیں نام و نشاں تھا — ہوا تھا شہرہ جب نام خدا میں

ہوا تھا میر مشکل عشق میں کام
کیا پتھر جگر تب کی دوا میں۔

فریاد سے کیا لوگ ہیں دن ہی کو عجب میں — رہتی ہی خلش نالونسے میرے دل شب میں

حسرت کی جگہہ ہی نہ کہ سبزان گل اندام جاتے ہیں چلے آگے سے آتے نہیں ڈھب میں
افتادگی پر بھی نچھوا دامن انھونکا کوتاہی نکی دلبرونکے ہمنے ادب میں
کہ خوف کلک خسپ کی جو سرخ ہیں آنکھیں جلتے ہیں تر و خشک بھی مسکین کے غضب میں

پایا نہ کنھون نے اُسے کوشش کی بہت میر
سب سالک و مجذوب گئے اسکی طلب میں

کسکو دل سا مکان دیتے ہیں اہل اس گھر پہ جان دیتے ہیں
کیونکہ خوش خوان نہوئیں اہل چمن ہم انھوں کو زبان دیتے ہیں
نو خطان پھیر لیں ہیں منہہ یعنے ملئے رخصت کے پان دیتے ہیں
جان کیا گوہر گرامی ہی بدلے اسکے جہان دیتے ہیں
ہند و بچونسے کیا معیشت ہو یے کبھو انک دان دیتے ہیں
یہہ عجب گم ہوے ہیں جسکے لئے نہیں اسکا نشان دیتے ہیں

گل خوبانمیں میر مہر نہیں
ہمکو غیرونمیں سان دیتے ہیں

پلکیں پھریں ہیں کھچی بھویں ہیں ترچھی تیکھی نگاہیں ہیں
اُس اوباش کی سادگی دیکھو شوخی سے ہم چاہیں ہیں
کیا پہنا و اخوش آتا ہی لڑکے چسپاں پوشونکا
موندھے چسے ہیں چولی پھنسی ہی ٹیڑھی ٹیڑھی کلاہیں ہیں
ضبط گریہ دلسے ہو تو کوزے میں دریا کرتا ہی
حوصلہ واری جنکی ہو ایسی عشقمیں آنکو سراہیں ہیں
جبسے جدا میں انسے ہوا ہوں حال عجب ہی روز و شب
چشم تر سے ٹکے ہیں آنسو خشک لبون پر آہیں ہیں

تذ

دل ہی داغ جگر ہی ٹکڑے رہجاتے ہیں چپکے سے
چھاتی سراہیے اُن لوگونکی جو چاہت کو نباہیں ہیں
دل اُلجھے اُن بالونمیں تو آخر سودا ہوتا ہی
کوچے کو زنجیر کے یعنے زلفونسے دوراہیں ہیں
یہہ بھی سمان خوش ترکیبونکا میر نہ اپنے دلسے کیا
سوتے سے اُٹھکر آنکھیں ملیں ہیں لی انگڑائی جماہیں ہیں

صبر کیا ہی برسوں ہمنے رات سے بیطاقت سے ہیں
اور گذارا کب تک ہوگا کچھہ اب ہم رخصت سے ہیں
رسم لطف نہیں ہی مطلق شہر خوش محبوبانمیں
دیکھے کم جو کرتے کسو پر ہم عاشق مدت سے ہیں
عشق کے دیں اور مذہب میں مرجانا واجب آیا ہی
کوہکن و مجنوں نہ موے اب ہم بھی اُسی ملت سے ہیں
ملنا نفرونسے اُنکا چھوتا آکر میری صحبت میں
پھر متنفر بھی یے بے تہ مجھسے کی صحبت سے ہیں
فرصت اُنکو کم ہی اگرچہ پر ملتے ہیں قابو پر
برسوں میرے مل دیکھا ہی کچھہ وے کم فرصت سے ہیں

ہر چند میرے حق میں کب اُسکا ستم نہیں
پر اُس ستم سے بامزہ لطف و کرم نہیں
درویش جو ہوے تو گیا اعتبار سب
اب قابل اعتماد کے قول و قسم نہیں
حیرت میں سلتے سے بھی میرا حال ہی پرے
آئینہ رکھہ سے سامنے دیکھا تو دم نہیں
مستغنی کسقدر ہیں فقیرونکے حال سے
یاں بار غم سے خم ہوے واں بھوئیں خم نہیں
شاید جگر کا کام تمامی کو کھچ گیا
یا لوہو روتے رہتے تھے یا چشم نم نہیں

غم اُسکا کچھ نہیں ہمیں گو لوگ کچھ کہیں یہہ التفات اُنکے جو کی ہی سو کم نہیں

کہنے لگا کہ میر تمھیں پچھو لگا کہیں

تم دیکھیو نہ کہیو غلام اُسکے ہم نہیں

دل جلے کچھ بن نہیں آتی حال بگڑتے جاتے ہیں جیسے چراغ آخری شب ہم لوگ نبڑتے جاتے ہیں

اب ثبات چمن کا اُڑایا باد تند خزاں نے سب برگ و بار و نورس گل کے غنچے جھڑتے جاتے ہیں

طینت میں ہی نیاز جنھوں کی مسجود اُنکی سب ہی زمیں

خاک جو یہہ پامال ہی اسے سر کو رگڑتے جاتے ہیں

راہ عجب پیش آئی ہمکو یاں سے تنہا جانیکی یار و ہمدم ہمراہی ہر گام بچھڑتے جاتے ہیں

ضعف دماغ سے افتاں خیزاں چلتے ہیں ہم راہ ہوس دیکھیں کیا پیش آوے اب تو گرتے پڑتے جاتے ہیں

قد کو اپنے حشر خرام کے ایک نہیں لگ سکتا ہی سرو رواں باغ جہاں ہر چند اکڑتے جاتے ہیں

میر بلا ناساز طبیعت لڑکے ہیں خوش ظاہر بھی

ساتھ ہمارے راہ میں ہیں پھر ہمسے لڑتے جاتے ہیں

عشق نے ہمکو مار رکھا ہی جیمیں اپنے تاب نہیں دلکو خیال صبر نہیں آنکھونکو میل خواب نہیں

کوئی سبب ایسا ہو یارب جسے عزت رہ جاوے عالم میں اسباب کے ہیں پر پاس اپنے اسباب نہیں

قحط نہیں ہی دلکا اب من مارے کیوں تم پھرتے ہو لینے والا چاہئے اسکا ایسا تو کمیاب نہیں

خط کے جواب نہ لکھنے کی کچھ وجہ نہ ظاہر ہمپہ ہوئی دیر تلک قاصد سے پوچھا منہہ میں اُسکے جواب نہیں

رو تا روز شمار کا مجکو آٹھہ پہر اب رہتا ہی یعنے میرے گناہونکو کچھ حصر و حد و حساب نہیں

رنگ شکستہ دل ہی شکستہ سر ہی شکستہ مستی میں حال کسو کا اپنا سا اس میخانے میں خراب نہیں

ٹھہریں میر کسو جا گہہ ہم دلکو قرار جو ٹک آوے

ہو کے فقیر اُس در پر بیٹھیں اسکے بھی ہم باب نہیں

آنکھیں سفید دل بھی جلا انتظار میں کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجر یار میں

دنیا میں ایک دو نہیں کرتا کوئی مقام — جو ہی زوار وی ہی میں ہی اس دیار میں
دیکھی نہیں ایکروز تری مست انکھڑیاں — انکڑائیاں ہیں لیتے ہیں اب تک خمار میں
اخگر تھا دل نہ تھا مرا جسے نہ زمیں — لگ لگ اُٹھے ہی آگ کفن کو مزار میں
بیدم ہیں دامگاہ میں یکدم تو چلکے دیکھ — سنتے ہیں دم نہیں کسی تیرے شکار میں
محمل کے تیرے گرد ہیں محمل کئی ہزار — ناقہ ہی ایک لیلی کا سو کس قطار میں

شور اب چمن میں میری غزلخوانی کا ہی میر
ایک عندلیب کیا ہی کہوں میں ہزار میں

طلب ہی کام دلکی اُسکے بالونکی اسیر یمیں — گدائی شب کروں ہونمیں خجالت سے فقیر یمیں
نگہہ عزلت میں اُس ابرو کمانکی ہی ادھر یعنے — لگا تیر اُسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیر یمیں
نظر اُسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو — سیاحت دور تک کی ایک ہی وہ بے نظیر یمیں
حزیں آواز ہی مرغ چمن کی کیا جنون اور — نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہمصفیر یمیں

جوانی میں نہ رسوائی ہوئی تا میر غم کہتے
ہوے اطفال تہ بازار گاہک جیکے پیر یمیں

دلکی تہ کی کہی نہیں جاتی کہئے تو جی ماریں ہیں — رُک کر پھوٹ نہیں جو آنکھیں رودکی سی دو دھاریں ہیں

حرف شناس نتھے جب تم تو بے پرسش تھا بوسۂ لب
ایک ایک بات کی مشتاقوں سے سو سو اب تکراریں ہیں
عشق کے دیوانے کی سلاسل ہلتی ہی تو ذریں ہیں ہم
بگڑے پیل مست کی سی زنجیروں کی جھنکاریں ہیں
وے بھویں جیدھر ہوں خمیدہ اُودھر کا ہی خدا حافظ
یعنی جوہر دار جھکی خوں ریز کی دو تلواریں ہیں

دے دے جن لوگوں کو پھرتے آنکھوں ہمنے دیکھا تھا — مد نظر تک آج انھوں کی گرد شہر مزاریں ہیں

پیچ و تاب میں بل کھا کھا کر کوئی مرے یاں انکو کیا
واں وے لئے مشاطہ کو یکسو بال ہی اپنے سنواریں ہیں
بڑے بڑے تھے گھر جنکے یاں آثار ان کے بے ہیں اب
میر شکستہ دروازے ہیں گری پڑی دیواریں ہیں

حسن کیا جنس ہی جی اُسپہ لگا بیٹھے ہیں — عزلتی شہر کے بازار میں آ بیٹھے ہیں
ہم وے ہر چند کہ ہمخانہ ہیں دونوں لیکن — روش عاشق و معشوق جدا بیٹھے ہیں
اُن ستم کشتوں کو ہی عشق کہ اُٹھ کر یکبار — تیغ خون خوار تلے یار کی جا بیٹھے ہیں
کیونکہ یاں اسکا خیال آوے کہ آگے ہی ہم — دل سا گھر آتشیں آہوں سے جلا بیٹھے ہیں
پیش رو دست دعا ہی وہی شی خواہش ہی — اور سب چیز سے ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے ہیں
ساری رات آنکھوں کے آگے ہی مری رہتا ہی — گو کہ وے چاند سے مکھڑے کو چھپا بیٹھے ہیں
باغ میں آے ہیں پر اُس گل ترین یکسو — غنچہ پیشانی و دلتنگ و خفا بیٹھے ہیں
کیا کہوں آے کھڑے گھر سے تو اک شوخی سے — پاؤں کے نیچے مرے ہاتھ دبا بیٹھے ہیں
قافلہ قافلہ جاتے ہیں چلے کیا کیا لوگ
میر غفلت زدہ حیران سے کیا بیٹھے ہیں

منہہ کئے اُودھر زرد ہوئے جاتے ہیں ڈر سے سبکساراں — کیونکہ ہینگے اُس رستے میں ہمسے آہ لرانباراں
جی تو پھٹا دیکھہ آئینہ ہر لوح مزار کا جامہ نما — پھاڑ گریباں تنگدلی سے ترک لباس کیا یاراں
کی ہی عمارت دلکی جنھوں نے اُنکی بنا کچھہ رکھی رہی — اور تو خانہ خراب ہی دیکھے اس بستی کے معماراں
میخانے میں اس عالم کے لغزش پر مستونکی نجا — سکر میں اکثر دیکھے ہمنے بڑی بڑی یاں ہشیاراں
کیا ستھرا و شفاخانے میں عشق کے جا کر دیکھیں ہیں — ایدھر اُودھر سیکڑوں ہیں بر پشت بام تھے بیماراں
بعد صبوحی گھگیاتے گھگیاتے باچھیں پھٹ بھی گئیں — یارب ہوگی قبول کبھو بھی دعاے صبح گنہگاراں
عشق میں ہمسے تمسے کہیں تو کھپ جاویں غم کسکو ہی

مارے گئے ہیں اس میدانمیں کیا دل والے جگرداراں

حاکم شہر حسن کے ظالم کیونکہ ستم ایجاد نہیں — خوں کسو کا کوئی کرے واں داد نہیں فریاد نہیں
یاری ہماری یکباری خاطر سے فراموش آنے کی — ذکر ہمارا اُسے کیا سو کہنے لگا کچھ یاد نہیں
کیا کیا مردم خوش ظاہر ہیں عالم حسن میں نام خدا — عالم عشق خرابہ ہی واں کوئی گھر آباد نہیں
عشق کوئی ہمدرد کہیں مدت میں پیدا کرتا ہی — کوہ رہیں گو نالاں برسوں لیکن اب فرہاد نہیں

لرناکا واکی سے فلک کا پیشن پا افتادہ ہی
میر طلسم غبار جو یہ ہی کچھ اسکی بنیاد نہیں

تدبیر کوئی بناوے جو آپ کو سنبھالیں — جینے کی اپنے ہم بھی کوئی طرح نکالیں
غالب میں جی نہیں ہی اُس بن ہمارے گویا — حیران کار یارب ہم کیسا ڈول ڈالیں
محشر میں داد خواہاں چاہیں تو کسے چاہیں — واں لگ چلے ملک تو اُسکو بھی لے لگالیں
طالع نہ ذایقے کے اپنے کھلے کہ ہم بھی — ان شکریں لبوں کے ہو شہد و نکا کچھ مزا لیں
خوش چشم خوبرویاں دیدہ دراہیں کتنے — دزدیدہ دیکھنے میں دل دیکھتے چرالیں
عشق و جنوں سے جی تو ننگ آگیا ہی کاش اب — دست تلطف اپنے سر سے مرے اٹھالیں
خونریز یسے ہماری اچھا ہی ہاتھ اٹھانا — یوں چاہئے کہ دلبر درویش سے دعا لیں
چلتے ہیں ناز سے جب ٹھوکر لگے ہی دلکو — آتی نہیں سمجھ میں ان دلبروں کی چالیں

منت ہزار کرئیے مانے منے نہ ہرگز
میر ایسے غصہ ور کو ہم کسطرح منالیں

میکشی صبح و شام کرتا ہوں — فاقہ مستی مدام کرتا ہوں
کوئی ناکام یوں رہے کب تک — میں بھی اب ایک کام کرتا ہوں
یا تو لیتا ہوں داد دل یا اب
کام اپنا تمام کرتا ہوں

ملنے کے دن جب یاد آتے ہیں سدھ بدھ بھولے جاتے ہیں
بیخود ہو جاتے ہیں ہمتو دیر بخود پھر آتے ہیں

دل کھلتا ہی وہاں صحبت رندانہ جہاں ہو — میں خوش ہوں اسی شہر سے میخانہ جہاں ہو
ان بکھرے ہوئے بالونسے خاطر ہی پریشان — وے جمع ہوئے پر ہیں بلا شانہ جہاں ہو
رہنے سے مرے پاس کے بدنام ہوئے تم — اب جاکے رہو واں کہیں ویرانہ جہاں ہو
کچھ حال کہیں اپنا نہیں بیخودی تجھکو — غش آتا ہی لوگو نکو یہہ افسانہ جہاں ہو
کیوں جلتا ہی ہر جمع میں مانند دیئے کے — اس بزم میں جاں شمع سا پروانہ جہاں ہو
ان اجڑی ہوئی بستیو نمیں دل نہیں لگتا — ہی جیمیں وہیں جا بسیں ویرانہ جہاں ہو

وحشت ہی خردمندونکی صحبت سے مجھے میر
اب جا رہو لگاواں کوئی دیوانہ جہاں ہو

اپنے حسن رفتنی پر آج مت مغرور ہو — پاس تو ہی جنکے وے ہی کل کہیں گے دور ہو
دیکھ کر وہ راہ چلتا ہی نہیں تک و رنہم — پاؤں اسکے آنکھوں پر رکھ لیویں جو منظور ہو
شہر دلکی کیا خرابی کا بیاں ہم کریں — اسکو ویرانہ نہ کہئے جو کوئی معمور ہو
ہم بغل اس سنگدل سے کاشکے اندم ہو جب — شیشۂ می پاس ہووے اور وہ مخمور ہو

عشق دلکش ذبح ہی پر کھیل قدرت کا ہی میر
صرف کرئیے اس میں اپنا جسقدر مقدور ہو

عاشق ہو تو اپنے تئیں دیوانہ سب میں جانتے رہو — چکر مارو جیسے بگولا خاک اڑاتے آتے ہو
دوستی جنکو لوگ کہیں ہیں جان سے اسکو خصومت ہی — ہو جاوے جو تمکو کسی سے تا مقدور چھپاتے رہو
دل لگنے کی چوٹ بری ہی اس صدمے سے خدا حافظ — بارے سعی و کشش کو اپنے بچاتے رہو
آئی بہار جنوں ہو مبارک عشق الٰہ ہمارے لئے — لعل جڑے سینوں پہ پھر تم داغ سروں پہ جلاتے رہو
شاعر ہو مت چپکے رہو اب جب میں جانیں جاتی ہیں — بات کرو ابیات پڑھو کچھ بیتیں ہمکو بتاتے رہو

ابر سیہ قبلے سے آیا تم بھی شیخو پاس کرو — تحقیقی تک لٹہتی باندھو ساختہ ہی مدھ ماتے رہو

کیا جانے وہ مایل ہووے کب ملنے کا تم سے میر
قبلہ و کعبہ اسکی جانب اکثر آتے جاتے رہو

کیا فرض ہستی کی رخصت ہی مجھکو — کہیں اپنے رونے سے فرصت ہی مجھکو
پھروں ہوں ترے عشق میں کوچہ کوچہ — مگر کوچہ گردی سے الفت ہی مجھکو
کہاں زندگی مدت العمر ظالم — ترے عشق میں دم غنیمت ہی مجھکو
نکر شور ناصح بہت ناتوان ہوں — کہاں بات اٹھانے کی طاقت ہی مجھکو
ہیں اسباب مرنے کے سب تیرے غم میں — جیا اب تلک کیونکہ حیرت ہی مجھکو
دل اتنا ہی آشفتہ خورشید رو کا — کہ اپنے بھی سائے سے وحشت ہی مجھکو

کڑھوں ہونگا من مانتا میر صاحب
غم یار میں کیا فراغت ہی مجھکو

کیا غیرت سے دلپر تنگ رنج و غم نے دنیا کو — پس اب تو کھل گئیں ہیں آنکھیں دیکھا ہم نے دنیا کو
رہا ہر ایک عالم اور دنیا داروں میں اسکا — کیا ہی بیوفا معلوم سب عالم نے دنیا کو
ہمیشہ رونا کڑھنا سینہ کوبی ہر زماں کرنا — عزا خانہ کیا ولکے مرے ماتم نے دنیا کو
سنا میں نے کہ آخر ہاتھ اٹھایا اسنے دنیا سے — اگر پایا بھی محنت کر کسو ہمدم نے دنیا کو

زمیں سے آسماں تک میر ہی شور جنوں میرا
تہ و بالا کیا دونوں میں اس اودھم نے دنیا کو

کیا کچھ ہمسے ضد ہی تمکو بات ہماری اڑا دو ہو — لگ پڑتے ہیں ہم تم سے تو تم اوروں کو لگا دو ہو
کیا روویں قدر و قیمت کو یہیں سے ہی معلوم ہمیں — کام ہمارا پاس تمھارے جو آتا ہی بہا دو ہو
اتنی تو جا خالی رہی ہی بزم خوش میں تمھاری سوا — جنکو کہیں جاگہہ نہیں ملتی پہلو میں انکو جا دو ہو
رنگ تو جاوے دلسے ہمارے غیر سیہ رو بدگو کے — کھینچکے تو ایسی ایک لگاؤ تیغ ستم کی تا دو ہو

صحبت گرم ہماری تمہاری شمع و پتنگے کی سی ہی — یعنے ہو دلسوز جو کوئی اسکو تمتو جلا دو ہو
رنگ صحبت کسکو دکھاویں خوبی اپنی قسمت کی — ساغر می دشمن کو دو ہو ہمکو زہر منگا دو ہو
بند نہیں جو کرتے ہو تم سینے کے سوراخوں کو — جیکی رکن میں ان رخنوں سے شاید دلکو ہوا دو ہو
آنکھ جھپک جاتی نہیں تنہا آگے چہرۂ روشن کے — ماہ بھی بیٹھا جاتا ہی جب منہہ سے نقاب اٹھا دو ہو
غیر سے غیریت ہی آسان لیکن تہ کچھ ہمکو نہیں — بات بتا دیں کیا ہم تمکو تم ہمکو تو بنا دو ہو

میر حقارت سے ہم اپنی چپ رہ جاتے ہیں جان چلی
طول ہمارے گھٹنے کو دیگر جیسے چراغ پھرا دو ہو

کہتے نہ تھے ہم تمسے دل ہاتھ سے مت دیجو — مت کھائیو غم اتنا اپنا نہ لہو پیجو
اُن پلکوں کی کاوش سے زخمی ہی جگر سارا — لے تار نگاہوں کے نازک سا رفو کیجو
کیا جان لئے جسکے جانا سے چھپاتا منہہ — جینا تو کوئی دن ہی تم میر بہت جیجو
دلخستہ شکستہ دل دل بستہ گرفتہ دل — ہو اُن میں کوئی اُسکا دل ہاتھ میں تک لیجو
اس راہ سے ترتا ہی دل کسب ہوا کا ہی — میرے پھٹے سینے کو زنہار نہ تم سیجو
بات کہوں کیا چپکے چپکے دیکھو ہو آئینے کو — دیکھتے ہو تو دیکھو ہمارے جلنے توے سے سینے کو
کیا جانو تم قدر ہماری مہر و وفا کی لڑکے ہو — لو ہوا پیادیں ہیں تمہارے گرتے دیکھ پسینے کو
پھر ایام نحس کا مجھکو بہت کڈھب آتا ہی نظر — تم بھی غنیمت جانو میاں دس دن کے میرے جینے کو
وہ جو غیرت مہ ملتا ہی غیر سے ہم ہیں غیرت کش — سال ہمارے جیکا ہوگا ظاہر کوئی مہینے کو

لخت دل آنکھوں سے گرا سو ٹکڑا لعل کا تھا گویا
نصب کرونگا میر جگر پر خوشترنگ ایسے نگینے کو

صوفیاں خم وا ہوئے ہیں ہائے آنکھیں وا کرو — ابر آیا زور غیرت تم بھی تک پیدا کرو
مستی و دیوانگی کا عہد ہی بازار میں — پائے کوباں دست افشاں آنکر سودا کرو
ہر جگہہ دلکش ہی اسکی برگ گل سے جسم میں — ایک جا تو جی لگاؤ دلکتیں بیجا کرو

ہی تکلف ہی نہیں اس قصب پوشی کی قید — خرقہ صد چاک پہنو آپ کو رسوا کرو
گرچہ ہم پر بستہ طایر ہیں پر ای گلہائے تر — کچھ ہمیں پروا نہیں ہی تم اگر پروا کرو

ہو سم گل آیا ہی یارو کچھ میری بھی تدبیر کرو
یعنے سایۂ سرو گل میں اب مجھکو زنجیر کرو
پیش سعایت کیا جائے ہی حق ہی میری طرف سو ہی
میں تو چپ بیٹھا ہوں یا ہو گو کوئی تقریر کرو
گمان نگار رہتا ہی غیر اُس شوخ کمان ابرو کے بہت
اُس تو گناہ عظیم پہ یارو ناک میں اسکی تیر کرو
پھیر دیئے ہیں دل لوگونکے مالک نے کچھ میری طرف
تم بھی تک ای آہ و نالہ قلبو نمیں تاثیر کرو
آگے ہی آزردہ ہیں ہم دل ہیں شکستہ ہمارے سبب
حرف رنجش بیچ میں لاکر اور نہ اب دلگیر کرو
کیا ہو محو عمارت منعم ای معمار خرابی ہی
بن آوے تو گھر ویران درویشوں کے تعمیر کرو
عاشق ہو ترسا بچگاں پرتا کیفیت حاصل ہو
اور کشود کار جو چاہو پیر مغاں کو پیر کرو
شعر کہئے موزوں تو ایسے جنسے خوش ہیں صاحبدل
رو میں کرتے ہیں جو یاد کریں اب ایسا کچھ تم میر کرو
کیو نکر مجھکو نامہ نمط ہر حرف پہ پیچ و تاب نہو
سو سو قاصد جان سے جاویں پک کو ادھر سے جواب نہو

گل کو دیکھ کے گلشن کے دروازے ہی سے پھر آیا
گھایل بیٹھئے اُسے بھلا جو صحبت ہی کا باب نہو

مستی خرابی سر پر لائی کعبے سے اُٹھ دیر گیا
جسکو خدا نے خراب کیا ہو پھر وہ کیونکہ خراب نہو

خلع بدن کرنے سے عاشق خوش رہتے ہیں اس خاطر
جان و جانان ایک ہیں یعنے بیچ میں تن جو حساب نہو

چشم و خطاب چین پر جیں تو حسن ہی کا رخسارونکا
وہ محبوب خنک ہوتا ہی جسمیں ناز و عتاب نہو

میں نے جو کچھ کہا کیا ہی حد و حساب سے افزوں ہی
روز شمار میں یارب میری کہنے کئے کا حساب نہو

صبر بلا ہی عشقی پر حوصلہ والے کرتے ہیں
رحمت ہی اس خستہ جگر کو دل جسکا بیتاب نہو

جس شب گل دیکھا ہی ہمنے صبح کو اسکا منہہ دیکھا
خواب ہمارا ہو ہو ہی لوگون کا سا خواب نہو

نہریں چمن کی بھر رکھیں ہیں گویا بادۂ لعلی سے
بے عکس گل و لالہ الہی ان جویونمیں آب نہو

اس دن میں تو مستانہ ہوتا ہوں کوی کوچہ گدا
جسدن کاسۂ چوبیں میں میرے یک جرعہ بھ شراب نہو

تہ داری لچھہ دیدۂ تر کی میر نہیں کم دریا سے
جوشان شور کنان آجاوے یہہ شعلہ سیلاب نہو

تجکو ہم سے لاگ لگی ہی روتے ہیں تو ہنستے ہو
ہمنے کمر کو کھول رکھا ہی اپنی کمر تم کستے ہو

درج گوہر مال نہیں کچھ دیں در بشہ مصر اگر
تو بھی ایسی قسمت پر تم آکے ہمارے سستے ہو

رستے راہ میں دیکھ لیا ہی بستی میں سے نکلے تمھیں
کیا جانیں ہم روز و شب تم کیدھر رستے بستے ہو

ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پہ نظر رکھو
گو کہ تم ای ستان مجرم اس غم سے دلخستے ہو

پیری میں بھی جوان رکھا ہی دختر تاک کی صحبت نے
یعنے پی پی می انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو

راہیں رکے پہ اُسے ملاقات ہو تو ہو — خاموش اُن لبوں سے کوئی بات ہو تو ہو
رنج و عنا کہ دشمن جان عزیز ہیں — انسے بچاؤ اسکی عنایات ہو تو ہو
نومید وصل دل نہیں شبہائے ہجر میں — ان راتوں ہی میں ملنے کی بھی بات ہو تو ہو
امید ہی کہ اسے قیامت کو پھر ملوں — حسن عمل کی واں بھی مکافات ہو تو ہو
تحقیقی شملے پیرہن دکھنگی اور کلاہ — شیخوں کی گاہ اُن میں کرامات ہو تو ہو
ساقی کو چشم مست سے اُودھر ہی دیکھنا — مسجد ہو یا کہ کعبہ خرابات ہو تو ہو
منکر نہیں ہی کوئی سیادت کا میر کی — ذات مقدس انکی یہی ذات ہو تو ہو

مژہ واکرو تمہیں غش ہی کیا کبھو حال پر بھی نظر کرو
یہی حال ہمیشہ رہا کیا تو مال پر بھی نظر کرو
کہیں دل بھی انکے اٹکتے ہیں حسن شوق میں ہی کمال کچھ
ہوئے ہو جو رفتہ خرام کے تو جمال پر بھی نظر کرو
نہ بنی جو دلبر سادہ تو نہ بھلا لگے مری آنکھوں میں میر
نہیں سادگی ہی میں لطف کچھ خط و خال پر بھی نظر کرو

ہاے ستم ناچار معیشت کرنی پڑی ہر خار کے ساتھ — جان عزیز گئی ہوتی کاش ابکے سال بہار کے ساتھ
کس آوارۂ عشق و جنوں کی اک مٹھی اب خاک اُڑی — اُڑتی پھرتے ہی بس محمل جو راہ کے گرد و غبار کے ساتھ
وہ لحظہ نہیں جاتا جی سے آنکھ لڑی تھی جب اسے — چاہ نکلتی تھی باتوں سے چتون بھی تھی پیار کے ساتھ
جنی مارے شب مہ میں ہمارے قہر کیا مشاطہ نے — بل کھائے بالونکو دئے بل اسکے گلے کے ہار کے ساتھ
کیا دن تھے جو ہمکو تنہا کہیں کہیں مل جاتا تھا — اب تو لگے ہی رہتے ہیں اغیار ہمارے یار کے ساتھ

ہم ہیں مریض عشق و جنوں سختی سے دلکو مت توڑو — نرم کریں ہیں حرف و حکایت اہل خرد بیمار کے ساتھ

دیدۂ تر سے چشمۂ جوشاں ہیں جو قریب اپنے واقع — تو ہی رود چلے جاتے ہیں لگ کر جیب و کنار کے ساتھ

دیر سے ہیں بیمار محبت ہم سے قطع امید کرو — جانیں ہی جاتے دیکھیں ہیں ہمنی اخر اس آزار کے ساتھ

رونے سے سب سر پر آئے خاک ہمارے سر پر میر
مدت میں ہم تک لگ بیٹھے تھے اسکی دیوار کے ساتھ

اب کچھ مرے پہ آیا شاید وہ شوخ دیدہ — آب اسکے پوست میں ہی جوں میوۂ رسیدہ

آنکھیں ملا کبھو تو کب تک کیا کروں میں — وینالہ گردی تیری ای آہوئے رمیدہ

پانی بھر آیا منہہ میں دیکھے جنھوں کے یارب — وے کس مزے کے ہونگے لبہائے نا مکیدہ

سائے کو اس پری کے لگتا نتھا چمن میں — مغرور کاہے پر ہی شمشاد قد کشیدہ

آنکھیں ہیں بچھ رہی ہیں اہل نظر کی یکسر — چلتے ہوئے زمیں پر رکھ پاؤں دیدہ دیدہ

چل سیر کرتے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں — منہہ پر ترے چمن میں گلہائے نو دمیدہ

محراب میں رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ — بیوقت کیا ہی طاعت قد اب ہوا خمیدہ

پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا ولیکن — خاموش رات کو تھی شمع زباں بریدہ

دیکھا مجھے شب گل بلبل نے جو چمن میں — بولا کی میرے منہہ پر کیا کیا دہن دریدہ

قلب و کبد تو دونوں تیروں سے چھن رہے ہیں — وے اس ستم کشی پر ہم سے رہے کبیدہ

اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لیئے ہیں
رکھینگے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چید چیدہ

ہم جانتے تو عشق نکرتے کسو کے ساتھ — لیجاتے دلکو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

مستی میں شیخ شہر سے صحبت عجب رہی — سر پھوڑتے رہا کیئے اکثر سبو کے ساتھ

تھا عکس اسکی قامت دلکش کا باغ میں — آنکھیں چلی گئیں ہیں لگی آب جو کے ساتھ

نازاں ہوا اسکے سامھنے کیا گل کھلا ہوا — رکھتا ہی لطف ناز بھی روئے نکو کے ساتھ

ہم زرد کاہ خشک سے نکلے ہیں خاک سے — بالیدگی نہ خلق ہوئی اس نمود کے ساتھ
گردن بلند کرتے ہی خربت اُٹھا گئے — خنجر رکھے ہی اسکا علاقہ گلو کے ساتھ
ہنگامے جیسے رہتے ہیں اُس کوچے میں سدا — ظاہر ہی حشر ہوگی نہ ایسی غلو کے ساتھ

مجروح اپنی چھاتی کو سینہ کیا بہت
سینہ کتھا ہی میر ہمارا رفو کے ساتھ

جان چلی جاتی ہی ہماری اسکی اور نظر کے ساتھ — یعنے چشم شوق لگی رہتی ہی شکاف در کے ساتھ
شاہد عادل عشق کے دونوں باس ہی حاضر ہیں یعنے — پہروں پہروں خشک لبی رہتی ہی چشم تر کے ساتھ
آنا اسکا ظاہر ہی پر مژدہ لایا یاں نہ کہرو — جی ہی نکل جاویگا اپنا یونہیں ذوق خبر کے ساتھ

کیا رو ماہ وخور کو لیکن جمکا اسکا دکھا دوں ہوں
روز وشب کچھ ضد سی ہوئی ہی مجکو شمس و قمر کے ساتھ
سینہ خالی آج پڑا ہی میر طرف سے پہلو کے
دل بھی شاید نکل گیا ہی رو تے خون جگر کے ساتھ

گاہگاہ شکفتہ ہی سے ہوا ہی نگارد یکھہ — یکجرعہ بصدم اور پلا پھر بہارد یکھہ
اب وہ نہیں کرم کہ بھرن پڑنے لگ گئی — جوں آبر اگئے لوگونکے دامن پسارد یکھہ
آنکھوں کو تیری عین کیا منت نے دیدنی — تو سب سے تک تو پھیر لے آنکھو نکو یارد یکھہ
محتاج گل نہیں ہی گریبان غمکشاں — گلزار اشک خونیں سے جیب و کنارد یکھہ
انکھیں اُدھر سے موندلیں ہیں اتو شرط ہی — پھر دیکھیو نہ میری طرف ایکبارد یکھہ
خالی پڑا ہی خانۂ دولت وزیر کا — باور نہیں تو اصف صف پکارد یکھہ

خواہش نہووے دلکی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھہ نہیں جی تو نارد یکھہ

بندا ہی باخدا نہیں اس دلربا کے ساتھہ — دیر و حرم میں تو کہیں ہو ہی خدا کے ساتھہ

ملتا رہا کشادہ جبیں خوب و زشت سے ۔ کیا آئنہ کرے ہی بسریاں حیا کے ساتھ
گو دست لطف سر سے اُٹھالے کوئی شفیق ۔ دل کا لگاؤ اپنا ہی دست دعا کے ساتھ
تدبیر دوستان سے ہی بالعکس فائدہ ۔ ہی درد عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ
کی کشتی اُسکی پاک زبردست عشق نے ۔ جنے ملائے ہاتھ تک ایک اس بلا کے ساتھ
اوباش لڑکونسے تو بہت کر چکے معاش ۔ اب عمر کاٹیگا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانوں میں چمن کو و لیکن قفس پہ میر
آتا ہی برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

عزو وقار کیا ہی کسو خود نما کے ہاتھ ۔ ہی آبرو فقیر کی شاہ ولا کے ہاتھ
بٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقش پا کے رنگ ۔ اٹھنا ہمارا خاک سے ہی اب خدا کے ہاتھ
آنکھونمیں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہیں ۔ نو گل کل ایک دیکھا ہی میں نے صبا کے ہاتھ
دیکھ اسکو مجھکو یارون نے حیران ہو کہا ۔ کس ڈھب سے لگ گیا ہی یہہ گوہر گدا کے ہاتھ

دلکی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی
عقدہ کھلے گا میر یہہ مشکل کشا کے ہاتھ

رات کو تھا کعبے میں میں بھی شیخ حرم سے لڑائی ہوئی
سخت کدورت بیچ میں آئی صبح تلک نہ صفائی ہوئی
تہمت رکھ مستی کی مجھپر شیخ شہر کنے لایا
وہ بھی بگڑا حد سے زیادہ سنکر بات بنائی ہوئی
شیشہ انے کلی میں ڈلوا شہر میں سب تشہیر کیا
ہاے سیہ رو عاشق کی عالم میں کیا رسوائی ہوئی
کیسی ہی شکلیں سامھنے آویں مژگاں وا اودھر نکروں
حور و پری پر آنکھ نہیں پڑتی ہی کسو سے لگائی ہوئی

جو صلہ داری کیا ہی اتنی قدرت کچھ ہی خدا ہی کی
عالم عالم جہاں جہاں جو غم کی ہم میں سمائی ہوئی
دیکھکے دست و پائے نگارین چپکے سے رہجاویں نہ کیوں
منہہ بولے ہی یارو لو یا مہندی اسکی رچائی ہوئی
دلمیں درد جگر میں طپیدن سر میں شور آشفتہ دماغ
کیا کیا رنج اٹھائے گئے ہیں جب سے ان سے جدائی ہوئی
ہفتم چرخ سے اودھر ہو کر عرش کو پہنچی میری دعا
اور رسائی کیا ہوتی ہی گو کہ کہیں نہ رسائی ہوئی
دود دل سوزاں محبت محو جو ہو تو عرش پہ ہو
دور بجھے گی یعنی جاکر عشق کی آگ لگائی ہوئی
یہی بلائیں سر پر ہیں تو آج موئے کان دوسرا دن
یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی
اتنی لگو ہیں چشم کسو کی قہر قیامت آفت ہی
تمنے دیکھی نہیں ہی صاحب آنکھ کوئی شرمائی ہوئی
جب موسم تھا وا ہونیکا تب تو شگفتہ تک نہوا
اب جو بہت افسردہ ہوا ہی دل ہی کلی مرجھائی ہوئی
اسکی طرف جو لی ہمنے ہی اپنی طرف سے پھرا عالم
یعنے دوستی سے اس بت کی دشمن ساری خدائی ہوئی
ہم قیدی بھی موسم گل کے کب سے توقع رکھتے تھے
دیر بہار آئی ابکے پہ اسیرونکی نہ رہائی ہوئی
کہتا جو کچھ جسے ہوگا سامنے میر کہا ہوگا

بات نہ دلمیں پھر گئی ہوگی منہہ پر میرے آئی ہوئی
مجھکو مارا بھلا کیا تونے پر وفا کا برا کیا تو نے
حسرتیں اسکی سر پٹکتی ہیں مرگ فرہاد کیا کیا تو نے
وہ جو کہتا تھا تو ہی کریو قتال
میر کا سو کہا کیا تونے

آنکھونکی طرف گوش کی وہ پردہ نظر ہی کچھہ پار کے آنیکی مگر گرم خبر ہی
یہ راہ و روش سرو گلستاں میں نہوگی اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہی
بہہ بادیۂ عشق ہی الٹہ ادھر سے بچکر نکلیں ای سیل کہ یاں شیر کا در ہی
وہ ناوک دل دوز ہی لاگو مرے جی کا تو سامنے ہو ہمدم اگر تجھکو جگر ہی
کیا پھیل پڑی مدت ہجراں کہ نہ پوچھو وہ سال ہوا ہمکو گھڑی پل پہر ہی
کیا جان کہ جسکے لئے منہہ موڑئے تمسے تم آؤ چلے واعیہ کچھہ تمکو اگر ہی
تجسا تو سوار ایک بھی محبوب نہ نکلا جس دلبر خودکام کو دیکھا سو نفر ہی
شب شور و فغاں کرتے گئی مجھکو تو ابتو دیکھیں ہو تک ای مرغ چمن وقت سحر ہی
سوچے تھے کہ سودائے محبت میں ہی کچھہ سود اب دیکھتے ہیں اسمیں تو جی ہی کا ضرر ہی
شانے پہ رکھا رجو پھولونکا تو لچکی کیا ساتھہ نزاکت کے رگ جان سی لمہر ہی
کر کام کسو دلمیں گئی عرش پہ تو کیا ای آہ سحر گاہ اگر تجھہ میں اثر ہی
پیغام بھی کیا کرئے کہ او باش ہی ظالم ہر حرف میاں دارہ شمشیر و سپر ہی
ہر بیت میں کیا میر تری باتیں گتھی ہیں
کچھہ اور سخن کرکہ غزل سلک گہر ہی

کیا خانہ خرابی کا ہمیں خوف و خطر ہی گھر ہی کسو گوشے میں تو مکڑی کا سا گھر ہی
ملان نہ آئینے کا اسکو نہ ہی گل کا کیا جانیئے اب روے دل یار کدھر ہی

ای شمع اقامت کدہ اس بزم کو مت جان — روشن ہی ترے چہرے سے تو گرم سفر ہی
اس عاشق دیوانہ کی مت پوچھ معیشت — دندان بجگر دست بدل داغ بسر ہی
کیا آگ کی چنگاریاں سینے میں بھریں ہیں — جو آنسو مری آنکھ سے گرتا ہی شرر ہی
در جان کا جس جا ہی وہیں گھر بھی ہی اپنا — ہم خانہ خرابوں کو تو یاں گھر ہی نہ در ہی
کیا پرسش احوال کیا کرتے ہو اکثر — ظاہر ہی کہ بیمار اجل روز بتر ہی
رہتی ہیں الم ناک ہی وے آنکھیں جو اچھی — بد چشم کسو شخص کی شاید کہ نظر ہی
دیدار کے مشتاق ہیں سب جسکے اب اسکی — کچھ شورش ہنگامۂ محشر میں خبر ہی

سب چاہتے ہیں رشد مرا یوں تو پر ای میر
شاید یہی اک عیب ہی مانع کہ ہنر ہی

کیا کہئے کچھ بن نہیں آتی جنگل جنگل ہو آئے — چھانہہ میں جاکے ببولونکی ہم عشق و جنوں کو رو آئے
دلکی تلاش میں اُٹھکے گئے تھے شاید یاں پیدا ہو سو — جان کا اپنی گرامی گوہر اسکی گلیمیں کھو آئے
آہوے عرفان صید انھونکا گر نہوا نقصان کیا — اس عالم سے اس عالم میں کسب کمال کو جو آئے
کچھ کہنے کا مقام نتھا وہ وا ہوتا تو کہتے کچھ — آنا نہ آنا یکساں تھا واں ہوتے ادھر ہم گو آئے
سب کہتے تھے چین کریگا کچھ بھی نہ دیکھا جز سختی — پتھر رکھکے سرہانے ہم ٹک اسکی گلیمیں سو آئے
کیا ہی دامنگیر تھی یارب خاک بسملگاہ وفا — اُس ظالم کی تیغ تے سے ایک گیا تو دو آئے

سر دینا ٹھہرا کر ہمنے پاؤں کو باہر رکھا تھا
ہر سو ہو دشوار ہی پھرنا میر ادھر اب تو آئے

جوں ابر بیکسانہ روتے اٹھے ہیں گھر سے — برسے ہی عشق اپنے دیوار اور در سے
جمہور راہ اسکی دیکھا کرے ہی اکثر — محفوظ رکھ الٰہی اسکو نظر گذر سے
وحش اور طیر آنکھیں ہر سو لگا رہے ہیں — گرد رہ اسکی دیکھیں اُٹھ چلتی ہی کدھر سے
شاید کہ وصل اُسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے — ہوتی نہیں ہی اب تو تسکین دل خبر سے

مدت سے چشم بستہ بیٹھا رہا ہوں لیکن وہ روی خوب ہرگز جاتا نہیں نظر سے
گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غم سے خون کرنا ہی لاگ میرے جیکو اُس شوخ کی کمر سے
یہہ گل نیا کھلا ہی لے بال تو قفس میں کوئی کلی نہ نکلے مرغ چمن کے پر سے
دیکھو نہ چشم کم سے یہہ آنکھ تو بدبائی سیراب ابر ہوتے دیکھیں ہیں چشم تر سے
گلشن سے لے قفس تک آواز ایک سی ہی کیا طائر گلستاں ہیں نالہ کس اثر سے
ہر اک خراش ناخن جیبھے سے صدر تک ہی رجھوا رہو تو پوچھے کوئی ہمیں ہنر سے

یہہ عاشقی ہی کیسی ایسے جیو گے کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہی گردون دوں پر دونی ہووے پیوند زمیں یہہ رفتنی
بزم میں سے ابتو چل ای رشک صبح شمع کے منہہ پر پھری ہی مردنی
میں چراغ صبح گاہی ہون نسیم مجھ سے اکدم کے لئے کیا دشمنی
مجھ سا محنت کش محبت میں نہیں ہر زمان کرتا رہا ہون جانکنی

کچھ گدا شاعر نہیں ہوں میر میں
تھا مرا سر مشق دیوان غنی

بیان برق وہ جھمکے دکھاوے ولے دل شرط ہی جو تاب لاوے
اُڑانا گدی وہ باہر نہ آوے صبا دا مجکو بھی گدا بنا دو
صبا سے میں جو لگ چلکر گیا واں ہوا کھاوے کہا آنے نیا دے
نزاکت سے بہت ہی کم دماغی رکھے بگڑی پہ گل تیوری چڑھاوے
بز نگاہ اُس کشندے کی گلی ہی وہی جاوے جو لو ہو میں نہاوے
نپوچھو فرش رہ کیا ہووے اُسکا جو اہاں دل ہو تو آنکھیں بچھاوے
بلا مغرور ہی وہ آتشیں خو بہت منت کرو تو جی جلاوے

پر اثر پھا کیا میں دور پہروں عجب کیا ہی جو پاس اپنے بلا وے
تبا ن دیر سے ایسی نہیں لاگ
خدا ہی ہو تو کعبے میر جاوے

کیا خط لکھوں میں رونے سے فرصت نہیں رہی لکھتا ہوں تو پھر سے ہی کتابت بہی بہی
میداں غم میں قتل ہوئی آرزوے وصل تھی اپنے خاندان تمنا میں اک یہی
اپنا لکھا ہی یاد مجھے میری بات بھول قاصد نے جا کے یار سے کچھ اور ہی کہی
شب شور کرنے میں جو سماجت کی تنگ ہو کہنے لگا کہ مار دو اسے بہہ تو ہی وہی
مت بہ نمک حرام تو داغوں سے ساز کر
ای زخم کہنہ میر کی خاطر ہی یوں سہی

نزبک شیخ اتنا بھی واہی تباہی کہاں رحمت حق کہاں بیگنا ہی
ملوں کیونکہ ہمرنگ ہو تجھ سے ای گل تر ا رنگ شعلہ مرا رنگ کاہی
مجھے میر تا گور گاندھا دیا تھا
تمنائے دل نے تو یاں تک بنا ہی

ادھر مطرب کا عودی رنگ کب طناز آتا ہی عجب ہیں لوگ جو کہتے ہیں وہ ناساز آتا ہی
خبر ہی شرط اتنا مت برس ای ابر بارندہ ہمیں بھی آج رو نا درد دل پر داز آتا ہی
اٹھے ہی گرد معشوقانہ اس تربت سے عاشق کی کبھو تک جسکے اوپر وہ سراپا ناز آتا ہی
عجب رنگ حنا طایر ہی دست آموز خوباں کا ارے ہی تو بھی ہاتھوں ہی میں کر پرواز آتا ہی
وہی نازاں خراماں کبک سا آیا مری جانب کوئی مغرور و وہ شوخی سے اپنی باز آتا ہی
رہائی اپنی ہی دشوار کب صیاد چھوڑے ہی اسیر دام ہو طایر جو خوش آواز آتا ہی
اگر مسجد سے آؤں میر تو بھی لوگ کہتے ہیں
کہ میخانے سے پھر وہ دیکھو شاہد باز آتا ہی

اسکے رنگ چمن میں شاید اور کھلا ہی پھول کوئی
شور طپور اتھتا ہی ایسا جیسے اتھے ہی بول کوئی

ہوں پھرتا ہوں دشت و در میں دور اسے میں سرگشتہ
غم کا مارا آوارہ جوں راہ گیا ہو بھول کوئی

اینک کہیں سر کھنچے ہی ایسا جسکے کریں سب پابوسی
ہو ہر اک کو قبول دلہا یہہ نکریگا قبول کوئی

کس امید کا تجھکو ای دل چاہ میں اسکی حصول ہوا
شوخ و شہلائیں خوشرو یانسے رہتا ہی مامول کوئی

لنبے اسکے بالو نکا میں وصف لکھا ہی دور تلک
حرف مارا تو طولانی تھا پھر بھی وے ہی طول کوئی

مستی حسن پر سنی رندی بھی عال ہی مدت سے
پیر کبیر ہووے تو کیا ہی چھولے تا ہی معمول کوئی

حرف و حکایت شکر و شکایت تھی اک وضع و توہ پر
میر کو جا کر دیکھا ہمنے ہی مرد معقول کوئی

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہی
جانے نہ جانے گل ہی نجانے باغ تو سارا جانے ہی

لگنے ندے بس ہو تو اسکے گوہر گوش کو بالے تک
اسکو فلک چشم مہ و خور کی پتلی کا تارا جانے ہی

آگے اس متکبر کے ہم خدا خدا کیا کرتے ہیں
کب موجود خدا کو وہ مغرور خود آرا جانے ہی

عاشق سا تو سادہ کوئی اور نہو گا دنیا میں
جیکے زیانکو عشق میں اسکے اپنا وارا جانے ہی

چارہ گری بیماری دل کی رسم شہر حسن نہیں
ورنہ دلبر ناداں بھی اس درد کا چارا جانے ہی

کیا ہی شکار فگن بسی پر مغرور رہی وہ صیاد بچہ
طایر اڑتے ہوا میں سارے اپنی اُسارا جانے ہی

مہر و وفا و لطف و عنایت ایک سے واقف انمیں سے
اور تو سب کچھ طنز و کنایہ رمز و اشارا جانے ہی

عاشق تو مردہ ہی ہمیشہ جی اتھتا ہی دیکھے اسے
یار کے آجانے کو یکایک عمر دُبارا جانے ہی

کیا کیا فتنے سر پر اسکے لاتا ہی معشوق اپنا
جس بیدل بیتاب و تواں کو عشق کا مارا جانے ہی

رخنوں سے دیوار چمن کے منہ کو لے ہی چھپایئے
اُن سوراخوں کے ٹک رہنے کو سو کا نظارا جانے ہی

تشنہ خوں ہی اپنا کتنا میر بھی ناداں تلخی کش
وُمدار آب تیغ کو اسکی آب گوارا جانے ہی

جب جاں گئے تب اُنے کہنے کی ادا کی ہی
چال ایسی چلا جسپر تلوار چلا کی ہی

خلقت مگر الفت سے ہی شورش سینے کی — چسپاں مری چھاتی سے دن رات رہا کی ہی
ہم لوگونکے لوہو میں ڈوبی ہی رہی اکثر — اس تیغ کی جدول بھی کیا تیز بہا کی ہی
عشاق موے پر بھی ہجرانمیں معذب ہیں — مدفن میں مرے ہر دم اینک اگ لگا کی ہی
صد رنگ بہار اس میں ابکے جو کھلے ہیں گل — یہہ لطف نہو ایسی رنگینی ہوا کی ہی
مرنیکو رہے حاضر سو مارے گئے آخر — گو انے جفا کی ہی ہمنے تو وفا کی ہی
مایوس ہی رہتے ہیں بیمار محبت کے — اس درد کی مدت تک ہمنے بھی دوا کی ہی
انا ادھر اس بت کا کیا میری کشش سے ہی — ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہی

دامان دراز اسکا جو صبح نہیں کھینچا
ای میر یہہ کوتاہی شب دست دعا کی ہی

ملو ان دنوں ہم سے اک رات جانی — کہاں ہم کہاں تم کہاں پھر جوانی
شکایت کروں ہوں تو سونے لگے ہی — مری سرگذشت اب ہوئی ہی کہانی
ادا کھینچ سکتا ہی بہزاد اسکی — کھجے صورت ایسی تو یہہ ہمنے مانی
ملاقات ہوتی ہی تو کشمکش سے — یہی ہمنے ہی جب نہ تب اینچا تانی

بسنتی قبا پر تری مر گیا ہی
کفن میر کو دیجیو زعفرانی

بے اسکے تیرے حق میں کوئی کیا دعا کرے — عاشق کہیں شتاب تو ہووے خدا کرے
ای سرد مہر کوئی مرے رہ تو گرم ناز — پرسش کسوکے حال کی تیری بلا کرے
دامن بہت وسیع ہی انکھونکا ای سحاب — لازم ہی تجھکو ان ہی کا پانی بھرا کرے
آکر بکھیرے پھول مری مشت خاک پر — مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

پتھر کی چھاتی چاہئے ہی میر عشق میں
جی جانتا ہی اسکا جو کوئی وفا کرے

عالم عالم عشق و جنون ہی دنیا دنیا تہمت ہی
ور یا ور یا روتا ہون مین صحرا صحرا وحشت ہی
ہمتو عشق مین ناکس ٹھہرے کوئی نہ ایدھر دیکھے گا
آنکھ اٹھا کر وہ دیکھے تو یہہ بھی اسکی مروت ہی
ہاے غیوری جسکے دیکھے جی ہی نکلتا ہی اپنا
دیکھئے اسکی اور نہین پھر عشق کی یہہ بھی غیرت ہی
کوئی دم رونق مجلس کی اور بھی ہی اسدم کے ساتھہ
یعنے چراغ صبح سے ہین ہم دم اپنا بھی غنیمت ہی
خط آئے ظاہر ہی ہمپر بگڑی بھی اچھی صورت تھی
بارے کہو ناکام ہی ہو یا کام کی بھی کچھہ صورت ہی
ایک ورق پر تصویرین مین دیکھی ہین لیلی و مجنون کی
ایسی صورت حال کی اپنی اُن دونون کو حیرت ہی
خاک کو آدم کرکے اٹھایا جسکو دست قدرت نے
قدر نہین کچھہ اس بندے کی یہہ بھی خدا کی قدرت ہی
صبح سے آنسو نومیدانہ جیسے وداعی آتا تھا
آج کسو خواہش کی شاید دل سے ہمارے رخصت ہی
کیا دلکش ہی بزم جہان کی جاتے یان سے جسے دیکھو
وہ غمدیدہ رنج کشیدہ آہ سراپا حسرت ہی
جب کچھہ اپنے کنے رکھتے تھے تب بھی صرف تھا لڑکونکا
اب جو فقیر ہوئے پھرتے ہین میرا نہین کی دولت ہی

عشق کیا سو جان جلی ہی الفت تھی یا کلفت تھی
کوٹے کئے ہین منب اعضا یہ محبت تھی یا محنت تھی

ابتو ندمال پرے رہتے ہیں ضعف ہی اکثر رہتا ہی
آئے گئے اسکے کو چے میں جبتک جی میں طاقت تھی

آبحیات وہی نہ جسپر خضر و سکندر مرتے رہے
خاک سے ہمنے پھر اوہ چشمہ یہ بھی ہماری ہمت تھی

آنسو ہو کر خون جگر کا بیتابانہ آیا تھا
شاید رات شکیبائی کی جلد بہت کچھ رخصت تھی

جب سے عشق کیا ہی میں نے سر پر میرے قیامت ہی
ساعت دل لگنے کی شاید نحس ترین ساعت تھی

یار ہی کرے جو چاہے کسو سے غم ہی غم یار ہمیں ہی
بیموقع یاں آہ و فغان ہی بے اثری زاری میں ہی

ہاتھ لئے آئینہ مجھکو حیرت ہی رعنائی کی
ہی بھی زمانا ہی ایسا ہر کوئی گرفتار یہیں ہی

باغمیں شب جو روتا پھرتا ہوں اُس بن میں سو صبح تلک
دانہ اشک روش شبنم کے گل پر ہر کیار یہیں ہی

صورتیں بگڑ بن گئی کیوں نہ اُسکو توجہ کب ہی وہ
سامنے رکھے آئینہ مصروف طرحداری میں ہی

میر کوئی اس صورت میں امید بھی کیا رکھے
ایک جراحت سینے کی میرے ہر زخم کاری ہمیں ہی

دل بھی بھرا رہتا ہی میرا جی بھی رندھا کچھ جاتا ہی
کیا جانوں میں راہ و نکا کیسا دریا چڑھتا آتا ہی

سچ ہی وہ جو کہا کرتا ہی کون ہی تو کیا سمجھے ہمیں
بیگانے تو ہیں ہیں ہم وے نا نو کا چاہ کا ناتا ہی

تو بلبل آزردہ نہو گل پھول سے باغ بہار انمیں
رنج کشش الفت ہی عاشق جی اپنا بہلاتا ہی

عشق و محبت کیا جانوں میں لیکن اتنا جانوں ہوں — اندر ہی سینے میں میرے دلکو کوئی کھاتا ہی

عاشق اپنا جان لیا ہی اُنے شاید میر ہمیں
دیکھ بھری مجلس میں اپنی ہم ہی سے شرماتا ہی

اس مغرور کو کیا ہوتا ہی حال شکستہ دکھائے سے — جسکو تنبہ ہووے نہ ہرگز جسکے ہمارے جائے سے

کیسا کیسا ہو کے جدا پہلو سے اس بن تڑپھا ہی — کیا پوچھو ہو آئی قیامت سر پر دلکے لگائے سے

یمن تجرد سے میں اپنے روز جہاں سے گذرتا ہوں — وحشت ہی خورشید نمط اپنے بھی مجھکو سائے سے

ہر کوی و ہر برزن میں یا پھر پھر وہ جو یاں تھا — یا اب ننگ اسے آتا ہی پاس ہمارے آئے سے

ایک جراحت کیا تسکیں دے موت کے بھوکھے صید کتیں — شاید دل ہو تسلی اسکا زخم دگر کے کھائے سے

رنج و عنا پر درد و بلا پر صبر کئے ہم بیٹھیں ہیں — کلفت الفت جاتی رہی کیا جور و ستم کے اُٹھائے سے

اول تو آتے ہی نہیں ہو اور کبھو جو آتے ہو — نیچی آنکھیں کئے پھرتے ہو مجلس میں شرمائے سے

جھگڑا ناز و نیاز کا سنکر بیمزہ ہم سے تمتو ہوئے
میر سخن کو طول نہ دو بس بات بڑھے ہی بڑھائے سے

گردش دونکی کم نہ ہوئی کچھ کڑے ہوئے — روزے رکھے غریبوں نے تو دن بڑے ہوئے

نرمی سے کوئی یار میں جاوے تو جا نسیم — ایسا نہو کہ اُکھڑیں کہیں دل گڑے ہوے

آہن دلوں نے مارا ہی جی غم میں آنکے ہم — پھرتے ہیں نعل سینوں پر اپنے جڑے ہوئے

آتے ہو بعد صلح کبھی ناز سے تو یاں — منہہ پھر ادھر سے بیٹھو ہو جیسے لڑے ہوئے

بیمار امید وار سے بستر پہ اپنے ہم — دروازے ہی کی اور تکے ہیں پڑے ہوئے

یار اسکی بزم میں نہیں ناچار در پہ ہم — رہتے ہیں جیسے صورت دیوار اڑے ہوئے

ہم زیر تیغ بیٹھے تھے پر وقت قتل میر
وے تک ہمارے پاس نہ آکر کھڑے ہوئے

عہد جنوں ہی موسم گل کا اور شگوفہ لایا ہی — ابر بہاری وادی سے اُٹھہ کر آبادی پر آیا ہی

تص

سنکر میرے شور شب کو جھنجھلا کر وہ کہنے لگا — نالے اسکے ذرک تک پہنچے کنے اسکو سنایا ہی
دکھن اُتر پورب پچھم ہنگامہ ہی سب جاگہہ — اودھم میرے حرف و سخن نے چاروں اور مچایا ہی
بے چشم و رو ہو بیٹھے ہو وجہ نہیں ہی ظاہر کچھہ — کام کی صورت بگڑی ہماری منہہ کیوں تمنے بنایا ہی

ظلم و ستم سب سہاں ہیں اسکے ہم سے اٹھتے ہیں کہ نہیں
لوگ جو پرسش حال کریں ہیں جی تو انھوں نے کھایا ہی
ہو کے فقیر تو واں بیٹھے ہیں رہتے ہیں اشراف جہاں
ہمنے توکل بحث کیا ہی نام خدا سرمایا ہی
برسوں ہم درویش رہے ہیں پردیمیں دنیاداریکے
ناموس اسکی کیوں کہ رہے یہہ پردا جسے اٹھایا ہی
ڈھونڈھ نکالا تھا جو اسے سو آپ کو بھی ہم کھو بیٹھے
جیسا نہال لگایا ہمنے ویسا ہی پھل پایا ہی
میر غریب سے کیا ہو معارض گوشے میں اس وادیکے
ایک دیا سا بجھتا انے داغ جگر پہ جلایا ہی
دلکی لاگ بری ہوتی ہی رہ نہ سکے تک جائے بھی
آے بیٹھے اٹھہ بھی گئے بیتاب ہوئے پھر آئے بھی
آنکھہ نہ تک میلی ہوئی اپنی مطلق دل بیجا نہوا
دلکی مصیبت کیسی کیسی کیا کیا رنج اٹھائے بھی
ٹھنڈے ہوتے نہ دیکھے ہرگز ویسی ہی جلتے رہتے ہیں
تلوے حنائی اسکے ہمنے آنکھوں سے سہلائے بھی
رنگ نہیں ہی منہہ پہ کسکے باد خزاں سے گلستانمیں
برگ و بار گرے بکھرے ہیں گل غنچے مرجھائے بھی

نفع کبھو دیکھا نہیں ہمنے ایسے خرچ کے اُٹھانے پر — دلکے گداز سے لو ہو روئے داغ جگر پہ جلائے بھی

عشق میں اسکے جان مری مشتاق پھریگی بھٹکی ہوئی — شوق اگر ہی ایسا ہی تو چین کہاں مرجائے بھی

تاجر ترک فقیر ہوئے اب شاعر عالم کامل ہیں

پیش گئی کچھ میر نہ اپنی سوانگ بہت سے لائی بھی

کوئی نام اسکا نہ لو جبر ہی — کہ بیتاب دل کی بنا صبر ہی

نہ سوز جگر خاک میں بھی گرا — موئے پر پر آتش مری قبر ہی

گلستان کے ہیں دونوں پلے بھرے — بہار اسطرف اُسطرف ابر ہی

جو درویش پہنے ہی ببری لباس — تو پھر عینہ شیر ہی ببر ہی

در کعبہ پر کفر بکتا ہی میر

مسلمان نہیں وہ کہن گبر ہی

ظلم سہے ہیں داغ ہوئے ہیں رنج اُٹھے ہیں درد کھنچے — اب وہ دلمیں تاب نہیں جو لب تک آہ سرد کھنچے

جیتے جی میت کے رنگوں عشق میں اسکے ہو بیٹھا — بعد مرے نقاش سے شاید صورت میری زرد کھنچے

خاک ہوئی تھی سرکشی اپنی جونکی توں ہی طبیعت میں

میر عجب کیا ہی اسکا تا گردوں جو یہہ گرد کھنچے

عشق اگر ہی مرد میدان مرد کوئی عرصے میں لائے — یکسر ان نامردونکو جو ایک ہی تک تک پا میں اُٹھائے

کار عدالت شہر کا ہمکو ایکدن دو دن ہووے تو پھر — چاروں اور منادی کرئے کوئی کسی سے دل نہ لگائے

پر کہ اسیر دام ہوئے تھے نکلے ٹوٹی شکن کی راہ — ابکے دیکھیں موسم گل کا کیسے کیسے شگوفے لائے

بھوکے مرتے مرتے منہہ میں تلخی صفرا پھیل گئی — بے ذوقی میں ذوق کہاں جو کھانا پینا مجھکو بھائے

گھر سے نکل کر کھڑے کھڑے پھر جاتا ہوں میں یعنے میر

عشق و جنوں کا آوارا حیران پریشاں کیدھر جائے

ہم پہ خشم و خطاب ہی سو ہی — وہی ناز و عتاب ہی سو ہی

گرچہ گھبرا کے لب پہ آئی ولے ۔ جان کو اضطراب ہی سو ہی
بس گئی جان خراب مدت کی ۔ حال اپنا خراب ہی سو ہی
خشکئی لب کی ہی تری کیسی ۔ چشم لیکن پر آب ہی سو ہی
خاک جلکر بدن ہوا ہی سب ۔ دل جلا سا کباب ہی سو ہی
کر گئے کاروانیاں شبگیر ۔ وہ گراں مجھکو خواب ہی سو ہی
یاں تو رسوا ہیں کیسا پردۂ شرم ۔ اسکو ہم سے حجاب ہی سو ہی
دشمن جان تو ہی دلونمیں بہم ۔ دوستی کا حساب ہی سو ہی
زلفیں اسکی ہوا کریں برہم ۔ ہمکو بھی پیچ و تاب ہی سو ہی
خاک میں ملکے پست ہیں ہمتو ۔ انکی عالی جناب ہی سو ہی

شہر میں در بدر پھرے ہی عزیز
میر ذلت کا باب ہی سو ہی

چلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے ۔ اس قافلے میں ہم بھی تھے افسوس رہ گئے
کیا کیا مکان شاہ نشیں تھے وزیر کے ۔ وہ اٹھ لیا تو نے بھی گرنے بیٹھے ڈھگئے
اس کجروش سے ملنا خرابات میں نتھا ۔ بیطور ہم بھی جا کے ملے بیجگہہ گئے
وے زور ور جوان جنھیں کہئے پہاڑ تھے ۔ جب آئی موج حادثہ تنکے سے بہ گئے

وہ یار تو نتھا تہ دل سے کسو کا میر
ناچار اسکے جور و ستم ہم بھی سہہ گئے

ہاے جوانی وصل میں اسکے کیا کیا لذت پاتے تھے
بوسۂ کنج لب سے پھر بھی ذایقے اپنے بناتے تھے
کیا کیا تمنے فریب کئے ہیں سادگی میں دل لینے کو
ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے می ناخوردہ مانے تھے

ہے جدائی ایکہی جا گہہ مار کے ہمکو توڑ رکھا
وے دن یاد آتے ہیں اب جب انکے آتے جاتے تھے

غیرونکی نم سنتے رہے سو غیرت سے ہم سہتے رہے
وے تو تمکو لگا جاتے تھے تم آ ہمکو جلاتے تھے

رنج والم غم عشق ہی کے اعجاز سے کھینچتے تھے ورنہ
حوصلہ کتنا اپنا جسمیں یہ آزار سماتے تھے

وے دن کہیے سالتے ہیں جو آکر سوتے پاتے کبھو
آنکھوں سے ہم سہلا سہلا تلوے اسکو جگاتے تھے

چاہت روگ بڑا ہی جیکا میر اسے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سنا ہی ہم نے دل نہ کسو سے لگاتے تھے

بات ہماری یاد رہے جی بھولا بھولا جاتا ہی وحشت پر جب آتا ہی تو جیہے بگولا جاتا ہی
تھوڑیسے پانی میں مینے سر کھپی کی ہی جیفے جاب کہتے ہیں ہے تہ مجھکو کیا اتھرا پھولا جاتا ہی

کام کی صورت کیا ہی اسکی راہ چلے ہی میر اگر
دیکھنے والے کہتے ہیں یہہ کوئی ہیولا جاتا ہی

اس تک کوشش سے بھی نہ پہنچے جان سے آخر سارے گئے
عاشق اسکی قامت کے بالا بالا مارے گئے

اسکے روے خوبی کردہ پہ نقاب لئے وہ صورت ہی
جیسے بکا یک سطح ہوا پر بدلی آئی تارے گئے

ایسے قمار یسے دلکو لگا کر جیتے رہنا ہو نہ سکا
رفتۂ شاہد بازی اسکے جی بھی اپنا ہارے گئے

چارہ گر اس شہر کے ہوں تو فکر کریں آبادی کا

یارب بستے تھے جو یاں وے لوگ کہاں ۔ بیچارے گئے
مشکل میر نظر آتا تھا اٹھنا بار امانت کا
آئے ہم تو سہولت سے وہ بوجھ اٹھا کر بارے گئے

عید میں آئیں بارہا لیکن نہ وے آکر ملے رہتے ہیں ان کے گلے لگنے کے برسوں سے گلے
اس زمانے کی تری سے لہر بحر اگلی کہاں بے تہی کرنے لگے دریا دلوں کے حوصلے
غنچگی میں دیکھے ہیں صد رنگ جور آسمان اب جو گل سا بکھرا ہوں دیکھوں کہ کیسا گل کھلے
سارے عالم کے حواس خمسہ میں ہی انتشار ایک ہم تم ہی نہیں معلوم ہوتے وہ دلے

میر طی ہوگا بیابان محبت کس طرح
راہ ہی پر خار میرے پاؤں میں آبلے

کیسی سی وکشش کو شش سے کھنچے گئے ستانے سے
اس گھر میں کوئی تھا شرمندہ ہوئے ہم جانے سے
دامن پر فانوس کے تھا کچھ پو نہیں نشاں خاکستر کا
شوق کہی میں جو نہایت پوچھی جان جلے پروانے سے
نکلے سامنے آتے تھے تو کیا کیا زجر اٹھائے تھے
نماک لگا ہی لگنے انہیں اب بات ہماری مانے سے
پاس غیرت تمکنت نہیں کچھ ورنہ پرسش غیر کو تم
گھر سے اٹھکے چلے جاتے ہو نہانے کے بھی بہانے سے
شمنے کہا مر رہ بھی جا کر بندہ جا کر مر ہی رہا
کسدن میں نے عدول حکم کیا ہی صاحب کے فرمانے سے
سوکھے کے ہوں لکڑی سے کیوں نہ زرد و زبوں ہم عاشق زار
کچھ نہیں رہتا انسانیں ہر لحظہ غم کے کھانے سے

جب دیکھو تب تربت عاشق جھکتر سے ہی زلزل میں
عشق ہی باد صرصر کو یاں اِنکی خاک اڑانے سے
برسوں میں پہچان ہوئی تھی سو تم صورت بھول گئے
یہ بھی شرارت یاد رہیگی ہمکو نجانا جانے سے
سنی سنائی بات سے واں کی کب جیتے ہیں ہم غافل
دونوں کان بھرے ہیں اپنے بے تہ یاںکے فسانے سے
میر کی نیزی کیا سلجھے گی حرف و سخن میں گستاخ ہی
کوئی عاقل الجھ پڑے ہی ایسے ناصح دیوانے سے

کئی روز اب دید و ادید ہی ۔۔۔ ملے سے ہمارے لگو عید ہی
گریزاں ہوں سایے سے خورشید ساں ۔۔۔ جہاں جب سے ہی مجھکو شجرید ہی
تصرف میں جب ڈال دیتے ہیں بات ۔۔۔ خدا رس کہیں ہیں یہہ توحید ہی
جو آدمی بتاں جذب سے یاں تو یہہ ۔۔۔ خدا کی طرف ہی کی تائید ہی

لپیٹا ہی میں بوریائے نماز
یہی میر جانے کی تمہید ہی

ہجر میں خوں ہوا تھا سب غم سے ۔۔۔ دل نے پہلو تہی کیا ہم سے
عالم حسن ہی عجب عالم ۔۔۔ چاہئے عشق اس میں بھی عالم سے
طرح چھریوں کی پلکوں سے ڈالی ۔۔۔ نکلی ابرو کے خم سے
نسبت اُن بالوں کی درست ہوئی ۔۔۔ دیر میں میر سے حال درہم سے

در پئے خون میر کے نر ہو
ہو بھی جاتا ہی جرم آدم سے

اٹکھیلیوں سے چلتے طفلی میں جان مارے ۔۔۔ نام خدا ہوا ہی اب وہ جوان بار

اپنی نیاز تم سے ابتک بتاں وہی ہی
تم ہو خدائے باطل ہم بندے ہیں تمہارے

تمہارے ہیں ہم تو مجرم تک پیار کر کے تمکو
تم سے بھی کوئی پوچھے تم کیوں ہوئے پیارے

کل میش جو سیر میں تھا کیا پھول پھول بیٹھی
بلبل نے لی ہی گویا گلزار سب اجارے

کرتا ہی ابر نیساں پر دُر دہن صدف کا
منہہ جو کوئی پسارے ایسے کنے پسارے

ای کاش غور سے وہ دیکھے کبھو تک آکر
سینے کے زخم اپنو غایر ہوئے ہیں سارے

چپکا چلا گیا میں آزردہ دل چمن سے
کسکو دماغ اتنا بلبل کو جو پکارے

میدان عشق میں سے چرکہ گھوڑے کو نہ نکلا
مارے گئے سپاہی جتنے ہوئے اتارے

جو مر رہے ہیں اسپر انکا نہیں ٹھکانا
کیا جانئے کہاں وے پھرتے ہیں مارے مارے

کیا بر چھیان چلائیں آہوں نے نیم شبکی
رہتے ہیں آسمان میں سارے نہیں ستارے

ہوتی ہی صبح جو یاں ہی شام سے بھی بدتر
کیا کہئے میر خوبی ایام کی ہمارے

کیا کہئے ویسی صورت گاہے نظر نہ آئی
ایسے گئے کہ انکی پھر کچھ خبر نہ آئی

روتے جو تھے سو ہم سے روتے ہوئے وداعی
کیا روئے ہمیں تو منت بھی کر نہ آئی

طالع کا مکث دیکھو آئی صبا جو واں سے
چاروں طرف پھرا کی لیکن ادھر نہ آئی

جی میں جو کچھ کسو کے آوے سو باندھ جاوے
اپنے خیال میں تو اسکی کمر نہ آئی

کیا رات دن کٹتے ہیں ہجراں کے بیخودی میں
سدھ اپنی میر اُس بن دو دو پہر نہ آئی

داد فریاد جا بجا کر ئے
شاید اسکے بھی دلمیں جا کر ئے

اب سلگنے لگی ہی چھاتی بھی
یعنے مدت پرے جلا کر ئے

چشم و دل جان مایل خوباں
بدی یاروں کی کیا کیا کر ئے

دیکھیں کب تک رہے ہی یہہ صحبت
گالیاں کھائے دعا کر ئے

کچھ کہیں تو کہے ہی یہہ نہ کہو کیونکر اظہار مدعا کرئے
اتفاق انکا مار ڈالے ہی ناز و انداز کو جدا کرئے
عید ہی کا شکے رہے ہر روز صبح اسکے گلے لگا کرئے
راہ تکنے کو بھی نہایت ہی منتظر کب تلک رہا کرئے
ہستی موہوم و یک سر و گردن سیکڑوں کپڑ نکہ حق ادا کرئے
وہ نہیں سرگذشت سنتا میر یون کہانی سی کیا کہا کرئے
مترتب ہو نفع جو کچھ بھی دلکی بیماری کی دوا کرئے

سو تو ہر روز ہی بتر احوال
متحیر ہیں آہ کیا کرئے

دو چار روز آگے چھاتی گئی تھی کوٹی ہجران کا غم تھا تہ میں سختی سے جان ٹوٹی
کلیاں جھڑی ہیں کچی بکھرے ہیں پھول سارے پائیز نے چمن میں کیا کیا بہار لوٹی

سیر چمن کی کچھ تو جیسے ہوس نکلتی
موسم میں گل کے بلبل افسوس ہی نہ چھوٹی

کب وعدے کی رات نہ آئی جو اسمین نہ لڑائی ہوئی
آخر اُس اوباش نے مارا کب رہتی ہی آئی ہوئی
چاہت میں اس بے الفت کی گھبراہٹ دل ہی کو نہیں
سارے حواسون ہی میں تشتت جان بھی ہی گھبرائی ہوئی

گرچہ نظر ہی پشت پا پر لیکن قہر قیامت ہی گڑ جاتی ہی دلمین ہمارے آنکھ اسکی شرمائی ہوئی
جنگل جنگل شوق کے مارے ناقہ سوار پھراکی ہی مجنون جو صحرائی ہوا تو لیلی بھی سودائی ہوئی

چتون کے انداز سے ظالم ترک مروت پیدا ہی
اہل نظر سے چھپتی نہیں ہی آنکھ کسو کی چھپائی ہوئی

دود دل سوزاں محبت محو جو ہو تو عرش نہ ہو دور سمجھے گی یہ اپنے جا کر عشق کی آگ لگائی ہوئی

میر کا حال نہ پوچھو کچھ تم کہنہ رباط سے پیری میں
رقص کناں بازار میں آئے عالم میں رسوائی ہوئی

کیا کہئے اپنے عہد میں جتنے امیر تھے ٹکڑے پہ جان دیتے تھے سارے فقیر تھے
دل میں گرہ ہو بس رہی پرواز باغ کی موسم گلو نکا جب نہیں تھا ہم اسیر تھے
ہر نائی ہی میں تم سے شرارت نہیں ہوئی لڑکے سے بھی تھے تم تو قیامت شریر تھے
آرایش بدن نہ ہوئی فقر میں بھی کم جا گہہ اُتو کی جامے پہ نقش حصیر تھے

آنکھوں میں ہم کسو کی نہ آئے جہان میں
از بسکہ میر عشق سے خشک و حقیر تھے

جو کوئی خستہ جگر عشق کا آزاری ہی جی چکا وہ کہ یہہ بیطرح کی بیماری ہی
کارواں گاہ جہاں میں نہیں رہتا کوئی جسکے ہاں دیکھئے ہیں چلنے کی طیاری ہی
چیز وناچیز کا آگاہ کور ہتا ہی لحاظ سارے عالم میں حقیقت تو وہی ساری ہی
آئینہ روبرو رکھنے کو بھی اب جائے نہیں صورتوں سے اُسے ہم لوگوں کی بیزاری ہی
مر گئے عشق میں نازک بدنوں کے آخر جان کا دینا محبت کی گنہگاری ہی
پاکیں وے اسکی پھریں جیمیں کہی جاتی ہیں آنکھ وہ دیکھے کوئی شوخی میں کیا پیاری ہی
بیقراری میں نہ دل بر سے اُٹھا ہرگز ہا تھہ عشق کرنے کی تئیں شرط جگرداری ہی
وائے وہ طائر بے بال ہوس ناک جسے شوق گلگشت گلستان میں گرفتاری ہی
جرم بے حرم کھینچی رہتی ہی جسکی شمشیر اس ستمگار جفاجو سے ہمیں یاری ہی
آنکھہ مستی میں کسو پر نہیں پرتی اُسکی یہہ بھی اس سادہ و پرکار کی ہشیاری ہی

واں سے جز ناز و تبختر نہیں کچھہ یاں سے میر
عجز ہی دوستی ہی عشق ہی غمخواری ہی

درد و غم سے دل کہو فرصت نپائے — بہہ صعوبت کب تلک کوئی اٹھائے
طفل تہ بازار کا عاشق ہون میں — دل فروشی کوئی مجھ سے سیکھہ جائے
زار رونا چشم کا کب دیکھتے — دیکھے ہیں لیکن خدا جو کچھہ دکھائے
کب تلک چاک قفس سے جھانکئے — برگ گل یاں بھی صبا کوئی تو لائے
کب تلک تلاش وصت غیب — تا کمر پیچ اسکا اپنے ہاتھہ آئے
اسکی اپنی نبتی ہی ہرگز نہیں — بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے
جو لکھی قسمت میں ذلت ہو سو ہو — خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے
داغ ہی مرغ چمن پائیز سے — دل نہو جلتا جو اسکا گل نہ کھائے
زخم سینہ میرا اسکے ہاتھہ کا — ہو کوئی رنجور تو اسکو رجھائے

میرا اکثر عمر کے افسوس میں
زیر لب بالائے لب ہی ہائے والے

نبوشتہ نامہ آیا یہہ کچھہ ہمیں لکھا ہی — اس سادہ رو کے جیمیں کیا جانئے کہ کیا ہی
کافر کا بھی رویہ ہوتا نہیں ہی ایسا — تھہو کر لگا کے چلنا کس دین میں روا ہی
دنیا میں دیر رہنا ہوتا نہیں کسیکا — یہہ تو سرائے فانی اک کاروان سرا ہی
بندے کا دل بجا ہی جاتا ہوں شاد ہر جا — جب سے سنا ہی میں نے کیا غم ہی جو خدا ہی
پائے ثبات کسکا تھہرا ہی اسکے دیکھے — ہی ناز اک قیامت انداز اک بلا ہی
ہر جا بدن میں اسکی افراط سے ہی دلکش — میں کیا دل ملک بھی اسکے اگر بجا ہی
ہوتا تو ایکدم ہی عاشق مرے ہی ہر دم — وہ جانتا ہی جسکو پاس دل و فا ہی
خط اسکو لکھہ کے غم سے سوختہ دہواہوں یعنے — قاصد کے بدلے یاں سے جی ہی میرا چلا ہی
شوخی سے اسکی درہم برہم جہاں ہی سارا — ہنگامہ قیامت انکی کوئی ادا ہی
عمر عزیز گذری مفت سے برائی کرتے — اب کر چلو بھلا کچھہ شاید یہی بھلا ہی

جو ہی سو میرا سکو میرا خدا کہے ہی
کیا خاص نسبت اس سے ہر فرد کو جدا ہی

دل پہلو میں ناتوان بہت ہی — بیمار مرا گران بہت ہی
ہر ان شکیب میں کمی ہی — بیتابی زمان زمان بہت ہی
مقصود کو دیکھیں پہنچے کب تک — گردش میں تو آسمان بہت ہی
جیکو نہیں لاگ لامکاں سے — ہمکو کوئی دل مکان بہت ہی
گو خاک سے گور ہووے یکساں — گم گشتے کا یہہ نشان بہت ہی
جان بخشی غیر ہی کیا کرے — مجھکو یہی نیم جان بہت ہی

اکثر پوچھے ہی جیتے ہیں میر
اب تو کچھ مہربان بہت ہی

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہیں ہم تمہارے — موقوف رحم پر ہیں دشوار کام سارے
ہو مانعت کہ ہم بھی جیتو نہیں آویں چندے — یہہ عشق بے محابا تا چند جان مارے
آشوب بحر ہستی کیا جانئے ہی کب سے — موج و حباب اُٹھکر لگ جاتے ہیں کنارے
کوئی تو تمہا طرف پر آواز دی نہ ہم کو — ہم بیقرار ہو کر چاروں طرف پکارے
بیطاقتی سے کیونکر سر مارتے رہے نہ — صبر و قرار دونوں یکبارگی سدھارے
کوئی تو ماہپارہ اس بھی رواق میں ہی — چشمک کریں ہیں ہر شب اسکی طرف ستارے

دنیا میں میر آکر کھولا ہی بار ہمنے
اس رہگذر میں دیکھیں کیا پیش آوے یارے

عشق ہمارا اور پی جان ہی کیہنی خصومت کرتا ہی
چین نہیں دیتا ہی ظالم جب تک عاشق مرتا ہی
شاید لمبے بال اُس مہ کے بکھر گئے تھے باؤ چلے

دل تو پریشان تھا ہی میرا رات سے جی بھی بکھرتا ہی
صورت اسکی دیدۂ تر میں پھرتی ہی ہر روز و شب
ہی نہ اچنبھا یہہ بھی کہیں پانی میں نقش ابھرتا ہی
کیا دشوار گذر ہی طریق عشق مسافر کش یارو
جی سے اپنے گذر جاتا ہی جو اس راہ گذرتا ہی
حال کسو بے تہ کا یاں مانا ہی حباب دریا سے
ٹک جو ہوا دنیا کی لگی تو یہہ کم ظرف ابھرتا ہی
یاد خدا کو کر کے کہو ٹک پاس ہمارے ہو جاوے
صد سالہ غم دیکھے اس خوش چشم و رو کے بسرتا ہی
دامن دیدۂ تر کی وسعت دیکھے ہی بن آوے گی
ابر سیاہ و سفید ہو سو پانی انکا بھرتا ہی
دل کی لاگ نہیں چھپتی ہی کوئی چھپاوے بہتیرا
زردئی عشق سے بے الفت بے رنگ کسو کا نکھرتا ہی
کھینچ کے تیغہ ہر دم پنا کیا لوگونکو ڈراتے ہو میر جگر دار آدمی ہی وہ کب مرنے سے رتا ہی

نالہ جب گرم کار ہوتا ہی دل کلیجے کے پار ہوتا ہی
مار رہتا ہی اسکو آخر کار عشق کو جسے پیار ہوتا ہی
شب مزے در کنار عالم کے یار جب ہم کنار ہوتا ہی
دامگہ کا ہی اسکے عالم اور ایک عالم شکار ہوتا ہی
بیقراری ہو کیوں نہ چاہت میں ہمدگر کچھ قرار ہوتا ہی
جبر ہی قہر ہی قیامت ہی دل جو بے اختیار ہوتا ہی

راہ تکنے ہی بیتابیاں ہیں آنکھیں — اسکا جب انتظار ہوتا ہی
شاخ گل لچکے ہی تو جانوں ہوں — جلوہ گر یونہیں یار ہوتا ہی
کسکو پوچھے ہی کوئی دنیا میں — دیر یاں اعتبار ہوتا ہی

آہ کس جاے بار لولا میر
یاں تو جینا بھی بار ہوتا ہی

سخت بیرحم آہ قاتل ہی — میری خونریزی ہی کا مایل ہی
دور مجنوں کا ہو گیا آخر — یاں جنوں کا ابھی اوایل ہی
نکلے اس راہ کسطرح وہ ماہ — نہ تو طالع نہ جذب کامل ہی
مثل صورت ہیں جلوہ کے حیراں — ہاے کیا شکل کیا شمایل ہی
ہاتھ رکھ لیوے تو کہے کہ بس اب — کیا جیے گا بہت یہہ گھایل ہی
حق میں اس بت کے بد کہیں کیونکر — وہ ہمارا خدا ے باطل ہی
سچ ہی راحت تو بعد مرنیکے — پر برا واقعہ یہہ ہایل ہی
تیغ اگر درمیاں رہے تو رہے — یار میرا جوان جاہل ہی
رو نہیں چشم تر سے اب رکھئے — سیل اسی در کا کب سے سایل ہی
حال ہم دوبتوں کا کیا جانے — جسکو دریا پہ سیر ساحل ہی

میر کب تک بحال مرگ جئیں
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہی

بیکساں عشق تھے ہم غم میں کھپ سارے گئے — باز خواہ خوں تھا مارے گئے مارے گئے
بار کل تک ناتوانوں کو تھا اس بزم میں — گرتے پڑتے ہم بھی عاجز آج واں ہارے گئے
چھاتی میری سرد آہوں سے ہوئی تھی سب کرخت — استخواں اب اسکے اشک گرم سے دھارے گئے
سخت جاگے ہی نہ تک جو ہو خبر گھر میں اسے — صبح تک ہم رات دیواروں سے سر مارے گئے

مر قیس و کوہکن ناچار گذرے جان سے
دو جہان حسرت لئے ہمراہ بیچارے گئے

بے یار ہوں بیکس ہوں آگاہ نہیں کوئی
بیغم کرو خونریزی خونخواہ نہیں کوئی
کیا ننگ مخوف ہی اس ہستی کا رستا
تنہا پرا ہی جانا ہمراہ نہیں کوئی
موہوم ہی ہستی تو کیا معتبری اسکی
ہی گاہ اگر کوئی بیگاہ نہیں کوئی
فرہاد کو مجنوں کو موت آگئی ہی آگے
کسے کہوں درد دل اب آہ نہیں کوئی

میرا اپنی حاجت جو بندوں سے تو کرتا ہی
دنیا میں مگر تیرا اللہ نہیں کوئی

دیدۂ گریاں ہمارا نہر ہی
دل خرابہ جیسے دلی شہر ہی
آندھی آئی ہو گیا عالم سیاہ
شور نالوں کا بلائے دہر ہی
دل جو لگتا ہی تڑپنے ہر زماں
اک قیامت ہی غضب ہی قہر ہی
بہ نہیں ہوتا ہی زخم اسکا لگا
آب تیغ یار یکسر زہر ہی

یاد زلف یار جی مارے ہی میر
سانپ کے کاٹے کی سی بہہ لہر ہی

عشق بلا انگیز مفتن بہہ تو کوئی قیامت ہی
جسے پیار رکھے ہی کچھ بہہ اسکے سر پر شامت ہی
موسم گل میں تو بہ کی تھی واعظ کے میں کہنے سے
اب جو رنگ بہار کے دیکھے شرمندہ ہیں ندامت ہی
شیخ کی ادنی حرکت بھی میں خرق عادت جانو ہوں
مسجد سے میخانے آیا بہہ بھی اسکی کرامت ہی

ایکطرف میں عشق کیا تھا رسوائی بہہ کہانسے ہوئی
اب جو گھر سے نکل آتا ہوں چاروں طرف سے ملامت ہی
تو ہی کرا انصاف صبا تک باغوں باغوں پھرے ہی تو
روے گل اُسکا سا رو ہی سرو کا ایسا قامت ہی

صبح کو خورشید اُسکے گھر پر طالع ہو کر آتا ہی — دیکھ لیا جو اُنے کبھو تو اس سادہ کی شامت ہی

چھوڑو اس اوباش کا ملنا ورنہ سر کٹواؤ گے

چاہ رہو گے نہیتروں کو سر جو میر سلامت ہی

ای پریشاں ربط دیکھیں کب تلک یہہ دور ہی — ہر گلی کوچے میں تیرا اک دعاگو اور ہی

بال بال کھائے ہوئے پیچوں سے بگریکے کٹھے — طرز کیں جتونکی پائی سر میں شور جور ہی

ہمسے یہہ انداز اوباشانہ کرنا کیا ضرور — آنکھ ٹیڑھی خم ہی ابرو طور کچھ بیطور ہی

طبع درہم وضع برہم زخم غایر چشم تر — حال بد میں بیکسونکے کچھ تمھیں بھی غور ہی

کیا شکایت کرئیے اُس خورشید چہرہ یار کی — مہر وہ برسوں نہیں کرتا سم فی الفور ہی

وصل کی دولت گئی ہوں تنگ فقر ہجر میں — یا الٰہی فضل کر یہہ جور بعد الکور ہی

اُسکے دیوانے کے سر پر داغ سودا ہی جو میر

وہ مخبط عاشقوں کا اس سبب سر مور ہی

گردن کش زمانہ تو تیرا اسیر ہی — سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہی

چشمک کرے ہی میری طرف کو نگاہ کر — وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہی

تنکا سا ہو رہا ہی تن آگے ہی سوکھ کر — اب ننگ کیا فقیر جو سب میں حقیر ہی

چھڑ باندھ دے ہی رونے جو لگتا ہوں صبح کو — ہی چشم تر کہ غیرت ابر مطیر ہی

اک دو اجل رسیدہ جو صید آئے کب کھچا — پر پیچ جال گیسوؤں کا جرگہ گیر ہی

جوں جوں بڑھاپا آتا ہی جاتے ہیں اینٹھتے — کس مٹی کا نجانئے اپنا خمیر ہی

اس خوبصورتی سے نہ صورت نظر پڑی — صورت تلک تو سیر کی وہ بے نظیر ہی

پر جوہر اُسکی تیغ ہی نامہ برائی قتل — پیغام مرگ عاشقونکو اسکا تیر ہی

پوچھو اسی سے مضطرب الحال دلکی کچھ — وہ آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہی

جو طفل شوخ و شنگ و جوان بلند طبع — شایستۂ فلک ہی اگر چرخ پیر ہی

فریاد شب کی سنکے کہا بید ماغ ہو
دیکھو تو اس بلا کو یہہ شاید کہ میر ہی

ان بلاؤں سے کب رہائی ہی — عشق ہی فقر ہی جدائی ہی
دیکھئے رفتہ رفتہ کیا ہووے — ہم بھی جلنے کو ہیں کہ آئی ہی
استخوں کانپ کانپ جلتے ہیں — عشق نے آگ یہہ لگائی ہی
دل کو کھینچے ہی چشمک اعجم — آنکھ ہمنے کہاں لڑائی ہی
اس صنایع کا اس بدایع کا — کچھہ تعجب نہیں خدائی ہی
تو جذب رسا نہ بخت رسا — کیونکہ کہئے کہ واں رسائی ہی
ہی تصنع کہ اسکے لب ہیں لعل — سب نے اک بات یہہ بنائی ہی
کیا کہوں خشم عشق سے جو مجھے — کبھو جھنجھلاہٹ آہ آئی ہی
ایسا چہرے پہ ہی نہ ہونگا خراش — جیسے تلوار منہہ پہ کھائی ہی
میں نہ آتا تھا باغ میں اُس بن — مجھکو بلبل پکار لائی ہی
آئی اس جنگ جوگی گر شب وصل — شام سے صبح تک لڑائی ہی
اور کچھہ مشغلہ نہیں ہی ہمیں — گاہ و بیگہہ غزل سرائی ہی

تو رہ کر آئینہ خانا یہہ
کہ ہمیں صورت آشنائی ہی

گل و نسرین تک نسیم لائی ہی — بو کہ پھر کر بہار آئی ہی
عشق دریا ہی ایک لنگر دار — نہ کسو نے بھی اسکی پائی ہی
وہ نہ شرماوے کب تلک آخر — دوستی یاری آشنائی ہی
وے نہیں تو انھوں کا بھائی اور — عشق کرنے کی کیا منائی ہی
بیستون کوہکن نے کیا تو را — عشق کی زور آزمائی ہی

تمت

بھیڑ میں تاکتے ہیں اسکے ابرو ہلے چلے تلوار تو صفائی ہی
لڑکا عطار کا ہی کیا معجون ہمکو ترکیب اسکی بھائی ہی
کجروی یار کی نہیں جاتی یہی بیطور بے ادائی ہی
آنے کہتا ہی پھر نہیں آتا یہی بدعہدی بیوفائی ہی
کر چلو نیکی اب تو جس تس سے شاید اسی میں کچھ بھلائی ہی

ہر سخن میں میر سے ملے تو کہا
اسے پوچھو کہ یہہ کجائی ہی

یارب کوئی دیوانہ بے ڈھنگ سا آجاوے اغلاں و سلاسل تک اپنی بھی ہلا جاوے
خاموش رہیں کب تک زندان جہاں میں ہم ہنگامہ قیامت کا شور سے اٹھا جاوے
کب عشق کی وادی ہی سر کھینچنے کی جاگہہ ہو سیل بھلا سا تو منہہ موڑ چلا جاوے
عاشق میں ہی اور اسمیں نسبت سگ و آہو کی جوں جوں ہو رمیدہ وہ توں توں یہ لگا جاوے
افسوس کی جاگہہ ہی یاں یار پسین دم میں ہو روبرو آئینہ وہ منہہ کو چھپا جاوے
ان نوخطوں سے میری قسمت میں تو تھی خواری کسطرح لکھا میرا کوئی آکے مٹا جاوے
دیکھہ اسکو ٹھہر رہنا ثابت قدموں سے ہو اس راہ سے آوے تو ہم سے نرا جاوے
کہئے جہاں کرتا ہو تاثیر سخن کچھہ بھی وہ بات نہیں سنتا کیا اسے کہا جاوے
یہہ رنگ رہے دیکھیں تا چند کہ وہ گھر سے کھاتا ہو اپان آکر باتو نکو چبا جاوے
ہم دیر کے جنگل میں بھولے پھرے ہیں کب کے کعبے کو ہمیں رستا خضر آکے بتا جاوے
ہاتھوں گئی خوباں کی کچھہ شی نہیں پھرملتی کیونکر کوئی اب ان سے دل میر ادلا جاوے
یہہ ذہن و ذکا اسکا تائید اُدھر کی ہی تک ہو نہہ ہلے تو وہ تہ بات کی پا جاوے
یوں خط کی سیاہی ہی گرداس رخ روشنکے ہر چار طرف گلہے جوں بدر گھرا جاوے
کیا اسکی گلی میں ہی عاشق کسی رویت آلودہ خاک تو وے لوہو میں نہا جاوے

ہی حوصلہ تیرا ہی جو تنگ نہیں آتا
کسے یہہ ستم ورنہ ای میرسہا جاوے

ترے بندے ہم ہیں خدا جانتا ہی — خدا جانے تو ہمکو کیا جانتا ہی
نہیں عشق کا درد لذت سے خالی — جنھیں ذوق ہی وہ مزا جانتا ہی
ہمیشہ دل اپنا جو پیچا ہی اس بن — مرے قتل کو وہ بجا جانتا ہی
لہے زیر برقع گھ گیسوؤں میں — غرض خوب وہ منہہ چھپا جانتا ہی
مجھے جانے ہی آپ سا ہی فریبی — دغا کو بھی میری دغا جانتا ہی
جفا اسپہ کرتا ہی حد سے زیادہ — جنھیں یار اہل وفا جانتا ہی
لگا لے ہی جھکے دکھا کر اسی کو — جسے مغبچہ پارسا جانتا ہی
اُسنے جب نہ تب ہمتے بگڑا ہی پایا — یہی اچھے منہہ کو بنا جانتا ہی
بلا شور انگیز ہی چال اسکی — اِسی طرز کو خوشنما جانتا ہی
نہ گرمی جلاتی تھی ایسی نہ سردی — مجھے یار جیسا جلا جانتا ہی
یہی ہی سزا چاہنے کی ہمارے — ہمیں کشتہ خوں کی سزا جانتا ہی
مرے دلمیں رہتا ہی تو ہی تبھی تو — جو کچھہ دل کا ہی مدعا جانتا ہی
پری اسکے سایے کو بھی لگ سکے نہ — وہ اُس جنس کو کیا بلا جانتا ہی

جہاں میرعاشق ہوا خوار ہی تھا
یہہ سودا نئی کب دل لگا جانتا ہی

یہی عشق ہی جی کھپا جانتا ہی — کہ جاناں سے بھی جی ملا جانتا ہی
بدیمیں بھی کچھہ خوبی ہوویگی تب تو — برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہی
مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد سے — کسو اور ہی کا کیا جانتا ہی
زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے — وہی خوب طرز جفا جانتا ہی

نہیں جانتا حرف خط کیا ہیں لکھے لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہی
خجانے جو بیگانہ تو بات پوچھے سو مغرور کب آشنا جانتا ہی
نہیں اتحاد تن و جاں سے واقف
ہمیں یار سے جو جدا جانتا ہی

تمام شد دیوان پنجم میر تقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا نظر میں اسکی میں تو بھی نہ آیا
زمانے میں مرے شور جنوں نے قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا
بلا تھی کوفت کچھ سوز جگر سے ہمیں تو کوفت کوفت اُنے جلایا
تمامی عمر جسکی جستجو کی اُسے پاس اپنے یکدم بھی نہ پایا
نہ تھی بیگانگی معلوم اسکی نسمجھے ہم اُسی سے دل لگایا
فریب و مکر خضر آیا تھا لیکن ہمیں رستا نہ کعبے کا بتایا
حق صحبت نہ طیر و نکو رایا د کوئی دو پھول اسیروں تک نہ لایا
غرور حسن اسکا دس کیا ہی ہمارا عشق اُسے کہنے جتایا

عجب نقشہ ہی نقابش ازل نے کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا
علاقہ میر تھا خنجر سے اسکے
مذاق اپنا گلا ہمنے کٹایا

اپنے ہونے تو با عتاب رہا بید ماغی سے با خطاب رہا
ہو کے بے پردہ ملتفت بھی ہوا نا کسی سے ہمیں حجاب رہا
نہ اُٹھا لطف کچھ جوانی کا کم بہت موسم شباب رہا
کاروں ہائے صبح ہوتے گیا عیش ستمدیدہ محو خواب رہا
ہجر میں جی دہا گرے ہی رہے ضعف سے حال دل خراب رہا
گھر سے آئے گلی میں سو باری یار بن دیر اضطراب رہا
ہم سے سلجھے نہ اسکے الجھے بال جان کو اپنی پیچ و تاب رہا
پردہ میں کام یاں ہوا آخر واں سدا چہرے پر نقاب رہا
سوزش سینہ ساتھ اپنے گئی خاکمیں بھی ہمیں عذاب رہا
حیف ہی میر کی جناب سے میاں
ہمکو ان سے بھی اجتناب رہا

بیطاقتی نے دلکی گر فتار کر دیا اندوہ دور و عشق نے بیمار کر دیا
دروازے پر کھڑا ہوں کئی دن سے یار کے حیرت نے حسن کی مجھے دیوار کر دیا
سائے کو اسکے دیکھ کے وحشت بلا ہوئی دیوانہ مجھکو جیسے پریدار کر دیا
نسبت ہوئی گنا ہونکی ازبس مری طرف میسجرم انے مجھکو گنہ گار کر دیا
دن رات اسکو ڈھونڈھے ہی دل شوق نے مجھے نایاب کس گہر کا طلب گار کر دیا
دور اسے زار زار جو روتا ہوں میں لوگونکو میری زاری نے بیزار کر دیا
خوبی سے بخت بد کی اہے عشق سے مرے یاروں نے رفتہ رفتہ خبردار کر دیا

تمت

جسکے لگائی جی میں نہ اُسکے ہوس رہی — یعنے کہ ایک وار ہی میں پار کر دیا
پہلو میں دل نے لوٹ کے آتش سے شوق کی — پایان کار آنکھو نلو خونبار کر دیا

کیا جانوں عشق جانسے کیا چاہتا ہی میر
خونریز کا مجھے تو سزاوار کر دیا

موئے ہم جسکی خاطر بیوفا تھا — نجانا اُنے تو یوں بھی کہ کیا تھا
معالج کی نہیں تقصیر ہرگز — مرض ہی عاشقی کا لا دوا تھا
نہ خود سر کیونکہ ہوں ہم یار اپنا — خود آرا خودپسند و خود سا تھا
رکھا تھا منہہ کبھو اس کنج لب پر — ہمارے ذوق میں ابتک مزا تھا
نہ مئیو چاہنے والوں سے اپنے — نجانا تجھہ سے یہہ کنے کہا تھا
پریشان کر گئی فریاد بلبل — کسو سے دل ہمارا پھر لگا تھا
ملے برسوں وہی بیگانگی تھی — ہمارے زعم میں وہ آشنا تھا
نہ دیوانے تھے ہم سے قیس و فرہاد — ہمارا طور عشق انسے جدا تھا
بدن میں صبح سے تھی سن سناہٹ — انھیں سنّا ہٹونمیں جی جلا تھا
صنم خانے سے اُٹھہ کعبے گئے ہم — کوئی آخر ہمارا بھی خدا تھا
بدن میں اسکے ہی ہر جاے دلکش — جہاں اٹکا کسو کا دل بجا تھا
کوئی عنقا سے پوچھے نام تیرا — کہاں تھا جبکہ میں رسوا ہوا تھا

چڑھی تیوری چمن میں میر آیا
کلک خست آج شاید کچھہ خفا تھا

سوز دروں سے مجھہ پہ ستم برملا ہوا — ٹکڑا جگر کا آنکھونسے نکلا جلا ہوا
بدحال ہوکے چاہ میں مرنے کا لطف کیا — دل لگتے جو موا کوئی عاشق بھلا ہوا
نکلا کمانہ دام سے پر پیچ زلف کے — ای واے یہہ بلا زدہ دل مبتلا ہوا

کیا اور لکھئے کیفیتِ خجالت مجھے ہوئی — سر کو جھکائے آیا جو قاصد چلا ہوا
رہتا ہوں تر پھنسے سے تک ہاتھ کے تلے
کیا جانوں میر دل کو مرے کیا بلا ہوا

جمع اسکے نکلے عالم ہو گیا — جب تلک ہم جائیں اودھم ہو گیا
گو پریشاں ہو گئے گیسوے یار — حال ہی اپنا تو درہم ہو گیا
کیا کہوں کیا طرح بدلی یار نے — چاو تھا دل میں سو اب غم ہو گیا
کیا لکھوں مشکل ہوئی تحریر حال — خط کا کاغذ رونے سے نم ہو گیا
دم دئے بہتیرے یاروں نے ولے — خشک نی سا شیخ بیدم ہو گیا
کیوں نہ درہم برہم اپنا ہو مزاج — بات کہتے یار برہم ہو گیا
باغ جیسے راغ وحشتگاہ ہی — یاں سے شاید گل کا موسم ہو گیا
کیا زمانہ میر اس اوقات کی
جب کہ قد محراب سا خم ہو گیا

وہ دیکھنے ہمیں تک بیماری میں نہ آیا — سو بار آنکھ میں کو لیں بالیں سے جی اٹھایا
گلشن کے طایروں نے کیا بیسمر وتی کی — یک برگ گل قفس میں ہم تک نکوئی لایا
بے ہیچ اسکا غصہ یارو بالائے جاں ہی — ہرگز منانہ ہمسے بہتیرا ہی منایا
قد باند اگرچہ بے لطف بھی نہیں ہی — سرو چمن میں لیکن انداز وہ بنایا
انگڑائے خوبرویاں حسرت سے پیش و پس ہیں — ایندا پھرے ہی ہر سو جب اُس پہ کا سایا
نقشہ عجب ہی اُسکا نقاش نے ازل کے — مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا
شب کونشے میں باہم تھی گفتگوے درہم — اس مست نے جھکایا یعنے بہت چھکایا
وابستگی میں کھانا اُسکا نہ اس سے دیکھا — بخت نگوں کو ہمنے سو بار آزمایا
عاشق جہاں ہوا ہی بے ڈھنگیاں ہی کیں ہیں

اس میر نے خرونے کب آب سے دل لگایا

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیئے گا
پڑھیئے کسو کو سنیئے گا تو دیر تلک سر دھنیئے گا

سعی و تلاش بہت سی رہیگی اس انداز کے کہنے کی
صحبت میں عالم فضلا کی جا کر پڑھیئے گنیئے گا

دلکی نسلی جبکہ ہوگی گفت و شنود سنے لوگونکی
آگ پھنکے گی غم کی بدن میں اسمیں چلیئے بھنیئے گا

گرم اشعار میر درونہ داغوں سے بھر دینگے
زر دروش ہر میں پھر ہنیئے گا گلیو نمیں نے گل چنیئے گا

تھا اندوہ گرہ مدتسے دلمیں خوں ہو دروہوا
چاہ نے بدلے رنگ کئی اب جسم سرا سر زرد ہوا

وعدہ خلافی اس ظالم کی کہا کیئے میر بجاں غمیں
گرمی کرے وہ مجھ سے جب تک تب تک میں ہی سرد ہوا

گرد و غبار دشت و وادی گرد سے میرے یکسو ہیں
رونے کے آگے انکے تو دریا بھی میر اب گرد ہوا

میں رنج عشق کھینچے بہت ناتواں ہوا
مرنا تمام ہو نہ سکا نیم جاں ہوا

بستر سے اپنے اٹھ نہ سکا شب ہزار حیف
بیمار عشق چار ہی دن میں گراں ہوا

شاید کہ دل تڑپنے سے زخم درون پھٹا
خونناب میری آنکھوں سے منھ پر رواں ہوا

غیر از خدا کی ذات مرے گھر میں کچھ نہیں
یعنے کہ اب مکان مرا لامکاں ہوا

مستو نمیں اسکی کبھی تعیین سے ہی نشست
شیشہ ہوا نہ کیف کا پیر مغاں ہوا

سائے میں تاک کے مجھے رکھا اسیر کر
صیاد کے کرم سے قفس آشیاں ہوا

ہمسے ندیکھا اسکو سو نقصان جان کیا
تانے جو اک نگاہ کی اسکا زیاں ہوا

تک رکھ لے ناخنہ تن میں نہیں اور جائے زخم
بس میرے دلکا یار جی اب امتحاں ہوا

وے تو کہرے کہرے مرے گھر آکے پھر گئے
میں بے دیار و بیدل و بے خانماں ہوا

گردش نے آسماں کی عجایب کیا سلوک
پیر کبیر جب میں ہوا وہ جواں ہوا

مرغ چمن کی نالہ کشی کچھ خنک سی تھی
میں آگ دی چمن کو جو گرم فغاں ہوا

دو پھول لا کے پھینک دو میری گور پر یوں خاک میں ملا کے مجھے مہرباں ہوا
سر کھینچا دو دل نے جہاں تیرہ ہو گیا دم بھر میں صبح زیر فلک کیا سماں ہوا
کہتے ہیں میر سے کہیں او باش لڑ گئے
ہنگامہ انسے ایسا الٰہی کہاں ہوا

جب رفتنی کو عشق کا آزار ہو گیا دو چار دن میں برسوں کا بیمار ہو گیا
نسبت بہت گناہوں کی میری طرف ہوئی نا کردہ جرم میں تو لنہہ گار ہو گیا
حیرت زدہ میں عشق کے کا مو نکا یار کے دروازہ پر کھڑے کھڑے دیوار ہو گیا
پہلے فگار سینے کے اطراف درد سے کوچہ ہر اینک زخم کا بازار ہو گیا
بازار میں جہان کے ہی حسن کیا متاع سو جسنے جسنے دیکھی خریدار ہو گیا
دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا ندان جس بیوفا سے اپنے تئیں پیار ہو گیا
عاشق کو اسکی تیغ سے ہی لاگ کھینچی ہی بہر کشتنی بھی مرنیکو تیار ہو گیا
مرنے موا رہا نہوا تنگ ہی رہا پھندے میں عشق کے جو گرفتار ہو گیا
کیا جرم تھا کہو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت وخوں کا سزاوار ہو گیا

دشمن ہو جیکا کا ہک ہوتا ہی جسکو چاہا کہی دوستی کہ یار واک روگ میں یا ہا
جی ہی جہاں قیامت درد والم راواں بیمار عاشقی میں شب صبح تک کرا ہا
تازہ جھمک تھی شبکو تارو میں آسماں کے اس آسیا کو شاید پھر کر کنھوں نے را ہا
خمیازہ کش ہوں اسکی مدت سے اس ادا کا لگ کر گلے سے میرے انگڑائی لے جما ہا
جانا کہ منہہ کھلا ہی آتشکدے کا شاید سینے کے زخم سے جو سر کا ہی تک بھی پھا ہا
آنکھیں مری لگو ہیں بیجا نہیں لگیں ہیں دیکھا ہی اُنے جسنے اسکو مجھے سرا ہا
میں راہ عشق میں تو آگے ہی دو دلا تھا پر پیچ پیش آیا ان زلفوں کا درا ہا

کرنا وفا نہیں ہی آسان عاشقی میں — پتھر کیا جگر کو تب چاہ کو نباہا
کہتے تو تھے نہ دیکھو اُسے لگے سجاؤ — سمجھے نہ دیدہ و دل اب کیا کروں الٰہا
یا مرتضیٰ علی ہی تیرا گدائے در یہہ
کر حال میر پر بھی ٹک التفات شاہا

بلبل کا شور سن کے نہ مجھ سے رہا گیا — میں بید ماغ باغ سے اٹھ کر چلا گیا
لوگوں نے پائی راکھ کی ڈھیری مری جگہہ — اک شعلہ میرے دل سے اٹھا تھا چلا گیا
چہرے پہ بال بکھرے رہے سب شب وصال — یعنے کہ بیمروتی سے منہہ چھپا گیا
چلنا ہوا تو قافلۂ روزگار سے — میں جوں صدا جرس کی اکیلا جدا گیا
کیا بات رہ گئی ہی مری اشتیاق سے — رقعے کے لکھتے لکھتے ترسل لکھا گیا
سب زخم صدرا نے نمک بند خود کئے — صحبت جو بگڑی اپنے میں سارا مزا گیا
سارے حواس میرے پریشاں ہیں عشق میں — اس راہ میں یہہ قافلہ سارا لٹا گیا
بادل لرج گرج کے سناتا ہی یعنے یاں — نوبت سے اپنی ہر کوئی نوبت بجا گیا
دے محو ناز ہی رہے آئے نہ اسطرف — میں منتظر تو جی سے گیا انکا کیا گیا
دل دیکے جان میر نے پایان کار دی
یہہ سادہ لوح طرح نئی دل لگا گیا

میں ہوں خاک افتادہ جس آزار کا — عشق بھی اسکا ہی نام اک پیار کا
بیچتا سر کیوں نہ گلیوں میں پھروں — میں ہوں خواہان لطف تہ بازار کا
خون کر کے ٹک نہ دل انے لیا — کشتہ و مردہ ہوں اس اصرار کا
گھر سے وہ معمار کا جو اٹھ گیا — حال ابتر ہو گیا گھر بار کا
نقل اسکی بیوفائی کی ہی اصل — کب وفاداری ہی شیوہ یار کا
سر جو دے دے مارتے گھر میں پھرے — رنگ دیگر ہی در و دیوار کا

اک گدائے در ہی سیلاب بہار غم کشوں کے دیدۂ خونبار کا
لبراں دل جنس ہی گنجایشی اس میں کچھ نقصان نہیں سرکار کا
عشق کا مارا ہی کیا پنپے گا میر
حال ہی بدحال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہمسے بیزار ہوگا تو جینا ہمیں اپنا دشوار ہوگا
غم ہجر رکھیگا بیتاب دل کو ہمیں کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا
جو افراط الفت ہی ایسا تو عاشق کوئی دن میں برسوں کا بیمار ہوگا
اچٹتی ملاقات کب تک رہیگی کبھو تو تہ دل سے بھی یار ہوگا
تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نجانا کہ اس سنگدل سے ہمیں پیار ہوگا
لگا کرنے ہجران سختی سی سختی خدا جانے کیا آخر کار ہوگا
یہی ہوگا کیا ہوگا میر ہی نہونگے
جو تو ہوگا بے یار و غمخوار ہوگا

دیر بد عہد وہ جو یار آیا دور سے دیکھتے ہی پیار آیا
بیقرای نے مار رکھا ہمیں اب تو اسکے تئیں قرار آیا
گرد رہ اسکی آب اٹھو نہ اٹھو میری انکھوں ہی پر غبار آیا
اک خزاں میں نہ طیر بھی بولا میں چمن میں بہت پکار آیا
ہار کر میں تو کاٹتا تھا گلا وہ قماری گلے کا ہار آیا
طایر عمر کو نظر میں رکھ غیب سے ہاتھ یہہ شکار آیا
موسم آیا تو نخل دار میں میر
سر منصور ہی کا بار آیا

زمانہ ہجر کا آسان کیا بسر آیا ہزار مرتبہ منہہ تک مرے جگر آیا

رہی جو منتظر آنکھیں غبار لائیں ولے ۔ وہ انتظار کشوں کو نہ تک نظر آیا
ہزار طرح سے آوے گھڑی خدائی میں ۔ ملاپ جسے ہو ایسا نہ یک ہنر آیا
ملا جو عشق کے جنگل میں خضر میں نے کہا ۔ کہ خوف شیر ہی مخدوم یاں کدھر آیا
یہہ لہر آئی گئی روز کالے پانی تک ۔ محیط اس مرے رونیکو دیکھ تر آیا
نثار کیا کریں ہم خانماں خراب اسپر ۔ کہ گھر لٹا چکے جب یار اپنے گھر آیا
نروؤں کیونکہ علی لاتصال اس بن میں ۔ کہ جیکے رندھنے سے جوں ابر دل بھی بھر آیا

جوان مارین ہیں بے ڈھنگی ہی سے اُنے بہت ۔ ستم کی عشق کی پر خون اُسے نکرایا
لچک کمر کی جو یاد آئی اُسکی یہہ آوے
کہ پانی میر کے اشکو نکاتا کمر آیا

ہو کوئی اُس بیوفا دلدار سے کیا آشنا ۔ آشنا رہ برسوں جو یکدم میں ہونا آشنا
قدر جانو کچھ ہماری ورنہ پچتاؤ گے تم ۔ پھر نہیں ملنے کا تمکو کوئی ہمسا آشنا
باغ کو بے لالہ و گل دیکھ کہتے تھے طیور ۔ جھڑ گئے پت جھڑ میں ایکے ہاے کیا کیا آشنا
ابتو تو لڑکا نہیں عشق و ہوس میں کر تمیز ۔ آشنا سے فرق ہوتا ہی بہت تا آشنا
ملتے ملتے منہہ چھپانا بھی لطیفہ ہی نیا ۔ آشنائی یا نکرئے ہو جئے یا آشنا
تھا جنونکا لطف مجنوں سے سو دنیا سے گیا ۔ مغفرت ہو اسکو وحشی ہمسے بھی تھا آشنا
اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مت مفت کھو دیجو ہمیں ۔ پھر نہوگا تمکو ایسا کوئی پیدا آشنا
کیسا ہی پانی ہو اسکو پیری میں جاتا ہی پیر
تھا جوانی میں مگر تو میر دانا آشنا
گئے تھے سیر چمن کو اٹھکر گلو نمیں تک جی لگا نہ اپنا
تلاش جوش بہار میں کی نگار گلشن میں تھا نہ اپنا

ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزا بھی پاتے ملے تسے للن
پھریں جو مستی میں اسکی آنکھیں سو ہوش ہمکو رہا نہ اپنا
جہاں کا دریاے بیکراں تو سراب پایان کار نکلا
جو لوگ تہ سے کچھ آشنا تھے انھوں نے لب تر کیا نہ اپنا
نکالی سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہگئے ہم
دلوں میں کیا کیا ہمارے آیا کریں سو کیا بس چلا نہ اپنا
کہے بھی کوئی تو اسے جسمیں سخن کسو کا اثر کرے کچھ
بکا کئے ہم ہمیشہ مانا کسو دن انے کہا نہ اپنا
نہ ہوش ہمکو نہ صبر دلکو نہ شور سر میں نہ زور پا میں
جو روویں کس کسکو روویں اب ہم وفا میں کیا کیا کیا نہ اپنا
جہاں میں رہنے کو جی بہت تھا نکر سکے میر کچھ توقف
بنا تھی ناپایدار اسکی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

پڑا تھا شور جیسا ہر طرف اس لاوبالی کا
رہا ویسا ہی ہنگامہ مری بھی زار نالی کا
رہے بدحال صوفی حال کرتے دیر مجلس میں
مغنی سے سنا مصرع جو میرے شعر حالی کا
نظر بھر دیکھتا کوئی تو تم آنکھیں چھپا لیتے
سماں اب یاد ہوگا کب تمھیں وہ خورد سالی کا
چمک یاقوت کی چلتی ہی اتنی دور کاہیکو
اچنبھا ہی نظر بازونکو اُن ہونٹھونکی لالیکا
پھرے بستی میں رویت کچھ نہیں افلاس سے اپنی
الٰہی ہووے منہہ کالا شتاب اس دست خالیکا
دماغ اپنا تو اپنی فکر ہی میں ہو چکا یکسر
خیال اب کسکو ہی ای ہمنشیں نازک خیالی کا
ذلیل و خوار ہیں ہم آگے خوبانکے ہمیشہ سے
پریکھا کچھ نہیں ہی ہمکو انکی جھڑکی گالی کا
ڈروحونکو جو چسپاں اختلاطی تمسے ہو مجھکو
تشتت کیا ہی میرے دور کی اس دیکھا بھالی کا
نہ پہنچی جو دعاے میر واں تک تو عجب کیا ہی

علو مرتبہ ہی ہے بسکہ انس درگاہ عالی کا
دل جو ناگاہ بیقرار ہوا اسے کیا جانوں کیا قرار ہوا
شب کا پہنا جو دن تلک ہی ہار اسکے گلے کا ہار ہوا
گرد سر اسکے جو پھرا میں بہت رفتہ رفتہ مجھے وہ وار ہوا
بستر خواب ہے جو اسکے اٹھا گل تر ہو کہ سو کہ خار ہوا
مجھسے لینے لگے ہیں عبرت لوگ عاشقی میں یہہ اعتبار ہوا
روز و شب روتے کڑھتے گذرے ہی اب یہی اپنا روزگار ہوا
رووں کیا اپنی سادگی کو میر
میں نے جانا کہ مجھسے یار ہوا

جس سنمدیدہ کو اس عشق کا آزار ہوا ایک دو دن ہی میں وہ زار زبون زار ہوا
روز بازار میں عالم کے عجب شی ہی حسن بک گیا آپ ہی جو اسکا خریدار ہوا
دھوپ میں آگے کھڑا اسکے جلا کرتا ہوں چاہ کر اسکا میں تو گنہگار ہوا
ہوش کچھ جن کے سروں میں تھا شتابی چیتے حیف صد حیف کہ میں دیر خبردار ہوا
ہو بخود تو کسو کو ڈھونڈھ نہ نکالے کوئی وہی خود گم ہوا جو اسکا طلبگار ہوا
مرغ دل کی ہی رہائی سے مرا دل اب جمع پر شکن بالوں میں وہ اسکے گرفتار ہوا
پیار کبھی دیکھی جو چتون کسو کی میں جانا کہ یہہ اب سادہ و پرکار مرا یار ہوا
تکیہ اسپر جو کیا تھا سو گرا بستر پر بعد میں شوق کے افراط سے بیمار ہوا
کیونکہ سب عمر صعوبت میں کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا
آج اس خوش پرکار جوان مطلوب حسین نے لطف کیا

پیر فقیر اس بے دندان کو آنے دندان مرد و پا
انسو کی بوند آنکھوں سے دونوں ابتو نکلتی ایک نہیں
دلکے طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لوہو پیا
مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی بیصبری کی
ہاے دریغ افسوس کوئی دن اور نہ یہہ بیمار جیا
ہاتھہ رکھے رہتا ہوں دلپر برسوں گذرے ہجران میں
ایکدن آنے گلے سے ملکر ہاتھہ میں میرا دل نہ لیا

اب یار دوپہر کو کھڑا تک جو یاں رہا — حیرت سے آفتاب جہانگا تہاں رہا
جو قافلے گئے تھے انھوں کی اٹھی بھی گرد — کیا جانئے غبار ہمارا کہاں رہا
سوکھی پڑیں ہیں آنکھیں مری دیر سے جواب — سیلاب انہی رخنوں سے مدت رواں رہا
اعضا گداز عشق سے ایک ایک بہگئے — اب کیا رہا ہی مجھمیں جو میں نیم جاں رہا
منعم کا گھر تمادی ایام میں بنا — سو آپ ایک رات ہی واں میہماں رہا
اسکے فریب لطف پہ مت جا کہ ہمنشیں — وہ دیر میرے حال پہ بھی مہرباں رہا
اب در پہ اسکے گھر کے گرا ہوں وگرنہ میں — مدت خرابہ گرد ہی بیخانماں رہا
ہی جان تو جہان ہی مشہور ہی مثل — کیا ہی گئے پہ جان کے گو پھر جہاں رہا

ترک شراب خانہ ہی پیری میں ورنہ میر
ترسا بچوں ہی میں رہا جبتک جواں رہا

سخن مشتاق ہی عالم ہمارا — بہت عالم کریگا غم ہمارا
پڑھینگے شعر رو رو لوگ بیٹھے — رہیگا دیر تک ماتم ہمارا
نہیں ہی مرجمع آدم اگر خاک — گدھر جاتا ہی قد خم ہمارا

زمین و آسمان زیر و زبر ہی نہیں کم حشر سے اودھم ہمارا
کسو کے بال در ہم دیکھتے میر
ہوا ہی کام دل برہم ہمارا

ہی عشق میں جو حال بتر تو ہی کیا عجب
مر جاے کوئی خستہ جگر تو ہی کیا عجب

لیجا کے نامے کتنے کبوتر ہوئے ہیں ذبح
اڑتی سے ہمکو آوے خبر تو ہی کیا عجب

شبہاے تار و تیرہ زمانے میں دن ہوئیں
شب ہجر کی بھی ہووے سحر تو ہی کیا عجب

جیسے ہی رخنہ رخنہ یہ چرخ اسپر سب
اس آہ کا ہوا سے ہیں اثر تو ہی کیا عجب

جاتی ہی چشم شوخ کسو کی ہزار جا
آوے ادھر بھی اُسکی نظر تو ہی کیا عجب

لغزش ملک سے ہووے لچک اس کمر کی دیکھ
عاشق سے جو بندھے نہ کمر تو ہی کیا عجب

ترک وطن کیا ہی عزیزون نے چاہ میں
کر جاے کوئی رفتہ سفر تو ہی کیا عجب

برسوں سے ہاتھ مارتے ہیں سر پہ اس بغیر
ہووے بھی ہم سے دست بسر تو ہی کیا عجب

معلوم سود مندئی عشاق عشق میں
پہنچے ہی اُسے ہمکو ضرر تو ہی کیا عجب

گھر بار میں لٹا کے گیا گھر سے بھی نکل
اب آوے وہ کہو مرے گھر تو ہی کیا عجب

ملتی نہیں ہی انکھ اس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لیکے جاوے ٹھکر تو ہی کیا عجب

آیا ہی شیب سر پہ گیا ہی شباب اب
کرنا جو کچھ ہو تمکو سو کر لو شتاب اب

بگڑا بنا ہون عشق سے سو بار عاقبت
پایا قرار یہہ کہ رہون میں خراب اب

خونریزی عاشقون کی ہی ظالم اگر ثواب
تو تو ہوا ہی تجکو بہت سا ثواب اب

بھڑکی درون میں آتش سوزندہ عشق کی
دل رہگیا ہی پہلو میں ہو کر کباب اب

ہون اس بہشتی رو سے جدا میں جحیم میں
رہتا ہی میری خاک کو ہر دم عذاب اب

قاصد جو آیا چپ ہی نشان خط کا کچھ نہیں
دیکھیں جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب

کیا رنج و غم کو آگے ترے میں کروں شمار — یاں خود حسابی میری تو ہی بیحساب اب
جھپکی ہیں آنکھیں اور جھکی آتی ہیں بہت — نزدیک شاید آیا ہی ہنگام خواب اب
آرام کر لے میری کہانی بھی ہو چکی — کرنے لگو گے ورنہ عتاب و خطاب اب

جانا سبھوں نے یہہ کہ تو معشوق میر ہی
خلع العذار سے نہ گیا ہی حجاب اب

منہہ دھوتے اسکے آتا تو ہی اکثر آفتاب — کھاویگا آفتاب کوئی خود سر آفتاب
سر صدقے تیرے ہونے کی خاطر بہت ہی گرم — مارا کرے ہی شام و سحر چکر آفتاب
ہر خانہ کیوں نہ صبح جہاں میں ہو پر فروغ — پھرتا ہی جھانکتا اسی کو گھر گھر آفتاب
تجرید کا فراغ ہی یک دولت عظیم — بھاگے ہی اپنے سائے سے بھی خوشتر آفتاب
نازک مزاج ہی تو کہیں گھر سے مت نکل — ہوتا ہی دو پہر کتئیں سر پر آفتاب
پیدا ہی روز مشرق نو کی نمود سی — نکلے ہی کوے یار سے بچ بچکر آفتاب
ہو پست اسکے نور کا زیر زمیں گیا — ہر چند سب ستاروں سے تھا برتر آفتاب
اس رخ کی روشنی میں نہ معلوم کچھ ہوا — مہ گم کدھر ہوا ہی گیا کیدھر آفتاب
کس زور کش کی قوس قزح ہی کمان تاک — جسکی اٹھا سکا نہ کبھو سیسر آفتاب

روشن ہی یہہ کہ خوف ہی اس عصہ ور کا میر
نکلے ہی صبح کانپتا جو تھر تھر آفتاب

آئینہ سا جو کوئی یاں آشنا صورت ہی اب — بیمروت اس زمانے میں ہمہ حیرت اب
کیا کوئی یاری کسو سے کر کے ہووے شاد کام — دوستی ہی دشمنی الفت نہیں کلفت ہی اب
چاہتا ہی درد دل کرنا کسو سے دل دماغ — سو دماغ اپنا ضعیف و قلب بیطاقت ہی اب
کیونکہ دنیا دنیا رسوائی مری موقوف ہو — عالم عالم مجھ پہ اسکے عشق کی تہمت ہی اب

اشک نومیدانہ پھرتے ہیں مری آنکھوں کے بیچ
تک

میر یہہ دے ہی دکھائی جانکی رخصت ہی اب

مارے ہی ڈالے ہی جسکا زندگی میں اضطراب
سا تھہ میرے دل گرا تو آچکا مرنے کا خواب

تک تھہرتا بھی تو کہتے تھا کسو بجلی کی تاب
یا کہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب

کی نماز صبح کو کھو کر نماز اشراق کی
ہو گیا مجھ پر ستم اچنتا تہ تک مستی میں خواب

دیکھنا منہہ یار کا اس وجہہ سے ہوتا نہیں
یا الٰہی دے زمانے سے اُتھا رسم نقاب

ضعف ہی اسکے مرض اور اسکے غم سے الغرض
دل بدن میں آدمی کے اینک ہی خانہ خراب

میار میں ہم میں پڑا پردا جو ہی ہستی ہی یہہ
بیچ سے اتھہ جائے تو ہووے ابھی رفع حجاب

صورت دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
پر کبھو صحبت میں اسکی ہم ہوئے نہ بار یاب

میں سے توبہ کر تے ہی معقول اگر ہم جانتے
ہم پہ شیخ شہر برسوں سے کرتے ہی احتساب

جمع تھے خوباں بہت لیکن پسند اُسکو کیا
کیا غلط میں نے کیا اے میر وقت انتخاب

اس مغنی زادے سے نتھی ہر بات کی تکرار خوب
بد زبانی بھی کی اُس نے تو کہا بسیار خوب

لگ نہیں پرتے ہیں لیکر ہاتھہ میں شمشیر تیز
یکسکوں کے قتل میں اتنا نہیں اصرار خوب

آخر اس خوباں نے عاشق جان کر مارا مجھے
چاہ کا اپنی نکرنا اُسے تھا اظہار خوب

آج کل سے مجھکو بیتابی و بد حالی ہی کیا
مجھہ مریض عشق کے کب سے نہ تھے آثار خوب

کیا کریمی اُسکی کہیئے جنت دربستہ دی
ورنہ مفلس غمزدوں کے کچھہ نہ تھے کردار خوب

مخترع جور و ستم میں بھی وہ نوجوان
ظلم تب کرتا ہی جب ہو کوئی منت دار خوب

دہر میں پستی بلندی برسوں تک دیکھی ہی میں
جب اتنا پامالی سے میں تب ہوا ہموار خوب

کہا کسو سے آشنائی کی رکھے کوئی امید
کم پہنچتا ہی بہم دنیا میں یار و یار خوب

کہتے تھے افعی کے سے اے میر مت کھا پیچ و تاب
آخر اس کوچے میں جا کھائی نہ تو نے مار خوب

جو کوئی اُس بیوفا سے دل لگاتا ہی بہت — وہ ستمگر اس ستمکش کو ستاتا ہی بہت
اسکے سونے سے بدن سے کسقدر چسپاں ہی ہے — جامہ کبریتی کسو کا جی جلاتا ہی بہت
کیا بس از چندے مری آوارگی منظور ہی — مو پریشان اب جو شب مجھ پاس آتا ہی بہت
چاہ میں بھی بیشتر جانے سے کم ہوتا ہی وقر — اسلئے جاتا ہوں جب تب وہ بلاتا ہی بہت
گرچہ کم جاتا ہوں پر دل پر نہیں کچھ اختیار — وہ کبھی سے سیدھیاں مجکو سناتا ہی بہت
بھول جاویگا سخن پردازی اسکے سامنے — شاعری سے جو کوئی باتیں بناتا ہی بہت
بامزہ معشوق کیا کم ہیں پر اسکو کیا کروں — ناز و انداز اسی کا جو مجھکو بھاتا ہی بہت
وہ نہیں ہجراں میں اس بن خواب خوش آوے مجھے — اب خیال اسکی طرف ہر لحظہ جاتا ہی بہت

کیا کروں کہیے لگا ایدھر نہ آنے پاوے وہ
بد کہیں ہنگامہ آرا میر آتا ہی بہت

منہ پہ رکھتا ہی وہ نقاب بہت — ہمسے کرتا ہی اب حجاب بہت
چشمک گل کا لطف بھی نہ اُٹھا — کم رہا موسم شباب بہت
دیر بھی کچھ لگی نہ مرتے ہمیں — عمر جانی یہی شتاب بہت
ڈھونڈتے اسکو کوچے کوچے پھرے — ملنے ہمکو کیا خراب بہت
چلنا اپنا قریب ہی شاید — جاں کرے ہی اب اضطراب بہت
توبہ مے سے بہار میں نہ کروں — گو کرے شیخ احتساب بہت
اس غصیلے سے کیا کسو کی نبھے — مہربانی ہی کم عتاب بہت
کشتن مردماں اگر ہی ثواب — تو ہوا ہی اسے ثواب بہت

دیر تک کعبے میں تھے شب بیہوش
پی گئے میر جی شراب بہت

کیا کہیں ہی حال دل درہم بہت — کرتے ہیں دن رات اس پر ہم بہت

رہتا ہی ہجر انمیں غم غصے شے کام — اور روے بھی سنکے ہیں برہم بہت
اضطراب اسکا نہیں ہوتا ہی کم — ہاتھ بھی رکھتے ہیں دلپر ہم بہت
اس گلی سے جی اچٹتا تک نہیں — دل جگر کرتے ہیں پتھر ہم بہت

میر کی بد حالی شب مذکور تھی
کہہ گئے یہہ حال سنکر ہم بہت

باہر چلنے میں آبا دیسے کرنہ تغافل یار بہت — وحشی وحش وطیر آئے ہیں ہونے تیرے شکار بہت
دعوی عاشق بیچارہ کا کون سنے گا محشر میں — خیال ملا یک واں بھی ہونگے اسکے خاطردار بہت
خشکی لب کی زردی رخکی نمناکی دو آنکھونکی — جو دیکھے ہی کہے ہی انکے کھچا ہی آزار بہت
جسم کی حالت جبکی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب — کہنے لگا جانبر کیا ہوگا یہہ تو ہی بیمار بہت
چار طرف ابرو کے اشارے اس ظالم کے زمانے میں — ٹھہرے کیا عاشق بیکس یاں چلتی ہی تلوار بہت
پیش گئے نہ کچھہ چلا بہت میں کافر مسلم دونوں کی — بیکسوں سمجھے پھینکے گئے اور توتے ہیں زنار بہت
جیکے لگاو کہے سے ہمنے جی ہی جاتے دیکھتے تھے — اسپہ نجانا آہ برا ہی الفت کار آزار بہت
کسکو دماغ سیر چمن ہی کیا ہجراں میں واشد ہو — کم گلزار میں اس بن جاکر آتا ہوں بیزار بہت

میر دعا کر حق میں میرے تو بھی فقیر ہی مدت سے
اب جو کبھو دیکھو یوں اسکو تو مجکو نہ آوے پیار بہت

لطف جیسے ہیں اسکی چاہ کے بیچ — رنج ویسے ہی ہیں نباہ کے بیچ
ذوق صید اسکو تھا تو خیال ملک — دھوم رکھتے تھے دام گاہ کے بیچ
کب مزا ہی نماز صبح میں وہ — جو صبو حی کے ہی گناہ کے بیچ
اس غصیلے کی سرخ آنکھیں دیکھہ — اُتھے اشوب خانقاہ کے بیچ
جان و دل دونوں کر گئے تھے غش — دیکھہ اس رشک مہ کو راہ کے بیچ
اسکی چشم سیہ ہی وہ جسنے — کتنے جی مارے اک نگاہ کے بیچ

سانجھ ہی رہتی پھر اگر ہوتا کچھ اثر نالۂ پگاہ کے بیچ
کنار ہیں جو رسے بتونکے ہم رکھ لے اپنی خدا پناہ کے بیچ
منہہ کے دو چھانیونسے مت شرما جھائیں ہوتی ہی روے ماہ کے بیچ

میر بیمار ہی کہ فرق نہیں
متصل اسکے آہ آہ کے بیچ

وامق و فرہاد و مجنوں کون ہی یاروں کے بیچ جو کہوں میں کوئی ہی میرے بھی غمخوارونکے بیچ
جمع خوباں میں مرا محبوب اس مانند ہی جوں مہ تابندہ آتا ہی کبھو تاروں کے بیچ
جو جفا عاشق پہ ہی سو اور لوگوں پر نہیں اسے پیدا ہی کہ میں ہی ہوں گنہگاروں کے بیچ
مرگئے بہتیرے صاحبدل ہوس کسکو ہوئی ایسے مرنے جینے کے ان عشق کے ماروں کے بیچ
رونا کڑھنا عشق میں دیکھا مرا جنے کہا کیا جیئے گا یہہ ستمدیدہ ان آزاروں کے بیچ
منتظر برسوں رہے افسوس آخر مرگئے دیدنی تھے لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ
خاک تربت کیوں نہ اپنی دلبرانہ اٹھہ چلے ہم بھی تھے اس نازنیں کے نازبرداروں کے بیچ
صاف میدان لامکاں ہو تو میرا دل کھلے تنگ ہوں معمورۂ دنیا کی دیوارونکے بیچ

باغمیں تھے شب کل مہتاب میرے آس پاس
یار بن یعنے رہا میں میرا نگاروں کے بیچ

دل یہی ہی جسکو دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ کاش یہہ آفت نہوتی قالب آدم کے بیچ
چھاتی کٹتی سنگ ہی سی دلکے جانے میں نہیں نعل سینوں پر جڑے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ
نقشہ اسکا مردم دیدہ میں میرے نقش ہی یعنے صورت اسہی کی پھرتی ہی چشم نم کے بیچ
شادوے جواب جوان تازہ ہوئے ہیں شہر میں دلزدہ ہم شیب میں رہتے ہیں اپنے غم کے بیچ
دل نہ ایسا کر کہ پشت چشم وہ نازک کرے سو بلائیں ہیں یہاں اُن ابروؤں کے خم کے بیچ
حد سے افزوں اُس گلی میں شور ہی عشاق کا کون سنتا ہی کسو کی بات اُس اودھم کے بیچ

تال

رونق آبادئی ملک سخن ہی اس تلک
ہوں ہزاروں دم الٰہی میر کے اقدم کے بیچ

دل کی آفت ہی آئی جانوں پر — پھنسا نہ رہا زبانوں پر
عشق میں ہوش و صبر سنتے تھے — رکھ گئے ہاتھ سو تو کانوں پر
گرچہ انسان ہیں زمینی و لے — ہیں دماغ انکے آسمانوں پر
شہر کے شوخ سادہ رو لڑکے — ظلم کرتے ہیں کیا جوانوں پر
عرش و دل دونوں کا ہی پایہ بلند — میر رہتی ہی ان مکانوں پر
جیسی بازار میں ہی تجھ سے متاع — بھیڑ ہی رہتی ہی دکانوں پر
لوگ سر دیتے جاتے ہیں کیسے — یار کے پاؤں کے نشانوں پر
کجی اوباش کی ہی وہ در بند — ڈالے پھرتا ہی بند شانوں پر
کوئی بولا نہ قتل میں میرے — مہر کی تھی مگر دہانوں پر
یاد میں اسکے ساق سیمیں کی — دے دے مارون ہون ہاتھ رانوں پر
تھی زمانے میں خرجی جنکی زپی — تھا نسا کرتے ہیں اُن کو آنوں پر
غم و غصہ ہی حصے میں میرے — اب معیشت ہی انہی کھانوں پر

قصہ دنیا میں میر بہت سنئے
نہ کہو گوش ان فسانوں پر

آئے ہو گھر سے اُٹھکر میرے مکانکے اوپر — کی تمنے مہر بانی بے خانمان کے اوپر
پھولونسے اُٹھہ نگاہیں مکھڑے پہ اسکے ٹھہریں — وہ کافر وش کا جو آیا دکانکے اوپر
برسات ایکے ساری خوف و خطر میں گذری — چشمک زناں رہی ہی برق آشیانکے اوپر
رخسار سا کھوکے کا ہیکو ہی فروزاں — ہر چند ماہ تاباں ہی اس سمان کے اوپر
بے سدھ پڑا رہون ہون بستر پہ رات دنمیں — کیا آفت آگئی ہی اس نیم جان کے اوپر

عشق و ہوس میں کچھ تو آخر تمیز ہو گی — آئی طبیعت اسکی گرا امتحان کے اوپر
الفت کی کافتوں میں معلوم بھی ہوئی نہ — تھا اعتماد کلی تاب و توان کے اوپر
محو دعا تھا اکثر غیرت سے لیک گاہے — آیا نہ نام اسکا میری زبان کے اوپر
وہ جان و دل کی خواہش آیا نہیں جہاں میں — آئی ہی اک قیامت اہل جہان کے اوپر
کیا لوگ ہیں محبان سودائے عاشقی میں — اغماض کرتے ہیں سب چیکے زبان کے اوپر
حیرت سے اسکے روکی چپ لگ گئی ہی ایسی — گویا کہ مہر کی ہی میرے دہان کے اوپر

جو راہ دوستی میں ای میر مر گئے ہیں
سر دینگے لوگ ان کے پا کے نشانکے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر — کی بات اُنے کوئی سو کیا چبا چبا کر
شاید کہ منہہ پھرا ہی بندوں سے کچھ خدا کا — نکلے ہی کام اپنا کوئی خدا خدا کر
کان اُسطرف نر کھے اس حرف ناشنو نے — کہتے رہے بہت ہم اسکو سنا سنا کر
کہتے تھے ہم کسو کو دیکھا کرو نہ اتنا — دل خوں کیا نہ اپنا آنکھیں لڑا لڑا کر
آگے ہی مر رہے ہیں ہم عشق میں بتانکے — تلوار کھینچتے ہو ہم کو دکھا دکھا کر
وہ بیوفا نہ آیا بالیں پہ وقت رفتن — سو بار ہمنے دیکھا سر کو اُٹھا اٹھا کر
جلتے تھے ہولے ہولے ہم یوں تو عاشقی میں — پر اُنے جی ہی مارا آگے جلا جلا کر
سوتے نہ لگ چل اسے ای باد تو نے ظالم — جھنجھیر و نکو سالایا اسکو جگا جگا کر
مدت ہوئی ہمیں ہی وانسے جواب مطلق — دفتر کئے روانہ لکھہ لکھہ لکھا لکھا کر

کیا دور میر منزل مقصود کی ہی اپنے
اب تھک گئے ہیں اودھر قاصد چلا چلا کر

آیا ہی ابر قبلہ چلا خانقاہ پر — صوفی ہوا کو دیکھہ کے کاش آوے راہ پر
وہ آنکھہ اٹھا کے شرم سے کب دیکھے ہی ولے — ہوتے ہیں خون یکجی بھی اسکی نگاہ پر

بالفرض چاہتا ہی گنہ ایک میری جان — واجب ہی خون کرنا کہاں اس گناہ پر

کیا بحث میرے وقر سے ہیں ہوں فقیر محض — ہی اس گلی میں حرف سخن عز شاہ پر

نہ سے سخن کی لوگ نہ تھے آشنا عبث — جا گہہ سے تم گئے انہونکی واہ واہ پر

در چشم شور چرخ سے گان پھول یکطرف — آنکہہ اس دنی کی دوڑے ہی اک برگ کاہ پر

دیکھی ہی جنے یار کے رخسار کی جھمک — اسکی نظر گئی نہ شب مہ میں ماہ پر

ہم جان بلب پستگو نکی سدھ لیجیو شتاب — موقوف اپنا جانا ہی اب ایک آہ پر

کہتے تو ہیں کہ ہم بھی تمہیں چاہتے ہیں میر
پر اعتماد کسکو ہی خوبان کی چاہ پر

میلان دلربا ہو کیونکر وفا کے اوپر — دیتا ہی جان عالم اسکی جفا کے اوپر

کشتہ ہوں اس حیا کا کہتو لے بہتونکے سر — پر آنکہیں اسکی دونہیں تمہیں پشت پا کے اوپر

منہدی لگا کے ہرگز گھر سے تو مت نکلیو — ہوتے ہیں خون تیرے رنگ حنا کے اوپر

ہوں کو بکو صبا سا پر کچھہ نہیں ہی حاصل — شاید برات اپنی لکھے ہوا کے اوپر

بندوں سے کام تیرا ای میر کچھہ نہ نکلا
موقوف مطلب اپنا اب رکھہ خدا کے اوپر

زانو پہ سر ہی اکبر مت فکر اسقدر کر — دل کوئی لے گیا ہی تو میر تک جگر کر

خورشید ماہ دونوں آخر نہ دلشے نکلے — آنکہوں میں پھر نہ آئے جی سے مرے اتر کر

یوسف عزیز دلہا جا مصر میں ہوا اتھا — ذلت جو ہو وطن میں تو کوئی دن سفر کر

ای ہمنشیں غشی ہی میں ہوش میں نہیں ہوں — مجھکو مری زبانی سو یار اب خبر کر

کیا حال زار عاشق کرئے بیان نہ پوچھو — کرتا ہی بات کوئی دل کی تو چشم تر کر

دیتے نہیں ہی ہیں سونے تک آہ و نالے اسکی — یارب شب جدائی عاشق کنی بھی سحر کر

اتنا ہی منہہ چھپایا شوخ اسکے محرموں نے — جو بچھہ گئیں ہیں زلفیں اس چہرے پر بکھر کر

کیا پھیر پھیر گردن باتیں کرے ہی سب میں — جاتے ہیں غش کئے ہم مشتاق منہ ادھر کر
بن دیکھے تیرے میں تو بیمار ہو گیا ہوں — حال تبہ میں میرے تو بھی تو تک نظر کر
رحنے کئے جو تو نے پتھر کی سل میں تو کیا — اے آہ اس صنم کے دل میں بھی تک اثر کر
مارے سے غل کئے سے جاتا نہیں ہی ہرگز
نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مر کر

باندھے کمر سحر کو آیا ہی میرے کیں پر — جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمیں پر
اقرار میں کہاں ہی انکار کی سی خوبی — ہوتا ہی شوق غالب اسکی نہیں نہیں پر
کنج قفس میں جوں توں کاٹینگے ہم اسیران — سیر چمن کے شایاں اپنے رہے نہیں پر
جوں ابگیری کردہ شمشیر کی جراحت — ہی ہر خراش ناخن رخسارہ جبیں پر
آخر کو ہی خدا بھی تو اے میاں جہاں میں — بندے کے کام کچھ کیا موقوف ہیں تمہیں پر
غصے میں عالم اسکا کیا کیا نظر پڑا ہی — تلوار میں کھنچا ہی تمہیں اسکی جبیں کی چیں پر
تجھے چشم خونفشاں پر شاید کہ دست و دامن
ہیں میر داغ خوں کے پیراہن آستیں پر

گل کیا جسے کہیں کہ گلے کا تو ہار کر — ہم پھینک دیں اسے ترے منہ پر نثار کر
آغوشیں جیسے موجیں الٰہی کشادہ ہیں — دریاے حسن اسکا کہیں ہمکنار کر
یاں جانے دیر کچھ زمیں لگتی ہی میری جاں — رخت سفر کو اپنے شتابی سے بار کر
مختار رونے ہنسنے نہ تجکو اگر کریں — تو اختیار گریہ بے اختیار کر
مشق ستم ہوئی ہی بہت صاف پار کی — پشتے لگائے اپنے جوانو نکو مار کر
صیادی میں عاو تقدس تو اسکا دیکھ — روح القدس کو مار رکھا ہی شکار کر
بہنے لگی ہی تیغ کسی جدول تو تیری تیز — دشمن کا کام وار میں پہلے ہی مار کر
میں بیقرار خاک میں کب تک ملا کروں — کچھ ملنے کا نہ ملنے کا تو بھی قرار کر

تم

میں رقعہ میر مجلس تصویر کا کیا
تو بیٹھا میرا دور تک اب انتظار کر

جب کہتے تھے تب تمنے تو گوش ہوش نہ کھولے تک
چپکے چپکے کسو کو چاہا پوچھا بھی تو نہ بولے تک

اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں ہی شکایت کا
صبر کرو کیا ہوتا ہی یوں پھوڑے دل کے پھولے تک

نالہ کشی میں مرغ چمن بکتا ہی پر ہم تب جانیں
نعرہ زناں جب صبح سے آگے ساتھ ہمارے بولے تک

اسکی قامت رو سے کیا کوئی سرو برابر ہو
ناموزوں ہی نکلے گا سنجیدہ کوئی جو بولے تک

آنکھیں جو کھولیں سوتے سے تو حال ہی کہتے مجھکو کیا
ساری رات کہانی کہی ہی تو بھی اتھکر سو لے تک

مشکل ہی دلداری عاشق برسوں وہ بیتاب رہے
بیطاقت اس دل کو میرے ہاتھ میں اپنے تو لے تک

ایسے درد دل کرنے کو میر کہاں سے جگر آوے
گرم سخن لوگو نہیں ہو کوئی بات کرے تو رو لے تک

رہے ہی غش و درد دو دو پہر تک
سر زخم پہنچا ہی شاید جگر تک

ہوئے ہیں حواس اور ہوش و خرد گم
خبر کچھ تو آئی ہی اس بیخبر تک

زمیں گرد اس مہ کی میرے ہیں عاشق
ستارے فلک کے رہے ہیں ادھر تک

قیامت ہی مشتاق لوگوں سے کثرت
پہنچتا ہی مشکل ہمیں اسکے گھر تک

کہاں تک اسے سر سے مارا کروں میں
نہ پہنچا مرا ہاتھ اسکی کمر تک

بہار آئی پر ایک پتی بھی گل کی
نہ آئی اسیران بے بال و پر تک

بہت میر برہم جہاں میں رہینگے
اگر رہگئے آج کی شب سحر تک

وہ تو نہیں کہ اودھم رہتا تھا آسیاں تک
آشوب نالہ اب تو پہنچا ہی آسماں تک

لبریز جلوہ اسکا سارا جہاں ہی یعنے
ساری ہی وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک

ہجراں کی سختیوں سے تھا دل و جگر ہیں
صبر اسکی عاشقی میں کوئی کرے کہاں تک

سودائے عاشقی میں نقصاں ہی جیکا لیکن ہم راضی ہو رہے ہیں اپنے زیان جاں تک
واماندہ نقش پا سے یک دشت ہم ہیں بیکس دشوار ہی پہنچنا اب اپنا کاروان تک
جی مارتے ہیں دلبر عاشق کا اس خطر سے حرف وفا نہ آیا اپنی کبھو زباں تک
دل دھڑکے ہی جو بجلی چمکے ہی سوے گلشن پہنچے مبادا میری خاشاک آشیاں تک
دیوارونسے بھی مارا پتھرونسے پھوڑ ڈالا پہنچا نہ سر ہمارا حیف اسکے آستاں تک
یہہ تنگی و نزاکت اس رنگ سے کہاں ہی گلبرگ و غنچے پہنچیں کب اُن لب و دہاں تک
ان جلتی ہڈیوں پر ہرگز ہما نہ بیٹھے
پہنچی ہی عشق کی تب ای میر استخواں تک

اسکی رہے گی گرمیٔ بازار کب تلک وہ بینچتا رہیگا خریدار کب تلک
عہد و عید حشر قیامت ہی دیکھئے جیتے رہیں گے طالب دیدار کب تلک
دل کا جگر کا لوہو تو غم نے سکھا دیا آنکھیں رہینگی دیکھئے خونبار کب تلک
نسبت بہت گناہونکی کرتا ہی اسطرف بیجرم ہم رہینے گنہگار کب تلک
اسکی نگاہ مست ہی اکثر سوئے رباط صوفی رہینگے حال سے ہشیار کب تلک
دیوار و در بڑے تھے جہاں واں نشاں نہیں یاں خانوادونکے رہیں آثار کب تلک
مہمان کوئی دن کا ہی وارفتہ عشق کا ظاہر ہی حال سے کہ یہہ بیمار کب تلک
ترسا کے مارنے میں عذاب شدید ہی اک کھینچ کر نمارو گے تلوار کب تلک
صیاد اسیر کرکے جسے اُٹھ گیا ہو میر
وہ دام کی شکن میں گرفتار کب تلک

چپ رہ اب نالونسے ای بلبل نکر آزار دل کم دماغی ہی بہت مجکو کہ ہوں بیمار دل
ابتداے خبط میں ہو ناتدارک مجھ تو تھا اب کوئی سمجھے ہی مجھ سے وحشت بسیار دل
یک توجہ میں رہے ہی سیر اسکی عرش پر عقل میں آتے نہیں ہیں طرفہ طرفہ کار دل

باغ سے لے دشت تک رکھتے ہیں اک شور عجب ہم اسیران قفس کے نالہائے زار دل
اس سبکرحی پہ جون یاد سحر در در پھرے زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہی بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی ای عبارت سار فہم
میر کچھ سمجھے گئے نہ معنئی اسرار دل

زنہار گلستان میں نکر منہہ کو سوے گل چڑھ جاے مغز میں نہ کہیں گرد بوے گل
موسم گئے نشان بھی کہیں پتے کا نہ تھا کی شوق کشتگاں نے عبث جستجوے گل
تڑپھے خزان میں اتنے کہ مر مر گئے طیور جاویگی ساتھ جیکے مگر آرزوے گل
آئی نظر بہار میں پائیز میں کئے ہی بیوفائی کرنیکی ہر سال خوے گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن میں میر
پھرتا ہی ابتلک مری آنکھونمیں روے گل

طریق عشق میں ہی رہنما دل پیمبر دل ہی قبلہ دل خدا دل
قیامت تھا مروت اشنا دل موئے پر بھی مرا اسمیں رہا دل
رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل
جسے مارا اُسے پھر کر نہ دیکھا ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل
نہ تھی سہل استقامت اسکی لیکن خرام ناز دلبر لے گیا دل
بدن میں اسکے تھی ہر جاے دلکش بجا بیجا ہوا ہی جا بجا دل
گئے وحشت سے باغ و راغ میں تھے کہیں ٹھہرا نہ دنیا سے اُٹھا دل
اسیر یمیں تو کچھ واشد کبھو تھی رہا غمگیں ہوا جب سے رہا دل
ہمہ تن میں الم تھا سو نجانا گرہ یہہ درد ہی پہلو میں یا دل
خموشی مجکو حیرت سے ہی ورنہ بھرے ہیں لب سے لیکر شکوے تا دل
پوچھا آتے جس بن خون ہوا سب نہ سمجھا اسکے کہنے کی ادا دل

ہوا مرپژوہ و بے صبر و بیتاب کریگا اسطرح کب تک وفا دل

ہوئی پروانہ وان دلبر کو یان میر
اٹھا کر ہو چکا جور و جفا دل

کھا گئی یا نکی فکر سو موہوم وہاں ہو گی کچھ نہیں معلوم
وصل کیونکر ہو اس خوش اختر کا جذب ناقص ہی اور طالع شوم
نہوے تھے ابھی جواں افسوس صبر مغفور و طاقت مرحوم
ہاتھ سے دے کئے جو سیمیں ساق ہم رہے سر بزانوئے مغموم
جب غبار اپنے دل کا نکلے ہی دیر رہتی ہی آندھی کیسی دھوم
بھیگی اسکی مسونکی خوبی سے بیخواسی ہی ہمکو جوں مسموم
ہی عبث یہ تردد و تشویش پہنچے ہی وقت پر جو ہی مقسوم

صاحب اپنا ہی بندہ پرور میر
ہم جہانسے نجائینگے محروم

عشق کیا ہی اُس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اسکو ساتھ صبا کے صبح پھریں ہیں گھر گھر ہم
روز و شب کو اپنی یارب کیونکہ کرینگے روز و شب
ہاتھ رکھے رہتے ہیں دل پر بیتابی میں اکثر ہم
پوچھتے راہ شکستہ دلکی جا نکلے تھے کعبے میں
سوچ وہاں تو گذرا جی میں آئے کدھر سے کیدھر ہم
شام سے کرتا منزل آکر گھر کو ہمارے صدر نشین
رکھتے ستارہ اُس مہوش کی چاہ میں کر بد اختر ہم
برسوں خس و خاشاک پہ سوے مدت گلخن یابی کی

تن

بخت بجاگے جو اُسے ہوں ایک بہ شب ہم بسر ہم
روز بتر ہی حالت عشقی جیسے ہوں بیمار اجل
ہی نہ دوا نے کوئی معالج کیونکر ہونگے بہتر ہم
اسکی جناب سے رحمت ہو تو جی بچتا ہی دنیا میں
اس جانب سے تو بیٹھے ہیں مرنا کرکے مقرر ہم
اب تو ہماری طرف سے اتنا دلکو پتھر مت کر پو
سختی سے ایام کی ابتک جیتے ہے ہیں مر مر ہم
آہ معیشت روز و شب کی ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہی
روتے کڑھتے رہا کرتے ہیں غم سے ہوئے ہیں خوگر ہم
شعلہ ایک اٹھا تھا دل سے آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسی شب میں جلکر ہم

کڑھتے جو رہے ہجر میں بیمار ہوئے ہم — بستر پہ گرے رہتے ہیں ناچار ہوئے ہم
بہلانیکو دل باغ میں آئے تھے سو بلبل — چلانے لگی ایسی کہ بیزار ہوئے ہم
جلتے ہیں کھڑے دھوپ میں جب جاتے ہیں اودھر — عاشق نہ ہوئے اسکے گنہگار ہوئے ہم
اک عمر دعا کرتے رہے یار کو دن رات — دشنام کے اب اسکے سزاوار ہوئے ہم
ہمدام بہت وحشی طبیعت تھے اوٹھے سب — تھی چوٹ جو دلبر سو گرفتار ہوئے ہم
جیتے ہوئے لوگونکے بھلی یا بری گذرے — افسوس بہت دیر خبردار ہوئے ہم
کیا کیا متمول گئے بک دیکھتے جسپر — بیعانگی میں اسکے خریدار ہوئے ہم
کچھ پاس نہیں یاریکا ان خوش پسرونکو — اس دشمن جانہا سے عبث یار ہوئے ہم

گھٹ گھٹکے جہان میں رہے جب میر سے مرتے
تب یا کچھ اک واقف اسرار ہوئے ہم

وے ہم ہیں جنکو کہئے آزار دیدہ مردم — الفت گزیدہ مردم کلفت کشیدہ مردم

ہی حال اپنا درہم تسپر ہی عشق کا غم — رہتے ہیں دم بخود ہم آفت رسیدہ مردم

وہ دیکھے ہمکو آکر جنے نہ دیکھے ہو دین — آزردہ دل شکستہ خاطر کبیدہ مردم

جو ہی سو لہو مایل بیطور اور جاہل — اہل جہاں ہیں سارے صحبت ندیدہ مردم

جاتے ہیں اسکی جانب مانند تیر سیدھے — مثل کمان حلقہ قامت خمیدہ مردم

اوباش بھی ہمارا کتنا ہی تیرہ بانکا — دیکھ اسکو ہو گئے ہیں کیا کیا کشیدہ مردم

مت خاک عاشقاں پر پھر آب زندگی سا — جاگیں کہیں تہ سوتے سے آرمیدہ مردم

لے لے کہ منہہ میں تنکا ملتے ہیں عاجزانہ — مغرور سے ہمارے بر خویش چیدہ مردم

تھے دست بستہ حاضر خدمت میں میر گویا
سینمیں تنوں کے عاشق ہیں زر خریدہ مردم

کیا زمانہ تھا کہ تھے دلدار کے یار و نمیں ہم — شہرۂ عالم تھے اسکے ناز بردار و نمیں ہم

اجڑی اجڑی بستی میں دنیا کی جی لگتا نہیں — تنگ آئے ہیں بہت ان چار دیوار و نمیں ہم

جو بھی ہی غم الم رنج و قلق ہجر ان کا تو — زندگی سے بیتوقع ہیں ان آزار و نمیں ہم

شاید آوے حال پرسی کرنے اس امید پر — کب سے ہیں دار الشفا میں اسکے بیمار و نمیں ہم

دھوپ میں جلتے ہیں پہروں آگے اسکے میر سے
رفتگی سے دل کی ٹھہرے ہیں گنہگار و نمیں ہم

سر سے ایسی لگی ہی اب کہ جلے جاتے ہیں — متصل شمع سے روتے ہیں گلے جاتے ہیں

اس گلستاں میں نمود اپنی ہی جوں آب رواں — دمبدم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہیں

تن بدن ہجر میں کیا کہئے کہ کیسا سوکھا — ہلکی بھی باؤ میں تنکے سے ہلے جاتے ہیں

رہتے دکھلائی نہیں دیتے بلا کش اسکے — جی کھپے جاتے ہیں دل اپنے دلے جاتے ہیں

پھر بخود آئے نہ بدحال میں بیخود جو ہوئے — آپ سے جاتے ہیں ہم بھی تو بھلے جاتے ہیں

خاکسار اسکی ہی شاید کسو کا سرمۂ چشم خاک میں اہل نظر اس سے ملے جاتے ہیں

گرم ہیں اسکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے دہلے جاتے ہیں

ایسے ویسے ہیں اندھے لوگ کہیں بھوتی سنتے ہیں آنجی سنتے نہیں
مر گئے نا امید ہم مہجور خواہشیں جیکی اپنے جیمیں رہیں
دیر و دریا کنار اکر نارا عشق میں آنکھیں اپنی زور نہیں
مرتے تھے اس گلی میں لاکھوں جان ہم بھی مارے گئے ندان وہیں

دیر سے میر اُٹھ کے کعبے گئے
کہئے کیا نکلے جا کہیں کے کہیں

رابطہ باہم ہی کوئی دن کا یاں گم ہوا ہوں پانسے جا کر میں جہاں
پھر زمانے میں کہاں ہم تم کہاں کچھ نہیں پیدا کہیں میر الشاں
پیری میں ہی طفل مکتب سا جھوں ہی فلک کرنے کے قابل آسماں
تو کہے واں ناگہاں بجلی گری وہ نگاہ تند کرتا ہی جہاں
بھولے بھی میں یک نظر دیکھا نہیں اسپہ ہی وہ بیدماغ و بدگماں
عشق نے تکلیف کی مالا یطاق بار امانت کا گراں میں ناتواں
کام کچھ آئے نہ دلکی بھی کشش کھنچ رہا ہی ہمسے وہ ابرو کماں
کیا چھپی ہیں باتیں میرے عشق کی داستان در داستاں ہی داستاں
عشق میں کیونکر بسر کر یگا عمر دل لگا ہی جسے سو نامہرباں

جو زمیں پا لغزش تھی شاید کہ میر
ہو وہیں مسجود اُسکا آستاں

اُسے کھبرا کے جو کچھ کہنے کو آجاتا ہوں دلکی پھر دلمیں لئے چپکا چلا جاتا ہوں

سبھی دشمن کو نہیں دشمن مری ایذا میں — رنج سے عشق کے میں آپ ہی کہا جاتا ہوں
گرچہ کھویا سا گیا ہوں پہ تہ حرف و سخن — اس فریبندۂ عشاق کی پا جاتا ہوں
خشم کیوں بیشمرگی کا ہیکو بے لطفی کیلا — بد برا اتنا بھی نہ ہو مجھے بھلا جاتا ہوں
استقامت سے ہوں جوں کوہ قوی دل لیکن — ضعف سے عشق کے ڈھہتا ہوں گرا جاتا ہوں
مجلس یار میں تو بار نہیں پاتا میں — در و دیوار کو احوال سنا جاتا ہوں
گاہ باشد کہ سمجھ جائے مجھے رفتۂ عشق — دور سے رنگ شکستہ کو دکھا جاتا ہوں
یک بیابان ہی مری بیکسی و بیتابی — جیسی آواز جرس سب سے جدا جاتا ہوں
ننگ آویگا کہاں تک نہ میرا قلب سلیم — بگری صحبت کتیئں روز بنا جاتا ہوں

گرمی عشق ہی ہلکی ابھی ہمدم دل میں
روز و شب شام و سحر میں تو جلا جاتا ہوں

تری راہ میں گرچہ ای ماہ ہوں — پہ یہہ غم ہی میں بھی سر راہ ہوں
مرے در پئے خون ناحق ہی تو — نہ خونخوار ہوں میں نہ خونخواہ ہوں
تری دوستی سے جو دشمن ہیں سب — انہونکے بھی خون تک میں ہمراہ ہوں
نہ سمجھو مجھے بے خبر اسقدر — تہ دل سے لوگونکے آگاہ ہوں

مری کجروی سادگی سے ہی میر
بہت اس رویے پہ گمراہ ہوں

بہار آئی مزاجوں کی سبھی تدبیر کرتے ہیں — جو انونکو انہیں ایام میں زنجیر کرتے ہیں
برہمن زادگان ہند کیا پرکار سادے ہیں — مسلمانونکی یارانے ہی میں تکفیر کرتے ہیں
موے پر اور بھی کچھ بڑھگئی رسوائی عاشق کی — کہ اسکی نعش کو اب شہر میں تشہیر کرتے ہیں
ہماری حیرت عشقی سے چپ رہ جانیکی اس سے — مخالف مدعی کیں کس طرح تقریر کرتے ہیں
تماشا دیکھنا منظور ہو تو ماں فقیروں سے — کہ جنکی خاک کو لے ماتھہ میں اکثیر کرتے ہیں

نہ لکھنے سے کبھو یکحرف اسے جو ماجرا اپنے
سو کاغذ دینے کے دینے ہم اب تحریر کرتے ہیں

در و دیوار افتادہ کو بھی کاش اک نظر دیکھیں
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

خدا ناکردہ رک جاؤں جہاں رک جائگا سارا
غلط کرتے ہیں لڑکے جو مجھے دلگیر کرتے ہیں

اسے اصرار خونریزی پہ ہی ناچار ہیں اسمیں
وگرنہ عجز تابی تو بہت سی میر کرتے ہیں

طالب ہی کام دلکی اسکے بالونکی اسیر ہیں
گدائی رات کو کرتا ہوں خجلت سے فقیر ہیں

ناخہ عزلت ہیں اس ابروکماں کی تھی ادھر یعنے
نگاہ تیر اسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیر ہیں

نظر اسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو
سیاحت دور رنگ کی اپنک ہی وہ بے نظیر ہیں

حزیں آواز ہی مرغ چمن کی کیا جنوں آور
نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہم صفیر ہیں

جوانی میں نہ رسوائی ہوئی تا میر غم کھینچا
ہوئے اطفال تہ بازار گاہک چپکے پیر ہیں

اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم وے جدا ہوے ہیں
بے یار و بے دیار و بے آشنا ہوئے ہیں

غیرت سے نام اسکا آیا نہیں زباں پر
آگے خدا کے جب ہم محو دعا ہوئے ہیں

اہاں چمن سے کیونکر اپنی ہو روشناسی
برسوں اسیر رکھہ کر اب ہم رہا ہوئے ہیں

بے عشق خوبرویاں اپنی نہیں گذرتے
اے وا اے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں

جانا کی تن میں ہر جا نازک ہی اور دلکش
ہم رفتۂ سراپا اسکے بجا ہوئے ہیں

تھے غنچے جتنے زیر دیوار باغ طایر
شب باشی چمن سے شاید خفا ہوئے ہیں

صرفہ قمیص کا ہی کیا وقر اس گلی میں
ترک لباس کرواں شاہاں گدا ہوئے ہیں

خاموش اسکے در پر ہو کر فقیر بیٹھے
یعنے کہ عاشقی میں ہم بے نوا ہوئے ہیں

عہد شباب گذرا شرب مدام ہی میں
ہم کہنہ سال ہو کر اب پارسا ہوئے ہیں

اظہار فراغی ہر دم کی بید ماغی

ان روزوں میر صاحب کچھ میرزا ہوے ہیں

بیکار مجکو مت کہو میں کار آمدہ ہوں بیگانہ وضع تو ہوں پر آشنا زدہ ہوں

میں منہ نہیں لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہوں

اسرار دلکے کہنے ہیں پیر و جوان میں مطلق نہیں ہی بند ہماری زبان میں

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھہ سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں

شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہیں جوان زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان میں

بے وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نکر طاقت لعب کی کم ہی بہت میری جان میں

اسکے لبوں کے آگے کنھوں نے ثبات کی آئی ہی کنز شہد مصفا کلی شان میں

چہرہ ہی یار کا رہے ہی چت چڑھا سدا خورشید و ماہ آتے ہیں کب میرے دھیان میں

اب میرے اسکے عہد میں شاید کہ اٹھ گئی آگے جو رسم دوستی تھی جہان میں

تارے تو یہہ نہیں مری آہوں سے رات کی سوراخ پڑ گئے ہیں تمام آسمان میں

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہے ہی میر
نکلی ہی شاخ تازہ کوئی کیا کمان میں

آئے ہیں میر کافر ہو کر خدا کے گھر میں پیشانی پر ہی شقہ زنار ہی کمر میں

نازک بدن ہی کتنا وہ شوخ چشم و لبر جاں اسکے تن کے آگے آتی نہیں نظر میں

سینے میں تیر اسکے توتے ہیں بے نہایت سوراخ پڑ گئے ہیں سارے مرے جگر میں

آیندہ شام کو ہم رویا کرینگے مطلق اثر نہ دیکھا نالیدن سحر میں

بے سدھ پڑا رہوں ہوں اس مست ناز بن میں آتا ہی ہوش مجکو ابتو پہر پہر میں

سیرت سے گفتگو ہی کیا معتبر ہی صورت ہی ایک سوکھی لکڑی جو بو نہو اگر میں

ہمسایہ مغاں میں مدت سے ہو چنانچہ اک شیرہ خانگی ہی دیوار میرے گھر میں

اب صبح و شام شاید گریے پہ رنگ آوے — رہتا ہی کچھہ جھمکتا خونناب چشم تر میں

عالم میں اب وہ گلکے کیونکر نباہ ہوگا
اسباب گر پر آہی سارا مرا سفر میں

آنکھہ لگی ہی جیسے اُسسے آنکھہ لگی زنہار نہیں — نیند آتی ہی دل جمعی میں سو تو دلکو قرار نہیں

وصل میں اسکے روز و شب کیا خوب گذرتی تھی اپسے — ہجراں کا کچھہ اور سماں ہی اب وہ لیل و نہار نہیں

خالی پڑے ہیں دام کہیں یا صید دشتی صید ہوئے — یا جس صید افگن کے لئے تھے اسکو ذوق شکار نہیں

سبزہ خط کا گرد گل رو پر کانونکے پار ہوا — دلکی لاگ اب اپنی ہو کیونکر وہ اس منہہ پہ بہار نہیں

لطف عمیم اسکا ای ہمدم کیوں نہ غنیمت جانیں ہم — ربط خاص کسوسے اس سے ہو یہہ تو طور یار نہیں

عشق میں اس بیچشم و رو کے طرفہ رویت پیدا کی — کشمکش اودھر سے اب ہمپر گالی جھڑکی مار نہیں

مشتاق اسکے راہگذر پر برسوں کہوں نہ بیٹھیں میر
اُنے راہ اب اور نکالی ایدھر اسکا گذار نہیں

طرفہ خوشرو دم خونریز ادا کرتے ہیں — وار جب کرتے ہیں منہہ پھیر لیا کرتے ہیں

عشق کرنا نہیں آسان بہت مشکل ہی — چھاتی پتھر کی ہی انکی جو وفا کرتے ہیں

شوخ چشمی تری پردے میں ہی جبتک تب تک — ہم نظربازی بھی آنکھو نکی حیا کرتے ہیں

نفع بیمارئی عشقی کو کرے سو معلوم — یار مقدور تلک اپنی دوا کرتے ہیں

آگ کا لایحہ ظاہر نہیں کچھہ لیکن ہم — شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہیں

اُسکے قربانیونکی سب سے جدا ہی رہ و رسم — اول وعدہ دل و جان فدا کرتے ہیں

رشک ایک آدھکا جی مارتا ہی عاشق کا — ہر طرف اسکو تو دو چار دعا کرتے ہیں

بند بندا لگے جدا دیکھوں الہی میں بھی — میرے صاحب کو جو بندے سے جدا کرتے ہیں

دلکو جانا تھا گیا رہگیا ہی افسانا — روز و شب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہیں

وانسے یکحرف و حکایت بھی نہیں لایا کوئی — یاں سے طومار کے طومار چلا کرتے ہیں

بود و باش ایسے زمانے میں کوئی کیونکے کرے — اپنی بد خواہی جو کرتے ہیں بھلا کرتے ہیں
حوصلہ چاہیئے جو عشق کے آزار کھینچیں — ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہیں
میر کیا جانے کسے کہتے ہیں واشد وے تو
غنچہ خاطر ہی گلستان میں رہا کرتے ہیں

نا آشنا کہے اپنے جیسے ہم آشنا ہیں — اس طور اسطرح کے ایسے کم آشنا ہیں
باہم جو یاریاں ہیں اور آشنائیاں ہیں — سب ہیں نظر میں اپنی ہم عالم آشنا ہیں
ماتمکدہ ہی تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا — یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہیں
تحریر راز دل کی مشکل ہی کیونکہ کیجئے — کاغذ قلم ہمارے کب محرم آشنا ہیں
یاری جہانیونکی کیا میر معتبر ہی
نا آشنا ہیں یکدم ئے اکدم آشنا ہیں

دم ہی مہلت شیب میں جانیکا اپنے غم کہاں — تم ہوے رعنا جوان بالفرض لیکن ہم کہاں
عالم عالم جمع تھے خوبان جہاں ملا ہوا — گرچہ عالم اور ہی اب واں پہ وہ عالم کہاں
تھی بلا شوخی شرارت یار کی ہنگامہ ساز — شور یون تو اور ونکا بھی ہی پہ وہ اودھم کہاں
کیا جنوں ہی تمکو جو تم طالب و یرانہ ہو — جسکو فردوس بریں کہتے ہیں واں آدم کہاں
جس دم میں شیخ جو کرتا نہیں حرف و سخن — حق طرف ہی اسکے اس بیہودہ گو میں دم کہاں
ہو سو ہو میں میر ابتو دم بخود ہوں ہجر میں
کیا لکھوں نہ دل کی باتیں کاغذ و محرم کہاں

گر روزگار ہی یہی ہجران یار میں — تو کیا رہینگے جیتے ہم اس روزگار میں
کچھ ڈر نہیں جو داغ جنون ہو گئے سیاہ — ڈر دل کے اضطراب کا ہی اس بہار میں
کیا بیقرار دلکی تسلی کرے کوئی — کچھ بھی ثبات ہی ترے عہد و قرار میں
بیتاب دل نہ دفن ہوا ہی کاش میرے ساتھ — رہنے دیا نکالاش کوئی دن مزار میں

وہ سنگدل نہ آیا بہت دیکھی اسکی راہ — پتھرا چلی ہیں آنکھیں مری انتظار میں
تھمتا نہیں ہی رونا علی الاتصال کا — کیا اختیار گریۂ بے اختیار میں
مربوط کیسے کہیے رہے جنتے ولے — سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار میں
تھی بزم شعر رات کو شاعر بہت تھے جمع — دو باتیں ہمنے ایسی نکہیں چار چار میں
دنبالہ گردی قیس نے بہتیری کی ولے — آیا نظر نہ محمل لیلی غبار میں
اب ذوق صید اسکو نہیں ورنہ بیش ازیں — اودھم تھا وحش وطیر سے اسکے شکار میں
منہ چاہیئے جو کوئی کسو سے حساب لے — ناکس سے گفتگو نہیں روز شمار میں

گنتی کے لوگ ونکی وہاں صف ہوویگی کھڑی
تو میر کس شمار میں ہی کس قطار میں

گو کہ بتخانے جا رہا ہوں میں — بخدا با خدا رہا ہوں میں
سب گئے دل دماغ و تاب و تواں — میں رہا ہوں سو کیا رہا ہوں میں
برق تو میں نتھا کہ جل بجھتا — ابر تر ہوں کہ چھا رہا ہوں میں
اسکی بیگانہ وضعی ہی معلوم — برسوں تک آشنا رہا ہوں میں
دیکھوں کب تیغ اٹھ سکی آ بیٹھے — دیر سے سر اٹھا رہا ہوں میں
اسکی گرد سمند کا مشتاق — آنکھیں ہر سو لگا رہا ہوں میں
دور کے لوگ جنے مارے قریب — اسکے ہمسائے آ رہا ہوں میں
مجھکو بد حال رہنے دیں ایکاش — بے دوا کچھ بھلا رہا ہوں میں
دلجلونکو خدا جہاں میں رکھے — باشقا بق ہی بار رہا ہوں میں

کچھ رہا ہی نہیں ہی مجھ میں میر
جب سے انسے جدا رہا ہوں میں

زمانے نے دشمن کیا یار کو — سلا یا مرے خون میں تلوار کو

کھلی رہتی ہی چشم آئینہ ساں — کہاں خواب مشتاق دیدار کو
مجھے عشق اس پاس یوں لے گیا — کوئی جیسے لاوے گنہگار کو
محبت میں دشوار دینی ہی جاں — نجانے سنا سہل آزار کو
کوئی دن کرے زندگی عشق میں — جو دم لینے دیں دلکے بیمار کو
بکا میں تو بازار خوبی میں جا — کہ واں بیچتے تھے خریدار کو
مرے منہہ پہ رکھا ہی رنگ اب تلک — ہزار آفرین چشم خونبار کو
تب اک جرعہ می دیں مجھے مغبچے — گرو جب کروں رخت و دستار کو

کرو مت درنگ اٹھنتی اس پینٹھہ میں
چلو مول لو میر بازار کو

کہنے کہا کہ مجھہ سے بہت کم ملا کرو — منت بھی میں کروں تو نہ ہرگز منا کرو
بندے سے کی ہی جنے یہ خصمی خدا کرے — اُسے بھی تم خصومت جانی رکھا کرو
عنقا سا شہرہ ہوں پہ حقیقت میں کچھہ نہیں — تم دور ہی سے نام کو میرے سنا کرو
بیمار ئی جگر کی شفا سے تو دل ہی جمع — اب دوستی سے مصلحتا کچھہ دوا کرو
ہم بیخودانہ مجلس تصویر اب گئے — تم بیٹھے انتظار ہمارا کیا کرو
جی مارتے ہیں ناز و کرشمہ بالاتفاق — جینا میرا جو چاہو تو انکو جدا کرو
میں نے کہا کہ پھک رہی ہی تن بدن میں آگ — بولا کہ عشق ہی نہ پڑے اب جلا کرو
دل جانے کا فسانہ زبانوں پہ رہگیا — اب بیٹھے دور سے یہہ کہانی کہا کرو

اب دیکھوں اسکو میں تو میرا جی نہ چل پڑے
تم ہو فقیر میر کبھو یہہ دعا کرو

کیونکہ نیچے ہاتھہ کے رکھا دل بیتاب کو — وہ جو تڑپھا لے گیا آسودگی و خواب کو
کم نہیں ہی سحر سے یہہ بھی تصرف عشق کا — پانی کر آنکھوں میں لایا دلکے خون ناب کو

تھا یہی سرمایۂ بحر بلا پچھلے دنوں
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پر آب کو

تو کہے تھی برق خاطف ناگہاں اکر گری
اک نگہہ سے مار رکھا اُنّے شیخ و شاب کو

کیا سفیدی دیکھی اسکی آستیں کے چاک سے
جسکے آگے رو نہ تھا کچھ پرتو مہتاب کو

چاہتا ہی جب مسبب آپہی ہوتا ہی سبب
دخل اس عالم میں کیا ہی عالم اسباب کو

دم بخود رہتا ہوں اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کروں آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنونکے دور میں رسم و رہ اسلام کو
تہ کر صنم خانے چلا ہوں جامۂ احرام کو

مرتا مرو جیتا جیو آؤ و کوئی جاؤ و کوئی
ہی کام ہم لوگونسے کیا اس دلبر خودکام کو

جس خود نما تک جاؤں ہوں اسے سنوں ہوں دور دور
کیا منہہ لگاوے اب کوئی اس روسیہ بدنام کو

بے چین بستر پر رہا بیخواب خاکستر پہ ہوں
صبر و سکوں جیسے گئے پایا نہیں آرام کو

آسایش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہوں
میں عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتداے عشق کو روتا ہی تو
کر فکر جو پاوے بھی اس آغاز کے انجام کو

اگلے سب چاہتے تھے ہم سے وفاداروں کو
کچھ تمھیں پیار نہیں کرتے جفا ماروں کو

شہر تو عشق میں ہی اسکے شفاخانہ تمام
وہ نہیں آتا کبھو دیکھنے بیماروں کو

مستی میں خوب گذرتی ہی کہ غفلت ہی ہمیں
مشکل اس مصطبے میں کام ہی ہشیاروں کو

فکر سے اپنی گذرتا ہی زمیں کاو یمیں دن
رات جاتی ہی ہمیں گنتے ہوئے تاروں کو

خوب کرتے ہیں جو خواہاں نہیں رو دیتے ہیں
منہہ لگاتا ہی کوئی خوں کے سزاواروں کو

حسن بازار جہاں میں ہی متاع دلکش
صاحب اسکا ٹھگے جاتا ہی خریداروں کو

وامق و کوہ کن و قیس نہیں ہی کوئی
بھکھ کیا عشق کا ازدر مرے غمخواروں کو

زندگی کرتے ہیں مرنے کے لئے اہل جہاں

واقعہ میر ہی در پیش عجب یارونکو

ہاتھ لے سبحہ تک رہا نہ کبھو — دل کا منکا ولے بھرا نہ کبھو
کیونکہ عرفان ہو گیا سبکو — اپنے ڈھب پر تو وہ چڑھا نہ کبھو
روز و قتر لکھے گئے یانسے — اُنے یک حرف بھی لکھا نہ کبھو
گو شگفتہ چمن چمن تھے گل — غنچۂ دل تو وا ہوا نہ کبھو
طور کی سی تھی صحبت اُسکی مری — جھمکی دکھلا کے پھر ملا نہ کبھو
غیرت اپنی بھی بہہ کہ بعد نماز — اسکا لے نام کی دعا نہ کبھو
ابتدا ہی میں مرگئے سب یار — عشق کی پائی انتہا نہ کبھو
وہ سخنگو فریبی چشم یار — ہم سے گویا تھی آشنا نہ کبھو
تک نقاب اُلٹو مت عتاب کرو — کھولو منہہ کو کہ پھر خطاب کرو
آنکھیں غصے میں ہو گئی ہیں لال — سر کو چھاتی پہ رکھکے خواب کرو
فرصت بود و باش یاں کم ہی — کام جو کچھہ کرو شتاب کرو
محو صورت نہ آرسی میں رہو — اہل معنی سے تک حجاب کرو
جھوٹھہ اسکا نشان ندو یارو — ہم خرابونکو مت خراب کرو
منہہ کھلے اسکے چاندنی چھٹکی — دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

بس اب بن چکے رود موئے سمن بو — گری ہو کے بیہوش مشاطہ یکسو
نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہم سے — کیا اسکو بد خو بنا کر نکو رو
نہ در گیر کیونکر ہو آپس میں صحبت — کہ میں بوریا پوش وہ آتشین خو
ہوا ابرو سبزے میں چشمک ہی کل کی — کریں ساز ہم برگ عیش لب جو

تی

بہار آئی گل پھول سر جوڑے نکلے رہیں باغ میں کاش اس رنگ ہم تو
رہے آبرو میر تو ہی غنیمت
کہ غارت میں دل کی ہی ایماے ابرو

لکھے ہی کچھ تو کج کر چشم و ابرو برات عاشقاں بر شاخ آہو
کیا وہ ساتھ سوتے لیکے کروٹ لگا بستر سے پھر اپنا نہ پہلو
اُڑے ہی خاک سی سارے چمن میں پھرا ہی آہ جسکا وانسے گل رو
جدھر پھرتے تھے چنتے پھول ہنستے ادھر ٹپکے ہیں اب تک میرے آنسو
جدا ہوتے ہی گل خنداں ہوا میر
کیا تھا اُسکا گل تکیہ جو یارو

چاہت میں خوبرویوں کی کیا جانے کیا نہو بیتاب دل کا مرگ کہیں مدعا نہو
بے لاگ عشقبازی میں مفلس کا ہی ضرر کیا کھیلے وہ جو آج سے کچھ آسرا نہو
کرتے دعا مجھے وہ دغا باز دیکھ کر بولا کہ اس فقیر کے دل میں دغا نہو
آزاد پر شکستہ کو صد رنگ قید ہی یارب اسیر ایسا قفس سے رہا نہو
دوری مہ سے کبک ہیں کہسار میں خراب دلبر سے اپنے کوئی الہی جدا نہو
کھولے ہی آنکھ اسکے گل رو پہ ہر سحر غالب کہ میرے آئینے کی اب صفا نہو
آہونکے میری دود سے گھر بھر گیا ہی سب سدھ ہمنشیں لے دل کی کہیں وہ جلا نہو
ہم گر جگر نکال رکھیں اسکے زیر پا بے دید کی ادھر سے نظر آشنا نہو
رہتے ہیں میر بیخود و وارفتہ ان دنوں
پوچھو کنایتہ کسو سے دل لگا نہو

ہر چند جذب عشق سے تشریف یہاں بھی لائے وہ پر خود کم ایسا میں نہیں جو سہل مجکو پائے وہ
خوبی و رعنائی اُدھر بدحالی و خواری ادھر ای وای ہم ای وای ہم ای ہاے وہ ای ہاے وہ

مارا ہوا چاہت کا جو اوا ہو گھر سے اپنے ہو — حیران پریشان پھر کے پھر کیا جانے کدھر جائے وہ
جی کتنا محو دل رفتہ کا جو ہو طرف دیکھے تجھے — تو کج کرانے ابرو اگر پل مارتے مر جائے وہ
الفت نہیں مجھ سے اُسے کلفت کا میری غم نہیں — پائے غرض ہو دور میاں تو چلکے ہاں کبھی آئے وہ
طاشق کا کوتاہ حوصلہ یہ معجزہ ہی عشق کا — جو خستہ جاں پاوے ہے جگر سوزاغ دل پر کھائے وہ
مشکل عجائب میر ہی دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اُسکو جو آنکھیں لڑائے شرمائے وہ

اب دل خزاں میں رہتا ہی جیکی رکن کے ساتھ — جاتا ہی تھا ہمیں بھی بہار چمن کے ساتھ
کب تک خراب شہر میں اسکے پھرا کریں — اب جاویے یاں سے کوئی غم غریب الوطن کے ساتھ
ہم باغ سے خزاں میں گئے پر ہزار حیف — جاتا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ
لکنت سے کیا نکلتی نہیں اسکے منہ سے بات — چپکا ہی صرف بات کے شیریں دہن کے ساتھ
جی خواب مرگ لیگئی حسرت ہی میں ندان — ایک شب نسوئے ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ
جی پھٹ گیا ہی رشک سے جس بار پیرہن — کیا تنگ جامہ لیتا ہی اسکے بدن کے ساتھ
کیا جانیں لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اُسے ہو گئی دو دو سخن کے ساتھ

مرنے میں ہم تو اُس صنم خود نما کے ساتھ — جیتے ہیں وے ہی لوگ جو ہیں کچھ خدا کے ساتھ
دیکھیں تو کار بستہ کئی کب تلک کھلے گرہ — دل بستگی ہی اپنی تو اُس بے وفا کے ساتھ
اپکا ہیں وصل کل میں گئی ہو تو جی اپنی جان — مل جائی ہیں سو اول کوئی دن اُس تنوا کے ساتھ
بیتاب ہو گئے ہو گئے ہم کو پر اب تلک — آرام جی پھرے نہ کبھی خل کے ہاتھ سے جا کے ساتھ
ہم رہتے اسکے محو تو وہ کرتل ہم کو سو — ہر گز وفا نہ کرتی تھی اُس بے وفا کے ساتھ
کیفیت آشنا نہیں اُس مست ناز کی — ہم شوق و تشنہ کون ہی اب اس ادا کے ساتھ
منہ اپنا اوڑھ چکسن سے اپنے چھپا لیا — دیکھا نہ کوئی میر کو اس بے حیا کے ساتھ

ٹھہرا ہی رونا آٹھہ پہر کا مرا علاج تسکین دل ہی یعنے کچھہ اب اس دوا کے ساتھہ

تھا جذب آگے عشق سے جوہر نفس میں میر
اب وہ کشش نہیں ہی سحر کی دعا کے ساتھہ

نظر آیا تھا صبح دور سے وہ پھر چھپا خور سا اپنے نور سے وہ
جز برادر عزیز یوسف کو نہیں لکھتا کبھو غرور سے وہ
دیکھیں عاشق کا جی بھی ہی کہ نہیں تنگ ہی جان ناصور سے وہ
کیا تصور میں پھیری ہی صورت کہ سرکتا نہیں حضور سے وہ
خوبی اس خوبی سے بشر میں کہاں خوبتر ہی پری و حور سے وہ
دل لیا جس غمیں کا تو نے شوخ دے گیا جی ہی اک سرور سے وہ

خوش ہیں دیوانگی میر سے سب
کیا جنون کر گیا شعور سے وہ

آزار کش کو اسکے آزار ہی ہمیشہ آزردہ دل کسو کا بیمار ہی ہمیشہ
مختار عشق اُسکا مجبور ہی ہی یعنے یکرہ دچار ہو کر ناچار ہی ہمیشہ
کب سہل عاشقی میں اوقات گذرے ہی یاں کام اپنا اس پر اُس بن دشوار ہی ہمیشہ
عالم کا عین اُسیکو معلوم کر چکے ہیں اس وجہ سے اب اسکا دیدار ہی ہمیشہ
اسے حصول مطلب اپنا ہوا نہوگا با آنکہ کام دل کا اظہار ہی ہمیشہ
پروائے نفع و نقصان مطلق نہیں ہی اسکو اسکی تو لا و بالی سرکار ہی ہمیشہ
ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل یہی ٹھہرے اپنا اقرار ہی ہمیشہ انکار ہی ہمیشہ

آمادۂ فنا کچھہ کیا میر اب ہوا ہی
جی مفت دینے کو وہ تیار ہی ہمیشہ

دل ہی میری بغل میں صد پارہ اور ہر پارۂ اسکا آوارہ

عرق شرم رو سے دلبر کے رفتہ ثابت گذشتہ سیپارہ

خوارئی عشق اپنی عزت ہی کی ہی ہمزار ہمنے ہموارہ

کام اسّے پکڑ کمر نہ لیا ہیچ کارہ بھی ہی بہہ ناکارہ

تو نتی پھونتی نہ کاش آنکھیں کرتے ان رخنوسے ہی نظارہ

گو مسیحا مزاج آوے طبیب عشق میں مرگ بن نہیں چارہ

کیا بنے اسّے میر میں سکیں

وہ جفا پیشہ و ستم گارہ

مکتوب دیر پہنچا پر دو طرف سے سادہ کیا شوخ طبع ہی وہ پرکار سادہ سادہ

جب میکدے گئے ہیں مایوس ہی کیا ہی ہی معجبہ ہمارا گویا کہ پیر زادہ

سائے میں تاک کے ہم خوش بیٹھے ہیں اب اپنا اس سلسلے میں بیعت کرنے کا ہی ارادہ

دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا چھاتی لگا جو رہتا وہ سینۂ کشادہ

شیشہ کنار جو ہی پنبہ دہاں و رعنا مینائے می چمن میں اک سرو ہی پیادہ

پرتی ہیں اسکی آنکھیں چاروں طرف نشے میں جوں راہ میں بہکتے ہوں ترک مست بادہ

جو شہرہ نامور تھے یارب کہاں گئے وے آباد کم رہا ہی یاں کوئی خانوادہ

مت دم کشی کر اتنی ہنگام صبح بلبل فریاد خونچکاں ہی منہ سے ترے زیادہ

کیا خاک سے اُٹھوں میں نقش قدم سا بیٹھا آب مت ہی جانا میرا ہی پیش پا فتادہ

حالات عشق رنج و درد و بلا مصیبت

دل دادہ میر جانے کیا جانے کوئی ندادہ

کہتے ہیں مرنے والے یاں سے گئے سب یہیں رہگئے کہاں سے گئے

دم میں دم جب تلک تھا سوچ رہا سانس کے ساتھ سارے سانسے گئے

آنکھ کھلتے ہی گھر گئے وے تو ہم ستمدیدہ خانماں سے گئے

واں گئے کرتے وے خرام ناز یاں جوان کیسے کیسے جاں سے گئے
اس گلی سے جو اُٹھ گئے بے صبر
میر گویا کہ وے جہاں سے گئے

کچھ نہ کی انے جسکو چاہا ہی جوں توں اپنا کیا نباہا ہی
سدھ خبر اپنے غمزدے کی لے صبح تک رات کو کراہا ہی
یا علی ہیگا میر پیر فقیر
آب سزاوار لطف شاہا ہی

عشق میں ہمنے جاں کنی کی ہی کیا محبت نے دشمنی کی ہی
کیسی سرخ و سفید نکلی تھی می مگر دختر ارمنی کی ہی
بید سا کیوں نہ سوکھ جاؤں میں دیر مجنوں سے ہم فنی کی ہی
اس پریشان کو نشانہ کر یار نے جمع افکنی کی ہی
کر دیا خاک آسماں نے ہمیں یہہ بھی ہمت اسی دنی کی ہی
تکیہ ویران فقیر کا بھی ہو یاں خرابی بہت غنی کی ہی
قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میر رہزنی کی ہی

میں ہوں تو ہی درمیاں شمشیر ہی سفک دم میں میرے آب کیا دیر ہی
خضر دشت عشق میں مت کہ جا کہ واں ہر قدم مخدوم خوف شیر ہی
راہ تک تک کر ہوئے ہیں جاں بلب پر وہی ابتک بھی یاں او سیر ہی
جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا اپنے جی نے ہی سے وہ اب سیر ہی
کچھ نہیں جاں انکے پیش تار مو گھر میں شمعی رنگو نکے اندھیر ہی
پاک ہی ہوتی رہی کشتیٔ خلق ہر زبردست اُس جوان کا زیر ہی

طایرون نے گل فشاں کی میری گور — سامھنے پھولونکا کویا ڈھیر ہی
آشنا ڈوبے بہت اس دور میں — گرچہ جامہ یار کا کم گھیر ہی

آنچل اُس دامن کا ہاتھ آتا نہیں
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہی

جو جنون و عشق کی تدبیر ہی — سو نہ یان شمشیر نے زنجیر ہی
وصف اُسکا باغمیں کرنا نہ تھا — گل ہمارا اب گریباں گیر ہی
دیکھ رہتا ہی جو دیکھے ہی اُسے — دلربا آئینہ رو تصویر ہی
پاے گیر اسکے نہوں کیوں دردمند — حلقہ حلقہ زلف وہ زنجیر ہی
صید کے تن پر ہیں سب گلہاے زخم — کسقدر خوش کار اُسکا تیر ہی
مدت ہجراں نے کی نے کچھ کمی — میری طول عمر کی تقصیر ہی
خط نہ لکھتے تھے سو تاب دل گئی — دفتروں کی اکثر اب تحریر ہی
رکھ نظر میں بھی خراب آبادیاں — ای کہ تجھکو کچھ غم تعمیر ہی
سخت کافر ہیں برہمن زادگاں — مسلمونکی انکے ہاں تکبیر ہی
گفتگو میں رہتے تھے آگے خموش — ہر سخن کی اب مرے تقریر ہی
نظم محسن کی رہی سرمشق دیر — اس مرے بھی شعر میں تاثیر ہی
مر گئے پر بھی نہ رسوائی گئی — شہر میں اب نعش بھی تشہیر ہی
کیا ستم ہی یہہ کہ ہوتے تیغ و طشت — ذبح کرنے میں مرے تاخیر ہی

میر کو ہی کیا جوانی میں صلاح
تب تو سارے میکدے کا پیر ہی

دل غم سے خوں ہوا تو بس اب زندگی ہوئی — جان امیدوار سے شرمندگی ہوئی
خدمت میں اس صنم کی گئی عمر پر ہمیں — گویا کہ روز اُسے نئی بندگی ہوئی

گرے کا میرے جوش جو دیکھا تو شرم سے — سیلاب کو بھی دیر سنر افگندگی ہوئی
تھا دو دلا وصال میں بھی میں کہ ہجر میں — پانچوں حواس کی تو پراگندگی ہوئی

اب صبر میر ہو نہیں سکتا فراق میں
یک عمر جان و دل کی فریبندگی ہوئی

یار نے ہمسے بے ادائی کی — وصل کی رات میں لڑائی کی
بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ — اب توقع نہیں رہائی کی
کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی — میں دوا کی بہت شفائی کی
طرفہ رفتار کے ہیں رفتہ سب — دھوم ہی اسکی رہگرائی کی
خندۂ یار سے طرف ہو کر — برق نے اپنی جگ ہنسائی کی
کچھ مروت نہ تھی اُن آنکھو نہیں — دیکھکر کیا بہہ آشنائی کی
وصل کے دن کو کار جان نہ کھنچا — شب نہ آخر ہوئی جدائی کی
منہہ لگایا نہ دختر رز کو — میں جوانی میں پارسائی کی
جور اس سنگدل کے سب نہ کھنچے — عمر نے سخت بیوفائی کی
کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا — عشق نے زور آزمائی کی
چپکے اسکی گلی میں پھرتے رہے — دیر واں ہمنے بینوائی کی
اک نگہہ میں ہزار جی مارے — ساحری کی کہ دلربائی کی
نسبت اُس آستانسے کچھ نہ ہوئی — برسوں تک ہمنے جبہہ سائی کی

میر کی بندگی میں جانبازی
سیر سی ہو گئی خدائی کی

زمین اور ہی اسمان اور ہی — تب اناً فاناً سماں اور ہی
نہ وے لوگ ہیں اب نہ اجماع وہ — جہان وہ نہیں یہہ جہاں اور ہی

ہے اِن لوگوں کی بات سمجھی گئی — یہ خلق اور انکی زباں اور ہی
تجھے گو کہ صد رنگ ہو مجھ سے کیں — مری اور اگ مہربان اور ہی

ہوا رنگ بدلے ہی ہر آن میر
زمین و زمان ہر زمان اور ہی

کہو تو کب تئیں یوں ساتھ تیرے پیار رہے — کہ دیکھ جب تجھے تب جیکو مار مار رہے
ادا و ناز سے دل لیچلا تو ہنسکے کہا — کہ میرے پاس تمہارا بھی یادگار رہے
ہم آپ سے جو گئے پیش گئے پیش مدت کے — الٰہی اپنا ہمیں کب تک انتظار رہے
ہوس اسیر ونکے تک دلکی نکلے کچھ شاید — کوئی دن اور اگر موسم بہار رہے
اُٹھا جو باغ سے میں بید داغ تو نہ پھرا — ہزار مرغ گلستاں مجھے پکار رہے
لیا تو جاوے بھلا نام منہ سے یار نکلا — جو ہم ستمزدوں سے یار کچھ بھی یار رہے
وصال ہجر ٹھہر جاوے کچھ نہ کچھ آخر — جو بیقرار مرے دلکو بھی قرار رہے
کریں گے چھاتی کو کلزار ہم چلا کر داغ — جو گل کے سینے میں ایسا ہی خار خار رہے
نکوں ہوں ایک شامیں گردراہ کو اسکے — نہ کیونکہ دونوں مری آنکھو نمیں غبار رہے

نکرتے گریہ بے اختیار ہرگز میر
جو عشق کرلے میں دلپر کچھ اختیار رہے

بے لطف یار ہمکو کچھ آسرا نہیں ہی — سو کوئی دن جو ہی تو پھر سالہا نہیں ہی
سن عشق جو اطبا کرنے ہیں چشم پوشی — جانکاہ اس مرض کی شاید دوا نہیں ہی
جس آنکھ سے دیا تھا اُنے فریب دلکو — اس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہیں ہی
جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہی اسکے — بیچشم و رو اسے کچھ شرم و حیا نہیں ہی
میں برگ بند اگرچہ زیر شجر رہا ہوں — فقر مکتب سے لیکن برگ و نوا نہیں ہی
شیریں نمک لبوں بن اسکے نہیں حلاوت — اس تلخ زندگی میں اب کچھ مزا نہیں ہی

ہے گذر از ہو کر سب بہگے ہیں مبرے ہجرانمیں اسلئے مجھ میں اب لہو رہا نہیں ہی
سن سانحات عشق ہنر کیوں نہ دو پیارے گیا جانو تم کسو سے دل تک لگا نہیں ہی

دل خون جگر کے ٹکڑے جب میرو پکاتا ہوں
ابتک زبان سے اپنی میں کچھ کہا نہیں ہی

لاکھوں فلک کی آنکھیں سب بند گئیں ادھر سے نکلی نہ نا امیدی کیونکر مری نظر سے
برسے ہی عشق یاں تو دیوار اور در سے رونا گیا ہی ہر اینک جوں ابر میرے گھر سے
جو لوگ چتے پھرتے یاں چھور گر گئے تھے دیکھا نہ انکو اب کے آئے جو ہم سفر سے
قاصد کسو نے مارا خطر راہ میں سے پایا جب سے سنا ہی ہمنے وحشت ہی اس خبر سے
سو بار ہم تو تم بن گھر چھور چھور نکلے تم ایکبار یاں تک آئے نہ اپنے گھر سے
چھاتی کے جلنے سے ہی شاید کہ آگ سا لگے اٹھنے لگا دھواں اب میرے دل و جگر سے
نکلا سو سب جلا ہی تو امید ہی چلا ہی اپنا نہاں خواہش برگ و گل و ثمر سے
جھر باندھنے کا ہم بھی دینگے دکھا تماشا تک ابر قبلہ آکر آگے ہمارے بر سے
سو نامہ بر کسو تر کر تذجانے کھائے خط چاک اڑے پھریں ہیں اسکی گلی میں پر سے
آخر گر سنہ چشم نظارہ ہو گئے ہم تک دیکھنے کو اسکے برسوں مہینوں ترسے
اپنا وصول مطلب اور ہی کسی سے ہوگا منزل پہنچ رہینگے ہم ایسے رہگذر سے

سرو سے دے مارتے ہیں ہجرانمیں میر صاحب
یارب چھرا تو انکو چاہت کے درد سر سے

کافر بتوں نے ملکے مسلمان کیا رہے ہو مختلط جو انسے تو ایمان کیا رہے
شمشیر اسکی خصلہ برابر کرے ہی دو ایسی لگی ہی ایک تو ارمان کیا رہے
ہی سر کے سامنہ مال و منال آدمی کا جب جاتا رہے جو سر ہی تو سامان کیا رہے
ویران ملک بدن سے مزاجی بھی ہی اداس منزل خراب ہووے تو مہمان کیا رہے

اہل چمن میں عش نے خجانا کسو کتیں مدت میں ہو ملاپ تو پہچان کیا رہے
حال خراب جسم ہی جی جا نیکی دلیل جب تن میں حال کچھ نرہے جان کیا رہے
جب سے جہاں ہی تب سے خرابی یہی ہی میر
تم دیکھ کر زمانے کو حیران کیا رہے

وہ اب ہوا ہی اتنا کہ جور و جفا کرے افسوس ہی جو عمر نہ میری وفا کرے
ہجران یار ایک مصیبت ہی ہمنشیں مرنے کے حال سے کوئی کب تک جیا کرے
صورت ہو ایسی کوئی تو کچھ میر قدر ہو مشتاق یار کو بھی کسو کا خدا کرے
مرنا قبول ہی نہیں زنہار یہہ قبول منت سے آنکر جو معالج دوا کرے
مستی شراب کی ہی سی ہی آمد شباب ایسا نہو کہ تمکو جوانی نشا کرے
یارب نسیم لطف سے تیری کہیں کھلے دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک رہا کرے
میں نے کہا کہ آتش غم میں جلے ہی دل وہ سرد مہر گرم ہو بولا جلا کرے
رکنے سے میرے رات کے سارا جہاں رکا آئی نسیم صبح کہ اک دم ہوا کرے
برسوں کیا کرے مری تربت کو گلفشاں مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے
عارف ہی میر اسے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص میں تمکو دعا کرے

مدت سے تو دلو نکی ملاقات بھی گئی ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی
کشتے دنو نمیں آئی تھی اسکی شب وصال باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی
کچھ کہتے آکے ہمتو سنا کرتے وے خموش اب ہر سخن پہ بحث ہی وہ بات بھی گئی
نکلی جو تھی تو نبت عنب عاصمہ ہی تھی ابتو خراب ہو کے خرابات بھی گئی
عمامہ جا نماز گئے لیکے مغبچے واعظ کی اب لباس کرامات بھی گئی
پھر تنے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

گل نے بہت کیا کہ چمن سے نجائے — گلگشت کو جو آئے آنکھوں پہ آئے
میں بیدماغ کر کے تغافل چلا گیا — وہ دل کہاں کہ ناز کسو کے اُٹھائے
صحبت عجب طرح کی پڑی اتفاق ہائے — کھو بیٹھیے جو آپ کو تو اسکو پائے
رنجیدگی ہماری تو پر سہل ہی ولے — آزردہ دل کسو کو نہ اتنا ستائے
خاطر ہی کے علاقے کی سب ہیں خرابیاں — اپنا ہو بس تو دل نہ کسو سے لگائے
ای ہمدم ابتدا سے ہی آدم کشی میں عشق — طبع شریف اپنی نہ ایدھر کو لائے
اتنی بھی کیا ہی دیدہ درای کہ غیر سے — آنکھیں لڑائیے ہمیں آنکھیں دکھائے
مچلا ہی وہ تو دیکھ کے لیتا ہی آنکھیں موند — سوتا پڑا ہو کوئی تو اسکو جگائے

جان غیور پر ہی ستم سا ستم کہ میر
بگڑا جنھوں نے چاہیے انسے بنائے

لے عشق میں گئے دل پر اپنی جان سے — خالی ہوا جہاں جو لئے ہم جہان سے
دل میں مسودے تھے بہت پر حضور یار — نکلا نہ ایک حرف بھی میری زبان سے
ٹک دل سے آؤ آنکھوں میں ہی دید کی جگہ — بہتر نہیں مکان کوئی اس مکان سے
اول زمینیوں میں ہو مایل مری طرف — جو حادثہ نزول کرے آسمان سے
یہہ دم ہی ہی کہ آنکھیں مری لگ گئیں کہیں — تم مار ڈالیو نہ مجھے اس کمان سے
کھل جائینگی تب آنکھیں جو مر جاویگا کوئی — تم باز نہیں ہو آتے مرے امتحان سے
نامہربانی نے تو تمھاری کیا ہلاک — اب لگ چلے گیں اور کسو مہربان سے
زنبور خانہ چھاتی غم دوری سے ہوئی — دے ہم تلک نہ آئے کبھی کسر شان سے

تاثیر کیا کرے سخن میر یار میں
جب دیکھو لگ رہا ہی کوئی اسکے کان سے

کہو سو کر لے علاج اپنا طپیدن دل بلائے جاں ہی
نہ شب کو مہلت نہ دنکو فرصت دمادم آنکھوں سے خوں رواں ہی
تلاش دل کی جو دلبری سے ہمارے پاس آتمہیں رہے ہی
ستم رسیدہ شکستہ وہ دل گیا بھی خوں ہو کے یاں کہاں ہی
کڑھا کریں ہیں ہوا ہی مورد جہان اجسام جسسے اپنا
غم جدائی جہان جانکا ہمارے دلمیں جہاں جہاں ہی
نہیں جو دیکھا ہی ہمنے اسکو ہوا ہی نقصان جان اپنا
ادھر نہ دیکھے ہی وہ کبھو تو نگہہ کا اسکی مگر زیاں ہی
بجا بھی ہی جو نہووے مایل نگار سیر چمن کا ہرگز
گلو نمیں ہمدم ہو کوئی اسکا سو کسکا ایسا لب و دہاں ہی
کسے ہی رنج و غم و الم سے دماغ سر کے اُٹھا سکا اب
مصیبت اُسکے زمانے میں تو ہمارے اوپر زماں زماں ہی
نہیں ہی اب میر پیر اتنا جو ذکر حق سے تو منہہ چھپاوے
پگاہ نعرہ زنی کیا کرا بھی تو نام خدا جواں ہی

سر راہ چند انتظاری رہے — بھلا کب تلک بیقراری رہے
رہا ہی گئے آنسو پلکوں پہ شب — کہاں تک ستارہ شماری رہے
کہا بوسہ دیکر سفر جب چلا — کہ میری بھی یہہ یادگاری رہے
کہیں خشک ہو چشمۂ چشم بھی — لہو منہہ پہ تا چند جاری رہے
بس اب رہ چکی جان غمناک بھی — جو ایسی ہی تن کی نزاری رہے
تسلی نہو دل اگر یار سے — ہمیں سالہا ہمکناری رہے
تری ہی دعا گو سنا خوب ہی — فقیرونکی گر گوش داری رہے

شب وصل تھی یا شب تیغ تھی ۔۔۔ کہ لڑتے ہی دی رات ساری رہے
کریں خواب ہمسائے کیونکر کہ یاں ۔۔۔ بلا شور و فریاد و زاری رہے
پھرا کرتے ہیں خوار گلیوں میں ہم ۔۔۔ کہاں تک یہ بے اعتباری رہے

کج ابرو ان اطفال میں ہی عجب
جو میر آبرو بھی تمہاری رہے

کیا منہ لگے گا تو نکے شگفتہ دماغ ہی ۔۔۔ پھولا پھرے ہی مرغ چمن باغ باغ ہی
وہ دل نہیں رہا ہی نہ وہ اب دماغ ہی ۔۔۔ جی تن میں اپنے بجھتا سا کوئی چراغ ہی
قامت سے اسکی سرنکوں رہتے ہیں سرو و گل ۔۔۔ خوبی سے اسکی لالۂ صد برگ داغ ہی
یارب رکھینگے پنبہ و مرہم کہاں کہاں ۔۔۔ سوزوں سے اے بدن داغ داغ ہی
مدت ہوئی کہ زانو سے اٹھتا نہیں ہی سر ۔۔۔ کرتے سے رات ونکے ہمیں کب فراغ ہی
گھر گھر پھرے ہی جھانکتی ہر صبح جو نسیم ۔۔۔ پر دیہ میں کوئی ہی کہ پھر اسکا سراغ ہی
صولت فقیری کی نگئی مر گئے پہ بھی ۔۔۔ اب چشم شیر گور کا میری چراغ ہی
لگ نکلے ہی کسو کی مگر بکھری زلف سے ۔۔۔ آنے میں باد صبح کے یاں اک دماغ ہی

ناسخر دی سے مرغ دل ناتواں پہ میر
اس شوخ لڑکے سے مجھے باہم جناغ ہی

طبیعت نے عجب کل بہہ آدا کی ۔۔۔ کہ ساری رات وحشت ہی رہا کی
نمایش داغ سودا کی ہی سر سے ۔۔۔ بہار اب ہی جنوں کی ابتدا کی
نہو گلشن ہمارا کیونکہ بلبل ۔۔۔ ہمیں گلزار میں مدت سنا کی
مجھی کو ماننے کا ڈھب کچھہ نہ آیا ۔۔۔ نہیں تقصیر اس نا آشنا کی
گئے جاں حر عشقی سے جگر دل ۔۔۔ رہی تھی جان سو برسوں جلا کی
انھوں نے پردے میں کی شوخ چشمی ۔۔۔ بہت ہمنے تو آنکھوں کی حیا کی

ہوا طالع جہاں خورشید دن ہی ۔ تردد کیا ہی ہستی میں خدا کی
پیام اُس گل کو پہنچا پھر نہ آئی ۔ نہ خوش آئی میاں گیری صبا کی
سبب حیرت کا ہی اسکا توقف ۔ سبکپا واں یہہ ابتک کیا کیا کی
جفائیں سہئے گا کہتے تھے اکثر ۔ ہماری عمر نے پھر گر وفا کی
جواں ہونے کی اسکی آرزو تھی ۔ سو اب بارے ہمیں سے یہہ جفا کی
گیا تھا رات دروازے پر اسکے ۔ فقیرانہ دعا کر جو صدا کی
لگا کہنے کہ یہہ تو ہمنشیناں ۔ صدا ہی دلخراش اسہی گدا کی
وہ تھا دیکھہ پہلے جو نگہہ کر ۔ ہمارے میر دلمیں اُنے جا کی

ملا ابتو نہ وہ ملنا تھا اُسکا
نہ ہمسے دیر آنکھہ اسکی ملا کی

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے ۔ جیمیں ہی کہوں حال غریبانہ کہینگے
سودائی و رسوا و شکستہ دل و خستہ ۔ اب لوگ ہمیں عشق میں کیا کیا نہ کہینگے
دیکھے سو کہے کوئی نہیں جرم کسو کا ۔ کہتے ہیں بجا لوگ بھی بیجا نہ کہینگے
ہوں دربدر و خاک بسر چاک گریباں ۔ اسطور سے کیونکر مجھے رسوا نہ کہینگے
ویرانے کو مدت کے کوئی کیا کرے تعمیر ۔ اجڑی ہوئی آبادی کو ویرانہ کہینگے
میں رویا کھڑا کرتا ہوں دن رات جو درویش ۔ من بعد مرے تکتے کو غم خانہ کہینگے

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہہ افسانہ کہینگے

مدت پاے چنار رہے ہیں مدت کا لخن تابی کی ۔ برسوں ہوئے ہیں گھر سے نکلے عشق نے خانہ خرابی کی

مشق نوشتن جنکی رسا ہی وے بھی چپ ہیں حیرت سے
نقل کرونمیں خوبیٔ خط کیا اسکے چہرے کتابی کی

وہ نہیں سنتا سچی بھی میری تیں میں میں ہوں نہ تیرہ میں
کتنی میں کچھ ہوں تو میری قدر ہو حرف حسابی کی
دیر جوانی کچھ رہتی تو اسکی جفا کا اٹھتا مزا
عمر نے میری لذر جانے میں ہائے دریغ شتابی کی
جام گلو بکے خزاں میں نگوں ہیں نکہت خوش بھی چمن سے لئے
مے شاید کہ تمام ہوئی ہی ہر غنچے کی گلابی کی
جیتے جاگتے ابتک تو ہیں لیکن جیسے مردہ ہیں
یعنے بیدم سست بہت ہیں حسرت سے بیخوابی کی
اچھی ہی ہی یہہ جنس وفا یاں لیک نپائی ہمنے کہیں
داغ ہوئی ہی جان ہماری اس شے کی نایابی کی
جیب و دامن تر رہتے ہیں آٹھہ پہر کے رونے سے
قدر نہیں ہی ہمکو ہرگز اپنی جامہ یابی کی
تنگ خلق کیا ہی ہمکو آخر دست خالی نے
عالم میں اسباب کے ہی کیا شورش بے اسبابی کی
عشق میر کسو سے اتنا ابتک ظاہر ہم پہ نہ تھا
حرف یار جو منہہ سے نکلا اٹھے بلا بیتابی کی

خم ہوا قد کماں سا پیر ہوئے ۔۔۔ سو ہم انکے نشان تیر ہوئے
اب نہ حسرت رہیگی مرنے تک ۔۔۔ موسم گل میں ہم اسیر ہوئے
میں ہی درویش خوار و زار نہیں ۔۔۔ عشق میں بادشہ فقیر ہوئے
ہی شرارت کا وقت عہد شباب ۔۔۔ تم لڑکپن ہی سے شریر ہوئے
گھر کو اسکے خراب ہی دیکھا ۔۔۔ جسکے بنے چشم و دل مشیر ہوئے

شور جنکے سروں میں عشق کا تھا ۔۔۔ وے جوان سارے پاے گیر ہوئے
یاں کی خلقت کی ہی زباں الٹی ۔۔۔ کہتے ہیں اندھونکو بصیر ہوئے
نہوے ہم نظیری سے یون تو ۔۔۔ شعر کہنے فن میں بے نظیر ہوئے
بات کا ہم سے انکو کب ہی دماغ
میر درویش میں امیر ہوئے

آؤ کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے ۔۔۔ کرنا سلوک خوب ہی اہاں نیاز سے
پھرتے ہو گیا درختوں کے سایے میں دور دور ۔۔۔ کہ لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے
تاخیر انہیں اسکے زندگی کرنا بھلا نہ تھا ۔۔۔ کوتاہی جو نہوئے یہہ عمر دراز سے
مانند سبحہ عقدے نہ دلکے کبھو کھلے ۔۔۔ جی اپنا کیوں کہ اچٹے نہ روزے نماز سے
کرتا ہی چھید چھید ہمارا جگر تمام ۔۔۔ وہ دیکھنا ترا مژۂ نیم باز سے
دلبر ہو اختیار تو ہرگز نکرئے عشق ۔۔۔ پرہیز کیجئے اس مرض جانگداز سے
آگے بچھا کے لطف کو لاتے تھے تیغ و طشت ۔۔۔ کرتے تھے یعنے خون تو اک امتیاز سے
مانع ہوں کیونکے گریۂ خونیں کے عشق میں ۔۔۔ ہی ربط خاص چشم کو افشاے راز سے
شاید شراب خانے میں شبکو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک منجھہ مہر نماز سے

رشک شمشیر ابرو کاخم ہی ۔۔۔ تیر و نشتر سے کیا پلک کم ہی
تم کرو شاد زندگی کہ مجھے ۔۔۔ دلکے خوں ہونیکا بہت غم ہی
جب سے عالم میں جلوہ گر ہی تو ۔۔۔ مہلکے میں تمام عالم ہی
جسکس دم پر نجائیو اُن کے ۔۔۔ شیخ اصاحب کا یہہ بھی یکدم ہی
زال دنیا کو جسنے چھوڑ دیا ۔۔۔ وہی نر دیکھ اپنے رستم ہی
سرو و طوبی کا ناز ہی بیجا ۔۔۔ اسکے قد کا سا کب خم و چم ہی

کچھ تو نسبت ہی اسکے بالونسے
یوں ہی کیا حال میر درہم ہی

جو لوگ آسمان نے یاں خاک کر اڑائے — بے عبرتوں نے لیکر خاک انکی گھر بنائے
رہنے کی کوئی جاگہہ شاید نتھی انھونکی — جو یاں سے اٹھہ گئے ہیں وے پھر کبھو نہ آئے
لڑکے برہمنونکے صندل بھری جبینیں — ہندوستاں میں دیکھے سو انسے دل لگائے
ہر اک صنم کدے کیا کافر جگہہ ہی ہمنے — قشقے بھی یاں کھنچائے زنار بھی بندھائے
پامال لوگ کیا کیا آگے ہوئے ہیں تمسے — اسپر بھی تم جو آئے یاں تمنے سر اٹھائے
کیا گھورتے ہو ہر دم ڈرتے نہیں ہیں کچھ ہم — جن آنکھونپر ہیں عاشق ان آنکھونکے دکھائے

آہ شرر فشاں جو نکلے ہی منہہ سے ہر دم
روشن ہی میر غم نے قلب و کبد جلائے

ہم کبھو غم سے آہ کرتے تھے — آسماں تک سیاہ کرتے تھے
ای خوشا حال اسکا جسکا وے — حال عمدا تباہ کرتے تھے
برسوں رہتے تھے راہ میں اسکی — تب کچھ اک اسے راہ کرتے تھے
نیچی آنکھیں ہم اسکو دیکھا کئے — کبھو اونچی نگاہ کرتے تھے
ہی جوانی کہ موسم گل میں — جاے طاعت لقاہ کرتے تھے

کیا زمانہ تھا وہ جو گذرا میر
ہمدگر لوگ چاہ کرتے تھے

وے سیہ موئی و گرفتاری — دزد غمزونکی ویسی عیاری
ابکے دل انسے بچ گیا تو گیا — چور جاتے رہے کہ اندھیاری
اچھا ہوتا نہیں مریض عشق — ساتھہ جیکے ہی دلکی بیماری
کیوں نہ ابر بہار پر ہو رنگ — برسوں دیکھی ہی میری خونباری

شور و فریاد و زاری شب سے — شہر لوگوں کو ہی مجھ سے بیزاری
چلے جاتے ہیں رات دن آنسو — دیدۂ تر کی خیر ہی جاری
مر رہیں اسمیں یار ہیں جیتے — شیوہ اپنا تو ہی وفاداری
کیونکہ راہ فنا میں بیٹھے گا — جرم بیحد سے ہی گراں باری
واں سے خشم و خطاب و ناز و عتاب — یاں سے اخلاص و دوستی یاری
میر جانے سے کیوں ہو غافل تم
سب کے ہاں ہو رہی ہی تیاری

جمع افگنی سے اسکے ترکش کیے ہیں خالی — کس مرتبے میں ہو گی سینوں کی خستہ حالی
در گیر کیونکے ہو گی اس مفلہ خو سے صحبت — دیوانگی یہہ اتنی وہ اتنا لا ابالی
بے اختیار شاید آہ اسسے کھنچ گئی ہو — جب صورت ایسی تیری نقاش نے نکالی
اتنی سدا دل دہی دیکھی نہ ہم سنی ہی — ترکیب اسکی گویا سانچے میں گئی ہی ڈھالی
وصل و فراق دونوں یکحالی ہی میں گذرے — ابنک مزاج کی میش پاتا نہیں بحالی
میں خاکسار ان تک پہنچی دعا نہ میری — وے ہفتم آسمان پر انکا دماغ عالی
آنکھیں فلک کی لاکھوں تب چھپتیاں ہی دیکھیں — مانند برق خاطف تیغ انکے جب نکالی
کل فتنہ زیر سر تھے جو لوگ کٹ گئے سب — پھر بھی زمیں سر پہ یار و حق نے آج اٹھالی
طفلی میں تیری سیدھی تو پیکا ہوش کب تھا — پگڑی ہی پھیر رکھی انے جو سدھ سنبھالی
معقول اگر سمجھتے تو میر بھی نکرتے
لڑکوں سے عشقبازی ہنگام کہنسالی

دوستی نے تو ہماری جانگدازی خوب کی — آہ اس دشمن نے پر عاشق نوازی خوب کی
گو زپر آیا سمند ناز کو جولا گئے — اس سپاہی زادے نے کیا ترکتازی خوب کی
عاشقوں کی خستگی بدحالیکی پروا نہیں — اے سراپا ناز تو نے بی نیازی خوب کی

تنگ چولی نے تو مارا تنگدر زیسے ہمیں — خاک بھی برباد کی دامن درازی خوب کی
سان مارا اور کشتوں میں مرے کشتوں کو بھی — اس کشندے لڑکے نے بے امتیازی خوب کی
چھوڑ کر معمورۂ دنیا کو جنگل جا بسے — ہم جہان آب و گل میں خانہ سازی خوب کی

کھیل لڑکونکا سمجھ کر چاہ کو آخر گئے
میر پیری میں تو تمنے عشق بازی خوب کی

ای عشق بے محابا تو نے تو جان مارے — ٹک حسن کی طرف ہو کیا کیا جوان مارے
طایر فریب کتنا ہی وہ شکار پیشہ — مرغان باغ سارے گویا ہیں اسکے سارے

اس سخن رس سے اگر شبکی ملاقات رہے — بات رہ جاے نہ یے دن رہیں نے رات رہے
فخر سے ہمتو کلہ اپنی فلک پر پھینکیں — اسکے سگ سے جو ملاقات مساوات رہے
مغبچے لیگئے سجادہ و عمامہ اُچک — شیخ کی میکدے میں کیونکے کرامات رہے
دھجیاں جامے کی کردونگا جنوں میں ایکے — گر گریبان دریکا کام مرے ہاتھ رہے
خاک کا پتلا ہی آدم جو کوئی اچھی کہے — عالم خاک میں برسوں تئیں وہ بات رہے
بات واعظ کی موثر ہو دلوں میں کیونکر — دن کو طامات رہے شب کو مناجات رہے

تنگ ہوں میر جی بیطاقتئی دل سے بہت
کیونکے یہہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات رہے

کیا عشق بے محابا ستھرا کر رہا ہی — میدان بزن گہونکے کشتوں سے بھر رہا ہی
غیرت سے دلبریکی ڈر چاندنی نہ دیکھے — مہتابی ہی رخ اُسکا پیش نظر رہا ہی
خونریز ناتوان میں اتنا نکوئی بولا — کیا مارتا ہی اسکو یہہ آپہی مر رہا ہی
پائیز کب کرے ہی افسردہ خستہ اتنا — تو بھی جدا کسو سے ای گل مگر رہا ہی
خجلت سے آج کل کیا اُنے کیا کنارا — دریا ہمیشہ میرے گریئے سے تر رہا ہی

میں اک نگاہ کا ہے خوشرو کوئی نہ دیکھا — الفت رہی ہی جسّے اسی کا در رہا ہی
رہتا نہیں ہی رکھے تھمتا نہیں تھمائے — دل اب تڑپھ تڑپھ کر اب ظلم کر رہا ہی
یہہ کارواں سرا تو رہنے کی گون نہ نکلی — ہر صبح یاں سے ہمکو عزم سفر رہا ہی
بعد از نماز سجدہ اس شکر کا کروں ہوں — روزونکا چاند پیدا سب بیخبر رہا ہی

کیا پھر نظر چڑھا ہی ای میر کوئی خوشرو
یہہ زرد زرد چہرہ تیرا اُتر رہا ہی

کیا طرح ہی یاں جو آئے تو ہو شرمائے ہوئے — بات مخفی کہتے ہو غصے سے جھنجھلائے ہوئے
اس مرے نوباوہ گلزار خوبی کے حضور — اور خوباں جوں خزاں کے گل ہیں مرجھائے ہوئے
چھپ کے دیکھ ہمرہاں نے اسکو سر غش آگیا — حیف بیخود ہو گئے ہم پھر بخود آئے ہوئے
ہر زماں لے لے اٹھوں ہوں تیغ بیٹھا مجھکو دیکھ — آئے ہو مستانہ کس دشمن کے بہکائے ہوئے
گھر میں جی لگتا نہیں اس بن تو ہم ہو کر اداس — دور جاتے ہیں نکل ہجراں سے گھبرائے ہوئے
ایکدن موئے دراز اسکے کہیں دیکھے تھے میں — ہیں گلے کے ہار اب وے بال بال کھائے ہوئے

دشمنی سے سایۂ عاشق کو جو مارے ہی تیر
اس کماں ابرو کے جا کر میر ہمسائے ہوئے

چرخ پر اپنا مدار دیکھئے کب تک رہے — ایسی طرح روزگار دیکھئے کب تک رہے
سہرے کہاں تک پڑیں آنسوونکے چہرے پر — گریہ گلے ہی کا ہار دیکھئے کب تک رہے
ضعف سے آنکھیں مندی کھل نہ گئیں پھر شتاب — غش یہہ ہمیں ابکی بار دیکھئے کب تک رہے
لب پہ مرے آن کر بارہا پھر پھر گئی — جان کو یہہ اضطرار دیکھئے کب تک رہے
اس سے تو عہد و قرار کچھ بھی نہیں درمیاں — دل ہی مرا بیقرار دیکھئے کب تک رہے
اس سرے سے اس سرے داغ ہی ہیں صدر میں — ان بھی گلوں کی بہار دیکھئے کب تک رہے
آنکھیں تو پتھرا گئیں تکتے ہوئے اسکی راہ — شام و سحر انتظار دیکھئے کب تک رہے

آنکھ ملاتا نہیں ان دنوں وہ شوخ تک — بیمزہ ہی ہمسے یار دیکھئے کب تک رہے
روئے سخن سب کا ہی میری غزل کی طرف — شعر ہی میر اشعار دیکھئے کب تک رہے

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
میر یہہ لیل و نہار دیکھئے کب تک رہے

فنک کرنے کے قابل آسماں ہی — کہ یہہ پیرانہ سر جاہل جواں ہی
گئے اُن قافلوں سے بھی اُٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانیں کہاں ہی
بہت نامہرباں رہتا ہی یعنے — ہمارے حال پر کچھ مہرباں ہی
اسیکا دم بھرا کرتے رہیں — بدن میں اپنے جب تک نیم جاں ہی
ہمیں جس جاے کل غش آگیا تھا — وہیں شاید کہ اُسکا آستاں ہی
مژہ ہر اک ہی اسکی تیر ناوک — خمیدہ بھوں جو ہی زوریں کماں ہی
اسے جبتک ہی تیر اندازیکا شوق — زبونی پر مری خاطر نشاں ہی
چلی جاتی ہی دھڑکوں ہی میں جاں بھی — یہیں سے کہتے ہیں جاں کو رواں ہی

پڑا ہی پھول گھر میں کاہیکو میر
جھمک ہی گل کی برق آشیاں ہی

ہم رہن بادہ جامہ احرام کر چکے — مستی کے دیر میں قسم اقسام کر چکے
جامہ ہی وجہ می میں ہمارا نہیں گیا — دستار و رخت سب گرو جام کر چکے
زنار پنہا سبحے کے رشتے کے تار تور — ترک نماز و روزہ و اسلام کر چکے
جپ کرنے بیٹھے مالا لئے پیش روے بت — کفر اختیار کرنے میں ابرام کر چکے
صندل کے قشقے دیکھ برہمن بچونکے صبح — عاشق ہوئے سو آپ کو بدنام کر چکے
واسوختہ ہو دیر سے کعبے کو پھر گئے — سو بار اضطراب سے پیغام کر چکے

شکر و گلہ صنم کدے کا حرف حرف میر

کعبے کے رہنے والونکو ارقام کر چکے

عشق کو کیا کوئی اختیار کرے — وہی جی مارے جسکو پیار کرے
غنچہ ہی سر پہ داغ سودا کا — دیکھیں کب تک یہہ گل بہار کرے
آنکھیں پتھرائیں چھاتی پتھر ہی — وہی جانے جو انتظار کرے
سہل وہ آشنا نہیں ہوتا — دیر میں کوئی اسکو یار کرے
کنج میں دامگہہ کے ہوں شاید — صید لاغر کو بھی شکار کرے
کبھو سچے بھی ہو کوئی کب تک — جھوٹھے وعدونکو اعتبار کرے

پھول کیا میر جیکو وہ محبوب
سر چڑھاوے گلے کا ہار کرے

سب کام سونپ اسکو جو کچھہ کام بھی چلے — جپ نام اُسکا صبح کو تا نام بھی چلے
گل بکھرے لال میرے قفس پر خزاں کی باد — شاید کہ اب بہار کے ایام بھی چلے
خط نکلے پر بھی یار نہ لکھتا تھا کوئی حرف — سو اسکو ابتو لوگونکے پیغام بھی چلے
سایے سے اسکے پیچھے لگی پھرتی ہی پری — وہ کیا جو آگے یار کے دو گام بھی چلے
پھر صعوہ کے خرام کی بے لطفی دیکھیو — جب راہ دو قدم وہ گل اندام بھی چلے
اب وہ نہیں کہ تھامے تھمے اضطرار ہی — ایک عمر ہمتو تھہ سے دل تھام بھی چلے

یہہ راہ دور عشق نہیں ہوتی میر طی
ہم صبح بھی چلے گئے ہیں شام بھی چلے

اب دشت عشق میں ہیں بہ تنگ آئے جانسے — آنکھیں ہماری لگ رہی ہیں آسمان سے
پڑتا ہی پھول برق سے گلزار کی طرف — دھڑکے ہی جی قفس میں غم آشیان سے
یکدست جوں صداے جرس بیکسی کے ساتھہ — میں ہر طرف گیا ہوں جدا کاروان سے
تمکو تو التفات نہیں حال زار پر — اب ہم ملینگے اور کسو مہربان سے

تم ہم سے صرفہ ایک نگہہ کا کیا کئے — اغماض ہمکو اپنے ہی جی کے زیان سے
جاتے ہیں اسکی اور تو عشاق تیر سے — قامت خمیدہ انکے اگر ہیں کمان سے
دلکش قد اسکا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا — صورت گئی نہ اسکی ہمارے دھیان سے
اتا نہیں خیال میں خوشرو کوئی کبھو — تو مار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے
آنکھوں میں آکے ونسے نہ ٹھہرا تو ایک دم — جاتا ہی کوئی دید کے ایسے مکان سے

دین کا لیاں انھیں نے وہی بیدماغ ہی
میں میر کچھ کہا نہیں اپنی زبان سے

گلبرگ سی زبان سے بلبل نے کیا فغان کی — سب جیسے اڑ گئی ہی رنگینی گلستان کی
مطلوب گم کیا ہی تب اور بھی پھرے ہی — بیوجہ کچھ نہیں ہی گردش یہہ آسمان کی
مایل ستم کے ہونا جور وجفا ہی کرنا — انصاف سے نہ کہنا یہہ رسم ہی کہان کی
ہی سبزۂ لب جو اس لطف سے چمن میں — جوں بھیگتی مسین ہوں کوئی سرو نوجوان کی
میں گھر جہان میں اپنے لڑکونکے سے بنائے — جب چاہا تب مٹا یا بنیاد کیا جہان کی
صوم و صلواۃ یکسو میخانے میں جو تھے ہم — آواز بھی نہ آئی کانون میں یاں اذان کی

جب سامھنے گئے ہم ہمنے اسے دعا دی
شاید انے دیکھتے ہی غصہ کیا زبان کی

دیکھیں تو میر کیونکر ہجرانمیں ہم جئے ہیں — ہی اضطراب دلکا بیطاقتی ہی جان کی

دیوان ششم تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا کہئے عشق حسن کی آپہی طرف ہوا دل نام قطرہ خون یہہ ناحق تلف ہوا

ولہ

مے گلگوں کی بو سے بسکہ مسخانہ مہکتا تھا لب ساغر پہ منہہ رکھہ رکھہ کے ہر شیشہ بہکتا تھا

ولہ

جب کہ تابوت مرا جاے شہادت سے اُٹھا شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا

ولہ

گرچہ امید اسیری پہ یہہ ناشاد آیا رام صیاد کا ہوتے ہی خدا یاد آیا

ولہ

پکپا رہ جیب کا بھی بجا میش نہیں سیا وحشت میں جو سیا سو کہیں کا کہیں سیا

ولہ

اٹھوں نہ خاک سے کشتہ میں کم نگاہی کا داغ کسکر ہی محشر کی داد خواہی کا

ولہ

دل گیا رسوا ہوئے آخر کو سودا ہو گیا اس دو زہ زیست میں ہم پر بھی کیا کیا ہو گیا

ولہ

ہی لب نمکیں علاج میرا پر بے مزہ ہی مزاج میرا

ولہ

کسطور تو نے باغ میں آنکھوں کو تیں ملا نرگس کا جسے رنگ شکستہ بھی اڑ چلا

ولہ

آنے کے وقت تم تو کہیں اکے کہیں رہے اب آئے تم تو فایدہ ہم ہی نہیں رہے

ولہ

ناچار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے پر اس روش کو تیری یہ لوگ کیا کہیں گے

ولہ

وعدے ہر روز رہے اور تم آتے ہی رہے ہمکو دیکھو کہ لگے چلنے تو جاتے ہی رہے

ولہ

مہیا جس کیے اسباب ملکی اور مالی تھے وہ اسکندر گیا یاں سے تو دونوں ہاتھ خالی تھے

ولہ

کلاہ کج سے ہر غنچے کی پیدا اب گلستاں میں کہ کپا کپا اس چمن میں دلبر و نلی لاؤبالی تھی

ولہ

کہا کے دانہ یہہ دام بچھو آیا ہوئی آدم کو بھی بہشت نصیب

فرد

تری زلف سیہ کی یاد میں آنسو جو تھمتے ہیں اندھیری رات ہی برسات ہی جگنو چمکتے ہیں

فرد

جیسی نسیم ہر سحر تیری کروں ہوں جستجو خانہ بخانہ در بدر شہر بشہر کو بکو

فرد

نور نظر کو کھو کے میں سوؤں گا دیکھیو دل بھر رہا ہی خوب ہی روؤں گا دیکھیو

فرد

نرہ دنیا میں دل جمعی سے جو انسان جاتا ہی سفر کا بھی رہے خطرہ کہ اِس منزل سے جاتا ہی

ولہ

مدت ہوئی کہ تاب و توان جی چھپا گئے بیتا [redacted] کے خاک میں ہمکو ملا گئے

ولہ

وے دن گئے کہ آٹھہ پہر اُسکے پاس تھے [redacted] تو دور سے کچھہ غم سنا گئے

ولہ

صبح سے بن علاج وہ خوش ہی تیرا بیمار آج تو خوش ہی

ولہ

کیا کہوں کچھہ بھی اُسے چھوتا ہی ملک دل اُنے صاف لوٹا ہی
خاک سے میر کیوں نہ یکساں ہوں مجھہ پہ تو آسمان ٹوٹتا ہی

ولہ

سوائے سنگدلی اور کچھہ ہنر بھی ہی بتاں دلوں میں تمہارے خدا کا ڈر بھی ہی
ترے فراق میں کچھہ کھا کے سو رہونگا میں تو کس خیال میں ہی تجھکو کچھہ خبر بھی ہی

ولہ

ہنس دے ہی دیکھتے ہی کیا خوب آدمی ہی معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہی
انسان ہو جو کچھہ ہی ادراک سر لو لاک ناداں زمیں زماں سے مطلوب آدمی ہی

ولہ

ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے — جی میں ہی کبھو حال غریبانہ کہینگے
مت وقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمدم — کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

ولہ

وصل کی جسنے گئی ہی چھوڑ دلداری مجھے — ہجر کی کرنی پڑی ہی ناز برداری مجھے
میں گریباں پھاڑتا ہوں وہ سلا دیتا ہی میر — خوش نہیں آتی نصیحت گو کی غمخواری مجھے

ولہ

حیران اُس بھبھوکے کے سب گئے — شمع و چراغ بزم میں خاموش ہو گئے

ولہ

عمر گذری کہ ترے کوچہ کے آنے سے ہے — دور سے ایک نظر دیکھ کے جانے سے گئے

ولہ

کیوں گردن ہلال ابھی سے جھکا چلی — ابرو تو یکطرف پلک اُٹھی نہیں ہلی
ہمت دی باد تند کو ایسی کہ بعد مرگ — مشت غبار میرا نجف پہنچے یا علی

ولہ

یکدم میں خون تو سو کھا مژگاں پہ ہو کے جاری — کرا ہی طپش جگر کی اب تو ہی آبیاری

ولہ

شوخ یا عشق قد کو تیرے سرو یا طوبی کہے — کچھ ٹھہرتا ہی نہیں کوئی کہے تو کیا کہے

ولہ

مرے رنگ شکستہ پر ہنسے ہیں مردماں سارے — ہوا ہوں زعفراں کا کہیت تیرے عشق میں پیارے
عرق گرتا ہی تیری زلف سے جو دل سمیتا ہی — کہ شب تاریک ہی پھر تو ٹتے ہیں دمبدم تارے

ولہ

جو سیل سرشک کا چلے ہی دریا کے بھی ہو نشہ جا لے ہی

ولہ

نظر کرکے وہ سالک دندان یار ہوئے پانی پانی در شاہوار
انسیں ستمدیدہ کی صحبت سے جگر لوہو ہی آب ہو جاے کہ یہہ دل خانۂ پہلو ہی

ولہ

ابر تب مجھ خاک پر سے ہو گیا ایک دو دم زار باراں رو گیا
کیاں کہوں میں میرا اپنی سرگذشت ابتدا ہی قصے میں وہ سو گیا

ولہ

فردوس سے کچھ اسکی گلی میں کمی نہیں پر ساکنوں میں انکے کوئی آدمی نہیں

ولہ

نو گل باغ پر نہ بلبل پھول وہ بھی ہی گا گلاب کا سا پھول

ولہ

نسبت مہ ہی دور اس گل سے وہ شگفتہ ہی یہہ لرفتہ ہی

ولہ

کس رو سے اسکے ہوگا تو نقطے سے مقابل ای آفتاب تیرا منہہ تو طباق سا ہی

ولہ

مصرع زلف کا نہ پایا پیچ شاعروں نے بھی فکر کر دیکھے

ولہ

کوچۂ یار سے نجاوینگے کیسی ہی ہونگے ہم گئے گذرے

ولہ

ترے لعل جاں بخش کو ہمنے بتلا کیا اجیو اں کو پانی سا

ولہ

ند

ایک عالم ہی کشتہ اُس لب کا الغرض اُسپہ دانت ہی سبکا

ولہ

دل سمجھتا نہیں ہمارا آہ زلف اُسکی ہے ایک مار سیاہ

ولہ

پیر کنعاں سے گیا کب درد عشق گو مثل ہو آنکھ پھوٹی پیر گئی

ولہ

وابستہ دلبروں کے خاموشی ہیں ہمیشہ ان ساحروں نے ایسے منہ عاشقوں کے باندھے

ولہ

نہ سنے گا فغاں مرے پھر تو عیش تیرے کان کھول رکھتا ہوں

ولہ

آرسی آرسی وہی وہی پھر نہ منہ دیکھے کی سی میں نے کہی

ولہ

بخت دشمن بلند تھے ورنہ کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا

ولہ

جو ترے لب سے کام رکھتے ہیں یمنی کیوں نام رکھتے ہیں

ولہ

دل تاب تک بھی لاتا تو کہیے اُس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا

ولہ

لایق نہیں تمہاری بڑ کان خوش نگاہاں مجروح دلکو میرے کانٹوں میں مت گھسیٹو

ولہ

غم میں دل صبر و ہوش اے پیارے ہاتھ کانوں میں رکھ گئے سارے

ولہ

لٹ گئی اسکو دیکھ گل کی فصل سارے گلبن تھے تو کہے بے اصل

ولہ

کر نظر اک دور سے مجھ داغ میں آنکھیں نیچی کر گیا گل باغ میں

ولہ

انے دیکھا جو اٹھ کے سونے سے اڑ گئے آئینے کے توتے سے

ولہ

کیسہ پر زر ہو تو جفا جویان تمسے کتنے ہمارے چپ میں ہیں

ولہ

دیکھتا ہوں تو کام میرا سر اول عشق ہی میں آخر ہی

ولہ

پاے پر آبلے سے مجکو بنی گئی ہی صحرا میں رفتہ رفتہ کانٹوں نے سر اٹھایا

ولہ

بس نہ لگ چل نسیم مجھسے کہ میں رہ گیا ہوں چراغ سا بجھ کر

ولہ

چشم ہر گل پہ اسکے جا دیکھی اسیکی باغ میں ہوا دیکھی

ولہ

عشق میں مرگ ابتدا لے تو جو نمانو تو انتہا لے تو

ولہ

تری ہم چشم نرگس کیا صنم ہی لکھا ہی گر کہیں سہو القلم ہی

ولہ

تجھ بن چمن میں جو تھا دلکو ٹٹولتا تھا ۔ گل منہہ نہ کھولتا تھا بلبل نبولتا تھا

ولہ

نقد دل چھوڑتے نہیں خوباں ۔ اسپہ گویا کہ قرض کھایا ہی

ولہ

مایوس وصل اسکا چتون میں مت کہو تم ۔ جو ہو شمار دم میں اسکی امید کیا ہی

ولہ

خضر رہ عشق میں نڈھونڈھ کہ یاں ۔ راہ کی بات کھو ہی دیتی ہی

ولہ

غالب ہی کوئی دن کو ڈھونڈھو تو پھر نپاؤ ۔ دل رفتہ رفتہ غم میں آدھا نہیں رہا ہی

ولہ

فاتحہ کو نہ آیا بعد از مرگ ۔ میر کے یار کی طرح دیکھو

ولہ

گر صرف دید عمر پھرے ہی تو یاں کہاں ۔ ہی سیر مفت میر تجھے پھر جہاں کہاں

ولہ

راہ آنسو کی کب تلک تکئے ۔ خون دل ہی کا اب مزا چکھئے

ولہ

رسا کانپتا تھا مرتے وقت ۔ میر کو رکھیو محبوں کے تکئے

ولہ

چلی جاتی ہی جان ہی اب بھلا تدبیر کیا کرئے ۔ تداوی سے مرض گذرا کہو اب میر کیا کرئے

تضمین مطلع خود با مطلع استاد

نہ اسکندر نہ دارا ہی نہ کسری ہی نہ قیصر ہی ۔ یہہ بیت المال ملک بیوفا بیوارثا گھر ہی

ولہ

جہان کہنہ خلقی را بدل داغ ہوس ماندہ
بیا ساقی کہ این ویرانہ از بیمار کس ماندہ

ولہ

خود بخود کھویا گیا ہی کتنے روزوں سے فقیر
وہ نہیں ہی اب جو تمنے پیش ازیں دیکھا تھا میر

ولہ

دوستاں ظلمی بحال نامرادم رقتہ است
داشتم چیزے کہ من. بودم زیادم رقتہ است

ولہ

نہ اپنے در سے مجھے دور کر شتابی سے
کہ آہ یاں تئیں پہنچا ہوں کس خرابی سے

ولہ

زضعف وست بدیوار دادہ آمدہ ام
بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام

ولہ

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم
القصہ نہ در پی ہو ہمارے کہ نہیں ہم

ولہ

عنقا سر دو بر گیم مپرس از فقرا ہیچ
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

ولہ

میں رہ گیا تھا لاجرم شکوے سے جب ایسہ مرے
تب کے سوا لب ہی گئے ہنگامہ تھا ہمرہ ترے

ولہ

اکنوں کہ تنہا وید مت لطف ارنہ آزاری بکن
تاخنی بکو سنگے بزن تیغے بکش کارے بکن

ولہ

چمن میں دیکھ کے ہنستا ترا ہر نک گل
کہ صبح شاخ پہ یہہ بیت پڑھتی تھی بلبل

ولہ

ند

درین حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش است ۔ زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

ولہ

رہے ہم تشنگاں سے ذمے منت یار کی کیسی ۔ کہ پھر پانی نہ مانگا ہم نگائی ایک ہی ایسی

ولہ

بامید کسے نگذاشت بیدادش دل ما را ۔ خدا اجرے دہد در کشتن ما قاتل ما را

ولہ

دوری ہی میں طاقت نرہی بات کی آخر ۔ روزی نہوی رات ملاقات کی آخر

ولہ

زہر غم ہجر تو بجان کار گر افتاد ۔ امید وصال تو بعمر دگر افتاد

ولہ

آشنائے کفر و دین عاشق نہیں ہوتے ہیں میرا ۔ جانتے ہیں طور میرے سب چنانچہ خورد و پیر

ولہ

کعبہ و بتخانہ را بیگانہ میدانیم ما ۔ یار در دل یا در میخانہ میدانیم ما

ولہ

ای خوش وہ کہ یاں سر بگریباں ہی رہا ہی ۔ اس باغ میں وا ہونے کو بدیمن کہا ہی

ولہ

بسیار ز دلتنگی خود غنچہ غمیں است ۔ غافل کہ شگفتن نفس باز پسین است

ولہ

متاع دل نہ لیجاؤں جو واپس کیا کروں جاناں ۔ خریداری نہ کی تو نے رہا میں دیر سرگرداں

ولہ

بسودائے ہوس عمری درین بازار گردیدم ۔ کنوں گرد سرم گرداں کہ من بسیار گردیدم

ولہ

حواس و ہوش و خرد جان و دل شکیب و توان ۔ چلے ہیں عزم سفر کرنے سے ترے سب یاں

ولہ

ز رفتن تو کسے باز پس نمی ماند ۔ تو میروی و دریں شہر کس نمی ماند

ولہ

کہاں کرنے میں خوں تیرے نہیں کی ۔ یہیں کچھ اُنے خونریزی نہیں کی

ولہ

سر شک گروم کہ ہر جا جلوہ گر بود ۔ سر بازار او بازار سر بود

ولہ

ترس آستانے کے سگ کے نہیں برابر ہم ۔ کہیں زیادہ سخن اپنے منہ سے کیونکر ہم

ولہ

میان او سگ یار فرق بسیار است ۔ چرا کہ من سگ اویم او سگ یار است

ولہ

محرماں کیا کہوں میں اپنے دشمنے کی بدی ۔ بخت نے آہ مری بات تنگ کہنے ندی

ولہ

داں کہ طومار وفا بود من محزوں را ۔ پارہ کردند ندانستہ بتاں مضموں را

ولہ

کہنے نہیں خلوت میں تو بار دے عالم کو ۔ یا آئینہ سا ہو دے دیدار ترا ہم کو

ولہ

تا چند نہاں باشی جاناں نفسے بنما ۔ دیوانہ شدی تنہا خود را بطلب بنما

ولہ

نہ لاکے وہم جس جا کچھ وہاں ہو قادر اندازی ہدف ہونا خدنگ جور کا تیری نہیں بازی

ولہ

زشت صاف ای آبرو کماں از بس خطر دارم تو می بینی بسوئے تیر و من فکر دگر دارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رباعیات

دامن عزلت کا اب لیا ہی میں نے سول مرگ سے آشنا کیا ہی میں نے
تھا چشمۂ آب زندگانی نزدیک پر خاک سے اُسکو بھر دیا ہی میں نے

رباعی

ای تازہ نہال عاشق پامالی یہ تو نے طرح ناز کی کیسی ڈالی
سب تجھسے جہاں بھرا ہی تسکے اوپر دیکھیں ہیں جاے ہی گی تیری خالی

رباعی

افسوس ہی عمر ہم نے یونہیں کھوئی دل جسکو دیا اُنے نہ کی دلجوئی
جھنجھلا کے گلا چہرے سے کاٹا آخر جہل ایسے بھی عشق میں کرے ہی کوئی

رباعی

طاعت میں جواں ہوتے تو کرتے تقصیر — وہ سر میں نشہ نہیں ہوئے ہیں اب پیر
آکے روزوں میں یوں سنا ہی ہمنے — میخانے میں بیٹھے معتکف ہو کر میر

رباعی

پروانہ اٹھاؤ بے حجابی نکرو — ہووے گی قیامت اک شتابی نکرو
عالم عالم بسے ہی خلق عالم — برباد ندو ابھی خرابی نکرو

رباعی

رووے کوئی کیا گئی جوانی یونکر — جاتی ہی نسیم و گل کی نکہت جونکر
پیری آندھی سی میرنا گہہ آئی — ہم برگ خزاں سے اسمیں ٹھہریں کیونکر

رباعی

کیسا احساں ہی خلق عالم کرنا — پھر عالم ہستی میں مکرم کرنا
تھا کار کرم ہی ای کریم مطلق — ناچیز کف خاک کو آدم کرنا

ولہ

اللہ کو زاہد جو طلب کرتے ہیں — ظاہر تقوی کو کس سبب کرتے ہیں
دکھلانیکو لوگونکے دونونکی ہی صلاح — پیش انجم نماز شب کرتے ہیں

ولہ

اترا تھا غریبانہ کنارے آکر — لب خشک موا سو نور چشم حیدر
تر حلق دم آب سے اسکا نہوا — ای آب فرات خاک تیرے سر پر

ولہ

اللہ کیا جگر تھا جفا میں حسین کا — جی ہی گیا ندان رضا میں حسین کا
اس تشنہ لب کا عرش سے برتر ہی مرتبہ — خوں تھا سبیل راہ خدا میں حسین کا

ولہ

ثر

بتخانے سے دل اپنے اٹھائے نگئے — کعبے کی طرف مزاج لائے نگئے
طور مسجد کو برہمن کیا جانے — یاں مدت عمر میں ہم آئے نگئے

ولہ

لو یار ستمگر نے لڑائی کی ہی — ایک ہی تلوار میں صفائی کی ہی
اس کوچے کی راہ نعش میری جاوے — واں میر بہت میں نے گدائی کی ہی

ولہ

ملنا دلخواہ اب خیال اپنا ہی — جی تن میں رہا ہی سو وبال اپنا ہی
آزار بہت کھینچے ہیں اس بن دل نے — ہجراں ہی شاید کہ وصال اپنا ہی

ولہ

دل جان جگر آہ جلاوے کیا کیا — درد و غم و آزار کھنچاوے کیا کیا
ان آنکھوں نے کی ہی ترک مردم داری — دیکھیں تو ہمیں عشق دکھاوے کیا کیا

ولہ

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے — کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے
آخر کو رکے رہتے جنوں ہوتا ہی — ای میر کوئی بات کیا کر ہم سے

رباعی

کیا کہئے ادا بتوں سے کیا ہوتی ہی — جو دل زدگان پر یہہ جفا ہوتی ہی
یہہ کیا کہ سجود میں نہ دیکھا بگڑے — اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہی

رباعی

اب وقت عزیز کو تو یوں کھوؤگے — پر سوچ کی غفلت کتئیں روؤگے
کیا خواب گراں پہ میاں روز و شب ہی — جاگو تک میر پھر بہت سوؤگے

رباعی

رباعی

پر پیچ بہت ہی شکن زلف سیاہ وا رفتہ نرہ اُسکا ولا بیگہہ و گاہ
دیوانگی کرنے کئی جگہہ بھی تک دیکھہ جا ماتی ہی یہہ کو چہ نجیر میں راہ

رباعی

جانان نے ہمیں کیہو نجانا افسوس جو ہمنے کہا سو وہ نجانا افسوس
تب آنے میں دیر کی قیامت اب سو آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

رباعی

ہر لحظہ رلاتا ہی کڑھاتا ہی مجھے ہر اُن ستاتا ہی کھپاتا ہی مجھے
کل میں جو کہا رنج سے حاصل میرے بولا ترا آزار خوش آتا ہی مجھے

رباعی

ای میر کہاں دلکو لگایا تو نے شکل اپنی نگار کر کڑھایا تو نے
جی میں نہ ترے خال نہ منہہ پر کچھہ رنگ اپنا یہہ حال کیا بنایا تو نے

رباعی

گو میر کا احوال نہایت ہی سقیم کہتے ہیں اُسے شافی وکافی و حکیم
وہ غیر کرم بندے کے حق میں نکرے یہہ بابت مکرمت ہی اللہ کریم

رباعی

دل جلنے سجا ہیں انکو آتی ہی خواب آرام خوش آتا ہی سہاتی ہی خواب
میں غمزدہ کیا اپنے دنوں کو روؤں میری تو جہاں شب ہوئی جاتی ہی خواب

رباعی

دنیا میں ترا روگ جو ہی الفت ہی دق آگئے ہیں جنی سے بھی یہہ زحمت ہی
کہتے تھے کہ میر بیوفا ہم کو نہ جان کی خوب وفا تمنے تمہیں رحمت ہی

رباعی

دن فکر دہن میں اسکے جاتا ہی ہمیں — کب آپ میں آگے کوئی پاتا ہی ہمیں
ہرلزدہ کمر وہم میں آتی ہی نہیں — رہ رہ کے بھی خیال آتا ہی ہمیں

رباعی

اندوہ کھسے عشق کے سارے دلمیں — اب درد لگا رہنے ہمارے دلمیں
عہد حال نہیں رہا ہی دلمیں اپنے — کیا جانئے وہ کیا ہی تمھارے دلمیں

رباعی

سن سوز دروں کو جلئے بھنئے — ہر حرف پر افسوس سے سر کو دھنئے
کیا کیا اب سانحہ سے کہے گا عالم — آؤ ٹک میر کی کہانی سنئے

رباعی

کیا کیا ہیں سلوک بد فقط غم ہی نہیں — پھر ہمسے جنوں میں ضعف سے دم ہی نہیں
ایک عمر چلی گئی جفائے شب روز — اب وہ تو نہیں شام و سحر ہم ہی نہیں

رباعی

کیا کہئے خراب ہوتے ہم کیسے پھرے — دیکھا یہہ بھی کر سب کی نظروں سے گرے
چپ ایسے ہیں لو یا کہ نہیں منہہ میں زباں — جب نام ترا لیں تو زباں اپنی پھرے

رباعی

شب ابر کہ پیش رو ہو دریا جسکا — آیا دل داغ کر گیا جس تسکا
اُسے ناگاہ ایک بجلی چمکی — کیا جانئے اس نے گھر جلایا کسکا

رباعی

ہم میر سے کہتے ہیں نہ تو رویا کر — ہنس کھیل کے ٹک چین سے بھی سویا کر
پایا نہیں جانے کا وہ در نایاب — کڑھ کڑھ کے عبث جانکو مت کھویا کر

رباعی

ابرو سے نہ تو نے کہاں خم مارا ہونٹوں سے ترے لعل نے کب دم مارا
زلفوں کو تری ہم بھی پریشان دیکھیں اک جمع کو ان دونوں نے برہم مارا

رباعی

جان سے ہی بدن لطیف و زو ہی نازک پاکیزہ ہی تری طبع و خو ہی نازک
بلبل نے سمجھ کے کیا تجھے نسبت دی گل سے تو ہزار پردہ تو ہی نازک

رباعی

پوچھو نہ کچھ اس بے سروپا کی خواہش رکھتی نہیں خدا ہاں وفا کی خواہش
جانے ہیں چلے جی ہی ہتھن کی خاطر معلوم نہیں کیا ہی خدا کی خواہش

رباعی

دل غمسے ہوا گداز سارا اللہ غیرت نے ہمیں عشق کی مارا اللہ
ہی نسبت خاص تجھسے ہر ایک کتیں کہتے ہیں چنانچہ سب ہمارا اللہ

رباعی

وصف اپنے دلوں کے کسے کہئے سارے اُس شوخ کی تمکین نے تو جی ہی مارے
بالوں میں چھپا منہہ نہ کبھو یوں پوچھا کہہ میر گئی ہی رات کیونکر بارے

رباعی

آب حیواں نہیں لوارا ہمکو کس گھات محبت نے اُتارا ہمکو
وزیا دریا تھا شوق بوسہ لیکن جان بخش لب یار نے مارا ہمکو

رباعی

ہر چند کہ طاعت میں ہوا ہی تو پیر پر بات مری سن کہ نہیں بے تاثیر
تسبیح بکف پھرنے سے کیا کام چلے منکے کی طرح دل نہ پھرے جبتک میر

نثر

رباعی

کہا میر تجھے جان ہوئی تھی بھاری جو اُس بت سنگدل سے کی تھی یاری
بیمار بھلا کیا کوئی ہو تیرے اُسکا پرہیز کرے جسے خدائی ساری

رباعی

درپیش ہی میر راہ تجھکو پیارے غفلت سے نہیں نگاہ تجھکو پیارے
آتے ہیں نظر جاتے ہے سارے اسباب سوجھے گی کبھو بھی آہ تجھکو پیارے

رباعی

کچھ میر تکلف تو نہیں اپنے تئیں ان روزوں نہیں باتے کہیں اپنے تئیں
اب جی تو بہت ہی تنگ آیا ایکاش جاویں ہم چھوڑ کر یہیں اپنے تئیں

رباعی

راضی تک آپ کو رضا پر رکھئے مایل دل کو تنک قضا پر رکھئے
بندوں سے تو کچھ کام نہ نکلا ای میر سب کچھ موقوف اب خدا پر رکھئے

رباعی

حیرت ہی کہ ہو روبرو محرم تیرا ہمراز و انیس وقت و ہمدم تیرا
جوں عکس ترے سامنے اکثر وہ ہو چوں آئینہ منہ تکا کریں تیرا

رباعی

ہمسے تو بتوں کی وہ حیا کی باتیں وہ طرز کلام اس ادا کی باتیں
دیکھیں قرآن میں فال غیر وکے لئے کیا ان سے کہیں ہے ہیں خدا کی باتیں

رباعی

دل خون ہی جگر داغ ہی رخسار ہی زرد حسرت سے گلے لگنے کی چھاتی میں درد
تنہائی و بیکسی و صحرا گردی آنکھو نمیں تمام آب منہ پر سب گرد

رباعی

کچھ خواب سی ہی میر بہ صحبت داری — اٹھ جائینگے بہ بیٹھے ہوئے یکبا ری
کہتا آنکھوں کو کھولا ہی تنک گوش کو کھول — افسانہ ہی پل مارتے مجلس ساری

رباعی

دن خون ہو اضطراب ہی کرتے کرتے — ہم ہو ہی چکے دکھوں کے بھرتے بھرتے
ای مایۂ زندگی ستم ہی بہ ا گر — پھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

رباعی

مستی نہ کر ای میر اگر ہی ادراک — داماں بلند ابر نمط رکھ تو پاک
ہی عار ریتی جامۂ ہستی تیرا — ہشیار کہ اس پر نہ پڑے گرد و خاک

رباعی

کیا تجھ سے کہوں میر کہاں تک روؤں — روؤں تو بس اے آسماں تک روؤں
جوں ابر جہاں جہاں بھرا ہوں غم سے — شایستہ ہوں رونے کا جہاں تک روؤں

رباعی

میرا سے ملے کہ جو ملا بھی نہ کہو — جی یوں نہیں گیا وہ آہ پھر ا بھی نہ کہو
چپ جسکے لئے لگ گئی ایسی انکو — انے کچھ زیر لب کہا بھی تھا کہو یہ

رباعی

کیا کوفت ہی لخت دل کے کوتے نکلے — ٹکڑے جو ہوئے جگر کے توتے نکلے
چھاتی جو بھنی ندان جلتے جاتے — اس میں کے پھپھولے سارے پھوتے نکلے

رباعی

تم تو ای مہربان انھو تھے نکلے — جب آنکے پاس بیٹھے رو تھے نکلے
کیا کہئے وفا اینک بھی وعدہ نہ کیا — سچ یہ ہی کہ تم بہت ہی جھوتھے نکلے

رباعی

کیا کیا اے عاشقی ستایا تو نے کیسا کیسا ہمیں کھپایا تو نے
اول کے ساوک میں کہیں کا نہ رکھا آخر کو ٹھکانے ہی لگایا تو نے

رباعی

کیا میر کا مذکور کریں سب ہی جہل پایا ہمنے اسے نہایت ہی سہل
ایسوں سے نہیں مزاج اپنا مانوس وحشی بیطور بدزبان و نااہل

رباعی

حیرت کے یہہ منعز کے کی جا ہی بارے کیا پوچھتے ہو مرتے ہیں عاشق ہزارے
مشہور رہی عشق نے لڑائی ماری اسپر کہ گئے لوگ سب اُسکے مارے

رباعی

ملیئے اس شخص سے جو آدم ہووے نازاسکو کمال پر بہت کم ہووے
ہو گرم سخن تو گرد آوے یک خلق خاموش رہے تو ایک عالم ہووے

رباعی

ہر صبح غموں میں شام کی ہی ہمنے خوننابہ کشی مدام کی ہی ہمنے
یہہ مہلت کم کہ جسکو کہتے ہیں عمر مرمر کے غرض تمام کی ہی ہمنے

رباعی

مدت کے جو بعد جی بحال آتا ہی خاطر پہ جہاں جہاں ملال آتا ہی
وے دن گئے جان یوں چلی جاتی ہی آہ رہ رہ کے ہمیں یہی خیال آتا ہی

رباعی

ہی مجھسے محال جی اٹھانا مجکو پھر جنے کہے کوئی سیانا مجکو
سر میرا لگا ہی نقش پا سے تیرے سجدے کو خدا کے بھی بجانا مجکو

رباعی

ہیں گو کہ سبھی تمھاری پیاری باتیں — پر جی سے نجائینگی تمھاری باتیں
آنکھیں ہیں ادھر روے سخن اور طرف — یارونکی نظر میں ہیں یہ ساری باتیں

رباعی

ایسا نہوا کہ ہمنے شادی کی ہو — یا سیر بہار باغ و وادی کی ہو
پژمردہ کلی کے رنگ اس گلشن میں — غالب ہی بہی کہ نامرادی کی ہو

رباعی

اتنے بھی ہم خراب ہوتے رہتے — کاہیکو غم و آلم سے روتے رہتے
سب خواب عدم سے چونکنے کے ہیں وبال — بہتر تھا یہی کہ وہ ہیں سوتے رہتے

رباعی

ہم میر برے اتنے ہیں وہ اتنا خوب — متروک جہاں ہم ہیں وہ سب کا محبوب
ہم ممکن اسے وجوب کا رتبہ — ہی کچھ یہی مناسبت کا باہم اسلوب

رباعی

کور و کش ہفتاد و دو ملت ہم ہیں — مرآت بدن نماے وحدت ہم ہیں
بے اپنے نمود اسکی اتنی معلوم — معنی محبوب ہیں تو صورت ہم ہیں

رباعی

محشر میں اگر یہہ آتشیں دم ہوگا — ہنگامہ سب ایک لپٹ میں برہم ہوگا
تکلیف بہشت کا شمن مجکو نکریں — ورنہ وہ باغ بھی جہنم ہوگا

رباعی

ہر صبح مرے سر پہ قیامت گذری — ہر شام نئی ایک مصیبت گذری
پامال کدورت ہی رہا یاں دن رات — یوں خاک میں ملتے ہمکو مدت گذری

رباعی

اب شہر کی گلیوں میں جو ہم ہوتے ہیں — منہہ خون جگر سے دم بدم دھوتے ہیں
یعنے کہ ہر یک جا پہ جوں ابر بہار — عالم عالم جہاں جہاں روتے ہیں

رباعی

اندیشۂ مرگ سے ہی سینہ سب ریش — ٹکڑے ہی جگر جیسے لباس درویش
ہاتھوں سے جو آج ہو سکے کر لیجے — پھر کل تو ہمیں ہی اک قیامت درپیش

رباعی

تسبیح کو مدتوں تو سنبھالا ہمنے — خرقہ برسوں گلے میں ڈالا ہمنے
اب آخر عمر میر مہ کی خاطر — سجادہ گرو رکھنے نکالا ہمنے

رباعی

اب صوم و صلوۃ سے بھی جی ہی بیزار — اب ورد و وظایف سے کیا استغفار
عقدے نہ کھلے دل کے بسان تسبیح — اسماء الٰہی بھی پڑھے سو سو بار

رباعی

ہر روز نیا ایک تماشا دیکھا — ہر کوچے میں سو جوان رعنا دیکھا
دلی تھی طلسمات کہ ہر جا گہہ میر — ان آنکھوں سے ہمنے آہ کیا کیا دیکھا

رباعی

آئی نہ کبھو رسم تلطف تمکو — کرتے نہ سنا ہم پہ تاسف تمکو
مرتے ہیں ہم اور منہہ چھپاتے ہو تم — ہمسے اتنک بھی ہی تکلف تمکو

رباعی

ہجراں میں کیا سب نے کنارا آخر — اسباب کیا جینے کا سارا آخر
نے تاب رہی نہ صبر و یارا آخر — آخر کو ہوا کام ہمارا آخر

رباعی

میر آسکے ہوئے تھے ہم جو بار خاطر
سو بار ئی بخت سے ہیں بار خاطر
وہ خاک میں آپ کو ملا کر اول
آخر کو ہوئے ہیں یوں غبار خاطر

رباعی

بس حرص و ہوا سے میر اب تم بھاگو
غفلت کبتک کہے ہمارے لالو
چلنے کی خبر دے ہی سفیدی مو کی
ہونے آئی ہی صبح اب تو جاگو

رباعی

حاصل نہیں دنیا سے بجز دلریشی
رکھتی نہیں اعتبار می خویشی
توفیق رفیق ہو تو سب کر کے ترک
ہی جی میں کہ یکچند کریں درویشی

رباعی

ہر چند کہ ای مہ اب تمامی ہیگی
پر ہم جو گلہ کریں تو خامی ہیگی
بندے ہیں ترے کہونکے کریں سرتابی
خدمت تری ہمیں غلامی ہیگی

رباعی

زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا
جا دندان کو ہمنے خالی پایا
آنکھو تکی بصارت میں تفاوت آیا
پیری نے عجب سماں ہمیں دکھلایا

رباعی

اوقات جوانی کی گئی عشرت میں
ایام لڑکپن کے گئے غفلت میں
پیری میں جزا فسوس کیا کیا کیجائے
یکبارہ کمی ہی آگئی طاقت میں

رباعی

تا چند تاسف میر جیا سے ہو گا
شاید کہ صد ستم وفا سے ہو گا
کر ترک ملاقات بتان کعبے چل
اِنسے ہو گا سو اب خدا سے ہو گا

رباعی

وہ عہد گیا کہ جور اُسکے سہئے — وہ بات نہیں رہی کہ چپکے رہئے
جب جی ہی چلا تو صرفہ کیا ہی — بیصرفہ جو کچھ کہ منہ میں آئے کہئے

رباعی

حسن ظاہر بھی ہی ہمارا دلخواہ — محو صورت بھی ہو ہیں معنی آگاہ
باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھہ — کیا کیا ہیں رنگ یہاں بھی اللہ اللہ

رباعی

جس وقت شروع یہہ حکایت ہوگی — رنجیدگی یک دگر نہایت ہوگی
احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھسے — مت پوچھہ کہ کہنے میں شکایت ہوگی

رباعی

لذرا یہہ کہ شکوہ و شکایت کیجے — یا آگے سخن اور حکایت کیجے
خوب اتنی تو مجھہ پر اب رعایت کیجے — دل میرا مرے تئیں عنایت کیجے

رباعی

مسجد میں تو شیخ کو خروشان دیکھا — میخانے میں خوش بادہ نوشان دیکھا
اک گوشۂ عافیت جہان میں ہمنے — دیکھا تو محلۂ محو شان دیکھا

رباعی

کاہیکو کوئی خراب خواری ہوتا — کاہیکو ہمیں یہہ جان بھاری ہوتا
دلخواہ ملاپ ہوتا تو تو ملتے — ابی کاشکے عشق اختیاری ہوتا

رباعی

یکبار تبہ دل پہ اضطرار ابی آئی — یعنے کہ اجل میری شتابی آئی
بکھرا جاتا ہی ناتوانی سے جی — عاشق نہوئے کہ اک خرابی آئی

رباعی

اک وقت تھے ہم بھی خوش معاشی کرتے ہر نالہ سے اپنے دلخراشی کرتے
آتے جو کبھو ادھر کو سنتے اُسکو ہم گریہ سے اپنے آب پاشی کرتے

رباعی

بہت مال کسیکا یار تل کر رکھنا تو داؤ نایاں بہت ساجل کر رکھنا
آیا تو قمار خانۂ عشق میں تو سر بازی ہی یاں قدم سنبھال کر رکھنا

رباعی

اغلب ہی وہ غم کا بار کھینچے گا میر منہہ دیکھو کہ نشکاں یار کھینچے گا میر
بیتابی ہی بنائے اُسکی چشم میگوں نقاش بہت خمار کھینچے گا میر

رباعی

یکسو یہہ کہ عیش و کامرانی کرئے یا خوب طرح سے زندگانی کرئے
سگ کا نہوا ہمیں تو رتبہ حاصل تا کوچے کی اسکے پاسبانی کرئے

رباعی

کیا کرئے بیاں مصیبت اپنی پیارے دن عمر کے میری غم میں گذرے سارے
رنج و ضعف و بلا اذیت محنت پنپا ہی نہ میں تو ان دکھونگے مارے

رباعی

پھر عشق میں میر پانو دھرتا ہیگا جی اور منغص اپنا کرتا ہیگا
سب ملکے چلو بلا سے سمجھا آوں میں افسوس کہ وہ جوان مرتا ہیگا

رباعی

دل مجھہ پہ جلے نہ کیونکے میرا بیتاب یاں تجکو توقع ہی کہ لاتا ہی جواب
واں آئے شراب پیکے مستی میں میر کر کھائیے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

رباعی

کہتا ہی یہہ اپنی آنکھوں دیکھینگے فقیر بینش نہیں رکھتے کیا جوان ہوں کیا پیر
اندھے ہیں جہانکے لوگ سارے ای میر سوجھے نہ جسے اُسے یہہ کہتے ہیں بصیر

رباعی

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اسکا معراج ہی کمترین پایا اسکا
سایہ جو اسے نتھا یہہ باعث ہی گا کل حشر کو سب پہ ہوگا سایہ اسکا

رباعی

چپکے رہنا نہ میر دلمیں ٹھانو بولو چالو کہا ہمارا مانو
ایک حرف نہ کہہ سکوگے وقت رفتن چلنے کو زبان کے غنیمت جانو

رباعی

کی حسن نے تجھسے بیوفائی آخر خوبی نرہی نہ میرزائی آخر
رونق نرہی غبار خط سے منہہ پر اس سبز قدم نے خاک اڑائی آخر

رباعی

یاروں کو کدورتیں ہیں اب تو ہم سے جس روز کہ ہم جاینگے اس عالم سے
اُس روز کھلے گی صاف سب پر یہہ بات اس بزم کی رونق تھی ہمارے دم سے

رباعی

کوچیمیں ترے آن گے اڑ بھی بیٹھے بے ہیچ ہر اک بات پہ لڑ بھی بیٹھے
حاصل کہ ہمارے تیرے ہرگز نہ بنی سو سو طرحوں سے ہم بگڑ بھی بیٹھے

رباعی

تیرا ایدل یہہ غم فرو بھی ہوگا اندیشۂ رزق کم کبھو بھی ہوگا
کھانے کو دیا ہی آج حق نے تجھکو کل بھی دیوےگا کل جو تو بھی ہوگا

رباعی

کو عمر کہ اب فکر امیری کرئے بن آوے تو اندیشۂ پیری کرئے
آگے مرنے سے خاک ہو جے ای میر یعنے کہ کوئی روز فقیری کرئے

رباعی

ہیں قید قفس میں تنگ یوں تو کب کے رہتے تھے گلے ہزار نیچے لب کے
اس موسم گل میں میر دیکھیں کیا ہو ہی جان کو بیکلی نہایت اب کے

رباعی

رنجش کی کوئی اُسکی روایت نہ سنی بیصرفہ کسو وقت حکایت نہ سنی
تھا میر عجب فقیر صابر شاکر ہمنے اُسے کبھو شکایت نہ سنی

رباعی از غزل

جو ای قاصد وہ پوچھے میر بھی ایدھر کو چلتا تھا تو کہیو جب چلا ہو نمیں تب اُسکا جی نکلتا تھا
سماں افسوس بیتابی سے تھا کل قتل میں میرے تڑپھتا تھا ادھر میں یار اُودھر ہاتھ ملتا تھا

از غزل مربع

قصہ تمام میر کا شب کو سنا کیا بے درد سر بھی صبح تلک سر دھنا کیا
مل چشم بھی نگہ نے دھتورا دیا مجھے جس پر نچھوڑا دلکو میں تنکے چنا کیا

مستزاد ہندی

دلی میں بہت سخت کی ابکے گذراں دلکو کر سنگ
غیرت نرہی عاقبت کار نہ شاں کھینچا بہہ ننگ
یاروں میں نتھا کوئی مروت جو کرے اُجڑے تھے گھر
تا مد نظر صاف پڑے تھے میدان عرصہ تھا تنگ

مستزاد

تک میر زمانے سے نکر قال و مقال — بس اب چپ رہ
ہر چند خموشی ہی سخن گو کو وبال — ایذا ہی سہ
ایسا نہیں یہہ قصۂ کاہش افزا — جو کہو آخر
اتنہ سوئے ہو چکا ہی پچھاو نکا حال — آگے مت کہہ

مستزاد

ہستی کا یہہ ہنگامہ تمام اسکا ہی — ابتو ہی وبال
شہرت کے جواب جہاں جہاں ہر جا ہی — سو وہم وخیال
جھوکے ہیں آرے باد فنا کے جب اب — سب ہیچ ہی سب
پھر نام سوا جہا نمیں رہنا کیا ہی — عنقا کی مثال

مستزاد

منعم جو نشے ترے بناتے گھر ور — تھا عہد شباب
پیرہیں نبا وہم پہ رکھنا اکثر — ہی کچھ بھی حساب
اب جی ہی لگا ضعف سے دھونے تیرا — یے کیا ہیں خیال
طاقت صرف عمارت دل کر — ای خانہ خراب

مستزاد

تا چند غم دل سے حکایت کریئے — ہو ہو کر تنگ
کس کس سے شب وروز شکایت کریئے — آتا ہی ننگ
سختی کوئی ای صنم کہاں تک کھینچے — ہی جیہں کہ اب
ہو نالہ ترے دلمیں سرایت کریئے — پر تو ہی سنگ

مستزاد

کیا کیا آتی ہی اپنے جی میں لیکن — کیا کہیئے کہ آہ

محراب نعیں سر مارئے کبتک تجھہ بن — غم ہی جانکاہ
تو مست گذارہ ہووے غیرونکی جا — چھپ چھپ کر رات
ہم پھیرتے تسبیح پھریں سارے دن — سبحان اللہ

تمام شد مستزاد

کیا کریمی کی ہی صفت اللہ — نہیں ہی یے نہیں یہی ہی ہان
شان ارفع ہی اپنے صاحب کی — کام کرتے نہیں قیاس و گمان
ہی جہاں رتبۂ وجوب اُسکا — عقل کا درک وہاں ہی کیا امکان
خوگر اِس نام لینے سے جو نہیں — حیف صد حیف وہ دہان و زبان
دونوں یکتا ہیں ذوالفقار و علی — ایسی شمشیر ہی نہ ایسا جوان
سب ہیں حیران منزلت اُسکی — قدر اُسکی کہاں سپہر کہاں

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہی علی مدعا علی مقصود — وہی مشہود ہی وہی موجود
ہی علی وہ کہ سارے صاحبدل — لیتے نام اُسکا بھیجتے ہیں درود
کنار عین کیا سپہر کیا مہ و مہر — کی علی کے لئے سبھوں نے نمود
جمع رکھہ دل علی سبب ہوگا — کیا ہی اسباب اگر ہوئے مفقود
بندگی کے مقام ہیں معلوم — ہی یہہ صاحب ہمارا تو معبود

نش

مصطفیٰ مرتضیٰ خدا ہی ایک لیک آگاہ راز ہیں معدود
جھک ہی جاتے ہیں سرسن اُسکا نام یعنے سب اسکو جانے ہیں مسجود
حشر ہو گا علی کے ساتھہ اپنا کیا ہی وہ انکا ہمیں غم بہبود
عند یہ اپنا اپنا ہی اے شیخ گوش کر اسکو تو اُچھل یا کود

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

گاہ بیگاہ نکر علی خوانی ہی علی دانی ہی خدا دانی
مہر کا اُسکی زہ سر آشفتہ ہی ولائے علی سلامتی
فرش راہ علی کر آنکھونکو یوں بچھا تو بساط ایمانی
مور بے زور ہو علی کا تو کہ جہاں میں کرے سلیمانی
چاہ میں اسکی آپ کو گم کر تا کہیں تجھکو ماہ کنعانی
ہی وہی مہر چرخ عرفاں کا ہی وہی شاہ ظل سبحانی
قامت آرائے کبریا حق کا چہرہ پرداز نور یزدانی
ہاتھہ اسکا وہی خدا کا ہاتھہ بات اسکی کلام ربانی
شوق مفرط سے ہی یہہ طرز سخن گو برا مانے کوئی مردانی

ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہی علی یہاں کا مالک و مختار آگہہ کار و واقف اسرار
ہی علی آفتاب سا روشن کچھہ چھپا ہو تو کیجئے اظہار
ہی علی بہترین خلق خدا ہی علی خویش سید ابرار
کون اُسکا مقر جود نہیں اُسکی جرات کا کسکو ہی انکار

بہہ شرف کس میں جمع ہوتے ہیں اشرف حر و سید و سردار
عہد کا فخر و قت کا سلطاں خوبئی بزم و گرمئی مضمار
تیغ بر کف اگر نمود کرے وہی قہار ہی وہی جبار
حکم کے مرتبے میں ہو تو وہی پردہ پوش و غفور ہی ستار
عشق پیشوں کو اسکے کیا و سواس کہتے ہیں اور پھر کہیں سو بار
ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

ہی علی وہ بلند قدر امیر دونے دے ڈالے ہیں جسے تاج و سریر
اُسکی یکتائی میں ترد و کیا جسکا نکلا نہیں عدم سے نظیر
خاک در ہو شہ ولایت کا شاہیاں لیگئے ہیں بہانے فقیر
یونہی در زیر دست جو اُسکا جیسے بر سے ہی کوئی ابر مطیر
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہی گنہہ امرزا و رعذر پذیر
ہمسے بندوں کے ورنہ کیونکے نبھے دمبدم جسمے ہوتی ہی تقصیر
کچھہ محبوں کا معتقد مت پوچھہ ہی علی ہی ہوا لعلی کبیر
شان سے کہتے ہیں محیط کل قدر سے قادر و خدائے قدیر
تو موالی علی پرست نصیر چاہے سو ہمکو کہلے اب ای میر
ہم علی کو خدا نہیں جانا
پر خدا سے جدا نہیں جانا

مخمس در منقبت

ہادی علی رفیق علی رہنما علی یاور علی مدد علی آشنا علی

مرشد علی کفیل علی پیشوا علی مقصد علی مراد علی مدعا علی
جو کچھ کہو سو اپنے تو ہاں مرتضی علی

نور یقیں علی سے ہمیں اقتباس ہی ایمان کی علی کی ولا پر اساس ہی
یوم التناد میں بھی علی ہی کی آس ہی بیگاہ و گاہ ناد علی اپنے پاس ہی
قبلہ علی امام علی مقتدا علی

دیوانگاں شوق کا مت پوچھو معتقد فہم اسکا تب ہو روح قدس جب کرے مدد
ظاہر اُس ایک شان سے شانیں ہیں لاتعد گہہ احمد اُسکو کہتے ہیں گاہے اسے احد
شایان حمد و قابل صلی علی علی

نے شہ سے کچھ غرض ہی ہمیں نے وزیر سے نے اعتقاد شیخ سے نے کچھ فقیر سے
رکھتے نہیں ہیں کام صغیر و کبیر سے ہی لاگ اپنے جی کو اسی ایک امیر سے
مولا علی وکیل علی پادشا علی

پہنچے ہی تیرے ہاتھ تلک کب کسو کا دست کیا سمجھے شیخ حال کو فطرت ہی اسکی پست
ہوں جوں نصیر ساقی کوثر کا محو و مست مسکن علی نگر ہی میرا میں علی پرست
پیغمبر اس جگہہ کا علی ہی خدا علی

شیوہ اگرچہ اپنا نہ یہہ وعظ و پند ہی پر اسکو سن رکھہ ای کہ تو کچھ دردمند ہی
کیا ہی جو عرصہ تنگ ہوا کام بند ہی دل جمع کر کہ ہمت مولی بلند ہی
یعنے کرم شعار ہی مشکلکشا علی

اپنی بساط تو ہی علی ہی وہی علیم کسطور جیتے رہتے نہوتا جو وہ کریم
دیکھیں ہیں اسکی اور جو ہم ہوتے ہیں سقیم یا نکا وہی ہی شافی و کافی وہی حکیم
عارض ہو کوئی درد ہمیں ہی دوا علی

ہی دوستی علی کی تمنائے کائنات بے لطف اُس بغیر ہی کیا موت کیا حیات

یعنے کہ ذات پاک ہی اُسکی خدا کی ذات کیا ان موالیوں کے تئیں ہی غم نجات
مرتے ہوئے جنھوں کے دلوں میں رہا علی

یہہ کس طرح سے راز کہوں میں زبان سے حالات اس روش کی پرے ہیں بیان سے
اک شب نبی جو نکلے زمان و مکان سے ذات مبارک آئی نظر اور شان سے
تھا بزم لامکاں میں بھی رونق فزا علی

خواہش مدد کی غیر سے ہی یہہ خیال خام کرتا ہی کب قبول اسے عاقل تمام
کافی ہی دو جہان میں مولی کا میرے نام لاریب اسپہ آتش دوزخ ہوئی حرام
یکبار بھی زبان سے جنے کہا علی

سر تا قدم ثبات دل جمالگی ادب صورت پکڑ کے سامنے آیا تھا لطف رب
ظاہر ہوئے ظہور جہانمیں عجب عجب محراب میں نہ گرم بکا تھا کدام شب
ہنستا رہا نہ کون سے روز عزا علی

عنتر کو نار خشم نے اُسکے جلا دیا اژدر کو چیر ایک ہی دم میں کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارا دکھا دیا ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا
تھا جانشین ختم رسل کا بجا علی

گو چشم دل کھلی نہ کسی رو سیاہ کی اُس تک مجال کب ہی کسو کی نگاہ کی
اللہ رے بلندی تری قدر و جاہ کی مر مر کے جبرئیل نے دربان سے راہ کی
شاہا ملک سپاہ جہان صفا علی

دشمن کو آگہی ہی کما ینبغی کہاں قدرت سے اُسکی قدرت حق ہوتی ہی عیاں
زور آوری مزاج میں آوے تو الاماں کچھ بھی نہیں ہی پھر یہہ جو سب کچھ ہی درمیاں
ارض و سما کے دیوے قلابے ملا علی

دی تیغ ایسی کسکو کہ جیسی ہو ذوالفقار مرکب کہاں ہیں اُسکے سے ویسے کہاں سوار

نص

گذرے ہیں گرچہ مردم خوب آکے بھی ہزار پر یہہ شرف جدا کی طرف سے ہی یہہ وقار
خلقت تو دیکھہ کعبے میں پیدا ہوا علی

تھی حق کے ہاں سے احمد مرسل کو سروری کہتی تھی ساری خلق خدا کی اسے ولی
نسبت بغیر ہوتی ہیں بے اتحاد بھی لطف و سخا و ہمت و حلم و حیا نبی
جود و عطا و جرات و مہر و وفا علی

نزدیک سب کے اسکو ہی درجہ قبول کا اینک عندیہ ہی سید و شیخ و مغول کا
کب معتبر ہی حرف کسو بو الفضول کا باطن علی ہی ظاہر خوب رسول کا
خاک اسکے فرق پر جو کہے تھا جدا علی

ہر فرد کی زبان پہ علی کی ہی گفتگو ہر شخص کے تئیں ہی علی ہی کی جستجو
عالم کو ہی علی کی تولا سے آرزو اپنا ہی کچھہ علی کی طرف کو نہیں ہی رو
مقصود خلق و مطلب ارض و سما علی

اک شوق ہی کہ ہی وہ مرے قلب میں نہاں شاید یہی نجات کا باعث بھی ہو وہاں
اب زیر لب ہی زیست میں جو میر ہر زماں اسوقت میں کہ جاں ہو یک دم کی میہماں
امید ہی کہ یوں ہی لبوں پر ہو یا علی

منقبت

ہر اس روز محشر کیا محمد مصطفی بس ہی کرم خصلت وفا سیرت علی مرتضی بس ہی
شفیع جرم سوز سنیہ خیر النسا بس ہی یہہ ٹکڑے دلکے کر مسموم امام مجتبی بس ہی
لہو مت رو شہید تشنہ کام کربلا بس ہی

رکھے کوئی توقع تو رکھے آل پیمبر سے طلب ہووے کسیکو کچھہ تو ہو اولاد حیدر سے
اعانت چاہتا پھر لطف ہی یاراں دیگر سے دل اپنا جمع کر دور قمر کے شور آور شر سے
بہت ہی گرچہ ہنگامہ ولے زین العبا بس ہی

ولا باقر کی فرض عین ہی حیدر پرستی میں — چھپا کر نام کو اسکے تو ہشیاری و مستی میں
غرض رہ محو اسکا وشت میں ہو تو کہ بستی میں — عجب ہی نونہال اک سایہ دار اس باغ ہستی میں
کرم اسکا پئے ہر شخص بے برگ و نوا بس ہی

محبت چاہئے صادق جناب پاک جعفر میں — اسی کا شوق دل میں ہو اسی کا شور ہو سر میں
وہی یہاں بھی نشہ ہی تھا جو کچھ ساقی کوثر میں — عنایت کی اسی سے چشم رکھ آشوب محشر میں
بلا صدر نگ ہووے کیوں نہ اپنک اسکی ولا بس ہی

رکھے کاظم کو جو سر پر غم و غصے سے کیا اسکو — نہ دیکھے یہہ امام دیں بلا میں مبتلا اسکو
بیک چشمک زدن حاصل ہو ایسا مرتبا اسکو — کہ رکھے کفش جسکے سر پہ دیکھو بادشاہ اسکو
توجہ گو نہ مولی پئے ہر مدعا بس ہی

جسے ای مجلس آرایان دین بہرہ ہی ایماں سے — اسے اک بندگی خاص ہی شاہ خراساں سے
نگہہ ساں چشم سے آتی ہی خلق ایراں و توراں سے — گذر جاتے ہیں اُسکے نام پر جنس خوش جاں سے
جو سودا اسے بن جائے تو ہو راضی رضا بس ہی

جو وہ دن ہو کہ نکلے آفتاب اُس روز مجمع سے — ہو کل در میاں لاویں سخن جنت جہنم سے
کریں پرسش بد و نیک عمل کے خلق عالم سے — مخاطب ہم کسو سے ہوں نہ یارب نے کوئی ہمسے
تقی متقی ہم کو امام اتقا بس ہی

تقی پاک کا آکر علم جسوقت برپا ہو — الٰہی ہم سیہ کاروں کی اسکے سائے میں جا ہو
وہ حامی لطف سے ہو تو کچھہ اپنا کام اچھا ہو — وگرنہ زشتی اعمال سے کیا جانئے کیا ہو
وہیں ہووے تو بس ہی اور یوں ہووے تو کیا بس ہی

نہو لشکر کشی سے غم کی ایدل اسقدر درہم — کریگا عسکری انیوہ اس اندوہ کا مرہم
عبد مجروح ہی اسکا احبا کا وہی وہ مرہم — رہینگے ناامید رستگاری اسے کیونکر ہم
وسیلہ ہم گنہگاروں کا وہ روز جزا بس ہی

اگرچہ اشک آنکھوں میں لہو پر آہ رہتے ہیں ولے مستغنیانہ ہر کہ و بیگاہ رہتے ہیں
کبھو ہیں شہر میں جا کر کبھو درگاہ رہتے ہیں کرم پر مہد و ہادی کے ہم کمراہ رہتے ہیں
ہمیں اس وادیٔ پر خوف میں وہ رہنما بس ہی

کہاں تک بت پرستی میں جفاؤ جور کا سہنا کہاں تک آنکھ سے رخسار پر ہر دم لہو بہنا
کہن سالی میں کسکا چاہئے ہی ہمکو کچھ کہنا وئے فشقہ صنعتخانے میں کبتک روز و شب رہنا
گیا وقت ہوس کعبے کو چلئے اب خدا بس ہی

نہیں مشتاق ہم کچھ مال کے اسباب کے زر کے نہ اچھے فرش کے طالب نہ پاکیزہ کسو گھر کے
تجھے درویش سب کہتے ہیں لوگ ایدھر کے اودھر کے ہمارا حشر ہووے مرگئے پر ساتھ حیدر کے
یہی کہہ میر تو بھی حق میں اپنے یہہ دعا بس ہی

مخمس در منقبت

زور و ثبات و تاب و تواں مرتضیٰ علی امید گاہ خورد و کلاں مرتضیٰ علی
مقصود خلق و خواہش جاں مرتضیٰ علی ذکر رواں و ورد زباں مرتضیٰ علی
جو کچھ کہو سو اپنے ہیں ہاں مرتضیٰ علی

اسکی ولا ہی باعث بہبود کائنات اسکی ولا ہی شرط پڑی ہی بہی نجات
کیا کیا نمود کرتے ہیں اسے عجائبات واہو جو چشم دل تو تماشا ہی اسکی ذات
یکتائے عرصہ و دو جہاں مرتضیٰ علی

ہر چند کام ایسی جگہہ کیا کرے سمجھ اس راز کو سمجھ جو سکے تو ارے سمجھ
یعنے نہ ذات پاک سے اتنا ورے سمجھ عقل خجست سے بھی اسے کچھ پرے سمجھ
ہی آنسوئے خیال و گماں مرتضیٰ علی

موجود اسکے ہونے سے روشن جہاں ہوا اس پردے میں جو تھا پس پردہ عیاں ہوا
فرمان شاہ بحر و بر او پر رواں ہوا پیر زمانہ دیدۂ عالم جواں ہوا

چشم و چراغ کون و مکاں مرتضیٰ علی

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تھا یہہ شرف ... اسقدر ساتھہ کون بغیر از شہ نجف
ابہ رے زور کوئی نہ اسکا ہوا طرف ... دریائے موج خیز تھا اسکے کرم کا کف
ابن عم رسول زماں مرتضیٰ علی

ہر چند ہی یہہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار ... یاران رفتہ کے بھی تردد ہیں یادگار
لیکن کہاں ہے حربی کہاں ایسے مردکار ... نکلی نہ ویسی تیغ کہ جیسی تھی ذوالفقار
دیکھا نتھا وہ جیسا جواں مرتضیٰ علی

پامال راہ اسکے ہیں سر ہائے پر غرور ... نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہی اسکا دور
شایستۂ سجود ہے جسکے ہیں ذی شعور ... ہی جملہ تن تنزہ و سر تا قدم ہی نور
اس لے نشان سے وے ہی نشاں مرتضیٰ علی

آیا ہی یہہ جو شاہد غیبی شہود میں ... لایا ہی اسکو شوق ہی اسکا وجود میں
انداز کیسے کیسے ہیں اسکی نمود میں ... گہہ سر فرو نہ لاوے گئے ہو سجود میں
ہی خلوتی راز نہاں مرتضیٰ علی

کب گفتگو انھوں سے ہی جن میں ہی لے تہی ... کا ہیکو اس طریق پہ ہیں محو گمرہی
ختم رسل کو قدر سے ہی اسکی آگہی ... قربان اسکے در کے گدا پر ہے کی شہی
خورشید چرخ عزت و شاں مرتضیٰ علی

بارے چھپا ہو کوئی تو اسکو جتائے ... جو بے بصر ہیں ان کتئیں کچھہ سجھائے
خورشید کو اشارہ نسے کبتک بتائے ... روشن ہی سب پہ بات عبث کیا بتائے
حاجت نہیں بیاں ہی عیاں مرتضیٰ علی

یہ وہ جانے جسکو اور کسوسے کچھہ ہووے کام ... شام و سحر یہاں تو وظیفہ ہے اسکا نام
میرا تو دل ہی میرغرض اُسطرف تمام ... سرمایہ دو جہاں کا ہی اپنا یہی امام
نص

یاں مرتضیٰ علی ہی وہاں مرتضیٰ علی

مخمس در منقبت

یا علی شاہ اولیا ہی تو محرم راز انبیا ہی تو
زور و باز وے مصطفیٰ ہی تو مظہر قدرت خدا ہی تو
عام کسکو ہی یہہ کہ کیا ہی تو
گرچہ آخر کیا ہی تو نے ظہور پر ترے قرب کا ہی رتبہ دور
ہی تو احمد کا مجسم نور جانے ہیں جنکو کچھہ ہی عقل و شعور
اگلے پچھلوں کا پیشوا ہی تو
تیرے پرد یمیں حق ہو امو جود تجھسے کیا کیا عجب ہوئے مشہود
جانتے ہیں تجھی کو سب معبود نماز میں و زباں سے تو مقصود
آرزو تو ہی مدعا ہی تو
اس زمانے میں آہ دکھہ ہی عظیم ہی مری جان پر عذاب الیم
مستحق کرم ہوں میں تو کریم ملتفت ہو بہت ہی حال سقیم
میرے ہر درد کی دوا ہی تو
فرصت وقت جوں حباب ہی کم حال مانند موج ہی درہم
ڈوب جاتا ہی جی مرا ہر دم جوش زن گو کہ ہو محیط غم
غم نہیں کچھہ جو آشنا ہی تو
تجھسے ظاہر ہوئے چھپے سب بھید جلوہ تیرے ظہور کا جاوید
ذرے ذرے کو تجھسے ہی امید دن ہی طالع ہوا جہاں خورشید
سب پہ روشن کیا چھپا ہی تو
میر کو کب تلک یہہ رنج و غم اس بھی اندوہ گیں کو کر خرم

منبسط ہی ترا سحاب کرم یعنے سائے میں ہی ترے عالم
سارے عالم میں چھا رہا ہی تو

مخمس در منقبت

ہی حقیقت سے تو اگر آگہہ یاد میں روز و شب علی کی رہ
لعبہ اُسکا ہی در ہی ای ابلہ میرے مولی کی ذات پاک ہی وہ
جسکو کہتے ہیں لا شریک لہ

اک تلطف میں خاک سارے زر اک توجہ میں قطرہ آب گہر
اک نظر میں نہال خشک ہو تر اک سخن میں تمام ہے بہتر
اعرج و اعمی و ابرص و اکمہ

ہاتھہ پکڑے دم مصائب یہہ یار ہووے گہہ نوائب یہہ
ہی غرض مظہر عجائب یہہ مستقل ہی نبی کا نائب یہہ
جو کہے یہہ سو کچھہ کرے سو یہہ

ہر نفس لب پہ گفتگو اسکی ہر زماں جی کو جستجو اسکی
پوچھہ مت کچھہ ولا سے تو اسکی خواہش اسکی ہی آرزو اسکی
مطلب و مدعا و مقصد و ہ

شان ارفع تری فلک کردار ایک ہی تو برابر دو ہزار
اللہ اللہ ترا ثبات و قرار حلم سے تیرے کہتے تھے کہسار
سنکے کبک دری ہنسے قہقہہ

دیکھے سب لوگ پھر کے چاروں وانگ مردمی یاں کی ہی عجایب سوانگ
شخص ہمت کی انکے ہاتھہ نہ مانگ مانگے ہی تو جو کچھہ خدا سے مانگ
جو کہے ہی سو تو علی سے کہہ

شاد اس نام سے جو خوگر ہی اسم اعظم یہی مقرر ہی
انس کرنا اسی سے بہتر ہی یہی جنت یہی تو کوثر ہی
اسمیں ہو پھر بکاہ یا بیگہہ

خلق سب دیکھے اسکے ہاتھہ کی اور لے سلیمان سے مفتقر تا مور
کف ہمت کی اسکے دھوم ہی زور ظرف ہوتا تو یوں نکرتے شور
بحر و عمان نکل گئے بے تہ

ہی وہ امید گاہ خلق خدا روز محشر اسی سے سبکو رجا
وہ مروت شعار و جملہ حیا بحر ذخار جود و کان عطا
اسے نفع گدا تمتع شہ

مرتبہ کچھہ نپوچھو اس گھر کا بندگی یا نکی فخر قیصر کا
شاہ چیں پیش دست قنبر کا آسمان ہی گدا اسی در کا
دیکھتے ہیں ادھر ہی مہر و مہ

اسکی ہمت اسیکو بن آوے دولت اسکی جہان سب کھاوے
باز اس در پہ جو گدا پاوے ایک آواز کرکے لیجاوے
مال و اسباب و ملک و تاج و کلہ

سر عازم ہوئے ہو کیدھر کے جو تلاشی ہو یار و یاور کے
رہگرا دوستی حیدر کے نہیں محتاج ہوتے رہبر کے
ہی اسی راہ میں خدا ہمرہ

مخمس در منقبت

قدر کو میری بہت ہی برتری کب مرے خورشید سے ہو ہمسری
حکم بز رکھے ہی یان شیر نری کر مخالف سوچ کر ٹک از بری

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

منقبت خوانی سے میری سب ہیں سُن اس سوا مجھ میں نہیں ہی کوئی گن
ساتھ سر کے ہی علی گوئی کی دھن مدعی اس کان پا اس کان سن

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

شوق کامل سے تعجب ہی یہہ کیا جو بدن ہو خاک سب بعد فنا
اور اسّے نی اُگے سبزے کی جا برگ برگ اسکا کرے پھر یہہ صدا

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

تھا کبھو عاقل مخبط تھا کبھو گاہ کرتا گفتگو گہہ جستجو
اب اخیر عمر ہی یہہ آرزو ایک دو دن ترک کر میں اور تو

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

کل منافق ہو کے آیا بہہ بہا پھاڑے اپنے منہہ کو جیسے اژدہا
غار سا منہہ کھولے بھیچک ہو رہا معرکے میں میں نے جو آکر کہا

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

دل میں میرے ہی تمنائے کہن ہو میسر ای خدائے ذوالمنن
جگھڑی ہوویں جدا جان اور تن ہو مرے ہونٹھوں کے اوپر یہہ سخن

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ہی ولائے اہلبیت اپنا شعار جانے ہی اسکے تئیں سارا دیار
زیر لب کہتا ہوں میں پر ابکی بار تو سبھی جو میں کہوں سب میں پکار

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

رخت ہستی جائے رستم بار کر ماروں ایک مُکّی اگر تیار کر
چپ رہیں موذی دلونکو مار کر روز میداں گر کہوں للکار کر

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ای مخالف بحث مت کرنا بکار　　بات ایسی سے ہی مجھکو ننگ وعار
بس کہا اس آستاں کا ہوں غبار　　کیا کہا تجھسے کروں میں بار بار

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

شیخ کو نسبت نہیں تجرید سے　　ہی یہہ خر جکڑا ہوا تقلید سے
بے عقاید ہونے میں تائید سے　　گو کہا انے مری تقلید سے

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے میں رہوں　　گو خوارج کے ستم اسمیں سہوں
بے ولا حیدر کے ہوں میں تو نہوں　　لب ہلیں جبتک یہی تب تک کہوں

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

اب ہوا پیری سے تک میں مضمحل　　ورنہ تھا یہہ شور تا چین و چگل
شوق میرا کچھہ نتھا بے صدق دل　　رات دن رہتا تھا کہتا متصل

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ای مرے سرمایۂ ہردو جہاں　　عشق تیرا ہی مرے ہمراہ جاں
ہو اگر تن پر مرے ہر مو زباں　　بیگماں سرزد ہو اسسے ہر زماں

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

ہوں اگر یار گدا و شاہ میں　　پر ہوں سرکار سے آگاہ میں
دل وہیں ہی گو چلوں سو راہ میں　　میر جی باور کرو اللہ میں

حیدری ہوں حیدری ہوں حیدری

مخمس در منقبت

عقل ہی تو مرا کہا کر تو مجو یا د علی رہا کر تو
یکطرح یہہ بھی ہی رہا کر تو اشک رخسار پر بہا کر تو
یا علی یا علی کہا کر تو

نہیں ورد و ظیفہ کچھہ درکار سبحہ گردانی سے کر استغفار
اُسکو جپنا ہی عاقلوں کا شعار چپکے چپکے ہو یا پکار پکار
یا علی یا علی کہا کر تو

متفق اِسپہ ہیں خواص و عوام کہ دلا اُسکی معرفت ہی تمام
ہو نماز سحر کہ طاعت شام سر فرو کر پس از ورود و سلام
یا علی یا علی کہا کر تو

لحظہ لحظہ جدا ہی اُسکی شان اُسکی عادت مروت و احسان
دوستی اُسکی عین ہی ایمان چلے جب تک زبان غنیمیت جان
یا علی یا علی کہا کر تو

ایسے مظہر کا فہم ہی دشوار ہی یہہ وہ ایک جسکے نام ہزار
گرم تسبیح اُسکے ہیں ابرار اللہ اللہ کی جا بھی سو سو بار
یا علی یا علی کہا کر تو

وہی احیا کن عظام رمیم وہی رحمان و ہی رؤف و رحیم
دم بخشش وہی رسول کریم گہہ جرأت وہی علی عظیم
یا علی یا علی کہا کر تو

جو را نواع دشمنوں کے سہ پر نکر یار گفتگو بی شہ
دوستی میں علی کی سیخو درہ بات یہہ ہی گی اور کچھہ مت کہہ

یا علی یا علی کہا کر تو

اسم یہہ ایک جو مکرم ہی سب کے نزدیک اسم اعظم ہی
یہہ سب اوراد پر مقدم ہی غرض ای ہمنشیں جو آدم ہی
یا علی یا علی کہا کر تو

جو ولائے علی کا خواہشمند ہی یہہ شیوہ خدا رسول پسند
وہ کبھی ہرگز نرکھہ زباں کو بند پست کرنے کو مدعی کے بلند
یا علی یا علی کہا کر تو

ہر آسا علی تمام ہی نور ذات پاک اُسکی ہی علیم و صدور
بھول مت اُسکو گر تجھے ہی شعور یاد خاطر رہے ضرور ضرور
یا علی یا علی کہا کر تو

سوچ رکھہ اُسکو اپنی موت و حیات رحمت صرف ہی علی کی ذات
بس ہی اُسکی ولا برائے نجات مانیں یوں سو ہیں پر یہی ہی بات
یا علی یا علی کہا کر تو

شوق تیرے تئیں نہیں ہی ہنوز ورنہ سینہ را کرے پر سوز
اسطرح جیسے طفل نو آموز سیکھے جو حرف وہ کہے شب و روز
یا علی یا علی کہا کر تو

ورد اوراد کا نہ لے تو نام شغل و اشغال چھوڑ بیٹھہ تمام
ذکر و اذکار سے تجھے کیا کام ایک دم ہمیشہ صبح و شام
یا علی یا علی کہا کر تو

خوف محشر سے میر حال ہی کیا یہہ حواسوں کا اختلال ہی کیا
اُسے محشور رہ ملال ہی کیا ہی علی تو یہہ پھر خیال ہی کیا

یا علی یا علی کہا کر تو

ایضاً ترکیب بند

میری تو بساط چشم تر ہی — سو نذر ہی اسپہ کر نظر ہی
اس دشت میں زندہ ہونمیں جس میں — ہر گام پہ جان کا خطر ہی
گرمی تو کر ای صنم کہ آخر — پتھر کے جگر میں بھی شرر ہی
پیری میں بھی بوجھ ٹک نہ پکڑا — زاہد تو تو ہنوز خر ہی
مرتا ہوں جو میں تو عیب مت کر — عاشق میں تو ایک پھر ہنر ہی
کیا ہوتا ہی قتل گہہ میں دیکھیں — تیری شمشیر و میرا سر ہی
کہہ تو ہی کہاں تلک کریں صبر — ہم ہیں دشنہ ہی اور جگر ہی
آنے سے ڈرو نہ دلمیں میرے — خوباں یہہ تو تمھارا گھر ہی
لبریز گلہ ہوں گرچہ لیکن — ہونٹھوں پہ نہ حرف کا اثر ہی

چپ ہوں گویا ہوں بے زباں میں
رکھتا ہوں عجب لب و دہاں میں

تقصیر ہی بوالہوس کی اور مفت — مارا جاتا ہوں درمیاں میں
اکسا بھی نہ تیغ کھا کے بارے — فارغ ہوا دیکھے امتحاں میں
ای طفل کہے گا بعد میرے — مارا کاہیکو یہہ جواں میں
ہوں میں تو چراغ اخیر شب کا — کوئی دم کا ہوں میہماں میں
دل سوزی مری کر ای صبا ٹک — ہونے تئیں صبح کے کہاں میں
رونے ہی کو روتا ہیگا ناصح — پھرتا ہوں ڈبائے خانماں میں

کوئی نہیں شہر غم میں میرا — بیچارہ غریب ہو نکا یاں میں
غم کہہ کے بلاتا ہوں میں سبکو — تجھہ غم میں ہوا ہوں روضہ خواں میں
پائی نہ وفا کسی میں دیکھا — غربال تمام کر جہان میں

بارے میں بہہ شب و بار دیکھا
ہر کوچے کو بار بار دیکھا

شب ہی عالم میں ہو گئی تبھی — اپنے دل کا غبار دیکھا
آنکھیں گئیں رو رو نے رونے لیکن — تو نے نہ ادھر کو یار دیکھا
اب وعدہ نکر زباوہ بس ہم — جانا ترا اعتبار دیکھا
کہتے تھے یہہ ہم نکر تمنا — ای جان امیدوار دیکھا
دامن میں گرا ہو ٹکڑے ٹکڑے — ہمنے جسکو فگار دیکھا
آنکھوں سے اٹھا یا آباوں کے — صحرا میں جدھر کو خار دیکھا
پوچھا نہ ہمارے بعد ہم کو — یارو جہان کا پیار دیکھا
مدت تئیں دید کر جہان کا — طرز و وضع و شعار دیکھا

دیکھا تو ملا نہ کوئی ہم فن
دیکھے یہاں ہم نے شیخ اور برہمن

عقل اول کو اک سنا تھا — نکلا سو معاملے میں کودن
آنکھوں میں تھہر رہے ہیں آنسو — ہونٹوں پہ دھرا رہے ہی شیون
شیوہ ہی ہمارا نالہ کرنا — بانسے کچھہ سیکھہ مرغ گلشن
تجھہ بن نہیں سانس اور کچھہ ہی . چبھتا ہی جگر میں ہوکے سوزن
ای برق ادھر نہ آ ہمارے — ہر خوشے میں ہیں شعلوں کے ہیں خرمن
ہم روے ہیں کہ باغ کر دکھاویں — اشک گلگوں سے طرف دامن

سنجی ایام کی جو کہئے ہو وین ابھی موم سنگ و آہن
کیا تجھسے سپہ گری جتاوین لو خود و زرہ نہو نہ جوشن
مجروح نہ ہینگے ہم جو اڑ جائین بھاگے ابھی جان لے تہمن

ایسے تو ہیں پر وفا میں ویسے
خوبان تم ہو جفا میں جیسے

پھر جاتے ہیں غیر اسے ملنے آتے نہیں باز ایسے تیسے
ہم رستم عشق ہینگے کیونکر منہہ موڑین ہزارون پا بسے سے
سرکش نہو زیر چرخ رانی پامال کئے ہیں کیسے کیسے
ہی بندہ نواز ظلم مجھ پر ہم نالہ نکر تو مجکو نی سے
گو موسم دی خنک ہو مجھسے دل گرمی ہی مجکو زورمی سے
ٹک دیکھ فلک نے شاہ خوبان کیا کچھ گئے خان دان کی سے
سر نیچے سو عشق میں رکھے پا واقف نہیں دل تو یانکی ری سے
ہاتھوں میں مرے ہیں داغ خوبان کہتے ہیں کہ اس کنے ہیں پیسے
کیا تجھسے کہون معاش اپنی بارے گذرے ہی جیسے تیسے

رہتا ہی غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہون رسوا

وہ تشنہ دہن ہون دل جلا میں لب جس جسکا نہووے دریا
کہتے ہو جسے فلک ہوا ہی میرے ہی غبار دل سے پیدا
کھلتا تو سبھی کبھی بلا سے دل میرا ہی کاش غنچہ ہوتا
اب جان سے جانا آرہا ہی موقوف اشارۂ تقاضا
ہو جسکی خراب عاقبت بھی وہ میں ہوں کہ میں اور دنیا

میں ہوں کہ سرآمد جنوں ہوں — مجنوں کو خلیفہ میں کیا تھا
وہ خبطِ ہنر میں ہی جسکو کہیئے — رونق افزا ہے کوہ و صحرا
یہہ کچھ جو میں کہہ گیا بتاں میں — خاطر میں تمہارے بھی کچھہ آیا
یا یوں نہیں کا میں کچھہ تو بولوں — خواہاں ہو تو خامشی ہی بہہ کیا
سود انہیں کچھہ و گر نہ مجکو — کرتا ہی کوئی زیان جی کا

گر اتنے پہ دل برا ہی میرا
موقوف کرو خدا ہی میرا

تمکو تو ہی کیا مرے ملے سے — پر اسمیں بتاں بھلا ہی میرا
مرنے سے ڈرا نہ مجکو قاتل — جی دینا تو مدعا ہی میرا
زنہار رہا کہ اُسکے پا پر — مدت سے یہہ سر لگا ہی میرا
سنو ابر ضا ہی مل ہر اک سے — لگتا ضنم اسمیں کیا ہی میرا
یک نیم نگہہ سے مول لے جگ — تک دیکھہ کہ یہہ بہا ہی میرا
میں ہوں کہ ہلا ہلا الم سے — کٹ کٹ کے جگر گرا ہی میرا
جاؤ کہ رہو یہہ جی جفا سے — کچھہ ہوشیوہ وفا ہی میرا
کاکل کو نکھول الجھنے کو — دل زور ہی من چلا ہی میرا
جوں توں کرکے طپش سے شبکو — مژگان پہ جگر رہا ہی میرا

کاں تک تو مرا یہہ دل بجا تھا
اپنا دلخواہ مدعا تھا

تھے جن و ملک جلو میں میرے — اقبال مرا ہی کوئی بلا تھا
تھا روئے زمیں پہ شاد و خرم — کیا جانوں فلک کے جی میں کیا تھا
ایسا ہی نتھا بتوں میں آگے — آخر کوئی میرا بھی خدا تھا

ہوتے جو شہید یک تمنا — سو سو طرفوں سے خوں بہا تھا
یکروز چنانچہ ہول دل سے — اندوہ تنک مجھے ہوا تھا
لو ہو دیا اپنا دوستوں نے — جس جا گہہ مرا عرق گرا تھا
ہوں اب جو بلا میں مبتلا میں — بیگانہ ہی جو کہ آشنا تھا

یہہ رنج و بلا و درد و محنت
ایواے حواس و صبر و طاقت

ایدھر بھی کبھو تک ایک چشمک — ہمسے بھی ضرور ہی مروت
مت فرصت وقت سے ہو غافل — آخر کو نہ کھینچے تا خجالت
ہر آن میں اپنی تربیت کر — دیتا ہی زمانہ کسکو فرصت
غیروں کے رہوگے دیر تک تم — ہمکو تو سویرے کرئے رخصت
کیا تمسے کہیں سلوک ہجراں — دل میں نہ رکھی ہمارے حسرت
قطرہ تو ہی پر نہ اٹھہ اٹھاؤ — دریا کو کرے ہی یہہ کفایت
خالی دل پر گو ہم بھی کرتے — افسوس ندی اجل نے فرصت
بس میرا ہو تو کروں منادی — کوئی نکرے کہیں محبت
مروں مارے شتابی اسکو — رکھے جو کسی سے میرا الفت

ترکیب بند

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار
رنج و محنت کٹیں آرام سے ہی ننگ و عار

معرکہ ہی یکطرف دونوں ہوئے ہیں سامنے — زخم دل کی یہہ ہنسی وہ گریہ بے اختیار
مجھہ ہی گتھہ رہے ہیں یکطرف کتنے جو یہہ — صبر سے بیطاقتی دل اور درد بیشمار
عاشقی جب کی تھی میں نے تب نتھیں بے خواریاں — کیا کہوں کیا کچھہ دکھاتا ہی مجھے اب ہجر یار

نص

سینہ دیکھو چاک منہ ناخن سے مت نوچا ہوا آنکھیں دیکھو خون میں جی کو دیکھو بیقرار

ایکہ گفتی عشق نالہ زار ہجران کرده اند
کاش میگفتی کہ کی ہجراں را چہ درماں کرده اند

اک کنارے تو ہوئے تو ہوئے زمین کے زیر ماں خاک پر تلواں پڑے ہیں کیسے کیسے شیریاں

دو قدم پر ہی یہہ کاشانہ ترے کوچے کے بیچ اٹھتا تھا ہی کچھ نہیں لگتی کہ تجھکو دیر یاں

منہ پہ کھانے والے تلواروں کے سوکھے تھوٹ کے سینکڑوں یکجا ہیں دے جینے سے جو تھے سیریاں

دھر نہیں سر میں ہراہی سر نہیں تو دھر ہی ہے ہیں زیارت کردنی صد کشتہ شمشیر یاں

غمزے بے جا ناز بیجا ادائی بیکس غریب زخموں کے دامن لے منہ پر ہو رہے ہیں دو سیریاں

گو تو ہم آئی پر نظر شیدا دل دور نیست
اگر یہ می آید دریں بیچارہ چندیں دور نیست

لے لیت ایک آن میں وحشت سے یہہ سارا جہان خاک اڑا ہر ایک دم میں کاروان در کارواں

تیرہ کر عالم کو ہر سیر ماریہ گرد و غبار چشم مار وشن تو ہو آوارہ کون و مکاں

یمن بخشے طی کیا کرنا زمیں کا تیرے تئیں کھینچنا سر کا مبارک ہو تجھے تا آسماں

لیکن اتنا ہی پر آشفتہ نہ جانا کہیں پیشتر دیکھتے ہیں سارے خاطر داماندگاں

سو خدا نا کردہ ہم کہتے نہیں اس راہ سے کوئی دم وقفہ کرے یاد پر ہو وے تجھکو یاں

یک قدم ای گرد باد دامن صحرا بایست
ور توفا نا کرده است مشت خاک ما تنہا بایست

گرچہ ہجراں میں ترے جاتا تھا جی میرا چلا پر یہہ تھا دل میں کہ شاید دیوے تو داد وفا

وصل خاطر خواہ تو معلوم تھا میرے تئیں آس دل کو لگ رہی تھی جب تلک تھا میں جدا

گاہ پا شد رحم کو بھی رحم فرماوے وہ شوخ دیکھہ مجھہ ناکام کو یکدم کرے ترک جفا

ایک ساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سنے کہہ کے غمخواری کہے یہہ تیرے تئیں کیا ہو گیا

ہے تو یہ سب ہو چکا ہی کا مگر بات نہ تو ۔۔۔ اپنے آجانے کا تیرے کوئی یاں مشتاق تھا

آمدلی و حسرت وصال از دلم ببرلد اشتی
جسم نے بود از و صال آن ہم بمن نگذاشتی

ہیش خبر ابے آج جتنے کل سے تھے لوگ کے گھر ۔۔۔ مت بنائے خانہ میں منعم رہا کرا سقدر

طاق کہ ہرنی تو مت ناجو کا کہ کیشا تھا محل ۔۔۔ اب کہیں اس طاق کا کشری کے پیدا ہی اثر

گھر کا صاحب اوا ترا یا کر گئے یکسان خالب ۔۔۔ ابیت یا رب ایلنت سے بوہ کچھ ہوا ایشن گھر اوپر

خط باطل سے لکھا ہی صفحۂ کون و مکان ۔۔۔ کیوں ح داغ اشتباہ نا ہی رہے ہی تو کدھر

کیونکے کہسے جانو اوے خاک میں یاں وہاں گئے ۔۔۔ جاے عبرت ہی یہہ معمورہ جہاں نکالے خبر

ہر کجا ا فتانوانہ بینی خشت او سر و یرانہ
ہست فرزو یقیں احوال صاحب خانہ

کم بہت ہے میں آنا ہی کوئی رنجور ہی ۔۔۔ یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہی

روشنی آنکھو نکی ہی منظور ساری خلق کو ۔۔۔ قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر لنزکور ہی

ہم کنے بھی تھے سے دو آتش کے پر کالے کبھو ۔۔۔ انسے ہم آیذا جو کھینچی ہی کسے مقدور ہی

اپنک اے ماز اچھڑک کر جی سے ہمکو آب داغ آر ۔۔۔ اپنک نے جیسا جلایا اپنکا مشہور ہی

ہمکو حیرانی ہی اسمیں جنکے ہیش آئے ۔۔۔ ان ہی دونوں آنکھوں کی پرورش منظور ہی

ما سر شک گرم آہ و آتشین دیدیم و بس
ہرہ کز چشم و دل دیدیم ایں دیدیم و بس

دل نہیں مجکو ملا یہہ کوئی جی کا ہی وبال ۔۔۔ گفتنی ہو تو کہوں ای میز میں کچھ اسکا حال

خود بخود جاتا ہی کہتا آرزو کیا ہی اسے ۔۔۔ چاہتا ہی سینہ وزر یا کوئی دلبر خوش جمال

یاد میں میری ہوا ہو کچھ سبب تو ہی بجا ۔۔۔ عشقبازی مفلسی آرزوگی رنج و ملال

نہ کسو کے بسلو تو کاکل کا دابت تو ہو نمیش ۔۔۔ نے کسیکے چاند سے مکھڑے کا مجکو ہی وبال

کیا کروں ایذا ہی بے موجب غرض تجھ سے بیان ۔ نے غم و رو جدائی ہی نہ اندوہ و خیال
تا ستم عاشق نظاہر لیک میکاہد دلم
عمر بگذشت و نمیدانم چہ میخواہد دلم

مخمس

یہ بات جو تجھ میں صدق کی صفا کی قسم ۔ تیرے ہی لطف کا واسطہ تجھ وفا کی قسم
عیسیٰ جو تجھ میں ہی دیوے تو مصطفیٰ کی قسم ۔ جناب پاک بتول و رشتہ والا کی قسم
قسم حسن کی حسین ابن مرتضیٰ کی قسم
مرا ہوں خوار تیری شان کی مجھے سوگند ۔ مروں ہوں تجھ پہ تیری جان کی مجھے سوگند
تجھی کو چاہتا ہوں ایمان کی مجھے سوگند ۔ یہی وظیفہ ہی قرآن کی مجھے سوگند
تجھی سے بندگی رکھتا ہوں تین خدا کی قسم

رہے ہی منتظر تیرے زلف و کاکل و خال ۔ پھرا کرتے ہی مری آنکھ میں تیری ہی چال
شبوں کو تیرا تصور دیوں کو تیرا خیال ۔ مریض دل ہوں مرا عابد میں ہی شفا ہے وصال
یہی ہے آتش و بیمار دے دوا کی قسم

تجھے میں دیکھ تماشے کا کیا مہینا ہے ۔ خدا نے دین میں مجھے آنکھ بیچ کیا میں اندھا ہوں
نصیب لطف نہ تا قبر کا ہو چھوٹا ہوں ۔ دو چار حشر میں آفت سے ہوں جدا نہ ہوں
امام و خمسہ میں اُن اپنے پیشوا کی قسم

جو رو و ہو نظر میں تو صبح و شام کی سوں ۔ جو ہو ادا و بانکپن تو تیرے خرام کی سوں
کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سوں ۔ جو سات پانچ ہو جی میں چھ تھے امام کی سوں
ہمارے دل میں ہے آپ کی خاک پا کی قسم

گیرے ہی لطف جو تک تو بحال آتا ہوں ۔ وگرنہ آپ سے میں لمحہ لمحہ جاتا ہوں
ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کھاتا ہوں ۔ گواہ تو ہی کہ کا ظلم کو اپنے لاتا ہوں

سچ اسکو مان تجھے اُسکی ہی ولا کی قسم

تجھکو خوشی نہیں پانے تو جان کھوتے ہیں ہلاک ہونے پہ تجھ ہی سے راضی ہوتے ہیں
آٹھ پہر میں تک اینک سوتے ہیں ہمیشہ راتوں کو آٹھ آنسو روتے ہیں

امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم

گدائے در ہوں تقی کا نقی کا ہوں مملوک رکھوں ہوں عسکری کے لطف سے امید سلوک
طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہوں مسلوک جہاں کے لوگ ہیں مفلوک سارے ہے ہیں ملوک

قسم جو کھائے اِن چار بادشا کی قسم

نہ اپنے تیرے بنے ہر زمان بگڑتے رہے گمان بد سے سدا رو تھتے ہی لڑتے رہے
سرشک آنکھوں سے جیسے ستارے جھڑتے رہے شبوں کو عذر میں نت آکے پانوں پڑتے رہے

ملے جو دن کو یہی بیچ میں رہا کی قسم

گناہ پہنچے جو اثبات کو تو رکھیئے معاف کدورت اپنی عبث اینکبار کر چک صاف
ہر اینک رات کہاں تک بسان روز مصاف نکال تیغ شتابی نہیں یہہ حرف گزاف

در نگ کیا ہی مگر کھائی ہی جفا کی قسم

چمن میں میں جو پھرا ہوں تو سو کھوں جیسے پات زبان کاٹ جو سوسن کے رنگ کی ہو بات
سیاہ روز ہوں میں گر کہیں رہا ہوں رات گیا ہوں چلکے تو رکھتا ہوں تیرے ماتھہ بات

جو کچھہ خیال ہو سر میں تو تیرے پا کی قسم

جفا و جور ہزاروں طرح کے سہتا ہوں گداز غم سے ہو سب آنسوؤں میں بہتا ہوں
ہوئے ہیں برسوں کہ چپکا ہی بیقرار رہتا ہوں کہو یہہ جو کبھو تو خواہش اپنی کہتا ہوں

ابھی تو کھائی تھی اظہار مدعا کی قسم

جلوں ہوں شمع کی مانند تجھکو پروانہ خبر تجھے مری حالت سے کچھہ بھی ہی یا نہ
فقط ہوں سلسلہ ہو کا ترے میں دیوانہ کہے تو تیل میں میں ماتھہ ڈالوں جوں شمانہ

جو پیچ ہو تو ترے کاکل دوتا کی قسم

سرشک میر ہیں جس جاے تک نگہہ جاوے تمام پانی ہو دل کاش اُسکا بہہ جاوے
تو محو آئینہ ہو وہ جفائیں سہ جاوے کہاں تلک ترا منہہ دیکھہ دیکھہ رہ جاوے
کچھہ اُسکے منہہ سے حیا کر تجھے حیا کی قسم

مخمس

سنیو یارو بلاس راے کا حال ایک لچا ہی وہ عجایب مال
کام لینا ہی اسے امر محال سور بھی جا اڑیں تو دیوے ٹال
پیر کو اپنے دے نہ جھانٹ کا بال

لے جو کچھہ اُسے ایسا ویسا ہو ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
کہتا ہی دوں جو پاس پیسا ہو ہوتے جو دے نہ ایسا تیسا ہو
خلق ناحق ہی میرے جی کے وبال

ایک عمدہ کے ہاں ہی اہل کار فوج کے لوگوں کا سب اسپہ مدار
سو یہہ بڑچو دایسا خوش اقرار کہے ہر اک کو دینے سو سو بار
پھر ندے جز فریب تا دہ سال

یا مہینوں تلک رہے روپوش یا ملے ہی تو بیحواس و ہوش
لوگ کرتے پھرو نہ جوش و خروش یہہ کچہری میں بیٹھا ہی خاموش
زرد رو بیحیا ہی گویا لال

جیسے یہہ ہی محرّر دفتر تب سے ہنگامہ ہی رہا اکثر
ہووے پرچھا جو دے کسو کو زر سو یہہ پٹی پڑھا نہیں ہی لچر
سب سے اسکو ہی ایک جنگ و جدال

لات مکی ہی گہہ رُہیلوں سے دھول چھکڑ ہی گاہ چیلوں سے

کم نہیں ہی کچہری میلوں سے آتے جاتے ہیں لوگ ریلوں سے
نکلی ہی تیغ کہر کے ہی واں وبال

ان دنوں آگیا ہی از بس پیش آج کم بھی ہی اسکا سبب سے بیش
شان میں اپنی لو ہر بد کیش بو ریا پوش لرسنہ درویش
پشم جانے ہی بہہ قبا و شال

کیا کوئی جہاں جی کے خوبی کہے اس زیادہ سری کو کون سہے
چاتے اسکے نہیں درخت رہے برد باری زہے وقار خہے
بات کہتے ہیں تو کرے ہیں نہال

دیکھو منہہ تو خدا ہی خیر کرے پاک ہو شہر جو کہیں بہہ مرے
کب تک ایسے نحس سے کوئی بھرے کہنی تکیے پہ اسکو دیکے دھرے
جنے دیکھے نہو وہیں خرسس جوال

ایک صف خاک دھول اڑاتی ہی سنگ وخشت ایک صف چلاتی ہی
لوئی پتھر کی اسکی چھاتی ہی اک قیامت جلو میں آتی ہی
نکلے ہی گھر سے جبکے یہہ دجال

مردہ شو خصم جان اہل ہنر جس کسو دن رہے ہی اپنے گھر
پڑتے ہیں میرزائی پر پتھر یوں پھرے ہی کمر میں رکھہ کے تبر
جوں کفن چور کوئی رکھے کدال

نے حیا ہی نہ کچھہ مروت ہی نے کچھہ اس خر میں آدمیت ہی
کیا خدا جانے بھروے کی مت ہی گالی ہی دھول ہی یہہ عزت ہی
کہیں غیرت کا سر میں کچھہ ہی خیال

جو رو گھر میں رکھے ہی اپنک شتاہ کہیں چشمک کرے کہیں وہ نگاہ

آتے جاتے ہر ایک اُس سے راہ واہ رے رائے جی کی غیرت واہ
طرفہ دیوث زنجلب چنڈال

یہہ کر باندھہ کر گئے دربار وہ ہوئی گرم جستجوئے یار
آنے دروازے پر لگی سو بار سر پہ رکھہ انکے پگڑی کھڑکی دار
پھر ہوئی چیرہ بند بوڑھی چھنال

کچھہ حمیت نہ زنجلب کتئیں ساتھہ لے جاے گھر میں سب کتئیں
نرہے پاس جور و شب کتئیں نہ تو پاتے ہیں اُسکے ڈھب کتئیں
نہ سمجھتے ہیں اُس چھنال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندیں ماہ مری اس بھڑوے پر ہوئی تنخواہ
جانے آدم لگا گہہ و بیگاہ یہہ تو مغرور بے تہ و گمراہ
مفتری کاذب و سفیہ و ضلال

سہل سا مجھکو بھی سمجھہ کے فقیر رکھنے وعدوں ہی میں لگا بے پیر
یہہ نجانا نہیں ہی اُسکی نظیر اُسکو جانے ہیں بادشاہ و وزیر
دور تک پہنچینگے یہہ قیل و قال

اُسکی خاطر کہینگے خورد و کلان سعی اس میں کرینگے عمدے بجان
دوست اُسکو رکھیں ہیں پیر و جوان لے گا منت علی محمد خاں
رکھنا اِن پیسوں کا ہی کسکی مجال

آپ نواب سنکے اُسکا نام کہے گا دو یہہ پیسے جلد تمام
یاں نہ زنہار کیجو صبح و شام ہو نہ ایسا کہ پاوے طول کلام
ایک سی دس روپئی ہیں کچھہ بھی مال

ہوتا اشراف تو یہہ تہ پاتا کاہیکو اپنے پردے اٹھواتا

سو جلا ہوں سے اسکے تئیں ناتا کبھو سیجے تھا بڑھیا کا کاتا
کبھو ہوتا تھا سوت کا دلال

لاب ترقی ہوئی وکیل ہوا ایک عمدہ کے گھر دخیل ہوا
اوج کے لوگوں کا کفیل ہوا مجھسے اڑ کر عبث ذلیل ہوا
جہاں پر اُسکے ہی یہہ صحبت دال

جو کیا آدمی سو داغ آیا تک نہ یہہ کس کباب شرمایا
جب تقاضے سے اسکو گھبرایا پھیر منہہ لب پہ یہہ سخن لایا
تم تو کاٹو ہو پہلے چومے گال

یوں تو سو بار آؤ جاؤ گے پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اسپر بھی جو ستاؤ گے اپنے پیسوں سے ہاتھ اٹھاؤ گے
بوجھہ میں اپنے سر سے دونگا ٹال

یاں کھرا دو دو دن رہے ہی دواب مطبخ خاص کو ملے ہی جواب
منہہ تکا دیر کرتے ہیں نواب کسکا اللہ میاں کہاں کا ثواب
بے زری سے ہی زیست رنج و نکال

کام جوں توں کے میں چلاتا ہوں سو بھی سو سو دکان پہ جاتا ہوں
قرض کچھہ بن گیا تو لاتا ہوں جیسا میں نے کیا ہی پاتا ہوں
متصدی گری ہی یا جنجال

باز آتا نہیں ہی نفس شوم ورنہ کسے اٹھے ہی ایسی دھوم
ہر سحر روز والوں کا ہی ہجوم ہی تمھیں حال یاں کا کیا معلوم
تم تو سو نٹا لئے کرو ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور اُتّے دیکھا نہ مطلق اسکی اور

ہی غرض صحبت اپنی اسکی زور وہ تو مچھر کی جھول کا ہی چور
میں بھی کھینچونگا خوب اسکی کھال

اسپہ تنخواہ جو کہ کر لاوے سو وہ اپنا کیا ہی پھر پاوے
پاشکستونکو برسوں دوڑاوے ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے
جسّے دل ہوں تہ غبار ملال

بد زبانی نہیں ہی اتنی خوب بات اچھی نہیں ہی بے اسلوب
گفتگو اسطرح کی ہی معیوب مل رہیگا جو کچھ کہ ہی مطلوب
بس قلم اب زبان اپنی سنبھال

مخمس

بیخودانہ ہیں کئی حرف زباں پر کر گوش آج کہتا ہوں کہ ہی خمکدۂ دلمیں جوش
پاے رفتن تو نتھے لیک مجھے تھا کچھ ہوش سر خوش از کوی خرابات گذر کردم دوش
بہ طلبکاری ترسا بچۂ بادہ فروش

ہوش و صبر و خرد و دین گئے نیے سارے میں تھا سو مجھ میں تو کچھ تھا نہ ستم کے مارے
بعد یکچشم زدن پھر جو میں دیکھا بارے پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے
کافرے عشوہ گرے زلف چو زنار بدوش

ایک ساعت تو رہا محو نشست و برخاست بارے پھر ٹھہر گیا دل بھی مرا بے کم و کاست
در میان جگھڑی آئے سخن راست براست گفتم این کوچہ چہ کویست و ترا خانۂ کجاست
ای مہ نو خم ابروے ترا حلقہ بگوش

تا راس دشمن ایمان کی زلفونکی کمند پارسائی کو میں صد جان سے واں پایا بند
آنکھیں سختی سے دکھا مجکو باواز بلند گفت تسبیح بخاک افگن و زنار بہ بند
سنگ بر سینۂ تقوی زن و پیمانہ بنوش

رہیو ہشیار کہ ہی ضعف سے بیگانہ طلب — قوت پا ہی تلک رکھی ہی یارانہ طلب
جاکے کر پیر مغاں سے کوئی خمخانہ طلب — توبہ یکسو بنہ و ساغر مستانہ طلب
خرقہ بیرون فگن و کسوت رندانہ بپوش

بسکہ نقاد ہیں یاں کھوٹے ہیں سب تیرے کھرے — قابل خدمت مستاں نہیں تو رہیو پرے
پہلی یہ باتیں ہیں انپر تو عمل کرلے ارے — بعد ازاں سوئے من آتا بتو گویم خبرے
راہ بنمایم اگر بر سخنم داری گوش

مجکو بھڑکا کے چلا وانسے وہ کافر سرکش — پانو سے لیکے گئی سر تئیں جلتی آتش
ہاتھ سے جاتا ہی تھا گو تھی مجھے حالت غش — دیں بر افتادہ و بیہوش و دیدم بہ پیش
تا رسیدم بمقامے کہ نہ دیں ماند و نہ ہوش

جاے بے خدشہ غیرے کہ نتھا غیر نمود — خط باطل سے لکھا دیکھا ہی واں صفحہ بود
تو بھی واں ہو تو یہی منہ سے نکل جاوے زود — محو گشت از ورق کون و مکاں حرف وجود
نہ پری ماند نہ آدم نہ طیور و نہ وحوش

بیخود و بیخرد و مست می صاف الست — آتش می سے برافروختہ کچھ بادہ پرست
یکدگر پانو کی لغزش کے سبب دست بدست — دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست
از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

گرچہ ظاہر تھا خراب انکا ولے سب معمور — کاسۂ سر پہ ہوئے پھرتے تھے سارے فغفور
بے لباس طرب و جامۂ اندوہ سے عور — بے دف و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور
بے می و جام و صراحی ہمہ در نوشانوش

نام و ناموس کا دفتر تھا سب انکا برہم — دیکھکر پہلے کیا میں نے تامل یک دم
پھر جو دیکھا تو مجھے بد کہے گا کیا عالم — چوں سر رشتۂ ناموس برفت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم ازو گفت بخموش

عقل رکھتا ہی تو ٹک رہیو ادب کا پابند　　یان فراغت ہی دو عالم کی ہر اک جام مین بند
یہہ وہ جا ہی کہ نہ فردوس ہو اسکی مانند　　این خرابات مغان است و درو مستانند
از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

میران مستونمیں کوئی نہین پابستہ زیست　　کیونکے یہہ زیست بہت ہووے تو وہ روز کہ بیست
جتنے ہے ہست نظر آتے ہیں اب سب ہیں نیست　　گر ترا نیز باین فرقہ سر یکرنگی است
دین و دنیا بیکے جرعۂ عصمت بفروش

مخمس

کیا کہوں مجھ پہ جو گذرے ہی جفاکاری دل　　در پئے دشمنی جان ہی ہی یاری دل
ایک شب ہو تو کروں شرح غم و زاری دل　　دوستاں چند کنم نالہ ز بیماری دل
کس گرفتار مبادا بگرفتاری دل

آتی ہی ایک نہایت ہی جگر سوز صدا　　یعنے پھر رات سے چھاتی میں مری درد اٹھا
مہر خاموشی جو لب پر ہی مرے اسپہ نجا　　ایکہ بر زاری دل میکنی انکار بیا
گوش بر سینۂ من نہ بشنو زاری دل

آہ مت پوچھہ کہ کیوں ٹپکے ہی ان آنکھونسے خون　　ایسے قضئے سے چکوں کاش کہیں مر بھی چکوں
میں مصیبت زدہ حیران ہوں کیا فکر کروں　　صبر و آرام یکے نیست ازین ہر دو کنوں
کہ درین واقعۂ صعب کند یاری دل

سیل سے یار گذر جاتی تھی آہ سحری　　اس لئے جان پہ میں کی ہی یہہ بیدادگری
ہو سو ہو اسکو ہنر جانئے یا بے ہنری　　گر ہمہ نیزہ بیارد کہ من از بے سپری
دادم اکنوں جگرے را بسپر داری دل

نال و من لیلی و مجنوں ہے جو ہیں مثنویاں　　ایک مدت رہی ہیں میرے تئیں نوک زبان
خود بخود کی یہہ جگر خواری و بیتابی کہاں　　خواندہ ام قصۂ عشاق بسے بیت دراں

جز جفا کاری دلدار و وفاداری دل

یاں چلے گر کوئی آنکھوں سے بھی با ما چہ رسد مذہب عشق میں لازم ہی اسے کرنا حد
جتنے جی میں تو نجاؤں گا عبث مت کر کد کوئے تو منزل دلہاست کسے چوں گذرد
کہ نیامد بزمیں پاے ز بسیاری دل

میرا اس دل سے ستم لوگوں پہ کیا کیا نہوا کوئی آوارہ کوئی خستہ کوئی جی سے گیا
آو خاموش ہو کوئی نہیں ہمدرد ترا عمرہا شد کہ نشاں نیست ز جاے پیدا
کہ کند با تو دمے شرح دل آزاری دل

مخمس

واں انے دل کیا ہی مانند سنگ خارا یاں تن ہوا ہی پانی ہو کر گداز سارا
کیا پوچھتا ہی ہمدم احوال تو ہمارا نے رمز نے کنایہ ایما ہی نے اشارا
اسکے تغافلوں نے ان روزوں ہمکو مارا

ہو شہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو غم میں نہووے کچھ تو اک تن میں جان تو ہو
حالت تغیر ہو گر منہ میں زبان تو ہو سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو
اپنے تئیں نہیں ہی اب گفتگو کا یارا

یہہ چشم تھی کہ ترکاں اکثر سوار ہونگے ہم لوگ انکی رہ کے گرد و غبار ہونگے
یہہ جانتے نہ تھے ہم اسطور خوار ہونگے اب کہتے ہیں کہ یارب کیوں کر دچار ہونگے
اس بھی طرف کو ہوگا انکا کبھو گذارا

ہجراں میں تک نہ پرچے کوہ اور راغ میں ہم بوئے وفا نپائی دل میں دماغ میں ہم
مدت رہے اگرچہ گلگشت باغ میں ہم پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے دماغ میں ہم
اُس بن جو گل چنے تھے اُنکا کیا نظارا

تشنے ہیں اپنے خونکے ای ہمدمو نہ آؤ ہووے طبیب لر خضر اُسکو بھی یاں نہ لاؤ

اب ٹھانی ہم سو ٹھانی گو اسمیں جان جاؤ آب برندہ اُسکی شمشیر کا پلا
آب حیات اپنے جی کو نہیں گوارا

تنگ اسقدر نہیں ہیں اس زندگی سے ہم اب جو آرزو کریں پھر اُٹھنے کی حشر کو تب
ہونٹھوں پہ یہہ دعا ہی ہر روز اور ہر شب یکحرف کا لشکے ہو روز جزا بھی یارب
کسکو دماغ اتنا جو پھر جئے دوبارا

ہوش و دل اور ایماں یہہ تو گئے تھے سارے موجب تو زندگی کا اپنا نہ تھا پیارے
تجھسے کہیں سو کیا اب کہہ ہم ستم کے مارے آنسو سے پونچھتا تھا کچھ جو کبھو ہمارے
سو صبر ظلم دیدہ کل رات سے سدھارا

اب دل اٹھا تو منعم تعمیر خانماں سے کیا فایدہ رہا ہی گر کچھ نشان مکاں سے
رہنے تجھی کو دینگے جانا گیا کہاں سے آواز بھی نہ آئی اک در جواب وانسے
کسری کے در پہ جا کر کل میں بہت پکارا

موت اسکے ہاتھ سے ہو اسے تو کیا ہی بہتر پر جی میں حسرتیں ہیں تب آتی ہی یہہ جی پر
غیروں سے ٹک کہو یہہ کای مدعیو اکثر تلوار اسکو دے کر بھیجا کرو مت ایدھر
جی جاے ہی ہمارا کیا جاے ہی تمھارا

آب دہ نہیں کہ ہر سو طوفان کا خطر ہی یا میر سیل آیا ابر سیاہ تر ہی
مت پوچھ رود کوئی آتا جو یاں نظر ہی اُس گرئے ہی کا ابتک کچھ کچھ کہیں اثر ہی
دریا نے تو جہاں سے کب کا کیا کنارا

مخمس

ای نایب مصاحب ذی القوۃ المتین دی دست زور خلوتی قدرت آستین
چاہے تو اینک کر دے ابھی آسمان زمین ٹھوکر لگے تری تو اڑے کوہ آہنیں
پایا نجاے جیسے پر کاہ پھر کہیں

تو ہی کہ تیری قدر نہ آئی بیان میں قدرت تری نہ گذری کسو کے گمان میں
شانیں ہزار قسم ہیں ایک تیری شان میں شہرت ہی ترے زور کی دونوں جہان میں
نکلا نہ شہر بند عدم سے ترا قریں

شہود دونوں میں شہود ہی تو تو ہستی ہماری وہم ہی موجود ہی تو تو
حاصل کے دو جہان کا مقصود ہی تو تو مسجود تجکو جانے ہیں معبود ہی تو تو
ناجی ہیں وے ہی لوگ جنھوں کا ہی یہہ یقیں

احوال خوش انھوں کا جنھیں تجھسے ہی ولا اعدا تو آسماں نے دئے خاک میں ملا
آئینہ ہی کہ دیں کو تجھسے ہوئی جلا برپا وہی رہیگا جو تجھ تک ہی سلسلا
یاروں نے جتنی رسمیں بٹھائیں تھیں اٹھ چلیں

فتنے کو تیرے عہد میں سوتے گذر گئی آشوب کے خطرے ترے سدھ بسر گئی
آفت کہاں کہ کب کی کنارا بھی کر گئی آوازہ تیرا سنکے بلا جیسے مر گئی
یوں مٹ گئے فساد کہ مذکور بھی نہیں

داور ہوا جو تو تو ملی بیکسوں کی داد تلوار مارنے سے ترے مٹ گئے فساد
اٹھی نہ گرد زندقہ و کفر پر عناد زنار ٹوٹی مہری جلی بت گئے بباد
برہم ہوئے گھری میں ہزاروں برس کے دیں

ہنگامے گرم یاروں کے سب سرد ہو گئے چہرے منافقوں کے وو ہیں زرد ہو گئے
سر در نقاب خاک بڑے مرد ہو گئے جیسے تھا پر غبار جہاں گرد ہو گئے
کلوں میں بکریوں کے چھٹے شیر خشمگیں

بھاگے پھرے پلنگ و نمر ہانپنے لگے روکش جو ہونے کو تھے سو منہہ ڈھانپنے لگے
زستم ہو بیحواس زمیں ماپنے لگے ہلنے لگے پہاڑ فلک کانپنے لگے
رکھا کیا جو پیٹ پہ مرکب کے تیرے ریں

تلوار تیری برق تھی آنکھیں جھپک گئیں گھوڑوں کی باگیں ہاتھ سے سب کے اچک گئیں
بھاگیں جو اضطرار سے فوجیں بہک گئیں لاشوں کی سیر کرتے ہوئے آنکھیں تھک گئیں
لوہو کی ہر چہار طرف ندیاں بہیں

نعرہ کیا ہی تو جو کبھو ہاتھ جھاڑ کر نکلا ہی پردہ گوش فلک کا بھی پھاڑ کر
قوت جو تو نے کی ہی کبھو پاؤں گاڑ کر کوہ گراں کو پھینک دیا ہی اکھاڑ کر
پہنچا ہی ملک قدس تلک شور آفریں

رکھتا ہی پایمال حوادث یہہ آسماں جاگہہ نہیں رہی کہ کریں داد جا کے واں
ہو دستگیر لطف ترا تو ملے اماں تیری طرف نہ آویں تو جاویں ہم اب کہاں
ای عرش تخت داد گر لامکاں مکیں

تو ہی کہ تجکو کہتے ہیں حلال مشکلات تو ہی کہ حلقہ زن ہی ترے در پہ کائنات
تو ہی کہ تجھسے دید میں آے عجائبات احسنت تیری قدرت و رحمت ترا ثبات
آگے سے تیرے سیکڑوں بھیڑیں سرک گئیں

قدغن ہوا جو رفع کا بدعت کے ایکبار پردوں میں مطربوں نے رکھے دف طپانچہ مار
نغمہ یہہ سنکے یاروں نے چھیڑا کبھو نہ تار نالہ ہوا نہ بلبل طنبور سے دوچار
آواز نی کی بند ہوئی ہو گئی حزیں

تر دامنوں کے دیکھے تو لب خشک ہو گئے احوال میکدے پہ بہت ابر رو گئے
معتادی جنھوں کی تھی سب جان کھو گئے مخمور کھینچ کھینچ کے خمیازہ سو گئے
کیا کیا خرابیاں نہ خرابات پر رہیں

لاشکل اسکی دلمیں وہی مصطفی کو دیکھ اس رخ کا کر تصور و نور خدا کو دیکھ
رنگینی عدالت شاہ و لا کو دیکھ نرگس نے غش کیا تھا کہیں اس ادا کو دیکھ
گلشن میں دلبروں نے نہ پھر انکھڑیاں ملیں

ناجز نوازی تیری سے ہو مشت خاک زر ہر سے گدا پہ ابر کرم سے ترے گہر
جور فلک نے کیا جی سے رحم کر مہماں ترے سماط پہ ہی خلق ہر سحر
حاتم یک آستاں ہی یاں معن ریزہ چیں

جس دل کو ہو نہ شوق ترا ہو جیو گداز جس چشم کو نہ میل ہو ترا نہ ہو جو باز
جو سر ترا خیال رکھے رہیو بے نیاز سجدے سے تیرے در کے جو ہونے ہو سرفراز
مسجود ہو جو صبح سعادت کی وہ جبیں

اہل نظر سے دیکھنا اور ہر کا ہی عجب آنکھوں سے تیری رہ نہ چلے واقف ادب
کسکو نہی یہہ بڑ رگی و کسکا تھا یہہ حسب یہہ قدر تھی نہ بنی مرے مولی ہوا تو جب
زیبا فقط برائے کعبہ محمد کا جانشیں

کیا کہئے تیرے قرب سے ای سایۂ الٰہ بیدانشی سے کچھ لہے کوئی دروں سیاہ
اپنی تو سجھ پہ پرتنی ہی جا کر وہیں نگاہ فہم و گماں و وہم کو جس جا نہیں ہی راہ
ہی چشم شوق عینک شفاف دور بیں

جسکو نہیں ہی تیری محبت کا کچھ خیال افسوس اسکی زندگی و وائے اسکا حال
یاں اسکے سر وبال ہی واں رنج یا نکال تجھے نر کے بندگی ہی کفر اور ضلال
تیری ولا ہی داخل ایمان مومنیں

میر شکستہ حال نہایت ہی تنگ اب شوریدہ سر سے مارے ہی لیلے کے سنگ اب
ہر آن اُسکو آپ سے رہتی ہی جنگ اب دست تہی سے خلق جہاں کا ہی شنگ اب
خوش مت کر آہ اسے زیادہ نکر غمیں

افسوس ہی مدیح ترا اتنا خستہ حال ہر لحظہ ایک عذاب نیا ہر دم اک وبال
تجھے اس چمن میں جو روش سبزہ پایمال یکدم میں تیرے ابر کرم نے کئے نہال
برسے انہوں پہ اوس کی جا گہہ در ثمیں

تمت

مخمس در شہر کاما گفتہ شدہ

قابل ہی میری سیر کے اطوار روزگار چالیں عجب طرح کی چلی ہیں عجب شعار
کرتا ہی بد سلوکی سبھوں سے یہہ بیمدار لاتا ہی روز فتنۂ تازہ بروے کار
دل داغ داغ رہتے ہیں اسے جگر فگار
کاما سے تلخ کام اٹھایا مرے تئیں دلی میں بیدلا نہ پھرایا میرے تئیں
ہم چشمونکی نظر سے گرایا مرے تئیں حاصل کہ پیش سرمہ بنایا میرے تئیں
میں مشت خاک مجھ سے اسے اسقدر غبار
لشکر میں مجھکو شہر سے لایا پئے تلاش یہاں آکے گذری میری عجب طور سے معاش
پانی کسو سے مانگ پیا میں کسو سے آش اس واقعہ سے آگے اجل پہنچی ہوتی کاش
ناموس رہتی فقر کی جاتا با عتبار
مدت رہا تھا ساتھہ جنھوں کے خراب حال دانستہ ان سبھوں نے کیا مجھکو پایمال
آخر کو آیا مجھہ میں انھونمیں نہیت ملال یہہ زندگی سہل ہوئی جان کی وبال
اس جمع میں کسو کو نپایا میں دستیار
جانا جہاں تھا مجھے سو بار واں گیا ضعف قوی سے دست بدیوار واں گیا
محتاج ہو کے ناں کا طلب گار واں گیا چارہ ندیکھا مضطر و ناچار وان گیا
اس جان ناتواں پہ کیا صبر اختیار
در پر ہر یک دنی کے سہ حاجت مری گئی نالایقوں سے ملتے لیاقت مری گئی
کیا مفت ہاے شاں شرافت مری گئی ایسا پھرایا انے کہ طاقت مری گئی
مشہور شہر اب ہوں سبکسار و بیوقار
عرصہ تھا مجھہ پہ تنگ اٹھا ہو کے نیم جاں پوچھا نہ مجھکو یک لب ناں سے کسوں نے یاں
کم پائی پر بھی سر کیا میں نے سب جہاں آشفتہ خاطری نے پھرایا کہاں کہاں

برسوں کا راز مجھ سے ہوا آخر آشکار

جز داغ میری ہونکی ایک امیر سے عقدہ کھلا نہ دل کا دعائے فقیر سے
رفتے ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے
لیکن ہوا نہ رفع مرے دل کا اضطرار

کہنے کی اپنے حال پہ شفقت سے یک نگاہ نکلے ہی کسے طور پر اپنے سخن کی راہ
بہلانہ کوئی ہمسے کہ تم کیوں ہوئے تباہ اسلوب اپنے جینے کا ہو کسطرح سے آہ
ہم اپنک ناتوان و ضعیف اور غم ہزار

حاجت مری روا دل پر درد نے نکی تاثیر اشک سرخ و رخ زرد نے نکی
تدبیر اپنک دم بھی دم سرد نے نکی دلجوئی میری حیف کسی فرد نے نکی
طاقت رہی نہ دل میں گیا جان سے قرار

ہر ترک شوخ چشم کرے مجھ پہ کب نظر ہر چند بند باندھے مرے خوں پہ کیا کمر
ہر دامدار قصد کرے یہہ کہاں جگر یہہ منہہ نہیں کسیکا جو منہہ کو کرے ادھر
ہر کوئی جانتا ہی کسیکا ہوں میں شکار

دل سر بسر خراب ہی تعمیر کیا کروں آشفتگی حال کی تعبیر کیا کروں
خونناب ہائے چشم کی تقریر کیا کروں زردئی رنگ چہرے کی تحریر کیا کروں
آیا جو میں چمن میں خزاں ہو گئی بہار

حالت تو یہہ کہ مجھکو غموں سے نہیں فراغ دل سوزش درونی سے جلتا ہی جوں چراغ
سینہ تمام چاک ہی سارا جگر ہی داغ ہی نام مجلسوں میں مرا میر بیدماغ
از بسکہ کم دماغی نے پایا ہی اشتہار

مخمس

مشکل اپنی ہوئی جو بود و باش آئے لشکر میں ہم بیر اے تلاش

آنکے دیکھی یانکی طرفہ معاش ہی لب ناں پہ سو جگہہ پر خاش
نے دم آب ہی نہ چمچۂ آش

مرنے کے مرتبے میں ہیں احباب جو شناسا ملا سو بے اسباب
تنگدستی سے سب بحال خراب جسکی ہی پال تو نہیں ہی طناب
جسکے ہی فرش تو نہیں فراش

زندگانی ہوئی ہی سب یہ وبال کنجڑے جھینکے ہیں روتے ہیں بقال
پوچھہ مت کچھہ سپاہیوں کا حال ایک تلوار میچے ہی اک ڈھال
بادشاہ و وزیر سب قلاش

جبے والے جو تھے ہوئے ہیں فقیر تن سے ظاہر رگیں ہیں جیسی لکیر
ہیں معذب غرض صغیر و کبیر مکھیاں سی گریں ہزاروں فقیر
دیکھیں مکڑا اگر برابر ماش

شور مطلق نہیں کسو سر میں زور باقی نہ اسپ و اشتر میں
بھوکھ کا ذکر اقل و اکثر میں خانہ جنگی سے امن لشکر میں
نہ کوئی رند ہی نہ کوئی اوباش

لعل خیمہ جو ہی سپہر اساس پالیں ہیں رنڈیوں کی اسکے پاس
ہی زنا و شراب بے وسواس رعب کر لیجئے یہیں سے قیاس
قصہ کوتہ رئیس ہی عیاش

جتنے ہیں یاں امیر بے دستور پھر بحسن سلوک سب مشہور
پہنچنا ان تلک بہت ہی دور بات کہنے کا واں کسے مقدور
حاصل انسے نہ دل کو غیر خراش

چار لچے ہیں مستعد کار دس تلنگے جو ہوں تو ہی دربار

ہیں وضیع و شریف سارے خوار لوٹ سی کچھ ہی گرمی بازار
سو ہی قند سیاہ ہی یا ماش

در پہ عمدون کے روز و شب شر و شور صرف یکسر فریب و رشوت خور
بے لئے دیکھیں نے کسو کی اور مردہ شو پر وہ سب کفن کے چور
رحمتہ اللہ بر اولیں نباش

یکبیک گر کسو کی موت آئی اسکے مردے کی پھر ہی رسوائی
کہونکے پہنچے ہی جنکو امرائی سب وے اولاد حاتم طائی
کون دے کر کفن اٹھا دے لاش

بالضرورت گیا میں جسکے گھر آدمی کی نہ جنس تھا وہ خر
بات کرنے لگا تو نیچی نظر بیمروت سفیہ مد نظر
قابل صد ہزار شاش و تراش

ہی جنھیں کچھ بھی رویت دربار سو فریبندہ مکری و غدار
کاذب و مفت بر ہی دل آزار ڈول انکا ہی یہہ کہ کرئے خوار
کام انکا یہہ ہی خراش و تراش

جسپہ ٹھہری ہی آکے سرداری انسے ہم کو تھی چشم دلداری
معرفت انکی بعد صد خواری فرد دستخط ہوئی جو یکباری
جیسے کھینچ لکیریں کوئی نقاش

اس لکھے کا نہیں ٹھکانا کچھ وہم میں بھی نہیں ہی پانا کچھ
جسپہ دستخط نہ انے جانا کچھ بن نہ آیا مجھے بہانا کچھ
غیر اسکے کہ ملے اٹھون بشاش

واں سے اٹھ کر میں پال میں آیا سخت تغیر حال میں آیا

نہ لکھنے تھے کبھو یکحرف اسے جو ہاتھ شے اپنے
سو کاغذ دینے کے دینے ہم اب تحریر کرتے ہیں

در و دیوار افتادہ کو یعنی کاش اک نظر دیکھیں
عمارت ساز مردم گھر جو اب تعمیر کرتے ہیں

خدا ناکردہ رک جاؤں جہاں رک جاتا سارا
غلط کرتے ہیں لڑکے جو مجھے دلگیر کرتے ہیں

اسے اصرار خونریزی پہ ہی ناچار ہیں اسمیں
وگرنہ عجز تابی تو بہت سی میر کرتے ہیں

طلب ہی کام دلکی اسکے بالونکی اسیر ہیں
گدائی رات کو کرتا ہوں خجلت سے فقیر ہیں

نگہہ عزلت ہیں اس ابروکماں کی تھی ادھر یعنے
لگا تیر اسکا چھاتی میں ہماری گوشہ گیر ہیں

نظر اسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو
سیاحت دور تک کی اپنک ہی وہ بے نظیر ہیں

حزیں آواز ہی مرغ چمن کی کیا جنوں آور
نہیں خوش زمزمہ ویسا ہماری ہم صفیر ہیں

جوانی میں نہ رسوائی ہوئی نامیر غم کھنچتا
ہوئے اطفال تہ بازار گاہک چکے پیر ہیں

اب دیکھیں آہ کیا ہو ہم وے جدا ہوے ہیں
بے یار و بے دیار و بے آشنا ہوئے ہیں

غیرت سے نام اسکا آیا نہیں زباں پر
آگے خدا کے جب ہم محو دعا ہوئے ہیں

اہل چمن سے کیونکر اپنی ہو روشناسی
ہر سوں اسیر رکھہ کر اب ہم رہا ہوئے ہیں

بے عشق خوبرویاں اپنی نہیں گذرتے
اے وا اے کس بلا میں ہم مبتلا ہوئے ہیں

جانا کہی تن میں ہر جانا زک ہی اور دلکش
ہم رفتۂ سراپا اسکے بجا ہوئے ہیں

تھے غنچے جتنے زیر و بار باغ طایر
شب باشی چمن سے شاید خفا ہوئے ہیں

صرفہ قمیص کا ہی کیا وقر اس گلی میں
ترک لباس کروان شاہان گدا ہوئے ہیں

خاموش اسکے در پر ہو کر فقیر بیٹھے
یعنے کہ عاشقی میں ہم بے نوا ہوئے ہیں

عہد شباب گذرا شرب مدام ہی میں
ہم کہنہ سال ہو کر اب پارسا ہوئے ہیں

اظہار فراغی ہر دم کی بید ماغی

ان روزوں میر صاحب کچھ میرزا ہوے ہیں

بیکار مجھکو مت کہہ میں کار آمدہ ہوں بیگانہ وضع تو ہوں پر آشنا زدہ ہوں

میں منہہ نہیں لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہوں

اسرار دلکے کہتے ہیں پیر و جوان میں مطلق نہیں ہی بند ہماری زبان میں

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھہ سو رنگ بدلے جاتے ہیں یاں ایک آن میں

شاید بہار آئی ہی دیوانہ ہیں جوان زنجیر کی سی آتی ہی جھنکار کان میں

بے موقعہ اس ضعیف پہ جور و ستم نکر طاقت لعب کی کم ہی بہت میری جان میں

اسکے لبوں کے آگے کنھوں نے نبات کی آئی ہی کنز شہد مصفا کی شان میں

چہرہ ہی یار کا رہے ہی چت چڑھا سدا خورشید و ماہ آتے ہیں کب میرے دھیان میں

اب میرے اسکے عہد میں شاید کہ اٹھ گئی آگے جو رسم و دوستی کی تھی جہان میں

تارے تو یہہ نہیں مری آہوں سے رات کی سوراخ پڑ گئے ہیں تمام آسمان میں

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہے ہی میر
نکلی ہی شاخ نازہ کوئی کیا کمان میں

آئے ہیں میر کافر ہو کر خدا کے گھر میں پیشانی پر ہی شقہ زنار ہی کمر میں

نازک بدن ہی کتنا وہ شوخ چشم و لبر جاں اسکے تن کے اگے آتی نہیں نظر میں

سینے میں تیر اسکے توتے ہیں بے نہایت سوراخ پڑ گئے ہیں سارے مرے جگر میں

آیندہ شام کو ہم رویا کریں گے مطلق اثر نہ دیکھا نالیدن سحر میں

بے سدھ پڑا رہوں ہوں اس مست ناز بن میں آتا ہی ہوش مجکو ابتو پہر پہر میں

سیرت سے گفتگو ہی کیا معتبر ہی صورت ہی ایک سو کھی لکڑی جو لو نہو اگر میں

ہمسایہ مغاں میں مدت سے ہو چنانچہ اک شیرہ خانگی ہی دیوار میرے گھر میں

فرد تو اب کو دکھاؤں گا حال صاحب کا سب جتاؤں گا
ہی مقدر تو کر ہی لاؤں گا لیکے دفتر میں آپ جاؤں گا
آگے میرے کسے سخن کی مجال

قدر والا ہا زنی ہی معلوم خلق خادم ہی اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو رہے محروم ہی یقینی کہ وہ اُلاغ ہی شوم
حشر کو ہو گا مرکب دجال

تم ہو بنی فاطمہ ہو ہم ہیں غلام ہی غلامی ہماری اپنا کام
تمکو مسجود جانتے ہیں انام تم سے ہونگے ہو پیشوا و امام
تمسے سبکو نجات کا ہی سوال

بارے رخصت کیا بصد اعزاز اور کہا تم ہو خلق میں ممتاز
ہی تمنا کہ تمسے ہوں دمساز دل ہمارا ہو کاشن محو نیاز
کرئے تم پر نثار جان و مال

شیخ نے کر سلوک حد سے زیاد قید اندوہ سے کیا آزاد
وے بھلا روزگار کی بیداد جان غمکش ہوئی نہایت شاد
کم ہو اکوئی روز سر سے وبال

پھر جو دو دن میں میں گیا اُن پاس شیخ جی نکلے یک اشر الناس
نے و تعظیم و خلق نے وہ پاس بولے کچھ زیر لب اُداس اُداس
رہ گیا چپ میں دیکھ کر یہہ حال

میرے تئیں بید ماغ جو پایا سر کیا نیچے یعنے شر مایا
جب حجابت سے کچھ نہ بن آیا تب بہانا صداع کا لایا
پھر یہہ بولا کہ کیوں ہی چہرہ لال

کہا و جہ ہی کہا کہئے میں کہا جو رکب تلک سہئے
چند پامال چرخ کیج رہئے جی میں ہی اب لگائے پہئے
تاکہ گردوں کی کچھ ہو سیدھی چال

تھی جو تم سے توقع یاری سو تو آئی ظہور میں ساری
ہو نئی جو فرد و سخطی جاری تو بھی ہے دن جوا یسے ہیں بھاری
کاٹتا یک طرف فقیر مثال

دو سخطی فرد کا سنا جب نام کہنے لاگا کہ اب قریب ہی شام
بیٹھنے کا ہوا ہی وقت تمام پھر کبھی روز کیجئے گا کلام
ابتو میرے نہیں حواس بحال

تھا جو سختی سے فقر کے ناچار گھر گیا شیخ جی کے سو سو بار
مرا کوئی فوج شہ میں یار نکہا جنے میرا حال زار
تنگ آیا میں مفلسی سے کمال

کچھ طرح اور جب نہ بن آئی میں ہوا شیخ جی کا مجرائی
کھینچی کیا کیا انہوں کی مرزائی پر نہ شلی مری نہ فرمائی
مفت عزت گئی ہوا پامال

اینک مدت تھی آج کل پرسات ابتو ہی صبح اب ہوئی ہی رات
ہی بہت شیخ کی عنیمت ذات جمع آدم میں ایسی کب ہیں صفات
مفتری و دروغی و محتال

ایکدن میں کہا جو ہوں مضطر کہئے اس در سے جاؤں اب کیدھر
ہنس کے بولے بہت تلطف کر سرمند آئے ہو تم بھی اس گھر پر
آگے آوینگے جتنے ہونگے بال

تق

راتوں کتنیں مصیبتیں گذریں اور دنوں کو قیامتیں گذریں
کچھ نہ پوچھو جو حالتیں گذریں باتوں باتوں میں مدتیں گذریں
وعدہ دو چار دن نہ ماہ و سال ۔

پھر جو اُس فرد کا ہوا مذکور کہنے لاگے کہ نایب دستور
جانتا ہی تمھیں کہ ہو مشہور پر کہے ہی رکھو مجھے معذور
جاری کرنا ہی اِسکا امر محال

آٹھ آنے ہیں شاہ پر بھاری اُسکے لوگوں ہی کی ہی اب خواری
آپ ہی تو یہہ ہی گرفتاری فوج ہیگی تو قحط کی ماری
کیوں یہہ جس جا رہے ہیں وان تھا کال

عمدے جو ہیں دنوں کو بھرتے ہیں سو بھی اسباب گروی دھرتے ہیں
ہیں سپاہی سو بھوکھے مرتے ہیں لوہو پی پی کے زینست کرتے ہیں
ایک تلوار پیچھے ہی ایک ڈھال

رہ گیا میں سو جی جلاتا ہوں کچھ کہے کوئی سر ہلاتا ہوں
یعنے ہر یک کتیں بلاتا ہوں کام سرکار کا چلاتا ہوں
کارپرداز ہیں سفیہ و ضلال

بادشہ بھیک مانگتا آیا روز روزینہ بند فرمایا
معتمد اپنا مجکو ٹھہرایا سو برا بیچ میں میں کہلایا
جسکو دیکھو رکھے ہی مجھسے ملال

ملکے اور سارے صاحبان بتول پھرتے ہیں مجھسے خوار زار و ملول
کہئے حضرت سے کچھ بھی ہو جو حصول کوڑی دینا اُنھیں نہیں ہی قبول
آپ ہی مرتے ہیں اُنکے اہل و عیال

[illegible]ے در پہ یارونکا ہی ہجوم صبح سے شام تک رہے ہی دھوم
جو یہی ڈول ہی تو ہی معلوم ایکدن باقدوم فرخ لزوم
نکلے گا یانسے شہ بجاہ و جلال

حاجت اک عالم اپنی لاتا ہی جو ہی سو جان کھائے جاتا ہی
کون یاں راہ حرف پاتا ہی اور جسے کوئی منہہ لگاتا ہی
کاٹتا ہی وہ پہلے چومے گال

اسکے اوپر ہی شہ تماشائی اور چاہے ہی خرج بالائی
ہر طرف پھیلی ہی یہہ رسوائی کل چنانچہ ہمیں نظر آئی
لال خیمے کے گرد دو سہ پال

دینے کا ہو کہیں ٹھکانا بھی جود کو چاہئے زمانا بھی
یاں نہیں شہ کے گھر میں دانا بھی کبھو ہوتا ہی کھانا پینا بھی
ورنہ بھوکھے رہے ہیں بیٹھے نڈھال

حال یہہ ہی جو اسپہ ہو منظور پھر بھی تو اب سے کروں مذکور
گاہ باشد کہ ہو انہیں مقدور پر سماجت ہی اب خرد سے دور
لطف کیا میں کہوں دے دیویں ٹال

میں کہا بس بہت خراب ہوا پر دینمیں واں سے بھی جواب ہوا
دل ہوا داغ جی کباب ہوا بارے ہونا جو تھا شتاب ہوا
کٹ رہے گا مرا بھی یہہ جنجال

دل سے اپنے بھی اب بھلا دیجے فرد میری مجھے منگا دیجے
اس خیالات کو اڑا دیجے بند چڑیا کیسی چھڑا دیجے
بس بچھایا بہت فریب کا جال

ہنسکے بولے کہ فرد ہی حاضر اور سمجھے نہ مجھکو غائب
جان کا ہوں تمہاری میں ناظر جمع فرماؤ خاطر عاطر
اب نہیں پھر یہہ کام لو لگا سنبھال ۔

تب سے اب تک وہ فرد لاتا ہوں گاہ بیگاہ انکے جاتا ہوں
وقت پاتا ہوں تو جتاتا ہوں پر جواب انسے صاف پاتا ہوں
انکی باری کا ہی یہہ قال و مقال

مخمس

جس کسو کو خدا کرے گمراہ آوے لشکر میں رکھہ امید رفاہ
یاں نہ کوئی وزیر ہی نے شاہ جسکو دیکھو سو ہی بحال تباہ
طرفہ مردم ہوئے ہیں اکٹھے آہ
جائیے جسکے ہاں وہ روتا ہی یا کہے چوبدار سوتا ہی
جو مقدر ہی سو تو ہوتا ہی کون وقت عزیز کھوتا ہی
میں تو تھو کوں نہ ایسوں پر واہ

فوج میں جسکو دیکھوں سو ہی اداس بھوک سے عقل گم نہیں ہیں حواس
بیچ کھایا ہی سب نے ساز و لباس چیتھڑوں بن نہیں کسو کے پاس
یعنے حاضر براق ہینگے سپاہ
خاک اڑتی ہی صبح سے تا شام شام سے صبح تک ہی فکر طعام
رحم کی جا ہی حال نیک انام ایک دو ہوں تو لوں کسو کا نام
سیکڑوں کے نہیں جگر میں آہ
مفلسی سے رہا ہی کہیں حال خورش و خواب ہیگی خواب و خیال
چار دن عمر کے ہوئے ہیں وبال زندگی اپنے طور پر ہی محال

مرگ ملتبی نہیں ہی خاطر خواہ

لشکر نے تلاش جسکے گھر پہنچا اس تلک بہت دو بھر
راہ مطلق نہیں نکلتی ادھر باعث صد فساد و شور و شر
دس تلنگے ہیں در پہ یہہ کہہ دیا
دیکھے میں نے مصاحبان شہ نکلے سب بے حقیقت و بے تہ
تم ہی آخر کو ان سے کچھہ مت کہہ رہ سکے ہی کسو طرح تو رہ
ورنہ لشکر سے جا خدا ہمراہ

فقرہ فاقے کی ہر طرف ہی دھوم دو تلنگے جہاں ہیں واں ہی ہجوم
لشکر اک ہی خراب مردم بوم زندگی کرنے کی طرح معلوم
کہ رہے جوں خدا ہی ہی آگاہ

قصہ کوتہ کہاں نہ رو گذرا کونسی مثل میں نہو گذرا
آہستہ رفتہ رفتہ کہو گذرا یاں لذرنا تھا ظلم جو گذرا
اسپہ جسکو ہو قصہ بسم اللہ

مخمس در منقبت

پارسا ہیں جو جوان پیر ہدیٰ کہتے ہیں جو ولایت رکھے ہیں شاہ ولا کہتے ہیں
سالک مسلک دل راہنما کہتے ہیں ایک مولا کہیں ہیں ایک خدا کہتے ہیں
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

آفتاب فلک عز و علی تو ہی تھا چہرہ آرائے زمین اور سما تو ہی تھا
جانشین پیمبر کے سزا تو ہی تھا قالب خاکی کے پردیمیں خدا تو ہی تھا
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

ہی تری قدر سے بے خبر رسل کون آگاہ حبذا شان تری صلی علی تیری جاہ
تک

زور سے تیرے اُڑے کوہ لسان پرکاہ وہ ثبات اس قدوقامت پہ یہہ قدرت ہی واہ

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تجکو وہ خلوتیٔ راز نہاں پاتے ہیں جسکو اب خلق میں ہر جاے عیاں پاتے ہیں

افسروتخت ترے در سے شہاں پاتے ہیں سر ترے سجدے کا شایستہ کہاں پاتے ہیں

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

پاشکستوں کی ہوئی کام روائی تجھسے بستہ کاروں کی رہی عقدہ کشائی تجھسے

گھتی آئیں کئی گئی تک نہ اُٹھائی تجھسے رہ گئی دین محمد کے ترائی تجھسے

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

خشمگینی ترے دشمن کے سر آفت لائی عمرو عنتر نے سنبھلنے کی نہ فرصت پائی

رو کشی مہد میں اژدر سے نہ تک بن آئی زور قدرت نے تری قدرت حق دکھلائی

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

شور روہنگامہ تھا کیسا ہی مٹایا تو نے صبح محشر تئیں فتنے کو سلایا تو نے

در خیبر کو دو انگشت سے وا یا تو نے کاروہ خورشید کو دوبار دکھایا تو نے

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

عالم کون و فساد آکے کیا تو نے پاک دہر گلزار ہوا جھڑ گئے خار و خاشاک

دیو سرکش ہوئے آوازہ ترا سنکے ہلاک پردۂ قاف تلک پہنچی ترے زور کی دھاک

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تھے قوی پنجہ ترے زور شجاعت سے شیر بھیڑ بکری کی طرح خوف سے رہتے تھے دلیر

ہر زبردست زمانے کا رہا تیر اژیر تو نے سلما کے لئے تو ر دیا پنجۂ شیر

یاعلی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

تجھسے پا پا گیا بعد نبی فاضل تر ہی فضیلت تری قرآن سے ثابت سب پر

قرب کیا تیرا بیاں کیجئے اے فخر بشر جس جگہ تو ہی تو واں جاتے ہیں جبرئیل کے پر
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

عرش پر رحمت عالم کے رکھا تو نے پا خامۂ حق ہے دو پا شرک کی صورت کو مٹا
عالم خاکی میں تھا مصلحتاً جلوہ نما عرش اعظم سے بھی تھی ورنہ پرے تیری جا
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک اینک رتبے کتنیں پہنچی ترے جلوے سے خاک
ہیں ترے شوق میں سرگشتہ شب و روز افلاک پر کہاں عالم خاک اور کہاں عالم پاک
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

اپنے اسرار کا تو آپ ہی کچھ دانا ہے ورنہ کنہے تجھے جوں چاہئے پہچانا ہے
اینک فرقے نے تجھے روح قدس مانا ہے اینک نے ذات مقدس تجھی کو جانا ہے
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

شان و شوکت تری کیا کر سکے عاجز تقریر یعنے مداح ترا کیونکے ہو الکن ہی میر
زیب دیتی ہے تجھی کو شہی کل امیر تیں فقر و نکتیں بخشیں دئے تاج و سریر
یا علی جو تجھے کہتے ہیں بجا کہتے ہیں

مخمس

اے مرتفع نشین علی العرش استوا وے عز ماسوائے خدا خویش مصطفیٰ
تو تھا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا بت تو تو تو شرک کی صورت دئی مٹا
لا یا بزور عرصے میں یکتائی خدا
رکھتے ہیں تجھ سے چشم کرم صاحب نظر افضل ہوئی سبب سے ترے خلقت بشر
تو مجمع کمال ہے تو مصدر ہنر ہے مورد قبول دعا تیرے گھر کا در
ہے مولد شریف ترا خانۂ خدا

ہر موزبان ہو تو کریں وصف ہم ترا کرتا رہا ہمیشہ مسیحائی دم ترا
رونق ہوئی جہاں میں آیا قدم ترا برپا نہووے روز جزا گر علم
خورشید حشر سائے میں کسکے ہو پھر کھڑا

تو وہ ہی نام اپنے ترا بھیجے درود گذرے اگر تو دلمیں تو کر بیٹھے سجود
شخص کرم کے وقت دہش تیری کیا نمود تو گرم جود ہووے تو پھر کیا بلا ہی جود
تیری سخا کے روبرو کیا چیز ہی سخا

آگہہ ہیں تیری قدر سے کاہیکو بے تہاں جانے ہیں فخریاں کی لدائی کتیں شہاں
تجھسا کریم عرصے میں آفاق کے کہاں ہی در ترا وہ کان عطا و کرم جہاں
ہوتی ہی سیر آنکے حرص شہ و گدا

مقدور والے عہد کی گھٹتی سہا کئے افسانے تیرے جود کے ہر دم کہا کئے
دریا گہر کے ہاتھہ سے تیرے بہا کئے احساں پہ تیرے میکروں احساں رہا کئے
ہمت نے تیری ہمت عالی سے کچھہ لیا

دکھلاوے چند چرخ نشیب و فراز کو پیوند کر زمیں کا غم جاں گداز کو
کر ناز ایک لطف سے میرے نیاز کو تو وہ امام ہی کہ جب آے نماز کو
پیشینیاں تمام کریں تجھسے اقتدا

ہر اک کو اس تقدس ذاتی سے کیا خبر پہچانیں کیونکے تجکو عزیزان بیخبر
نہ تصفیہ دلوں کو نہ یاری کرے نظر پر علم ہو رہے گا کہ تھا حق ہی جلوہ گر
پردہ یہہ بیچ سے بشریت کا جب اُٹھا

جاگہہ ہر ایک دلمیں ترے ہی ولا کی تھی تیرا ظہور آرزو ارض و سما کی تھی
تجھسے شہاں عہد کو نسبت گدا کی تھی قدرت جو دیکھی تیری سو قدرت خدا کی تھی
گر آسماں حریف ہوا خاک میں ملا

ذکر آوری جہان میں تری داستاں ہوئی عرصے کے پہلوانوں کی قدرت عیاں ہوئی
کتنوں کی جان سامنے تیرے رواں ہوئی کتنوں کی دور بیٹھے ہی خاطر نشاں ہوئی
ہے سر تری کماں کی نہ کوئی اٹھا سکا

فرضا ہو اغلام سے تیرے اگر بگاڑ دشمن سب آئے سامنے ہر ایک جوں پہاڑ
مارا نہ اک دو ہی کو میدان میں پچھاڑ جس کی کمر میں ہاتھ چلا یا الکھاڑ
جس کی طرف کو آن جھکا پھر جھکا دیا

آیا دپت کے گھوڑے کو جس وقت بھیر چیر خم گوش تھے بھیر کے گویا جوان و پیر
سرگرم رزم جب کہ ہوا کہہ کے گیر گیر اُس کی کماں کے ساتھ تھا پیغام مرگ تیر
تلوار اس کے ہاتھ میں تھا نامۂ فنا

بھیڑے کوہ و دشت کو بھاگے کدھب گئے بھیڑے زخم تن پہ اٹھا جاں بلب گئے
تھے برج سے جوان سو آہت سے دب گئے جورا ادھر سے تیر اُدھر سے ہم سب گئے
چمکی ادھر سے تیغ اُدھر سر جدا ہوا

ہی کون دادرس جو کہوں اُس سے اپنے بھید جو رفلک سے چھائی ہیں سب پر گئے ہیں چھید
امید ہی کہ پہنچے ترے لطف کی نوید کم بخت بھی پھر آنہ ترے در سے ناامید
از بسکہ وقف کر گئے ہیں دن طالع رسا

ہر شب بہہ دل خفا ہی یونہیں عمر ہو گئی ہر روز اک جفا ہی یونہیں عمر ہو گئی
جی پر عرض بلا ہی یونہیں عمر ہو گئی ہر شام غم غذا ہی یونہیں عمر ہو گئی
ہر صبح خون دل ہی مجھے آب و ناشتا

آشفتہ کوہ و دشت میں مدت پھرا ہوں میں آوارہ گرد بادیۂ ابتلا ہوں میں
جوں گرد باد خاک میں یکسر ملا ہو نمیں یعنے برہنگی سے نو تک بچ رہا ہو نمیں
نہ گرد کی جو بیٹھی ہی تن پر سو ہی قبا

ٹاں

اس شہر میں ہوں دیر سے آوارہ بیوطن مرنا بنا نہ اسے کہ پیدا تھا کفن

القصہ حال بد سے کروں تا کجا سخن احوال میرا تجھ پہ ہویدا ہی من و عن

اظہار اسپہ پھر ہی طبیعت کا مقتضا

ہوں مبتلاے رنج و بلا سینہ چاک ہوں پھوڑا سا پک رہا ہوں سبھی دردناک ہوں

دور آستاں سے تیرے کہاں تک ہلاک ہوں یہہ جی میں آرزو ہی کہ جب مر کے خاک ہوں

لاوے نجف کی اور اڑاتی ہوئی صبا

امداد کر کہ پہنچوں ترے آستاں تلک لیجاوے اشتیاق مجھے کھینچ واں تلک

ہر در پہ اضطراب پھرا وے کہاں تلک یوں اتفاق ہو تو کروں صرف جاں تلک

مقصد یہی ہی دل کا یہی جی کا مدعا

یوں کشمکش چند مرتبہ و جاہ کار ہوں کبتک ہلاک مطلب دلخواہ کار ہوں

جی چاہتا ہی خاک ہو اس راہ کا رہوں پامال تیر زائر درگاہ کار ہوں

تاج شرف ہو سر پہ مرے عاقبت کو تا

بے اختیار روؤں ہوں ہر صبح اور شام یعنے کہ شوق در کا ترے دلکو ہی تمام

مقصد اسیکو جانوں ہوں سمجھا یہی ہوں کام ای جد پاک حضرت موسی رضا امام

اپنی تو آرزو ہی یہہ آگے تری رضا

محمسات تمام شد

مسدس در نعت

جرم کی کھو شرمگینی یا رسول اور خاطر کی حزینی یا رسول

کھینچوں ہوں نقصان دینی یا رسول تیری رحمت ہی یقینی یا رسول

رحمۃ للعالمینی یا رسول

ہم شفیع المذنبینی یا رسول

لطف تیرا عام ہی کر مرحمت ہی کرم سے تیرے چشم ملر مت
مجرم عاجز ہوں کر تک تقویت تو ہی صاحب تجھسے ہی یہہ مسئلت

رحمتہ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کیا سیہ کاری نے منہہ کالا کیا بات کرنے کا نہیں کچھہ منہہ رہا
رحم کر خاک مذلت سے اٹھا میرے عفو جرم کی تخصیص کیا

رحمتہ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

اب ٹھہرتا تک نہیں پائے ثبات دستگیری کر کہ پاؤں میں نجات
جرم کیا ہیں میری کتنی مشکلات ہی کفایت ایک تیری التفات

رحمتہ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

دہر زیر سایہ لطف عمیم خلق سب وابستہ خلق عظیم
تجھسے جو پائے کرم عاصم اثیم سخت حاجت مند ہیں ہم تو کریم

رحمتہ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

ہو رہے ہیں ہم جو دوزخ کی حطب سر پہ ہے اعمال لائے ہیں غضب
رکھتے ہیں چشم عنایت تجھسے سب تجھسوا کسے کہیں احوال اب

رحمتہ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

نیک و بد تیرے ثنا خوان ہمم لطف تیرا آرزو بخشش اہم

ملتفت ہو تو تو کاہیکا ہی غم تو رحیم و مستحق رحم ہم
روؤں ہوں شرم گنہ سے زار زار بے عنایت کچھ نہیں اسلوب کار
دلکو جب ہوتا ہی آکر اضطرار زیر لب کہتا ہوں یہہ میں بار بار

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

سبز برپا ہوگا جب تیرا نشان آفتاب حشر میں بہر امان
ہووے گی انواع خلقت جمع وان کیوں نہوں سائے میں اسکے دو جہان

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

رو سیاہی جرم سے ہی بیشتر رو سفیدوں میں خجل مجکو نکر
ایک کیا آنکھیں ہیں میری ہی ادھر تجھسے راجی بے بصر اہل نظر

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کچھ بھی جو ہیں واقف راز و نیاز عام تجھ انعام پر کر چشم باز
شعر یہہ مشہور سب وے دل گداز پڑھتے ہیں جائے دعا بعد از نماز

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

جبتلک تاثیر کا تھا کچھ گمان گہہ قراں خوان میر تھے گہہ سبحہ خوان
وقت یکساں تو نہیں ای دوستاں اب یہی ہی ہر زماں ورد زبان

رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

رحمۃ للعالمینی یا رسول

ہم شفیع المذنبینی یا رسول

مسدس

چہرہ خواروں میں شہ روم ترے صبح و شام ریزہ چینی سے تری پادشہ چیں کا قیام
حبشی ہندی صفاہانی عرب والے تمام ہیں ترے دست نگر لیجئے کس کس کا نام

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

گرسنہ چشم ترا آدم و سب اسکے خلف تو جو دعوت کرے تو آویں فرشتے صف صف
دہر کا راتبہ ہی بحر ترا کشتی بکف مہر و مہ دیکھتے ہیں تیرے ہی ہاتھونکی طرف

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

سایہ گستر دو جہان کا ہی ترا لطف عمیم دے تو جنت کے نعیم اور تو ہی فوز عظیم
تجھسے مامول عطا سب تو کریم ابن کریم ہووے یعقوب کہ اسحاق کہ ہو ابراہیم

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

مردمی کا تری دریا نہیں رکھتا ہی کنار ایک موجے میں ترے سیکڑوں بیڑے ہوئے پار
کاڑھے طوفان بلا سے تری ہمت نے پار نوح ممنون ہی یونس ہی ترا شکر گذار

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

اہل عالم متمتع رہیں ہیں تجھسے مدام مائدہ طور پہنچتا تھا ترے ہاں سے طعام
من و سلوی تھا فرستادہ کبھو بہرا نام قول عیسی بھی یہی تھا یہی موسی کا کلام

تم

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ہی بچھا شرق سے تا غرب ترا دستر خوان جسپہ مہمان ہی ہر شام و سحر خلق جہاں
آسمانگی گدائی سے بھرے ہی انساں ماہ خورشید کو ملتی ہی بہانسے دو نان

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

سر شاہان زمانہ تری خاک درگاہ کج رکہیں تیرے بھروسے پہ فقیر اپنی کلاہ
منہہ ترا تکتے رہیں عارف و کامل آگاہ تجہسے سب پہنچے ہیں مقصود کو قصہ کوتاہ

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

نام حاتم کا خنک جیسے لطیفہ مشہور معن زاہد کا تری بزم میں زاہد مذکور
رنگ رنگ اطعمہ ہیں بدل پہر اسن درجہ وفور کیا خداوندی ہی اللہ خدائی مشکور

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

لطف ہی عام ترا سب تجہی سے پاتے ہیں تیری دولت ہی جو یہہ شاہ و گدا کھاتے ہیں
شکر نعمت یہہ نہیں تیرا بجا لاتے ہیں اس جہانسے بھی یہی کہتے ہوئے جاتے ہیں

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

ارض میں اور سموات میں سب تیرا مال جسکا گھر چاہے تو کردیوے اُسے مالا مال
روز بہبود کا تجہسے سر گردوں میں خیال اپنی خوبی کو زمین رات کرے تجہسے سوال

یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست

بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

فی الحقیقت تری مہمان خلایق ہی سب تیرے دروازے سے محروم کوئی آوے ہی کب
ریجھنے ہی کی ہی گون تیری مروت کا ڈھب جاؤن ناکام اگر میں تو نہایت ہی عجب
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

کاسہ لیسی ترے مطبخ کی کریں خورد و کبیر ہاتھ پھیلاے رہے آگے ترے جم غفیر
ظرف میں جنکے پڑے سب وے یہیں کے ہیں فقیر آدم و جن و ملک شاہ و گدا میر و وزیر
یا علی کیست کہ شرمندۂ احسان تو نیست
بر سر خوان کرم کیست کہ مہمان تو نیست

مسدس

طرز ای رشک چمن اب تری کچھ تازی ہی ساتھ غیروں کے مرے حق میں سخن سازی ہی
داغ رکھنے کو مرے اُنہیں سے گلبازی ہی ہمدمی انسے اتھیں سب سے ہم آوازی ہی
گوش کر میرے بھی شکوے کی طرف گل کے رنگ
رکتے رکتے روش غنچہ ہوا ہوں دل تنگ

ایک مدت ہوئی بدنامی و رسوائی ہی بیکسی بیدلی درویشی و تنہائی ہی
صبح جب دی ہی دعا گالی تری کھائی ہی ابتدا سے مری ذلت تجھے خوش آئی ہی
خلق کیا کیا تری بیطوریوں سے کہتی نہیں
میں بھی ناچار ہوں اب منہہ میں زبان رہتی نہیں

ملتفت حال پہ رہنا ہی مرے اب موقوف بات گردن کو کوئی ہوگئی تو شب موقوف
ای فریبندہ سخن رابطے کے سب موقوف مہر و الطاف و عنایات و کرم سب موقوف
مہربانی سے کبھو کوئی جو ایدھر کی نگاہ

سو بھی اسطور کہ کیا جانئے کیدھر کی نگاہ

میں جو صحبت میں ہوں بیٹھا تو رکے بولو ہو آنکھیں ادھر سے جو موندو ہو سو کم گو لو ہو
نام لیتے ہو کراہت سے مرا جو لو ہو لگ چلے غیر تو تابع اسی کے ہو لو ہو

روے خرف اسکی طرف چشم حمایت اودھر
ابرو اودھر کو جھکی لطف و عنایت اودھر

پیار تجھکو نہ کیا کرتے اگر جانتے ہم کاشکے تیری روش پہلے ہی پہچانتے ہم
جھوٹھے جھوٹھے ترے وعدے نہ کبھو مانتے ہم جی میں اب ٹھانی ہی جو کچھ سو تبھی ٹھانتے ہم

اسقدر تجھسے نہ لگ چلتے نہ آنے اس راہ
تو پری ہو تا تو کرتے نہ تری اور نگاہ

یہہ فریبندہ سخن گوش نکرتے ہرگز خواہش کنج دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز
بے شب وصال دن اسطور نہ بھرتے ہرگز لعل جان بخش پہ یوں تیرے نہ مرتے ہرلز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد پہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام جی نہ سیجہین رہا کرتا نہ دل بے آرام
ہو گیا یوں تو کبھو ہو گیا آپس میں کلام بے رخ و زلف رکن کاہیکو ہر صبح و شام

جنس اچھی تری پر گرمی بازار کہاں
سرگراں تو تو بہت ہو پہ خریدار کہاں

تجھسے بیمہر و وفا دل کا لگانا تھا غلط آپ کو حرف غلط رنگ سمجھنا تھا غلط
خط دے قاصد کو تری اور چلانا تھا غلط آتش غم سے مرے جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی سمجھئے کہ تو کیا سخنہی
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا سخنہ ہی

نعم نہیں تجھکو مری یاری وفاداری کا نہ خیال آوے ہی بندے کی گرفتاری کا
طور چھوڑا نہ تنک تونے ستمگاری کا وہی عشوہ ہی شب و روز دل آزاری کا
پرسش حال کا بھی مجھکو نہ ممنون کیا
بھی خاطر کو حزین دل کتئین خون کیا

ترک اخلاص کیا سب سے تجھے پیار کیا رحم دل پر نکبا جان کو آزار کیا
چاہ سے اپنی عبث مجھکو خبردار کیا کہا کیا تمنے کہ اس معنی کا اظہار کیا
جو کہ الفاظ نہ شایان تھے سو تو کہنے لگا
وجہ بیوجہ تو رو پوش ہی اب رہنے لگا

آرسی کی کبھی صورت نہ دکھاتے تجھکو طرز یہہ سرمہ کشی کی نہ سجاتے تجھکو
دلربائی کے نہ انداز بتاتے تجھکو کیوں بگڑتا تو جو ایسا نہ بناتے تجھکو
مستئ چشم سے ہوتی نہ اگر تجھکو خبر
ایسی ہوشیاری سے کرتا نہ تو ایدھر کو نظر

اور مہ پارہ بھی اس شہر میں مشہور ہی اب اسکی محبوبی و خوبی ہی کا مذکور ہی اب
دیکھنا کچھ ہو اسی کا مجھے منظور ہی اب صرف اس پر کروں گا اپنا جو مقدور ہی اب
اس کنے ضد سے تری شام و سحر جاؤنگا
گھر سے جسدم اٹھونگا اسکے ہی گھر جاؤنگا

وہ بھی سن شور وفا مجھسے ملا چاہے ہی مختلط لطف و عنایت سے ہوا چاہے ہی
کوئی دن اور دلوں کو مجھ پاس رہا چاہے ہی کام دل لوں ہوں اسی سے جو خدا چاہے ہی
باؤ کا رخ تجھے بتلاؤں دم اس مہ کا بھروں
خط تری بندگی کا کاغذ باد اسکا کروں

میں بھی ناچار ہوں تا چند جفائیں یہ سہوں قصد رکھتا ہوں کہ اس شہر میں ہرگز نہ رہوں

یا اسی ماہ کنے جار ہوں گو اسمیں نہوں خوبیاں اور ترے حسن سرلوک اسے کہوں
کیں ترا مہر مرے دونوں ہیں اسپر معلوم
اسکے معلوم ہوئے روے دل اودھر معلوم

پھر تو جی کو میں کرونگا اسی مہ پر قرباں راہ و منزل میں پھروں گا اسکے دست افشاں
بس بگولا سا ہوا تیرے لئے سرگرداں اسقدر مجھکو دماغ اب ہی کہاں دل ہی کہاں
کہ رہوں بیخور و بیخواب شبوں کو روتا
کاش مشتاق ترے منہہ کا نہ اتنا ہوتا

ابتو جو کچھہ ہو دل اُس سنا تھہ لگا بیٹھونگا اُسکے دروازے پہ درویش ہو جا بیٹھونگا
تھہ و اسوختہ ہو تجھسے لگا بیٹھونگا آؤں گا بھی تو ترے پاس نہ آ بیٹھونگا
دور سے ایکنظر کر کے چلا جاؤں گا
سو بھی کتنے دنوں پھر کا ہیکو میں آؤنگا

لاگ ہی جسنے نئی اسے رکھوں قیل و قال دل نشین اسکے کروں خوب طرح کہنہ مقال
ساری مجلس کتنیں اُسکی کروں وصف حال بعد زاں ترک کروں کھا کے قسم شیرا خیال
پھر کبھو وہم میں بھی گذرے نہ ملنا تیرا
جب نہ تب در پہ اسکے رہے ماتھا میرا

لگ چلوں اُسے صبا کی سی طرح شام و سحر اسکے پاؤں تلے کی خاک کروں کحل بصر
روے گلرنگ سے اسکے نہ اٹھے میری نظر چکے اسکے لب شیریں سے نہیں دیدۂ تر
درہمی حال کی اُس گیسوئے برہم سے رہے
جی کو بیطاقتی اس قد کے خم و چم سے رہے

ناز بیجا ترے دل پھر نہ اٹھاوے ہرگز بات یہہ تیری فریبندہ نہ بھاوے ہرگز
طرز رفتار تری جی میں نہ آوے ہرگز آنکھہ خوبی کی طرف تیری نجاوے ہرگز

وہ جو سادا ہی تو پرکار بھی ہو جاوے گا
اب جو بیگانہ سا ہی یار بھی ہو جاویگا

فن معشوقی میں تیار کرونگا اسکو شانہ و آئینے سے یار کرونگا اسکو
حسن سے اسکے خبردار کرونگا اسکو ضد سے میں تیری بہت پیار کرونگا اسکو
فرش رہ دیدۂ نمناک کرونگا وانکے
پلکوں سے خار و خسک پاک کرونگا وانکے

ہوگیا مجھسے جو مانوس تو مرزا ہوگا پوشش تنگ کا مصروف و مہیا ہوگا
گھیر جامے کا نہ سو گز سے کم اسکا ہوگا لپٹے بندوں کا بر و دوش پہ لچھا ہوگا
چلتے دامن کتئیں لگتے رہے گی ٹھوکر
ہوگا ہنگامہ ادھر نکلے گا جیدھر ہو کر

کس و ناکس اُسی مہ پارے کا مفتوں ہوگا ایسی سج سے تو اُسے دیکھ کے محزوں ہوگا
رشک سے اُسکے ترا حال دگرگوں ہوگا دل نازک ترا دھڑکے گا جگر خوں ہوگا
شرم سے ہوگا نہ ایک آنکھ اٹھانا مشکل
بلکہ ہو جاے گا اس کوچے میں آنا مشکل

طنز و تعریض و کنائے سے بہ تنگ آویگا ناز کا طور فراموش ہی ہو جاوے گا
ربط و اخلاص میں ویسا نہ مجھے پاویگا یہہ سخن یاد رہے دل میں تو پچتاوے گا
آشنا جتنے ہیں بیگانہ نکل جاوینگے
سر جھکائے اُسیکی اور چلے آوینگے

اب بھی تو سمجھے تو مجکو ہی وہی تجھسے پیار چھیڑ کا ننگ نہیں تیری نہ گالی ہی کا عار
وہی مخلص ہوں قدیمی وہی میں تیرا یار بندگی کیش و وفا شیوہ و اخلاص شعار
چوٹ مجکو یہی غیرونکی ملاقات کی ہی

چھوڑے یہہ تو تو پھر آزردگی کس بات کی ہی

جی نہ تڑپھے گا مرا پھر نہ مری چھاتی جلے　　دل نہ سینے میں مرے شام و سحر کوئی ملے
شکوہ ناکسی سے زباں منہہ میں نہ زنہار ہلے　　آئے جانے کہیں سے تو لئے لگ تیرے گلے

زور سے بازو پہ اپنے ترے سر کو رکھا
دست گستاخ پہ لے تیری کمر کو رکھا

بس ہوس کیشوں سے مل مل کے تو بدنام ہوا　　بسکہ راتوں کو رہا شہر کا ایام ہوا
کاسہ لیسو بنگے گہے مرتکب جام ہوا　　شوخ و شاتاقی و بدوضع سی اشام ہوا

طور پر میرے معیشت کوئی دن اچھی ہی
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھی ہی

آیا گر غیر کے ملنے کی قسم کھاتا ہی　　میر بھی حرف درشتانہ سے شرماتا ہی
ذوق ویسا ہی اُسکا تو اُسے بھاتا ہی　　دلکو واسوز سے منہہ پر یہہ سخن لاتا ہی

ورنہ مشتاق ہی سو جی سے جگر خستہ ترا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ و دل بستہ ترا

مسدس

سچ کہو شہر میں صحرا میں کہاں رہتے ہو　　یاں بہت رہتے ہو خوش باش کہ واں رہتے ہو
ان دنوں یار و نکی آنکھوں سے نہاں رہتے ہو　　خوش رہو میر مری جان جہاں رہتے ہو

اک طرف بیٹھے ہوئے ہم بھی لہو پیتے ہیں
عشق کی جان کو دیتے ہیں دعا جیتے ہیں

دل خوشی ہوتا نہیں سبزے سے یا سنبل سے　　یعنے اب عشق نہیں مجکو خط و کاکل سے
ہمنشیں داغ کھلے دل پہ مرے سب گل سے　　آ چمن زار میں گل بازی کروں بلبل سے

شاخ گل پر تو وہ ہو اور لب جو پر میں

داغ کو دل پہ وہ لے گل کتیں رو پر میں

ہی زمین خشک مری دیدۂ تر سے نایاب شہر و کہسار و بیابان سبھی ہیں سیراب
ہر طرف اشک کے میرے ہیں رواں صد سیلاب کام کرتی ہی جہاں تک کہ نظر اب ہی آب

ہی عبث جیتے جی میرے تجھے بارش کا خیال
میں تو روتا ہوں ترے غم میں علی قدر حال

ریزے الماس کے ہیں مشت نمک مشک کی بو کسکو یہہ سارے بہم پہنچے ہیں انسے مل تو
لذت درد سے مقدور ہو جب تک کر خو دیکھہ زنہار نہ دے مرہم بدرد کو رو

ننگ و ناموس کو مجروحوں کے رکھہ مد نظر
منہہ بھر اسی میں مری جان لے ای زخم جگر

مدتیں گذریں کہ ای شوخ یہہ خواری ہی مجھے تجھسے بے رحم ستمگار سے یاری ہی مجھے
روز و شب درد و غم و نالہ و زاری ہی مجھے بلکہ ہر روز کی شب ہجر میں بھاری ہی مجھے

اہل دل جا تلے رکھتا ہی مجھے عشق یہہ تنگ
کاشکے دل کے عوض کوئی ملا ہوتا سنگ

عاقبت کا نظر آیا نہ اینک اثار ہمیں دل کی بیتابی نے ہر چند رکھا خوار ہمیں
حیف صد حیف میسر نہوا یار ہمیں تیرے کوچے میں کہیں سایہ دیوار ہمیں

تا کہ واں نالہ و فریاد کیا کرتے ہم
اک طرف بیٹھہ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھہ سے خوباں نہ جفاکاری دیں اس وفاداری کے بدلے یہہ ہمیں خواری دیں
تم کہو کب تئیں یہہ داد وفاداری دیں عشق بیجرم جو کچھہ ہو تو گنہگاری دیں

قصد فریاد ہی گر یار تک انصاف کریں
پھر دے گو سنکے کدورت سے ہمیں صاف کریں

تو

مت برس خاک پہ عشاق کی ہم کیا کم تھے حرف و پروزہ ہی یہہ دیدے ہمارے یم تھے
موج سیلاب پہ آنسو کے گئے عالم تھے یعنے ای ابر کسی عہد میں ہم بھی ہم تھے
عزم کر رونیکا آبادی سے گر اُٹھتے تھے
بیٹھہ کر دشت میں طوفاں ہی کر اٹھتے تھے

کون تھا یاں کہ مجھے دیکھہ ندامت رکھے یا مرے سر پہ نصیحت سے قیامت رکھے
میر صد سال خدا تجکو سلامت رکھے تو نہووے نہ مجھے کر کے ملامت رکھے
ورنہ ابتک تو مری خاک بھی ہو جاتی ہوا
لیگئی ہوتی تبرک کی طرح باد صبا

مسدس

یاد ایام کہ خوبی سے خبر تجکو نہ تھی سرمہ و آئینے کی اور نظر تجکو نہ تھی
فکر آراستگی شام و سحر تجکو نہ تھی زلف آشفتہ کی سدھہ دو دو پہر تجکو نہ تھی
شانہ تھا نابلد کوچہ گیسو تیرا
آئینہ کاہیکو تھا حیرتی رو تیرا

آگہی حسن سے اپنے تجھے زنہار نتھی اپنی مستی سے تری آنکھہ خبردار نتھی
پانو بیڈول نہ پڑتا تھا یہہ رفتار نتھی ہر دم اس طور کمر میں تری تلوار نتھی
خون کاہیکو یوں کوچے میں تیرے ہوتے تھے
دل زدے کب تیرے دیوار تلے روتے تھے

خواہش دلکی ملا کرتی تھی ہر ساعت داد طبع میں تیری تصرف تھا ہمیں حد سے زیاد
مطلقا تجھسے نہ مربوط تھے ارباب عناد کاہیکو رہتے تھے کوچے میں ترے شور و فساد
طور پر اپنے ترے پاس ہم آجاتے تھے
حسب خواہش تجھے ہر شام و سحر پاتے تھے

بند جامے کا جو وا ہوتا تھا وا رہتا تھا بے تکلف مرے گھر رات کو آ رہتا تھا
تھوڑی رنجش میں گلے ہی سے لگا رہتا تھا ٹک جدا رہتے تو دیر آنکھ ملا رہتا تھا
اسقدر قدر نتھی اپنی تری آنکھوں میں
لب و بازی میں بھی رہتا تھا مری آنکھوں میں

آستینوں میں نتھے چاک نہ زہ دامن میں تکمے کا ہیکے تئیں لگتے تھے پیراہن میں
یہہ طرح کب تھی دوپٹے کے تلے چتون میں پھرتے کس روز تھے یوں کپڑے پہنیں آنگن میں
بند ملتے ہوئے ہر دم نہ کھڑے رہتے تھے
پیچ پگڑی کے گلے میں نہ پڑے رہتے تھے

کس دن اتنا تھا پراگندگی مو کا خیال دو دو دن چہرے پہ بکھرے ہی رہا کرتے تھے بال
لعل جاں بخش نہ رہتے تھے کبھو اتنے لال خوبیٔ خندہ نہ لوگوں کے جیوں کے تھے وبال
پان سے شوق نتھا کیسا مسی کا مذکور
غصے ہو جاتے تھے سن ایسے کسیکا مذکور

تنگ پوشی سے نہ محظوظ تمھیں پاتے تھے تنگ جامے جو سیئے جاتے تو گھبراتے تھے
مسکی چولی سے کبھو در پہ نہ تم آتے تھے لیتے دامن سے اُلٹ گھر ہی میں پھر جاتے تھے
یا تو اب کہنی بھٹی مونڈھے چسے رہتے ہیں
باہر اندر ہو کہیں بند کسے رہتے ہیں

شوق زینت سے نہ تھا ربط نہ رعنائی سے دل نہ اتنا تھا لگا خوبی و مرزائی سے
اب تو سو بار کمر بندھتی ہی اکلائی سے دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہی خودرائی سے
روسیہ آئینے سے تمکو فراغت ہی نہیں
سرمۂ تیرہ دروں سے کہیں فرصت ہی نہیں

شانہ اب ہاتھ میں ہی زلف بنا کرتی ہی مسی دانتوں میں کئی بار لگا کرتی ہی

پاس سر ہے کی سلائی ہی رہا کرتی ہی آنکھ رعنائی پر اپنی ہی پرتو کرتی ہی
جان آنکھو نہیں کسی کی ہو نظر تمکو نہیں
غش کرے کوئی ستمدیدہ خبر تمکو نہیں

کب گلی کو چو نہیں پھرتے تھے لئے تم تلوار پر تلا کا ہیکو رہتا تھا گلے کا یوں ہار
ساتھ خوں خوار نہ پھرتے تھے نہ تم تھے خونخوار دم میں ناحق کسے یوں جان رکھتے تھے مار
مایۂ فتنہ و پرخاش ہوئے ہو اب تو
شوخ و شاتاقی و اوباش ہوئے ہو اب تو

بیشتر ہمسے کوئی تیرا طلب گار نہ تھا ایک بھی نرگس بیمار کا بیمار نہ تھا
جنس اچھی تھی تیری لیک خریدار نہ تھا ہم سوا کوئی ترا رونق بازار نہ تھا
کتنے سودائی جو تھے دل نہ لگا سکتے تھے
آنکھیں یوں موند کے اوے جی نہ چلا سکتے تھے

یا تو ہم ہی تھے کہ اب ہمسے نہیں کچھ یاری مفت برباد گئے عزت و حرمت ساری
یاد خاطر رہے اب ہمکو بھی ہی بیزاری یعنے اس شہر سے اٹھ جانیکی ہی طیاری
رتبہ عیر نہیں آنکھو نسے دیکھا جاتا
طاقت اب یہہ دل بیتاب نہیں تاب لاتا

کوئی نادیدہ محب سادہ لگا لینگے ہم سادہ تا مرتکب بادہ لگا لینگے ہم
بوس آغوش کا آمادہ لگا لینگے ہم ضد خودرائی سے آزادہ لگا لینگے ہم
اُسکو آغوش تمنا میں اب اپنی لینگے
اسے داد دل ناکام سب اپنی لینگے

اسکی کھینچیں گے علی الرغم تیرے مرزائی اُسکو کھلائینگے طرز روش رعنائی
مجلسو نہیں اسے لاوینگے بصد زیبائی صحبت ای دشمن جاں اسے اگر بن آئی

تو تجھے دیکھیو کسطور کرے مانے ہیں ہم
چھیڑیں کیا رکھتے ہیں کس ڈب سے سناتے ہیں ہم

چہرے کو اُسکے کر آراستہ دلخواہ کریں آرسی اسکو دکھا حسن سے آگاہ کریں
راہ خوبی کی بتا کر اسے گمراہ کریں تو سہی ضد سے تری ایسا ہی شتاہ کریں
کہ تجھے سدھ نہ رہے خوبی و رعنائی کی
وہ جہاں لے ترے اس جامہ زیبائی کی

دست افشاں ہو تو عزت تری سب ہاتھ سے جاوے چشم مکحول کو دکھلاوے تو تو آنکھ چھپاوے
مار ٹھوکر چلے دامن کو تو تو سر نہ ہلاوے جس طرف اُسکا گذر ہووے تو ادھر کو نہ جاوے
چھیڑے گالی دے اشارت کرے چشمک مارے
عشوہ و غمزہ و انداز بھلا دے سارے

زندگانی ہو تجھے ہاتھ سے اُسکے دشوار کوئی دن تو بھی پھرے جان سے اپنی بیزار
پہنچیں ہر آن میں اسے تجھے سو سو آزار طنز و تعریض و کنائے کی رہے اک بوچھار
جا کے تک سامنے اسکے تو بہت تر آوے
غرق شرم میں ڈوبا ہوا سب گھر آوے

دل و اسوختہ کو اپنے لئے جاتے ہیں غصے سے خون جگر اپنا پئے جاتے ہیں
اپنی جاغیرونکو ناچار دئے جاتے ہیں ایکے یوں جاتے نہیں عہد کئے جاتے ہیں
آوے گا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جاوینگے پیمان سے نجاوینگے ہم

بلکہ گشت ایکے کسو طرح نہیں ہی منظور گو کہ در پیش ہمیں آوے رہ دور از دور
جانا تھا نا تو پھر آنے کا یہاں کیا مذکور جی سے بھی اپنے گذر جائے پر نا مقدور
منہ ادھر کرئے نہ جس جا سے بنے اٹھ جانا

قدر کھو دیوے ہی ہر بار کا آنا جانا

میرا اعراض بھی لوگوں نے کیا ہی آگے دلکے داسوز سے لوہو بھی پیا ہی آگے
خلق عالم سے کنارا بھی کیا ہی آگے عزت و قدر بھی برباد دیا ہی آگے
پر کنھوں نے نہیں اِس ڈھب سے زبان بازی کی
یہہ بھی ظالم ہی کوئی طرز سخن سازی کی

مسدس

ایکدن وے تھے کہ تمکو تھ فریب آتے تھے اولی سولی بھی مرے آگے اٹھا جاتے تھے
مدعی کا ہیکو مجلس میں جگہہ پاتے تھے چھوتے تھے پانو تو پھر سر میں وہیں کھاتے تھے
یا تو اب شام و سحر پاس لگے رہتے ہیں
کر کے سرگوشی جو کچھہ چاہتے ہیں کہتے ہیں

تمکو بھی آتھہ پہر حرف و حکایت ان سے باز و جانو ہو انھیں چشم حمایت انسے
شکر انکا ہی جو ہی بھی تو شکایت انسے ہو طرح کوئی چلی جاہی رعایت انسے
ہاتھہ کاندھے پہ کبھو رکھکے کھڑے ہوتے ہو
کبھو منت کرو ہو تک جو کرے ہوتے ہو

پاس انکا ہی تمھیں خاطر انھیں کی منظور انسے ملنے میں نہیں کرتے کسو طور قصور
انسے اک دن میں کئی بار ملاقات ضرور انسے لگ بیٹھتے ہو بھاگتے ہو ہمسے دور
جنکا شیوہ ہی حرم زدگی انھیں سے صحبت
بندگی کیشوں سے پر خاش خدا کی قدرت

وے جو آزردہ ہوں تک بھی تو منانے جاؤ مکس کر بیٹھہ رہیں گھر تو بلانے جاؤ
الغرض کر کے ادھر سو سو بہانے جاؤ انکو دریا پہ جو سن پاؤ نہانے جاؤ
اگر خاک میں منھہ پہ نہ لو تو چالو

ہم اگر لو ہو لگیں رونے تو ہنس کر ٹالو

انسے آزار وہی کی مری کنگایش ہی ہر دم انسے مری خونریزی کی فرمایش ہی
انکی دلجوئی ہی یا چہرے کی آرایش ہی فارغ ان دونوں سے ہوتے ہو تو آسایش ہی

دو دو دن مست می ناب پڑے سوتے ہو
رہتے ہو بیمزہ بیدار اگر ہوتے ہو

خوبی رعنائی سے کم تجکو بہت فرصت ہی اپنی ترکیب بنانے ن سے کہاں مہلت ہی
چہرہ آرائی شب و روز ہی یہہ صورت ہی شانہ و زلف گتھی رہتی ہی یہہ صحبت ہی

سرمے سے آنکھ اٹھاوے تو مرا رو دیکھے
آرسی چھوڑے تجھے ٹک تو ادھر تو دیکھے

محو کس روز تجھے پاتے تھے رعنائی کا ذوق رہتا تھا تجھے کاہیکو خودرائی کا
کب کب آنچل رہے تھا ہاتھ میں اکلائی کا اتنا دل بستہ نہ تھا جامۂ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ لگتی تھی نہ ہوتے تھے چاک
خون سے عشق کے مارونکے یہہ دامن تھا پاک

ایسے اوباشونکی تقلید میں کب تھی تگ و دو تنگ چولی کے نہ رہتا تھا کبھو اتنا گرو
پاٹ دامن کے نہوتے تھے ترے ساٹھہ کے سو ابتو ہی قہر تو ڈھیلی ہو کمر اک بھی جو

درزی کا نپا ہی کرے ٹھیک نہ جب تک سی لے
کاڑھے ناکے میں سوئی کے کرے ٹانکے دھیلے

خط بھی آیا پہ مری تیری صفائی نہوئی کس گھڑی آنکے بیٹھے کہ لڑائی نہوئی
اپنی سج دیکھنے سے تجکو رہائی نہوئی ایک بلا جی کی ہوئی تنگ قبائی نہوئی

رک گئے دیکھتے دس حاسے ترے موندھے جسے
چولی مسکی ہوئی سب مہریوں میں پہنچے پھنسے

بند لبے نہ کبھو اتنے سیئے جاتے تھے شانے پر ڈالے ہوئے لچھے سے کب آتے تھے
زہ سراسر نہ گریبان میں لگواتے تھے گھیر دامن کا بہت ہوتا تو گھبراتے تھے
ابتو پوشاک ہی کچھ تازہ نکالی تمنے
طرحداری کی طرح آور ہی ڈالی تمنے

کن دنوں ساتھ کئی یار رکھا کرتے تھے کن شبوں غیر سے یہہ پیار رکھا کرتے تھے
کس گھڑی ہاتھ میں تلوار رکھا کرتے تھے کسکو یوں میری طرح مار رکھا کرتے تھے
میان سے ابتو لئے آٹھ پہر رہتے ہو
گھر سے جب نکلو ہو تب خون ہی کر رہتے ہو

بال واں سنوریں ترے یاں مجھے جی ہی جنجال میں ملوں خاک میں منظور تجھے اپنی چال
ہو جگر داغ مرا مہنہ پہ بنے تیرے خال مہندی پانوں سے لگے گھل کے رہونمیں پامال
سرمہ آنکھونمیں جگہہ تری کرے شام و سحر
مطلق احوال ترا تجکو نہو مد نظر

تھیں فریب اگلی نگاہیں وے تمھاری پیارے دامن و جیب پھٹے یاد میں اُنکی سارے
شوق کے ہاتھ شب و روز سروں پر مارے چھاتیاں کوٹتے ہی کوٹتے آخر ہارے
روئے اتنا کہ جگر میں نرہی لوہو کی بوند
اب سماں دو ہی کہ دیکھو گے لیاں آنکھیں موند

تنگ اب حد سے زیادہ ہوئے ہیں یاد رہے بس بہت ہی ترے اطوار سے ناشاد رہے
کبتک اسطور کوئی ای ستم ایجاد رہے دن کو بیداد رہے رات کو فریاد رہے
ہی قریب اب کہ ترے کوچے سے اٹھہ کر جاویں
بے حمیت ہی ہمیں کہیو اگر پھر آویں

اک طرف مر رہنگے جا کے بھلا کیا کرئے ہر زماں ہر کسو سے حال کہا کیا کرئے

سر گریبان میں یوں ڈال رہا کیا کرئے میر کے طور ترا شکوہ لکھا کیا کرئے
جی نہ نکلا اگر اسمیں تو کڑھا کرئے گا
مرثیہ اپنا کہیں بیٹھے کہا کرئے گا

مسدس

جاتی ہی شب تارے گننے دن کو پھرتا ہوں خراب کب تلک اس خاکدان میں جوں بگولا پیچ و تاب
دل تڑپھتا ہی جدا جی کو جدا ہی اضطراب ہر گھڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہی اک عذاب
یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہوں چشم خلق سے لے ٹک سنبھال دیکھ مت اسے زیاہ خوار زار و خستہ حال
مرحمت کر مکرمت کر رنج سے مجکو نکال کب تلک محزوں زہوں میں تا کجا کھینچوں ملال
یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیرے خامۂ جادو شعار تو وہی ہی ایک لیکن نام تیرے ہیں ہزار
وقت جب ہوتا ہی تنگ ای قدرت پروردگار نام لے لے کر ترے کہتا ہی ہر یک یوں پکار
یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

حاجت اہل جہاں وابستہ تجھسے ہو مدام سہل ہیں یاں مشکلیں آساں ہیں یاں دشوار کام
عارف و عامی سبھو نکا ہی وظیفہ تیرا نام زیر لب ہر یک کے رہتا ہی یہی ہر صبح و شام
یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

تنگ ہی عرصہ نہایت دم رکا جاتا ہی آہ یاں سے جانا بھی نہیں آتا ہی بن ای خضر راہ

ثنی

لیتے ہیں آنکھیں چھپائے جن پہ جاتی ہی نگاہ آستاں بن تیرے دکھلائی نہیں دیتا پناہ

یاعلی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

حال مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

حرف زن ہوتا ہوں جب میں تنگیٔ احوال سے صفحہ صفحہ درد کرتا ہی ترا دش فال سے

لطف بن تیرے چھڑاوے کون اس جنجال سے آئی ہی سر پر قیامت شامت اعمال سے

یا علی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

آسمان بے تمیز دیتے تہ و نشمن کمال دوستی کے پردے میں کرتا ہی مجکو پایمال

یعنے سر سہلا کے بھیجا کھا گیا یکسر نکال اب تلک جیتے تو ہیں پر زندگانی ہی وبال

یاعلی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

حال مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

خاک سے یک ساں ہوا ہوں ہو کرم سے دستیار ہوں گدا اس آستاں کا کر تک ایک امداد کار

دل کو میرے جسگھڑی ہوتا ہی شاہا اضطرار بار بار آوے ہی منہہ پر اس گھڑی بے اختیار

یاعلی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

حال مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

سارے عالم سے کرے ہی کجروی چرخ نژند قافیہ ہی تنگ از بس امن کی راہیں ہیں بند

غم فرو کن کچھہ نہیں میرا ہی یہہ شعر بلند پر ہوتے ہیں سب وشیخ شباب و ناتواں و دردمند

یاعلی یا ایلیا یا بو الحسن یا بو تراب

حال مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

غالباً پہنچے بہم اب میر کو بھی برگ و ساز آبلہ اک بن گیا ہی جملہ تن ہو کر لداز

شام کہتا ہی بھی رکھہ خاک پر روئے نیاز صبح پر ہوتا ہی یہی جائے دعا بعد از نماز

یا علی یا ایا یا یا بو الحسن یا بو تراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

مسدس در منقبت

زور و بش جو ہیں مقصد و لخواہ کہیں ہیں ۔۔۔ سالک جو ہیں وے راہبر راہ کہیں ہیں
اک واقف اسرار دل آگاہ کہیں ہیں ۔۔۔ اک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں
کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ای شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

مذکور کہیں نام ترا کام روا ہی ۔۔۔ مشہور لقب اپنک جگہہ ترا ہنما ہی
ہر اپنک نے کچھہ حسب خرد اپنے کہا ہی ۔۔۔ سمجھا نہ کوئی یہہ کہ حقیقت میں تو کیا ہی
کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

من بعد نبی باعث بہبود ہی تو ہی ۔۔۔ نزدیک خرد مندونکے مسجود ہی تو ہی
کچھہ کوئی کہو خلق سے مقصود ہی تو ہی ۔۔۔ پہنچیں جو حقیقت کو تو معبود ہی تو ہی
کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

جس روز سے تو تھانہ کوئی عرصے میں آیا ۔۔۔ فتنے کو ترے شور نے تا حشر سلایا
بالفرض فلک سے بھی اگر ہاتھہ ملایا ۔۔۔ اک روز میں کر خاک برابر ہی دکھایا
کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اس بات کو جانے ہیں سب آگاہ تہ کار ۔۔۔ ایوب نے جب نالہ کیا کھینچ کے آزار
قدرت نے کیا حق کے ترے پردے میں اظہار ۔۔۔ صورت سے شفا کی تو ہوا آکے نمودار

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

آدم کی انابت تھی شب و روز تری اور — جیتے ہیں ملک نام ترا چرخ پہ کر شور
قائل ہیں ترے لیکے سلیمان سے تا مور — اللہ رے تری شوکت و احسنت ترا زور

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہستی ہیں ترا جلوہ سے پر عدم ہیں — تیرا ہی تصرف ہی حدوث اور قدم ہیں
ہو تالہ ترا دست حمایت کا جو یم ہیں — بوشش کہی توقع تھی ماہی کے شکم ہیں

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

پروے میں صدا تھی تری داؤد کا الحان — شمہ تھا تری چشم کا اک نوح کا طوفان
جاں بخش دم عیسوی میں تو ہی تھا پنہاں — اتھا ہاتھہ ترا معجزۂ موسیٰ عمران

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

یعقوب کا تھا کاسۂ اخزا نہیں تو غمخوار — یوسف کا ملک ہو کے ہوا چہ میں مددگار
رحمت کا فرشتہ ہو ترے لطف نے پر مار — کی آتش نمرود براہیم پہ گلزار

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

اُلٹا ہی دو انگشت سے دروازۂ خیبر — چیرا ہی کس انداز سے گہوارہ میں اژدر
کہا ہاتھہ تھا جسے کہ گیا جان سے عنتر — ظاہر ہی مکہ بات تھا وہی ظاہر و ہی مظہر

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں

سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ثانی ترا پاتے نہیں تسلیم و رضا میں ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا میں
شہوار سخاوت ہی تری شاہ گدا میں تیں خود کتئیں بخشی دیا راہ خدا میں

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ای وہ کہ تو ہی جان و جہاں سارا ہی قالب در پر ترے اکٹھے ہوں ترے سیکڑوں طالب
اک پل میں روا کر دے تو ان سب کے مطالب ہم عاجز و عاجز [illegible]

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

ہی میر پریشان دل و آوارہ و مضطر کیا تیری صفت کر سکے یا حیدر صفدر
ہی وصف ترا حیز امکان سے باہر کہتے ہیں خرد ور تری قدرت کو نظر کر

کیا مدح ہی یہہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثلث

تک یہہ بھی رکھو سن تم ای ارباب تعلق اوقات خوش آن بود کز اسباب تعلق
آزردہ دلی داشتم آنہم دگرے داشت

کیا کہوں میں عاشق و معشوق کا راز و نیاز ناقہ را میراند لیلی سوے خلوت گاہ ناز
ساربان در رہ حدی میخواند و مجنون میگریست

جا

مر جاؤں کسی گلخن میں جو میں غم سے بھرا نجلبندی بگلے کن سر تابوت مرا

کہ بدوران تو از گلشن عالم چیدم

گل تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی امروز یقین شد کہ نداری سر اہلی

بیچارہ ز لطف تو بدل داشت گمان ہا

ای وفائے گل کے عاشق سب میں ہی یہہ راز فاش چوں صبا بیہودہ سرگردان ایں گلشن مباش

من چہ گل چیدم کہ عمرے باغبانی کردہ ام

میر [illegible] آنہ گذرا تو بذوق گر دلت میداشت سوزے چوں جرس در راہ شوق

بر کف خاکی کہ طی میگشت جائے نالہ بود

باب ذلت رہوں کہاں تک میر بکجا سر نہم کہ چوں زنجیر

ہر دری حلقۂ درودگر است

نالہ بلبل غنچہ غم شمشاد آہ دلفگار باغبان جاروب و گل خمیازہ و من انتظار

ہر کسے چیزے بیادت در گلستان میکشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکی والے سود تا چشم کنم باز شب وصل سحر بود

عمر گذراں بر سر انصاف نیامد

جہاں سے ای کہ تمنا ہی تجکو مجھسے سن یکے بگو ز غریبان شہر سیرے کن

بہ بیں کہ نقش بلا ہا چہ باطل افتاد است

اگرچہ اب دم آخر ہی لیکن ای غمخوار بہجر زندہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا ز یار بخود روبرو شدن ستم است

ہی بھی جو کوئی یاں سو نہیں کی ہی وہ مانند نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفتانند

یعنے خبر از ہر کہ گرفتم خبرے بود

تم تمام شد مثلث میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت بند

السلام ای رازدار داور جاں آفریں
السلام ای لامکاں کے حاکم مسند نشیں

ذات تیری جوں خدا کی ذات ہی والا صفات
بے شریک و بے عدیل و بے نظیر و بے قریں

یہہ شرافت یہہ سیادت یہہ تقدس یہہ کمال
یہہ تنزہ یہہ تعلی یہہ تفوق ہی کہیں

تو ولی ہی تو وصی ہی تو علی ہی تو وہی
جسے بالاتر تصور کیجئے تو کچھ نہیں

کیا تعقل کیا تحمل کیا تبختر کیا وقار
طفل مکتب درس گہہ کا تیرا عقل اولیں

سید برحق شریف النفس فخر روزگار
باعث عز سپہر و موجب وقر زمیں

پیشوائے پیشوایاں سجدہ گاہ مومناں
زینت بطحا و یثرب رونق اسلام و دیں

مظہر صدہا عجایب مصدر لطف و کرم
زیب مہر جانشین رحمۃ للعالمیں

مقصد دل آشنایاں مدعائے عاشقاں
آرزوئے اہل عرفاں مطلب اہل یقیں

وارث دیں داور عادل شفیع روز حشر
حافظ عرش بریں و حامی شرع متیں

مالک ملک ولایت حاکم عالم پسند
بادشاہ صاحب استقلال امیر المومنیں

عہد تیرا عدل ہی سب ملک تیرا ہی سرور

مجرم اندوہگین ہوں ملتفت ہونا ضرور

بند دویم

ای مرے سرمایۂ دنیا و عقبیٰ لطف کر — ای مرے مولیٰ مرے صاحب ادھر بھی کر نظر
لطف تیرا مس سے میرے کیمیا سازی کرے — مکرمت یک گونہ کر یہہ خاک ہو جاتی ہی زر
رحم پر موقوف ہیں سب کام اس ناکام کے — نے مجھے کچھ مکر و عذر آوے نہ مجھ میں کچھ ہنر
سر فرو لانیکو جی کب چاہتا ہی سب کے پاس — ہی دماغ بیدماغان محبت عرش پر
وقت جب ہوتا ہی خاص ای خاص رب العالمیں — میل کلی دلکا ہوتا ہی تری جانب مگر
تو سنے داد کو تو ہاے کیا بیداد ہی — گوش زد تیری نہو فریاد تو ہی بے اثر
وقت خوش وہ تھا مسرت بخش کتنا خلق کا — دیکھنے کو بھی نہ آتی تھی میسر چشم تر
شاہد عدل آنکھ میلی کر کرے تو خوبرو — اپنی پلکوں سے سئیں عشاق کے زخم جگر
کیا بیان اب کرئیے شرم آتی ہی عرض حال سے — قدر تیری ایسی والا حاجت اپنی کسقدر
ابتو وحشت ہی طبیعت میں بسان گرد باد — خاک بر سر زندگانی کب تلک کرئیے بسر
آبیاری تیری یہہ اور باغ سب سرسبز ہی — ایک شاخ آرزو اپنی نہیں لاتی ثمر

بار بے بر کی گراں ہی اور میں ہوں ناتوان
بے نسیم فیض تیری اس چمن میں میں کہاں

بند سوم

ای شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار — جملہ تن عزت سراپا وقر و یکسر اعتبار
اللہ اللہ باز و قدر و قدرت دیدنی — ریجھنے کی جاے حشمت سیر قابل اقتدار
قدس کے باشندگاں کا ناز تیری ذات پر — نوع انسان کا تمامی تیرے اوپر افتخار
قلع خیبر مرگ اژدر کھینچنا خورشید کا — ہیں فسانے زور کے تیرے جہان میں یادگار
جھک گئے گردن کشونکے سر جہان میں نے کہا — لا فتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار

تو کہے جا روب بھی میدان کیں کی تیری تیغ — جسکے نکلے نے خس و خاشاک نے گرد و غبار
تو نے چھیڑا ہی اگر مرکب کو اپنے کہکے ہاں — تو ہوا ہی اُس روش اُس باد پیما کا گذار
جوں کوئی بجلی چمک جاتی ہی گاہے پیش چشم — پھر کھلے پر آنکھ کے رہ جاتے ہیں حیران کار
گوشۂ محراب میں راتوں کتیں رونے سے کام — روز میداں سایۂ شمشیر میں ہنا شعار
کیا چھپی ہی کچھ یہہ شخصیت جو میں ظاہر کروں — پر ترے اوصاف سے ہیں قریہ و شہر و دیار
ہی گہر بخشی سے تیری ابر نیساں یک طرف — ہی کف ہمت کے آگے تیرے دریا یک کنار

مہر باں ہو یک نظر اس چشم نم کی اور دیکھہ
دیکھہ مت میری طرف اپنے کرم کی اور دیکھہ

بند چہارم

کیا گدا کیا بادشاہ دونوں تیرے در سے کامیاب — سجدہ گاہ خلق و عالم ہی تری مالی جناب
کوئی بیگانہ تری تقلید کیونکر کر سکے — تھا تو ایسا جب پیمبر کے ہوا خویشی کا باب
حیف وہ بے تہ نرکھے جو کہ تیری دوستی — اک دلا کے ضمن میں تیر ہزاروں ہیں ثواب
عقل کا معقولہ تو ہی خلق کا مقبول تو — ذات تیری فرد اعلیٰ بات تیری یک کتاب
تجھسے روئے بحث کس کو غیر علام الغیوب — اُس جگہہ جبریل ساکت عقل اول لاجواب

جب کوئی ساقی کہیں تجھہ سا بہشتی رو ملے
جنکو ہی کچھہ ہوش وے سب تیرے ہیں مست و خراب
عنبریں گیسو تری واہوں تو کھل جاتا ہی جی
مدعی کھاتے ہیں آپہی آپ یوں ہی پیچ و تاب

تو توقع کی جگہہ سب کی تجھی سے چشمداشت — تو پناہ و ہر و تو امید گاہ شیخ و شاب
لطف بے پایاں ہی تیرا سایہ گستر خلق کا — ایک تابش اپنے ذرے پر بھی کر ای آفتاب
ہی جہاں تیری سخا واں بحر و کاں کا کیا شمار — جب برسنے تو لگے گنتی میں کب آوے سحاب

شرح وسعت دامن دولت کی تیرے کیا کروں — بخش دے ہی گوہر تر پھینک دے ہی لعل ناب

تیری ہمت تیری جرات تیری طاقت تیرا زور

تو ہی ریجھے تو ہی بوجھے تو ہی دیکھے اپنی اور

بند پنجم

ای بسان کعبہ تیرے طوف میں روحانیاں — نام تیرا حاملان عرش کا ورد زباں

جوش مارے فیض کا چشمہ ترا تو بحر ہی — زمزم و تسنیم پھر ہیں ایک دو چقر کہاں

آب شرم رشک سے تیرے ستارا صبح کا — خاک تیرے آستانے کی جبین راستاں

کیا بتاری قدر کی اللہ کیا شان رفیع — جس جگہہ تو ہی نہیں ہرگز رہ وہم و گماں

زور ایسا کاہیکو بالقوہ انسان ہی — بیمزہ ہو تو ملا دیوے زمین و آسماں

گرچہ عالم دیدہ حضرت خضر بھی ہیں آدمی — پر نہیں ہی اُنکو مطلق یاں کی صحبت کا دھیاں

تجھہ پہ ظل اللہ کا اطلاق شاہا راست ہی — چتر ہی خورشید تیرا چرخ تیرا سایباں

شیر ہونا تیرا کیا سمجھے بزا خفش ہی شیخ — قشعریرے میں سدا رہتا ہی یاں ببر بیاں

سن طلسمات جہانکے سب عیاں ہیں تجھہ پہ راز — حاصل کون و مکاں تو واقف راز نہاں

نور سے تو ماہ کامل قدر سے چرخ بریں — حلم تیرا کوہ تیرا علم بحر بیکراں

کیا تسلط کیا تحمل کیا تمول کیا شکوہ — تو جہاں ہو ایک واں گویا کہ ہیں دونوں جہاں

یہہ طرح پاتے ہیں تجھہ میں سب رسول اللہ کی

شبہ ہی نام خدا تو اب رسول اللہ کی

بند ششم

ای چراغ جملہ نور خاندان مصطفی — ای مرے والی مرے معبود ہم نام خدا

ہی تو تو مخلوق لیکن عقل میں آتا نہیں — دیکھکر اندیشہ تجھکو عرش پر جاتا رہا

تو جہاں ہی اُس جگہہ کیا آسماں کی قدر ہی — قدر تیری ہی جہاں واں گفتگو کو قدر کیا

بگاہ احمد گہہ آ خدگا ہے علی پا با تجھے ہر زماں ہیں ہر مکاں میں شان نہی تیری جدا
فرط عشق اپنے سے کیا حرف و سخن ای کام جان تو ہماری آرزو ہی تو ہمارا مدعا
مطلب اپنا مقصدا پنا حاصل اپنی زیست کا عشق تیرا دوستی تیری فقط تیری ولا
تجھ سے ہم خواہان مطلب تجھ سے ہم جویاے کام تو ہی یاں حاجت روا ہی تو ہی یاں مشکل کشا
تجھ سا حاکم تجھ سا داور تجھ سا یاور چھوڑ کر کسے کہئے کس کنے لیجائے پھر التجا
تو ہی وارث تو ہی مالک تو ہی صاحب تجھ سے چشم
اپنے ہاں جو ہی سو تو ای شافع روز جزا

اعتقاد اپنا یہی یارب رہے ہنگام مرگ ہوں زبان و دل موافق جسکی ہو تجھ تک رسا
دم بدم ہو نقطوں کے اوپر یا علی ہو یا علی ہی رضامندی تو اپنی اسمیں آگے ہو رضا
ہم بھی فردوس سے تجھ پاس اسی کیلئے نجات رفتگان شوق سے بس اور کیا پوچھو ہو بات
بند ہفتم
ای امام واجب التعظیم و باب الاحترام ای سزائے عزت و مسجاد انبوۃ الانام
تیری قدر و منزلت ختم رسل سے پوچھئے آنکھوئے اندیشہ دیکھا ہی ترا جن نے مقام
تجھ رخ پر نور سے نسبت نہیں ہی بدر کو شہر گرد ایسے بہت دیکھے ہیں پھرتے ناتمام
دے جہاں عرض تجھی چشمت و شوکت تری قیصر و فغفور واں ہوں بندگی میں جوں غلام
جب تری زور آوری کے معرکے میں ذوالفقار ہو شام کو تب پوچھتا ہی کون رستم ہی کدام
تجھ سوا جو بر فلک کا کس سے بد لا چاہئے تو امامیک مقتدر ہی تو عزیز ذی المقام
دست بستہ اقتدا تجھ سے کسو کی کب ہوئی تو ہی اپنا پیشوا ہی تو ہی اپنا پیش امام
گرچہ کہتا ہی زبان اپنی میں یہہ منقبت لیک حسان عرب سے کم نہیں ہی میرا نام
اس ادا سے گفتگو اس حسن سے طرز سخن ہیں متاع نیک یاں اشعار مولانا حسن
یمن مدحت سے تری پر ہو تا ہی عالم صبح و شام

تو خریداری کرنے تک بھی تو قیمت ہو دوچند یعنے ہو اس جنس کا سد کا قبول خاص و عام

سو خدا ناکردہ ہمچشمی نہیں کرتا فقیر
آرزو ہوتی نہیں ہی عیب ای ایمان میر

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کئے ہیں زبس شکوۂ فلک تحریر سیہ ہی کاغذ مشقی کے رنگ لوح ضمیر
کروں نہ شکر جفاہائے آسماں کیوں کر مری خرابی میں اس نے کبھو نہ کی تقصیر
دیا ہزاروں کو دست ان نے خانہ سازی کا دل شکستہ کو میرے کیا نہ اک تعمیر
جو میں نے چاہا کہ جلد اپنا کام کرئے تمام تو روسیاہ نے اس کام میں بھی کی تاخیر
سیا تھا چشم طمع کو میں اک سحر اس پر سو جام خون دیا ان نے جائے کاسۂ شیر
دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا کہ اس چمن میں رکھا ان نے غنچہ ساں دلگیر
در قبول سے نامید پھنچی میری دعا پھرا یا عرش سے نالیکو میرے بے تاثیر
نہ دیکھا صفحۂ عالم کو میں کہ ان نے رکھا ہمیشہ اپنا ہی حبر ان کا رجوں تصویر
برائے یک لب نان مجھ ضعیف کو ان نے ہلال وار کیا سارے شہر میں تشہیر
فلک کے شکوے میں تھا میں کہ ہمنشیں بولا کہ ای جوان ستم کشتۂ سپہر پیر
غزل نہ لطف کہی اک تو نے میر صاحب کی سنی نہ ہمنے کوئی آشیانہ سوز صفیر
یہہ سنکے فکر نے کی مطلع غزل کی فکر فلک نے صفحۂ کاغذ پہ جو کیا تحریر

مطلع ثانی

ہمارے یار سے صحبت ہو کسطرح درگیر گرہ میں نالۂ آتش فشاں سو بے تاثیر
سمجھ کے زلف کے کو چہیں پاؤں رکھیو نسیم کہ نکلے ہی یہیں سے راہ خانۂ زنجیر
ہزار قافلے یوں مصر سے چلے لیکن کیا نہ ایک نے کنعاں کی سمت کو شبگیر
کھلا نہ منہہ کو ہمارے کہ ہی زباں پر آہ برنگ خامۂ منحرف خوں چکاں تقریر

جگر ہی رشتے کی جا اُس شکار کا تیرے
کہ صید گاہ میں پہلے ہی آ گیا سر تیر

جہاں میں اہل جہاں کو ہو کشمکش بن کپا
کہ ایک ننگ قفس اور جس میں اتنے اسیر

سفر ہی دور کا در پیش آتک آئینہ رو
کہ زاد راہ عدم ہو نگاہ وقت اخیر

نہیں تو دیر محبت کی رسم سے آگاہ
کرے ہیں کہنے کے سکاں کبھی یہاں تکفیر

تمام نالہ ہوں اُس بن مگر کہ روز نخست
کیا تھا تن کا مرے سوزہ جگر سے عمیر

غزل کو سنکے کہا ہمنشیں نے تجھ سا شخص
بجا ہی خاک ہو گر پیش آستان وزیر

وہ آستانہ کہ گویا ہی راستو نکی جبیں
کرے ہیں سجدہ جسے آن کر صغیر و کبیر

شرف ہی جسے یہہ اس آستانکو کیسا ہی
وزیر کہئے کہ فرمان روا ہی کوئی امیر

غرض جلیس سے ہیکو کہ غم شریک جو تھا
یہہ سنکے ای گنہہ آمرزا و عذر پذیر

مطلع سیوم

خلل پذیر ہو ای دماغ خانۂ میر
کہ تیری مدح میں کھولا زبان کو تعمیر

تمام قدرت و آصف صفت سلیمان جاہ
سوار دولت و گنجینہ بخش و دشمن گیر

فلک شکوہ ستارہ حشم خدیو جہاں
ترے جلال کو کن لفظوں میں کروں تعبیر

زہے یہہ حشمت وجاہ وجلال و قدرت وزور
کہ تیرے حکم کے آگے ہی سہماں امر خطیر

ترے محرر و فقر کا ہی سدا محتاج
جہاں میں شہرہ عطارد جو ہی فلک کا دبیر

زہے علو مراتب کہ در پہ بار نپاے
ہزار بار اگر چرخ مارے چرخ اثیر

شریک مشورۂ کار خانۂ عالم
کیا ہی تجکو قضا و قدر ہیں تیری مشیر

روان ہو صبح کو گر مرکب ظفر پیکر
تو تا بشام کرے روم و شام تک تسخیر

کف سخا کی تیرے ریزش کرم کے خصور
گیا ہی قطرہ زناں شرم گیں ہو ابر مطیر

ہم کو تیری بیاں کیا کروں کہ ای ممدوح
ہوئے ہیں خلق ترے بخشنے کو تاج و سریر

کروں میں عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو
کہ تیرے بخشش دینے کے نہیں ہیں عشر عشیر

لکھوں سو کیا ترے خدام کی سخاوت کو
نپا دے وقت دہش رتبہ قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیرے قلم کے کیا لکھئے
کہے تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کے شرف کو دستخط کی
پہنچتی ہی تو نہیں مٹتی جوں خط تقدیر

نہیں ہی شہر میں نام و نشان منہیات
رہے ہی نے کوئی جنگل میں سو براے حصیر

مزاج رفع پہ بدعت کے ہو تو نہ اٹھے
صداے نی کا تو کیا ذکر ہی قلم کی صریر

فسق کو کام تو فرماوے ایک آن اگر
تو پھر زمانہ قیامت تلک نپاوے تغیر

گیا ہی شور ترے عدل کا جو گردوں تک
کتاں سے آنکھ جھپکتا رہے ہی بدر منیر

بغیر غمزۂ خوباں رہا نہیں اب ایک
جہان کے پردے پر اوباش و خانہ جنگ و شریر

جو چاہے تو کہ رہے فرش چاندنی دن کو
اٹھا کے تہ کرے پردے ظلام کے شب قیر

کرے ہی قطع امید آپ سے وہیں دشمن
سنے ہی مجھسے تری جب کہ صولت شمشیر

جو نکلے میان سے تو نامۂ فنا کہئے
کہ پہنچے جسکو اسے مٹنے سے نہیں ہی گزیر

رہے تو زخم لگا اسکا بہ نہووے مگر
فلک زمیں سے ملے تب ہو اندمال پذیر

نہیں ہی فیل کہ زربفت پوش کو لاوے
کروں شکوہ کو اسکی سو کس روش تسطیر

رواں رکاب میں ہی آسمان زرگویا
ستارے جھول کے ایک ایک آفتاب نظیر

کمیت خامہ مرے ہاتھ کی ہی ران تلے
صفت کرونمیں سمند وزیر کی تحریر

کسو کی آنکھ نہ پڑ سکتی تھی چلاوے میں
پھرے تھا سطح زمیں پر وہ یوں سپہر مسیر

نظر جو ایک مصور کی آ گیا جاتے
یہہ اُن نے ریجھ کے چاہا کہ کھینچئے تصویر

خیال دور سے دوڑا کے رہ گیا آخر
ہوا نہ گرد میں گرد ابھی اُسکا شکل پذیر

سن اس قماش کی مدحت کو مت سمجھیو یہہ
کہ ہی غرض خز و دیبا و پرنیاں و حریر

غرض یہہ ہی کہ تری خاک آستاں رہئے
کہ اُسکے رتبے کو ہرگز نہ پہنچے پھر اکسیر

وہ آستاں کہ لدا و غنی کا ہی مسجود
بقیہ عمر کرے صرف اُسپہ یہہ بھی فقیر

ہمیشہ ساتھ ترے دوستو کے ہو اقبال
ترے عدو کی سدا مدبری کرے تدبیر

قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان آصف دوران نواب آصف الدولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا اینک اسپ — کہ ہی رشک گلگون باد بہار
نظر پوست سے اُسکے آتا ہی خون — کیا جلد پر اسکی مل کو نثار
اڑا کر اسے بارہا سیر کی — نہ نکلا کبھو لایق روزگار
کروں اسکی کیا تیز گامی کی شرح — ہرن اسپہ شمشیر سے ہو شکار
تک اک کسمساوے جو راکب تو پھر — نہیں اسکو رانو میں ہرگز قرار
جہاں باگ اُچک جاے محبوب کی — عنان دل اسکے ہی پھرا اختیار
کرے عزم ابد کا ازل سے اگر — وہ جان باز جو اسپہ ہو وے سوار
کہے اسکو تک چھیر لیکر کہاں — تو یہہ باد پیما کرے یوں گذار
کہ پہلے قدم گرد جو اٹھہ چلے — نہ پھرتے تک اسکے وہ بیٹھے غبار
غرض اسپ ہی یا اچھنبا ہی میر — رہیں زیر ران اسکی ایسے ہزار

قطعہ در تہنیت صحت

مزاج شخص جہاں تھا ترے مرض سے سقیم — ہوا سو فضل الٰہی سے تندرست و چشت
خبر جو گرم ہی اب تیرے غسل صحت کی — دل شکستہ جہاں تھا وہ خود بخود ہی درست
رہے جہاں میں بہت تو کہ تا جہاں بھی رہے — سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست

قطعہ در ہجو خواجہ سرائے

اینک جو خوجے سے ملا اک حکیم — دونوں وے آپس میں ہوئے ہمکلام
خوجے نے یوں اسے کہا مجھ سے ہی — مردے حکیموں کا ہوا زندہ نام
کتنے دنوں سے ہی مجھے درد سر — اسکی میں پامالی میں ہوں صبح و شام

نیند نہیں رات کو نے دن کو چین — خواب وخورش مجھ پہ ہوئی ہے حرام
تیری توجہ ہی ضروری ادھر — کیونکے بہم ناکام کا ہی اتنا کام
کہنے لگا سنکے وہ حاذق طبیب — مجھکو یہی کام پہ ہے ہی مدام
تیرے تملق کی نہیں احتیاج — اور مندے درد سر ای تلخ کام
نسخہ میں پاشوئے کا لکھہ دون تجھے — کر تو اسے جاے اذیت تمام
سنکے تعجب سے کہا خوجے نے — پختہ تجھے جانا تھا نکلا تو خام
کچھہ بھی ہی سر پاؤں تری بات کا — چپ نہ ہنسیں سنکے کہیں خاص وعام
پاؤں کہاں سر کہاں ناداں کہ ہاں — تجھسے تو دانا بمراتب عوام
سخت ترا شقتہ ہو بولا طبیب — خوجو نمیں ہوتا نہیں ہوش اینکدام
نقل ہی اینک یاد چنانچہ مجھے — رات کو خوجے کو ہوا احتلام
آلت جنبش تو منی کی نہ تھی — بہ کے گئی اسکی دمر کو تمام
اسکو لیا زعم نے لوطی کوئی — دے گیا تکلیف ہی بہم لاکلام
صبح کو اٹھہ پہنچی کھڑی گھر میں کی — کیا کہوں میں کیسی ہوئی دھوم دھام
ٹھہرے امیں آکے کئی معتبر — اینک حویلی میں ہوا زادحام
بانس تلک ٹوٹ چکے نفروں پر — پوچھہ چکے لوگ نکالے کے نام
نسبت پاسر سے ہی کیا پوچھہ مت — اپنی طرف دیکھہ تو تک نیرہ فام
خوجے کے اپنے ہی سے کرلے قیاس — ریش لجا خایہ لجا ای غلام

سمجھے نہ سمجھے تو مرے خائے سے
میں تو نظیر اسکی کہی واسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز مثنوی مسمی بشعلۂ شوق

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہی نور
نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور

محبت مسبب محبت سبب
محبت سے آتے ہیں کار عجب

محبت بن اس جا نہ آیا کوئی
محبت سے خالی نہ پایا کوئی

محبت ہی اس کارخانے میں ہی
محبت سے سب کچھ زمانے میں ہی

محبت سے کس کو ہوا ہی فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ

محبت اگر کارپرداز ہو
دلوں کی تپش سوز سے ساز ہو

محبت ہی آب رخ کار دل
محبت ہی گرمی آزار دل

محبت عجب خوب خونریز ہی
محبت بلائے دل آویز ہی

محبت کی ہیں کارپرداز یاں
کہ عاشق سے ہوتی ہیں جانبازیاں

محبت کی آتش سے اخگر ہی دل
محبت نہ ہووے تو پتھر ہی دل

محبت کو ہی اس گلستاں میں راہ
کلی کے دل تنگ میں بھی ہی چاہ

خا

محبت ہی سے دل کو رو بیٹھئے — محبت میں جی مفت کھو بیٹھئے
محبت لگاتی ہی پانی میں آگ — محبت سے ہی تیغ و گردن میں لاگ
محبت ہی ہی انتظام جہاں — محبت سے گردش میں ہی آسماں
محبت سے روتے گئے یار خوں — محبت سے ہو ہو گیا ہی جنوں
محبت سے آتا ہی جو کچھ کہو — محبت سے ہو جو وہ ہرگز نہو
محبت سے پروانہ آتش بجان — محبت سے بلبل ہی گرم فغاں
اسی آگ سے شمع کو ہی گداز — اسی کے لئے گل ہی سرگرم ناز
محبت سے ہی تحت سے تا بفوق — زمیں آسمان سب ہیں لبریز شوق
محبت سے یاروں کے ہیں رنگ زرد — دلوں میں محبت سے اُٹھتے ہیں درد
گیا قیس ناشاد اس عشق میں — کھپی جان فرہاد اس عشق میں
ہوئی اسے شیریں کی حالت تباہ — کیا اسے لیلی نے خیمہ سیاہ
سنا ہوگا وامق پہ جو کچھ ہوا — نل اس عشق میں کسطرح سے موا
جو عذرا پہ گذرا سو مشہور ہی — دمن کا بھی احوال مذکور ہی
ستم اس بلا کے بے سہے گئے — سب اس عشق کو عشق کہتے گئے
اس آتش سے گرمی ہی خورشید میں — یہی ذرے کی جان نومید میں
اسی سے دل ماہ ہی داغدار — کتاں کا جگر ہی سراسر فگار
نئے اسکے چرچے حکایت سنی — گہے شکر گاہے شکایت سنی
اسی سے قیامت ہی ہر چار اور — اسی فتنہ گر کا ہی عالم میں شور
کوئی شہر ایسا نہ دیکھا کہ واں — نہو اسے آشوب محشر عیاں
کب اس عشق نے تازہ کاری نکی — کہاں خون سے غازہ کاری نکی
زمانے میں ایسا نہیں تازہ کار — غرض ہی یہہ اعجوبہ روزگار

آغاز قصہ

عجب کام پٹنے میں اُس سے ہوا — عجب اہل عالم کو جس سے ہوا
کہ واں اک جواں تھا پر سرام نام — خوش اندام و خوش قامت و خوشخرام
جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ — گلستاں پہ کام اُسکی خوبی سے تنگ
جدھر نکلے رنگیں ادائی کے ساتھ — چلے جائیں جی خوشنمائی کے ساتھ
کھلے بال چلتا تھا وہ سرو ناز — قدم بوس کو آتی عمر دراز
جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو — قیامت اُدھر سے نمودار ہو
نگہ گرم اُسکی جدھر جا لڑی — کہے تو کہ اودھر کو بجلی پڑی
وے کافر بھویں ہوویں مائل جہاں — کریں سجدہ اُس جا پہ اسلامیاں
نگہ تیغ مجروح جسکی پڑی — پلک سیل خوں دل میں جا کر گڑی
سیہ چشم اُسکی دو بدمست تھے — نگاہوں سے شمشیر در دست تھے
رخ اُسکا کہاں اور مہ و خور کہاں — تفاوت زمیں آسماں کا ہی یاں
دو لب لعل کو جسنے شرمندگی — دم حرف سرمایۂ زندگی
دہن کی جو تنگی نظر کیجئے — تو آگے سخن مختصر کیجئے
نہ ہم تم زنخ دیکھ حیراں رہیں — سبھی دست زیر زنخداں رہیں
سراپا میں اسکے جہاں دیکھئے — وہیں روئے مقصود جاں دیکھئے
خراماں نکلتا وہ جس راہ سے — قیامت تھی واں نالہ و آہ سے
فدا اُسپہ جی جامہ ہر ایک کا — کہ مقصود دل تھا بد و نیک کا
گئے گرد و پیش اُسکے وارفتگاں — گئے ایدھر اودھر جگر تفتگاں
بہت رفتگاں ادائے کلام — بہت مبتلائے بلائے خرام
کوئی کشتۂ شوق رخسار کا — کوئی نیم جاں ذوق دیدار کا

کوئی وا لۂ خندۂ برق وش — کسو کے نہیں جنبش لب سے غش
کسو کی نظر میں کمر کی لچک — کسو کے جگر میں پلک کی کسک
کئی جنر تی طرز گفتار کے — گئی آرزو کش ہر کار کے
کوئی زلف سے اسکی مجنون رہے — کسو کا تبسم سے دل خون رہے
کوئی دل ستم کشتۂ اک نگاہ — کوئی جان ہو نقطوں پہ موقوف آہ
کسو پر فسوں گردش چشم کا — کسو پر غضب غمزہ و خشم کا
کوئی دست بر دل کوئی بیقرار — کوئی بیخبر کوئی بے اختیار
انھو نمیں سے اک عاشق زار تھا — اُس آفت کو اُسسے سروکار تھا
محبت میں تھا جذب کامل اُسے — مرا دل اپنی تھی حاصل اسے
شب و روز ہم بستر کام دل — ہمیشہ ہم آغوش آرام دل
دم اسکے میں یاں تک تو تاثیر تھی — کہ صحبت اس آتش سے درگیر تھی
بہم ربط چسپاں بہم اختلاط — نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط
مرو کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک — وہ شعلہ اسی خس سے رکھتا تپاک
کہاں حسن میں تھا وفا کا یہ پاس — یہہ سنئے کہ ہیگا خلاف قیاس
بہت سے بہت اسکا مالوف تھا — اسی کی تسلی سے مصروف تھا
کہ تا گہہ زمانہ ولبر ہوا کد خدا — رہا اپنے عاشق سے چندے جدا
زن و شو میں اخلاص باہم ہوا — اُسی آتشفتہ سے رابطہ کم ہوا
نگاہیں بہم دلسی کاوش کریں — سخن ہے وفائیں نزاوش کریں
ہوا ربط چسپاں بہم اسقدر — کہ دشوار اُٹھے ہمدگر سے نظر
رہیں دونوں دست و بغل روز و شب — کبھو منہہ پہ منہہ ہو کبھو لب پہ لب
وفائے جو تکلیف کی ایک روز — گنا اپنے عاشق کے وہ دلفروز

کبھی دن میں جا کر ہوا سے ملا — کیا اُس نے جب سے تو یہ گلا
کہ اے نازنیں آہ کرنے کہا — کہ تو حال سے میرے غافل رہا
مگر سلسلہ کچھ کسو کا فریب — ملا کو کسی نے تجھ سے بھی جو شمن شکیب
کوئی زلف زنجیر پا ہو گئی — کہ تو سدھ سے اپنی جدا ہو گئی
طرح کسکی چتون کی دل میں گئی — جگر میں پلک شوخ کسکی چبھی
کسو چشم نے تجھکو جادو کیا — مرے آج تک عشرت میں لو ہو کیا
کہا اُس نے تجھی سے کہ خدا کی مری — تجھی نے بتا یہ جدائی مری
کہ اب مجھکو معذور و ناچار ہوں — محبت کا میں تو گرفتار ہوں
نہ فرصت مجھے صبح ہے نہ شام — طرف اُس کی ہے دل کو میل تمام
اُسے بھی مرے ساتھ ہے اختلاص — دلو نکو ہم را بطہ خاص ہے
اُسے مجھ سے ہے جس قدر نسبت عاشقی — وہ رہتی ہے کب طاقت عاشقی
نہیں اُنکو ایک لحظہ تاب فراق — جدائی مری اُسپہ گذرے ہے شاق
نکلتا ہوں گھر سے جو میں ایک آن — تو پاتا ہوں جا کر اسے نیم جان
مذبھکے جو مجھکو تو مر جائے وہ — وہیں جی سے اپنے گذر جائے وہ
جو پہنچے مری جو تجھ اسے بدخبر — تو کر بیٹھے سچ اپنے جی کا ضرر
غرض اُسکو تاب تحمل نہیں — شکیبائی ہجر بالکل نہیں
یہہ سنکر کہا اُس دل افگار نے — ستم کشتہ دوری کی یار نے
کہ مجھکو نہیں تیری باتیں قبول — یہہ مکر و زناں ہے تو اُن پر نہ بھول
وفا کیشی ان ناقصوں میں سے کی — ہوا شوق کس کا کہ وہ پھر نہ جی
یہہ ظاہر میں ہر چند ہوں رشک ماہ — ولیکن میں باطن سے ہوں رو سیاہ
خدا مکر سے ان کے دے ہے خبر — نہیں ان سے کوئی فریبندہ تر

جہاں میں فریب انکا مشہور ہی ۔ زمانہ نوں پہ مکر انکا مذکور ہی

پی امتحان علامت یک نفر ۔ مقرر ہوا تا کہ جا اسکے گھر

کہے غرق دریا ہوا پر سرانجام ۔ ہوئی زندگانی کی صبح اسکی شام

گیا تھا نہانے کو وقت سحر ۔ سواد وہاں وہ خورشید رو شن گہر

کیا موج دریا نے سر سے گذار ۔ اٹھا طبع نازک سے اسکی غبار

وے گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب ۔ سو اب موج دریا کو ہی پیچ و تاب

پھریں تھیں جو وے انکھریاں آب میں ۔ سو وے گرد شیں اب ہیں گرداب میں

نما میں تھے جنکی سب دلفگار ۔ سو دریا کو اب ہی وہ بوس و کنار

نہ سمجھا وہ نادان ہم اسرار عشق ۔ نہ سوچا وہ نا سنجیدہ کار عشق

کہا غرق دریا ہوا پر سرانجام ۔ ہوا کام اس دلیر نیک نام کا تمام

کہے تو کہ موجوں کا تھا انتظار ۔ کہ وصلت و بغل ہو گئیں ایک بار

گیا بیٹھ پانی میں ایسا شتاب ۔ کہ گویا اب آب کا تھا حباب

کنارے پہ دریا کے اب شور ہی ۔ بحال خراب ایک جمہور ہی

گرے ہیں کئی آتشیں غم سے تاب ۔ کئی آتش غم سے ہیں کباب نیں

کوئی سر پہ اس غم سے ڈالے ہی خاک ۔ کسی نے کیا ہی گریباں کو چاک

ہیں لواح و ہ دلدار تڑپے گیا ۔ بہت آب بہہ تا جگر ہلے گیا

سنا اسکے ہمسر نے جب یہہ سخن ۔ ہوا موج زن بحر رنج و محن

نگہہ اک طرف ڈالکے مایوس کی ۔ دم سرد کھینچا گیا تو دبا جی

وہ ہی بیخودی رخصت جان تھی ۔ وہ اک دم کی گویا کہ مہمان تھی

گری ہو کے بیجان وہ دلدادہ ۔ ہوا آشوب توحے کا گھر سے بلند

موئی غم میں اس جملہ تن نازکے ۔ گئی جان ہمراہ سخن ساز کے

وہ آیا جو تھا دل پریشاں گیا — کہ اس واقعے سے پشیماں گیا
خبر لے گیا اس کنے زود تر — جو تھا در پئے امتحان بے خبر
کہ وہ رشک مہ امتحان دے گئی — محبت کے ناموس کو لے گئی
مواسن پر سرام کیتیں موئی — مرے اک سخن میں قیامت ہوئی
اگرچہ نکچھ اپنے منہہ سے کہا — دیا جی ولے جی اسی میں رہا
یہہ سنکر وہ نافہم حیراں ہوا — خجالت سے سر در گریباں ہوا
گیا ہوش سنکر پر سرام کا — دوانہ ہوا عشق کے کام کا
اٹھا بیخود و بے خرد بے حواس — گرا آکے اس پیکر مردہ پاس
لگا کہنے ای مایۂ زندگی — مجھے منہہ سے تیرے ہی شرمندگی
کیا جلد رخت سفر تو نے بار — نہ میرا کیا آہ تک انتظار
نہ میری سنی کچھ نہ اپنی کہی — مرے تیرے دونوں کے جی میں رہی
زمیں پر سے آخر اٹھایا اسے — لب آب جا کر جلایا اسے
جب آگ اسکے پیکر پہ سب چھا گئی — محبت عجب داغ دکھلا گئی
یہہ سرگرم فریاد و زاری ہوا — لہو اسکی آنکھوں سے جاری ہوا
جگر غم میں یک لخت خوں ہو گیا — رکا دل کہ آخر جنوں ہو گیا
گئے ہوش و صبر اسکے یکبارگی — طبیعت میں آئی یک آوارگی
سراسیمگی سے بگولا ہوا — پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا
نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار — کف غم میں سر رشتہ بے اختیار
کبھو یاد کر اسکو نالاں رہے — کبھو تک جو بھولے تو حیراں رہے
کبھو یاں کبھو واں بحال خراب — وہی بیقراری وہی اضطراب
رہے گھر تو آشوب گہہ وہ گلی — چمن میں جو لیجائیں تو بیکلی

کبھو متصل ہو تو شب پر آہ سرد ۔۔۔ کبھو دشت بروں کرو لہیں ہی ڈرو
ہوئی رفتہ رفتہ جو وحشت زیاد ۔۔۔ نکالا گئے شہر سے اولاً نامراد
کچھ اپنے بد و نیک کی شدھ نہیں ۔۔۔ نکل جا ہے تنہا کہیں کا کہیں
کبھو جا کے صحرا سے لاویں اٹھے ۔۔۔ کبھو روئے دریا پہ پاویں آ ٹھے
کبھو خاک ملتا ہی منہ پر کہ ہا ۔۔۔ کہیں ہی خرابی میں ہے مدعا پڑا
سر شام اک روز دریا گیا ۔۔۔ ہوئی رات واں سے نہ آیا گیا
کنارے پہ رہتا تھا اک ناخدا ۔۔۔ رہا رات اسکے یہہ قرب جوار
کہا اسکی عورت نے اس رات کو ۔۔۔ نہیں تجھ سے جی چاہتا بات کو
تجھے فکر کچھ اب ہماری نہیں ۔۔۔ تو جاتا نہیں شام سے اب کہیں
ترا شب کو دریا میں پڑتا تھا دام ۔۔۔ تو چلتا تھا بارے معیشت کا کام
تو جاتا نہیں شب کو جس روز سے ۔۔۔ معیشت ہی اندوہ جاں سوز ہے
نہیں طاقت صبر ہم کو ذرا ۔۔۔ بہت دل پریشان ہے تن ناتوا
وہ بولا کہ میں بھی پریشان ہوں ۔۔۔ بہت تنگ دستی سے حیران ہوں
کہوں کیا کہ کئی روز سے شام کو ۔۔۔ اٹھاتا ہوں میں اپنے بستر و دام کو
کہ یک شعلہ تندو پر پیچ و تاب ۔۔۔ نکلتا ہے تنور خانہ ہی نزدیک آب
کبھو سوئے دریا کبھو سوئے دشت ۔۔۔ کوئی دم تو رہتا ہی شور گرم گشت
کہا ہی پر اسکا تو ہی کہاں ۔۔۔ ٹھہرتا نہ ہو ہی پھر کنارے یہہ واں
عدم میں بھلی میں نے پایا تجھے ۔۔۔ یہہ آتش مرے دل کی کیونکر بجھے
نہ چھپر کا مرے آگ پر تو نے آب ۔۔۔ کیا عشق نے مجھ کو آتش کباب
رہے ہی مجھے رات دن خوف جاں ۔۔۔ گیا وہ یہہ کہکر سوئے آسماں
دو ہوا ں ایک اتھا جان ناشاد سے ۔۔۔ سنا حال شیطے کا صیاد سے

ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند — رہا لوٹتا آگ میں جوں سپند

گئی رات جوں توں ہوئی صبح جب — زیادہ ہوئی عشق کی تاب و تب

محبت نے کی اشتعا لک کردہ — سراسیمہ آیا چلا اس جگہ

جہاں سے آئی تھی یہہ آتش سلگ — پھرا سکے جگر کو لگی گھر کو لگ

تبسم کناں واں یہہ اُنے کہا — کہ کلفت امیں غم کی بہت میں رہا

چلو سیر کشتی کو ہنگام شب — لبِ آب خالی کریں دل کو سب

ہوا سو ہوا یو نہیں تقدیر تھی — جہاں سوز الفت کی تاثیر تھی

نہ ہوتی جو دل گیر یاں مشتعل — نہ ہوتی یہہ آتش کدہ مشتعل

کیاں عقل کی اُنے باتیں جو واں — وہ عاشق جو تھا در پئے امتحان

لگا کہنے یہہ آرزو تھی مجھے — کہ اک روز ہشیار دیکھوں تجھے

سو یہہ دن خدا نے دکھایا مجھے — سخن تیرے منہہ کا سنایا مجھے

ندامت سے ہو تنگ شاہد ہیں سب — گرفتار ہوں میں بحال عجب

نہ حجلت سے روہی جو کچھہ میں کہوں — نہ قدرت اجل پر کہ مر بھی رہوں

نہ تقدیر کا میں نے سمجھا فریب — بجا تا کہ اتنی ہی وہ ناشکیب

ہوا اک سخن میں مرے یہہ غضب — خرابی کا تیری ہوا میں سبب

کروں کا زمانے میں جبتک معاش — رہوں گا اسی درد سے دلخراش

مقرر کیا ہی کئی دن سے یہہ — کہ آیندہ رہئے تری خاک رہ

جو اسمیں ہی خوشنود تو ہو نہیں — رہیں گے لبِ آب ہی آج رات

دل پر کو خالی کریگے یہہ — پھر نیگے تیرے ساتھہ خوش کوئی دم

ہوئے عاقبت سوئے دریا روان — نہ پیدا کسو پر ہوا راز نہاں

کہ اک آگ سلگی ہی واں یک کنار — محبت کسیں میں ہی سرگرم کار

کسو اشتماک کی ہی منتظر
جہاں سر کو کھینچا قیامت ہی پھر

ہوئے ناؤ پر شام گہہ جب سوار
کہا انے یاں ایک ہی دام دار

جہاں قفل ہو راہ دریا تو واں
کفایت ہی اُس کابدن کی زباں

اسے سات لو تو تری بات ہی
کہ دریا میں پھرنا ہی اور رات ہی

لیا آخر الامر ہمراہ اسنے
بٹھایا قریب اپنے یہہ کہہ اسے

تنک دور چلکر کیا یہہ سوال
مجھے ہی ترے حرف شیب کا خیال

کہاں شعلۂ سرکش آتا ہی یاں
کدھر پیچ و تاب آکے کھاتا ہی یاں

کہاں لے ہی دریا پہ یکدم قرار
کدھر مضطرب ہو کرے ہی گذار

ٹھہرتا ہی کس جادہ آتش فگن
طرف کون سی ہو ہی گرم سخن

یہہ صیاد سے تھا ہی محو سراغ
جگر آتش شوق رکھتی تھی داغ

کہ ہو کر فروغ اک سوئے آسماں
تڑپھنے لگا جیسی آتش بجاں

کوئی دم میں دریا پہ آیا فرود
ہوا نیزہ بالا سبوں کو نمود

لب آب وہ شعلۂ جاں گداز
تڑپھ کر بہت با زبان دراز

پکارا کہاں ہی پرسرام تو
محبت کا تک سو یکھہ انجام تو

کہ میں جملہ تن آتش تیز ہوں
دل گرم سے شعلہ انگیز ہوں

بھڑکتی ہی جب آگ دلکی مرے
لب آب اتروں ہوں غم میں ترے

مگر سوز شش دل ہو کم آب سے
بجھے جی مرا اس تپ و تاب سے

سو یہہ آب رکھتا ہی روغن کا کام
کیا عشق نے آہ دشمن کا کام

یہہ بیتاب سنکر ہوا بیقرار
سفینے سے اترا بصد اضطراب

ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے
کہا اس بلاتے دل آویز سے

کہ میں ہوں پر سرام خانہ خراب
مرا دل بھی اس آگ سے ہی کباب

مرے بھی جگر میں یہی سوز ہی — یہی مجکو جلنا شب و روز ہی
محبت تری برق خرمن ہوئی — تری دوستی جی کی دشمن ہوئی
سخن مختصر کچھ وہ شعلہ چلا — کچھ اک اپنی جاگہہ سے بہہ دل جلا
بہم گرم جوشی سے یک جا ہوئے — کہ گذری تھی مدت بھی تنہا ہوئے
وہ شعلہ رہا ایک جا مشتعل — کہے تو تالی ہوئے جان و دل
یکایک بھڑک کر وہ جلنے لگا — پھر ادہر اُدہر پھرنے چلنے لگا
کیا پاس جانی کے آکر صعود — رہی روشنی سی کوئی دم نمود
پھر آگے کسو پر نہ پیدا ہوا — عجب ناکہ وہ شعلہ پھر کیا ہوا
خبردار ہو اہل کشتی تمام — لگے کہنے باہم نہیں پر سرام
اُٹھے دھوند مینے ہو کے سب ناصبور — کنارے پہ دریا کے تزدیک و دور
نپایا کہیں اُسکو حیراں ہوئے — نہایت ہی خاطر پریشان ہوئے
وہ صیاد بولا کہ دوں میں نشاں — گیا تھا وہ شعلہ بہہ نوجواں
بہہ اور آگ دونوں ہوئے ہم سخن — وہ شعلہ ہوا اسپہ آتش فگن
بہہ جوشش تویاں سے تھی مد نظر — پھر آگے نہیں اسکی مجھکو خبر
نہو آتش غم سے پہلے ہی داغ — چلو اسطرف کو جو نکلے سراغ
گئے مضطرب حال سارے رواں — تڑپتا تھا وہ شعلہ آکر جہاں
تلاش اسکی کی اور لے لیکے نام — پکارے بہت پر کہاں پر سرام
محبت نے ایسا کہ پایا اسے — کہ ہرگز کسوں نے نپایا اسے
یقینی ہوا یہہ کہ وہ تیز آگ — اسی نیم کشتے سے رکھتی تھی لاگ
لپٹ اسکو شعلہ ہی وہ لے گیا — عجب طور کا داغ یہہ دے گیا
پھرے خوار ہو ہو کے ناچار سب — کسو کو تحیر کسو کو عجب

کوئی منفعل سا تھا آنے سے تھا — کوئی بر لب آب جانے سے تھا
خصوصاً وہ عاشق ہوا پر حجاب — ندامت ہوئی یہہ جسے متصل
تھا اگلی خجالت ہی سے روے حرف — ہوا دوسرا باجرائے شگرف
تفکر کے دریا میں ڈوبا ہوا — کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا
گہ پوچھیں گے جو اسکے واماندگاں — تو یہہ واقعہ کیا کہوں گا بیاں
کہوں کیونکے یکبار وہ جل گیا — کف خاک ہو خاک میں رل گیا
کھچی جرم کو بیگناہی مری — ہوئی شہر میں روسیاہی مری
وہ شعلہ جلاتا مجھے کاشکے — لئے ساتھہ جاتا مجھے کاشکے

مقولہ شاعر

اگرچہ یہہ قصہ بھی حیرت فزا — ولے میر یہہ عشق ہی بد بلا
بہت جی جلائے ہیں اس عشق نے — بہت گھر لٹائے ہیں اس عشق نے
فسانوں سے اسکے لبالب ہی دہر — جلائے ہیں اس تند آتش نے شہر

محبت نہو کاش مخلوق کو
کچھو تو رہے یہ عاشق نہ معشوق کو

تمام شد .

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

مثنوی دیگر

عشق ہی تازہ کار و تازہ خیال ہر جگہہ اسکی اک نئی ہی چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا کہیں سینے میں آہ سرد ہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
کہیں رونا ہوا ندامت کا کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا
گہہ نمک اسکو داغ کا پایا گہہ پتنگا چراغ کا پایا
واں تبسم ہی زخم تر کے بیچ یاں طپیدن ہوا جگر کے بیچ
کہیں آنسو کی بہہ سرایت ہی کہیں یہہ خونچکاں شکایت ہی
تھا کسو دل میں نالۂ جانکاہ ہی کسو لب پہ ناتواں اک آہ
تھا کسو کی پلک کسی نمناکی ہی کہیں خاطر و نکی غمناکی

کہیں باعث ہی دلکی تنگی کا — کہیں موجب شکستہ رنگی کا
کہیں اندوہ جان آگہہ تھا — سوزش سینہ ایک جا گہہ تھا
کہیں عشاق کی نیاز ہوا — کہیں اندوہ جان گداز ہوا
ہی کہیں دل جگر مکی بیتابی — تھا کسو مضطرب کی بیخوابی
کسو چہرے کا رنگ زرد ہوا — کسو محمل کی رہ کی گرد ہوا
طور پر جا کے شعلہ پیشہ رہا — بیستون میں شرار تیشہ رہا
کہیں نی بست کو لگائی آگ — کہیں تیغ و گلو میں رکھی لاگ
کبھو افغان مرغ گلشن تھا — کبھو قمری کا طوق گردن تھا
کسو مسلخ میں جا قرارہ ہوا — کوئی دل ہو کے پارہ پارہ ہوا
ایک عالم میں دردمندی کی — ایک محفل میں جا سپندی کی
ایک دل سے اٹھے ہی ہو کر دود — ایک لب پر سخن ہی خون آلود
ایک زمانے میں دلکی خواہش تھا — ایک سینے میں جگر کی کاہش تھا
کہیں پیتے ہی جی میں ہو کر چاہ — کہیں رہتا ہی قتل تک ہمراہ
تھا رخسار دل غریبان ہی — انتظار بلا نصیبان ہی
کہیں شیون ہی اہل ماتم کا — کہیں نوحہ ہی جان پر غم کا
آرزو تھا امیدواروں کی — دردمندی جگر فگاروں کی
نمک زخم سینہ ریشاں ہی — نگہہ یاس مہر کشاں ہی
حسرت آلودہ آہ تھا یہہ کہیں — شوق کی یک نگاہ تھا یہہ کہیں
کشش اسکی ہی ایک اعجوبا — دو با عاشق تو یار بھی دوبا
کون محروم وصل یاں سے گیا — کہ نہ یار اسکا پھر جہاں سے گیا
کام میں اپنے عشق پکا ہی — یاں یہہ نیرنگ ساز یکا ہی

جسکو ہو اسکی التفات نصیب ہی وہ مہمان چند روزہ غریب
ایسی تقریب و ہوندہ لاتا ہی کہ وہ ناچار جی سے جاتا ہی

آغاز قصہ جانگداز

ایک جا ایک جوان رہتا تھا لالہ رخسار و سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اُسکی چھاتی گرم دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اُسکو صورت خوش سے اُلس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی صورت حال اور ہو جاتی
دیکھتا گر وہ کوئی خوش پرکار رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار
زلف ہوتی کسو کی گر برہم دیکھتے اُسکے حال کو درہم
دیکھتا گر کہیں وہ چشم سیاہ دل سے بے اختیار کرتا آہ
سر میں تھا شور شوق دل میں تھا عشق ہی اُسکے آب و گل میں تھا
الغرض وہ جوان خوش اطوار ناشکیبا رہے تھا بے مجبور
ایکدن بیکلی سے گھبرا کر سیر کرنے کو باغ میں آیا
کسو گل پاس وہ صنم ٹھہرا کہیں سبزے میں ایک دم ٹھہرا
اک خیابان میں سے ہو نکلا ایک سائے تلے سے رو نکلا
نہ تھا بے تاب دل بیتاب نہ تھا چشم تر سے خون ناب
دل کسی واشد سے بے توقع ہو ہر شجر کے تلے بہت سا رو
دیکھ گاش کو نا امید اُدھر منہ کیا اُنے جانب خانہ
دل کے رکنے کا اُسکو اک غم تھا راہ چلنے میں حال درہم تھا
ناگہ اک کوچے سے گذار ہوا آفت تازہ سے دوچار ہوا

ایک غرفے سے ایک مہ پارہ — تھی طرف اُسکی گرم نظارہ
پڑ گئی اُس پہ اک نظر اُسکی — پھر نہ آئی اُسے خبر اُسکی
تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی — وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ — صبر رخصت ہوا ایک آہ کے ساتھ
بیقراری نے کج ادائی کی — تاب و طاقت نے بیوفائی کی
منہ جو اسکا طرف سے اسکی پھرا — مضطرب ہوکے خاک پر یہہ گرا
وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اسکا — بیطرح ہووے گو کہ حال اسکا
جھاڑ دامن کہیں وہ مہ پارہ — اُٹھہ گئی سامنے سے یکبارہ
وہ گئی اسکے سر بلا آئی — خاک میں ناں گئی وہ رعنائی
دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز — رنگ چہرے سے کر چلا پرواز
ہاتھہ جانے لگا گریباں تک — چاک کے پہنچے پانو داماں تک
طبع نے اک جنوں کیا پیدا — اشک نے رنگ خوں کیا پیدا
سوزش دل نے جی میں جاگہہ کی — داغ نے آ جگر کو آتش دی
بستر خاک پر گرا وہ زار — درد کا گھر ہوا دل بیمار
خاطر افگار خار خار ہوئی — جاں تمنا کش نگار ہوئی
اسکے منہ پر پڑی جو اسکی نگاہ — ناامیدی کے ساتھہ ہی سرد کی آہ
خو ہوئی نالۂ حزیں کے ساتھہ — رابطہ آہ آتشیں کے ساتھہ
ہونٹھہ سوکھے تو خوں ناب ہلا — خواب و خورد دونوں کو جواب ہلا
خلق اسکی ہوئی تماشائی — پر نہ وہ دیکھنے کبھو آئی
کچھہ کہا گر کنوں نے شفقت سے — رو دیا اُنے ایک حسرت سے
جا کے اسکے قریب در بیٹھا — قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

دل نہ سمجھا کہ اضطراب کیا　　شوق نے کام کو خراب کیا
جو کہ سمجھے تھے اسکو دیوانہ　　رحم کرتے تھے آشنا یا نہ
عاشق اسکو کسو کا جان گئے　　سب برا اس ادا سے مان گئے
کیونکے باہم معاش تھی سب کی　　ایک جا بود و باش تھی سب کی
وارث سکہ بھی بد گمان ہوئے　　درپئے دشمنئ جان ہوئے
مشورت کی کہ مار ہی ڈالیں　　دفعتہ اس بلا کو ٹالیں
پھر یہہ ٹھہری کہ ہونگے ہم بدنام　　سنکر آخر کہیں گے خاص و عام

کیا گنہہ تھا کہ یہہ جوان مارا　　کس نے مارا اسے کہاں مارا
ہووے یہہ خون خفتہ گر بیدار　　کیونکے ہووے خفت بیدار
کیجئے ایک ڈھب سے اسکو تنگ　　تا نہ عاید ہو اپنی جانب ننگ
تہمت خبط رکھئے اسکے سر　　کیجئے سنگسار اسکو پھر
دینگے دیوانہ اس جوان کو قرار　　ہوگئے سارے درپئے آزار
ایک نے سخت کہہ کے تنگ کیا　　ایک نے آکے زیر سنگ کیا
ایک آیا تو ہاتھہ میں شمشیر　　ایک بولا کہ اب ہی کیا تاخیر
کی اشارت کہ کودکان شہر　　آئے لبریز غصہ و پر قہر

گر پڑا تھا اسکے سر پر تھا　　لیک روئے دل اسکا ادھر تھا
تھا وہ اُسکے یہہ خیال کے بیچ　　تھا گرفتار اپنے حال کے بیچ
ہو نشہہ پر حسن کا بیان اُسکا　　تھا سرو سنگ و آستان اُسکا
ایکدم سرد آہ بھر اُٹھنا　　نالۂ گرم گاہ کر اُٹھنا
جی میں کہتا کہ آہ مشکل ہی　　اُسطرف یک نگاہ مشکل ہی

دوست کو میرے نام سے ہی ننگ — دشمنوں سے ہی جی پہ عرصہ تنگ
چشم تر سے لہو بہا کرتا — صبح کی باؤ سے کہا کرتا
کاے نسیم سحر یہہ اُسے کہہ — مت تغافل کر اور عافل رہ
اِن بلاؤں میں کوئی کیونکے جیے — جان پر آ بنی ہی تیرے لئے
جان دوں تیرے واسطے سو تو — آنکھہ اُٹھا کر ادھر بھی کبھو کبھو
رفتہ رفتہ ہوا ہوں سودائی — دور پہنچی ہی میری رسوائی
نام کو بھی ترے نجانا آہ — تجھ سے کیونکر سخن کی نکلے راہ
ناامیدانہ گر کروں ہوں نگاہ — دیکھتا ہوں ہزار روز سیاہ
سخت مشکل ہی سخت ہی بیداد — اینک میں خوں گرفتہ سو جلاد
کوئی مشفق نہیں کہ ہووے شفیق — بیکسی بن نہیں ہی کوئی رفیق
نالہ ہوتا ہی گہہ گہے دل جو — گریہ آنسو سے پونچھتا ہی کبھو
آہ جو ہمدمی سی کرتی ہی — ابتو وہ بھی کبھی سی کرتی ہی
چشم رکھتا ہی وصل کی یہہ دل — جی ہی اسے اسیر آب و گل
ورنہ ترکیب یہہ کہاں ہوتی — صورت اک معنئی نہاں ہوتی
اب تحمل نہیں ہی پاے ثبات — اینک میں اور رکتنی تصدیعات
سنگ باراں سے سخت ہوں دلتنگ — شیشۂ دل نہیں ہی پارۂ سنگ
مجرم یک نگاہ بیش نہیں — کم ہی سینے میں جا کہ ریش نہیں
کیونکے کہیئے کہ تو نہیں آگاہ — اک قیامت بپا ہی یاں سر راہ
کچھہ چھپا تو رہا نہیں یہہ راز — اک جہاں اس سے ہی پر داز
بس تغافل ہوا ترحم کر — گوش دل جانب تظلم کر
کون کہتا ہی رہ نہ محو ناز — پر نہ اتنا کہ جیسی جاے نیاز

ان بلاؤں پہ انے صبر کیا — اختیار اپنے جی پہ جبر کیا
اس طرف کا ندیکھنا چھوڑا — اسکے اندوہ سے نہ منہہ موڑا
اور یہہ ماجرا ہوا مشہور — شور رسوائیوں کا پہنچا دور
دیکھہ کر اسکو بیخور و بیخواب — جانا ہر اک نے عاشق بیتاب
منہہ پر اسکے جو رنگ خون نہیں — عشق ہی اسکو یہہ جنون نہیں
ہی نگاہہ اسکی جس طرف مائل — اسطرف ہی گیا ہی اسکا دل
جب ہوا ذکر اتفاق واکثر میں — چاہ ثابت ہوئی اسی گھر میں
عشق بے پردہ جب فسانہ ہوا — مضطرب کدخدائے خانہ ہوا
گھر میں جابجا دفع رسوائی — بیٹھہ کر مشورت یہہ ٹھہرائی
یا نسے یہہ غیرت مہ تاباں — جاکے چندے کہیں رہے پنہاں
شب محافے میں اسکو کرکے سوار — ساتھہ دے ایک دائیہ غدار
پار دریا کے جلد رخصت کی — اس طرح فکر رفع زحمت کی
گھر تھا ایک آشنا کا مد نگاہ — وان ہو رو پوش تا یہہ غیرت ماہ
ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع — نور افزائے خانہ ہو جوں شمع
گھر سے باہر محافہ جو نکلا — اس جوان ہی کے پاس ہو نکلا
طپش دل سے ہو کے یہہ آگاہ — ہو لیا ساتھہ اسکے بھر کر آہ
والے رہنے سے اسکو کام نتھا — وہ گلی اسکا کچھہ مقام نتھا
جسے جی کو کمال ہو الفت — جسے دلکی درست ہو نسبت
جنبش اسکی پلک کو گرداں ہو — دلمیں یاں کا وشن نمایاں ہو
واں اگر مو شکست کا ہو باب — یاں رگ جاں کو ہووے پیچ و تاب
وان اگر پاؤں میں لگے ہی خار — دل سے یاں سر نکالے ہی یکبار

یار کو در د چشم گر ہو وے — چشم عاشق لہو میں تر ہو وے
چاک دامن میں واں پنی زینت — یاں گریباں ہی چاک گل کی صفت
واں وہن تنگ یاں ہی دلتنگی — حسن اور عشق میں ہی یکرنگی
وسعت افشان و پلے کو یاں یہہ — تھا محافے کے ساتھہ گرم رہ
قطرہ زن اشک سادہ راہ تمام — در پی یار تھا یہہ آرام
ہر قدم تھا زبان پر جاری — خواب ہی یا کہی یہہ بیداری
ہمسری اسکی تھی میسر کب — ہی مجھے بخت واژگوں سے عجب
شوق مفرط نے بی تہی کی سخت — تو شکیبی نے دلسے باندھا رخت
رفتہ رفتہ سخن ہوئے نالے — اُڑنے لاگے جگر کے پر کالے
اضطراب دلی نے زور کیا — انے بے اختیار شور کیا
دل کے غم کو زباں پر لایا — آفت تازہ جان پر لایا
کاہی جفا پیشہ تغافل کیش — ایکنظر سے زیاں نہیں کچھہ بیش
منہہ چھپایا ہی تو نے اسپر بھی — نگہہ انتقات ایدھر بھی
صبر کس کس بلا پہ کر گذروں — چارہ اس بن نہیں کہ مر گذروں
منزل وصل دور میں کم پا — تجھکو اس مرتبے میں استغنا
ہی تو نزدیک دل مگر اے طناز — لیک تجھہ تک سفر ہی دور و دراز
ناز نے یکنفس نہ رخصت دی — آئینے نے تجھے نہ فرصت دی
تو تو واں زلف کو بنایا کی — جان یاں پیچ و تاب کھایا کی
تجھکو تھی اپنے خال رخ پہ نگاہ — دل مرا مبتلائے داغ سیاہ
تجھکو مد نظر تھی اپنی چال — میں تماشا ہوا کیا پامال
بستر خواب پر تجھے آرام — مجھکو خمیازہ کھینچنے سے کام

واں لب لعل تیرے خنداں تھے — یاں فشردہ جگر پہ دنداں تھے
ناز و خوبی نے دل دیا نہ تجھے — رحم سے آشنا کیا نہ مجھے
اب تغافل نکر تلطف کر — حال پر میرے تک تاسف کر
گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن — تھی وہ استاد کار حیلہ و فن
پاس اسکو بلا تسلی کی — وعدۂ وصل سے تشفی کی
کای ستم دیدۂ غم دوری — ہو چکا اب زمان مہجوری
زار نالی نکر شکیبا ہو — عشق کا راز تا نہ رسوا ہو
دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے — چل کوئی دم کو داد خواہش لے
سخت دلتنگ تھی یہہ غیرت ماہ — قطع تجھہ بن نہو سکے تھی راہ
گرچہ یہہ حسن اتفاق سے ہی — اسکے بھی جذب اشتیاق سے ہی
ترے آنے سے دل گشادہ ہوا — نشۂ دوستی زیادہ ہوا
بزم عشرت کرینگے باہم ساز — ہو جواب اپنے دوست کا دمساز
دے کر اسکو فریب ساتھہ لیا — دل عاشق کو اپنے ہاتھہ لیا
لیک در پردہ انے یہہ ٹھانی — کیجئے اسسے خصمی جانی
یہہ تو دل تفتۂ محبت تھا — سخت وارفتۂ محبت تھا
وقت نزدیک تھا جو آ پہنچا — تا سر آب پا بپا پہنچا
آب کیسا کہ بحر تھا ذخار — تند و مواج و تیرہ و تہ دار
موج کا ہر کنایہ طوفاں پر — مارے خشمک حباب عماں پر
ہمکنار بلا ہر اک گرداب — لجہ سرمایہ بخش تیرہ سحاب
گذر موج جب نہ تب دیکھا — ساحل اسکا نہ خشک لب دیکھا
کشتی اینک آن کر ہوئی موجود — ہو فلک سے ہلال جیسی نمود

کی کنارے پہ لاکے استادہ — تھا محافہ رکوب آمادہ
اس سفینے میں جلد جا پہنچا — یہہ بھی واں ساتھ ہی لگا پہنچا
بیچ دریا کے دایہ نے جا کر — کفش اُس گل کی اسکو دکھلا کر
پھینکی پانی کے سطح پر یکبار — اور بولی کہ او جگر افگار
حیف تیرے نگار کی پاپوش — موج دریا سے ہووے ہم آغوش
غیرت عشق ہی تو لا اسکو — چھوڑ مت یوں برہنہ پا اسکو
اسطرف آب کے اترتا ہی — اس نواحی کی سیر کرتا ہی
پانوں اسکے جو ہیں نگار آلود — ظلم ہی ہو ویں گر غبار آلود
جس کف پا کو رنگ گل ہو بار — منصفی ہی کہ خار سے ہو فگار
ان پہ نرمی میں گل سے ہوں جو پرے — آبلہ چشم کو سیاہ کرے
یہہ روا ہی تو اپنے حال پہ رو — مفت ناموس عشق کو مت کھو
جی اگر تھا عزیز ای ناکام — کیوں عبث عشق کو کیا بدنام
سکے یہہ حرف دایۂ مکار — دل سے اسکے گیا شکیب و قرار
بے خبر کار عشق کی تہ سے — جست کی انے اپنی جا گہہ سے
تھا سفینے میں یا کہ دریا میں — موج زنجیر ہو گئی پا میں
کھنچ گیا قعر کو یہہ گوہر ناب — تھی کشش عشق کی مگر تہ آب
کہتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں — لیکن ایسے کوئی نکلتے ہیں
ڈوبے جو یوں کہیں وہ جا نکلے — غرق دریاے عشق کیا نکلے
عشق نے آہ کھو دیا اسکو — آخر آخر ڈبو دیا اسکو
جب کہ دریا میں ڈوب کر وہ جواں — کھو گیا گوہر گرامی جاں
دایہ حیلہ گر ہوئی دل شاد — واں سے کشتی چلی برنگ باد

خار خار دلی سے فارغ ہو — لیگئی پار اس کل تو کو
یہہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہی — فتنہ سازی میں اک قیامت ہی
خاک ہو کیوں نہ عاشق بیدل — کام سے اپنے یہہ نہیں غافل
وصال جیتے تھو میسر اگر — لاوے معشوق کو یہہ تربت پر
یاں سے عاشق اگر گئے ناشاد — خاک خوباں بھی انے دی برباد
قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ — آئی وہ رشک مہ ز خود رفتہ
کہنے لاگی کہ اب تو ای دایہ — ہو گیا غرق وہ فر و مایہ
ابتو وہ ننگ و نام یاں سے گیا — آبرو مند اس جہاں سے گیا
تھے جو ہنگامے اسکے حد سے زیاد — سانتھ اسکے گئے وے شور و فساد
شور و فتنے تھے اس تلک سارے — ابتو بدنامیاں نہیں بارے
دل تڑپھتا ہی متصل میرا — مرغ بسمل ہی یا کہ دل میرا
وحشت طبع ابتو افزوں ہی — حال جی کا مرے دگرگوں ہی
بیدماغی کمال ہوتی ہی — جان تن کی وبال ہوتی ہی
دل کو ہی دم کو خون ہووے گا — آج کل میں جنون ہووے گا
بیکلی جی کو تاب دیتی ہی — طاقت دل جواب دیتی ہی
جی میں آتا ہی ہوں بیابانی — پر کہوں ہوں کہ یہہ ہی نادانی
مصلحت ہی کہ مجھکو لے چل گھر — ایک دو دم رہینگے دریا پر
گاہ باشد کہ دل مرا واہو — ورنہ کیا جانئے کہ پھر کیا ہو
دایہ بولی کہ ای سراپا ناز — حسن کا در پہ تیرے لاوے نیاز
ابتو ہیں فتنے کو سلایا ہی — اس بلا کیتئیں اٹھایا ہی
کون مانع ہی گھر کے چلنے کا — سدرہ کون ہی نکلنے کا

ہو محافے میں دل خوشی سے سوار — شاد شاداں کر آب سے تو گذار
دل سے اپنے پدر کے غم کم کر — مادر مہرباں کو خرم کر
کر ملاقات ہمدموں سے تو — گرم بازی ہو محرموں سے تو
یہہ نہ سوچی کہ بد ملا ہی عشق — گھات میں اپنی لگ رہا ہی عشق
جس کسو سے یہہ پیار رکھتا ہی — عاقبت اسکو مار رکھتا ہی
جذب سے اپنے جب کرے ہی کلام — عاشق مردہ سے بھی لے ہی کام
صبح کا ہاں وہ غیرت خورشید — اس جگہہ سے رواں ہوی نومید
پہنچی نصف النہار دریا پر — روئی بے اختیار دریا پر
حد سے افزوں جو بیقرار ہوئی — دایہ کشتی میں لے سوار ہوئی
حرف زن یوں ہوئی کہ ای دایہ — یاں گرا تھا کہاں وہ کم مایہ
موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش — تھا تلاطم سے کسطرف ہمدوش
تجھکو آیا نظر کہاں آ کر — پھر جو ڈوبا تو کس جگہہ جا کر
مجھکو دیجو نشان اس جا کا — میں بھی دیکھوں خروش دریا کا
ہوں میں نا آشنائے سیر آب — ناشناسائے موجۂ گرداب
لجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہیں — گھر میں ہم نام سنتے رہتے ہیں
ہیں میسر کہاں یہہ سیر عبور — اتفاقی ہیں اس طرح کے امور
مکر میں گرچہ دایہ تھی کامل — لیک تہ سے سخن کی تھی غافل
یہہ نسمجھی کہ ہی فریب عشق — ہی یہہ مہ پارہ نا شکیب عشق
بیچ دریا کے جا کہا یہہ حرف — یاں ہوا تھا وہ ماجرائے شگرف
یاں وہ بیٹھا حباب کی مانند — پھر نتھا کچھ سراب کی مانند
سنتے ہی یہہ کہاں کہاں کر کر — گر پڑی قصد ترک جاں کر کر

موج ہر یک کمند شوق تھی آہ
پشتی اسکو پر نگ بار سیاہ

دام گہتر وہ عشق تھا تہ آب
جسکے حلقے تمام تھے گرداب

حسن موجوں میں یوں نظر آوے
نور مہتاب جیسے لہر اوے

تھیں وہ اسکی حنائی انگشتاں
عنبر آمیز اے پنجۂ مرجاں

سر بہ جستدم کہ آب ہو کے بہا
سطح پانی کا آئینہ سا رہا

کشش عشق آخر اس مہ کو
لیگئی کھینچتی ہوئی تہ کو

کودے غواص و آشنا سارے
تا بمقدور دست و پا مارے

کھینچ کر کوشش سب ہوئے بیتاب
نہ لگا تھہ وہ در نایاب

جا ہم آغوش مردہ یار ہوئی
نہ میں دریا کی ہمکنار ہوئی

پاک کی زندگی ز آلایش
ہو کے دست و بغل کی آسایش

سر پٹکتی جو گھر گئی دایہ
آفت اک لیگئی نئی دایہ

اب و عم مادر و برادر سب
خاک افشان و آہ و نالہ بلب

دار و دستہ تمام اس گل کا
ترک آئین کر شمہاں کا

سوے دریا رواں ہوئے گریاں
آتش غم سے دل جگر بریاں

خلق یکجا ہوئی کنارے پر
حشر برپا ہوئی کنارے پر

دامداروں سے سب نے کام لیا
آخر انکو اسیر دام کیا

نکلے باہر ولے موئے نکلے
دونوں دست و بغل ہوئے نکلے

ربط چسپاں بہم ہوید اتھا
مر گئے پر بھی شوق پیدا تھا

ایک کا تھہ ایک کی بالیں
ایک کے لب سے ایک کو تکیں

جو نظر ان کو آن کرتے تھے
ایک قالب گماں کرتے تھے

کیا لکھوں مل رہے تھے وصلی وار
ہمدگر سے جدا ہوئے دشوار

کیوں نہ دشوار ہووے انکا فصل — جان دے دے ہوا ہو جن کا وصل
حیرت کار عشق سے مردم — شکل تصویر آپ میں تھے گم

مقولہ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف — عشق ہی ایک فتنۂ معروف
قدرت اپنی جہاں دکھاتا ہی — اِسے جو تو کہے سو آتا ہی
کتنی وسعت ترے بیان میں ہی — کتنی طاقت تری زباں میں ہی

لب پر اب مہر خامشی بہتر
یاں سخن کی فرامشی بہتر

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

چلا آصف الدولہ بہر شکار — نہاد بیابان سے اٹھا غبار
روانہ ہوئی فوج دریا کے رنگ — لگا کانپنے ڈر سے شیر و پلنگ
طیور آشیانوں سے جانے لگے — وحوش اپنی جانیں چھپانے لگے
سن آواز شیران نر ڈر گئے — پلنگ و نمر خوف سے مر گئے
جہاں سر آیا نظر صید تھا — بیاباں اسی پہن سے قید تھا
گئے مست ہاتھی مکانوں کو چھوڑ — دیئے پنجۂ شیر نلیوں سے توڑ
نہ دیکھا نہ ہمنے سنا یہہ شکار — کہ بکری سا ہاتھی کو لیے ہیں مار
پلنگان صحرا کے دل خوں کئے — نہنگاں دریا ہوئے مرجئے

کہاں مہمل مارے گئے بارہ شیر — لگے بکریوں کو پکڑنے بھی دیر
ہوئے لشکری جبکہ سرگرم گشت — مقید ہوئے مست فیلان دشت
گئے جانور دشت خالی رہے — بیابان جھاڑے گئے تو کہے
عجب تری یہہ صید کرنیکا ڈھنگ — کہ چور رنگ ہاتھی ہوئے صید رنگ
نہ چیتل نہ پاڑھا نہ ارنا نہ شیر — ہوئے گولیاں کھاکے یک لخت ڈھیر
درندوں کا پیدا نہ نام و نشاں — نہ شیر ژیاں و نہ پیل دماں
کہو فیل دشتی نہ جکڑے گئے — نہ یوں بھیڑ بکری سے پکڑے گئے
سنا جسطرف فیل دشتی کا میل — رواں فوج اودھر ہوئی سیل سیل
اگر تک بھی اٹکا تو مارا گیا — پڑے سیکڑوں پھاند چارا گیا
وگر سرکشی سے کبھی استادگی — تو پیش آئی اک طرفہ افتادگی
پہاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا — بزور آمد و شد کا خابل ہوا
جتے دونوں وے دیو امید انمیں — اٹھا شور محشر بیابان میں
جہاں دونوں فیلوں کی تھی سرزنی — شتر مرغ سے واں نہو پرزنی
جو اس مار کھاتے پہ اکڑا رہا — کئی روز رسیوں سے جکڑا رہا
رہے کسطرح پھٹ گیا تھا جگر — ہوا دو پہر میں لہو موت کر
وگر سرکشی سے نہ اپنے ہٹا — نہ میدان میں تک دباتک گھٹا
اشارہ ہوا اسکے چور رنگ کا — سبھوں کو ارادا ہوا جنگ کا
برسنے لگا مینہہ تیروں کا زور — ہوا فیل باراں کا جنگل میں شور
لگی پڑنے بجلی سی تیغ سیاہ — پریشان ہو جیسے ابر سیاہ
نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت — گرا یوں کہ جوں پارہ کوہ سخت
رکھا لاکے لشکر میں اٹھائے راہ — سر اسکا کٹا جیسے برج سیاہ

رہے کہتے اس دن عجب سب ہی یہہ
سر فیل ہی یا سر شب ہی یہہ

اگر دیو ہی ہیں سر اگرنی کے ساتھہ
نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتھہ

وہاں خشمگیں جیسے آتش یہہ تھا
مگر فیل سر دیو سر کش یہہ تھا

گوزن اور ہرنوں کی کیا دیجے شرح
گئے شیر مارے سو کیتوں کی طرح

گیا دشت در دشت شور شکار
ہوئے گرگ آہو کے اوپر سوار

ہرن چوکڑیوں میں رہے گھومتے
کہیں فیل بیلوں میں ہیں جھومتے

برابر رہے گور و شیر ژیاں
برابر تھا دونوں کو دسواس جاں

گئے پیشتر چھوڑ نخچیر گہہ
شکاریوں کی رو باہ بازی تھی یہہ

اس اوقات سے جو کہ بیہوش تھے
بہیروبنہ کے وے خر گوش تھے

اگر بچہ نکلا تو تھا سو بسو
بہت مضطرب تھا وہ آشفتہ مو

قلندر سپاہی پٹی جاں ہوئے
لئے اُسکو سر در گریباں ہوئے

عاقف آب گوں تیغ کا پھر ہوا
کہیں پانو اُسکے کہیں سر ہوا

موئے اسطرح حضرت بو حمید
کہ جنوں غرقے ہینگے برے سے پلید

گرے پشت سوئے فلک خاک پر
ایک انبوہ تھا جسم ناپاک پر

گئے لادنے فیل پر لشکری
بہی ذات تھی لائق برتری

کروں صید ماہی کا کیا میں بیاں
کہ فیلوں پہ تھے تو وہ تو وہ رواں

پرے سیکڑوں دام تالاب میں
نہ چھوٹی تنک خاک اُس آب میں

نہ تیتر نہ طاؤس صحرا کے بیچ
نہ ماہی نہ مرغابی دریا کے بیچ

رہے گوشت ہی پکتے ہر صبح و شام
جو اں کھا گئے مرغ و ماہی تمام

ہوا ایاں راہ بحر عمیق
کہ ہو وہم ساحاں پہ جسکے غرق

وفر یب آکے اُترے یہ خایف تھی فوج
کہ بیدل اُٹھتی تھی ہر ایک موج

مہیب اور آلودۂ خاک آب — بعینہ پھٹی آنکھ تھا ہر حباب
غضب لجہ خیزی بلا جوش پر — تلاطم قیامت لئے دوش پر
چلے بس تو کچھ کوئی چارا کرے — مگر دیکھ ہی کر کنارا کرے
تردد میں ہر اک کہ ہوں کیونکے پار — کنارے پہ سر گشتہ گرداب وار
روان آب ایسی روانی کے ساتھ — کہ جوں رفتگی ہو جوانی کے ساتھ
لگی باؤ چلنے جہاں شور تھا — کہ کم آب میں بھی برا زور تھا
تامل سے اقبال نواب دیکھ — توقف کیا پہلے تو آب دیکھ
پھر اُس پار جا کر اشارا کیا — کہ لشکر نے وہیں گذارا کیا
شبا شب اترنے لگے لشکری — نہ خوبیں آب کا وہ نہ ویسی تری
وہ سوتا جگاتا تھا جس کا خطر — اتھا شور سے فوج کے چونک کر
نشہ اسکے سر سے اترسا گیا — چڑھائی سے لشکر کی ڈر سا گیا
کچھ اک ناؤ میں لے کچھ شجر کاٹ کر — شناوی سے دریا کتیں پاٹ کر
اترنے لگا لشکر بیکراں — کراں تا کراں تھی بہ محشر عیاں
سلامت ہوا پار سب ازدحام — رہے یونگ خضر علیہ السلام
شکار اس کنارے بھی تھا بیشتر — ہوئے صید یاں کے جگر ریش تر
گئے ارنی مارے سو مانند فیل — ہوا خون جنگل میں انکا سیل
رہے گور راتوں کتیں جاگتے — گئے ببر کو سوں تلک بھاگتے
پکڑ لائے چیتے گوزن اور گور — عصا سے چلے راہ یاں مار و مور
بہت ہمنے دیکھے وزیر و شہان — شکار ایسے دستور سے تھا کہاں
نمک خوار مجھ سے تو ہیں گے ہزار — یہ میرا بھی ہونا ہی یاں یادگار
غرض میر تا دور چرخ بلند — رہے آصف الدولہ اقبال مند

کرے اُنکا اقبال ہر لحظہ کام شکار اسکے دشمن رہیں صبح و شام

غزل میر کوئی کہا چاہیئے
تک اس بھی زمیں پر رہا چاہیئے

ہم وحشیوں پہ کچھ ہو کا ہیکو یار ہی تو اے ترک صید پیشہ کسکا شکار ہی تو
پہنچی قریب شاید نخچیر گاہ اسکی جوں صید خوں گرفتہ دل بیقرار ہی تو
دل تجھہ تلک رسائی مشکل ہی چشم مرہے عشرالعبور کیسے دریا کے پار ہی تو
شہری ہیں اسکی آنکھیں کیا تجھکو ان سے نسبت اے آہوئے بیاباں اچھا گنوار ہی تو
کیا صبح جلوہ گر ہو خوبی کے آگے تیری اے گل دم تبسم باغ و بہار ہی تو
یاں دو قدم بھی چلنا بن سر دئے نہووے اے راہ عشق کتنی مشکل گذار ہی تو

لیتا ہی تجھسے غیرت جو کوئی دیکھتا ہی
کیا میر اس گلی میں تئے اعتبار ہی تو

باز قدم رنجہ فرمودن آصف الدولہ بہادر روز دیگر برای شکار

چلا پھر بھی نواب گردوں شکار اسد باؤ کے گرد پر ہو سوار
روانہ ہوئی فوج دریا مثال نہنگوں کی اب لیہنچی جاوے گی کھال
گیا شور تا آسمان بریں ہوئی گرد افواج گردوں قریں
زمیں ہو گئی جاے خوف و خطر فلک کو لگے دیکھنے شیر نر
چرا بسکہ دریاے فوج گراں اُترا تھیوں کی گئیں مستیاں
دبی چپ لگا چلنے ہیروں کی چال پریشان ہی گرگ بغل زن کا حال
پلنگوں نے کہسار سے راہ لی نہنگوں نے دریا کی جا تھاہ لی
ہجیرے جو تھے دام سے چھا گئے کشف نیچے ڈھالو نکے گھبرا گئے
درندے پرندے چرندے کہیے گزندوں کے منہہ گرد نیچے ڈھیے

تلف جانور ہیں جہاں کے تہاں | گوزن اور گورا ور آہو کہاں
رہے گور یک شاخ و یکسو غزال | نہ زلزل میں ہیں کیا شجر کیا نہاں
شغال اور روباہ و خرگوش سے | نہیں بحث کچھ بے ہیں بیہوش سے
کوئی شور سن سن کے گھبرائے ہی | کوئی کان دابے چلا جائے ہی
کوئی ڈھونڈتا ہی بیاباں میں جھاڑ | کوئی چاہے ہی پھاند جاؤں پہاڑ
کہ شاید یہہ اودھر نہو کل مکاں | کوئی فون جیئے اس بلا سے نکل
پھرے مضطرب ہو کے شیر عزیں | کہ پیشونی میں تھی یا کماں یا کمیں
نکلتا ہی کفتار پر بے حواس | ہر بر جگر خوار سب ہیں اداس
کیا کام ڈرتے گئے پھٹ جگر | بن آئی ہی مرمر ہیں ہیں نمر
اگر خرس تھا مفتر و بدمعاش | لگا موش خانے کی کرنے تلاش
وگر ببر ہی پیش و پس ہی نگاہ | نہیں صوجھتی بیحواسی سے راہ
مبادا شکاری سگان رکاب | گریں آکے مجھ تک بھی پہنچیں شتاب
ہوا آب زہرہ وہ شیری گئی | جگر در سے ہی خون دلیری گئی
ہوئی صید بندی کہی جنگل میں دھوم | گرے فیل جیسے گھٹا آوے جھوم
بیاباں پہ چھایا ہی کیا ابر مرگ | برستی ہی گولی بسان تگرگ
لڑائی نہیں ہوں جو مصروف جنگ | اڑے رنجکیں اڑتے دشمن کے رنگ
جو پلٹن کو آتا ہی کچھ ولولا | چلے ہی کوئی توپ ہی زلزلا
اگر جاے تھی اسکی کوہ گراں | گیا شیر سنکے بھی جا گہہ سے ہاں
نہ دل سرد ہی بہر و گرم شتاب | دل شیر برفی بھی در سے ہی آب
نہ رنجک کے اڑنے کا اچھا ہی طور | ہوا آن ہی میں زمانا کچھ اور
ہوئی گرم آتش زنی سے ہوا | رکھا آپ میں جاکے لگ لگ نے پا

محیط آبگیر و ن کے تھے مزدکار موئے مالک الحزن چند پن ہزار
بہت دام پانی کی جانب جھکے کھڑے رہ گئے رود کنا کیار کے
تھتک سونس گھڑیال رہ رہ گئے مگر مچھہ نجا نا کدھر بہ گئے
نہ قشقال نہ سالی نہ سرخاب ہی تمام انکے لوہو سے سرخ آب ہی
عجب زوغن فاز ملتے تھے یار کہ فازوں کو لیتے ہوا میں سے مار
منگانے تھے بطخ کی چربی ظریف سو وہ چربی اب پھنیک دیں ہیں حریف
ہوئی کتنی اقسام ماہی شکار نہ آوے قسم کھاے بن اعتبار
مگر مرگ ماہی تھی جالونکے بیچ کہ یوں مچھلیاں سب نکالیں الیچ
نہ ارنب ہی خبگل میں نے سوسمار کوئی بدوی کیا کھاے پروردگار
کانگو نکی الٹی گئی صف کی صف ہوئے بیچ میں قرقرے بھی تلف
نہ جیسے گئے سیزہ کھا کھا کے چیت بڑے ویسی ہی آئے کھیتو نمیں کھیت
بٹیر اور تیتر کا ہی کیا شمار کہ باز آگئے جُرے کرتے شکار
ہوا رزو سبزک بہت دلمیں در نمد ہو ہوا گرد سے شانہ سر
خطرناک تھا دشت کیا کہئے مور دبا یوں پھرے جیسے دبتا ہی چور
نہ پا تر ھا نہ نیلہ نہ چیتل کوئی بنوں میں جو دوں تھی گیا جل کوئی

کوئی میر صاحب غزل یاں کہو
پر ایسی کہ ویسی کسی سے نہو

غزل

کیا کشت وخوں پہ اندنوں میلان یار ہی ہر جاے پوچھتا ہی کہ یاں کچھ شکار ہی
جاتا ہی اس کشندے کی جانب چلا ہوا صید اجل رسیدہ ہی دل بیقرار ہی
آنکھوں میں جلد میری بازہش جوں صید بسمل اُس ترک صید بند کا یہہ انتظار ہی

حیرت جو اس گلی میں ہی اپنی نہ چھوئے جب جائے تو خشم ہی گالی ہی مار ہی
جانیں چلی گئی ہیں بہت قتل گاہ سے تو رہ کے جا کہ راہ ابھی پر غبار ہی
ہی زلف و روے یار سے ہر لحظہ بحث یاں یہہ وجہ ہی کہ شعر مرا پیچدار ہی
کم اختلاطی کا ہی گلہ یار سے عبث کس کشتۂ وفا سے بہت اسکو پیار ہی
گل گل شگفتگی ہی ترے چہرے سے عیاں کچھہ آج میری جان قیامت بہار ہی

کیا میر تم کو گریۂ شب سے ہی لفتگو
طوفان میہ پلکوں کا سرور کنار ہی

نشیب و فراز بیاباں کو سن جو ذی ہوش ہیں وے تو ہوتے ہیں سن
چڑھو آسماں پر جو آوے چڑھائو پھر اتر و تو سخت اثری ہی کو جاؤ
ہوا سے ہیں کہیں ہووے لغزش تو خیر کرو پیش ہی اور عالم کی سیر
زمیں ضیق از بس ہوئی یکبیک نہ پھیلا سکا پانو گز پا تنک
لگے پر سے پر تھے ہوا میں کلنگ کہ چلنے لگے یا نسے تیر و تفنگ
قیامت تھی آفت تھی ہا ایک چوٹ لگے جسکے پھر تھا وہیں لوٹ پوٹ
ہوئے خون اس جمع کے بیدرنگ ہوا کا ہوا اور اک دم میں رنگ
نہ پر تھا نہ پر زانہ باز و نہ پا کنھوں نے بھی پوچھا نہ یوں تھا یہہ کیا
نہ زردی کو دیکھا نہ پایا کبود نکالا ہی لوگوں نے پانی سے دود
سپہ کی بلا تر کتازی رہی نہ سارس کی وہ سیر فرازی رہی
کماندار مردم سے چارا گیا کسو کو ہیت پر مفت مارا گیا
نہ جو فیل دشتی کی مستی گئی وہیں مت گیا اسکی ہستی گئی
سنانوں کی نوکوں پہ پھربت گیا وہ کوہ گراں سنگ سب چھت گیا
بہت جانور چھوٹ آکھر گئے لکی دوں بہت جاں گئے مر گئے

اگر بن ہی گویا بنا ہی اسے
کرے قصد واں کا تو کیو نکر گھسے

اگر زور سے کچھ نکلتا ہی کام
بہت رنج کھینچے سے جاتا ہی کام

خریدار دستار سر خار بن
زمیں پر رکھو پا تو کانٹوں کو چن

کئی گام یوں راہ چلنا پڑے
پھر اس دامگہہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہی
کہیں جھاڑ بوٹا کہیں غار ہی

اگر اسمیں پانی نظر پڑ گیا
کنارے پہ اسکے پہہ چڑھ کر گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت
پھرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو واں سے گذرنا ہوا
کہار ونکے سر چڑھ اترنا ہوا

بیابان وحشت اثر پر خطر
بہی ڈر ہی ڈر کیا ادھر کیا ادھر

جہاں تک نظر جاے سوکھی ہی کانس
اگر سبز تھا بھی تو تھا وہر کا بانس

کہین دل رکے بند ہو جاے دم
لکھوں کیا نیستاں ہی تھے یکقلم

چلی باد دن کو تو ہوسائیں سائیں
ہری رات تو پھر کرے ہائیں ہائیں

نہ سبزہ نہ کھیتی نہ آب رواں
کوئی شیر غراں کہ پیاں وہاں

سو وہ شیر مارا گیا مثل سگ
وہ ہاتھی پکڑ لائے بے تاز و تگ

کوئی دشت ایسا کہ تھا سبزہ زار
ہوا دلکش و جرگہ جرگہ شکار

اگر آہو گیری کا ہوتا نہ عیب
تو وہم بھی رکھ لیتے بیشک وریب

مسطح زمیں میل در میل تھی
نہ دریا چہ تھا کوئی نے جھیل تھی

اگر آ گیا رود خانہ کہیں
نہ دلخواہ تھا واں سے جانا کہیں

بڑا لطف تھا سیر میں کشت میں
نہ تھی وحشت رزحیف اُس دشت میں

ہوا اک جبل سامنے سے سیاہ
اسیکی طرف کو پڑی سب کی راہ

عجب لطف کا تھا وہ کوہ گراں
کہ صد چشمہ تھا اسے پانی رواں

شجر سبز و پتھر بہت صاف تھے — سبھی جیسے الماس شفاف تھے
ہوا ایک ابر اس جبل سے بلند — ہوا پر بچھی اسکی یزدی پرند
پہروں سے بارش لگی ہونے زور — رہا ساری وہ رات طوفاں کا شور
ہوئے خیمے پانی کے اوپر حباب — سب اسباب لوگوں کا تھا زیر آب
نہ چھوہ اور اسباب مردم کا حال — نہ چادر رہی خشک نے کوئی پال
قنات اور تنبو پسر سب گئے — کھڑے تھے جو کندے اتر سب گئے
بھرا پانی لشکر میں پھیلا ہوا — اگر فرش و بستر تھا تھیلا ہوا
ہوا سرد از بس ہوئی ایکبار — کلیجوں کے ہوتی تھی برچھی سی پار
پھرے باؤ سے لوگ منہ تو ڈھانپنے — جگر چھاتیوں میں رہے کانپنے
رہا ایسی سردی میں کیدھر شکار — ہوئے لوگ خیموں کے اندر شکار
بہت پیر جب جی کو بچنے لگے — جوانوں کے بھی دانت بجنے لگے
نہ میغ خورشید پنہاں ہوا — ندیکھا مگر روے جاناں ہوا
بہت اسپ و اشتر موئے پانوں پیٹ — نکالا انہیں خیمہ گہہ سے کھسیٹ
غزل میریاں کوئی موزوں کرو — تامل کرو دل جگر خوں کرو

غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو — انداز ایک نگاہ سے مارا ہزار کو
چلنا پڑے ہی رکھکے قدم تیغ تیز پر — کیسی وہب سے کاٹیں اس رہ مشکل گذار کو
آنے لگی ہی باؤ میں تو جاں گزا ہی پھر — خجلت ہی اسکی زلف سے ہی تیر مار کو
سو بار منہہ چراتے ہو کچھہ بولتے نہیں — یہہ بات کہا چرو ہو کہے اپنی بار کو
آتا نہیں نظر کہ حصول امید ہو — کیا تھام تھام رکھئے دل بیقرار کو
جیتے رہے تو اسے ہم آغوش ہونگے ہم — لبریز گل سے دیکھیں گے جیب و کنار کو

کیا سمجھے خوبی میری خراش جبیں کی تو — اس کام کو دکھا کسو استاد کار کو
ایسے ستم کئے کہ گیا جی سے میں ندان — تک منصفی سے دیکھو پھر انصاف یار کو

بولا کہ مجھکو کرتی ہے بدنام گور میر
ہی خوب اگر مٹاوے کوئی اس مزار کو

کشوبن میں ارنوں کا پا کر نشاں — لگی جانے ہر صبح فوج گراں
مقابل ہوا آکے جوں فیل مست — اگر فیل تھا تو ہوا اسکا پست
غضب ہی خدا کا کوئی اسکی چیت — اگر اسپ و اشتر ہی تو لوت پوت
نہ خوک اسکے جنگل میں گھسے ہی راہ — نہ شیر اسکی جانب کرے ہی نگاہ
بڑی دیر جنگل میں دوڑا پھرا — لیا زیر بندوق آخر گرا
لگی بہنے شمشیر جدول مثال — گئے قیمہ کرنے جوانان کار
بہت ایسے مارے بہت کٹ گئے — نظر کر کے ہیبت جگر پھٹ گئے
کشوبن میں رونق نہ پائی گئی — پھر اسپر جو ایسی ادائی گئی
جگرواں کے شیروں کے پھٹ پھٹ گئے — یا بانن سے کر گدن ہٹ گئے
نہ فیلوں میں سدھے بدھے شیر و نمیں زور — نہ چیتوں کو جا گھہ نہ گوروں کو گور
نہ بونتی کو چھوڑا نہ باقی ہی جھاڑ — پہاڑوں کو راہوں سے ڈالا اکھاڑ
پرندا جہاں پر نہ سکتا تھا مار — ہوا رہکے توپ کا واں گذار
نکل بیر جنگل سے حیران ہوئے — ارا ہے جو تھے صاف میدان ہوئے
جہاں پھرتے چلتے نہ تھے مار مور — چلی پھروں واں تیر بندوق زور
شغال اور خرگوش وہم روبہاں — شکاری سگوں نے کئے نوش جاں
ہوا پر جو تھے مرغ پرواز میں — گرے سیکڑوں ایک آواز میں
بہت جانور کھا گئے کر کباب — ہوئے اشیانے ہزاروں خراب

حواصان تھا کیا جو کہوں تھا کہیں — کہ تعداد کشتونکی پاتے نہیں
بہت مضطرب جھکتیوں میں پھرے — سلامت نہ آخر گئے بر سرے
انھوں ہی میں سیمرغ بھی تھا مگر — کہ پر مارتا ہی نہیں کوہ پر
نہیں فیل مرغ اور شتر مرغ اب — کہ بازوں کے طعموں کے کام آئے سب
کسو بن میں تھے نیستاں اور کانس — چلے راہ واں لے نہ سکتے تھے سانس
برس منیہہ دو دن میں کھل بھی گیا — و لیکن ہی کہر الطیفہ نیا
کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود — ہوئے ہونٹھ سردی سے سبکے کبود
بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے — جنھیں دیکھو دے کانپتے ہیں کھڑے
ہوا سرد ہو کر گئی جان مار — اٹھا یا بڑا لطف سیر و شکار
دل اس دود تیرہ سے گھبرا گیا — کہیں آگ دیکھی تو جی آ گیا
یہی چال تھی ایک دو چار کوس — ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی پڑی ایسی اوس
کسو کوہ کے پاس نکلی جو راہ — گئی کوہ کی تیغ تک کم نگاہ
بلندی تھی اس کوہ کی تا فلک — نگہہ جاتے ہی جاتے جاتی تھی تھک
نہ اس رنگ سے صید ہونگے کہیں — ہوئی خون کے رنگ رنگیں زمیں
جہاں دام اور دد کی تھی بود باش — لگے چوک لوگوں نے کی واں معاش
ہوا ایک جنگل میں آکر گذر — کسو کو نتھی وان کسو کی خبر
ترا کم قیامت تھا اشجار کا — ستم پھر ہوا ے ستمگار کا
کہ اس مرتبہ بار دو سرد تھی — ہوئے سن مگر برف پرورد تھی
کوئی خار بن ہایل رہ ہوا — پھٹے پیرہن ہوش سب تہ ہوا
درختان بے برگ پرید نما — نہ اک شاخ پر مرغ رنگین نوا
بہت سر ملائے بہم تھے شجر — و لیکن نپایا کنھوں نے ثمر

نہ قمری ہوئی نالہ پرداز تک — نہ بلبل کی واں آئی آواز تک
یہی کل مکل تھی یہی کشمکش — پھرے مارتے سر کو دیوانہ وش
درختوں کے انبوہ سے رک گئے — چلے اتنے جھک کے کہ ہم جھک گئے
اگر شاخ جاگہہ سے اپنی ہلی — تو کانٹے سی ہم رہرواں پر چلی
جو اس دشت میں تھا کوئی صید بھی — سو آگے ہی وہ ہو گیا قید بھی
رہائی ہی مقصود تھی واں سے بار — پڑی اپنی سب کو کہاں کا شکار
کہوں کیا کہ یاسر تھے اسمیں قلم — جلے روسیہ اور سو سو بہم
نہ چھوٹی تھی جاگہہ قدم وار بھی — نہ اٹھتا تھا یک نالۂ زار بھی
کہ دل کو کسو کے لگے جوں خدنگ — ہوئے ایسے سن سان جنگل میں تنگ
نکلنا ہوا کھینچ کر یہہ عذاب — ملا پیشتر ایک تہ دار آب
رواں تھا کسو کی طرف تند و تیز — ہوا اسکے چلنے کی تھی بیش خیز
حباب اسکا چشمک زناں موج پر — کہ یوں گرم جاتے ہیں اہل نظر
طلبگار کرتے نہیں سادگی — نہو جوں گہر ایسی استادگی
کنارے پر اسکے اترنا ہوا — دو بالا ہوئی ٹھنڈ مرنا ہوا
نہ رکھتے تھے جو رند مفلس لباس — نہ ان سے ہوا اپنے جامے کا پاس
غزل کہنے کی یہہ بھی جا خوب ہی — جو اچھی ہو موزوں تو کیا خوب ہی

غزل

حیف اس شکار پیشہ کو ہمسے خبر نہیں — ہم ہیں شکار خستہ ہمارے جگر نہیں
ہم خاک منہہ سے ملکے پھرے جیسے آرسی — افسوس ہی کہ روے دل یار ادھر نہیں
آنکھیں نکال اسکے قدم کے تلے رکھیں — تو بھی ہمارے حال پر اسکو نظر نہیں
کیا کیجے جو نکیجئے انداز دام کا — گلزار کے تو قابل پرواز پر نہیں

نکلی پڑے ہی میان سے کاہیکو ہر گھڑی — لاگ اسکی تیغ تیر کو ہمسے اگر نہیں
سر رکھکے اسکی تیغ تلے مرچکو شتاب — یاں پانو پیٹ پیٹ کے مرنا ہنر نہیں

آنکھیں ہیں اسکی راہ پہ جوں نقش پا ہزار
پر میر اسکو کچھ سر سیر و سفر نہیں

لئے کتنے روزوں میں نانک ہتے — جو ان اسنے آگے بھی جا کر ڈٹے
نہنگ اسطرف کے بخاروں کے من — پلنگ ان بنوں سے چلے سر کو دھن
غریب اشتلم جنگلوں میں رہا — نہ جھانکا ادھر کوہ سے اژدہا
گیا سیکڑوں کوس شور شکار — رہے تھوڑ حیوان یکجا ہزار
چلا باز چھاتی کو کھولے جہاں — پرندہ رہا وہم کا بے گماں
زمیں گرد جرّہ ہی کیا تیز بال — رکھا جنے اُٹھتے ہی مرغ خیال
فلک سیر شاہیں کی پرواز دیکھ — لگی جوں نگہ جاکے انداز دیکھ
نہ جھاڑا گیا نسر طایر سے سر — گتھا کرگس چرخ چھوٹا نہ پھر
رواں جسگڑی ہوتی فوج گراں — بہیر و بنہ ہر طرف سے عیاں
زمیں پر قدم کوئی کیونکر دھرے — بیاباں فراخی سے تنگی کرے
کوئی شعبہ آیا اگر درمیاں — ہوا شور لشکر سے محشر عیاں
باندی و پستی تھی اتنی کڈھب — کہ گاہے زمیں گہہ فلک پر تھے سب
کوئی نالا کھولا اگر آ گیا — تو اپنا کیا پھر کوئی پا گیا
گری یاں رہی یاں یہی چال تھی — جہاں در جہاں خلق پامال تھی
ہوا دن تو یوں کھینچتے رنج شام — گئی رات چوروں کے ڈر میں تمام
کہے ہی کوئی کون آتا ہی یہہ — پکارے کوئی کون جاتا ہی یہہ
لگی آنکھ کپڑوں کتیں دور ہو — پھر آرام سے رات کو سو رہو

ہوا خیمہ گہہ دامن کوہ سب — رہا آکے نواب واں میں سب
قریب ایک مٹیا پہاڑی تھی واں — لگا اسے کم کم تھا آب رواں
پہاڑی کہ تو وا کہوں خاک کا — کہ انبار تھا خار و خاشاک کا
محاذی تھا اس کوہ کے ایک دشت — کہ دشوار تھا اسمیں آدم کا گشت
ہوا بد بہت اور پانی لگے — قدم راہ چلتے ہوئے دگمگے
چلی باؤ تو اک موحش ہی شور — رکھے پانو دامن کو کھینچے بزور
فقط خار بن کیا کپڑ پھاڑ تھا — کہ بوٹا بھی واں جھاڑ جھنکاڑ تھا
چلو ہی چلو ہی پہ چلتے نہیں — کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہیں
نہ ٹوٹیں نہ سرکیں نہ کاٹے کٹیں — مگر پچھلے پانو ہی رہرو ہٹیں
کہیں ہاتھی آیا ہی بھڑکا ہی اونٹ — کھڑے لوگ پیتے ہیں لہو کے گھونٹ
کہیں ہینگے انفار سرگرم جنگ — کرے ٹٹو پر تل کا عرصہ ہی تنگ
قیامت نمودار ہر ہر قدم — چلے کوئی کیا رکھکے سر پر قدم
کہیں بچ کے نکلے کہیں جھک چلے — کہیں مضطرب تھے کہیں رک چلے
اسی طور منزل کو کر قطع راہ — پہنچتے رہے ہم بحال تباہ
شجر جمع تھے کچھ تہ کوہ بھی — فرود آیا اسجا یہہ انبوہ بھی
زمیں اونچی نیچی خشونت بہت — اسی سے تھی واں کم سکونت بہت
ولیکن وہی خاک زشت و پلشت — ہوئی بود آدم سے رشک بہشت
ہوئی بیلچوں سے برابر زمیں — چمن سے بھی شاداب وہ سرزمیں
وہ پانی جو چلتا نتھا ڈھنگ سے — کہ تھا رہگزر اسرزناں سنگ سے
صفا اور خوبی میں کچھ بڑھ گیا — کوئی ہاتھ مقدار سے چڑھ گیا
غزل اس زمیں پر بھی کہتی ہی میر — دل اپنا ہی لطف سخن کا اسیر

غزل

لماں ابرو اگر در پی ہوا ہی میر کے — ترکش ان پلکوں کا ہی بالائے ترکش تیر کے
تو کہتا ہی گلے کا تو مرے تعویذ ہی — پر نہیں آثار ظاہر یار کی تسخیر کے
بھی زنجیری رہا ہوں دیر گلشن کے قریب — پہنچے ہونگے دور تک نالے مری زنجیر کے
ہی دست حنائی سے کیا کرتے ہو تم — لو کبھو تک ہاتھ میں دل کو کسو دلگیر کے
صاحب میں نسبت ہی ولے نازک بہت — معترف رہتے ہیں عاشق اپنی ہی تقصیر کے
بھی وہ رشک خور کچھ اب خنگ ملنے لگا — معتقد ہم کیا ہوں آہ صبح کی تاثیر کے

روئے دلکش وہ خدا جانے کہ کسّے کھنچ گیا
میر ہم عاشق رہے ہیں ایسی ہی تصویر کے

ڈی سے لشکر چلا سوے کوہ — چلے بس تو کرئے سیہ روے کوہ
ی وا ندئی سوختہ بیچ میں — کہیں آب میں تھے کہیں کیچ میں
ن سے ہی خرابہ کڈھنگ — پٹیلے سے عرصہ نہایت ہی تنگ
جبر جنگل ایسے تھے انبوہ سے — کہ اُنمیں سے جانا ہو اندوہ سے
بید کے برگ خنجر گذار — کہیں پا نہ رکھنے دیں سر تیز خار
دو درختوں کے اودھر ہوئے — نیستان پھرتے ہی پھرتے موئے
گر بید آئی تو بن بید باف — نہ آئی نظر دور تک راہ صاف
انس تھے واں تو تھے دشت دشت — کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت
چار نالے اترنے پڑے — کنارے پہ دو دو گھڑی تھے کھڑے
ہر قدم گرنے ہی کا خطر — چلے دو قدم راہ پائی اگر
لوگ دشت قلم کو گئے — بہت اسپ و استر عدم کو گئے
اتھ فیلان دشتی کی راہ — ولے ڈر نہو فیل کوئی سیاہ

نہ تھی ملا کوئی بارے نہ شیر ہوئی خیر گوطی ہوئی زادہ و بر
شجر سرکشیدہ بہت کیا کہوں جو دیکھوں تو پگڑی سنبھالے رہوں
چنار اُن درختوں کے تھے پایمال سفیدار رکھتے تھے حکم نہال
اگر کوئی دریاچہ آتا ہی بیچ تو لوگوں کے روندن سے ہوتا ہی کیچ
تلی کوہ رفعت نمودار ہو گیا آمد و شد میں ہموار ہو
کوئی گل زمیں ایسی آئی نظر کہ عالم نے اودھر لگائی نظر
کہیں سبزۂ تر سے جی جا لگے کہیں سرخسوں پھولے دلو نکو تھکے
نہ تھا پر گل زرد واماں کوہ یہی رنگ تھا تا گریبان کوہ
فضا دل کشا آب یکسر صفا شجر خوشنما نرم نرمک ہوا
چرارے بہت مارے کہسار میں دورستہ بکا گوشت بازار میں
بہہ انبوہ اشجار تاشش کروہ پھر آگے بیاباں وہی اور کوہ
کناروں میں اسکے کہیں کوئی کیت وگرنہ یہی سنگ بے رنگ ریت
نہ سبزہ کہیں تھا نہ آب روان نہ دامن میں اسکے چکارا دواں
دکھائی نہ دیتا تھا خوش قد نہال سیاہی پکڑتی تھی چشم غزال
وہی جنگلہ و وطرف بد نمود مقام اسطرح کے بھی ہیں یا ودود
نہ پھولی تھی سرسوں نکچھ تھی بہار نہ ظاہر میں اسکے کہیں لالہ زار
نہ چشمک زناں دور نزدیک پھول نہ نرمی سے آتی تھی باد قبول
چلی بائو ایسی کہ جھکڑ رہے ہوا اور پانی میں پھکڑ رہے
ادھر باو کا شور اودھر آب کا شب و روز مذکور کیا خواب کا
اُدھر کیئیں ایک تھا آبشار وہ البتہ شایان سیر و شکار
وہیں ایک دم تھا دلوں کا لگاو اُترنے ندے جو حواشو نکو باو

سو اپنے تئیں تو نہ تھا کچھ دماغ — کہ حال اپنا تھا جیسا بجھتا چراغ
بہت شعبۂ کوہ مشہور تھا — زبانوں پہ لوگوں کی مذکور تھا
قدم رکھ جو نواب واں تک گیا — سر اُس شعبہ کا آسمان تک گیا
کہ دب وہ جگہ سیر گہ ہو گئی — حضور اُسکے فردوس تہ ہو گئی
ہوا خیمہ استاد ایسی جگہ — کہ آنے لگی دیر واں سے نگہ
رواں دو طرف اسکی ایک آب کم — کہ دل کا لئے جائے سب زنگ غم
جہاں تک نظر کیجے مد نظر — ہوا موج زن کوہ کی تا کمر
نظر والوں کے جی بھی ڈھلنے لگے — گرفتہ دل اس جائے کھلنے لگے
وہ پانی چلا واں سے دریا ہوا — رواں گرم تر سوی صحرا ہوا
ہوا دامن کوہ میں سنگ پر — کیا سنگریزوں کو بھی رنگ پر
کہ لوگ اُنکو ہاتھوں میں رکھنے لگے — جواہر کے رنگوں پر کھنے لگے
کڑاڑوں کا کیا عظم کیجے بیاں — برابر کھڑے تھے وہ کوہ گراں
انہیں میں سے تھی راہ اس آب کی — وہیں بھیڑ رہتی تھی احباب کی
ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام — سفر کی بھی مدت ہو شاید تمام
کوئی روز گھاٹی کی بھی سیر ہی — سبھوں کی ہی معلوم پھر خبر ہی
جو اسمیں کسو شیر کا دیں نشاں — نظر آوے یا کوئی پیل دماں
تو اور ایک دو دن کی ہوتی ہی دیر — وہ ہاتھی بندھے کہئے گا یا وہ شیر
شکار ایسا دیکھا ہی اس بار کا — کہ جھاڑا ہوا دشت و کہسار کا
کوئی دیکھے کب تک پہاڑ اور جھاڑ — ٹلے چھاتی پر سے کہیں یہہ پہاڑ
غرض ہی وزیر جہاں ارجمند — رئیس کلاں کار عالم پسند
ذرا اسکا ہی باب سجود سراں — رہیں حکم کش اسکے زور آوراں

سدا نوہ رہے یونہی دشمن شکار — جہان میں سخن ہی مرا یادگار
بہانے نکر میر اب شاخ شاخ — غزل کہہ زمین گو کہ ہی سنگ لاخ

غزل

نہیں خون بستگی سے چشم تر بند — جراحت نے کئے ہیں چشم پر بند
گیا ہی وہ سو دل کھلتا نہیں ہی — پڑا ہی ایک مدت سے یہہ گھر بند
کریں ہیں شوق گل خون دلمیں ناچار — اسیران شکستہ بال و پر بند
گئے دن ٹکٹکی کے باندھنے کے — اب آنکھیں رہتی رہیں دو پہر بند
بہت ہی یار کا کم بولنا بھی — نہیں چنداں ہم ان باتوں کے در بند
سبھوں سے آرسی کی مثل وا ہو — کسو کے منہہ پہ دروازہ نکر بند
ہمارے ہاتھہ خنجر سے کرو قطع — نہ کھلوایا کبھو اسکا کمر بند
رکھے ہی یار آنکھیں ہی دکھا کر — ہم اُسکے ان دنوں میں ہیں نظر بند
نہ خط آتا ہی اودھر سے نہ قاصد — لکھوں کیا مدتوں سے ہی خبر بند

غزل کا قافیہ تغیر کر میر
ہنر کچھہ اس زمین میں میر کر بند

جگر خوں کن ہیں خوبان حنا بند — دل انکے دست رنگیں کا ہی پابند
گرہ بند قبا میں دے ہمیں دیکھہ — ہوا کیا آہ باغ دلکشا بند
رکھہ آہ سرد ہی سے گرم جوشی — رکے ہی دل جو ہوتی ہی ہوا بند
ہمیں سے کیا وہ جادوگر نبولے — کسو دشمن نے اُسکا منہہ کیا بند
نہیں تھمتا ہی اب پلکوں سے رونا — بہت خاشاک سے دریا رہا بند
ہمیں منظور ہر صورت میں ہی دید — کھلی ہو چشم جوں آئینہ پابند
نہیں کام آتی اتنی تیز گامی — سمند عمر ہوتا کاش جا بند

زبردستوں کی کشتی ہوگئی پاک نکالا عشق زور آور نے کیا نید

بہی انداز باندھے ہیں بہی ناز
قیامت میر صاحب ہیں ادا بند

شکار نامہ

نکر رہی نواب کو قصد صید بیابان پہنا ور اب ہونگے قید
روان بحر لشکر ہوا موج موج گئی چشم خورشید تک گرد فوج
بحار و صحاری پہ ہی عرصہ تنگ مگریاں سر اسیمہ ہیں واں پلنگ
پہن بیٹھے ہیں شیر ببری لباس کریں لوگ شاید فقیری کا پاس
چکارے ہرن دونوں اندیشہ مند دلوں میں ہراس کمان و کمند
کہیں گرگ وادی کو فکر گریز نظر ایدھر اودھر کرے شیر تیز
بنوں میں ہی آشوب کوہوں میں ڈر بیاباں وطن سارے گرم سفر
کہیں امن ہو تو کہوں واں گئے نکل آکھروں سے پریشاں گئے
اسد کے نہ شیرانہ ہنکا رہی نہ کفتار کو تاب رفتار رہی
جہاں کے تہاں فکر میں ہیں کھڑے کہ دنگل سے جنگل میں کیا بن پڑے
ہوا دو وباروت سے تیرہ رنگ صدائے تفنگ و صدائے تفنگ
وحوش بیاباں کو وحشت غضب ہوا ہیں کھڑکنے ہی پتے کے سب
ہزاروں ہی بندوق ہر دم چلے ہوا ہی میں پہنچے پکھیرو جلے
گئی باؤ جو آسماں میں پلٹ کلنگوں کی صف بازنے دی الٹ
ارے انتہ دو چار جُرے کہاں رہے مرغ آبی جہاں کے تہاں
پر تیر جسدم کشادہ ہوئے بزے صید حد سے زیادہ ہوئے
بنوں میں مچی دھوم سی آکے دھوم جہاں دیکھئے ہی قیامت ہجوم

کہیں ارنے مارے غضنفر کہیں — کہیں ہاتھی نکلا ہی اژدر کہیں
بڑے مست ہاتھی جو تھے من چلے — سن اس شور کو چھوڑ کر بن چلے
نہ تیرہ ہی روز گوزنان و گور — کہ شیروں کو بھی قشعریرہ ہی زور
لب آب جا کر جو کھیلے شکار — اسد واں کے تھے کودک نی سوار
ہوئے قرقرے صید ہو ہو کے ڈھیر — ہوا میں سے بھاگا عقاب دلیر
زغن ان بنوں میں نپائی گئی — نہ تعذار کی لاش اٹھائی گئی
ہوا ہی یہی تو یہہ ہوتی نہیں — گو ہو خاو آ کر سیہ یہاں کہیں
جگر کیا کہ پرزن ہوا اس بن میں زاغ — یہہ زہرہ نہیں رکھتے کوہی کلاغ
شتر مرغ سیمرغ از بس ہراس — نہیں آتے کوہ شمالی کے پاس

غزل کہہ کہ ہی میر لطف ہوا
بیاباں خوش آیندہ و خوش فضا

سبزہ ہی آبجو ہی فصل بہار بھی ہی — سرگرم جلوہ دیکھو پہلو میں یار بھی ہی
یہہ تو نہیں کہ ہم پر ہر دم ہی بیدماغی — آنکھیں دکھاتے ہیں تو چتون میں پیار بھی ہی
گل ہمکنار ہو گا ہنس کر کبھو چمن میں — پر کم بغل ہی بلبل اسکو قرار بھی ہی
ہوں وعدہ گاہ میں تو پر میں ہی جانتا ہوں — کچھ اضطراب بھی ہی کچھ انتظار بھی ہی
جوں موج ہم بغل ہوں نایاب اس گہر سے — دریا کی سیر بھی ہی بوس و کنار بھی ہی
ہم جبریوں سے کیا ہو بیدست و پا و عاجز — کہنے کو کہتے ہیں تو کچھ اختیار بھی ہی
کون اس بھبوکے سا ہی دیکھو نہ ٹک بھی تو وہ — شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہی
جانا مسلم آیا اس خاکدان سے گو پھر — مشکل گذر ہی رستا گرد و غبار بھی ہی

دلتنگ میر کیوں ہی ہمرہ وزیر کے تو
دریا فضا ہوا ہی سیر و شکار بھی ہی

اٹھا فوج میں سے یہہ گرد و غبار — کہ منہہ پر تھا خورشید آئینہ وار
فلک کہرے سے تھا دھنواں سا نمود — سماں شب کا رکھتا تھا ملک شہود
زمیں تھی سو تھی فرش بالاے آب — سلحلحل سے مطلق نہ گھٹتی تھی تاب
نہ پوچھو کہ لوگوں کا کیا حال تھا — جو رکھتے قدم واں تو بھونچال تھا
روندے لگے چلنے تفرسے جال — ہوا مذہب شیعیاں اعتزال
کسو ڈھب سے جوں توں کے چلنا ہوا — عجب مہلکے سے نکلنا ہوا
اتر لوگ دریا سے آگے گئے — ہزبر ان خونخوار بھاگے گئے
پلنگان مردم در ایسے ڈرے — کہ جاتے ہیں کوہوں کے چھوڑے درے
بیاباں میں مرنا کہاں سر دھریں — نہ لیں راہ بر عرب کیا کریں

غزل میریاں کہہ اگر ہو دماغ
رکے دل ہمارے بھی ہوں باغ باغ

تھی باؤ بھی آنے کی چمن میں نہ روادار — پر کیجئے کیا گل کی صبا بھی ہی ہوادار
شایستۂ دیدن ہی مرے یار کی صحبت — وہ صاحب ناخواہ ہی بندا ہی وفادار
کیا خوب ہو کیا زشت ہو رو دیوے ہی سبکو — اس عرصے میں آئینے کو دیکھا ہی حیادار
کس طور سے یکرنگ ہوں بے عاشق و معشوق — ہی گل کنے از بلبل بے برگ ہی نادار

کیا بیکسی سے میر نے رحلت کی جہاں سے
رویا نہ کوئی اُس پہ نہ کوئی ہی عزادار

بنوں میں پھرا کرتے ہیں ہمتو و پر — نہیں بولتے ڈر سے غرندہ شیر
رہے تھے جو فیلان مست آن کر — گئے کچلے بن یانسے ڈر مان کر
جو اُنہیں سے آکر لڑا پھر دیا — سو کٹھ بندھنوں سے ہوا فیل پا
کر پوے کہیں تھے بلند اور پست — پھرا رتے تھے وان جیسے پیلان مست

بھی تیغ نواب اس طور سے — بہے جدول تیر جس طور سے
بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر — بہت آئے لشکر میں ہو کر اسیر
لدے ہاتھیوں پر جو ہو کر شکار — ہوئیں بوجھ سے پشت فیلاں فگار
کئے گم جو گیندے نے اپنے حواس — کھڑا ہو رہا آکے بھینسوں کے پاس
کہ بھینس اسکو بھی جان کر لشکری — چلے جائیں صرصر نمط سرسری
نہ چھوڑا ہی طیر ایک عصفور تک — نہ وحشی گئے اور لنگور تک
لگی جا کے شاہیں دستوریوں — پڑے بکریوں میں کہن گرگ جوں
کہ بیباک ایسے بازوں سے آئے ستوہ — کہ کابل سے آگے گئے صد کروہ
ہوئیں فوج سرزن نہ آہیں نہ رنگ — ہوئے قید یا صید کہا بید رنگ
غضب کر گئے جتھے نواب کے — اڑا کھا گئے خیل سرخاب کے
نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت میں — نہ غمخوار رک آیا نظر گشت میں
سبھوں میں جو تھے قازو سارس سرس — ہوئے صید یوں جن پر آیا ترس
حواصل کو ہوتا اگر حوصلہ — تو گرتا نہ کھیتوں میں ہو وہ دلہ
کہیں سارے طاؤس مرتے گئے — ادھر لوگ افسوس کرتے گئے
کہیں جی اتھی تھی زمیں بعد مرگ — نہال اسکے خوش قد بسیار برگ
نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھی — نظر جائے جس جا تلک سبز تھی
ہوا دلکش و ہر طرف سبزہ زار — کہ سرسوں نے کی تھی قیامت بہار
کھڑے لوگ محو تماشا تھے واں — کہ کہنے لگی بلبل خوش زباں
کہ خاطر جنوں سے نہ کھینچ — خبر بھی ہی تمکو کہ آئی بسنت
یہہ عہد جنوں ہی جنوں کیجئے — جگر کو غزل کہتے خوں کیجئے

غزل

بلبل کتے بولنے سے آزار دل نے پایا — کیا کہہ گئی کہ ہمکو سنتے ہی غش سا آیا
نخچیر گہہ میں اسکی جاتا نہیں ہی کوئی — ہمکو تو شوق مفرط وان کا لگا کے لایا
انواع رنج ہمنے کھینچے تھے عاشقی میں — پر ہجر کے الم نے چنگا بہت بنایا
صوفی صاف مشرب بیہوش و بیخرد ہیں — مستی نے اس نگہہ کی مجلس کتیں چھکایا
مہر و وفا و الفت کرتے تھے لوگ باہم — رحمت خدا کی تمنے اس رسم کو اٹھایا
سر مارے تو پری کو ایسی روش نہ آئی — کس ناز سے زمیں پر پڑتا ہی اسکا سایا
یہہ جانتا تو ہرگز بازار میں نجاتا — یوسف کے طور میں بھی سستا بہت لگایا
غیرت سے عاشقی کی جاتا نہیں ہوں میں تو — وہ خود بخود ہی آوے کاش اسطرف خدایا

معشوق تو ہی پر وہ اوباش کجروش ہی
کیا کہئے میر جی سے دل کو کہاں لگایا

کسو ایسے جنگل میں جانا ہوا — کہ مشکل قدم کا اٹھانا ہوا
نظر گرد لشکر پہ تھی دمبدم — نہ تھا وان کے ضیغم کو کچھ اور غم
کوئی ارسلان بھیجتا گر رسول — تو شاید کہ الحاح ہوتی قبول
سووے خوں گرفتہ تو بھولے رہے — بہت اپنے زوروں پہ پھولے رہے
چلی ہر طرف اب جو آکر تفنگ — نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
لگی آگ جنگل میں چارا گیا — بن آئی نہ کچھ مفت مارا گیا
ہوا چہرہ کوئی تو جوں شیر سنگ — نہ شیری دلیری نہ چہرے پہ رنگ
لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا — نہ جا گہہ سے اگسا نہ ٹک ہل سکا
چلے ہم جو بہڑاج سے پیشتر — ہوئے صید دریا کے وان بیشتر
بھرے فرط ہی سے تو دیہات و شہر — کہے تو کہ سونتی گئی رود و نہر
گھسی گولیوں سے مگر بیشمار — رہے سونس گھڑیال چندیں ہزار

جو کچھ زخم پانی میں لیکر گئے — وہیں ہو کے ناسور مر مر گئے
لگا کہنے باخا سر اپنا جھکا — کہ پانی تو جالوں سے سارا رکا
اگر جائے تہ کو دھس جائے — وگر کاڑھئے سر تو پھس جائے
عجب مخمصہ ہی بچے کیونکے جان — یہی موت ہی سوجھتی ہی ندان
جواب اسکا گھڑیال نے یوں دیا — گھڑی ایک دو کا ہی قصہ رہا
پڑی سر پہ بجتی ہی فرصت نہیں — پہر اسکو کھنچتے ہیں اب کیا کہیں
تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہو — کریں کیا اگر یونہیں تقدیر ہو
کوئی دشت یکدست نے زار تھا — رکھے واں قدم پانوں افگار تھا
یہی سینک یا کانس پانی کی گھاس — زمیں و ہوا آب و آتش اُداس
کہیں دوں لگی ہی تمامی ہی دود — کہیں دو شجر ہیں سو کیا بد نمود
نہ پتا نہ شاخیں نہ کچھ انکو بار — سراپا ہی خشک و زبوں زرد و زار
نہ سائے سے انکے کوئی بہرہ مند — نہ دیکھا چرندہ نہ آیا پرند
سیاہی نہ ہرنوں کی ڈاروں نے کی — نہ چشمک کہیں سے چکاروں نے کی
کہیں لپٹی آپس میں دو چار نی — کہیں ہاتھی آیا کہیں شیر نی
کہیں سر پتا سر پہ تھا جیسی تیغ — روندوں کے پانوں پر آیا دریغ
نہ بلبل غزل خواں نہ طیروں کا شور — سبھی دیکھتے میر کے منہہ کی اور
سو اُنے غزل سست سی یہہ کہی — ولے دل کو لوگوں کے لگتی رہی

غزل

ذوق شکار اُسکو ہی اتنا کہ حد نہیں — کس اُسکی تیغ کش پہ ملک کو حسد نہیں
خالی پڑے ہیں صید سے وادی و کوہسار — رہتے دو وحش و طیر کو اب دام دود نہیں
بے حد و کد جو اُسے ملاقات ہو تو ہو — تم کد سے دیکھو ہو کہ ہمیں اسکی کد نہیں

کچھ اور شے ہی خوب ہو دیکھو رخ نگار — ہر چند گل بھی تازہ کھلا اتنا بد نہیں
اس بیکسی سے کون جہاں میں موا کہ میں — جز داغ سینہ آج جز داغ لحد نہیں
کیا سرو و گل سے ہووے تسلی اہل شوق — گل منہ نہیں ہی یار کا سرو اُسکا قد نہیں
بے سوز دل کنھوں نے کہا ریختہ تو کیا — گفتار خام پیش عزیزان سند نہیں
سو یار مست کہنے میں بکتے گئے ہیں ہم — رسوائی کی طریق کے کچھ نابلد نہیں

لطف سخن بھی پیری میں رہتا نہیں ہی میر
اب شعر ہم پڑھے ہیں تو وہ شد و مد نہیں

کہو ایسے بن سے نکلنا ہوا — کہ کوسوں تلک اُسمیں چلنا ہوا
کشیدہ قد اس بن کے سارے درخت — چمن کے سے نو باوگان سبز بخت
برابر برابر کھڑے سر بسر — پھرے دیر او دھر کو جا کر نظر
پڑے چل کہ آیا ترا کم بہت — جو اس اُسمیں جا کر ہوئے گم بہت
کہیں راہ نکلے تو چلنے پڑے — رہے پاں و پر تل بہت واں کھڑے
کہ شاخوں نے جھک جھک ملائے تھے سر — بہت آگے جا جا کے آئے تھے پھر
وہی راہ در پیش و کثرت ہوئی — قیامت کے اوپر قیامت ہوئی
سروں پر اُدھر توپ آئی چلی — پڑی تھی اُدھر لوگوں میں کھل بلی
کہیں اسپ و اشتر کہیں فیل مست — زمیں ہر سر گام بالا و پست
گذر جس طرح اس طرح سے کیا — روندوں نے خون جگر ہی پیا
وہیں بیچ آیا میانا مرا — کوئی دیکھتا رنج اٹھانا مرا
سواری سے مجھکو ندامت ہوئی — کہ چاروں طرف سے ملامت ہوئی
لگے کہنے آیا فرنگی کہاں — کہ چوپالے کی رسم چھوڑی ہی یاں
جسے دیکھو چار اتے رکھکر کہار — لگا ہونے ہر صبح اسپر سوار

چلو ہی چلو ہی کہ بچ جائیو — کہ چوپالے کے پاس مت آئیو
روندے ادھر کے ادھر ہیں خراب — بہہ جاتے ہیں مجرے کو بھاگے شتاب
چڑھے چار کے کاندھے جیتے ہی جی — لیا اٹکل اس سودے میں نفع بھی
کہ گھوڑے دئے چھوڑ یکبارگی — میانوں میں کرتے ہیں آوارگی
نہ اس حال سے اہل دفتر خبر — توجہ نہ عہدوں کی کچھ ہی ادھر
وگرنہ ہو قدغن کہ اب اہل کار — نہ رہنے دیں لشکر میں ڈولی سوار
نمانیں تو چوپالے دیویں الٹ — ابھی گھوڑے لیں دپٹے ایک ہی دپٹ
کرو ور میر بحر اور اب اختیار — مگر اسے نکلیں دُرِ آبدار

جو جو ظلم کئے ہیں تمنے سو سو ہمنے اٹھائے ہیں — داغ جگر پہ جلائے ہیں چھاتی پہ جراحت کھائے ہیں
تیغ دریغ نہیں ہی اُسکی بسمل گہہ میں کسو سے بھی — ہیں تو شکار لاغر ہم پر ایک امید پر آئے ہیں
تل کر سامنے یوں ہی اب جو تیر ترازو ہو اُسکا — کپا کیا لوہو پیکر دلکو اس لے پر لائے ہیں
خم سے لگی میخانے کی دیوار بھی اپنے گھر کی ہی — لطف پیر مغاں عجب کیا ہم آخر ہمسائے ہیں
شوق ہی غم میں بیصبری ہی آہ کسو کو کیا کہئے — اچھے اپنے جی کو ہمنے آپ ہی روگ لگائے ہیں
محو سخن ہم فکر سخن میں رفتہ ہی بیٹھے رہتے ہیں — آپکو جب کھویا ہی ہمنے تب یے گوہر پائے ہیں
دیکھیں طرف ہی کونسی جسے تیغ ناز بلند کرے — ہمنے بھی تو اس ہی جہت سے فرق نیاز جھکائے ہیں
تب تھے سپاہی اب ہیں جوگی آہ جوانی یوں کاٹی — ایسی تھوڑی رات میں ہمنے کیا کیا سوانگ بنائے ہیں
کسکو ایسی بیخبری تھی جسکے بولے تو چونکا — سوتھو کرنے ان پلکوں کی کتنے فتنے جگائے ہیں
کون وہ ایسا ظالم تھا استاد فن عیاری کا — اتنے سن میں جنے تجھکو ایسے فریب سکھائے ہیں

میر مقدس آدمی ہیں تھے سبحہ بکف میخانے میں
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھکے کیا شرمائے ہیں

کیا ایک نالے سے ہم نے گذر — ہوئی قایم اسجا پہ حشر دگر

گیرے گاڑی چھکڑے پیادے ہوا را — کہ مقصد تھا سب کا عبور اپنا پار
گذرا جو فیلوں کا پھسلا ہوا — ملا خاک میں آب چھلا ہوا
کہر تک لگے پھسنے دلدل کے بیچ — کہ نالے کا پانی تھا یکدست کیچ
پھسے گاؤ اشتر گرے بار خر — ہوئے اوندھے واسطر بھی زیر و زبر
اگرچند باندھے تھے دو جسر خام — ہوئے اینکہ تر بیلے میں دونوں تمام
مدد یکھ تھے آگے کہ یہ ہے سمیں — ولیکن خدا نے اتارا نہیں
سلامت رہا اپنا اسباب لب — رہے لوگ لشکر کے کرتے عجب
چلے جو ان سے آگے خیمہ پلا — کیا بانے پکے اپکے کو ہو دلا
عجب راہ پر خوف مشکل گذار — نہ تھے معلوم راہ تھی جو اندار
خطر شیر کا پشہ زیکا کا — عجب فوان کے جانے کا علم زاہ کا
کہ جاؤ زمیں کچھ ہو پیدا نہ تھا — کہیں آسمیں پگ آندی پیدا نہ تھی
کرے غار پانوں کی لغزش بلا — چلے باؤ تو نی اکی لرزش بلا
صدا برگ نی اکی نہایت مہیب — طریق عجیب و شما فرغریب
جنوں پادشہ وہ دشت وحشت اشعار — کہ فیاں لکے طفلاں بازی مدار
کہیں پانی آیا سو حالت خراب — کہ تھا زابر کا اسلحیں ہر جائے آب
نہ تھی نہ اسباب اپنے کنے — بہت ایک تھا میانہ بنے
چنا بچہ گئے راونی کے کنار — نہ رہ بطا تھ نائی کسو سے نہ یار
کہ رہے ہم رہے ہم پر رکھے ہاتھ — کہیں پاؤ جانے کی کس منہ سے بات
کہا ایک میانے میں اپنے نہ ئے — پھر اسکے جو تھے چار دن ہمنے لیئے
چرہ ہانکے سر آ روئے دریا نہ ئے — ہوئے پانی پانی کہ شرما ہوئے
خجانا کہ آتا ہی کیسا قدم — کہ صید بیابان گئے اکر کے رم

گوزن ایک دو مار لائے کبھو　　اڑے باز جُرّے کہیں ایک سو
نہ صید ایک دیکھا پھرے لاکھ رنگ　　غزل میر نے بھی کہی اور ڈھنگ

غزل

اک درج موتیوں کے عوض ہاتھ آ گیا　　یوسف ہزار حیف کہ سستا بکا گیا
جانا نہ تھا سرائے سے مجھ مختصر کے ہائے　　کہا وقت رہ گیا تھا کہ وہ منھ چھپا گیا
آشفتہ سر ہیں سرو و گریباں دریدہ گل　　بیٹھا کہاں چمن میں کہ فتنہ اٹھا گیا
گلبرگ سے بھرے تھے کہے تو کنار و جیب　　کہا کہا سمیں نہ گریۂ خونیں دکھا گیا
خط بھیج کے بھی شوق کئی ہاتھیں چلی گئیں　　قاصد کے پیچھے دور تلک میں لگا گیا
روتا ہوں یوں کہ ہر سے ہی شدت سے جیسے منھ　　جوں ابر میرے دل پہ بھی عشق چھا گیا
جو نقش روزگار کے صفحے سے محو ہو　　صورت پذیر پھر نہیں ہوتا مٹا گیا
ہستی مری کہ ہیچ تھی میں منفعل رہا　　اس شرم سے ندان زمیں میں سما گیا

داغ دل خراب شبو نکو جلے ہی میر
عشق اس خرابے میں بھی چراغ اک جلا گیا

چلے صبح گہہ دامن کوہ کو　　تماشا کناں فوج و انبوہ کو
درختوں میں چلتا تو دشوار تھا　　ولے راستہ بھی قدم دار تھا
گذارا ہوا یونہیں اک آہو کہیں　　پتیلے پہ ہنگامہ آرا تھی اوس
نیستاں میں چھپتا تھا گو تیرے سوار　　اگر ہو تو واں شیر کا ہو شکار
نہ ہاتھی کے پاؤں کا پایا نشاں　　نہ ہاتھی کے پاؤں کا پایا نشاں
پتیلے سے کیلے کا جنگل ملا　　پھر آ کر وہیں بہہ جو دنگل ملا
عجب کشمکش درمیاں آ گئی　　بھپیر اک بلا تھی جہاں آ گئی
نہ ہاتھی کو جا گہہ نہ چلنے کو راہ　　سروں پر کڑے اسپ و فیل سیاہ

خطر فیال دشتی کا ہر ہر قدم گئے شہر کے ہر قدم پر قدم
کنار آب کے لوگ اترے تمام ہوئے دامن کوہ میں کچھ مقام
سر کوہ کچھ فکر نہو چرخ سائے کہ نو اب واں سیر کرنے کو جائے
رہے آب پر فرش چھوکی و تخت رہے رود کوہ و زہے انکے بخت
ہمارا تو جانے کو چاہا نہ جی کہ تھے پیر ہم واں ہوا خوب تھی
رہی منعقد بزم تہا ناچ راگ نہو کچھ تو کیونکر ہو پھر دلکی لاگ
کہی اور ہی بحر میں یہہ غزل مگر میر کو ہی دماغے خیال

غزل

کر لطف عارض مت چھپا عاشق سے ای یار اسقدر یک جان کو ہے عارضے یک دلکو انکار اسقدر
جو کچھ ہی سو دل کا سبب غم غصہ و رنج و تعب تھے چاہنے سے پیشتر کاہیکو بیمار اسقدر
ہر دم جو اُسکے ابرواں جنبش میں ہیں کانپے ہی جاں یعنے ہیں آنکھیں چھپتیاں جاتی ہی تلوار اسقدر
شب نالہ وزاری رہے دن خستگی خواری رہے وہ دل نہیں باقی رہا کہنیکے جو آزار اسقدر
وے دلزدے ہیں خستہ جاں مرجاتے ہیں جہ ناگہاں ورنہ قضا کس شخص کی پہنچی ہی یکبار اسقدر
طرے سے طراری کرے مستی میں ہشیاری کرے آیا نظر ابتک نہیں طرار و عیار اسقدر

الفت کہاں کلفت ہی یاں یہہ بھی عجب صحبت ہی میاں
بیزار رہ اس مرتبہ جسے ہمیں پیار اسقدر
تم آگے تھے کب بدگماں سب حجت و یکسر زباں
اب یک سخن پر مہرباں کرتے ہو انکار اسقدر
آنکھیں کھلی ہیں میر کی جب دیکھو تب آئینہ ساں
آدم نہیں ہوتے کہیں مشتاق دیدار اسقدر

بہا سنگریزوں پر اس رنگ آب کہ قدر انکی جوں قدر یاقوت ناب

لئے عہدے ہاتھوں میں دیکھیں بہار — کہ ہر شب ہی کا ہی وقت لیل و نہار
اسی آب کا راستی بار ہی نام — ہمیں ساتھ اسکے ہی ربط تمام
کنارے کنارے اسی کی ہی راہ — چلے جاتے ہیں گو نہ وے ہنا ہ
جہاں تک ہی آب و خوراب جائینگے — سہیں دیکھیں گے جو نظر آئینگے
جبل سے ہوئے ظاہر آثار آب — برسنے لگا قطرہ قطرہ سحاب
ہمیں پر نہیں کچھ ہوا کا ستم — کہیں گرگ وادی کو بھی ہی یہہ غم
کہیں ایسے آ مکرے ہیں حیوان دشت — کہ تکرے کرو تو نہیں گرم گشت
نہ نکلے ہی ہاتھی نہ بولے ہی شیر — کوئی روز پکرا ہی سو بعد دیر
اسد یکطرف یوز یکسو رہے — عجب یہہ ہی باندھے گئے اڑوے
نہ یوں کوچہ و در کا ہے کار بند — نہ اب دشت و در میں نمر ہی نہ مار
شکار افگناں راہ کرتے تھے طی — لے جاتے تھے خاک میں دشت نی
نہ ہرنوں کو جنگل میں طاقت رہی — نہ مگروں کو پانی میں فرصت رہی
اسد پارے جاتے تھے سگ کی مثال — بندے آتے تھے یوز و گرگ و غزال
ملا ایک پنکھ چقرا گر پا گرا — تو کثرت سے یو نیزہ پانی چڑھا
بہت منکلوں سے کیا میں عبور — کہ یک گام راہ اور سو فتور
غزل بحر کامل میں تو نے کہی — کہ اڑ جائے میر اس بحیرے کنی تہ

غزل

بہ دماغی کہ کسو سے ہم کریں گفتگو غم یار میں — نہ فراغ ہی کہ فقیروں سے ملیں جاکے دلی دیار میں
نہ چمن میں جاتے رہا ہی دل نہ تو ہمیں پھرنے لگا ہی دل — وہی بیکلی رہے جان کو رہے سیر میں کہ شکار میں
کہے کون صید رمیدہ سے کہ ادھر بھی پھر کے نظر کرے — کہ نقاب الٹے سوار ہی ترے پیچھے کوئی غبار میں
تری شام خط کے قریب کے جو صفا میں دیکھی ہیں خوبیاں — نہ سمائیں یہہ گل میں نظر ترے یہہ رنگ صبح بہار میں

کوئی شعلہ ہی کہ شرارہ ہی کہ ہوا ہی یہہ کہ ستارہ ہی یہی دل جو لیکے گرینگے ہم تو لگے گی آگ مزار میں

جھکی کچھہ کہ جی میں چبھی سبھی ہلی ٹک کہ دلمیں کُبھی سبھی
یہہ جو لاگ پلکونمیں اُسکی ہی نہ چھری میں ہی نہ کٹار میں
مرے ایک دلمیں جو غم یہہ ہی سو فزوں ہی میرے شمار سے
نہ تو دس میں یہہ نہ پچاس میں نہ تو سو میں یہہ نہ ہزار میں

بڑے جانور خوار کیا کیا ہوئے بندھے پاے فیلاں سے رسوا ہوئے
بہت نالے کھولے پکھالے گئے بحیروں سے رد ہو نکالے گئے
مگر کی پس از مرگ عزت ہوئی کہ ہاتھی پہ چڑھنے کی رخصت ہوئی
کشف کا ہوا ہی یہہ اوصاف اب کہ جھینگوں نے کی شرح کشاف اب
نہ تیتر بیٹر اور کبوتر ملا دیئے باز جروں کو سارے کھلا
کہیں بحری پانی میں یوں جا لگی کہ بنچوں میں لے صید ادھر آ لگی
ہوا میں سے یوں کر اتارے کلنگ کہ بازوں نے چڑیا سے مارے کلنگ
کسو اور ازنوں کو دیکھا کھڑے کہے تو بیابان میں ہاتھی پڑے
جگر کر کے جاتے تھے مردان کار تو وہ ایک دو کر ہی لاتے شکار
وگرنہ بشر کا نہ مقدور تھا قریب اسکے جانا بہت دور تھا
نہ ان جارشانوں کا روکش ہی شیر نہ سو فیل دو چار رکھتے ہیں گھیر
مددگار تھے حضرت زندہ فیل پکڑ لاتے تھے لوگ تب زندہ فیل
بحیرہ نہ دریاے اعظم سے کم اُٹھا کرتے تھے لُجّے لطمے بہم
ہر اک موج اُسکی سمندر کی لہر کنارے پہ گرداب غرقاب قہر
یہی جنگل اُس جھیل کے آس پاس درختونکا انبوہ نی کا اکاس
اسی بن میں شیر اور یوز و پلنگ اسی بن میں گور و گوزن اور رنگ

اسی بن میں ہاتھی وہیں کرگدن — وہیں قوج سرزن اُسیمیں ہرن
اسی بن میں لنگور بندر بھی تھے — وہیں ایک دو ہم قلندر بھی تھے
اسی بن میں پاڑھا وہیں نیل گاؤ — اسی بن میں یہہ صید بندی کا چاؤ
اسی بن میں تھے حضرت بو حمید — اسی بن میں نسناسی انکے مرید
اسی بن میں تھے خوک جاموش رنگ — گیا اس سور بن نے لوگوں کو تنگ
اسی بن میں رہنا اسی بن میں راہ — وہیں شام کا حسن لطف پگاہ
اسی بن میں وہ جھیل گہری بہت — ہوئے صید بری و بحری بہت
وہیں مچھلی بکتی تھی دمڑی کی سیر — ولیکن نہ کھاتا تھا ہو کوئی سیر
کہ اس آب کا ہضم دشوار تھا — کہ جوں آب شمشیر دم دار تھا
شغال اور خرگوش جیسے گئے — شکاری سگ انکو اچک لے گئے
غزل سے لگا ہی بہت میر دل — کہ اس مثنوی میں کہیں متصل

غزل

ہیگی طلب شرط یاں کچھہ تو کیا چاہئے — بیٹھے نہیں بنتی میاں کچھہ تو کیا چاہئے
عشق میں ای ہمرہاں کچھہ تو کیا چاہئے — گریۂ و شور و فغاں کچھہ تو کیا چاہئے
ہاتھہ رکھے ہاتھہ پر بیٹھے ہو کیا بیخبر — چلنے کو ہی کاروان کچھہ تو کیا چاہئے
میں جو کہا تنگ ہوں مار مروں کیا کروں — وہ بھی لگا کہنے ہاں کچھہ تو کیا چاہئے
سون کسے رہنے کی کسنے بدی ہی بھلا — لطف و غضب مہرباں کچھہ تو کیا چاہئے
کام اب اپنا ہی یاں کندن جان ہر زماں — کیا کریں ہم ناتواں کچھہ تو کیا چاہئے
کیا کروں دل خوں کروں شعر ہی موزوں کروں — چلتی ہی ابتک زباں کچھہ تو کیا چاہئے
ہو نہ سکے گر نماز دلکی طرف کر نیاز — وقت گیا پھر کہاں کچھہ تو کیا چاہئے
چاہوں کسو سے دعا دلکی کروں اب دوا — نفع ہو پھر یاز یاں کچھہ تو کیا چاہئے

عمر لئی لغو سب وقت بہت کم ہی اب — کچھ نکیا ہاے میاں کچھ تو کیا چاہئے
یہہ تو نہیں دوستی ہمسے ہی جو تمکو رہی — پاس دل دوستاں کچھ تو کیا چاہئے
تونے کمان کی ہی زہ پر ہوں زبون صید میں — میری بھی خاطر نشان کچھ تو کیا چاہئے

میر نہیں پیر تم کا ہاں اللہ رے
نام خدا ہو جوان کچھ تو کیا چاہئے

کنارے پہ تھی اسکے یک گل زمیں — سراسر ہری جوں زمرد نگیں
جہاں تک نظر جاے شاداب تھی — کہ یکدست واقع لب آب تھی
وہیں خیمے سب کے ہوئے تھے کھڑے — وہیں دام رہتے تھے اکثر پڑے
نوارون کی سیر اسمیں ہر شامگہہ — وہی سیر گاہ و وہی دام گہہ
وہیں صد ہوں مرغ و ماہی تمام — مقام ایسے ہو ویں تو کرئے مقام
ہوا خیمہ آکر جو نواب کا — فلک سا ے تھا فرق اس آب کا
ہوا ہو تاوان کاش وو آب رز — ہوئے جیسے شایستۂ سیر نز
عجب ڈھب سے کی روشنی صد عجب — کہ دیں چھوڑنا دیں دئے بھر کے سب
جدا ہو ویں تو غنچہ غنچہ چراغ — ملے جیسے عاشق کی چھاتی کے داغ
ورے روشنی شعلہ انگیز نار — پرے سطح پانی کا آئینہ وار
ہوئیں کشتیاں کچھ ورے سے پرے — چراغوں سے موجوں کے کوچے بھرے
حبابوں میں تھی جو چراغوں کی تاب — حبابی تھا آئینہ سب سطح آب
نمودار چرخ پر انجم تھی شب — دیوں سے وہ پھیلاؤ پانی کا سب
غرض روشنی کی عجب کچھ تھی لاگ — لگا دی ہی گویا کہ پانی میں آگ
غزل میر کوئی کہا چاہئے — کسو تو زمیں پر رہا چاہئے

غزل

کب آوے گا کیا جانے وہ سرو قامت — ہمارے تو سر پر ابھی ہے قیامت
نماز سفر ہی اشارت اسی سے — کہ تھوڑا بہت یاں ہی وقت اقامت
ز بار ا لطف غارت دل تلک بس — نہیں ابتو بندے سے صاحب بہ ملامت
گریباں کو گل چاک کرنے لگینگے — کھلے رکھہ گاتاں میں بند قبامت
اُٹھا کر نہ یک زخم شمشیر اُسکا — غزال حرم نے اُٹھائی ملامت
بگڑتی ہی صورت علاقے سے دلکے — کسو بیوفا سے دل اپنا لگا مت
کوئی فصل گل میں بھی توبہ کرے ہی — رہے گی ہمیں دیر اسکی ندامت
کہیں دل کی لاگیں لگیں چھپتیاں ہیں — کہ چہرے کی زردی بری ہی علامت

گئے سو گئے بیشتر تھی جوانی
رہ عشق میں میر آیندہ خامت

زمانے میں ہی رسم کہنے کی کچھہ — احمد اسے ہی نام رہنے کی کچھہ
کسو سے ہوئی شاہ نامے کی فکر — کہ محمود کا لوگ کرتے ہیں ذکر
گیا شاہجہاں نامہ کہہ کر کلیم — دل شاعراں رشک سے ہی دو نیم
کنھوں نے کہی عشق کی داستاں — ہوا کوئی کہانی سے ہمدستاں
پی آصف الدولہ میں نے بھی میر — کہے صید نامے بہت بے نظیر
مگر نام نامی یہہ مشہور رہو — گئے پر بھی لوگوں میں مذکور رہو
زہے آصف الدولۂ دادگر — سخنور نواز اور عاشق ہنر
دہش سے جہاں اُسکی رونق پذیر — وزیر ابن وستور ابن وزیر
کریمی کرے تو جہاں ور جہاں — کف جود خورشید سا زر فشاں
سراپائے احساں تمامی ہمہ — ہمہ تن مروت سراسر کرم
ہمیشہ رہے گرم سیر و شکار — یہہ حرف و حکایت بھی ہی یادگار

غائے غزل اک رباعی کہو سخن آگے موقوف چپکے رہو
ت کچھ کہا ہی کرو میر بس کہ اللہ بس اور باقی ہوس
اہر تو کہا کہا دکھایا گیا خریدار لیکن نہ پایا گیا
اع ہنر پھیر لے کر چلو بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو

غزل

کرو تامل کہ حال ہم میں رہا نہیں ہی غموں کے مارے
جو کچھ بھروسا جنھوں پہ تھا سو شکیب و تاب و تواں سدھارے
ہوئے ہیں غایر قیامت ابتو گئے جگر تک گئے ہیں دل تک
جو تک بھی دیکھے وہ غور سے تو جراحت اسکو دکھاویں سارے
ہماری آنکھیں بہیں ہیں اتنی کہ اب ہی دریا محیط عالم
کہیں کہیں جو زمیں ہیں مردم سو بیٹھے ہیں وے کئے کنارے
کریں تحمل سو کاہے پر ہم مدام بیخود ہمیشہ عشق ہی
گئی ہی طاقت دلوں سے شاید نہیں ہی آیا جگر ہمارے
کبھو سروں پر ہی تیغ نالہ کبھو سناں فغاں جگر پر
کسو سے کہنے کا کچھ بھی حاصل گئے ہیں جوں توں کے وقت بارے
بھری تھی آتش کہاں کی یارب دل و جگر میں کہ نصف شب کو
لگا جو رونے تو جائے آنسو مری مژہ سے گرے شرارے
قبول عشق و محبت اتنا ہوا ہی ای میر سیر قابل
مدام جاتے دکھائی دوں ہوں کبھو نہ آئے کہا کہ آرے

رباعی

چلنے کو ہوئے بادیے سے ہم جو کرتے مل چلنے کے اتفاق بہیرے مرے

ضا

مجنوں نے کہا تھا میں بھی آتا ہوں میر آیا نہ رہے راہ میں ہم ۔ ذبر

تمام شد مثنوی مسمی صید نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی در بیان کد خدائی آصف الدولہ بہادر

ہی جہان کہن تماشا گاہ آصف الدولہ کارچا ہی بیاہ

آو ساقی کہ کد خدائی ہی طبع نواب ادھر کو آئی ہی

دل خوش احباب و شاد پھرہی دہر بستہ آئیں دو راستہ ہی شہر

نئے سر سے جواں ہوا ہی جہاں عیش و عشرت کے محو خورد و کلاں

ہر طرف شہر میں ہی آرائش رہروانکی نہیں ہی گنجایش

شیشہ باز فلک ہی آتش باز کہکشاں سے ہوا ہوائی ساز

ماہ سے ماہتاب کی ہی طرح کیسے ہو لطف روشنی کی شرح

نہیں رستوں میں روشنی کے دئے نجم ہی چشم روشنی کے لئے

کیا ستاروں کا چھوٹنا کہیے آسماں کی طرف ہی تک رہیے

شب شادیکی دھوم کی کیا بات روز روشن تھی روشنی سے رات

دو طرف چھوٹتے جو ہینگے انار راہ ورستے ہوئے ہیں باغ و بہار

آو ساقی کہ جمع ہیں احباب سب مہیا ہیں عیش کے اسباب

لا وہ جون آفتاب ساغر زر آب گلرنگ سے لبالب کر

آج جھوما ہی ابر بخشش زور — کچھ نظر ہی تجھے ہوا کی اور
دست دستور ابر نیساں ہی — یعنے یکدست گوہر افشاں ہی
کر چمن زار دست و دل کی سیر — ہیں نہال آج آشنا و غیر
گل نمط دل شگفتہ سب کے کئے — خلعت فاخرہ سبھو نکو دئے
لا کہاں ہی وہ لالہ رنگ شراب — جسے مست گذارہ ہوں احباب
آ و مطرب لئے رباب و چنگ — کاڑھو منہہ سے نواے سیر آہنگ
ہر طرف رقص میں ہیں گلرویاں — پاے کوباں ہیں سلسلہ مویاں
شادمانی سے ہو نوا پرداز — دے بہار گذشتہ کو آواز
گل و لالہ سے چشم باز کرے — رنگ صحبت کو دیکھ ناز کرے
چھیڑ ساز طرب نوا کتئیں — باندھ آواز سے ہوا کتئیں
وجد میں لاوی پرستوں کو — یاد دے تک سرود مستوں کو
آ و ساقی کہ روشنی ہی خوب — محو آرایش آج ہیں محبوب
کاغذیں باغ کیا تماشا ہی — پھول کترا کہ گل ترا شا ہی
بکے سی مشعلوں کا ہوں بندا — نور کا ماہ نے کیا چندا
شیشہ شیشہ شراب ہی درکار — صحبت عیش کو چھکا یکبار
لالہ رنگ رخ نکویاں کو — مایہ ناز خوب رویاں کو
اُس پری کو نکال شیشے سے — رنگ مجلس میں ڈال شیشے سے
ہوئے سرمست ہو تماشائی — حکم کش ہی سپہر مینائی
چھوڑ آئیں بردباری کا — سیر کر لے تزک سواری کا
چل گلابی کو ہاتھ میں لے لے — ایک دم جام متصل دے لے
ہی سواری کے فیل کی وہ دھوم — جیسے ابر بہار آوے جھوم

آئے دولت سے سراشے ہو کے لاکھ سوار ۔ لعل نایاب و گہر ہیں طرف نثار تو
اک مہابت کے ساتھ فیل نشان ۔ آگے آگے نقارہ کے دو اس تو
اور ہاتھی آویں جو اس مدھ ماتے ۔ جیسے آوے ہیں جو اس مدھ ماتے
جان نذر نفاست کے بنا نے شبہ ۔ ہے وہ کشش نہ نخیم فلک ہیں عجب
پاتھیں جانبی ہیں نرالے سے پوت ۔ صف ہے ہو صف شکن اور ابروؤں کی جوان
سال بہتیر رکاب میں ہیں سنگ ۔ جنکے ہو پکھے کمیت چراغ ہی ہوا گے
خواہش سوار ہی و خوش جلو خوش راہ ۔ ہو گئے لے چلے ہوں پھر نہ ٹھہرنے گاہ
گرد و غول ہیں تیز ہیں حمایان کل ۔ ہیں جلو میں ہزار ہا بل کل
دھاک بہت تحیر و کام ہے ست خیال ۔ رہ گیا دیکھ کر ہو نکی چال
دیکھتے پلٹے نہ ہو چھیرے ارجا ویں ۔ آنکھ جھپکے ہو تو کل شکل گم جا ویں
کس سماں سے ہیں ہو سے آگے ۔ ہاں کے جیتے رہے ہم رہا گے
سو بنے رنگ ڈھنگ کیا تو ش ۔ کوار جلا و ے چلن خوش ادا ہی کا تمک اوچوں بجاوے
رخ ہے شہ سوار کے پر کا ۔ کس کو تاب ہے ہو ہے ترا ب
ہاتھ کاب و لجام سے جملے ۔ ہا و ہو نہیں ہا ۔ دلکش آواز اس کا ہے سجاوٹ ہو نہیں
پھلکتے ہیں جو دن شہ دست ۔ لا کھ گذریں ہیں دستہ کل
ہو وے جا یا ہو وے تب کیا ۔ خواہش ایسی گھوڑے پا جا وے
سا تھ یا وے ہو تی ہیں جو ابتی ۔ شادی ایسی بھی اتفاقی ہی
ہے مبارک بہت خوش انجام ۔ دو بر گر دو ہے کام عیش مدام
لا ہو منھ غزل بسر ائی کر ۔ کچھ مزے اب بھی آشنائی کر
کہ غزل میر کی ہو وے یاد ۔ اُنکو تو ایسی کہتے ہیں استاد

غزل

ہو سم ابر ہو سبو بھی ہو　　گل ہو گلشن ہو اور تو بھی ہو
رکبناک آئینے کا یہہ حسن قبول　　منہہ ترا اسطرف کبھو بھی ہو
ہو جو تیرا سا رنگ گل کا ہے　　ریجھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو
ہی غرض عشق صرف ہی لیکن　　شرط یہہ ہی کہ جستجو بھی ہو
سرکشی گل کی خوش نہیں آتی　　ناز کرنے کو و یسا رو بھی ہو
کسکو بلبل ہی دم کشی کا دماغ　　ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو
دل تمنا کدہ تو ہی پر میر
ہو تو اسکی ہی آرزو بھی ہو
تمام شد

مثنوی در بیان مرغ بازان

دلی سے ہم جو لکھنؤ آئے　　گرم پرخاش مرغ یاں پائے
پرو پرزا درست و یکساں ہی　　مرغ تصویر کا بھی حیراں ہی
مرغ ہی ایک ایک جیسے کا نگ　　فازو سارس سے جنگ جسکا ننگ
حوصلہ کس قدر حواصل کا　　ذکر کیا کر گس شتر دل کا
لات کی گھات کر جو مر جاوے　　نسر طایر کا رنگ اڑ جاوے
زہرہ قُقنس کا اس خطر سے آب　　شب نہ سووے ہراس سے سرخاب
بکری سافیاں مرغ کو مارا　　کب شتر مرغ سے ہوا چارا
آدمی جو برے کہاتے ہیں　　مرغ مارے بغل میں آتے ہیں
سرخہ و سبزوار کے سب مرغ　　ہیں شناگستر ایسے کب تھے مرغ
ہو جو کیں مرغ خانگی کنیں　　مت سن اس ہرزہ چانگی کنیں
لات مارے جو کانقہ کر حاقو　　حیدر آباد تک پرے ہی دوم

ضا

کھا کے سینے کی مدعی سووے — نسر واقع کا واقعہ ہووے
نے ثنا سے بطیں ہی ہیں تر لب — مرغ عیسی ہیں مدح خواں ہر شب
ٹینے کے سر پر آج ٹیکا ہی — اسکے آگے کنیاں پھیکا ہی
کیا عجب انکی رہگذر کا فرش — ہوں پر افشاں تو ہو خروس عرش
اڑ گیا حلق کا جو لڑتے پوست — کی صدا مرغ دوست نے ہی دوست
کیس اس رنگ ہوتے ہیں محسوس — جوں گلستاں میں ہوویں تاج خروس
شور جنگ آوری کا تا کہسار — کبک کا گھر خروس پر ہی بار
کب ہیں پیلے سے مرغ زریں بال — حسن لاکھے کا سمجھے مرغ خیال
کر سکے وصف مرغ کیا کوئی — مرغ آمین کو دعا کوئی
وقر اتنا کہ دیر بچے لیں — جان دے کوئی تخم مرغ ندیں
مرغ بازوں سے ساز کر دیکھا — در الطاف باز کر دیکھا
ربط رکھا بہت انھونکے ساتھ — ایک پر مرغ کا نہ آیا ہاتھ
مرغ کا مرغ ہووے مرغ انداز — مرغ ایسا ہو تو بجا ہی ناز
یعنے اپنا حریف جب پاوے — پر ہلانے نہ دیوے کھا جاوے
سینہ کیا سینہ بال کیا پر و بال — جیسی چشم خروس آنکھیں لال
بازی بد بد کے جب لڑاتے ہیں — کانٹے لوہے کے باندھ لاتے ہیں
آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار — پھوٹا چھاتی میں ایک لگ کے دو سار
ہاتھ جس مرغ باز کے تھا وہ — پانی کرنے لگا تر آ کر وہ
کچھ جو ٹھہرا تو دم دیا انے — تعبیہ کبر کے رکھ لیا انے
اور جو سست ہو ہوا تھیلا — دونوں بازو کے پر دئے پھیلا
دم سے گیا ہو یہہ بیدم و مجروح — قصد پرواز میں تھا مرغ روح

ہو چکا ہو چکا ہوا یہہ شور — ڈھلکی گردن گیا وہ سارا زور
پھیلا پالی میں بھی غم جانسوز — دلزدہ پھر ہیں مرغ دست آموز
جانور رنگ باختہ سب ہیں — یعنے حیران فاختہ سب ہیں
مرغ قبلہ نما کو وحشت ہی — بال کھولے ہیں پر نہ طاقت ہی
ورنہ اڑ کر کہیں چلا جاتا — دیر اپنے مقام پر آتا
جمعے منگل کو پالی کی ہی دھوم — گلیوں میں روز حشر کا ہی ہجوم
مرغ بازوں کو ہی قیامت جوش — جسکو دیکھو تو مرغ در آغوش
مرغ لڑتے ہیں ایک دو لاتیں — سیکڑوں ان سفیہوں کی باتیں
اپنے پر جھاڑے یے پھڑکنے لگے — انے کی نوک یے کڑکنے لگے
وہ جو سیدھا ہوا تو یے ہیں کج — ساتھہ اسکے بدلتے ہیں سج دھج
مرغ کی ایک پر فشانی ہی — انکی صد رنگ بد زبانی ہی
ایک بولے کہ کاری آئی چوٹ — ایک کہتا ہی بس گیا اب لوٹ
جھکتے ہیں آپ کو چراتے ہیں — لاتیں گویا کہ یے ہی کھاتے ہیں
ایک کے منہہ میں مرغ کی منقار — ایک کے لب پہ ناسزا گفتار
منہہ میں آیا جو کچھہ سو بکنے لگے — تیکھی نظروں سے سب کو تکنے لگے
طرفہ ہنگامہ طرفہ صحبت ہی — بعد نصف النہار رخصت ہی
کھانچے سر پر بغل میں مارے مرغ — لیگئے جیتے ہارے سارے مرغ
پھر جو روز معین آوے گا — نالہ مرغ سحر سناوے گا
عالم آویگا گرد ویسا ہی — گرم ہنگامہ ہوگا ایسا ہی
میر ان کا نہو دے گو قائل — مرغ معنی پہ وہ بھی ہی مائل

مثنوی در بیان دنیا گوید

سنو ای عزیزان ذی ہوش وعقل — کہ اِس کاروان گہہ سے کرنا ہی نقل
پیمبر ہی شہ ہی کہ درویش ہی — سبھوں کو یہی راہ در پیش ہی
کہو گے کہ آگے تھا کہتا کوئی — نہیں اِس سرا بیچ رہتا کوئی
بجا ہی کیا کوس رحلت مدام — کنھوں نے نہ بجتا سنا یاں مقام
یہہ بیتھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں — جہاں جملہ ہی ایک بزم رواں
جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش — یہہ منزل نہیں جاے بود اور باش
لدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار — نہ خاک سب کا ہی دار القرار
نہ یک بوئے خوش ہی ہوا ہوگئی — وہ رنگینیٔ باغ کیا ہو گئی
ملے خاک میں جھڑ کے گلہاے تر — پریشاں ہوئے مرغ گلشن کے پر
پتنگوں نے گر خاک مسکن کیا — چراغوں نے بھی خانہ روشن کیا
گئی خاک دامن فشانی کے ساتھہ — رہا آب سو بھی روانی کے ساتھہ
رہی راکھہ ہو کر اگر آگ تھی — رکن ہی جہاں باؤ کی لاگ تھی
نہ جدول رہے گی نہ سرو رواں — گلستاں کو پاوینگے ہو کا مکاں
زمیں کا رہے گا بھی کیا سبھاؤ — لپٹ جائینگے آسمان جیسے تاؤ
سلوں یاں کا دیکھا سراسر شتاب — چلے جاتے ہیں کوہ جیسے سحاب
جہاں ایک ماتم سرا ہی عجب — نہیں جاے باش اور جاہی عجب
بھلا جی کے جانیکا کیا ہی بیاں — عیاں ہی کہ کہتے ہیں جان کو رواں
جوانی گئی موسم شیب ہی — شہو ایک دو روز کو عیب ہی
ہنسوں کیونکے ہستی میں دنداں نما — کہ ہی جاے دنداں ہی دنداں نما
گیا شور سر سے جھکا ہی بہت — گئی واشد اب دل رکا ہی بہت
نہ وہ ذایقہ ہی نہ وہ ہی مشام — مزا کچھہ نہیں ہو چکی صبح شام

کریں لمس کیا ہر گھڑی ہی صداع — نہیں لذت اکل و شرب و وقاع
بلا ارتعاش تن زار ہی — ہر ایک عضو چلنے کو طیار ہی
ہوا حافظہ بسکہ نسیاں کا صرف — نہیں یاد آتا ہی دو سینہ حرف
ہوئے شعر کیا کیا فراموش ہائے — کہوں کیا گذرتی ہی خاموش ہائے
نپوچھو لب و لہجہ بے طور ہی — سخن کرنے کا ڈھنگ ہی اور ہی
انہیں گور کے کام سے کچھ فراغ — کسے ذوق صحبت کہاں ہی دماغ
نہ کچھ یونہی عینک نظر چڑھ گئی — بصارت کی بیطاقتی بڑھ گئی
نہ رکھئے جو عینک نہ آوے نظر — کہے تو کہ اعمی ہیں ہم بے بصر
نہیں دیکھ بھو حرف زن ہو حریف — رہا سینے کی گوں نہ سمع شریف
صدا افسوس لطف سماعت نہیں — صدا دور سے جیسے آوے کہیں
شباب آہ داغ جگر دے گیا — قد خم زمیں کی طرف لے گیا
نہ کچھ زور بازو بہت کم ہوا — جھکا سر سو زانو کا ہمدم ہوا
جوانی کی شب کیا بسر ہو گئی — سفیدی مو سے سحر ہو گئی
بدن زار اعضا سبھی رعشہ دار — کرے کون خوباں سے بوس و کنار
جو یہہ چال ہی جا رہیں ہیں ہم اب — دموں پر غرض آ رہے ہیں ہم اب
کھڑے ہوں تو تھرّاے ران اور ساق — جئیں بیٹھے کیونکر کہ جیناں ہی شاق
جو یوں پانوں چلتے بچلتے رہے — تو دیکھو گے ہم یاں سے چلتے رہے
اگر ضعف سے چپ ہی رہتے ہیں ہم — یہہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہیں ہم
کہے میں نہیں اپنے ٹک پاؤ دست — کیا خاک میں مجھکو پیری نے پست
جو بازو ہیں اپنے سو بازو نہیں — اگر منہہ کو دیکھو تو وہ رو نہیں
بدن کی ہوئی میرے صورت ہی اور — وے آنکھیں نہیں وے نہ چتون کے طور

جسد ناتوان جاے مہمان تنگ — سخن منہہ پر آوے و داغی گے
لبوں پر نہایت ضعیف ایک آہ — در و بام پر حسرتوں سے
شکن جلد میں دل کو پژمردگی — عزیزی حرارت میں افسر
برودت بہت جسم میں آگئی — مزاجی تھی گرمی سو ٹھٹھر
چھڑکتا رہوں منہہ پہ میں آب کاش — کہ ہوتا رہے روح کا انتعا
وگرنہ دیا سا بجھا جاے ہی — پھر اُٹھہ بیٹھوں تو جی چلا جاے
سیہ روے شیب اک ستم کر گیا — لکھوں کیا کہ میں جیتے جی

قلم رکھہ دے کر میر ختم کلام
تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

ہولی کھیلا آصف الدلہ وزیر — رنگ صحبت سے عجب ہیں خرد و پیر
جشن نوروزیٔ اہل ہند سب — ہی یہی تب محو عشرت ہینگے اب
شیشہ شیشہ رنگ صرف دوستان — صحن دولت خانہ رشک بوستاں
اُس چمن سے باغ پر گل سرخ و زرد — نکہت گل جھاڑینگے وان آکے گرد
پھول گل آویں نظر دیکھو جدھر — لالہ و صد برگ سب باغ نظر

وہ آہستہ دستہ رنگ میں بہیگے جوان — جیسے گلدستہ تھے جوؤں پر روان
زعفرانی رنگ سے رنگین لباس — عطر مالی سے سبھونمیں گل کی باس
رنگ افشانی سے پڑتی تھی وہ پھہار — رنگ باران تھا مگر ابر بہار
مرغ گلشن گلرخا کو جان پھول — بیٹھتے ہیں پاس آکر پھول پھول
قمقمے جو مارتے بھر کر گلال — جسکے لگتا آن کر پھر منہہ ہی لال
برگ گل ملواں اڑاتے تھے عبیر — تھی ہوا میں گرد تا چرخ اثیر
روشن الدولہ نے کی تھی روشنی — کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغاں گرچہ تھے درگاہ تک — تھے تماشائی گدا و شاہ تک
راہ میں تر پولئے منیار تھے — روشنی کے کوچہ و بازار تھے
گرم کچھہ ہنگامہ یہہ بھی کم نہ تھا — اس روش کی دھوم کا اودھم نہ تھا
ابتو ہفت اقلیم کا عالم ہی یاں — دیکھو تو ہر جنس کا آدم ہی یاں
ٹٹیاں دریا کی باندھی دو طرف — کیا چراغاں آسماں کی ہو طرف
تھا جہاں تک آب دریا کا بہاو — واں تلک تھا اس چراغاں کا دکھاو
ایک عالم دیکھتا تھا دور سے — رات دن تھی روشنی کے نور سے
کوچہ و بازار و بام و در بنے — روشنی کے دونوں رستے گھر بنے
سوانگ کیا کیا بن کے آئے درمیاں — پیکھنے کا سوانگ تھا سارا جہاں
آئے کس کس رنگ سے دامن سوار — باؤ کے رنگوں جنھوں کا تھا گذار
ہاتھی آئے کوہ پیکر کیا بنے — جیسے مدھ ماتے جواں ہو انمنے
کیسی کیسی دیکھیں شکلیں تازیاں — سحر کرتے تھے کہ صورت بازیاں
اُن دیوں کے عکس سے دریا کا آب — آئینے کے سطح کی رکھتا تھا تاب
کشتیوں میں جو دیئے بھر کر چلے — پانی میں شعلوں کے ریلے ہی چلے

منعکس تھے جو چراغاں تہ تلک — آب کی وسعت تھی بر نجم فلک

کیا ہوائی چھوٹنے کا ہی بیاں — ذوذنب جیسے ستارے ہوں عیاں

جا ہی جو ہی چھوڑنا ہی یاد بود — روشناں ذوذوانب تھے نمود

گنج چھوٹے ایک سے روشن تھے جھاڑ — دو طرف جس طرح سے جھڑتی ہو باڑ

اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے — ناگہاں جوں ہوویں تارے ٹوٹتے

دیکھے جاتے تھے چراغان آب میں — شعلے تھے لہروں کے پیچ و تاب میں

ہر دو جانب چن گئے ناری انار — گلفشانی سے اُنھوں کی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سے جو دغی — چاند سا نکلا ہوئے حیران سبھی

آفریں صناع لوگو آفریں — کیا لگایا باغ آ کر کاغذیں

گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے — رنگ تازے کاغذوں میں بھر دیے

متصل توپیں ستاروں کی دغیں — لوگوں کی آنکھیں فلک سے جا لگیں

دیکھیاں کیا کیا نہ شعلہ خیزیاں — تھیں ہوا میں سے ستارہ ریزیاں

نذر کو نواب کی اہل فرنگ — لیکے آتش بازی آئے رنگ رنگ

عرصہ گلریزی سے گلشن ہو گیا — چرخ اُن تاروں سے روشن ہو گیا

داغیاں توپیں ہوائی ایکبار — پھیلے تارے آسماں میں بیشمار

کیا ہوائی باد میں لہرا گئی — تارے سانپو کی سی من پھیلا گئی

کیا ہی آتش دستیاں دے کر گئے — شعلوں سے پانی کی لہریں بھر گئے

رحمت ای آتش زناں کیا لاگ ہی — تہ بساط آب دریا آگ ہی

کہہ غزل اب میر رنگیں تر کوئی — سنکے ہو محظوظ جسکو ہر کوئی

زل

لالہ کنار دریا نکلا ہی کیا زمیں سے — اُٹھتی نہیں ہیں آنکھیں دیکھو ادھر کہیں سے

بالیدگی سے پہنچے گل آدمی کے سر تک — ہو واں تو رنگ ٹپکے جیب اور آستیں سے
خونشرنگ تر ہی ہر گل رخسار سے پری کے — صد برگ واں طرف ہی خورشید کی جبیں سے
منہہ پر عبیر عاشق اصرار سے ملے ہیں — کب ہاتھہ کھینچتے ہیں معشوق کی نہیں سے
صندل بھری جبیں سے کیا صبح چہرہ ہووے — اس قطعۂ چمن کے محبوب خوش نشیں سے
یکسو گلال منہہ پر خوباں کے مل رہے ہیں — الجھے ہیں ہاتھہ یکسو گیسوے نازنیں سے

جب میر جان دینا بوسے کے بدلے ٹھہرا
تب خوف کیجئے کیا پیشانیوں کی چیں سے

مثنوی دیگر

کہتے ہیں جو غم نداری بز نجر — سو ہی لی میں ایک بکری ڈھونڈھہ کر
شعر زور طبع سے کہتا ہوں چار — دزدی بز گیری نہیں اپنا شعار
دزد ہی شایستہ خونریزی کا یاں — بلکہ بابت ہی بز آویزی کا یاں
میں پڑھوں ہوں اسکے آگے شعر گہہ — اپنے ہاں گویا بز اخفش ہی یہہ
بکروں کی ڈاڑھی کتیں جانے ہیں سب — تکہ ریشی بکری کی ہی بو العجب
رنگ سر سے پانوں تک اسکے سیاہ — چکنی ایسی جسپہ کم ٹھہرے نگاہ
چار پستاں اسکی آئی دید میں — دو جہاں ہوتی ہیں دو ہیں جید میں
ایک میں انمیں سے تھا مطلق نہ شیر — ایک کو کہتے ہیں اندھی خرر دو پیر
اسپہ کالے بکرے دو خیلا جنی — ناز نخرے سے رہی پھر انمنی
چارا بیٹھے کھاتے ایک انداز سے — دیتی پٹھہ تو ہوتے خوش اس ناز سے
دودھہ ہو چوچی میں تو بچا پئے — بیٹھا دیکھے اسطرف منہہ کو کئے
بھوکھہ سے گرم تظلم وے ہوئے — اپنے شایان ترحم وے ہوئے
دودھہ منگوایا کئے بازار سے — پھوہوں سے دینا کیا انفار سے

گھاس دانا بارے کچھ کھانے لگے　　گرتے پرتے پاس بھی آنے لگے
پرورش سے حق کی بارے جی گئے　　آب و دانا دور کر کھا پی گئے
اب جوانی پر جو ہیں وے شیر مست　　کودتے ہیں ہر زماں ہر دم ہی جست
مستی اپنی ماپہ کرتے شاد ہیں　　عاقبت بکری ہی کی اولاد ہیں
زور قوت سے حریفوں کی ہیں دھینگ　　آ ہوئے جنگی کود کھلاتے ہیں سینگ
ٹکر انکی کہا جگر میں تھا اٹھائے　　فوج سر زن سامنے ہرگز نہ آئے
سر زنی میں شہرۂ آفاق ہیں　　لوگ بزگدی کے سب مشتاق ہیں
رنگ کو اس جنگ کا کیا دھنگ ہی　　دیتے ہی میداں کا عرصہ تنگ ہی
ہوتے ہی استادہ طاری ہو غشی　　کیا بز کوہی سے ہو میداں کشی
تیس انکی دھاک سنکر مر گیا　　غم گوزنوں کو انھوں کا چر گیا
گور ٹکر کھا جو ڈکرا تا رہا　　بز دلی سے گرگ بھی جا تا رہا
مارے پانی پانی کر بکرے اصیل　　لکھنؤ سے غل ہی تا بکرے کی جھیل
پاس جانا اُنکے اب مسدود ہی　　ذبح کرنے کو ہر اک موجود ہی
اس ادا سے جائینگے چھریوں تلے　　کاشکے ہوتے نہ ہاتھوں میں پلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کے بادام وار　　الٰہی زبان دے مجھے مغز دار
صفت عشق کی تا کروں میں بیان　　رہوں عشق کہنے سے میں تر زبان
عجب عشق ہی مرد کار آمدہ　　جہاں دونوں اسکے ہیں بر ہمزدہ

جہاں جنگ صف کی یہ ظالم لڑا — صف الٹی جہاں ایک مارا پڑا
اگر لوگ مارے گئے سر بسر — و لا فتح اسکی ہی یہہ طرفہ تر
کوئی کشتی جو طرف ہو گیا — نہ تیغ اُسکی تلف ہو گیا
جہاں جس کسو سے اسے چاہ ہی — وہیں اُسکے قتل ہمراہ ہی
کسو سے اگر ہو گئی لاگ سی — دروغے میں اسکے لگی آگ سی
ہوا ملتفت یہہ کسو پر کہیں — تو نام و نشان اسکا پھر واں نہیں
وفاق اِسکا نکلا سراسر نفاق — پڑا عاشقوں میں عجب اتفاق
جواں کیتے کیسے موئے عشق میں — بہت گھر خرابے ہوئے عشق میں
بہت عشق میں لوگ روگی ہوئے — بہت خاک مل منہہ پہ جوگی ہوئے
گئے دشت میں کچھہ نمد مو ہوئے — کچھہ اک شہر میں پھر کے یکسو ہوئے
نہ مرغ چمن ہی ہی نالان و زار — گئے داغ کہسار سے لالہ زار
کسو کا جگر غمسے خون ہو گیا — کسو کو رکن سے جنون ہو گیا
کوئی زار باراں بہت رو چکا — کوئی برق سا جل بجھا ہو چکا
غرض عشق کا ہر طرف شور ہی — نہی روز شہروں میں اک گور ہی
بہت جان ناکام دیتے گئے — تمنائے دل ساتھہ لیتے گئے
بہت اہل اسلام کافر ہوئے — بہت اول عشق آخر ہوئے
بہت جرم الفت پہ مارے گئے — جو اعشق بازی کا ہارے گئے
ہوئے خاندان کیسے کیسے خراب — جواں جون جوانی گئے کیا شتاب
کیا عشق جس دن سے مرتے رہے — جیوں ہی کا اندیشہ کرتے رہے
کسے عشق نے جی سے مارا نہیں — یہی درد ہی درد چارہ نہیں
دو اعشق کی سخت نایاب ہی — سر عاشقاں سنگ کا باب ہی

جو ہو عشق عارض تو پھر یاس ہی
عبث کوئی دن جینے کا پاس ہی

محبت ہی نیرنگ ساز عجیب
فسانے ہیں اُسکے عجیب و غریب

کوئی عشق کرنا مرا تھا وہ رے
گئے میکدے سے بھی صوفی پرے

نہ واں مکر و فن شید و طامات ہی
خرابات جانا کرامات ہی

کہیں عشق نے آرزو کش کئے
گئے خوش جو عاشق سو ناخوش گئے

کہیں سہل تر یار مرنے لگے
کہیں لوگ دشوار مرنے لگے

کہیں کام انے کئے ہیں عجب
فسانہ ہوئی بزم عیش و طرب

کہیں پادشہ اسے درویش ہیں
کہیں اسے درویش دلریش ہیں

لیا کاہ کا کوہ سے کیں کہیں
ملائے کہیں آسمان و زمیں

کہیں پر گئے اسے فتنے فساد
رہے زیر شمشیر حد سے زیاد

یہ عالم کا آشوب ہی دیر سے
مراد رخطر گہ ہی اس شہر سے

ہوئے عشق میں زہد کیشاں خراب
رہے دل شکستہ پریشاں خراب

اُٹھا عشق کا شور عزلت گزیں
گئے دشت گردی کو کر ترک دیں

ہوا عشق سے مجلس حال دہر
تو اجد لگے کرنے شیخان شہر

کیا عشق میں ترک صوم و صلوات
گئے اہل مسجد سوئے سومنات

مسلماں ہوئے عشق میں برہمن
گئے کعبے کو چھوڑ دیر کہن

نہ سبحہ نہ زنار نے کفر و دیں
جہاں سب ہی عشق اور کچھ بھی نہیں

محبت کے ساغر کش اہل صلاح
یہ بیہوش دار و ہی انکی فلاح

کوئی ہوش میں اپنے رہتا نہیں
ہر اک چپ ہی کچھ کوئی کہتا نہیں

رباطی ہیں خانہ سیہ عشق میں
معطل ہوئے انکے تہ عشق میں

ہمہ خاندان تقاوت خراب
خرابی سے ہیں بے تفاوت خراب

یہی عشق جسے کہ حاصل ہی کام — یہی عشق ہی جسے نکلا ہی نام
اسی عشق سے رو سیہ رو سفید — رکھیں عشق سے نا امیداں امید
یہی عشق ہی عقدۂ دل ہی یہہ — یہی عشق حلّال مشکل ہی یہہ
کہیں اسکو لڑنے سے پایا معاف — کہیں انے میدان مارے ہیں صاف
کہیں مو منانہ اسے دردو ہیں — کہیں کافرانہ ہو اپنے یقیں
غرض عشق ہی طرفہ نیرنگ ساز — کہیں باز یکسر کہیں ہی نیاز

حکایت

حکایت ہی عشقی حکایات میں — کہ افغان پسر ایک گجرات میں
جو ان خوش تھا پرکار و پرہیزگار — بہت حسن کا اسکے واں اشتہار
یہہ صورت یہہ طاعت یہہ داماں پاک — نہ دامن پہ مانند گل گرد و خاک
اگر ہووے حور بہشتی دو چار — وہ دریائے حسن اسے ڈبوندے کنار
وگر آگے سے ہو پری کا گذر — حیا سے نہ اس پر کرے تک نظر
رہے محو پاکیزگی و صلوات — نہو ترک سہواً کبھو واجبات
تناسب بہت اسکے اعضا سے خوب — سراپا میں دیکھو تو ہر جا سے خوب
زبان نرم طالع دری و صلاح — نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح
خوش اندام و خوش رو و پاکیزہ خو — کشو و قت رہتا نہ تھا بے وضو
جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف — لب سرخ پر دلبرو نکتہ حرف
حیا کو سیاہی سے پلکو نکی راہ — نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ
بہت پاک دامن معیشت ہوئی — نظافت نزاہت میں مورت ہوئی
کہ ناگاہ اس راہ پیک زن گئی — جیوں پرخدا جانے کیا بن گئی
جواں کی نظر شرمگیں جا لڑی — وہ شرمائی آنکھہ اسکے اوپر پڑی

نہ دل مستقل نا شکیبا ہوا
دل طرف ثانی بھی بیجا ہوا

حیا دار تھی زن گئی اپنے گھر
وفادار تھا یہہ رہا یکہہ ادھر

کیا چند شرم و وفا ہی کا پاس
لگے رہنے دونوں گھر و نہیں اداس

گئی دن میں ہفتہ و زن آنے لگی
لے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہیں ہوئیں ہمدگر آشنا
محبت کا دونوں نے پانی بھرا

یہی مدتوں دیکھا دیکھی رہی
دلونکی کسو سے نہ ہرگز کہی

جیون میں شب و روز مرتے رہیں
ولے پاس ظاہر کا کرتے رہیں

رہے دیر تک دونوں ناکام عشق
نہ آیا لبوں پر کبھو نام عشق

یہہ کیا دخل اظہار الفت کریں
یہی بستہ لب مشق حیرت کریں

گھر و نہیں نگاہیں تھیں کاغذ بھری
در و بام پر تین حسرت بھری

لبوں پر نہ آیا کبھو حرف عشق
اگرچہ ہمہ تن رہے صرف عشق

بجایا کئے پردے میں ساز دل
نہ نکلا کوئی نغمۂ راز دل

رہ انوں میں تو گرم جوشی رہی
دہانوں پہ مہر خموشی رہی

کریں حسرت آگیں نگہہ چار اور
لب انکے بے ساکت سر و نہیں بے شور

کسو سے نہ حرف و حکایت انہیں
محبت سے شکر و شکایت انہیں

کریں درد دل سو کبھو زیر لب
وگرنہ سکوت انکو تھا جب نہ تب

شب و روز دونوں تھے صورت مثال
بہم محو خوبی و صرف خیال

پئیں جائیں آنکھیں بھری بہر ضبط
کہ جانا نہ جاوے یہہ آپس کا ربط

کبھو آہ اٹھے تو دم سرد ہو
کہیں منکشف تا نہ یہہ درد ہو

دلونمیں جو تھے چاو خوں ہو گئے
گرفتہ رہے سو جنوں ہو گئے

بیاباں کی جانب کھنچے دل بہت
کہ تھا شہر میں کام مشکل بہت

ارادے ہوئے پر دلوں ہی میں خون — کیا پھر بھی دونوں نے صبر و سکون
صبا سے رہیں دو طرف کے پیام — کہ ای باؤ کہیو یہہ بعد از سلام
خیالات ملنے کے جاتے نہیں — قرار و سکون دل تک آتے نہیں
شب و روز رہتا ہی یاں اضطراب — کیا شوق نے کام اکو کیا خراب
کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر
پیام ایک کا یہہ کہ ای باد نرم — کہہ اسکو محبت سے کچھ بھی ہی شرم
تن زار بیجان کہوں کر جیئے — جگر میں نہو خوں تو کہا خوں پیئے
ملاقات کا رکھیئے کہوں کر خیال — رہے کیونکے جان نا امید وصال
اگر دیکھیں آنکھیں ہیں وا اسطرف — وگر منہہ ہمارا ہی سو اسطرف
اسے دیکھنا ہی ہی ارمان بھی — ادھر ہی چلی جائے ہی جان بھی
کہہ اسے کہ مرتے ہیں تیرے لئے — کیا عشق یا جرم ہمنے کئے
نہیں صبر آتا ترے بن ملے — لبوں سے جگر تک بھریں ہیں گلے
کسو کو کسو سے نہو جاے لاگ — کہے تو لگائی ہی سینے میں آگ
کسو کا کسو سے نہ لگ جاے دل — کہ کہنا پڑے ہاے دل واے دل
کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جان الم ناک دیجے مذان
کسو کے مجھد نہ کھل جائیں بال — کہ ہو دل کے عقدونکی واشد محال
کسو لالہ رخ کا نہ اٹھے نقاب — کہ ہوں داغ دونوں مہ و آفتاب
قد آرا نہو فتنہ در سر کوئی — کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی
کسو کے نہ چاہ زنخ میں گریں — مبادا کہ واں سے نہ جیتے پھریں
کسو کی نہ انداز پر جا سے جا — صبا ہوئے کیا جانئے کیا سے کیا
کسو کی نہ آنکھوں کو دیکھا کریں — کہ لوگ اسکا آخر پر دیکھا کریں

کسو کے نہ ایما سے ابرو پہ جائیں
فریب فریبندہ گاں تا نکھائیں

صبا جاتے اسے یہہ کہہ آئیو
کہ غافل ہی ہمسے نہو جائیو

دل زار تجھ بن ہی لے کل بہت
نہ جی کو مرے بن ملے کل بہت

گئے ہمسے بھر ہاتھ آتے نہیں
یہہ گم گشتہ پھر پائے جاتے نہیں

انھیں کا نہیں رہتا نام و نشاں
کوئی انکو ڈھونڈے تو پھر یہہ کہاں

کہیں یوں فراموش ہوتے ہیں یار
ہمارا ترا عشق ہی یادگار

ترحم کہ اب بھی گیا کچھ نہیں
تلطف کہ ہم میں رہا کچھ نہیں

نکر یوں کہ افسوس باقی رہے
گل تر پہ چند اوس باقی رہے

گھٹی جان جاتی ہی یوں ہر زماں
تاسف جیسے ہر دم ہو آب روان

نہو جاتی ای کاش الفت ہمیں
اٹھانی نہ پڑتی یہہ کلفت ہمیں

نہ آنکھیں لگی ہوتیں ناگاہ کاش
کہ چھاتی کے دل تک نہ جاتے خراش

نہ دل کو ہوئی ہوتی چسپیدگی
کہ داغوں کو ہوتی نہ بالیدگی

نہ پڑتی مری آنکھ گر اسکی اور
نواسنج نہ سر سے جنوں کا یہہ شور

ہوئی آتش عشق آخر بلند
جگر دل ہوئے دونوں اسکے سپند

زبانے تھے اس آگ کے کیا دراز
ہوئی دونوں بیتابوں کی جاں گداز

ہر اک ہی آگ وہ دل جگر جل گئے
جگر دل نہ بل دونوں گھر جل گئے

ہوا ناگہاں شور ہر زن مریض
نہایت ہوئی تپ طویل و عریض

تشنت ہوا تب کا دل کپکپیں
کھنچی رفتہ رفتہ دق وسل کتپیں

نزاری سے تن ہو گیا زار تر
ہوا خشک ہو کر وہ بیمار تر

بدن کاہ سا رنگ کا ہی ہوا
بہت حال اسکا تباہی ہوا

دموں پر بھی وہ رفتنی کم رہا
ٹھہر کر گئے دم ہوا ہو گیا

فنا یعنے طیاری ہوئی ہو چکا — اسے دار و دست بہت رو چکا
جلانے کی طیاری کر لے چلے — چلی زن بھی تا ساتھ اسکے جلے
کھلی دعوئی سوختن میں زبان — کیا پاس ظاہر سے نقصان جان
لگی جلنے چھوڑا نہ اصرار کو — خبر پہنچی اس نو گرفتار کو
اُٹھا واں سے بیتاب آیا چلا — اسے دیکھ جلتے بہت جی جلا
جھکا آگ کی اور کر اضطراب — کہ جی میں نہ طاقت تھی مطلق نہ تاب
کہا ہمکو کیا کہتے ہو اگہری — نظر اُسکی جلتے جو اُس پر پڑی
کہا آئے ہو تو چلے آؤ تم — شتابی کرو جو ہمیں پاؤ تم
یہہ بیتاب تھا آگ پر پھر پڑا — پتنگا سا اس شعلے پر گر پڑا
لگے آئے تھے کتنے انفار ساتھ — وہیں کھینچ لائے اسے ہاتھوں ہاتھ
چلے ادھہ جلا لیکے سب اسکو گھر — ہوا گرم ہنگامہ اِک یہہ اِدھر
کیا لوگوں نے اُسکے سر پر ہجوم — ہوئی شہر میں شور محشر کی دھوم
قدم کتنے چل کر وہ آتش بجان — ہوا یوں سخن زن کہ ای دوستان
تعب کش ہوں میں آتش تیز کا — اُسے قصد تھا میرے خون ریز کا
لے آئے مجھے گرمی سے تم نکال — کیا گھر بھی لے چلنے کا اب خیال
نہیں متصل راہ چلنے کی تاب — کہ ہوں نیم سوز آگ کا میں کباب
کہیں مجکو سائے میں ٹھہرائیے — جو دم ٹھہرے تو آگے لیجائیے
کوئی دم مرا کھینچئے انتظار — کہ گرمی سے ہوں بیخود و بیقرار
توقف کیا سب نے زیر درخت — کہا واقعی رنج کھینچا ہی سخت
نہ جانا کہ ہی مانع راہ عشق — رکھے ہی عجب جذب جانکاہ عشق
نہ آتش نہ گرمی نہ بیطاقتی — بہانے ہیں سب جذب ہی الفتی

عجب تر نظر آتے ہیں کار عشق — نہیں سمجھے جاتے ہیں اسرار عشق
اٹھا نیکو کہتے تو کہلائے تھا — دل اسکا ادھر ہی چلا جائے تھا
اگر آنکھیں کھلتیں تو اودھر نظر — ہوئی خاک معشوقہ جاں کر جدھر
گیا منتظر اسکو وہ دن تمام — نظر کر کے کیا دیکھتا ہی کہ شام
خبر اماں چہاں آتی ہی وہ پری — وہی ناز عشوہ وہی دلبری
وہی صورت اسکی ہی جلوہ نما — وہی رنگ روگل کا غیرت فزا
اسی طرز و انداز خوبی کے ساتھہ — اٹھایا اسے ہاتھہ میں لیکے ہاتھہ
گئی اسطرف لے جدھر تھی چلی — نظر کرتے تھے واقعی یہہ سہی
ولے ما نعیت کا کسکو جگر — کہ حیران سب رہ گئے دیکھہ کر
ہوئے جانے جانے نظر سے نہاں — گیا عشق کیا جانیں لیکر کہاں
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ — کنھوں نے نپایا نشان غیر داغ
نکر میرا اب عشق کی گفتگو — قلم اور کاغذ کو رکھہ دے بھی تو
فسانے ہیں اُسکے ہزار و ن ہزار — بھی کشت و خون کا ہی یہہ گرم کار
بہت خاک جل جاں کے یاں ہوگئے — رہ عشق میں جی بہت کھو گئے

غرض اینک ہی عشق نے خوف و باک
کئے دونوں معشوق و عاشق ہلاک

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

آؤ ساقی شراب نوش کریں — شور شاہی جہان میں گوش کریں
آؤ ساقی بہار پھر آئی — ہولی میں کتنی شادیاں لائی
شادیاں بے شگون سر انجام ہیں — کوچے سو شہر کے برابر ہیں
وسط و ستور ہی جو زر افشاں — پھر جہان کہن ہوا ہی جوان
دونوں رستے عمارت خوش ہی — تازہ کاریگری شہر دلکش ہی
اور بازاری رنگ لائے ہیں — سارے رنگین ستون لگائے ہیں
جس طرف دیکھو معرکہ سا ہی — شہر ہی یا کوئی تماشا ہی
چشم بد دور ایسی بستی سے — یہی مقصد ہی ملک ہستی سے
لکھنؤ دلی سے بھی بہتر ہی — کہ کہو دلکی لاگ ادھر ہی
آئیں بستہ ہوا ہی سارا شہر — کاغذیں گل سے گلستان ہی دہر
ایسے گل پھول ہیں جو صرف کار — راہ رستے ہوئے ہیں باغ و بہار
بستہ آئین و کانپن ہیں یکسر — جن میں سستی متاع لعل و گہر
میوہ نورس و رسیدہ بہت — گل خوشرنگ و بوئے چیدہ بہت
شب شادی کو لڑکے ہوں جو سوار — لیں صغیر و کبیر بھر کر نثار
تخت بھر زناں رقص کناں — چلے رستوں میں لے چیئں و چناں

گل کاغذ سے شہر ہی گلزار تو کہے آئی ہی بہار یار
ساقیا عیش کا ہو بزم آرا سارے لوگوں میں جام مے کو پھرا
جسمیں نہ پاوے اس پری کو دے ورنہ شیشے کی شیشے میں رکھہ لے
ہوگی مجلس جو مست آسایش کون دیکھے گا لطف آرایش
آؤ ساقی قرار ہی باہم کہ تماشا کناں پھریں خرم
زن رقاص پر نگاہ کریں کسو سادے سے چل کے راہ کریں
کسو دلبر کے کھینچ لیویں ہاتھہ کسو محبوب کو اُٹھا لیں ساتھہ
کسو خوشرو کے منہہ پہ منہہ رکھہ لیں کنج لب کا کہیں مزا چکھہ لیں
خوش تنوں سے کریں ہم آغوشی کسو نازک بدن سے ہمدوشی
کہیں دو جام مے سے ہو سرمست جائینگے تھوڑی دور دست بدست
مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھہ پھر منیں گے کسو کے رو کو دیکھہ
اب گلابی لبیں گے بھر بھر ہم باقی ساقی پئیں گے پھر کر ہم
کہیں آرایش آگے دیکھیں گے کاغذین باغ جا کے دیکھیں گے
کسو مہوش سے ہو ویں گے گلباز کھینچینگے اک دو دم کے اسکے ناز
آؤ ساقی مے دوا نشہ دے اسی مے کا بغل میں شیشہ لے
گرم ہو جو دماغ انساں کا لطف آوے نظر چراغاں کا
جس طرف دیکھئے چراغاں ہی شیشہ و شمع ہی نمایاں ہی
باغ سے روشنی ہوئی ہی زیاد ہی یہہ ہنگامہ تا جلال آباد
شمع و فانوس کا بہت ہی ہجوم شمعی رنگوں نے کر رکھی ہی دھوم
لوٹیئے ان گلوں کی اب تو بہار گو کسو کے گلے کا ہو جے ہار
ابتدا دہم ہی مچ گیا ہر سو دار و پی کر پھریں جہاں ہم تو

تارے سے ہیں چراغ چار طرف
آسماں پر زمیں رکھے ہی شرف

غنچہ غنچہ دلوں کو دیکھیں جہاں
کہو نو گل سے رکھتیں صحبت واں

کہیں نوبت کو چلکے سنئے گا
نئی کے بجنے پہ سر کو دھنئے گا

نوبتی خوش سلیقہ سارے ہیں
نئی نوازوں نے جان مارے ہیں

آج نوبت کے بجنے پر ہی رنگ
عقل ہوتی ہی سن تکورے دنگ

جھانجھ کے سنے کی رہے ہی جھانجھ
صبح جون توں کے ہم کریں ہیں سانجھ

بیچ میں ہولی آئی ہی ساقی
پھرے سرخوش ہی تابکی باقی

شیشہ شیشہ شراب اب پیجے
بلکہ خم منہہ لگا کے سب پیجے

سیر کرئے کنار نہر و کشت
لالہ و گل کھلے ہیں تا سر دشت

انہیں پھولوں کے انعکاس سے آب
تو کہے لالہ رنگ سب ہی شراب

سبد گل ہوئی ہی ہر کیاری
ایک ہی گل زمیں زمیں ساری

درمیاں یک شجر نہیں بد برگ
ہی ہزار اکہ لالۂ صد برگ

جوش لالہ سے تا اُلنج و سنگ
شفقی ہو گیا ہوا کا رنگ

تخت کیونکر نہو دماغ خاک
دشت در دشت ہی گل تریاک

پھر لبالب ہیں آب گیر رنگ
اور اُڑے ہی گلال کس کس دھنگ

پاس آتے ہیں مرغ گلشن پھول
تھے وے دلبر گلاب کیسے پھول

زعفرانی لباس تھے سب کے
رسمسے آئے صبح کو شب کے

پگریاں جامہ بھیگے سو سو ہیں
انکو گلہائے تر کہیں تو ہیں

چھڑیاں پھولوں کی دلبروں کے ہاتھ
سیکڑوں پھولوں کی چھڑی سی ساتھ

قمقمے بھر گلال جو مارے
مہوشاں لالہ رخ ہوئے سارے

خوان بھر بھر عبیر لاتے ہیں
گل کی پتی ملا اڑاتے ہیں

جشن نوروز ہند ہولی ہی — راگ رنگ اور بولی ٹھولی ہی
عشق ہی ای گروہ آتش زن — دونوں رستے چراغ ہیں روشن
تھا تھہ کہا روشنی کے باندھہ دئے — شہر میں نام روشن اپنے کئے
دور دور تھے خیال دسوانگ آئے — گھوڑے دامن سوار کیا لائے
روشنی دار سے ہی پار تلک — گل کاغذ ہی فرق خار تلک
در دولت سے لیکے تا سر آب — ہی چراغ اور شمع ہی گی تاب
پھر سر پل سے تا عمارت نو — جلتے ہیں مجتمع دئے سو سو
ہا تھی رنگے گئے پری ہی دوم — جیسے ابر سیاہ آئے جھوم
خیمہ استادہ کر چکے شب باز — پہلیوں نے کیا خرام ناز
یاں کی صحبت کا تھا نمونہ سب — شاہ و دستور حکم و کار ادب
آئے شکلیں بنا کے صورت باز — دوم و ہاتری بنے بجا کر ساز
نقل معقول کی سو حاجی بنے — سج کے عمامے سر پہ کتنے جنے
کوئی جوگی کوئی فقیر بنا — کوئی دارہی لگا کے پیر بنا
کوئی بنیا بنا کوئی اوباش — نقل کرتے تھے ان سبھوں کی معاش
کوئی شاعر بنا نہ جسکی نظیر — یعنے مستغرق خیال تھا میر
کچھہ سپاہی بنے تھے کچھہ شجار — کوئی زاہد ہوا کوئی عمار
جسکی تقلید کی سو ویسی طرح — اصل ہوتی نہیں ہی ایسی طرح
کر کے سعی و تلاش چاروں سوانگ — خوب دیکھا تو ہی بہہ عالم سوانگ
آدمی سا نہ کچھہ خراب احوال — دئے ہیں جام بادہ مالا مال
چل سواری کا سیر بھی ہی برا — ایک عالم ہی دونوں رستے کھڑا
جل زر بفت پوش فیل نشاں — کوہ زر ساہی پیش پیش رواں

کدخدا ہونے کو چلا دولہ — بال و گوپال عظم سے جوں شہ
گل کی پاکھر پڑی ہوئی یکبار — ہاتھی آیا برنگ ابر بہار
زری پوشوں کا پیش و پس انبوہ — اللہ اللہ رے اُنکی شان و شکوہ
قور میں کتنے سونے کے سے پہاڑ — آگے روپے کی روشنی کے جھاڑ
موتی کرتے تھے ہر طرف سے نثار — تھا مگر فیل ابر گوہر بار
ہیں جلو میں زمینیاں حاضر — جاہ کے آسمانیاں ناظر
عمدہ سب ساتھ ہیں وزیر سمیت — شاعراں مدح خواں ہیں میر سمیت
تازی ترکی عراقی و عربی — کوتل آگے تھے خوش جلو میں سبھی
رہیں رکھ لو جہاں کہ منہ کے نرم — چھیڑے باد سموم سے ہوں گرم
آؤ ساقی پلا شراب ہمیں — روشنی کی نہیں ہی تاب ہمیں
روشنی بھی ہی کوئی ہنگامہ — سیر میں گرم ہو گیا جامہ
گرمی سے مشعلوں کی آئے تنگ — دود مشعل ہی جامے کا ہی رنگ
دو طرف سیم بندی کر دی ہی — سونے روپے سے راہ بھر دی ہی
شمعیں لاکھوں کنول میں ہیں روشن — زور پھولا ہی کاغذیں گلشن
واہ آتش زنان آتش دست — دارو پی کر پھرو ہو کیسے مست
توپیں کیا ڈھالیں ہیں ستاروں کی — کھوئی رونق فلک کے تاروں کی
تارے موقوف کچھ سما پہ نہیں — توپیں چھوٹیں مگر ہوا پہ نہیں
ماہ بھی چشم روشنی کے لئے — ہی چراغاں ستارگاں سے کئے
گنج چھوٹے ہیں یا کہ باڑ جھڑی — یا ہوائی ہی جگنیوؤں کی چھڑی
گل فشاں ہیں پڑیں جو پھلجھڑیاں — کھلتیاں ہیں دلوں کی گلجھڑیاں
چھوٹتے ہیں انار و مہتابی — رنگ ہیں دلبروں کے مہتابی

باؤ سے دو دیے ہوئے گر ماند — دغیں مہتابیاں کہ نکلے چاند
آؤ ای مطربان سیر آہنگ — ساتھہ اپنے لئے رباب و چنگ
ہو غزل خوان بزم عیش و طرب — پر نکریوں خیال ترک ادب
منعقد مجلس شہانہ ہی — ادب آصف زمانہ ہی
آؤ ساقی مجھے قرابہ دے — در بغل شیشہ ساتھہ اپنے لے
بحر بخشش کی لہریں اب آئیں — زر و گوہر کی کشتیاں لائیں
ہی بلند اس کرم کا کیا پایہ — دیتی ہیں خلعت گراں مایہ
طرہ اے زری و بادلہ تاس — تختہ ہائے دوشالہ تحفہ لباس
بہت ان میں سئے بہت نہ سئے — ایک دم میں سبھوں کو بخش دئے
خاص ملبوس نوع نوع تمام — لیگئے شاد بھر کے مردم عام
کیا بچھا ہی فراخ دسترخوان — جسپہ ہی خلق یک جہاں مہمان
تو رہ بندی ہوئی تکلف سے — کھانے نکلے نئے تصرف سے
لطف کے ساتھہ نعمتوں کا وفدر — زیر ہر جعبہ قاب ہی پر نور
عام تھا ان لطافتوں سے طعام — دیتے لیتے تھے ہر سحر ہر شام
کسکو اسباب یہہ میسر ہیں — ظرف سیمین جعبۂ زر ہیں
ہیں جو مہمان پادشاہ و گدا — حرص دونوں کی سیر ہی یک جا
عمر و دولت ہو اسکی حد سے زیاد — ہی اُسی سے جہان نشاط آباد
آؤ ساقی غزل سرا بھی ہو — لذت شعر سے مزا بھی ہو

غزل

ابکی بہار کیا کیا دریا پہ رنگ لائی — یک شہر نکلے لالہ پھر اسمیں ہولی آئی
کی فکر سال تاریخ آواز غیب آئی — ہمنے کبھی نہ دیکھی اس رنگ کدخدائی

آنکھوں کی روشنی بھی اپسی ہوئی دوچنداں
طالع نے چاندنی میں کیا روشنی دکھائی

ہو باؤ جس طرف کی آنکھیں ادھر ہیں اسکی
نرگس کا اس ہوا میں دیدہ بھی ہی ہوائی

بے گل رہے نہ یکدم بلبل کے آہ و نالے
محبوب سے کبھو کو یارب نہو جدائی

گل تک ہنسا نہ مجھ سے بلبل نہ بولی ہرگز
کس کس کی بے دماغی بے یار میں اٹھائی

ہم بھی رہے ہوا وہ جب تک جوان جاہل
کی عمر رفتنی نے بارے نہ بیوفائی

اخوان زمانہ کے تو کیا جانیں دل لگے کو
لگتی ہی جسکے دل کو وہ جانتا ہی بھائی

ہی دامگاہ دنیا ہر جا فریب اسمیں
دیتی نہیں دکھائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھ سو گذری یاری میں دلبروں کی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

تمام شد ساقی نامہ

مثنوی دیگر

ای جھوٹھ آج شہر میں تیرا ہی دور ہی
مشیوہ یہی سبھوں کا یہی سب کا طور ہی

ای جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل دلق کا

ای جھوٹھ تجھ سے ایک خرابی میں شہر ہی
ای جھوٹھ تو غضب ہی قیامت ہی قہر ہی

ای جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع باب ہی ہر چار سو میں آج

ای جھوٹھ کیا کہوں کہ بلا زیر سر ہی تو
ای جھوٹھ سچ یہہ ہی کہ عجب فتنہ گر ہی تو

ای جھوٹھ کب ہی عرصے میں تجھ سا حریف اب
تیرے ہی حکم کش ہیں وصیع و شریف اب

ای جھوٹھ تیرے شہر میں ہیں تابعیں سبھی
مرجائیے کیوں نہ کوئی وے سچ بولیں نے کبھی

کہنے سے آج اگلے کوئی دل نہ شاد ہو
فردا کہیں تو اسے قیامت مراد ہو

وعدے گھڑی کے پہروں کے سب آزما چکے
برسوں تک انتظار کیا جی ہی جا چکے

ای جھوٹھ رنگ تیرے کبھے کوئی کیا بیاں
رکھتا ہی جیسے غنچہ زباں تو نہ زباں

یوسف کہ تھا نبی و صداقت شعار تھا
پھر حسن ظاہری سے بھی باغ و بہار تھا

پایان کار تیرے سبب چاک پیرہن
زندان میں جا کے برسوں رہا چھوڑ کر وطن

ای جھوٹ تو تو ایک دلاویز ہی بلا
آشوب گاہ تجھ سے زمانہ سدا رہا

کشش جان کنی سے کوہکنی کوہکن نے کی
تصویر کو دو شیریں کے پیش نظر رکھی

نزدیک جب ہوا کہ وہ مطلوب سے ملے
اب صبح و شام غنچہ مقصود قول کھلے

دلالہ کے تو پردے میں آ کام کر گیا
وہ باتوں میں وہ عاشق دل خستہ مر گیا

ای جھوٹ تجھ سے فتنے ہزاروں اٹھا کئے
ہنگامہ و فساد ہی ہر سو برپا کئے

ای جھوٹ راستی سے نہیں گفتگو کہیں
کہنے کو ہاں کہیں ہیں حقیقت میں ہی نہیں

ای جھوٹ اسطرح میں بہت جی سے جا چکے
وعدوں میں آہ لوگوں کے وعدے ہی آ چکے

ای جھوٹ اس زمانے میں کیونکر چلے معاش
ہی تنگ جھوٹ بولنے سے عرصۂ تلاش

سردار جسے سب متعلق ہی کار و بار
سچ بولنا ہی اسکا ہیں سخت ننگ و عار

پھر سب مدار کار دروغی و مفتری
صدق و صفا و راستی کے عیب سے بری

جھوٹھا سو اور دولت ابھی کا ہی یہہ امیر
ورنہ قسم کھو کی بھی تھی حرف بار گیر

مشکل حصول کام ہی یاں حاصل کلام
باتوں ہی باتوں کام ہوا خلق کا تمام

ای جھوٹ دل مرا بھی بہت دردناک ہی
ان کاذبوں سے صبح نمط جیب چاک ہی

یک فردہ سخطی تھی میری ایک شخص پاس
دیکھا جو خوب اُسکو تو مطلق نہیں ہی پاس

تھا میں فقیر پر نہ گیا شاہ کے حضور
اتنے لئے کہ رتبہ عزت مرا ہی دور

اداب سلطنت سے نہیں مجکو ربط ضبط
حرکت نہوئی مجھ سے کوئی غیر ضابطہ

مرزائی مجھ سے کھنچتی نہیں ہر عزیز کی
پھر شعر و شاعری بھی نہیں ہی تمیز کی

صحبت خدا ہی جانے پڑے کیسی اتفاق
کیا بات آوے بیچ میں بے ربطگی ہی شاق

میں مضطرب گھر اُسکے گیا اتھکے پانچ بار
کہنے لگا زبان سے بہہ ہوتے ہی وہ چار

تقصیر میری اسمیں نکرئے گا کچھ خیال
صاحب کہیں خموشی کرو نمیں یہہ کیا مجال

لیکن یہہ حرف اس بھی سیہ روکا رکھئے یاد
انداز سے یہہ لوگ سخن کرتے ہیں زیاد

بہتیری ایسی فردیں یہہ رکھتے ہیں جیب میں
رکھئے ہیں یونہیں لوگوں کو برسوں فریب میں

دکھلاونگا چلا ہوں سوال آپ کا لئے
میں نے کہا فقیر کہو کس طرح جئے

بولا نہوگا سعی میں ایدھر سے کچھ قصور
پھر دیکھئے کہ پردے سے کرتا ہی کیا ظہور

ایک آدھ ایسی بات بنا کر کھسک گیا
دل اس خبر کے سنے سے میرا دھڑک گیا

یے عرضیاں حضور کو بھیجیں میں صبح و شام
وسخط جو ہو کے آئی کوئی سو اسی کے نام

یعنے وہ ابکے آن کے کچھ دیوے گا شتاب
دل جمع رکھیں کاہیکو کرتے ہیں اضطراب

دو چار بار آیا بھی وہ پر نہ کچھ ہوا
مجکو جو اضطرار تھا میں بے اجل موا

مدت مدید گذری مجھے کرتے انتظار
خجلت ہوئی جو حال لکھا میں نے بار بار

اس فرد وسخطی کو ہی یہہ ماہ ہفتمیں
تنخواہ کا نہیں ہی ٹھکانا ابھی کہیں

آیا جو وہ لطیفۂ غیبی اب اپنے گھر
میں مضطرب ہو آپ گیا ملنے اسکے گھر

بارے نہ اتفاق ہوا یہہ کہ ہو ملاپ
کھویا تھا اضطرار سے عزو وقار آپ

گھر آگے ایک بھائی کو بھیجا پیام دے
آئے وے اسکے پاس سے یہہ کچھ جواب لے

حضرت سے کہیو پہلے بہت بندگی مری
پھر کہیو اب اترتی ہی شرمندگی مری

دو چار دن میں بھیجیگا کچھ گھر ہی آپ کے
درپی نہ اتنے ہو جئے میرے ملاپ کے

تب سے وے بھائی جاتے ہیں ہر روز صبح و شام
ابتک تو ملتوی ہی زمانے زدے کا کام

دن دیکھتے ہیں وعدے کے بھی ہیں بہت قریب
پھر ترک شہر کیجئے گا گھر کے یا نصیب

برسوں ہوئے مہینونکے وعدے ہوئے وعید
سچ کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ان جھوٹھوں سے بعید

تمام شد

مثنوی دیگر

پاؤ توفیق تک تو سر کو دھنو — یہہ بھی یک سانحہ ہی میر سنو
ہمکو در پیش تب سفر آیا — جب کہ برسات سر ہی پر آیا
ابر ہونے لگے سفید و سیاہ — پانی رستوں میں کیچ ساری راہ
بیچ میں ہوتے کچھہ اگر اسباب — منہہ اٹھانے کی جی میں ہوتی تاب
سو تو کمل نہ پٹو نے لوئی — سایہ گستر نہ ابر بن کوئی
ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا — ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا
کیچ پانی میں کپڑے خوار ہوئے — وو ہیں گاڑی میں جا سوار ہوئے
رہروی کا کیا جو ہم نے میل — بھینس چہلے کی تھے جہل کے بیل
آسماں آب سب زمیں سب کیچ — خاک ہی ایسی زندگی کے بیچ
سب کی دریا پہ ہو کے راہ پڑی — پانی کے سطح پر نگاہ پڑی
لجے لطمے کا کیا کہوں میں اوج — باتیں کرتی ہی آسمان سے موج
دامن ابر پاٹ دریا کا — دے گرہ تو کہے کہ باندھا تھا
ہوش جاتا تھا دیکھہ جوش آب — گوش کرتا تھا کر خروش آب
آب تہ دار اور تیرہ بہت — لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت
پانی پانی تھا شور سے طوفان — دیکھہ دریا کو سوکھتی تھی جان
ہمرہ موج سیکڑوں گرداب — ساتھہ تھی صد تری کے چشم حباب
ناؤ میں پانو ہم نے بارے رکھا — خوف کو جان کے کنارے رکھا
جذر و مد سب حواس کھوتا تھا — خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا
جب کہ کشتی رواں ہوئی واں سے — جسم گویا کہ تھا نتھی جاں سے
موج اٹھنے لگا جو طوفان زا — لجہ آیا نظر سو عماں زا

کیا کہیں ڈوب ہی چلے تھے ہم
ناخدائی خدا نے کی اسدم

بلی لگتی نہ تھی نہ کچھ تھی تھاہ
عقل گم کردہ لوگ تھے ہمراہ

ریلا پانی کا جب کہ آتا تھا
خوف سے جی ہی ڈوب جاتا تھا

خطر غرق سے تھی طاقت طاق
بیخودی سے ہوا تھا استغراق

بہتا پھرتا تھا خضر کشتی پاس
غوطے کھاتے تھے حضرت الیاس

بد بلا سے تھے ہمکنار ہوئے
تھا خدا ہی جو پہلے پار ہوئے

کسو درویش کا تھا یمن قدم
جا کے پہنچے جو اس کنارے ہم

ورنہ اعمال نے تو بویا تھا
گوہر جان سے ہاتھ دھویا تھا

اُس کنارے کا جو اثر پایا
ہم تلاطم کشوں میں جی آیا

اُس طرف اُترے آپ کے جا کر
میر اور پیر صاحب و چاکر

شکر لب پر دلوں سے محو گلا
کس و ناکس سبھوں سے خضر ملا

پار کا گنج تھا جو شاہ ورا
سب نے رہنا وہیں کا جی میں دھرا

فاصلہ ایک کوس کا تھا بیچ
راہ یاں سے تھی واں تلک سب کیچ

تھے بہت بیچ میں نشیب و فراز
پہنچے واں شام کھینچ رنج دراز

سو نہ جا گہہ تھی نہ مکاں مبنیت
چار دو کانیں ایک پھوٹی مسیت

جا کے حیران ہوئے کدھر جاویں
سر گشیریں حوتک جگہہ پاویں

تنگ و دو ہر طرف لگے کرنے
تب پہ پڑتی تھیں مینہہ کے بھرنے

کوئی میداں میں کوئی چھپر میں
کوئی ور میں کوئی کسو گھر میں

گھر ملا صاحبوں کو ایسا تنگ
جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ

بیٹھنے دیں نہ جب کہ صاحب کو
کون پوچھے نفر خاص کو

ڈھونڈتے ڈھونڈتے سرا پائی
ویسے گھر چھوتے ویسی جا پائی

رہنا تیاری کے غنیمت جان — جو کہا اُنے ہم گئے سب مان
کچھ پکانے کا جب سوال کیا — میں نے اظہار اپنا حال کیا
یاں جولائے ہیں مجھکو اپنے ساتھ — زندگانی بھری ہی اُنکے ہاتھ
پہنچے ہی اُنکے روبرو سے طعام — صبح کا صبح مجھکو شام کا شام
اور پکوائے تو زاید ہو — خامی سے اپنی اور عاید ہو
جو کچھ آیا سو کھا لیا میں نے — کچھ رہا سو اٹھا دیا میں نے
سنکے اک دم سے کھینچی اُنے آہ — اور بولی کہ واہ صاحب واہ
ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے — چار پانچ آدمی ہیں پاس کھڑے
کچھ یہ کھاویںگے کچھ وہ کھاویںگے — ہم کچھ اُنکے سبب سے پاویںگے
سو تو نکلے ہو کورے بالکل تم — ہو گدا جیسے شاہ عالم تم
کھانے پینے کی کچھ نہیں ہی بات — دیکھئے کس طرح سے گذرے رات
صدقے میں ایسے بھی اُتارے کے — سو گئے بخت گھر ہمارے کے
میں کہا مہترانی جی کچھ لو — مجھسے آزردہ دل نہ اتنی ہو
بعضے کھاتے ہیں کچھ کھلاتے ہیں — بعضے مجھسے بھی آتے جاتے ہیں
بارے جوں توں ہوئی وہ رات تمام — صبح کو صاحبوں کا ٹھہرا مقام
یہہ بھی دن شب ہوا سحر تھا کوچ — غازی آباد کو گئے سب پوچ
راہ طی کر سرا میں جا اترے — کچھ ستم دیدہ پاس آ اترے
صاحب اترے حویلی میں آکر — باغ میں اُسکے سب نفر جا کر
بار و رتھے و رخت و سایہ بھی — یہاں ولیکن کنوں نے پایا بھی
اس بھی منزل میں ایک روز رہے — گذری جسطور کوئی کیسے کہے
لوگ جسدم سوار ہونے لگے — اور اسباب بار ہونے لگے

سو رہے اس روارو میں کہیں — لوگ تھے مضطرب جگہہ تھی نئی
وحشت اُسکو ز بسکہ طاری ہوئی — سر پٹک کر کسو طرف کو ہو ئی
ایدھر اودھر تلاش کر دیکھا — گم شدہ کو نہ بھر نظر دیکھا
ساری بستی میں جست وجو کو کیا — دیر تک یہہ خیال سبکو رہا
جنکی آتی ہی ایسے جاتے ہیں — کہ نہ پھر کھوج اُن کا پاتے ہیں
مرگ تھی اُسکی اس جگہہ تقدیر — بلی تھی یا کہ گربۂ تصویر
رنگ جیسے کہ وقت گرگ ومیش — یعنے سرخی تھی کم سیاہی بیش
جنسے مالوف تھے وہیں رہتے — اُنسے کچھہ کچھہ نگاہوں میں کہتے
کیا نفاست مزاج کی کہیئے — ستھرے اتنے کہ دیکھہ ہی رہیئے
خال جون پہ دل گل کترتے ہیں — یا کہ نقشوں میں رنگ بھرتے ہیں
چوہے چڑیا پہ انکے کب کی نظر — حج کا کرنا نہ فرض تھا اسپر
موہنی بھی تو تھی بہن اسکی — نسبت اسکی تھی وہ بہت گہسکی
پاوی جو کچھہ سو مار کھاوے ہی — اینگ کیا چار چار کھاوے ہی
جانور مارنا تو ہی یک سو — نیز پنجہ کیا نہ انے کبھو
یہہ نزاکت اسی کو بن آوے — موش دشتی کو دیکھہ تڑ جاوے
انے ماری ہیں ایسی کتنی توہونس — گھونس دیکھے تو ہووے کونے گھونس
یہہ چھچھوندر کے تو لئے بھاگے — وہ پری سوتنی بھی ہو تو جاگے
چھپکلی سے یہہ پھیر منہہ کو لے — وہ جفاکار جیفہ پر جی دے
یہہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اسکے خرام کے عاشق — جانور اسکے نام کے عاشق
غرض افسوس کی جگہہ بلی — اب کہاں گو کہ چھانئے دلی

ایسی بیگم مزاج بلی کہوا — بیگم آباد ہم گئے یارو
واں سے مہرت سہونے کی منزل — کیچ پانی اگرچہ تھا جاپل
گرتے پرتے پہنچ گئے سارے — ہم جفائے سپہر کے مارے
واں ولاور سے تنگ پھر انسے — جاکے واں تنگ آگئے جاں سے
اک گڑھی باش و بود کو پائی — کچھہ نہ کھانے کو جس میں نے کھائی
پھوٹی پھاٹی سی چاردیواری — اور میدان تھی گڑھی ساری
پھر نہ میدان بھی برابر تھا — ہر قدم ایک غار و چقر تھا
کھنڈر سے اسمیں تین چار مکان — جنکا گرنے پہ سخت ہی میلان
وہ گڑھی ساری کہنے ناج کے تھے — برسوں سے تھے پرتے نہ آج کے تھے
خاک مٹی سے ان گڑھوں کو بھرا — نکالا ایک لاکے اسکے بیچ دھرا
خشتی پائے اگر نہ ہوتے — باؤ میں اس سمیت اڑ جاتے
باؤ جنگل کی تند کچھہ نہ رکاؤ — مینہہ میں چاں پڑے تو کانپے جاؤ
اک گڑھی جسکی سیکڑوں راہیں — واں ٹھہرنے کو چاہئے باہیں
وہ رہے جورکھے بہت سے لوگ — یا کوئی جوگی جوکرے واں جوگ
ورنہ مشکل بہت ثبات قدم — دلمیں ایک ہول ہی رہے ہردم
باوسے دن کو سائیں سائیں کرے — رات ہووے تو بھائیں بھائیں کرے
گر شکستہ ہوئی کہیں دیوار — بے زری سے بنانا ہی دشوار
ہفتہ ہفتہ تلک پڑی ہی خراب — پردا کاہیکا پھر ہی رفع حجاب
کارپردازوں کو تقید ہی — شور ہی گالی ہی تشدد ہی
وے بچارے بہانے کرتے ہیں — رات دن لوگ چوکی بھرتے ہیں
کہتے ان سے تو پہر ملے ہی جواب — کسکے گھر سے بناویں لاکے شتاب

ہم کو کھانے ہی کا تردد ہی — صبح بقال پر تشدد ہی
بنیا منہہ کو چھپائے جاتا ہی — روٹی کا فکر کھائے جاتا ہی
حال کب پوچھنے کے ہی قابل — ہم فقیروں کے رنگ ہیں سائل
سوچیں ہیں جب تو جھول جاتے ہیں — بات کہتے ہیں بھول جاتے ہیں
تمکو دیوار پا کھے ہینگے پاؤ — ہمکو کرتا نہیں خدا آزاد
کسکو موسیں کہاں سے کچھ لاویں — دال آتا جو تمکو پہنچاویں
تم کہو دال ماش کی ہی زبوں — یاں بہم پہنچے ہی جگر ہو خوں
تم کہو آتا کیسا کھایا — یاں کلیجا پسا تو ہاتھ آیا
اور دو چار روز یہہ بھی ہی — یک غم سینہ سوز یہہ بھی ہی
فصل ہونے ابھی نہیں پائی — پیشگی سب سے قرض لے کھائی
جسے جھوتھے ہوئے ہیں ہم دس بار — چوآتا وہ کہے ہی سا ہو کار
ماش کی دال کا نکرئے گلا — گوشت یاں ہی کبھو کسو کو ملا
چاہتے ہو تو مول لو اک بر — ورنہ بیٹھے رہو بنے پتھر
بکری لینے کو پیسے ہیں کس پاس — کھاؤ دال اور پادو لے وواس
جی اگر چاہے کوئی ترکاری — گول کدو ملے بصد خواری
بھندی بینگن کے نابود و نیست تھا — اروی توری بغیر جی بس تھا
جز کدو پاوے کلو مدعو کیا — یعنے کچھ اور واں تھا کدو کیا
دارو گولی کے لچھ نہ تھے اسباب — ماش کی دال کھاتے تھے احباب
جو گرہی میں نچھوتتی یوں گو نہ — بجتی رہتی تپک کہاں سے روز
گھاس ہی گھاس اس مکان میں تمام — تس میں لساع جانور اقسام
جیسی زنبور زرد ایسے ڈانس — کاٹ کھاویں تو اچھلو دو دو یانس

پشہ و کیک اور کھٹی تھی چنکے کاٹے اچھلتی پھٹی تھی
ہاتھ پندوں پہ سب چلے جاتے سبگزوں سے بدن جلے جاتے
انکے کاٹے بدن پہ وا ناہی مرچ جدوار پھر لگانا ہی
ایک دو دن جلا فراغ ہوا اسکی جاگہہ سیاہ داغ ہوا
شہ کھجانے کھجاتے سارے گھسے پتے پتے ہوئے جو دانے پسے
دن کو وہ صورت طعام ہوئی رات کو نیند یوں حرام ہوئی
کتوں کے چاروں اور رہتے تھے کتے ہی وہاں کے تو بستے تھے
دو کہیں بیش کرے کہیں بیٹھے چار لوگوں کے گھر میں بیش بیٹھے
ایک نے پھوڑے باسن ایکوں نے کھو دمارے گھروں کے سب کونے
کوئی گھورا کرے کوئی بھونکے خفتہ خفتہ بھی شور سے چونکے
سانجھ ہوتے قیامت آئی ایک شور عف عف سے آفت آئی ایک
گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے روٹی ٹکڑے کئی بوٹہ گرنے لگے
ایک نے آکے دیکھا چاتا ایک آیا سو کھا گیا آتا
ایک نے دو تر کر دیا پھوڑا پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا
کھورنے اک لگا اندھیرا کر ایک نے اور ایک پھیرا کر
گھر میں چھینگے اگر تھے تو ڑ دئے ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دئے
لوگ سوتے بیش کتے پھرتے بیش لڑتے بیش دوڑتے بیش لڑتے بیش
جب کہ ہڈی پہ چار چار لڑیں گو شب پر بھیڑئے سے دو ڑپڑیں
ایک کے پیچھے ایک روز و شب لنڈ سے واں نہ بندہ رہے تھے کب
کتے ہی واں دو چار رہتے بیش دو گئے بھی تو چار رہتے بیش
جاگتے ہو تو دو بدو کتے سو کر اٹھو تو رو برو کتے

سر پہ دربان کے بلا ہی رہے — کتا ایک آدھ گھر میں جا ہی رہے
منہہ میں کف دور دور کرنے سے — حال بیحال شور کرنے سے
تو کہے سنکے وہ گلا پھاٹا — باؤلے کتے نے اسے کاٹا
کتونکی کیا سماجتوں کو کہیں — چچڑی سی رات دن لگے ہی رہیں
باہر اندر کہاں نہ تھے کتے — بام و در چھت جہاں تہاں کتے
جھڑ جھڑا دے ہی کان کو کوئی — رووے ہی اپنی جان کو کوئی
یک طرف ہی چپڑ چپڑ کی صدا — یعنے کتا ہی چکی چاٹ رہا
ایک چھلنی کو منہہ میں لے آیا — ایک چولھے کو کھودتا پایا
ایک کے منہہ میں ہانڈی ہی کالی — ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی
تیل کی کپی ایک لے بھاگا — ایک چکنے گھڑے سے جا لاگا
کتے یارو کہ جان کا تھا روگ — جاں بلب ہوں نہ کسطرح سے لوگ
آدمی کی معاش ہو کیونکر — کتوں میں بود و باش ہو کیونکر
بستی دیکھی سو ایسی تھی آباد — کہ بیابان سخت سے دے یاد
چار چھپر کہیں چماروں کے — سو بھی ٹوٹے گرے بچاروں کے
پھر چلو آگے تو نہیں ہی کچھ — ڈھنڈھ سا اور جو کہیں ہی کچھ
پھوٹی ٹوٹی کوئی حویلی ہی — سو بھی میدان میں اکیلی ہی
ایک دو مردے سے پرے ہیں واں — زرد ہو ہو گئے ہیں بے لب ناں
لوگ ایسے مکان سب ایسے — ایسی جاگہہ سے اُچٹیں دل کیسے
اور جو چار گھر نظر آئے — اُنکی خوبی کھلی وہیں جائے
وہ بھی کولی چمار تھے کوئی — فاقوں کے زیر بار تھے کوئی
صورتیں کالی سوکھے سوکھے سے — سارے کنگال اور بھوکھے سے

چار دانوں کے واسطے جی دیں — جان کھا جائیں کچھ نہ جب تک لیں
اسے آگے بڑھے تو دھینور تھے — اُجڑے پجڑے انھونکے کچھ گھر تھے
اور آگے گئے تو تھا بازار — اسمیں بنیونکی تھیں دکانیں چار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا — تسکو بھی مکھیوں نے تھا چاٹا
ایک کے سانواں اور تھوڑے چنے — جھبڑوں میں خاک دھول ایک کنے
جو تھا باقی رہا سو تھا کنگال — نانو کو کہتے تھے اسے بقال
اسکا عامل کے یاں اٹھا مایا — انے جیسا کیا تھا سو پایا
ایک کنجڑے کے چار گٹھے پیاز — تسپر اسکو ہزار فخر و ناز
کیا کہوں مرچ تھی نہ ادرک تھی — اس مچھندر میں کچھ بھی بھدرک تھی
ایک دوکان تھی پساری کی — انے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
اسے جا کر جو مانگے ہلدی — زرد مٹی کو باندھ دے جلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہہ کہے — بس تم اس بستی میں میانجی رہے
یاں جو کچھ ہی چلن سو دیتا ہوں — میں بھی پیسے لگا کے لیتا ہوں
مانگو اسے جو مرچ یا دھنیا — دیوے لچا وہی بتا دھنیا
انمیں دو دانے اور سب کنکر — دئے کاغذ میں ہاتھ لنبا کر
لونگ چور انفر سے منگوایا — لال مرچیں کٹی ہوئی لایا
اور اشیا یہیں سے کرئے قیاس — آگے جاتا نہیں کہا مجھ پاس
اور دس بیس گھر گنوارونکے — اور دو چار فاقہ ماروں کے
پھوٹی مسجد خطیب تھا نہ اذان — یہی خایہ خطیب کا تھا واں
نہ تھی قید صلوات و رسم صوم — اسپہ سید امام واں کی قوم
بندے سب جن کا تھا خدا نہ کوئی — اس طریقے سے آشنا نہ کوئی

راہ و رسم و طریق سب بیڈھب — پہلے کالی تھی پیچھے حرف یاب
کوسوں بھاگا اگر ملا کوئی — صحبت ایسوں سے رکھے کیا کوئی
ایک تکیہ نہ جسمیں فرش کاہ — حال درویش قابل صد آہ
ٹکڑے ٹکڑے کی احتیاج اسکو — مرض جوع لاعلاج اسکو
برسوں چلا کے نا امید ہوا — چپکی سادھی جگر میں چھید ہوا
آتے جاتے سے انے جو پایا — اس ہی پر رہ گیا وہی کھایا
گرد دو چار خاک کیسے ڈھیر — جنکو کہتے تھے لیٹے ہیں یان شیر
اپنا تو اعتقاد تھا ہی کم — پر کبھو بلی بھی نہ دیکھی ہم
کچھ نہ دیکھا ہم ان بھی گوروں سے — کام نکلا سو اپنے زوروں سے
کی توجہ جو ٹک وروں کی اور — دل جگر پر مرے پڑا کچھ زور
جسے چھاتی میں درد ہونے لگا — رنگ چہرے کا زرد ہونے لگا
پھر زمیداروں میں نفاق ہوا — یہہ عجب اور اتفاق ہوا
دونوں کا اک جدا ہی مطلب ہی — یہہ کہے روز وہ کہے شب ہی
آس پاس اس گڑھی کے آئی جھیل — گم تھے برسات میں طریق و سبیل
ایدھر اودھر اتر کے پانی جاؤ — قہر ہی پھر جو ٹک بھی ہووے چڑھاؤ
اسے واں کی ہوا بہت مرطوب — ہووے نزلہ زکام بے اسلوب
کتنے روزوں میں ہوتی ہی کھانسی — ایسی جیسے گلے میں دیں پھانسی
پھر وہ درجہ ہی جس میں ہووے دق — یہہ کوئی ایک نکلی ثالث شق
بڑی آفت خطر تھا سکھوں کا — کپوں کے وہ ملک گھر تھا سکھوں کا
اسمیں آجاتے تو قیامت تھی — مال و جان عرض سب کی رخصت کی
نہ کوئی دادرس نہ وقت داد — مفت ہی ہم گئے تھے سب برباد

کیا کدھب چرخ کج نے پھینکا تھا — پر خدا کچھ ہمارا سیدھا تھا
جسنے قدرت نمائی کی اپنی — اُس بلا سے رہائی کی اپنی
بس قلم ہی حریر تیری تھی — شور سنے تو پرا جہان میں دھن
بد زبانی کا مجھکو کب ہی دماغ — ایسی باتوں سے میں کیا ہی فراغ
ہو چکی صاحبوں کی فرمایش — چپ رہ اب ہی زبان آسایش

مثنوی دیگر

تھا کبھی کا بچہ اک درویش پاس — باش و بود اسکی تھی مجھ دلریش پاس
اس قلندر نے بحسب احتیاج — کیجئے اسکو نکالا لاعلاج
میں نے اسکو ایک جا دلوا دیا — مول ٹھہرا تھا جو کچھ سو لا دیا
بو زنہ یا کوئی تحفہ و ہر کا — عزت افزا پندہ تھا امن شہر کا
نام منوا اسکا اب مشہور ہی — شوخی اسکی ہر کہیں مذکور ہی
ہی ہنومانی نسب یہہ یاب و ید — قابل وصف اسکے حضرت بو حمید
ہی جو لکھو ہندی یہہ مشہور اب — اسکی بد مادری تھی بو العجب
اسکے پردادا نے ہی یہہ حرف دی — ایک دم کالبد میں انکا پھونک دی
ایک چنچل ہی بلا ئے روزگار — ہاتھ رہ جاوے تو پا سر گرم کار
ہی تو بچہ سا ولیکن وار ہی — پست اسکی جست کا لنگور ہی
کیا کوئی انداز شوخی کا کہے — ہو معانق زن تو آدم تک رہے
اچپلاہٹ اسکی سب معلوم ہی — معرکوں میں چوک کے اک دم ہی
ہونے میں قرار کب دیکھے سے سیر — اچپلی اسکی رہے ہی یا دیر
حرکتیں دلکش ہیں سب انداز خوب — پر ضروری ہی کہ ہاتھوں میں ہو چوب
ورنہ بونتا سا جو قد ہی جھاڑ ہی — کتکھنا ننھا ہی کپڑے پھاڑ ہی

لوندی باندی سکو اسے احتراز ۔ ڈر سے اکثر بی بیوں کے دل گداز
یہہ جو چاہے چھوٹے تو تدبیر کیا ۔ رسی ڈوری لوہے کی زنجیر کیا
ربط اسے جسے ہی اسکے ربط ہی ۔ مار کھانے پر بھی اسکو ضبط ہی
جب وہ چھوٹے شور و ہنگامے رہیں ۔ ابتو چھوٹا ابتو چھوٹا سب کہیں
چھوٹنا ہی گر پڑے کوئی بھوگ ۔ بندروں سے ناچتے پھرتے ہیں لوگ
ہوتے ہیں اس جنس میں بھی ذی خرد ۔ آدم و حیواں میں ہے برزخ ہیں تد
طنز سے یہہ بات اگر چہ ہی کہی ۔ جو کہے انسان تو بوزنیہ بھی
لیکن اس جا گہہ تو صادق ہی یہہ قول ۔ سارے اسکے آدمی کے سے ہیں ڈول
ہی تماشا آئینہ کے روبرو ۔ عکس سے اپنے اسے ہی گفتگو
دیکھنا جھک جھک کے اسکا ہونہ ضبط ۔ آدمی بندر کا ہی مشہور ربط
گاہ بوسہ گاہ غر غر بولنا ۔ گاہ آنکھیں موندنا گہہ کھولنا
آگے تھا اک بوزنہ شطرنج باز ۔ چال سے اسکی نکلتا امتیاز
کہنہ قزاقوں سے ہمکو یاد ہی ۔ یہہ اسی فتان کا داماد ہی
جاں دیں بندر اگر دیکھیں چنے ۔ رہتے ہیں چانول پر بے اسکے کنے
آنکھہ کب دوڑے ہی اسکی ہر طرف ۔ ہی یہہ اپنی نوع کا فخر و شرف
الغرض منوا عبادت جان سے ہی ۔ نام اس دلکش کا منوا یاد ہی
خوش رہے منوا تو خوش احوال میرا ۔ ورنہ آدم ہی جوانی میں بھی پیر
دہر میں یارب نہ یہہ مخروں رہے ۔ جسکا منوا ہی اسے میموں رہے

مثنوی دیگر

ایک بلی بوہنی تھا اسکا نام ۔ آئے میرے گھر کیا آکر مقام
ایک دو سے ہو گئی الفت گزیں ۔ کم بہت جانے لگی اتنہ کر کہیں

ربط پھر پند کیا میرے بھی ساتھ
دیکھتی رہنے لگی میرا ہی ہاتھ

آئے ہی مجھ پاس اٹھکر یہہ سویر
گربہ زر د فلک نکلے ہیں دیر

یعنے وقت گرگ و میش آئی ہی پاس
پھر مرا پہروں کیا ہی اس پاس

چھیچھڑا ٹکڑا جو کچھ پایا کرے
فقر میرا دیکھہ کر کھایا کرے

جھنجوں سے تو تا ہی چھینکا بھی اگر
اُنے ادھر کبھی نہیں مطلق نظر

دخل کیا ہی جھانکے یہہ چھینکے کی اور
ٹکڑے کو دیکھے نہ گو بھوکی ہو زور

اس مروت پیشہ سے کیا ہی گلا
خوف سے آپھی گئے چوہے بلا

ایک بلی کچھہ گئی تھی آگے چکھہ
یہہ لڑی تو منہہ پہ پنجہ اپنے رکھہ

برسوں یاد آوے گی یہہ پاکیزہ خو
آگے آئی ہی نہیں چلتے کبھو

لاگھی ہو جو گھر سے جاتے تد رہوں
چلتے چھینکا ہو کبھو تو کچھہ کہوں

تھی تو ظاہر جوں کرا ہی تیرہ رنگ
پر تماشا کردنی تھے اسکے ڈھنگ

شوق میں ہمسائیاں اسکے رہیں
جو گئی بھی تک تو مانگی سی کہیں

پھرنے کو پھرتی تو کیا دلی نہ تھی
پر جلے پانوں کی یہہ بلی نہ تھی

رفتہ رفتہ کو تھوں پر جانے لگی
پہروں پہروں میں یہہ پھر آنے لگی

حاملہ ہو کر گئی بچے دئے
ایک دو بھی ہو نہ انمیں سے جئے

متصل ایسا ہوا جو اتفاق
مرگ ان بچوں کی گذری سب پہ شاق

حفظ اسکی کوکھہ کا لازم ہوا
جھاڑے پھونکے کا ہر اک عازم ہوا

نذریں مانیں نقش لائے ڈھونڈھکر
نیل کے ڈورں میں باندھے پیٹ پر

چھیچھڑوں پر بعضوں نے افسوں لکھے
بعضوں نے تعویذ لیکر خوں لکھے

بی بلائی سے بہت کی التجا
گربہ محراب سے چاہی دعا

گوشت کی چیلوں کو پھینکی بوٹیاں
ماشیں کی موتی پکائیں روٹیاں

لڑکیاں بٹھلائیاں کھاتوں تلے — اُس طرح جوں دیکے بلی کم ہلے
دیتے ٹکڑا منہہ کو ہر اک کھولتی — اور بولی بلیوں کی بولتی
صدقے تیرے چھیچھڑے جو ڈھیر ڈھیر — گربۂ لاوہ نے کھائے ہو کے سیر
کیں منا جاتیں دل شب لا تعد — گربۂ زاہد سے بھی چاہی مدد
بو ہریرہ کتیئیں مانا بہت — بلیوں کتیں دیا کھانا بہت
مدح حسن بلی کی کرتا تھا عبید — تھی دعا گوئی میں وہ بے مکر و شید
خواجہ عصمت کرتے تھے طاعت جہاں — ایک بلی بیٹھی تھی آکر وہاں
صبحدم ہوتے وے سرگرم سجود — گہہ قیام اسکیتئیں تھا گہہ قعود
چاہی ہمت اسے اٹھہ کے ہر سحر — کچھہ تو باطن نے کیا اسکے اثر
پانچ بچے انے اس نوبت دئے — بارے وے سب قدرت حق سے جیئے
کیوں نہ ایسی ہووے امداد سترگ — بی بلائی تو ہریرہ سب بزرگ
اک توجہ رکھتے تھے ظاہر کی اور — آرزو بر لائے یہہ باطن کی زور
اپنی مانکے رات دن سننے لگے — پانچوں بچے دودھہ کچھہ پینے لگے
دودھہ کتنا جو کہ بس ہو سب کتیں — میں بھی منگونے لگا کچھہ شب کتیں
دودھہ پیکر گائے بکری کا چلے — روز و شب لوگوں کی آنکھوں کے تلے
دیر میں میں نے جو یہہ ٹک غور کی — بلیاں پانچوں ہیں یے اک طور کی
دو مہینے تک بہت تھی احتیاط — کتے بلی سب سے موقوف اختلاط
کوئی کتا آگیا ایدھر اگر — لوگ دوڑے شیر سے منہہ پھاڑ کر
در سے نکلیں سب ہوئیں بازی کی گرم — زرد زرد انکی دمیں منہہ نرم نرم
لچھے ریشم کے سے چندیں رنگ خال — کچھہ سفید و کچھہ سیہ کچھہ زرد و لال
آنکلتی تھیں جدھر یے پانچ چار — دو طرف ہو جاتی تھی باغ و بہار

ایک عالم عاشق بیتاب تھا — اس خاطر بیخور و بیخواب تھا
لیگئے ایک ایک کر سب تین تو — منی مانی رہ گئیں مجھ پاس دو
منی کی پھر ایک صاحب نے پسند — تھی بھی نازک ایسی ہی طالع بلند
مانی کچھ بھاری تھی نکلی بردبار — رہ گئی یاں فقر کو کر اختیار
بورئیے پر میرے اُسکی خوابگاہ — دل سے میرے خاص اسکو ایک راہ
میں نہوں تو راہ دیکھے کچھ تکھائے — جاں پاوے سن مری آواز پاے
سب سے آگے آن پہنچے در تلک — دیکھے میرے پانو سے لے سر تلک
آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہی — بلی یا اعجوبۂ آفاق ہی
بلیاں ہوتی ہیں اچھی ہر کہیں — یہہ تماشا سا ہی بلی تو نہیں
گرد رو باندھو تو چہرہ حور کا — چاندنی میں ہو تو بکا نور کا
گرم شوخی ہو اگر یہہ مثل برق — بجلی میں اس میں نکچھ کر سکئے فرق
یا پری اس پردے میں ہی جلوہ گر — اٹھتی اودھر سے نہیں ہرگز نظر
کیسی ہی بلی ولایت کی ہی زور — خوب دیکھو تو ہی اسکے صدقے حور
ربط ہی اپنے بھی جن کو اسکے ساتھہ — بیٹھے ہی تو بیٹھ پر میرا ہی ہاتھہ
ایکدن جا کر کہیں تک سو گئی — مانی مانی سارے گھر میں ہو گئی
بلی کا ہوتا نہیں اسلوب یہہ — ہی کبودی چشم یک محبوب یہہ
دیکھے حسن یک ذرا کوئی اسکو گھور — چشم شور آفتاب اسدم ہو کور
حسن کیا کیا مانی کے کرتے بیاں — ہو جہاں جبتک یہہ ہووے درمیاں
خوبی منی کی نہ کوئی کہہ سکے — دیکھے اسکو تو نہ اس بن رہ سکے
داغ گلزاری سے اسکے تازہ باغ — اس زمان تیرہ کی چشم و چراغ
کیا دماغ اعلی طبیعت کیا نفیس — کیا مصاحب نے بدل کیسی جلیس

یہہ تفاسیر یہہ لطافت یہہ تمیز — آنکھہ دوڑے ہی نہ ہو کیسی ہی چیز
اسکو گر کعبے میں یہہ ہو شوخ و چست — ہی کبوتر مارنا واں کا درست
چوہا چڑیا انے کچھہ کھایا نہیں — حج کو جانا اسکتیں آیا نہیں
حب ہرہ جو کہ ہی ایمان میں — ہی اسی بلی کی شاید شان میں
تھا بہت منی کا جنا آرزو — سو جنی دو بلیاں یہہ ماہ رو
حال ہیں انپر بھی ماکے سے عیاں — پر وہ خوبی اور محبوبی کہاں
ں اور سوہنی ہی انکا نام — پھرتی ہیں پھندناسی دونوں صبح و شام
یے دھاگے گردنوں میں ہیں پڑے — لوگ آنکھوں ہی میں رکھتے ہیں کھڑے
حفظ ابھی بلوں سے انکا ہی ضرور — رہیو ان دونوں سے چشم شور دور
دیکھے انکی اور جو تک کرکے چشم — کاڑھہ کردیں بلیوں کو اسکی پشم
قصہ کوتہ موہنی آگے موئی — یک قیامت جان پر اس بن ہوئی
صبر بن چارہ نہ تھا آخر کیا — بلی ماروں میں اسے گڑوا دیا
شاد وہ جسکے رہیں قایم مقام — واے اسپر جس کسو کا لیں نہ نام

مثنوی دیگر

کیا لکھوں میر اپنے گھر کا حال — اس خرابی میں میں ہوا پامال
گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہی — سخت دلتنگ یوسف جوں ہی
کوچۂ موج سے بھی آنگن تنگ — کوٹھری کے حباب کیسے ڈھنگ
چار دیواری سو جگہہ سے خم — تر تنک ہو تو سو کھتے ہیں ہم
لونے لگ لگ کے جھڑتی ہی ماٹی — آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی
کیا تھمے مینہہ سقف چھلنی تمام — چھت سے آنکھیں لگی رہے ہیں مدام
اس چکش کا علاج کیا کرئے — راکھہ سے کب تلک گڑھے بھرئے

جا نہیں بیٹھنے کو مینہہ کے بیچ — ہی چکش سے تمام ایواں کیچ
آنکھیں بھر لا کے یہہ کہیں ہیں سب — کیونکے پروا رہے گا یارب اب
جھاڑ باندھا ہی مینہہ نے دن رات — گھر کی دیواریں ہینگی جسے پات
باؤ میش کا پنتے ہوں جو تھر تھر — اپنہ ردّا رکھے کوئی کیدر
کیچ لے لے کے مارے چھوپا ہی — چھوپنا کاہے کا ہی تھوپا ہی
تسلو پھر پرچھتی بھی ہی ہی نہیں — ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہیں
وہانکو دیوار یا اُٹھا رکھو — یا ہمارے لئے بجھا رکھو
ایک حجرہ جو گھر میں ہی واثق — سو شکستہ تر از دل عاشق
کہیں سوراخ ہی کہیں ہی چاک — کہیں جھڑ جھڑ کو ڈھیر سی ہی خاک
کہیں کھونسوں نے کھود ڈالا ہی — کہیں چوہے نے سر نکالا ہی
کہیں گھر ہی کسو چھچھوندر کا — شور ہر کونے میں ہی مچھر کا
کہیں مکڑی کے لٹکے ہیں جالے — کہیں جھینگر کے بیمزہ نالے
کونے ٹوٹے ہیں طاق پھوٹے ہیں — پتھر اپنی جگہہ سے چھوٹے ہیں
اینٹ جو نا کہیں سے گرتا ہی — جی اسی حجرے ہی میں پھرتا ہی
رکھہ کے دیوار ایدھر اودھر سے — لا کے یارب بناؤں کس گھر سے
چارپائی جب اسمیں بچھوائی — پہلے چلپاسہ ہی نظر آئی
سام ابرص کہ ہی وداے حراج — ہر جگہہ یاں سے ہی نمایاں اج
پیکر اپنے خدا نے رکھی ہی — ڈانس ایک ایک جیسی مکھی ہی
آگے اس حجرے کے ہی اک ایواں — وہی اس تنگ خلق کا ہی مکاں
کڑی تختے سبھی دھویں سے سیاہ — اسکی چھت کی طرف ہمیشہ نگاہ
کبھو کوئی سنپولیا ہی پھرے — کبھو چھت سے ہزار پاسے گرے

کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹتا ہی
کوئی ڈاسا مکان سے چھوٹتا ہی

دیکھے رہنا ہمیشہ مد نظر
گھر کہاں صاف موت ہی کا گھر

مٹی تو دہ جو ڈالی چھت پر ہم
تھے جو شہتیر جوں کمان ہائش خم

مضطرب ہو کے جو بچھائی بہت
ہر کڑی نے کڑی اٹھائی بہت

پر سے اس مٹی میں کرختی ہی
تختہ تختہ ہوئی بہہ سختی ہی

دیں ہائش آروآریں پھر جو حد سے زیاد
چل ستون سے مکان دے ہی باد

اینٹ مٹی کا ڈر کیے آگے دھیر
گرتی جاتی ہی ہولے ہولے منڈیر

بیتے ہیں جب تلک نہیں پہنچی
ورنہ کیا بس ہی جو یہیں پہنچی

لگنی دیوار کی پنت بحال
پدڑی کا بوجھ بھی سکے نہ سنبھال

ٹوٹا مینا تو ایک بات ہی
پھوٹنا پھوٹ کے تو قیامت ہی

کہو نکے ساون کتے گا ابکی بار
تھرتھرا دے بھنبیری سے دیوار

ہو گیا ہی جو اتفاق ایسا
شاق گذرے ہی کیا کہوں کیسا

ہو کے مضطر لگے ہیں کہنے سب
ار بھنبیری کہ ساون آیا اب

تیتری یاں جو کوئی آتی ہی
جان مخروں نکل ہی جاتی ہی

نہیں دیوار کا بہہ اچھا ڈھنگ
کہیں کھسکے تو ہی قیامت تنگ

ایک دن ایک کوا آ بیٹھا
بیگماں جیسے بوم آ بیٹھا

چل سے لوگ دوڑے کرتے شور
کہ نہ حایط میں کچھ رہا تھا زور

ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
دوڑے اچھلے کہ ہال ہال چلے

نہیں وہ زاغ چار پانو پھرا
ایک کالا بھجنگ آن گرا

مٹی اسکی کہیں کھسکی
جی ڈرا اور چھاتی بھی دھسکی

سان کر خاک لگ گئے دو چار
بارے جلدی درست کی دیوار

اچھے ہونگے کھنڈر بھی اس گھر سے — برسے ہی ایک خرابی گھر در سے
اکھڑے پکھڑے کواڑ ٹوٹی وصید — زلفی زنجیر ایک کہنہ جدید
خاک لوہے کو جیسے کھاوے پاک — چھیڑ لیجے تو پھر نری ہی خاک
بند رکھتا ہوں در جو گھر میں رہوں — قدر کیا گھر کی جبکہ میں ہی نہوں
گھر بھی پھر ایسا جیسا ہی مذکور — ہی خرابے سے شہر میں مشہور
جسنے پوچھو اسے بتاوے شتاب — ساری بستی میں ہی یہی تو خراب
ایک چھپر ہی شہرہ دلی کا — جیسے روضہ ہو شیخ چلی کا
بانس کی جا دئے تھے سرکنڈے — سووے مینہوں میں سب ہوئے ٹھنڈے
گلکے بندھن ہوئے ہیں دھیلے سب — پاکھے رہنے لگے ہیں گیلے سب
مینہہ میں کیوں نہ چھیگئے یکسر — پھوس بھی تو نہیں ہی چھپر پر
مٹی ہو کر گرا ہی سب والا — وہ رہے یاں جو ہووے ڈھب والا
واں یہہ ٹپکا تو یاں سرک بیٹھا — یاں جو بھیگا تو واں تنک بیٹھا
حال کسکو ہی اولتی کا یاد — مگری اس جھگڑے میں کئی برباد
کہیں صحنک رکھوں کہیں پیالا — کہیں ہانڈی کے ٹھیکرے لالا
ٹپکے دو چار جا تو بند کروں — پیچ کوئی لڑاؤں قند کروں
یاں تو جھانکے ہزار میں تنہا — کچھ نہیں ہاے مجھسے ہو سکتا
بسکہ بدرنگ ٹپکے ہی پانی — کپڑے رہتے ہیں میرے افشانی
کوئی جانے کہ ہولی کھیلا ہوں — کوئی سمجھے ہی یہہ کہ خیلا ہوں
مجھسے کیا واقعی ہوا چارا — آسماں جو پھٹے تو کیا چارا
بان جھینگر تمام چاٹ لئے — بھیگ کر بانس پھاٹ پھاٹ گئے
تنکے جاندار ہیں جو بیش و کم — تن پہ چڑیوں کو جنگ ہی باہم

ایک کھینچے ہی چونچ سے کر زور — ایک مگری پہ کر رہی ہی شور
پوچھ مت زندگانی کیسی ہی — ایسے جھپر کی ایسی تیسی ہی
کیا کہوں جو جفا چکش سے سہی — چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی
بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو — کونے ہی میں کھڑا رہا یکسو
ڈیوڑھی کی ہی یہہ خوبی گھر ایسا — جھپر اس چوچلے کا گھر ایسا
جنس اعلی کوئی کھٹولا کھاٹ — پائے پٹی رہے ہیں جنکے پھاٹ
کھٹملوں سے سیاہ ہی سو بھی — چین پڑتا نہیں ہی شب کو بھی
شب بچھونا جو میں بچھاتا ہوں — سر پہ روز سیاہ لاتا ہوں
کیڑا ایک ایک پھر مکوڑا ہی — سانجھ سے کھاتے ہی کو دوڑا ہی
ایک چٹکی میں ایک چھنگلی پر — ایک انگوٹھا دکھاوے انگلی پر
گرچہ بہتوں کو میں مسل مارا — پر مجھے کھٹملوں نے مل مارا
ملتے راتوں کو گھس گئیں پوریں — ناخنوں کی ہیں لال سب کوریں
ہاتھ تکیے پہ گہہ بچھونے پر — کبھو چادر کے کونے کونے پر
سلسلایا جو پائینتی کی اور — وہیں مسلا کر ایڑیوں کا زور
توشک ان رگڑوں میں سب پھاٹی — ایڑیاں یوں رگڑتے ہی کاٹی
جھاڑتے جھاڑتے گیا سب بان — ساری کھاٹوں کی چولیں نکلیں ندان
نہ کھٹولا نہ کھاٹ سونے کو — پائے پٹی لگائے کونے کو
جب نہ تب پنڈے پر لیے پائے — سیتلا کیسے دانے مرجھائے
سوتے تنہا نہ بان میں کھٹمل — آنکھ منہ ناک کان میں کھٹمل
کہیں پھڑکا کہ جیسی تاب گئی — آنکھ سے تا پگاہ خواب گئی
ایک ہتھیلی پہ ایک گھائی میں — سیکڑوں ایک چارپائی میں

ہاتھہ کو چین ہو تو کچھہ کہئے — کب تلک یوں ٹٹولتے رہئے
یہہ جو بارش ہوئی تو آخرکار — اس میں سی سالہ وہ گری دیوار
آہ کھینچی خرابی کیا کیا نہ — تھے جو ہمسائے وے ہیں ہمخانہ
ایسے ہوتے ہیں گھر میں تو بیٹھے — جیسے رستے میں کوئی ہو بیٹھے
دو طرف سے تھا کتوں کا رستا — کاش جنگل میں جا کے میں بستا
ہو گھڑی دو گھڑی تو دُتکاروں — ایک دو کتے ہوں تو میں ماروں
چار جاتے ہیں چار آتے ہیں — چار عف عف سے مغز کھاتے ہیں
کسے کہتا پھروں یہہ صحبت نغز — کتوں کا سا کہاں سے لاؤں مغز
وہ جو ایوان تھا حجرے کے آگے — اسکے اجزا بکھر نے سب لاگے
کوٹھا بوجھل ہوا تھا بیٹھہ گیا — پانی جز جز میں اسکے پیٹھہ گیا
کڑی تختہ ہر ایک چھوٹ پڑا — ناگہاں آسمان ٹوٹ پڑا
میں تو حیران کار تھا اپنا — کوئی اسدم نہ یار تھا اپنا
اینٹ پتھر تھے مٹی تھی یکسر — خاک میں مل گیا تھا گھر کا گھر
چرخ کی کجروی نے پیسا تھا — پر خدا میرا مجھسے سیدھا تھا
کتنے اک لوگ اسطرف دھائے — یا ملک آسمان سے آئے
مٹی لے لے گئے وہ ہاتھوں میں — کام نے شکل پگڑی باتونمیں
صورت اس لڑکے کی نظر آئی — ہم جو مردے تھے جان سی پائی
آنکھہ کھولی ادھر ادھر دیکھا — اس خرابی کو بھر نظر دیکھا
قدرت حق دکھائی دی آکر — یعنے نکلا درست وہ گوہر
داشت کی کوٹھری میں لا رکھا — گھر کا غم طاق پر اٹھا رکھا
مومیائی کھلائی کچھہ ہلدی — فرصت اسکو خدا نے دی جلدی

غم ہوا سنکے دوستداروں کو — پھر بندھا یہہ خیال یاروں کو
کہ مری بود و باش یاں نرہے — گو تصرف میں یہہ مکان نرہے
شہر میں جا بہم نہ پہنچی کہیں — چار و ناچار پھر رہا میں وہیں
اب وہی گھر ہی بے سر و سایہ — اور میں ہوں وہی فرومایہ
دن کو ہی دھوپ رات کی ہی اوس — خواب راحت ہی یاں سے سو سو کوس
قصہ کوتہ دن اپنے کھوتا ہوں — رات کے وقت گھر میں ہوتا ہوں
نہ اثر بام کا نہ کچھہ در کا — گھر ہی کا ہیکا نام ہی گھر کا

مثنوی مسمی بہ معاملات عشق

کچھہ حقیقت نپوچھو کیا ہی عشق — حق اگر سمجھو تو خدا ہی عشق
عشق ہی عشق ہی نہیں ہی کچھہ — عشق بن تم کہو کہیں ہی کچھہ
عشق تھا جو رسول ہو آیا — انے پیغام عشق پہنچایا
عشق حق ہی کہیں نبی ہی کہیں — ہی محمد کہیں علی ہی کہیں
عشق عالی جناب رکھتا ہی — جبرئیل و کتاب رکھتا ہی
عشق حاضر ہی عشق غایب ہی — عشق ہی مظہر عجایب ہی
عشق کیا کیا مصیبتیں لایا — روز کو رات کر کے دکھلایا
عشق میں لوگ زہر کھاتے ہیں — عشق سے رنگ سبز پاتے ہیں
عشق سر تا قدم امید ہوا — زیر تیغ ستم شہید ہوا
مجھسے یہہ پوچھہ مت کہیں ہی عشق — عشق ہی اُنہیں کو جنھیں ہی عشق
عشق سے رنگ زرد ہوتا ہی — عشق سے دلمیں درد ہوتا ہی
رہتے ہیں عشق ہی میں مژگان تر — یہیں دیکھی ہیں آنکھیں آتی بھر
عشق ہی کا خراب ہی کنعاں — عشق ہی ایک خانہ آباداں

عشق لایا ہی آفتیں کیا کیا
اُسسے آئیں فیامتیں کیا کیا

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ موا
سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا

عشق نے چھا تیاں جلائیں ہیں
آگئیں کس کس جگہہ لگائیں ہیں

عشق میں ایک جی کو کھو بیٹھے
ایک آنکھوں کو روکے رو بیٹھے

ایکوں کا جیب تا بدامن چاک
ایک والے ہی سر کے اوپر خاک

شان ارفع ہی جنکی خوار ہیں یاں
عقل والے جنوں شعار ہیں یاں

خستۂ عشق کچھہ نہ میر ہوئے
بادشا عشق میں فقیر ہوئے

کوئی دل تنگ ہو کوئے میں گرا
کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ پھرا

جب پتنگا ہوا تھا اسسے داغ
تب دیا جی کو انے پیش چراغ

عشق کی فاختہ ستمکش ہی
عشق سے عندلیب و مکش ہی

عشق باعث ہوا وطن چھوٹے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے

مایۂ درد و رنج سب ہی عشق
متصل رونے کا سبب ہی عشق

پڑ گئے دل جگر میں آخر چید
کچھہ تپایا کنھوں نے عشق کا بید

اپنی تیغ ستم جو اینچے عشق
جامے بہشوں کے خون میں کھینچے عشق

عشق سے قمری ہی حریف سرو
مہ سے آنکھیں لڑا رہا ہی تدرو

عشق کے دل فگار سارے ہیں
انے کیا کیا جوان مارے ہیں

کہیں حق ناحق انے خون کئے
کہیں سر پر کھڑا ہی تیغ لئے

کوئی محو گزاف ہیں اسسے
کہیں میدان صاف ہیں اسسے

اسسے یک جمع نے لیا ہی جوگ
ایک فرقے کا ہی یہہ جی کا روگ

ایک کے لب پر آہ ہی اسسے
ایک کا شیوہ اسکے نالہ کشی

ایک کو بیدمی ہی جیسے غشی

ایک ناشاد زندگانی ہے — ایکوں کے دل گداز پانی ہے
ایک کے پھول گل پہ نالے ہیں — ایک کی جان ہی کے لالے ہیں
ایک نے کوہ اسے توڑ دئے — ایک تنکا کر اُنے چھوڑ دئے
چپ لگے ہی کسو کو اسکے سبب — بند رہتے نہیں کسو کے لب
کوئی باتیں کرے ہی شوق کے ساتھ — کوئی چپکا ہوا ہی ذوق کے ساتھ
ہی تواجد کسو کو حال کہیں — کہیں نقصان ہی کمال کہیں
ایک محو لباس عریانی — ایک سر گرم دامن افشانی
کسو کو فکر کوئی ذاکر ہی — کوئی صابر ہی کوئی شاکر ہی
کہیں وسعت کہیں ہی تنگ اوقات — عشق کے ہیں کے مختلف حالات
سیر قابل ہیں اسکے دیوانے — سنے کی گوں ہیں اسکے افسانے
وصل میں جنکے دل رہیں بیجا — فصل ہو تو انھوں کا حال ہو کیا
اس بلا سے مجھے بھی کام ہوا — عاشق زار میرا نام ہوا
قصہ میرا بھی سانحہ ہی عجب — کس پہ گذرا ہی یہہ ستم یہہ غضب

حکایت اول

ایک صاحب سے جی لگا میرا — اُنکے عشوون نے دل ٹھگا میرا
ابتدا میں تو یہہ رہی صحبت — نام سے انکے تھی مجھے الفت
خوبی انکی جو سب کہا کرتے — گوش میرے ادھر رہا کرتے
بخت برگشتہ پھر جو یار ہوئے — ایک طرح مجھسے وے دچار ہوئے
لیا کہوں طرز دیکھنے کی آہ — دل جگر سے گذر گئی وہ نگاہ
چپکے منہہ اُن کا دیکھہ رہتا میں — جی میں کیا کیا پہ کچھہ نہ کہتا میں
وے تو ہر چند اپنے طور کے تھے — پر تصرف میں ایک اور کے تھے

کرنے ظاہر میں احتیاط بہت — مجھسے بھی رکھتے اختلاط بہت
بات کی طرز میری ہی بھاتی — میری آزردگی نہ خوشن آتی
پیار چتون سے پھر نکلنے لگا — دیکھنا دلکو میرے ملنے لگا
کہیں دیکھوں تو بات دیر کہیں — بیدماغ اور بیگمان رہیں
کچھ کچھ آزار مجھکو دینے لگے — قسم اقسام مجھسے لینے لگے
میں جو کھاتا قسم تو ہو برہم — کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم
ایک دو دن میں بعد رفع ملال — لطف سے پوچھتے کہو کچھ حال
جو گذرتی تھی مجھ پہ میں کہتا — یا کوئی اشک آنکھ سے بہتا
دیکھ کر روتے آپ بھی روتے — دلدہی کرتے جب تلک سوتے

معاملہ وہم

ایک مدت تلک یہہ صحبت تھی — کبھو الفت کبھو نہ الفت تھی
رفتہ رفتہ ساوک بیچ آیا — نہ تھہ پانوں کو اپنے لگوایا
گاہ بیگاہ پانوں پھیلانے — میری آنکھوں سے تاوے ملوانے
چلکر آتے تھے جب کبھو ادھر — پانوں رکھتے تھے میری آنکھوں پر
دیکھنے میں تو پامالی تھی — حسن سے چال یہہ نہ خالی تھی
جاتی چھاتی تو ہوتا میں سائل — کہ تلک ای سرو ہوا دھر مائل
کف پا رکھئے یاں تو احساں ہی — تیرے پاؤں تلے مری جان ہی
ہنسکے سینے پہ پانوں رکھہ دیتے — دل مرا یوں بھی ہاتھہ میں لیتے
کیا کہوں کیسا قد و بالا ہی — قالب آرزو میں ڈھالا ہی
ایک جا گہہ سے ایک جا گہہ خوب — پیکر نازک اسکے سب محبوب
موئے سر ایسے جی بھی کرتے نیاز — بال ہی کھایا کرے نہ عمر دراز

اسکی کاکل سے حرف سر نکرو — کاکل صبح پر نظر نکرو
کچھ بھی نسبت ہی تمکو سودا ہی — کالے کوسوں کی بات کا کیا ہی
اسکی زلفوں میں دل گئے نہ پھرے — رہے سنبل کے بیچ پانچ دھرے
اس جنیں سی ہی دلکی کب جاذب — صبح صادق کی دعوی ہی کاذب
ویسی بھوئیں کشیدہ بھی ہیں کہیں — بے کمانیں کسو سے کھنچتی نہیں
پھری پلکوں کی اور سب کی نگاہ — چشم پر میری تیری چشم سیاہ
کہوں چتون کے دیکھنے کا طور — اس قیامت پہ وہ قیامت اور
سطح رخسار آئینے سے صاف — جو نہ ٹھہرے نگہہ تو رکھئے معاف
لطف بینی کا فہم ہی دشوار — ایک باریک بینی ہی درکار
کیا چمکتا ہی ہاے رنگ قبول — جسے مکھڑا گلاب کا سا پھول
ہی دہن تنگی سے سخن کوتاہ — کچھ نکلی نہیں سخن کی راہ
اُسے گل کیا چنے کوئی ہمدم — غنچۂ ناشگفتہ سے بھی کم
برگ گل سے زباں ہی نازک تر — پھول جھڑتے ہیں بات بات اوپر
کیا کہوں کم ہیں ایسے شیریں گو — وہ زباں کاش میرے منہہ میں ہو
دمبدم سوے گوش اشارۂ صبح — گوہر گوش یا ستارۂ صبح
جب بنا گوش اتے دکھلایا — صبح کا سا سماں نظر آیا
ان لبوں کا مزا لیا سو بھانت — تسکے اوپر ہمارا بھی ہی دانت
تم نہ گلبرگ و لعل ناب کہو — بات جب تک نہ ٹھہرے چپکے رہو
کوئی جان بخش یوں کہے سو کہے — ہم تو مرتے ہی ان لبوں پہ رہے
کنج لب آرزوے جان و دل — آگے چلنا نگاہ کو مشکل
اُن لبوں سے جو کوئی کام رکھے — قند و مصری کو کیوں نہ نام رکھے

جو حلاوت انھونکی کہئے اب — ہمدگر سے جدا نہو ویں لب
جب وے کھاتے ہیں بیرہ پانکو — رو نہیں دیتے لعل و مرجاں کو
ایسی ہوتی نہیں ہی سرخ لبی — رنگ گویا ٹپک پڑے گا ابھی
ہو تبسم سے لعل کا دل خون — ہنستے دیکھا تھا سو مجھے ہی جنون
نہیں دیکھے مسی ملے دنداں — برق ابر سیہ ہی تب خنداں
کیسی کیسی چمکتی ہی بے تہ — جگ ہنسائی کرے ہی اپنے یہہ
بو اگر کیجے اس زنخ کا سیب — جائے سر سے جنون کا آسیب
رہے گردن میں انکی میرا ہاتھہ — یہہ تو یارب ہی میرے جی کے ساتھہ
بس چلے تو گلے لگا ہی رہوں — تیغ سے پھر جدا کریں تو نہوں
اسمیں ہر چند جی کا نقصان ہی — مدعا اختلاط چسپان ہی
خوش و پرکار کب پری انسی — اور ہو تو کہاں ہی ہمجنسی
دیکھے از بس بر آمدہ سینے — ایسا معلوم دل جو یوں چھینے
کیا نظر گاہ کی کروں خوبی — نظریں اٹھتی نہیں یہہ محبوبی
شانہ دوست ساعد و بازو — دلکشی میں تمام یک پہلو
اسکے پہلو سے میں تو ہو کے جدا — درد پہلو سے تنگ دل ہی رہا
ہاے اسے خدا جدا نکرے — دور اسے جیوں خدا نکرے
یوں نہیں سرخ اسکی ہر انگشت — ڈوبی ہیں میرے خونمیں یکمشت
وہ کف دست راحت جان ہی — کاش سینے پہ رکھہ دے غم یاں ہی
کیا بیاں جو بی شکم کو کرے — دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بھرے
صدر کے ناحئے سے لے تا ناف — چپکی جاگہہ ہی کیونکے کہئے صاف
اسے پھر آگے غنچۂ گل ہی — یاں سخن بابت تامل ہی

پروے میں بھی جو کچھ کہا جاوے
آپ سے تو نہ تک رہا جاوے

گئی نظروں سے وہ کمر بلا رایک
ہو نہ آنکھوں میں کیوں جہاں تاریک

اثر کیا دل پروے کو بات آوے
کہیں یارب شتاب بات آوے

نازکی اس میان کی کیا کہئے
سنے تو ہاتھوں میں لئے رہئے

تک اگر لچکے تو قیامت ہی
پھر قیامت تلک ندامت ہی

کیوں پرے ران پر نظر تا ساق
اس بن اب زندگی ہو بھی ہی شاق

پائے جاناں سے گفتگو ہی اب
خاک میں ملنے کا یہی ہی سبب

وہ قدم کاش فرق سر پر ہو
ساق سیمیں مری کمر پر ہو

وہ کف پا قریب ہو میرے
چھو کر آ سکی نصیب ہو میرے

پنڈلی نازک ہی شاخ سنبل کی
پشت پا پنکھڑی نسی ہی گل کی

یوں تصیبوں سے ہو حنا کا تا تو
ورنہ دو بے ہی میرے خونسے پانو

ناخن پا حنائی ہیں ایسے
برگ گل پاسے سرو ہوں جیسے

ہو خراماں تو اس طرف نگہیں
گل افشاں اسکے لوگ دیکھ رہیں

گل و بلبل سبھی تماشائی
آ گئے جسطرف بہار آئی

رنگ رفتار دیکھ مجنوں ہو
طرز گفتار جیسے افسوں ہو

سر سے پانو تلک وہ محبوبی
سا تھا ان خوبیوں کے یہہ خوبی

کہ بہت دل ہی آشنائے رحم
دردمندوں کو چاہئے جائے رحم

اب جو ثابت ہوتی ہی میری چاہ
اسکو مد نظر ہی مجھسے نباہ

طعن و تعریض بیچ میں آئے
کچھ نہ خاطر میں وے مجھے لائے

زیبتے ہیں اک طرف وفا کے لئے
چلے جاتے ہیں مجھ پہ لطف کئے

نہیں آزار کی روادار ی
مہرورزی ہی یا وفاداری

پر جو معشوقی آب و گل میں ہی — چھیڑ رکھنے کا شوق دل میں ہی
میں کروں تو کہیں خوش آتا ہی — تیرا آزار جی سے بھاتا ہی
خواہ ناخواہ وہ نہیں منظور — کہ رہے دل شدہ مرا رنجور
یہہ بھی شوخی سی ہی گہے گاہے — پر اس انداز سے کہ جی چاہے

معاملہ سیوم

ایک دن فرش پر تھا میرا ہاتھ — باتیں کرتے تھے وے بھی میرے ساتھ
پانو سے ایک انگلی مل ڈالی — لطف سے درد وہ نہ تھا خالی
درد سے کی جو میں نے بیتابی — دست نازک سے دیر تک دابی
یاد آتے ہیں ایسے لطف جواب — گذرے ہی جان غم زدہ پہ غضب
تن بدن دیکھ جی نہ رہتا تھا — میں جو گستاخ ہو کے کہتا تھا
کہ یہہ جاگہہ تم اس فقیر کو دو — متبسم ہو کہتے وے یہہ لو
یہہ بھی کیا کیا خیال رکھتے ہیں — آرزوئے محال رکھتے ہیں
پھر گھڑی بھر میں کہتے ہو نہ ملول — مار کھانے کی باتیں سب ہیں قبول
جب سلوک ان کا یاد آتا ہی — کیا کہوں جی ہی بھول جاتا ہی

معاملہ چہارم

ایک دن پان وے چباتے تھے — سرخ لب انکے مجھکو بھاتے تھے
کہہ اٹھا میں کہ یہہ اگال مجھے — منہہ سے دو تو کرو نہال مجھے
بولے یونہیں ہی میں کہا ہاں سچ — جھوٹا کھاتے ہیں میٹھے کے لالچ
ہنسکے اس وقت مجھکو ٹال دیا — پھر اسی رنگ سے اگال دیا
ایسی صد رنگ مہربانی تھی — تب سیہ رو کی زندگانی تھی
انکے سے رنگ کر فلک لاتا — خاک کے رنگ میں مجھے پاتا

معاملۂ پنجم

منقبت ایک مجھسے کہوایا — جس کا میں نے صلہ انھیں پایا
پھر وہی کرتے میں جو کچھ کہتا — ایک پر دا سا بیچ میں رہتا
دوستی رابطہ وفا اخلاص — ساتھ میرے تھا انکو ربط خاص
میں تقاضائی ملنے کا رہتا — مختلط ہونے کو سدا کہتا
میری تسکیں تھی ہر زمان منظور — آپ بھی کرتے ملنے کا مذکور
وصل کے وعدے ہی رہا کرتے — آج کل رات دن کہا کرتے
دل تو تھا رحم آشنا از بس — کرتے تھے جان کر مجھے بیکس
جانتے تھے کہ ہی یہہ دل دادہ — سید خستہ خاک افتادہ
دیکھتے مجھکو جو پریشان دل — کہتے ای میر کچھ نہیں حاصل
دیکھ تک تو ہی تیرا حال ہی کیا — جانے دے اب بھی یہہ خیال ہی کیا
آفت جاں ہی دوستی کرنا — کب تلک گھٹ کے اسطرح مرنا
میں جو دیوانا انکے روکا تھا — شیفتہ پیچدار مو کا تھا
کچھ نہ سمجھی گئی کہن ان کی — اب جدائی جو ہی کٹھن انکی
یاد کرتا ہوں اور روتا ہوں — وعدے بن ہی ہلاک ہوتا ہوں

معاملۂ ششم

گلرؤں بن جگر ہی داغ وکباب — گیسوؤں بن ہی جی کو پیچ وتاب
صورت انکی خیال میں ہر دم — خواب میں جو ہوں وہ مژہ باہم
میں تو بستر پہ دل شکستہ اداس — چاند سا منہہ انھوں کا تکئے پاس
میں بچھونے پہ بیخود و بیخواب — ایک پیکر پری کا کا سا ہمخواب
فرش پر پانو یہہ غبار آلود — ان میں وے دونوں پا نگار آلود

یا

میں تو افتادہ محو عجز و نیاز — بازو میرا کسو کی بالش ناز
جلتی آنکھوں کنے گل رخسار — جس پہ کچھ بکھرے موئے عنبر بار
پاس منہہ کے دے لعل تر نازک — دست گستاخ پر کمر نازک
فرش اس گلبدن سے سب بویا — پھول میں نے بچھائے تھے گویا
شب گئی صورت خیالی سے — دن کو ہوں میں شکستہ حالی سے
گرچہ روزانہ بھی تصور تھا — لیک اندوہ سے مکدر تھا
کہیں تصویر سی نظر آئی — کہیں منہہ پھیر جیسے شرمائی
کبھی دل ان کے رو و مو میں رہے — کبھی ملنے کی آرزو میں رہے
صورت حال اور کچھ ہر دم — گاہ لب خشک گاہ مژگاں نم
میں بھی مقدور تک وفا کی ہی — جان غمناک پر جفا کی ہی
برسوں تک میں پھرا ہوں سرگرداں — روز و شب دونوں تھے مجھے یکساں
نے فقط جان سے جہاں سے گیا — زن و فرزند و خانماں سے گیا
کیچ پانی ہو مینہہ ہو یا برسات — روز روشن ہو یا اندھیری رات
ان تلک میرے تئیں پہنچ رہنا — بیٹھے منہہ دیکھنا نہ کچھ کہنا
آشنا یار سارے بیگانے — کہ ہوئے میر جی تو دیوانے
رشتہ ربط انھوں نے توڑ دیا — ملنا جلنا سبھوں سے چھوڑ دیا
نظر آتے نہیں ہیں مدت سے — انس پیدا کیا ہی وحشت سے
صبح ہوتے ہی گھر سے چلتے ہیں — جیسے کھوئے گئے نکلتے ہیں
چلے جاتے ہیں دیکھتے ہی راہ — پر کہیں کی کہیں پڑے ہی نگاہ
مل گیا جو کوئی تو بچ نکلے — سڑے خبطی دوانے سچ نکلے
شوق میں ان کے حال دیگرگوں — پارہ پارہ دل و جگر سب خوں

رنگ ہر دم مزاج کا کچھ اور — کل کا کچھ اور آج کا کچھ اور
کیا بیاں کرئے بیقراری کا — ذکر کیا حال اضطراری کا
جی پڑا ترسے ساتھ سونے کو — دل پریشان جمع ہونے کو
پاس انکے رہوں تو دلکو قرار — پھر نہ ٹھہرے تک ایک کرئے ہزار
گئی برباد غرت انکے لئے — جلف لوگوں نے منہہ پہ طعنے دئے
گھوڑے پر سے جو اٹھہ نہ سکتے تھے — وے بھی کناس پوچ بکتے تھے
سفر آیا جو اُن کتیں در پیش — ساتھہ اُس رنج میں بھی تھا درویش
کیا کہوں جو اذیتیں دیکھیں — ہر قدم پر قیامتیں دیکھیں
جو پڑھے گا نسنگ نامہ یاں — ہو گی ساری حقیقت اسپہ عیاں
یاں نہ تفصیل کرنے کا تھا مقام — کہ محبت سے یاں ہی حرف کلام

معاملۂ ہفتم

بارے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط — ہو سکا پھر نہ دو طرف سے ضبط
تب ہوا ایچ سے یہہ رفع حجاب — جب بدن میں رہی نہ مطلق تاب
ایک دن ہم وے متصل بیٹھے — اپنے دلخواہ دونوں مل بیٹھے
شوق کا سب کہا قبول ہوا — یعنے مقصود دل حصول ہوا
واسطے جسکے تھا میں آوارہ — ہاتھہ آئے مرے وہ مہ پارہ
گہہ گہے دست دی ہم آغوشی — ہمسری ہمکناری ہمدوشی
چند روز اسطرح رہی صحبت — پیار اخلاص رابطہ الفت
کچھ کہوں جو انھونکی ہو تقصیر — نارسائی تھی طالعوں کی میر
ہو گئے بخت اپنے برگشتہ — پھر کیا آسماں نے سرگشتہ
بات ایسی ہی اتفاق پڑی — کہ ہوئی سر پہ فرقت آن کھڑی

لگے کہنے کہ مصلحت ہی یہہ — کتنے روزوں جدا تو مجھ سے رہ
یوں بھی آتا ہی عشق میں ورپیش — کہ نشان بلا ہوں الفت کیش
میں اٹھایا نہیں ہی تجھ سے ہاتھہ — کر صیومت تو ہی میری جان کے ساتھہ
اس جدائی کا مجھکو بھی غم ہی — کیا کروں آبرو مقدم ہی
میں کہوں کیا مجھے نہ اپنا ہوش — جیسی تصویر سامنے خاموش
آنسو آنکھوں میں پر پئے جاؤں — دے کہیں کچھ تو ہاں کئے جاؤں
اسے رخصت ہوئے جو بعد شام — تیرہ دیکھا جہان کو ہر گام
دل تھہرتا نہ تھا مالت تھی — جان کو بیقراری کی حالت تھی
یوں ہوا انکے کوچے سے آنا — جیسے ہووے جہان سے جانا
اب جو گھر میں ہوں تو فسردہ سا — چارپائی پہ ہوں تو مردہ سا
جی انھوں میں فسردہ قالب یاں — متحرک ہو کیا تن بیجان
حال دل کا کہوں جو ہمدم ہو — کروں پیغام کچھ جو محرم ہو
جی میں کچھ آپار وکے بیٹھہ رہا — دل زدہ چپکا ہو کے بیٹھہ رہا
کوئی آیا جو واں سے جی آیا — سو نہ آیا کبھی کبھی آیا
اونکھئے چند یوں رہیں گے جدا — چاہے ہی کیا ہمارے حق میں خدا
خون دل کب تلک پئیں گے ہم — رنگ یہہ ہی تو کہا جئیں گے ہم
آہ کہا کہا بیان کروں خوبی — دلدہی حال پرسی محبوبی
تند ہو کر نہ بات کو کہنا — ملتفت حال زار پر رہنا
لطف مبذول حال پر ہر آن — تازہ ہر دم مروت و احسان
لب سے جاں بخش حرف سے دلجو — لطف سے پوچھنا کہ خوش ہی تو
یاد کر روؤں انکی کون سی بات — کسطرح کاٹوں ہجر کی اوقات

لنا اُنسے ہو پھر گھٹے غم بھی ۔ آئے جیتوں میں جانئے ہم بھی
مدت ہجر اگر تمام ہوئی ۔ ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

تمام شد مسمی بہ معاملات

مثنویات اژدر نامہ

یہہ موذی کئی ناخبردار فن ۔ نئی ناگنیں جنکے ٹینگوں پہ پھن
نہیں جانتے ہو نمیں مار سپاہ ۔ زباندہی آتش کا میری نگاہ
نفس ہی مرا افعی پیچدار ۔ گیا جس سے خصم قوی من کو مار
جدھر بھر نظر دیکھوں لگجائے آگ ۔ گہہ دم کشی لب پہ کھیلیں ہیں ناگ
جہاں میں ہوں وہ جا ہی پر شر و شور ۔ عصا سے چلے راہ وان مار و مور
مری آنکھ سے زہر ٹپکا کیا ۔ جلا آگے میرے کبھو کب دیا
سن اس ماجرے کو سبھوں نے کہا ۔ کہاں کینچوئے یہہ کہاں اژدہا
نہ خصمی مری اژدروں سے ہوئی ۔ طرف مجھ سے ہو جونک کیا ادھموئی
اگر شور زاغاں سے ڈر جائے مار ۔ تو کیا اجگروں کا رہے اعتبار
نہ کس طور اژدر کو تلوا سہ ہو ۔ حریف اُسکی سوکھی سی چلپاسہ ہو
کہاں چھپکلی اژدہے سے لڑی ۔ کس اژدر پہ ایسی قیامت پڑی
ہزار اجگر اندوہ سے جائے لٹ ۔ ولے ایسے کیڑے مکوڑے ہیں چٹ
جہاں شور اژدر سے ہو دھوم دھام ۔ کوئی کنسلائی سے نکلے ہی کام
بظاہر یہہ لائے تو ہیں پر نکال ۔ ولے ہونگے انکے جیونکے وبال
حریفی انھوں سے ہو اژدر کی کب ۔ وہ کھینچے جو یکدم تو پھنکا ہیں سب
حکایت بعینہ یہہ دل سے ہی میر ۔ سر راہ کہتا تھا جو اک فقیر
کہ تھا دشت میں ایک اژدر مقیم ۔ درندوں کے بھی اسے دل تھے دونیم

تا

نکلتے نہ تھے اس طرف ہو کے شیر — پلنگ و نمر واں نہ رہتے تھے دیر
جہاں شیر کا زہرہ ہوتا ہو آب — شغال اور روبہ کا واں کیا حساب
وہ صحرا تھا اسکے سبب ہولناک — دم اسکے نے واں کی ارادی تھی خاک
نکلتا تھا جب بہر برگ و نوا — شجر کے شجر ہوتے تھے تب ہوا
کہاں سایہ اس جا و سبزہ کہاں — درخت اسکے چاٹے رہے تھے نہ واں
صدا جب مہیب اسکی ہوتی بلند — جگر چاک کرتے ہوا سے پرند
درندوں کے بر جا نہ رہتے حواس — چرندے مکانوں سے ہوتے اداس
وحوش اس بیاباں میں جاتے نہ تھے — طیور آشیانوں میں آتے نہ تھے
کبھو اسکی رہ میں جو اٹھتا غبار — تو وہ دشت تھا ایک تاریک غار
پہنچتا تھا گردوں تلک شور و شر — ہوا صاف ہوتی نہ دو دو پہر
رہا کرتی کوسوں تلک اسکی دھوم — نہ اس راہ آتا کوئی جز سموم
ہوئے ساکنان بیاباں بتنگ — اٹھے کوہ و وادی سے شیر و پلنگ
گئے جان لے لے وحوش و طیور — کوئی رہ گیا موش و مینڈک سا دور
گئی لومڑی ایک سوکھی ہوئی — کسو اور جنگل میں بھوکھی ہوئی
گلے میں جو یاں کے کھلے اسکے لب — ہوئے واں کے اعیان گرم غضب
خراطیں و خرموش و موش و شغال — اس آرزو کو کر جنس اپنی خیال
رواں ساتھ اسکے شبانہ ہوئے — کئی گرگٹ آگے روانہ ہوئے
رعونت سے مینڈک اچھلتے چلے — بلوں میں سے چوہے نکلتے چلے
قریب اس بیاباں کے جس دم گئے — انھوں میں سے آگے بہت کم گئے
قضارا وہ آفت تھی سرگرم سیر — چلے آتے تھے بھاگتے وحش و طیر
اس آشوب سے دست و پا گم کئے — فراموش سب نے سر و دم کئے

لڑا دڑ کے خرموش سا پہلوان ہوا مضطرب سچوئے سا جوان
وہ گرگٹ کہ جسکو تھی گردن کشی ہوئی خوف سے اُس پہ طاری غشی
قدم غوک سے گرد کا چل گیا بھروسا تھا گیدڑ پہ سو ٹل گیا
جہاں پہلوان موش رستم معاش لگا کرنے میدان میں بل تلاش
کہ سوراخ پاوے تو روپوش ہو یہہ تشویش یکدم فراموش ہو
ولے چھوڑتا کب ہی خصم قوی کہ ہو خوف جان سے کوئی منزوی
پراگندگی تھی اُس انبوہ میں کہ کونجی بلائے سیہ کوہ میں
اس آواز سے جی نکل ہی گئے جو ثابت قدم تھے بچل ہی گئے
سیہ جب ہوا ہو گئے منہہ سفید ہوئے مدعی جان سے نا امید
بھرا ایک دم انے وا کر دہان کہ پایا اس انبوہ کو نیم جان
دم دیگر ایسے نہ کوئی رہا وہی دشت خالی وہی اژدہا
زبانہ وہی آگ کا چار اور ہوا گرم ویسی ہی ویسا ہی شور
وہی دم کشی شام سے تا سحر اسی ہولناکی سے وہ دشت و در
گئی یہہ خبر جس بیابان میں رہی سدھ نہ کچھ وان کے سکان میں
کنھوں نے کبھو منہہ نہ ایدھر کیا نہ پھر نام اس اژدہے کا لیا
مری ان گزندونکی صحبت ہی یہہ طرف ہوں تری انکی طاقت ہی یہہ
جو مجھکو ہو کچھ بھی انھونکا خیال تو یہہ مار گیری کریں کیا مجال
تو کیا ہو انھوں سے بہت دور میں ہوں اپنی جگہہ شاد و مسرور میں
مری قدر کیا انکی لچھہ ہاتھہ ہی جو رتبہ ہی میرا مرے ساتھہ ہی
کہاں پہنچیں مجھہ تک یہ کیڑے حقیر گیا سانپ پیٹا کریں اب لکیر

مثنوی مسمی بہ تنبیہ الجہال

صحبتیں جب تھیں تو یہ فن شریف
کب تھے کمیر و لا میاں انصاف تھا
وہ زبان اس فن میں تھا اوصاف کو
ہے جو اس ایام میں اک ناوفن
پھر جو حاصل اس سے یہ دیباچہ ہو
گر جو ان میں کارخانے میں نہ ہو
چار و ناچار ان کے جانا پڑے
جانے اس فرقے سے یاں مطلق نہیں
یہ تو وہ باتیں ہیں اس فن کا کمال
کذب ہو جس خلق و ذوق بخش شعر
جھوٹ آوے اس قدر رغبت ورزیاں
ہم نکات نحو بھی وہ رسم قدیم
پیار کرتے تھے انہیں استاد فن
جانفشاں ان زنہار پاتے تھے نباہ
نکتہ پردازی سے اجلافوں کو کیا
الغرض یاروں نے دل قید بل تھا
تاب نا لا کر تعدا سے کلی گفتگو
چار و ناچار یاں کہے وہ ناکس کے ہاتھ
آپ بیٹھے صدر میں وہ وسط چپ
بولے انکو آج کل سے ہی خیال
ہو رہیں گے کچھ الرصحبت رہی

کہ ملا کر ہے جنکی طبیعتیں تمہیں لطیف
خار و خس سے کیا یہ عرصہ طاف تھا
کچھ بناتے تھے بھی سو اشراف کو
ناکسوں سے وے نکرتے تھے سخن
کوئی جا جب اسے وابستہ نہیں
تو تی جو تی کو کہاں لیکر پھرو
کو تریاں وے جوتی گنھوانا پڑے
جو ہو شاعر تو کچھ نقصان نہیں
دین کا احسن فرقے کے پلا چھوٹے حال
دعا نکے و بیمار کی رکھو اور دل کو جمع
کو یقین ایمان کیسا دیں کہاں
یعنے جنکے ہوتے تھے ذہن سلیم
انکے ہوتے زہر مارہ سخن
شاعری کا ہیکو تھی انکا شعار
شعر سے بڑا زوں ندافوں کو کیا
جو کوئی آیا اسے ذی پاس تھا
کچھ لکھی شاعری کی آبرو
پھر اسے مجلس میں لائے اپنے ساتھ
کرنے لاگے شاعری سے حرف و گپ
ذہن انکا نیز ی رکھنا ہی دل
اور رہے بھی انہیں الفت

جب ہوا ثابت وہ انکا مستفید — سب نے جانا اسکو شاگرد رشید
کی اشارت تاکہ وہ کھولے دہن — آگے استادوں کے ہو گرم سخن
انکی ایما سے وہ کچھ پڑھنے لگا — صاحباں فن کے منہہ چڑھنے لگا
نیم قد اٹھہ اٹھہ کے بیٹھنے لگے — جا و بیجا سر کے تئیں دھننے لگے
وہ سراپا جہل ناگہہ وقت کار — ہمسے تمسے کرنے لاگا اعتذار
سر میں رکھہ کر دعوی طبع لطیف — میر و مرزا کا ہوا آخر حریف
کیسی کیسی بول گئیں طبعیں بہم — آفریں بشاگرد و رحمت اوستاد
جب تلک یاں تھی تمیز زشت و نیک — کاہے کو یوں شعر کہتا تھا ہر ایک
یاں فن کی رہتی تھی سبکو تلاش — انکے یاں کرتے تھے جا کر بود و باش
جو کہ خود سر رکھتے استادوں سے عار — انکے تئیں ہر گز نہو تا اعتبار
زندگی بلکہ انھوں پر شاق تھی — ہاتھہ گر لگ جاتے تھے شلاق تھی

حکایت

شایق فن تھا وزیر اصفہاں — ایک دن آیا ہلالی اسکے یاں
حاجباں در سے ہوا آگاہ کار — کی اشارت تا اسے دیں گھر میں بار
عزت و تعظیم کی حد سے زیاد — پاس لے مسند پہ بیٹھا شاد شاد
انکے کہنچی آمکی مرزائی بہت — بیٹھے بیٹھے رات جب آئی بہت
شعر کی تقریب لاکر درمیاں — کرنے لاگا شاعری کا امتحاں
شعر خوانی کی پڑھا سو تھا غلط — سنتے ہی بحر کا وہ شعلے کی نمط
غصے ہو لاکہا ں فراش وچوب — کھینچ لا میداں میں کی شلاق خوب
اسقدر مارا کہ بیدم ہو گیا — سوج دست و پا ہر اک تھم ہو گیا
کھینچ کر تو لو اد یا دربار میں — یہہ خبر پہنچی جو ہر بازار میں

وارث اسکے لیگئے آیات کو
جب بخود آیا تو پایا بات کو

یعنے دستورِ زماں و شیمن تھا
یاد وہ کچھ نا آشنائے فن نہ تھا

غالباً پایا غلط اشعار کو
خوش نہ آیا اس کرم کردار کو

ورنہ شیوہ اسکا ہی لطف و کرم
جایزے میں دے ہی دینا زر و زرم

مجکو کیوں شاگرد کرتا اتنی شب
کاہیکو بدنام ہوتا لے سبب

پس مجھے ہی تربیت اپنی ضرور
جاکے بیٹھوں اک سرامد کے حضور

صحبت اکثر رکھوں اس استاد سے
شاید اسکی دولت ارشاد سے

پہنچے اک رتبے کو میرے قیل و قال
ہو مجھے اس فن میں یک گونہ کمال

اٹھ کے آیا مولوی جامی کنے
مشق کی یکچند اس نامی کنے

جب ہوا کچھ شعر کا رتبہ بلند
اور مولانا لگے کرنے پسند

پھر گیا اک دن درِ دستور پر
حاجب درگاہ نے کی جا خبر

کای امیر اس روز کا شاگرد خوار
آج در اوپر ہی پھر خواہان بار

کی اشارت سدرہ کو کی نہو
قصد ہی برخورد کا تو آنے دو

سامنے آیا تو کی نیچی نظر
دھوپ میں جلتا رہا تو اک پہر

بعد ازاں ایماے ابرو کی کہاں
صحن ہی میں سے ہوا وہ مدح خواں

پھر وہیں سے دے صلہ رخصت کیا
اک مدحب نے جگر کر کو کہا

اگلی صحبت کی نہی عزت اسقدر
سو ہوئی شاگرد حد سے بیشتر

ایکے اسکو جایزہ دے کر گراں
تو نے فرمایا مرخص واں سے واں

پیش نہ سمجھا یہہ کہ وہ کیا تھا یہہ کیا
در جواب اس برگزیدہ نے کہا

ایسی ہی ہوتی ہیں تصحیک سلف
دست ہو تو انکیں کرئے تلف

اسقدر اسکا تنبہہ تھا ضرور
تا کہ پہنچے یہہ خبر نزدیک و دور

جو سنے سو خود سری سے باز آئے — تربیت ہونیکو استاد و نلے جائے
ورنہ گرتا پوچ کوئی ہر دبنگ — رفتہ رفتہ شاعری ہو جاتی ننگ
تب جو میں شلاق کی یہہ خام تھا — اب جو آیا لایق انعام تھا
قصہ کوتہ تھے ممیز درمیاں — ننگ ہی کرم مزابل پر بھی یاں
بے تمیزی سے ہی رایج ابتری — جسکو دیکھو خود نمائی خودسری
نے بیاں کا ہی سلیقہ نے زبان — اسپہ ہی ہر ایک سحبان بیان
بس قلم وقت زباں بازی نہیں — چپ کہ دوران سخن سازی نہیں
کون حرف خوب کو کرتا ہی گوش — بات کی فہمید کا ہی کسکو ہوش
بے تمیزوں سے بھرا ہی سب جہاں — ہی دماغ حرف ہمکو بھی کہاں

مثنوی در ہجو نا اہل مسمی بر زبان زد عالم

سنو ای اہل سخن بعد از سلام — چھیڑتا ہی مجکو یک تخم حرام
پر نہیں مرغی کا گرم طیر ہی — وہم میں شہباز کا ہم سیر ہی
کام مجکو کچھہ نہیں ہی اور سے — بلکہ اس بھی طرز سے اس طور سے
شاعری کو میری ہو گے جانتے — تم چنانچہ سب مجھے ہو مانتے
میں ہمیشہ سے رہا ہوں باوقار — کن دنوں تھا ہجو کا کرنا شعار
گر کنھوں نے کچھہ کہا میں چپ رہا — ہجو اُسکی ہو گئی اُسکا کہا
کیا ہوا گر چاند پر پھینکے ہیں خاک — پڑتی ہی انسب کے منہہ پر میں ہو نپاک
رہیو شاہد کچھہ نہیں میرا گناہ — مدعی بے ہیچ ہی یہہ روسیاہ
تھا تحمل مجکو میں درویش تھا — دردمند و عاشق و دلریش تھا
پر کروں کیا لاعاجی سی ہی اب — غصے کے مارے چڑھی ہی مجکو تب
ایسے کتنے ہیں جو اب شاعر بنے — مدتوں یہہ لونڈے آئے مجھہ کنے

ایک باتوں سے مری آدم ہوا — یک نظر سے شہرۂ عالم ہوا
ایک نے دیوان کی میرے نقل لی — اس دوانے کی کئوں نے عقل لی
ایک میری طرز پر کہنے لگا — دوسرا پیروی ہار ہنے لگا
سارے عالم میں ہوں میں چھایا ہوا — مستند ہی میرا فرمایا ہوا
دور سے کرتا ہوں بیٹھا سب کی دید — کوئی سر کھینچو ہی میرا مستفید
کوئی بے تہ گو سمجھتے میری قدر — پائیں ہی پائیں آخر صدر صدر
ہاگئی شخصیت خدا کی اور سے — ہاتھ کب آوے بزرگی زور سے
ایک لچھا دے جو یک عمدہ کو بھوگ — تو اسنے گیا کچھ طرف جانینگے لوگ
جو بڑے ہیں وے ہی آخر ہیں بڑے — ایسے لچھے بہت پھرتے ہیں پڑے
شہر میں آیا میں بعد از بیست سال — گم تھا یاں سر رشتۂ قال و مقال
کہ سب جو کرتے تھے بہ فن شریف — انمیں سے کوئی نہ تھا میرا حریف
کتنے اک نو مشق تھے گرم سخن — سو بچارے آپہی ناآگاہ فن
مدعی میرا ہوا یہہ بے ہنر — مردۂ صد سال سا بے نور تر
کاسد لیس مایۂ خبث و حسود — قابلۂ دہ روز سے بھی بد نمود
آنے اچھا ہی جو اسکو روک دو — ورنہ مہمہ دیکھو تو دو ہیں اوک دو
باپ اسکا سخت نادان نابرست — کوڑی کی سی گندی بازاری وسست
ایک جا آیا شتر قد گھر گیا — وان شتر غمزہ سا مجھسے کر گیا
رہ گیا میں پی کے لوہو کا سا گھونٹ — یعنے دیکھوں بیٹھے ہی کسکل یہہ اونٹ
اس تحمل پر نکی مطلق نظر — خار پہلو کا ہوا ہر جا لچر
جب لگا ہانپنے مستی سے خوب — تب لیا میں نے قلم کے زیر چوب
مستی اسکی ساری اب جھڑ جائیگی — دھوم ساری گالیوں میں پڑ جائیگی

جب بہروں سے مارنا ہوا کا ئیں
کج خرامی سے تب اپنی باز آئیں

زرا مسید ھا ہو کے چلتا ہی لے
اونٹ جب آیا پہاڑ دن کے تلے

ہوا وشت کی خلقت پہ ہی قدرت کو نازہ
اسکی خلقت کم ہی کیا ای بے نیاز

ہیئت اسکی مضحکہ ہی سوانگ ہی
جید عوج بن عنق کی تا نگ ہی

سر کتین اسکے جو ویکھوں کر نگاہ
بانس پر ایک اوندھی ہانڈی ہی سیاہ

تیرہ رو مضحک سراپا زور ہی
وہم اگر ہووے تو پھر لنگور ہی

شکل وصورت دیکھ کر حیران رہو
پیچھے سب مل کے لگ لگ ہی کہو

بیٹھے تو بیٹھا ہی گویا بوتی مار
آتے جاتے جا وبین اسکو جو تی مار

چال جب چلنے لگے سر جھار کر
پاؤں کو پہلے رکھے منہہ پھار کر

بال و پر رکھتا نہیں بے پا و سر
ور نہ تھا یہہ بھی عجا ئب جا نور

ایک دن بیٹھے تھے یاں ذات شریف
وار داس دن ہو گئے کتنے خر یف

ایک بولا دیکھ کر حیران ہو
یہہ جنر ا پر کا کو ئی حیوان ہو

یاں تو ایسا جا نور دیکھا نہیں
سر کہیں ہی پا نو اسکے ہیں کہیں

ایک کہے آیا مکو ر ا و ہم میں
ایک کہے مور سو اری فہم میں

ایک نے ہنس کر دیا اسکو دکھا یاں
اور بولا ای تری قدرت کے کھیل

کیسا اعجو بہ نیا پہنچا ہی یاں
چونچ ہو تو ہی شتر مرغ کلاں

ایک بولا کر کے چشمک میری اور
واہ صاحب جا نور پالا ہی زور

ایک دن نا ہر تو ہو لیکر کھڑے
یہہ اچنبھے یوں نہیں رہتے پڑے

جائے اس وحشی کا تک وسواس بھی
چوک بھی ہی پاس یہہ نسناس بھی

اسکو یاروں نے غرض کیا کیا کہا
لیک یہہ خر با مشخص ہی رہا

یہہ جو ہی موشک دوان وشور چشم
موش دشتی چہرہ وشکور چشم

بے سبب سرگرم کیں ہمسے ہوا — مستحق لعنت عالم ہوا

چل قلم اب ہی ارادہ جنگ کا — پاس کب تک کیجے نام و ننگ کا

یاں زبردستوں کو دعوی کھا گیا — یہہ چھپا رستم کہاں سے آگیا

تا قیامت فہم کو دعوی بڑا — ہو کے تنکا سا پہاڑوں سے اڑا

ہاتھی کی ٹکر کو ہاتھی ہی اٹھائے — چیونٹی کا کیا جگر جو منہہ پہ آئے

جنگ ہاتھی کی ہو گو اسکو ہوس — پر اسے ہی موت کا ریلا ہی بس

ایک دھکے میں کہاں وہ کامنی — پودنی کی سی ہی اسکی ضامنی

میں نے پاس اسکا کیا حد سے زیاد — پر کمی کرتا ہی یہہ ابن زیاد

قبلہ کہتے کہتے ہاجی ہو گیا — پاس ظاہر چھوڑ پاجی ہو گیا

رشک شہرت سے مری مرنے لگا — میری عزت کا حسد کرنے لگا

لگ گئی چپ اسکو میرے شور سے — یہہ نہ سمجھا ہی خدا کی اور سے

یہہ قبول خاطر لطف سخن — وے ہی کب سبکو خدائے ذوالمنن

ایک دو ہی ہوتے ہیں خوش طرز و طور — آب چنانچہ میر و مرزا کا ہی دور

خصمی وہ کرئے کہ ہو معقول خلق — نے انھوں سے جو کہوں مقبول خلق

دشمنی تھی اسکو مجھ سے کیا ضرور — حیف ایسی عقل لعنت یہہ شعور

ہوں جو میں پر توفگن تو ہی یہہ کیا — خور کے آگے ذرہ کب ٹھہرا رہا

خون دل آشام ہیں جو صبح و شام — وے بھی لیتے ہیں ادب سے میرا نام

یہہ مری رہ کا نہ حایل ہو سکے — یہہ موئی جوں کیا مقابل ہو سکے

میں نے الٹی اجگروں کی دم میں صف — ادھہ موی سی چھپکلی کیا ہو طرف

رکھتی ہی میری شرافت اشتہار — گو یہہ ناسید کہے ہی کیا چمار

ہجو کی جو انّے میں کیا دب گیا — بھونکنے پر سگ کے ہاتھی کب گیا

تنگ ہی نہیں لی توجہ اس طرف
حیف ہی ہے میرا ان و زر یا سوے کف

دار و دستے سے ہی اس کے مجھ کو شرم
تب تو بانیں میں کروں ہوں نرم نرم

ان لغزیدوں کا نہایت پاس ہی
ورنہ یہہ ملعون کیا کیا بس ہی

جو نہ سمجھا تیغ خانے ہی کے پاس
کاتوں کا یوں صحبت کتنی ہی کہ اس

لحیتے لے آیا قدم اپنا یہہ شوم
تب سے وہ گھر اس ہوگیا یہہ مرز بوم

ایک پد یمنی ہی ہیگی لوم میں
لطف وہ پاتے ہیں ہم اس شوم میں

وید نی ہی قدرت رب ودود
ایسی اچرج کم ہی ہوتی ہی نمود

کیا کمی ہی یہہ جو عزت کم کرے
گونہ شیطان سجدہ آدم کرے

کثرتی ہی تعظیم میری کائنات
لعنت اتپر ہوتی ہی دن اور رات

یا بلا ہی یہہ سمج خانہ گزک
میری دشنازی کئے چھوٹے دبک

میری ہیبت سے نکل جاتا ہی موت
دشمنی کی آئے اپنی ماکی چوٹ

بیت کہنا چاہتا ہی اس ہنر
شاعری سمجھا تھا کیا خالا کا گھر

ناصبا رک ہی نہیں سادہ بھی ہی
الو ہی اور الو کی مادہ بھی ہی

عقل سے کس طرح ہووے بہرہ ور
ہی کہو سا قط کا طبقہ ما چہ خر

پر وہ حافظ جو ہو قرآن خوان معبر
اس سے لیں کار تلاوت کو یہہ خر

جھڑ گیا ہووے دماغ اس کا تمام
پڑھتے پڑھتے شور سے ہر صبح و شام

وہ خرف جو روسے خایک جا ہوا
ایسا الو ما خر اپید ا ہوا

دیکھہ کر انکی خرامی بائے سر و
ایک کوے نے کی تقلید تذرو

کود کر چلنے لگا آخر کو راہ
اپنی بھی رفتار بھولا زاغ سیاہ

کاشکے ہووے میں محذر شیخ و شاب
چھوٹے سامنہہ جو پکارے کاے باب

گو کہ یہہ الجھن کرے کیا ماں ہی
آئے میرے جہانت کا سا باں ہی

چاہوں گا جب پھینک ہی دو لگا کھاؤ ۔۔۔ ایسی نہیں سیکڑوں ڈالے ہیں جھاڑ

بد نمائی اسکی ہی بے ساختہ ۔۔۔ کیا ہی یاں میش بچہ انداختہ

دیکھ اسے یاد آوے قدرت کاملہ ۔۔۔ کیا بلا ہی یاد جو کب جاملہ

گرگ گردن خوک جسے خوک سر ۔۔۔ غول صحرائی کا بچہ ہی مگر

جاہلوں سے یاں کہے شاعر ہو گیا ۔۔۔ اس فن مشکل کا ماہر ہو گیا

باپ کو اپنے ہنر کیا ہی اوت ۔۔۔ ہیں کہاں ایسے سعادت مند پوت

گم ہوا ہی کا جو اسکا زور پا ۔۔۔ جانتا ہی اسکو پیری کا عصا

کچھ نہیں معلوم اسکو سر کار ۔۔۔ تب تو ٹھہرایا ہی اسکو راز دار

اس زنازادے نے جو لب وا کیا ۔۔۔ پہلے پاکار از ہی رسوا کیا

ایک دن شب کو نہیں جلوا دئے ۔۔۔ یار نا کے باپ کو دکھلا دئے

پھر حقیقی باپ سے جا کر بلا ۔۔۔ اس مجازی کا کیا اسے گلا

پیسے اسکے کھا کے جب کتا ہوا ۔۔۔ یاں کہی تقریب آپیدا ہوا

تب سے روز و شب اسیکے ساتھ ہی ۔۔۔ اس حرف کی دار و گیر اسکے ہاتھ ہی

بس قلم تفریں ہی میری بس اسے ۔۔۔ ہی دماغ بحث پاجی اب کسے

رکھ زباں کیدھر گیا تیرا مزاج ۔۔۔ پوچ گو ہو تیرے پھرتے ہیں پواج

مثنوی در مذمت آئینہ دار

آج سے مجھکو نہیں رنج و ملال ۔۔۔ جسسے نکلے بال تب سے ہی بہ حال

موشگافوں کا نہیں ہی نام اب ۔۔۔ مدعی شعر ہیں حجام اب

اسے کہیں ایک موبرابر بھی نہیں ۔۔۔ حاذق اشرافوں کے اسمیں بھی نہیں

پر ہوئے سر چرکے پہ چرکے دماغ ۔۔۔ دو دو ہو جانے لگے سو سے دماغ

ہو گئی گرم سخن تب تو قلم ۔۔۔ ورنہ یوں بیہودہ کب نکالا ہی دم

چھیڑیں مجھ خاطر فسردہ کو یے گو — مردہ ہلکا جھانٹ اُکھاڑے سے نہو
ایسے مونڈے میں نے کتنے بے شعور — ہی حجامت اس بھی فرقے کی ضرور
ہاں نہ سید کچھ ہی نی نائی ہی شرط — ہو کسو کسوت میں دانائی ہی شرط
سگ کو نجم الدین کی سرداری ہوئی — نوح کے بیٹے کی وہ خواری ہوئی
میر و مرزا میں حکم ہووے خرد — نے کہ نائی جن پہ سبکا دست رد
سمجھے مرزا میر کو مرزا کو میر — نے وہ رگ زن جو نہ سمجھے سیر شر
مجھ میں مرزا میں تفاوت ہی بہت — یاں تانی واں عجبت ہی بہت
جس جگہہ میں لے رکھی منہہ میں زبان — ہوتے اُس جاگہہ جو مرزا بیگماں
استرے کانوں میں اپنے باندھکر — کب کے ابتک گھس گئے ہوتے ادھر
اِن کمینوں کا گلہ کیا کیجئے — ایسے دس پیدا ہوں گر نہ لیجئے
کہتے ہیں سرگرم بیباکی ہی یہہ — ہوں تو ہوں ناپاک کیا پاکی ہی یہہ
لکھئے اس فرقے کی اب تا چند ذم — خط بناویں ایسا کرئے کف قلم
گرچہ انکو کہتے ہیں آئینہ دار — لیک اِنکا منہہ نہ دیکھیں کاش یار
صاف قینچی پر اِنھیں چڑھوائے — گر نمد مو اسمیں پھر ہو جائے
چاہو ہو اِس قوم کی کیا شرح حال — آگے ہی آوینگے جتنے ہونگے بال
ایک سفید انکو نہیں چنے کی تک — ہوتے ہیں دشمن یہہ کالے بال تک
کیا کہوں کیسے ہیں اوندھے یہہ لچر — کیجئے اصلاح عاید ہووے شر
کھرچیں ایسا سر کہ کردیں پایمال — سیدھیاں جب سنلیں تب لیں اُلٹے بال
معتبر انکے جو حمامی ہیں اب — ہند میں وہ تیرہ روشامی ہیں اب
کوئی لیجائے جو حاجت غسل کی — چلو چلو پانی پر دیتے ہیں جی
لعنتیں کرتے ہی گذرے اسکو واں — غسل میں فرصت تشہد کی کہاں

بیٹھے جامے خانے میں کیا غسل کر — جیب شاگردوں نے واں رکھی کتر
ایک پھر اجرت کے اوپر جنگ ہی — لات ہی گالی ہی پھر سر چنگ ہی
اُس سقاوہ میں گیا تھا اک حریف — اسکی فی الجملہ طبیعت تھی ظریف
دھو کے پاجامہ نہانے بھی گیا — یکطرف پھر پاجامہ تانے بھی گیا
غسل کے پیچھے جو منہ گھر کو کیا — ناتھہ نائی کے سوا پیشا دیا
نائی نے پوچھا کہ پیشا یا ٹکا — دمڑی پہ کیشی ہی میں قربان گیا
ہنسکے بولے تو نہ بدلے جائیو — پان ہگا بھی ہی اسے اٹھوائیو
چوہرے نائی میں سارے ایک ذات — انمیں ہی بدذات جو ہو نیک ذات
آیا اک نائی زنانا سا نظر — ناتھہ میں باوا لئے لے پا و سر
میں کہا آتا ہی ناوا کام کیا — بولتا ہی آگے سے بدنام کیا
آلت اسمیں لوطیوں کی ڈال کر — مونڈتے میں جھانٹیں اک اک بال کر
ناتھہ میں رکھئے تو ٹوٹ ہوت ہوا نہیں — ضبط کی شاید نہ طاقت ہو انہیں
عذر اگرچہ واں تلک بھی یاں نہیں — لیکن اک دن اسمیں اپنی جاں نہیں
دھکے چڑھ جاویں نجانے کیسے کے — جی بھی جاوے واسطے دو پیسے کے
سنکے اسے ایسی اچرج بات کو — میں کہا لعنت تری اوقات کو
کاٹئے انکے تئیں مثل گذر — پنڈ یکے ہلکے ہیں اکثر پاچہ خر
بعضے بعضے ان میں سے جراح ہیں — بحر خون و ریم کے ملاح ہیں
زرد زنگاری کوئی دبا ہی ناتھہ — حیض کے سے ایک دولتے ہیں ناتھہ
موم دالیں تیل میں مرہم کریں — پھر مسیحائی کا دم اسپر بھریں
پھر بگڑے بیٹھیں ایسی شان سے — آئے ہیں گویا ابھی ایران سے
باپ سے اپنے اگر پیسے نپائیں — داغ کو اُسکے جراحت کر دکھائیں

بعضے بعضے ان میں رعنا ہیں اگر — سو مشلچی ہیں بھکت کے بیشتر
رنڈی گت ناچے یہہ اسکا منہہ دکھائیں — پا بپا مشعل لئے مجلس میں جائیں
روشنی لے دوڑتے ہیں وقت شام — گھورتے ہیں کرکے اندھیارا مدام
تیل کی کپی لئے خوش ہیں کھڑے — ایک بھڑوے ہوتے ہیں چکنے گھڑے
لگ چلیں تو ہنیگی جیسے موچنے — کھائیں جب سر میں لگیں تب سوچنے
چھیڑ لو تو مغز بھی لیجائیں یے — سر کتیں سہلا کے بھیجا کھائیں یے
بے حقیقت ہیں نہیں شایان کار — صحبت انسے یگڑی ہی پایان کار

ہجو عاقل نام ناکسے کہ بسگان اُنسے تمام داشت

اک جو لچر کو رزق کی وسعت سی ہوگئی — تنگی کی حوصلے نے تو رجعت سی ہو گئی
کتونکے ساتھہ کھانے لگا کتون سے معاش — چچڑی کی طرح شام و سحر کتونکی تلاش
پاکیزگئی طبع و لطافت وہ برطرف — کتا بغل میں مارے لگا پھرنے ہر طرف
و تکار و کتے کو تو لہو اپنا وہ پئے — ہی اسکی استخوان شکنی کتونکے لئے
یا جھوٹھے ہاتھہ کتے کو مارا ننھا کبھی — یا کتون سے چٹاتا ہی اب اپنے منہہ کو بھی
کتے ہیں پاس کتے ہیں جیب وکنار میں — کتے ہیں آستینون میں کتے ازار میں
آیا جو ایک روز وہ بے تہ چلا ہوا — کتا ازار اُسکی سے نکلا بندھا ہوا
یک سگ گزیدہ کی سی طرح جھومنے لگا — پھر کھول اسکے منہہ کتیں چومنے لگا
ایسی بھی ہمنے دیکھی نہیں کتون کی ہوس — گردن میں اپنی ڈالے پھرے روز و شب مرس
ٹکڑا ہو جسکے ہاتھہ میں یہہ اسکا یار ہی — جیسے سگ سرائے سگ ہر سوار ہی
کتون کی جستجو میں ہوا روڑا باٹ کا — دھوبی کا کتا ہی کہ نہ گھر کا نہ گھاٹ کا
تھکتا ہی پھر جو کرتے ہوئے دوڑ اور دھپاڑ — لیتا ہی بیدماغ ہو لوگونکے کپڑے پھاڑ
دو ہڈیون پہ لڑتا رہا ہو بسان سگ — ہو آدمیت اسکو بھلا کس مقام لگ

انسان کو انس کتے سے اتنا ہوا ہی کب
ناپاک اسکو جانے ہیں پاکیزہ لوگ سب

اصحاب کہف کا بھی جو سگ ہو تو ہی وہ سگ
نجم الدین کے بھی کتے کو کتا کہے ہی جگ

کر سگ تخلص اپنا جو آیا بروے کار
اکراہ سگ لونڈ سے کرنے لگا [illegible]

رہتے نہیں نفور تو سگبان بے شعور
کھاتے میں وہ بھی کہے ہش کتے کو دور دور

کیا جانئے کہ یہہ گہہ سگ کیا متاع ہی
بازار میں جو دیکھے ہی سگ کو سماع ہی

آدم گری اڑا رکھی حرف و سخن گیا
دیکھا جو خوب تو سگ دیوانہ بن گیا ہی

دم لابہ جو دبے تو لگے کرنے بد خصال
دوڑے وگرنہ کاٹنے کو کتے کی مثال

کمبخت یک غریب جو مردا سا پائے یہہ
مرگھٹ کے کتے کی سی طرح پھاڑ کھائے یہہ

ور مدعی ہو ٹک بھی قوی دل قوی نصیب
پھر آگے اسکے سوکھی سی بلی ہی یہہ غریب

رہتا ہی سخت شیفتہ کتونکے بال کا
پلا ہی یہہ کہے تو کسو کتے وال کا

کتونکی لیکے زرد و سیاہ و سفید پشم
کس کس طرح سے دیکھتا ہی داب داب چشم

کتونکے شوق میں جو یہہ آتش ہی زیر پا
کہنا ہی اسکو اب سگ پا سوختہ بجا

اسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی
کتے کے کاٹے کی سی اسے لہر ہی رہی

دلی میں تین کتیاں کہیں لیکے یا لیاں
ہمسایونکی جنھوں کے لئے کھائیں گالیاں

دے مر گئیں تو دیر رہا روتا غمزدہ
پستی کے پیچھے پھر نہ ہنسا ٹک ستمزدہ

لونگی کا گرم غم جو رہا سوکھ نخ ہوا
برفی کی تعزیت میں سگ روے یخ ہوا

بلی جو پالتا تو بھلا ایک بات تھی
آئیں میں اسکی دوستی ایماں کے سات تھی

توراں کے لوگ ہوویں کہوں اہل اصفہان
کتا تو کشتنی ہی سب اسلامیونکے ہاں

جسکو خدا خراب کرے پھر وہ کیا کرے
کیونکر زباں نکالے نہ جوں سگ پھرا کرے

آواز دے کتوں کو توڑے ہی اپنی جان
مر جائے گا یہہ بھونکتے ہی بھونکتے ندان

ہی بسکہ سگ پرست مریگا جو یہہ دنی
توشے میں اسکے ہوگا نہ کچھ غیر سگ [illegible]

بکنے کے پیچھے پھرنا ہی گاہوں میں ڈورنا ہو — بہرہ ہی اس لیے کہ ہرا گب جاے شور ہو
اس وضع ساختہ کے ہوں احمق فریفتہ — بہرہ ہی جنکو عقل سے وے کیوں ہوں شیفتہ
یکساں اسطرح کے معرکہ گیروں سے پر جہان — بہتیرے ایسے کتے نچاتے پھرے ہیں یاں

مثنوی در ہجو خانہ خود کہ بسبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی میں جسطرح جاں ہی — اس طرح خانہ ہم پہ زنداں ہی
ظلمتیں اسکی سب پہ روشن ہیں — زندہ درگور ہم کئی تن ہیں
ہی جو سر کوب اک بڑی دیوار — واں سے جھانکو تو ہی اندھیرا غار
جہت بد دیکھ سارے پرنالے — اسکے معمار نے امر ڈالے
آب جو آیا ہی موسم برسات — دنکو ہی اپنے ہاں اندھیری رات
صحن میں آب نیز ہ بالا ہی — کوچہ موج ہی کہ نالا ہی
مینہہ میں گھر کے پانچ چھ چھپر — ہم غریبوں کے ہوتے ہیں سر پر
پر ٹپک تنکے کچھ ایک نئے — سو وے چڑیوں کے گھونسلو نکو گئے
دل ہی کچھ مکڑیوں کا احساں مند — کہ جنھوں نے کئے ہیں جھانکے بند
پھوس کچھ ہی کہیں سوآتا ہی — بانس کو چھپکلوں نے چاتا ہی
اڑ گئی گھاس منہ ہی والا — ہی جو بند میں سو مکڑی کا جالا
اپنے بندوں سے جو کہ چھوٹا ہی — ہم پہ گویا وہ بانس ٹوٹا ہی
کیا کہوں آہ گھر ہی کہنے کو — باندھتا ہوں میں جان رہنے کو
بند جھانکوں کو کیجئے ناکی — یاں تو یک آسمان ٹوٹا ہی
ٹھیکری دینے کو جا اڑے ہیں ہم — سر پہ ٹھہرائے گھر رہے ہیں ہم
تانتیا ن نہیں جو آگے چھپر کے — بہشی بھرتی ہیں صحن میں گھر کے
تا گلے سب کھڑے ہیں پانی میں — خاک ہی اپنی زندگانی میں

ابو اپنا بھی حال بد تر ہی
سر پہ گھر کی ہی نہ چھپر ہی

پانی بہہ کر جھکا جو ہی دالان
سر پہ رہتا ہی طرہ ایوان

چاک اس دول سے ہی ہر دیوار
جیسی چھاتی ہو عاشقوں کی فگار

منصل ٹپکے ہی نہ باراں ہی
گریۂ زار سوگواراں ہی

گھر کی صورت جو اور ہوتی ہی
چھت بھی بے اختیار روتی ہی

مینہہ یکبارگی جو ٹوٹ پڑا
کری تختہ ہر ایک چھوٹ پڑا

واسے پایان کار ٹوٹ بہے
طاقچے بھر رہے تھے پھوٹ بہے

بہ گئے کو لے تختے دوب گئے
غرض اجزائے سقف خوب گئے

موج خشتی ستون میں پیٹھی
جان غمناک خون میں بیٹھی

لے گیا پیچ و تاب پانی کا
کوٹھری تھی حباب پانی کا

یوں تو ہا گھر کہ بار خاطر تھا
آہ کا غبار خاطر تھا

اکھڑی دہلیز سب مندر گری
لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھری

ساری بنیاد پانی نے کاٹی
اینٹ کے گھر کو کر دیا ماٹی

جھک گئے سب ستون دربیٹھا
وہی چھپر کھڑا ہی گھر بیٹھا

جب اجارے پہ آکے چھت ٹھہری
ہم سبھوں میں یہہ مصلحت ٹھہری

آؤ اب چھوڑ کر یہہ گھر نکلیں
کسو ٹٹی پہ بیٹھہ کر نکلیں

دیکھ مرنے سے ڈوب مرنا خوب
ہی کنارا یہاں سے کرنا خوب

سنکے ہر یک کے جی میں ڈر آیا
خاطروں میں یہہ حرف ٹھہرایا

گٹھڑی کپڑوں کی میں اٹھائی تھی
سر پہ بھائی کے چارپائی تھی

بوجھہ کپڑوں کا جنے باندھا تھا
اب کا سارا نگار کاندھا تھا

ساتھہ کوئی چراغ لے نکلا
کوئی سر پر اجاغ لے نکلا

چھاج کی کر کے کوئی اوٹ چلا مینہہ کے مارے کوئی لوٹ چلا
مینہہ پہ چھاتی کو اینک نے روپا اینک نے سر کیئے کا کیا گھوپا
اینک نے چھینکے حال حال گئے پائے پتی گلے میں ڈال لئے
اینک نے بوریا لپیٹ لیا اور پایا جو کچھ سمیٹ لیا
اپنا اسباب گھر سے ہم لے کر لگی سب کے ہاتھہ میں دے کر
صف کی صف نکلی اس خرابی سے تا کہ پہنچیں کہیں شتابی سے
مرجی اسطرح سے آتے ہیں جیسے کنجر کہیں کو جاتے ہیں
جنے اُس وقت آنکھہ کو کھولا ہنسکے بے اختیار وہ بولا
سنکے اِس بات کو ترائے ہم بارے اک بھائی کے گھر آئے ہم
تب سے رہنے کو اب تلک ہیں خراب نہیں ملتا ہی گھر بقدر حباب
جسمیں خوش یکنفس معاش کریں طور پر اپنے بود باش کریں

مثنوی در تعریف سگ و گربہ کہ در خانہ فقیر بودند و باہم ربط داشتند

سگ و گربہ ہیں دو ہمارے ہاں وہ ہیں قالب اور اُنکی اک ہی جاں
رنگ گربہ سے شیر نر ہی داغ آنکھہ میں اُسکی اندھیرے گھر کا چراغ
کھائے نہ جو نہو وہ مادہ سگ بھوکا بیٹھا رہے قیامت لگ
کب مروت سے جائے کھانا چکھہ لڑے ہی بھی تو پنجہ منہہ پر رکھہ
سارے ہمسایوں پر ہی یہہ معلوم موش کبی نسل ہو گئی معدوم
چوہا کیا ہی جو سامنے آوے گھونسوں سے بھی یہہ شبر بھر جاوے
اِنے جو ماریاں ہیں گھونسیں دو نس موش دشتی ہوا ہی کونے گھونس
گھونس جب فکر ہی میں مرتی ہو موش دشتی پہ کیا گذرتی ہو
کوئی چھچھوندر جو بستی میں یاں ہی سو وہ چوہوں کی مرثیہ خواں ہی

ایک دن گھر میں ایک گھونس آئی — اپنے پاؤں اجل اُسے لائی
گھونس کیسی بتاؤں غیرت سونس — طاق ہی جسکے آگے طاقت سونس
یا کوئی مادہ خوک آبستن — یا کسو کچھوے کے برادر زن
پھرتے پھرتے جو صحن سے خوشحال — پاے دیوار بیٹھے سر کو نکال
کہیں اودھر یہہ شیر جاتا تھا — پھیرتا منہہ پہ نیچے آتا تھا
پڑ گئی اُسکی اسپہ چشم کبود — نیلا پیلا ہوتا دکھا جوں دود
چھجہ جھنجھلا کے انے لذرانا — بارے کچھہ گھونس نے اسے جانا
پر اسے خوف جان نہ آیا کچھہ — غالب آیا نہ اسکا سایا کچھہ
ٹھکٹھکایا پھر انے جا تالو — کہونکے تھا یہہ تو شیر کا خالو
پھر تو بگڑی ہی دونوں میں آکر — چوٹ ہوتی تھی داؤ پاپا کر
غصہ خرموش کو بھی آن چڑھا — اتفاق اس جگہہ تھا ایک گڑھا
دونوں لڑتے ہوئے گرے اسمیں — کیچ کو گاہتے پھرے اسمیں
ناخن اس شیر کا کچھہ ایک گڑا — شور محشر گڑھے کے بیچ پڑا
شور کیسا محلے چونک اٹھے — سگ بازاری بھونک بھونک اٹھے
یاں تو گھر بیچ کیا ہی کیا ہی پڑے — گھونس بلی نے چھچھڑے کر دے
کھڑے مونچھوں کے بال انگڑاتا — شیر نکلا گڑھے سے گھبراتا
لیک جی سے تھا سب بدن خالی — کہونکے سر سے بلا بڑی ٹالی
گھونس کے وارثوں کی کیا ہی تاب — کہ قدم کو رکھیں وہ حتی الباب
کوئی چھچھوندر اب اسپہ روتی ہی — کہ تری لاش خوار ہوتی ہی
تو جو تھی ساری قوم کی سردار — بسو اٹھایا ہی رخم دامن دار
ہم بہت غم میں تیرے رووینگے — بل کے بل اب خراب ہووینگے

فخر ہی اپنی نسل کا یہہ شیر — جنے گھونسوں کے کر دکھائے ڈھیر
سنا ہی موش و گربہ کا قصہ — وہ جو ہی گا عبید کا حصہ
جسکو باندھا عبید زاکانی — لگتی تھی اسکی وہ سگی نانی

قطعہ

گربہ تا بود فاسق و فاجر — صید او یک بدی بسالانا
این زمان پنج پنج مے گیرد — کہ شدہ مومن و مسلمانا

در تعریف مادہ سگ

ہی جو وہ مادہ سگ تماشا ہی — دوڑ پڑنے کے وقت باشا ہی
کسی کے لقمے پر نہ منہہ ڈالا — سگ اصحاب کہف کی خالا
نہیں کتوں سے خواریاں کے یہہ — ہی سگوں میں عزیز خاں کے یہہ
دے ہرن کو بھی جلدی میں بتا — ہیگا یاں سگ لوند کیا کتا
اڑتی چڑیا انھیں نے ماری ہی — استخوان سگ شکاری ہی
یہہ جو غصے میں آوے تو ہی غضب — اسکے مارے ہوئے ہیں ہارے سب
منہہ میں دیتے ہیں اسکے جب مشعل — طرفہ دم لابہ کرتی ہی اچپل
منہہ میں اپنے لئے فتیلے سے — سگ لیلی کے ہی قبیلے سے
باہم اس بلی کتے کا یہہ ربط — کوئی دیکھے نہووے اسے ضبط
کبھو جاتا جو ہی یہہ کوٹھے پر — لگی رہتی ہی اسکی چھت سے نظر
اور سے دشمنیٔ جانی ہی — اسکی یہہ باؤلی دوانی ہی
دونوں شوخی سے مار سہتے ہیں — سگ و گربہ کی چال رہتے ہیں

مثنوی در مذمت برشکال کہ باران دران سال بسیار شدہ بود

کیا کہوں ایکے کیسی ہی برسات — جوش باراں سے بہہ گئی ہی بات

بوند تھمتی نہیں ہی ایکے بال — چرخ گویا ہی آب در غربال
دہی یکساں اندھیر برسے ہی — آسمان چشم وا کو ترسے ہی
ماہ و خورشید اب نکلتے نہیں — تارے تو بے ہوئے اچھلتے نہیں
آب بن کوئی بولتا ہی نہیں — آسمان دیدہ کھولتا ہی نہیں
چرخ تک ہو گیا ہی پانی جو — ماہ و ماہی ہیں ایک جا ہر دو
لے زمیں سے ہی تا فلک غرقاب — چشمۂ آفتاب ہی گرداب
خشک بن ابکی بار سبز ہوئے — موش دشتی کے خار سبز ہوئے
ابر کس کس سیاہ مستی سے — ہوتے جا ہیں بلند و پستی سے
ترکوں نے کی زمانہ سازی ہی — خاکبازی اب آب بازی ہی
ابر کرتا ہی قطرہ افشانی — پانی پانی رہے ہی بارانی
تنگ آبی سے جان مت اخراق — دو بنے پر ہی کشتئی آفاق
عقل میہوں نے سبکی کھوئی ہی — بات باران نے یاں ڈبوئی ہی
کیسا طوفاں یہہ مینہہ چھایا ہی — زخم دل نے بھی اب اٹھایا ہی
بیٹھے اٹھتے نہیں ہی بام و در — یہہ خرابی ہی شہر کے اندر
سقف آماج بوند پیکاں ہی — مینہہ ہی یا کہ تیر باراں ہی
جیسے دریا اُبلتے دیکھیں ہیں — یاں سو پرنالے چلتے دیکھے ہیں
ابر رحمت ہی یا کہ زحمت ہی — ایک عالم غریق رحمت ہی
لے گئے ہیں جہان کو سیلاب — نقشہ عالم کا نقش تھا بر آب
نہ ہی جا سہ نربط باراں ہی — شہر دیں ہی تو باد و باراں ہی
روز و شب یاں ہمیشہ چمکا ہی — ان دنوں رنگ برق چمکا ہی
بڑی بوندوں کی چوٹ سے ڈر ئے — سنگباران جہاں ہو واں مرئے

پڑھتے ہیں یار درس حیرانی — آرسی کے بھی گھر میں ہی پانی
آدمی ہیں سو کب نکلتے ہیں — مردم آبی پھرتے چلتے ہیں
کتے ڈوبے گئے کہاں ہیں اب — سگ آبی ہی ہیں جہاں ہیں اب
وسعت آب پوچھ مت کچھ یار — کوچے موجوں کے ہو گئے بازار
معبد اب سارے گرتے آتے ہیں — زاہد خشک ڈوبے جاتے ہیں
تھا ٹھہرنا برابر اُن کے شاق — مسجدوں نے کیا ہی استغراق
مینہ تو یاں اب لگے ہی رہتے ہیں — سارے عالم کے کام بہتے ہیں
غرق ہی چڑیا یا گلہری ہی — خشکی کا جانور بھی بحری ہی
مینہ از بسکہ بہہ رہا ہی گا — یک جہاں کو ڈبو رہا ہی گا
شعر کی بحر میں بھی ہی پانی — بہتی پھرتی ہی اب غزلخوانی
لائی بارندگی کی چالاکی — آب خشک گہر پہ نمناکی
ہی زراعت جو پانی نے ماری — ہو گئی آبخست ترکاری
آب ہی گا جہاں کے سرتاسر — خوف سے سوکھتا ہی میوۂ تر
مست ہو ہو گئے ہیں مست شراب — غوطے کھاتے پھریں ہیں عالم آب
مستی ہی اب جو چاہیں سیرابی — بطمی تو ہوئی ہی مرغابی
جتنی قحبائیں خشک تھیں مشہور — انکی فرجوں سے سیل ہیں محشور
بھیک خشتک انھونکی تھیلا ہی — یہہ خرابہ بُری میں پھیلا ہی
دست غم میں اسقدر طغیاں ہی — کہ ہر اک گوشے بیچ طوفاں ہی
سیل دیکھی ہی کوہساراں کی — لئے کشتی گدا ہیں باراں کی
جزر و مد جسکا تا فلک جا ہی — جو ہی تالاب قہر دریا ہی

ہر طرف ہیں نظر میں ابر سیاہ — پانی ہی جسطرف کو کرئے نگاہ
سیاہ ہا در رکاب دیدہ ماست — چشم تا کار میکند در باست
پانی عالم کے تا بسر ہی گا — خشک مغزوں کا مغز تر ہی گا
خضر کیونکر کے زیست کرتا ہی — آبحیواں میں پانی مرتا ہی
لکھے کیا میر مینہہ کی طغیانی — ہو گئی ہی سیاہی بھی پانی

مثنوی در ہجو اکول

ایک پر خور آشنا بے پیر — سینہ سوراخ جسے ہی کف گیر
صدمنی دیگ ہی شکم اسکا — نفس اژدہا ہی دم اسکا
آنت شیطان کی ہی اسکی آنت — دانت اسکا ہی ہاتھی کا سا دانت
خستۂ جوع وہ جو آوے نہار — منہہ ہی گویا کہ زخم دامن دار
شکل مت پوچھ کھانے کا ہی بلی — منہہ ہی چٹھونسے جیسی روٹی چلی
گال کلچے سے پھر توے سے سیاہ — کاسۂ سر ہی جیسے اوندھا کڑاہ
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ — آہنیں ہی تنور اسکا پیٹ
راہ مطبخ میں پاوے ہی جو کبھی — چاٹ جاتا ہی دیگچوں تک بھی
کھینچے باورچیونکے کیا کیا ناز — کتری گئی اسکے چوتڑوں پہ پیاز
کھانا نکلے پر آوے ہی کپسے — چیل ٹوٹے ہی گوشت پر جیسے
وقت کھانے کے ہاتھہ ہی اسکا — قاب پر نان پنجہ کش گوپا
کیا وہ دو پیازہ کھاکے ہو تازہ — اک نوالا ہی ملا دو پیازہ
گوشت ہانڈی پھرا ہی خُتّک میں — ہنڈیاں گویا تھیں اسکی خشتک میں
خام طمعی سے اگ کرے ہی آہ — دیکھہ کر شبکو نان ہالۂ ماہ
نہ ٹلے دیکھکر وہ قاب پلاؤ — منہہ ہی منہہ بیٹھا گرچہ کھاوے کھاو

کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہی — لاٹھی پاٹھی بھی کھاے جاتا ہی
نہیں پہنچے جو کھانا کھانے لگ — ہڈیوں پر لڑے ہی جیسے سگ
بھوکھ کا باولا جو آتا ہی — لوگوں کو کاٹ کاٹ کھاتا ہی
وہوں میں دشمنوں سے بھی وہ لئیم — جاے گھل مل اگر سنے ہی حلیم
آش بغرا پہ مار بھی کھاوے — اسمیں گو بو عزا نکل جاوے
کسی مفلس کے گھر جو جاتا ہی — کچھ نہیں خفتیں ہی کھاتا ہی
بھوکھ سے جب کہ غصے میں آوے — بز کوہی کی طرح جھنجھلاوے
ٹھڈیوں کو نکہہ کہ کھا جاوے — چنے لوہے کے بھی چبا جاوے
دہر کا جلنا آگ سے مانوں — بھوکھ اسکی جلے تو میں جانوں
نکلے بازار میں وہ جب چرپوز — سر ہی پھوڑے ہی دیکھ کر تربوز
گھاس پات اور کانس کھاتا ہی — نیشکر پر وہ بانس کھاتا ہی
اسکے آنے کی سنکے بازاری — کرتے ہیں سودونکی خبرداری
کوئی تختہ کرے ہی دوکاں کو — کوئی لاوے بلا گذر باں کو
کنجڑے ڈھانکے ہیں ساگ پات اپنا — تلے ہیں بنئے داؤ گھات اپنا
کہ مبادا ادھر کو آجاوے — سودے یکسو ہمیں نہ کھا جاوے
اینٹ پتھر بھی کھا گذر جاوے — الغرض پیٹ اپنا بھر جاوے
کیا کیا جینے کے کئے چکھتا ہی — لیک پیٹ اسکو مارے کھاتا ہی
پیٹ اپنا بڑا جو پاتا ہی — کوہ تک کا بھی حیف کھاتا ہی
وہ قصار امرا ہوا مہمان — کھا گئی اسکی میز بابانی جان
گھر میں جو کچھ تھا بیچ منگوایا — کھانا اسکے لئے میں پکوایا
کتنا کھانا بیاں کروں تجھسے — جس پہ سو میہماں کروں تجھسے

مجھسے تھی روزگار سے ان بن — خوب کھانا تو تجھ پہ ہی روشن
چار من گاجروں کا قلیہ تھا — وہ منی دیگ بیچ و لیا تھا
روٹیاں کسقدر بتاؤں میں — جسکو دو چار سال کھاؤں میں
چاہ کر کے گرا جو وہ بلاع — مدد روح اشعب طماع
تھی ابھی روٹیوں کی جیٹ کی جیٹ — میں رہا کہتا کھا گیا وہ سمیٹ
کھانا کوئی اور کیا کہے اسکا — سارے منہہ دیکھتے رہے اسکا
جب مریگا وہ بھوکھ کا روگی — روح توشے کی روٹی میں ہوگی
کھانے کی بو جو ناک میں پیٹھے — مر گیا ہووے تو بھی اٹھ بیٹھے
عقل باور اگرچہ کرتی نہیں — وہ مرے بھوکھ اسکی مرتی نہیں
بھوکھے اسکا جو جی نکل جاوے — گور میں بھی کفن نکل جاوے

مرثیۂ خروس کہ در خانۂ فقیر بود

کئی برس سے ہمارے کنے تھا ایک خروس — خروس عرش کی اولاد سے ولے افسوس
پھرا جو اسے یکایک زمانہ کج باز — قضا نے اسکو کیا ایکبار مرغ اندر
دیا کرے وہ اذاں دونوں وقت صبح و شام — بجا ہی مرغ مصلی رکھیں گر اسکا
نہیں ہی مرغ چمن میں جہانکے ایسا آج — برنگ کلہ تاج خروس سر پر
جو بیٹھے جھانپے میں پرواز پر سے مرغ خیال — کھڑا ہو دھوپ میں تو رشک مرغ زریں
کبھو جو صحن میں کھڑکے وہ اشرف الطیار — پھرا ہی کیس کو ڈالے تو مرغ آتشخوار
بہ تخیں ہیں شاگستری میں اسکی مدام — بزرگداشت کریں مرغ سبز و آر
رہا ہمیشہ سے وہ مرغ مستعد جنگ — طرف نہ اسکے ہوئے بجنگی میں قاز و کا
جب انے گانٹھ کے اک لات حلق پر ماری — شتر دلی کی شتر مرغ نے کئی با

نہ اسکے سامنے کوئی کھڑا رہا مرغا — جو اصل اسے بگڑتا تو تھا وہ کیا مرغا
بجز کنارہ نہ سیمرغ کو بنا چارہ — کہ فیل مرغ کو بکری کی طرح سے مارا
ہمیشہ گربہ و سگ سے تھی روک ٹوک اسے — جہاں سے لیگئی آخر یہہ نوک چوک اسے
خصومت اسکی تھی یک مادہ سگ سے شام و سحر — کبھو وہ لات اسے مارتا کبھو شہپر
قضا جو پہنچی تھی نزدیک وہ بھی جھنجلائی — حریف ہو کے دلیرانہ سامنے آئی
یہہ بہیہا تھا نہ سمجھا اوا کو کینے کی — لگائی سامنے ہوتے ہی ایک سینے کی
ہلائی انے بھی گردن لگی کہیں بیکل — کہ ایک دم میں گئی آہ گردن اسکی ڈھل
جھکا جو خاک کی جانب تو کیس بیجا نکا — زمیں پہ تاج گرا ہدہد سلیمان کا
ہوا کے مرغ ہوئے داغ اسکے ماتم سے — سیاہ پوش رہے طایر حرم غم سے
وہاں جو نوحۂ مرغان قدس باز ہوا — کہ مرغ قبلہ نما کا بھی دل گداز ہوا
قفس کے مرغ نے سن ترک آب دانہ کیا — طیور نے بھی نہ پھر قصد آشیانہ کیا
ہوا ازبسکہ پراگندہ یہہ غم جانسوز — اداس رہنے لگے سارے مرغ دست آموز
خروس عرش ہی اُس بن نہیں ہی سینہ فگار — ہزار مرغ کا اب گھر خروس پر ہی بار
زمانہ جب تئیں ہی اسکے درد کے مارے — رہیں گے خاک فشاں مرغ جانگی سارے
خموش میر تجھی کو نہیں یہہ رنج و تعب — کباب آتش غم میں ہیں مرغ و ماہی سب

در تعریف اغا رشید کہ خطاط بود بفرمایش میاں اعزالدین کہ فقیر و خوشنویس بودند

میر خطاط یک قلم دیکھے — لیکن اقا سے لوگ کم دیکھے
یعنے عبدالرشید تھا استاد — خوشنویسی کی جنے دی ہی داد
خط کی خوبی کا اسکے ابتک ڈھنگ — صفحۂ روزگار پر ہی رنگ
وہ تصرف کہیں جو کرتا ہی — شکل نقاش رنگ بھرتا ہی
حیرت افزا ہی حسن ہر تحریر — مشقی اسکی ہی قطعۂ تصویر

خط شیریں جو اسکا پاتے ہیں — ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہیں
لگ گئی ہی قلم تو جادو ہی — مدّ جہاں ہی کسو کی ابرو ہی
سطر لکھنا نہیں خفی کی وہ — خط ہی خوباں کے پشت لب کا دھ
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہی — ہی جلی تو ایک بات ہی
خط میں کیسا ہی کوئی کامل ہو — اسکا کب نقطہ مقابل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہی — کون ایسی صفا سے لکھتا ہی
ہی الف قامت نکو رویاں — لام ہی زلف سلسلہ مویاں
واں کا خم رہے ہی ایسا خوب — جیسے جھکتے ہیں مست ہو محبوب
میم جس لطف سے لبالب ہی — دہن تنگ مہوشاں کب ہی
ہی کشش غازہ تن خوباں — دایرہ دور دامن خوباں
دایرہ نوں کا اس نمط کھینچا — کہ خط دلبران خط کھینچا
مدعی کو جو خط دکھاویں ہم — جیسے حرف غلط اٹھاویں ہم

مثنوی مسمی ساقی نامہ

ہی قابل حمد وہ سر انداز — جو سب میں ہو اہی جلوہ پرداز
اسکو ہی حسن نے چمکایا — ہستی کا شہ اسی سے پایا
پی آئے شراب خود پرستی — طاری ہوئی اُس پہ زور مستی
وہ مست شراب ناز ہی فرد — خورشید ہی اُسکا جام پرورد
ہی گردش چشم اُسے افسوں — پھر جاے ہی جسکے سامنہ گردوں
ظلمت ہی دوئی کی تجھسے احول — آخر ہی وہی وہی ہی اوّل
عالم ہی فرابۂ مئی خام — ہی دور سپہر گردش جام
مشہور جہان جو کیف وکم ہی — بے نشہ جو ہووے تو سم ہی

وہ مست نیاز ہی حرم میں — وہ رفتۂ ناز ہی صنم میں
ہی آب و رخ زمانہ اُسسے — روشن ہی تمام خانہ اُسسے
میناہیں جو سرکشی ہی وہ ہی — صہبا ہیں جو دل خوشی ہی وہ ہی
شمشاد ہی سرفراز اُسسے — گل دیدۂ نیمباز اُسسے
خوگر اسے نازِ پیشکی ہی — وہ ہی کہ جسے ہمیشگی ہی
جو عکس پڑا ہی جام می میں — آتی ہی صدا اسکی نی میں
ہی جلوہ گری میں یاں بصد ناز — وہ مست گذارہ و سراندا ز
سو رنگ ہیں اسکے یاد رکھہ تو — ہر جلوے سے دلکو شاد رکھہ تو
دم میں جو کچھہ نمود میں ہی — ہر لحظہ اسے سجود میں ہی
کر یاد اسی کو اور می پی — جیتا رہے کوئی دن تو خوش جی
اب روئے سخن چمن کو کرئیے — مینائے دل اور می سے بھرئیے
آئی ہی بہار می گساراں — پھولے ہیں چمن میں گل ہزاراں
آئی ہی بہار و ہر خیاباں — ہی لطف ہوا سے گل بداماں
آئی ہی بہار زہد کیشاں — ہی توبہ باد دل پریشاں
آئی ہی بہار مرغ گلزار — کرتا ہی نوائے سینہ افگار
لایا ہی بزور اسکا نالہ — مجکو بھی ہی اے سیر لالہ
ساقی جو کروں میں بے ادائی — معذور رکھہ اب بہار آئی
گل باد صبا کی ناکسر ہی — داماں بلند ابر تر ہی
غنچے کی گلا بیاں بھری ہیں — تکلیف کی منتظر دری ہیں
ظالم می ناب دے ہوا ہی — یک جرعہ شراب دے ہوا ہی
ہر سر میں ہی شور فصل دی کا — چمکے ہی ہوا سے رنگ می کا

اطراف چمن کھلا ہی لالہ ہر پھول شراب کا ہی پیالہ
آتا ہی چمن پہ ابر جوشاں آب رخ کاز سبزہ پوشاں
تحریک نسیم دمبدم ہی تکلیف ہوا ے گل ستم ہی
ابروں نے بھی کی ہی می پرستی اُٹھتیں ہیں بصد سیاہ مستی
بوندوں کا جو لگ رہا ہی جھمکا رنگ گل و لالہ زور چمکا
ہی گل کی ہوا سو کشی میں بلبل کا دماغ بو کشی میں
ہر شاخ ہی شوخ جام در دست نرگس ہی کسو کی نرگس مست
ہی رنگ ہوا کا آفتابی جھومے ہیں نہال جوں شرابی
ہی سرو جوان نشہ در سر لوتے ہی روش پہ سبزۂ تر
چشمک کرے ہی حباب جو کا یعنے کہ ہی دور اب سبو کا
ساقی قدحے کہ ذوق مل ہی مطرب غزلے کہ فصل گل ہی

غزل

شب وہ جو پئے شراب نکلا جانا یہہ کہ آفتاب نکلا
قربان پیالۂ مئے ناب جسے کہ تر انھجاب نکلا
تجھہ بن جو پیا تھا قرط می کا آنکھوں سے ہو خون ناب نکلا
مستی میں شراب کی جو دیکھا عالم یہہ تمام خواب نکلا
شیخ آتے تو میکدے میں آیا پر ہو کے بہت خراب نکلا
یک جرعہ شراب ہی میں واعظ ہر مسخر گی کا باب نکلا
تھا غیرت بادہ عکس گل سے
جس جوئے چمن سے آب نکلا
ہو صرف شراب کاش ساقی یہہ شیشۂ عمر ہی جو باقی

بے ساغر مے خنک ہی جینا ۔ رکھتا ہی شگوں شراب پینا
لا بادۂ کہنہ سال تو ہی ۔ سجادہ بھی بایت گرو ہی
در واز ۂ میکدہ کھلا ہی ۔ ہر پیر و جوان لو الصلا ہی
ایندے ہی ہر ایک مست جوں تاک ۔ لیتے نہیں نام وا من پاک
ہر میخچہ فنہ زیر سر ہی ۔ ہر گوشے میں عالم دگر ہی
مستی نگاہ عقل و دشمن ۔ خوبی خرام مرد افگن
کہتے گئے صاحب کرامات ۔ ہم بھی نہیں قابل خرابات
جو لوگ کہ اس جگہہ سے اٹھے ۔ کب خانقہ و خانقہ سے اٹھے
یاں پیتے ہیں جام بیخودی کا ۔ ہی دور تمام بیخودی کا
مستی سے ہر ایک صبح صد بار ۔ خورشید کاسر ہی اور دیوار
ہی قابل سیر خرقہ پوشان ۔ دریا دلی شراب نوشان
ان لوگوں کی ہر کمینہ صف میں ۔ کشتی ہی شہ و گدا کی کف میں
ہر کوچے میں رہتی تھی منادی ۔ تا رستم خرد و رہی اٹھا دی
از خود شدن اک مقام ہیگا ۔ وہ مرتبہ یاں مدام ہیگا
گو پر ہی یہہ دور پر کہاں تک ۔ ایک لغزش پاسے یاں سے واں تک
بیخودی ہو کہ یہہ حجاب اٹھے ۔ دل یاں سے کہیں شتاب اٹھے
پہنچیں ہیں فنا کو بیخودی سے ۔ پاتے ہیں خدا کو بیخودی سے
پی جرعہ و ہوش کو دعا کہہ ۔ ہر بادہ فروش کو دعا کہہ
جوشش میں ہی بادۂ کہن سال ۔ عبرت ہو جسے خوش اسکا احوال
اب دلمیں مرے بھی جوش آیا ۔ اب وقت وداع ہوش آیا
کھینچوں میں کہاں تلک دم سرد ۔ ساقی وہ شراب شعلہ پرورد

وہ داروئے درد بے حضوراں — وہ مایۂ نور چشم کوراں
سرمایۂ عمر جاودانی — یعنے وہ ہی آب زندگانی
وہ میوۂ خوش رسیدہ بارے — وہ عیش دل گزیدہ بارے
آئینۂ حسن خود پسنداں — زینت دہ عنبرین کمنداں
وہ رنگ رخ بہار یعنے — وہ بادۂ خوشگوار یعنے
یاقوت گداز دادۂ عشق — یعنے وہ ہی جام بادۂ عشق
وہ لطف ہوا و سیر مہتاب — وہ شعلۂ غوطہ خور دور آب
وہ کام دل سبو بدوشاں — یعنے کہ وہ ہی شراب جوشاں
وہ موجب دل خوشی کہاں ہی — وہ داروئے بیہُشی کہاں ہی
وہ جسکی طرف کو ہی تہ دل — یعنے وہ ہی ماہ شیشہ منزل
وہ آتش تیز آب آمیز — وہ عربدہ جو و فتنہ انگیز
وہ مقصد جان ناامیداں — وہ روسیہی روسفیداں
وہ رونق کارگاہ شیشہ — وہ شوکت بارگاہ شیشہ
وہ جسے ہی توبہ مو پریشاں — وہ جسے ہو گفتگو پریشاں
وہ دامن خشک جسے جل جاے — ثابت قدموں کا پانو چل جاے
وہ سرخیٔ چشم خوبرویاں — اسباب خرابئی نکویاں
وہ دلبر خود سر و شلائیں — وہ رہزن راہ دین و آئیں
وہ جسے غبار دل سے دھوؤں — مینا کے گلے سے لگ کے روؤں
مستی کی مجھے بھی خواہشیں ہیں — اس عقل سے دل کو کاہشیں ہیں
لا اُسکو جو آستین جھاڑوں — پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑوں
بیہوش شراب ناب رہئے — یوں تا یلجا کباب رہئے

ہی مستئی بیخودی ضروری — کہاں جائے مقام بے شعوری
دل غمسے بھرا ہی زور میرا — تا عرش گیا ہی شور میرا
ہی دلمیں کہ گل کی اور رو ہو — شیشہ ہو بغلمیں اور تو ہو
ہر گام پہ لغزش قدم ہو — تکلیف شراب و مبدم ہو
جب سجدہ کناں ہوں صبح خیزاں — جب کاکل صبح ہو پریشاں
جب نکلے ستارۂ سحر گہہ — کر نعرۂ الصوح یک رہ
ہی ذوق شراب صبح گاہی — بے لطف نہیں ہی روسیاہی
جب ہو وے نشہ ترنگ آوے — مستی مجھے باغ میں لتاوے
شیشہ مرے منہہ کو تو لگاوے — کر ایسی نگاہ جو چھکاوے
جب بیخودئی تمام آوے — سر پر مرے ہوش زوکے جاوے
رخصت ہی مجھے کہ میں نہوں گا — بیہوش خرد ہی پھر رہوں گا
جیتا تو کروں نگاہ تیرا — ہو ورنہ قبول عذر میرا

مقولہ شاعر

کیا میر شراب تو نے پی ہی — بیہودہ یہہ گفتگو جو کی ہی
یا آب سیہ ترے قلم نے — یہہ تجھسے عجب کیا ہی ہم نے
تو کاہیکو اتنا ہرزہ گو تھا — کب درگرو شراب تو تھا
بس می سے زباں کو اب نہ تر کر — مستئی سخن پہ تک نظر کر
ہی نشۂ سامعہ دوبالا — پھر حرف نجا بیگا سنبھالا

مثنوی مسمی بجوش عشق

ضبط کروں میں کبتک آہ اب — چل ای اخامے بسم اللہ اب
کر تک دل کا راز نہانی — ثبت جریدہ میری زبانی

یعنے میر ایک خستۂ غم تھا — سر تا پا اندوہ و الم تھا
آنکھ لڑی اُسکی اک جاگہ — بیخود ہو گئی جان آگہ
صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈھی یکدم فرصت
تاب و توان و شکیب و تحمل — رخصت اُسے ہو گئی بالکل
سینہ فگاری سامنے آئی — بیتابی نے طاقت پائی
کرتے آئے داغ سیاہی — کام جگر کا کرنے تباہی
خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکوں ہی پر رہنے لاگا
خواب و خورش کا نام نہ آیا — ایک گھڑی آرام نہ آیا
چاک جگر سے محبت ٹپکی — آنسو کی جاگہ حسرت ٹپکی
سوز سے چھاتی تابا گویا — اور پلک خوننابہ گویا
آہ سے اُسکی مشکل جینا — درد فقط تھا سارا سینا
دل میں تمنا داغ جگر میں — لشیون لب پر یاس نظر میں
نالے شبکو اسکے سنکر — مر گئے کتنے سر کو دھن کر
آہ و فغان ہی اسکے لب پر — روز ہی ایک آفت شب پر
روی و جبیں پہ خراش ناخن — داغوں سے خونکے قامت گلبن
زخم سینہ دل تک پہنچا — کوئی نہ اس گھایل تک پہنچا
آبلہ دلکا جب کوئی پھوٹا — فوارہ لوہو کا چھوٹا
غم نے تو دل میں کیا ہی چھوڑا — بر میں تھا ایک پکا پھوڑا
سو نہ گیا یکدم وہ بیکل — بخت نہ جاگے اسکے اک پل
کام رہا ناکامی ہی سے — تسکیں بے آرامی ہی سے
رخساروں پر خون رواں ہو — دل میں ہو سو منہہ پہ عیاں ہو

دشنۂ غمسے سینہ کو چا ناخن سے منہہ سارا نوچا
دل آ ما جگہہ غما کی اور نفس اک تیر خاکی
نے طاقت نے یارا اسکو ضعف دلی نے مارا اسکو
نالہ دلمیں حزینی اسکی خاطر میں غمگینی اسکی
رنگ اڑے چہرے کا ہر دم تھا گویا گل آخر موسم
دست بدل ہر آن رہے وہ بیطاقت بے جان رہے وہ
رنگ شکستہ بسکہ فسردہ کہنے کو زندہ لیکن مردہ
خونباری سے چہرہ گلگون حلق بسمل دیدہ پر خون
جدول جاری چاک گریبان گوشۂ دامن وقف مژگان
دیدۂ تر کے دریا قایل ساحل خشک لبی کے سایل
ہر دم ہو ہر سمت کو جاری خونباری سے سیل بہاری
تشنہ لبی اک منہہ پر پیدا لب جش جسکا ہووے نہ دریا
خاک بسر آشفتہ سری سے شور قیامت نوحہ گری سے
سر تا پا آشفتہ دماغی داغ جنوں دے جسکو چراغی
غمسے گرچہ دم بھی کہیں تھا جامے میں اک تار نہیں تھا
وادی پر جب اپنی آوے صحرا صحرا خاک اڑاوے
کلفت دل جب خاک فشاں ہو اشک کی جاگہہ ریگ رواں ہو
گل انے از بسکہ کھائے پھولونکی چھڑیاں ہاتھہ بنائے
دل کے غبار نے راہ جو پائی شہر میں گویا آندھی آئی
سر پر اسکے سنگ ہمیشہ جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ
آہ سرد کرے وہ عریاں بید سا کانپے موئے پریشاں

گرد کی نہ اسکا پیراہن — دامن صحرا جس کا دامن
بار دامن نار گریباں — دامن قرب جوار گریباں
پامالی میں مثل جادہ — نقش قدم سا خاک افتادہ
دشت تلک گئی آبلہ پائی — دور کھینچی اسکی رسوائی
اسکے جو پامال ہوئے سب — خار بیابان لال ہوئے سب
جنے دیکھا اسکو یکدم — انے کہا یہہ بھول کے سب غم
چندے یہہ ناشاد رہے گا — پر مدت تک یاد رہے گا
جانا اسے گزرے نہ کنارا — جیسے چراغ وقف بچارا
لو ہو تپکے آہ سحر سے — نالہ گتھوا ان لخت جگر سے
رکھتا تھا سداوہ دیوانہ — وزد زبان یہہ شعر دانہ
سار فوادی شقا شقا — حقا حقا حقا حقا
ہوش و خرد ناشاد گئے سب — دین و دل برباد گئے سب
درد دل سے کچھہ نکہے وہ — ہر اک کا منہہ دیکھہ رہے وہ
حسرت اُسکی اک اعجوبا — آب دہن کی موج میں دوبا
غیر سے بولے نہ یاروں ہی سے — بات کہے تو اشاروں ہی سے
سمجھو تو کوئی داد کو پہنچو — عاشق کی فریاد کو پہنچو
ورنہ رہے من مار کرا پنا — سر دے مارے ہار کر اپنا
کیونکر غمسے ہو آزادی — جان کے ساتھہ اُسکی ناشادی
کوئی نہ اُسپر سایہ گستر — اپنا ہاتھہ اپنے ہی سر پر
نے کعبے نے دیر کے قابل — مذہب اُسکا سیر کے قابل
کیسا کہئے کیسا کچھہ تھا — القصہ وہ ایسا کچھہ تھا

در صفت دلبری کہ باو علاقۂ دل بود

وہ کیسا تھا جسپر عاشق — جی سے تھا یہہ عاشق صادق
دیدۂ گل میں جا گہہ اسکی — نکہت گل گرد راہ اسکی
چشم ہمہ سارا چمن اسکا — نقش قدم تھا یا سمن اسکا
آگے اُسکے کبھو نہ خوش آیا — یہہ رو گل نے کہاں سے پایا
گل آشفتہ اُسکے رو کا — سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو — ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اس چہرے پر تابندہ — کاکل صبح سے خوش آیندہ
دیکھہ اس رخ کی نور افشانی — شمع مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہہ بدر کامل — اس چہرے کے ہو نہ مقابل
حوصلہ کتنا اس بے تہ کا — منہہ و یکھو آئینہ مہ کا
رکھتے تھے دعوی خوش چشمی پر — لیکن اسکی چشم نظر کر
بہتوں کی جب جائیں کھل گئیں — نرگس کی بھی انکھیاں کھل گئیں
دور چشم ہی اسکا جب سے — فتنہ اک سو تا نہیں تب سے
رخ لب سے جاں بخش عالم — بلکہ سراپا جان مجسم
عیسی کو گر لب دکھلاوے — ہر لز اسکو بات نہ آوے
کوئی مرد انداز حیا پر — چشم اسکی تھی پشت پا پر
کچھہ مت پوچھو تنگی دہن کی — مشکل تھی واں جاے سخن کی
کر کے شمیم زلف گذارا — پھیلاوے ہی عنبر سارا
خط آیا ہی گرد اس لب کے — شاید شکر تنگ ہو اب کے
دونوں لب اسکے لعل بدخشان — دست حنائی پنجۂ مرجان

تھا دیکھا یکہ پردے میں — برق خرمن مہ پردے میں
جسدم برقع منہہ سے اٹھاتا — خورشید اسدم ڈوبا جاتا
پاردلوں کے خدنگ مژہ کا — کاوشن کم کم تنگ مژہ کا
پھولکے کشش کا دیوانا عالم — تیر نگہہ کا نشانا عالم
تیغ و تبر تھی ابرو اسکی — آتش سرکش جو تھی اسکی
نازکی می سے مست رہے وہ — اکثر وحست بدمست رہے وہ
زلفون کے سبب تار پریشاں — سر اوپر دستار پریشاں
سائے سے اسکے سرو بنایا — خاک رہ سے قدرو بنایا
ہووے خراماں جب وہ کافر — کبک کی ہووے جان مسافر
چشم کرشمہ جان تغافل — شایاں اسکی شان تغافل
کیا جانے وہ حال کسو کا — پتھر دل اس آئینہ رو کا
پاتے ہی ابرو کا اشارا — غمزے نے اک خنجر مارا
جب وہ خرام ناز کرے ہی — جیکو حور نیاز کرے ہی
رخصت دے گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہی پریکو
ہنسنے میں وہ صفائے دندان — برق خرمن عالم امکان
رشک سحر کو صافی تن پر — خون صحرا جی اس گردن پر
آہ صفائی اس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی
شکل جبیں میں بہہ نازکہاں ہی — صورت ہی اندازکہاں ہی
ایسا خوب جہاں میں کہیں ہی — رحم ہی اسپر اب جو نہیں ہی
جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی
رنگین اسکی اس کف پا سے — جائیں نکو یاں اپنی جا سے

چشم کرو انصاف کی گر وا یوسف و شیریں لیلیٰ عذرا
کون ہوا اس محبوبی سے خوبی تو تھی پر اس خوبی سے
یار نزاکت کیونکے اٹھاوے شاخ گل سا لہکا جاوے
ہیگی رگ گل یا رگ جاں ہی پر نازک اسرار میاں ہی
صید ملک قربانی اسکا یوسف اک زندانی اسکا
اور جو خوبان پاویں اسکو یکدیگر دکھلاویں اسکو
حاویں اسپر جان سبھونکی تیغ رہے درمیان سبھونکی
نہانا بنا جاے کسکے کنے وہ غصے ہو تو پھر نہ منے وہ
کیا کوئی اسکی شوخی بتاوے کچھ ٹھہرے تو کہنے میں آوے
کیا ہی اسکے آب و گل میں آرزو اسکی سب کے دل میں
شوخی میں اس پت کی ادا کا بندہ کون رہا ہی خدا کا
دیکھے نہ عاشق زار کو اپنے پوچھے نہ بیمار کو اپنے
عاشق ظلم و جور و جفا کا دشمن جانی ایمان و وفا کا
کوچہ رشک فزاے کعبہ واں پہنچے نہ دعاے کعبہ
ہر شب اک فریاد و تظلم اٹھہ گئی واں سے رسم ترحم
آہیں جنکی درد و ظایف سوز دلخستے واں کے طایف

رخصت شدہ رفتن یار و بیتاب شدن عاشق بیقرار

کرای خامہ وہ تحریر اب آوے زبان پر جو تقریر اب
یعنے میر اس خستۂ غم کا سرتاپا اندوہ و الم کا
یار سفر کا مایل ہو کر حب وطن کو جی سے دھو کر
رخصت کو اس پاس بھی آیا جاتے کے تئیں اور جلایا

وقت وداع قیامت گذرا — سر سے آب حسرت لذرا
ایک دم بیخود ہو کے رہا وہ — اُسے آگے آپ گیا وہ
آنکھیں لگیں ناسور ہو بہنے — دیکھہ کر اُسکو لگا یہہ کہنے
ظلم ہی لو ہو بہتے رہئے — جان گئے پر جیتے رہئے
عمر عزیز چلی یون جاوے — اور فلک آنکھون سے دکھاوے
آخر کر کے خدا کے حوالا — آئینے پر پانی ڈالا
تاکہ وہ منہہ دکھلاوے شتابی — راہ دور سے آوے شتابی
یار گئے پر میر جواب ہی — جان سے خالی اک قالب ہی
راقم غم ہی وہ دل تفتہ — نامہ بر اُسکا رنگ رفتہ
غمسے فرصت اُسکو کہان ہی — قاصد اشک ہمیشہ روان ہی
خط لکھتا ہی اِس مضمون سے — تر ہو بال کبوتر خون سے
خط سے اِک آتش پر ہووے — جسے کباب کبوتر ہووے
جب درد دل اُنے لکھا ہی — شعلہ خط مین لپیٹ دیا ہی
سوز کے آوے جب وہ بیان پر — شعلہ اک جون شمع زبان پر
جب کرے خون جگر سے انشا — یار کا اپنے شوق کف پا
ہو انگشت برید ہ خامہ — اور حنائی کا غذ نامہ
راہ یہ بیٹھا وہ سر گشتہ — دیکھے راہ عمر گذشتہ
آگے تھا کب ہجراں دیدہ — آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ
کیا کیا بے طاقت ہوتا ہی — ہر دم جی رخصت ہوتا ہی
حال عجب ہی رنجوری سے — مرنے قریب ہی وہ دوری سے
جب وہ درد دل کو جتاوے — باتون پر اُسکی رونا آوے

دستہ دستہ داغ بسر ہی — پر کالہ پر کاملہ جگر ہی
اشک نہیں آنکھوں سے ٹپکتا — ہی یہہ گرہ اک دل کی تمنا
داغ دروں ہی گلشن گلشن — گل یہہ چنے وہ دامن دامن
چھوڑے نہ راہ و رسم وفا کو — دے پیغام ہمیشہ صبا کو
پاس اُسکے ہو تیرا گر جانا — بھولوں ہوؤں کو یاد دلانا
زیر لب اُسکے بات یہی ہی — شام و سحر دن رات یہی ہی
کھینچیں گے کب تک یہہ سختی ہم — پھر بھی ملیں گے جیتے جی ہم
بس ای خامے رکھ لے زبانکو — تاب نہیں ہی اہل جہاں کو
قصۂ غم کو نہایت کب ہی — اسے خموشی اب انسب ہی

مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہاں آفریں ہی محال — زباں اسمیں جنبش کرے کیا مجال
کمالات اُسکے ہیں سب پر عیاں — کرے کوئی حمد اُسکی سو کیا بیاں
کہوں کیا میں اُسکی صفات کمال — کہ ہی عقل کل یاں پریشاں خیال
خرد کنہ میں اُسکی حیران ہی — کہاں یاں پریشاں پشیمان ہی
زمیں و فلک سب ہیں اُسکے حضور — مہ و خور ہیں اُسے ہی لبریز نور
یہہ صنعت گری اُس ہی صانع سے آے — کف خاک کو آدمی کر دکھاے
نہ آوے کسیکے جو ادراک میں — سو رکھ جاے وہ اس کف خاک میں
بری ہیگا تمثیل و تشبیہ سے — منزہ ہی وہ بلک تنزیہ سے
وہی حاصل مزرع آسماں — گئے اُنے دانے میں خرمن نہاں
سفید و سیہ کو نہیں اُسکے بار — ورے ہی زمانے کے لیل و نہار

در توحید انشا طراز حزینی کہ فقرہ یکتاے او بعالم دویدہ

سا

سوا اُسکے نقصاں ہی گر دیکھئے کمال اُسکے ہی ہیں جدھر دیکھئے
سر رشتہ ہی خلق کا اسکے ہاتھ وہ شب باز ان پتلیوں کے ہی ساتھ
سبھوں میں نمود اسکی ہی شان ہی یہہ قالب ہیں سارے وہی جان ہی
گل غنچہ و رنگ و بو و بہار ہے سب رنگ اللہ کے ہی ہیں یار
اگرچہ ہیں یاں سبکی طرحیں جدا یہہ سب طرحیں ہیں ایک نام خدا
سما ارض و خورشید و یا ماہ ہی جدھر دیکھو اللہ ہی اللہ ہی
نظر کر کے تک دیکھہ ہر جا ہی وہ نہاں و عیاں سب میں پیدا ہی وہ
بہر صورت آئینہ ہی گا جہان یہہ سب عکس اسکے ہی پرتے ہیں یاں
ملک جن وحیوان جماد و نبات جو اس بن ہیں توصیف ہی کائنات
وجود و عدم اسے دونوں ہیں شاد وہی ہیگا مبدا و ہی ہی معاد
مجھے ساقی دے کوئی جام عقیق ولیکن لبالب ہو اسمیں رحیق
رکھے آپ میں جسکی آمد مجھے کہ در پیش ہی نعت احمد مجھے

در نعت سید المرسلین

ثنا جان پاک محمد کتیں در و و نخیات احمد کتیں
رسول خدا و سرا نبیا زہے حشمت و جاہ صل علیٰ
و یا مجلس کبریا کا ہی وہ شرف دو دمان قضا کا ہی وہ
سب اس صفحے میں ہی ظہور خدا پر اسے عبارت ہی نور خدا
جہاں وہ ہی واں جبرئیل امیں ارے حشر تک تو پہنچتا نہیں
کروں اسکی قربت کا کیا میں بیاں کہ تھا قاب قوسین او نا مکاں
مرا زیر پا اسکے فرق نیاز کیا جسکی خلقت پہ صانع نے ناز
بصورت اگر عبد مشہود ہی حقیقت کو پہنچو تو معبود ہی

نہیں پاشکستوں کا اب دستگیر　　محمد بن اور آل بن اسکے میر
گنہگار ہوں چشم ایک اسے ہی　　توقع شفاعت کی اینک اسے ہی
درود آل پر اسکی ہر صبح و شام　　وہ ہی شافع حشر و خیر انام
پلا ساقیا بادۂ لعل گوں　　کہ ہو جائیں سرخ آنکھیں مانند خوں
ہی اب حرف مستانہ کا دلمیں جوش　　کر آویزۂ گوش گر کچھ ہی ہوش

مناجات بطور عاشقاں زار و در بلائے جدائی گرفتار .

مرا زخم یارب نمایاں رہے　　پس از مرگ صد صال خنداں رہے
رہے دستمہی جیب سے چاک کو　　صبا دوست رکھے مری خاک کو
مژہ اشک خونین سے سازش کرے　　غم دل بھی مجھ پر نوازش کرے
جگر سے طپیدن موافق رہے　　مرا درد دل مجھ پہ عاشق رہے
جو خالہ ہوش بگیر کا رو شناس　　وہ آتھوں پہر ہی رہے میرے پاس
مژہ گرم افسوس و نمناک ہو　　کہ سیلاب آتش پہ خاشاک ہو
کرے نیزہ بازی بہہ آہ سحر　　کہ خورشید کی ہو سبوتہ جاوے سپر
خموشی سے مجکو رہے گفتگو　　اُڑے پر لگا کر مرا رنگ رو
نہ مرہم سے افسردہ ہو داغ دل　　شگفتہ رہے یہہ گل باغ دل
سدا چشم حیرت سے نسبت رہے　　مجھے دیکھہ رہنے کی فرصت رہے
اگر ضعف تک کسب طاقت کرے　　مری ناتوانی قیامت کرے
مری بیکسی ناز بردار ہو　　مرون میں تو مرنے کو طیار ہو
بیاباں میں آشفتہ حالی کروں　　کہیں تو دل پر کو خالی کروں
کریں دور عالم ملامت مجھے　　دبو دبوے اشک ندامت مجھے
مرا ہاتھہ ہو چاک کا دستیار　　کہ تا جیب و دامن ہوں قرب جوار

جنوں میرے سر پر سلامت رہے — بیاباں میں مجھسے قیامت رہے
بہکنے سے مجھکو نہو وا رہی — بہلا دے خضر کو مری گمرہی
جو ہو گرم رہ پاے پر آبلہ — تو ہو جاوے سرد آتش قافلہ
ارے ساقی ای غیرت آفتاب — کہاں تک ہمیں خون دلکی شراب
کبھو ساغر و بادہ کا دید ہو — محرم ہمارا کبھو عید ہو

در تعریف عشق خانمان آباد و ارادگان برنا نہاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری — کہی کھیلنا جی پہ بازی تری
تجھی سے ہی آب رخ زرد زرد — تجھی سے مرے دل میں اٹھتا ہی درد
تجھے ربط کفار و دیندار سے — تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے
تجھی سے ہی بلبل کو نوحہ گری — تجھی پر ہی قمری بھی خاکستری
ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے — ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے
تجھی سے دل شاد غمناک ہی — تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہی
تمنا کو تو نے کیا ہی شہید — تجھی سے نہ بر آئی میری امید
تجھی سے ہی مجنون صحرا نورد — تجھی سے ہی فرہاد کو ہوں پہ مرد
تجھی سے گلو بند ہی خستگی — تجھی سے ہی وابستہ دل بستگی
تجھی سے دل عاشقاں ہی کباب — تجھی سے ہی پروانہ آتش کا باب
ترا کام دینا ہی بدنامیاں — تری ریجھ دیکھی ہیں ناکامیاں
تجھی سے سراسیمہ ہیں یار لوگ — تری تیغ سے قیمہ ہیں یار لوگ
تجھی میں ہیں یہہ کار پردازیاں — تجھی پر ہیں موقوف جانبازیاں
مجھے اسکے چھپنے کا سودا رہا — ولیکن ترا راز رسوا رہا
لہو اپنا عاشق پیا ہی کئے — ترے جرم پر جی دیا ہی کئے

تر اہی نمک خوار ہی زخم دل — کہ مرہم سے بیزار ہی زخم دل
تجھے اک ہی مژگاں سے پہہ ربط اشک — کہ مشکل ہوا ہی مجھے ضبط اشک
کدھر ہی تو ای ساقی لالہ فام — نہ لغزش ہی تجھہ بن نہ ہوتا کلام
کہاں تک کوئی خون دل کہو پیئے — کوئی کہونکے اس رنگ ظالم جیئے

زبانی درویش جگر ریش کہ ایں بلا در سر آمد

کسو معتبر سے روایت ہی اک — کہ درویش سے پہہ حکایت ہی اک
کہ اک ملک میں میں قضا را گیا — جواں ایک واں مفت مارا گیا
وہ جس طور مارا گیا اب کہوں — تعجب میں اسکے کہاں تک رہوں
سن اب آجو کچھہ اسکے جی پر ہوا — مصیبت زدہ ہی اجل ہی موا
اٹھا سیر کرنے کو میں اینک روز — پشیمانی اسکی ہی مجکو ہنوز
نظر جا پڑی جو مری اینک سو — سر راہ بیٹھا تھا اک خوبرو
فقیروں کی سی جھولی اک اسکے پاس — گلے میں نہایت مکلف لباس
سر اوپر تھا ہنگامہ اک اسکے جمع — پتنگے اکٹھے ہوں جوں گرد شمع
لقب اسکا دیوانۂ عشق تھا — کہ شہرت میں افسانۂ عشق تھا
جوانی کے گلشن کا وہ تازہ گل — کرے جسکی خاک قدم غازہ گل
اسیکے سی مقدور تک سب کہیں — سدا اسکا منہہ دیا ہوتے ہی رہیں
وہ اک دودماں کا تھا روشن چراغ — جلاتے تھے سارے اسی پر دماغ
دلے اسکے دل میں تھا آتش نہاں — کہ دیجے جلا اسے سارا جہاں
سب آرام چاہیں اسے اضطرار — سراپا تلک اینک دل بیقرار
نہ کچھہ ہوش گھر جانے کا اسکو تھا — نہ تن تت نہ مر جانے کا اسکو تھا
نہ طاقت تھی تن میں نہ کچھہ جی میں تاب — نہ دل پاس نے صبر و آرام و خواب

سر راہ دل قیمہ کیئے بہہ کہتا تھا مر جائیے بس جیئے
سن اس نو گل عشق کی بیکلی رہا کر نہی ماتم سرو و گلی
دل و صبر و ہوش و توان و حواس رہین اسکی وحشت ہے سارے اداس
نہ ناموس کا ننگ نے نام کا مرا دوست دشمن تھا آرام کا
شب و روز فریاد کرنا اسے کئی بار اک دم مین مرنا اسے
تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا زمانے کو چندے تماشا ہوا
جو دم بے طپش نوشتا بی کرے تسلی دل کی خرابی کرے
کرے طرح داغون سے وہ باغ کو روائی اسی ہے ز رداغ کو
دل غمزدہ شے محبت اسے قیامت خوشی سے عداوت اسے
وہ بیتابیون سے بہت کم فراغ کہان صبر کرنے کا اسکو دماغ
اتھے اسکے جی سے فغان کس مکر رہے برچھیان سختی آہ سحر
وہ ہر چند ہر صبح کو ہو ملول ولیکن دعا اسکی کیا ہو قبول
نہ آنسو کو اسکے تھی اسپر نظر نہ آہ سحر مین تھا اسکی اثر
کہے رنگ رو کیون مرا زرد ہی رکھے ہاتھہ دلپر کہ کچھہ درد ہی
کرے دیدۂ اشک افشان پہ ناز بدے لحت دل رونے کی کچھہ نیاز
وہ کاندے پہ نعش تمنا کہیں کرے تعزیت خانہ دینا کہیں
سنے نہ کسو سے نہ اپنی کہے بیان اسکا کچھہ گو نگو ہی رہے
لے آساقی گر بادۂ شوق ہی یہہ مستی کا ہمکو بھی ذوق ہی
کھلا چاہتا ہی گل راز عشق کہ پردیہین کب تک بجے ساز عشق

رفتن درویش پیش آن جوان رفتہ از خویش و دلدہی کردن او بیش از پیش

یہہ قصہ جہان مین فسانا ہوا مجھے بھی سخن کا بہانا ہوا

ولے گاہ وہ شمع مجلس فروز — کئی بیبین پڑھتا تھا یہہ سینہ سوز
کہ جن کا یہہ مضمون تھا دوستاں — جلے ہیگی تقریر کرتے زباں
بڑی آتش عشق سرکش ہی یاں — جگر کیوں نہ جل جاے آتش ہی یاں
نظر آ کہیں جا رہا ہی یہہ جی — کہ آنکھوں میں اب آ رہا ہی یہہ جی
زن و مرد کی ہوں زباں سے بہ تنگ — ہوا ہوں میں سارے قبیلے کا ننگ
سدا خون دل میں طپیدہ ہوں میں — کہ آہ بلب نارسیدہ ہوں میں
تری دوری میں پہنچی ہی ای حبیب — وداع دم واپسیں بھی قریب
جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ — یہہ دم بھی ہوا ہی کوئی دم کے بیچ
سمجھنا یہہ بھی ای مرے سر پہ خاک — کس امید پر میں ہوا ہوں ہلاک
تو جب سے در اوپر نظر آ گئی — رہیں آفتیں میرے سر پر نئی
نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ — یونہیں ہوتی جاتی ہی حالت تباہ
دل و دیدہ سب مدعی ہو گئے — تماشائی مجھہ پر بہت رو گئے
کئی بار جاں لب پر آ پھر گئی — کہاں ہی تو ای گل ہوا پھر گئی
یہہ حیران ہوں صبر آتا نہیں — تصور ترا جی سے جاتا نہیں
خراش جگر سے ہی چھاتی میں درد — کہ جسے ہوا جاے ہی رنگ زرد
رہا کرتی ہی داد بیداد یاں — دل شب سے گذرے ہی فریاد یاں
سر رہ تک آ دیکھہ یہہ خستہ حال — کہ ہی نقش پا کی طرح پایمال
ترے دور غم میں تو جوں کیمیا — سنا ہی کیا نام مہر و وفا
نہ آیا نظر ہی ادا ہی و لیک — نہ اتنا کہ جاتا رہا جی سے ایک
ترے غم میں ای آفت روزگار — ہزاروں بلائیں ہیں یاں روبکار
کہاں ہی تو محمل نشیں حیا — سر راہ نالان مثل درا

یہہ اس طرز سے حال دل کا تمام — خموشی کو پھر اُنے فرمایا کام
کہاں ہی تو ای ساقیٔ گلعذار — کہ دے مجکو جام ہی خوشگوار
لکھوں قصۂ عشق بے کیف و کم — قلم بیخود انہ کرے کچھہ رقم
مجھے آہ اِک اُسکے دل کی لگی — کہے تو کہ سینے میں برچھی لگی
گیا زہرۂ تاب دل آب ہو — کہا آگے جا کر میں بیتاب ہو
کہ ای ناز پرور دمہر و وفا — کوئی اپنے جی پر کرے ہی جفا
سنا ہی کہ جی ہی تو ہی گا جہاں — وگرنہ موئے پر ہی کیا میری جان
تلف یوں نہیں جان کرتا کوئی — نہیں اس سلیقے سے مرتا کوئی
نہ دل ہو معاذ م تا بول تک — تو مژگان خوں بستہ کو کھول تک
سخن حسرت آلود کہنے پر آ — کچھہ اک دلکی باتیں زبان پر بھی لا
وگرنہ تو رک رک کے مر جائیگا — یہہ ہی عشق کا م اپنا کر جائیگا
تو ہی صرصر غم سے آتش بجاں — دیا سا نہ بجھہ جائیو ای جواں
تو ای شمع خامش زباں تک ہلا — کہ کس مجلس افروز سے تو جلا
تو کس آتش تند پر ہی سپند — ترا دود دل یہہ ہو اہی بلند
جلا تی ہی آتش تری میرے تئیں — کیا داغ کس شعلے نے تیرے تئیں
گھٹتا پائے نہیں تجھکو ہر صبح و شام — نہ کاہیدہ ہو تو ہی ماہ تمام
ترا درد پنہاں ہی گو آشکار — یہہ مجھسے بیاں کر کہ ہوں رازدار
کہیں دل لگا ہو تو یہہ مجھسے کہہ — کہوں اُسے جا کر غمیں تو نہ رہ
جہاں کو تو بھیجے وہاں جاؤنمیں — کہے کام جو تو بجا لاؤنمیں
جو ہو وہ بہشتی بھی ہو تیری یار — کروں میں ملاقات کی طرح واں گذار
خدا جانے کیا جی میں بات آگئی — کہ میرے ہی دل سے بھی جاتی رہی

یہہ سنکر جوان زخود رفتہ نے جگر سوختہ اور دل تفتہ نے
کیا سوز دل کو لبوں پر نمود زبان تاب کھانے لگی جیسے دود
سخن ہونے لاگے نمود اور کچھ لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ
کہ جسے بے معنے ہوئے مستفاد کہ ای غمگسار دل نامراد
جو دلجوئی میری ہی مد نظر تو یاں اک محلہ ہی تک قصد کر
ہیں اُسکو درکار کچھ جستجو سرا ایک ترسا کی ہی قابرد
بانی مری در پہ بہہ جاکے کہہ کہ احوال سے میرے غافل نرہ
ترے واسطے خوب رسوا ہوا مرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا
تسلی شکیبائی مطلق نہیں پر اب تاب تنہا بھی مطلق نہیں
رہی جب تلک تن میں تاب و تواں اٹھا یا تحمل کا بار گراں
شتابی سے دے ساقیا جام عشق کہ لکھنے لگا ہوں میں پیغام عشق
ہوا آخر اب دل کا صبر خون ناب پیوں کب تلک اک کابی شراب

کہے سے جواں کے غرض قصد کر گیا بندہ ترسا کے دروازے پر
سن آواز دستک کی اک رشک حور مہ چاردہ سی نپٹ باشعور
دوچار آکے مجھسے ہوئی ایک بار گیا جسکے دیکھے سے صبر و قرار
ہوئی دیکھے سے جب حقیقت عیاں کہا میں کہ تاجر پسر تھا جواں
بشر کیا ہی دیکھہ ایسی آفت کتین فرشتہ بھی رو بیٹھے عصمت کتین
کہا میں نے پیغام جو آیا بن پہ خوبی سے اسکی کروں کیا سخن
مژہ بخت عاشق کی برگشتگی نگہہ ایک عالم کی سرگشتگی
قد و قامت اسکا کروں کیا بیاں قیامت کا تکڑا ہوا تھا عیاں
وہ نازاں جدھر آتی تھی اچپلی قیامت بھی آتی جلو میں چلی

میں سودائی اس زلف تاریک کا — ہر اک مو سبب رنج باریک کا
شکن اسکے کاکل کا دام بلا — ہر اک حلقۂ زلف کام بلا
بھوونکی کمانوں سے لگ زلف تار — اُلٹتے تھے اُڑ اُڑ کے جوں تیر مار
اگر ابرو اسکی جھمک جاتی تھی — مہ نو کی گردن ڈھلک جاتی تھی
ہلا اسکی ابرو جدھر کر کے ناز — کرے اس طرف ایک عالم نماز
کماں اُسکی ابرو کی عاشق کمیں — خدنگ اُسکی مژگاں کے سب دل نشیں
نہ آنکھوں کی مستی کی اسکو خبر — خرابی نہ عاشق کی مد نظر
نگہدار تھی سرخئی چشم کی — طرفدار تھی اپنی ہی خشم کی
شہید اسکی چشمک کے دلخستگاں — نشانی نگاہوں کے دل بستگاں
مژہ موجب قتل جمع کثیر — غرض سب تھے یے ایک ترکش کے تیر
چھپیں اسکے غمزے میں کتنی سناں — نمایاں ہوئی سب پہ مرگ جہاں
جبیں کھول دی اس پریزاد نے — کہ چیں مانی خوباں نو شاد نے
رواں اس شب افروز سے اشک شمع — یہیں سے ہی روشن کہ تھی رشک شمع
وہ مردوں کو زندہ دوبارا کرے — مسیحا جہاں سے کنارا کرے
پری منفعل رنگ رخسار سے — خجل کبک انداز رفتار سے
خضر تشنہ اسکے ہی دیدار کا — مسیحا شہید اسکے بیمار کا
سوا اسکی باتوں کے سب باتیں ہیں — جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہیں
غرض اور سب یونہیں کہنے کو ہیں — مسیحا کے لب یونہیں کہنے کو ہیں
لب سرخ اسکے دو گلبرگ تر — چھپیں جن میں دندان کے سلک گہر
تبسم میں اپنے وے برق بہار — دم حرف ہوتے گئے آبدار
دہن غنچۂ ناشگفتہ سے کم — سخن رہرو راہ تنگ عدم

تبسم تنگ گر وہ دلکش کرے — تو گلشن میں گل ضد چمن غش کرے
نہ دیکھا کبھی نے جو تن اسکا صاف — نظر گر نہ ٹھہرے تو کیجے معاف
کمر اسکی ممکن نہیں ہاتھ آے — مگر صاحب وسعت غیب اسکو پاے
نہ رنگ صفا ہی فقط تن پہ تھا — کہ مینا کا خوں اسکی گردن پہ تھا
کیا اپنے پامال فتنوں کا خوں — حنا اسکے ہاتھوں میں کتنو نکا خوں
ادا اسکی عاشق کے جی کی بلا — نہ میری تمھاری سبھی کی بلا
اگر جلوہ گر ہو وہ محشر خرام — تو معلوم ہی پھر جہاں کا قیام
خراماں خراماں جدھر آگئی — قیامت ہی گویا ادھر آگئی
اسے لغزش پا میں ناز سے — وہ مستی سراندازی انداز سے
نہ ہووے وہ دن جسمیں ہووے نقاب — چلا جاے پردے ہی میں آفتاب
اسی بت کا ہر اک کہیں ذکر ہی — خدا کو خدائی کبھی اب فکر ہی
چرا وے اگر ہاتھ سے آستین — تو پھر دست موسی بھی کچھ ہی نہیں
ہوئیں طرح اسے جفاکاریاں — نکالی ہیں اپنے دل آزاریاں
ترحم کو پاؤں تلے وہ ملے — ستم اسکے کوچے سے بچ کر چلے
جو آمد ہوا اسکی نصیب چمن — کرے ترک گل عندلیب چمن
گلی اسکی فردوس کا تھی شرف — بہشت اک گنہگار سی اک طرف
زمیں اسکی یکدست گلزار تھی — نسیم چمن واں گرفتار تھی
گلی اسکی وہ قتل گاہ عجیب — شہادت جہاں خضر کو ہو نصیب
وہی جاے باش دل عاشقاں — اسی پر معاش دل عاشقاں
صبا گر اڑاوے تنک وانکی خاک — تو نکلے زمیں سے دل چاک چاک
کئی نعرہ کش واں کئی نعرہ زن — کئی خون گرفتہ کئی بے کفن

کئی بیوطن وان سفر کر گئے — سمکتے ہیں کتنے کئی مر گئے
ہر اک جان ہر شخص ناکام کی — ہوا دار اسکے لب بام کی
پھروں گرد ساقی نشے میں ترے — گلابی ہی منہہ کو لگاوے مرے
مجھے مست آب سیہ دیکے کر — چلوں جوں قلم پھر بھی مطلب اپر

سنا وہ جگر سوز پیغام جب — کئے آشنا حرف سے لعل لب
پڑھی اک رباعی نہ کر اعتبا — کہ مضمون جسکا یہہ موزون ہوا
کہ ہجراں میں جو بیقراری کرے — سر راہ فریاد و زاری کرے
نہ سونے دے نالوں سے ہمسایہ کو — بھلی مرگ ایسے فرومایہ کو
محبت کی رہ میں یہہ پہلا ہی گام — کہ سر سے گذر جائیے شادکام
نہیں شرط الفت میں چین جبیں — اگر پیش آوے دم واپسیں
جو پھوٹا ہی پڑتا ہو جوں آبلہ — وہ ہی غم میں واماندۂ قافلہ
نہ جو ہو سکے ہجر کا پایمال — تو بہتر ہی ہونا ہی اُسکا وصال
گیا میں جواب اُسے لیکر ادھر — سر رہ تھا پامال غم وہ جدھر
حقیقت بیاں کی سب اس جاے کی — جواں نے یہہ سنتے ہی اک ہاے کی
گئی ساتھہ اس ہاے کے اسکی جاں — گرا خاک پر ہو کے بیدم جواں
تکے تھا مگر رہ سفر کر گیا — کہ اک بات کی بات میں مر گیا
نہ دیر اسکو ہوتے ہوئی جی سے سیر — مجھے بات کے کہتے بھی لا کی دیر
مری بات میں خوں بلبل ہوا — دیا سا وہ جلتا جو تھا گل ہوا
میں یہہ واقعہ دیکھہ گھبرا گیا — کہ یوں یہہ گل تازہ مرجھا گیا
نہ سوجھا مجھے اور کچھہ اس سوا — کہ کرئے بیاں طرف ثانی سے جا
ملامت کروں اسکو میں اک جہاں — کہ ای بے حقیقت گئی اسکی جاں

ترے ناز بیجا کا تو کیا گیا — پر اک بیگنہہ اسمیں مارا گیا
رہی گھر میں خوبی پہ تجھکو نظر — سر رہ گیا ایک جی سے گذر
کف خاک اسکی ہی ذلت کا باب — ترے آستان بن پہ ہیگی خراب
یہہ ٹھہرا ادھر میں روانا ہوا — ادھر مرنا اسکا فسانا ہوا
پلا ساقیٔ ماہ وش ایک جام — گیا کاستن ہی میں ماہ تمام
کہاں ہی وہ خون کبوتر سی می — کہ پی کر فغاں کیجئے مثل نی
غرض جوں توں کر قطع میں راہ کی — گیا تھا جہاں منزل اس ماہ کی
اکی آواز دستک کہ بار دگر — ہوئی گھر میں القصہ میری خبر
در خانہ پر آئی اک پیر زن — لگی کرنے عشق جواں سے سخن
کہ کیوں دوسری بار آیا ہی تو — شگوفہ مگر اور لایا ہی تو
کوئی رہ گیا تھا پیام جواں — جو تو پھر شتابی سے آیا یہاں
بیاں کر جو کہنا ہو تجھکو شتاب — کہ ہی منتظر غیرت آفتاب
کہا میں نے ای پیر زن کیا کہوں — عزادار اس نوجواں کا میں ہوں
پیام اُسکا لایا تھا میں اس لئے — کہ وہ بے احل مرتا ہی تک جنے
سو یاں سے گیا ایسا لیکر جواب — کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب
نہ تھی تاب حرف درشت اسکتیں — کیا غم نے تھا نیم کشت اُسکتیں
نہ مشغول یونہیں وہ زاری سے تھا — وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا
نہ سمجھی یہہ رشک پری اسکتیں — دکھائی دی عشوہ گری اسکتیں
چڑھا انے تیوری اک انداز سے — کہا بیمزہ ہو کے یوں ناز سے
کہ جسکو نہو تاب لانے کی تاب — شتابی سے مرنا ہی اسکا صواب
ہوا سامھنے اسکے میں حرف زن — یہہ اسکی زباں سے کہا میں سخن

جو ان سنتے ہی کر گیا ایدھر نگاہ — سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ
یہی ماجرا کہنے آیا ہوں یاں — خبر اسکے مرنے کی لایا ہوں یاں
کہا اسنے کہ ای کشتۂ غم کی جاں — گیا آخر الامر جی سے جواں
یہہ کہہ دس قدم واں سے میں تھا چلا — کہ اک شور کانوں میں میرے پڑا
گذرنے لگی دل سے آواز آہ — لگا ہونے آنکھوں میں عالم سیاہ
صدا اک نوحے کی آنے لگی — کہ یعنے وہ دختر تھکانے لگی
محبت نے کام اپنا پورا کیا — کہ ان دونوں لعلوں کو چورا کیا
فقیر آن کر سخت نادم ہوا — کہ میرے سبب دونوں کا جی گیا
یہہ بھی جاے گریہ ہی ساقی سنا — کہ بدلے گزک کے ہی یاں دل بھنا
تھوڑی دارو دے سایۂ تاک میں — برنگ گل اب لوٹیے خاک میں

مقولہ شاعر

عجب کی نہیں جانہ کھا پیچ و تاب — یہہ میراب جو ہی عشق خانہ خراب
سنا ہی کہ فرہاد پر کیا ہوا — پھر اس عشق نے شیریں سے کیا کیا
عزا کا ہی مجنوں کی نوحہ پڑا — سیہ خیمہ لیلی کا بھی ہی کھڑا
گئی جان وامق کی کس رنگ سے — ہوا خاک عذرا کا سر سنگ سے
گئی آہ نالں کی فلک سے ادھر — دمن ہی بگولا زمیں کے اپر
بہت عشق کی آگ میں جل گئے — بہت اُٹھتے جاتے ہیں شعلے نئے
گئی جل کے آخر پتنگوں کی جاں — چراغوں سے اک دو دل ہی کشاں
ہی بیتاب ذرہ اسی سے کباب — جلے ہی اسی آگ میں آفتاب
دل انس داغ سے مہ کا بھنتا ہی ہی — کتاں کا جگر چاک سنتا ہی ہی
سبہ رنگ اگتا ہی سرو سہی — وہی رنگ قمری ہی خاکستری

بھنور کے بھی جی پر پڑے گل کئی — کنول کی کھلی آنکھ چھر مندی
کوئی نالہ بلبل سے ہی یادگار — خزاں اس چمن میں ہی گل کی بہار
کہیں ساقی دے آب گلرنگ کو — کشادہ بھی کر اس دل تنگ کو
گلے لگ کے مینا کے ٹک رو یئے — فسانہ بھی آخر ہی اب سو یئے

مثنوی مسمی بخواب خیال

خوشا حال اسکا جو معدوم ہی — کہ احوال اپنا تو معلوم ہی
رہیں جان غمناک کو کاہشیں — گئیں دل سے نومید سو خواہشیں
زمانے نے رکھا مجھے متصل — پراگندہ روزی پراگندہ دل
گئی کب پریشانیٔ روزگار — رہا میں تو ہم طالع زلف یار
وطن میں نہ اک صبح میں شام کی — نہ پہنچی خبر مجکو آرام کی
اٹھاتے ہی سر یہہ پڑا اتفاق — کہ دشمن ہوئے سارے اہل وفاق
جلاتے تھے مجھ پر جو اپنا دماغ — دکھانے لگے داغ بالاے داغ
زمانے نے آوارہ چاہا مجھے — مری بیکسی نے نباہا مجھے
رفیقوں سے دیکھی بہت کوتہی — غریبی نے اک عمر کی ہمسری
مجھے یہہ زمانہ جدھر لے گیا — غریبانہ چندے بسر لے گیا
بندھا اس طرح آہ بار سفر — کہ نہ زاد رہ کچھ نہ یار سفر
دل اک یار سو بیقرار بتاں — غبار سر رہگذار بتاں
گرفتار رنج و مصیبت رہا — غریب و یار محبت رہا
چلا اکبرآباد سے جگھڑی — در و بام پر چشم حسرت پڑی
کہ ترک وطن پہلے کیونکر کروں — مگر ہر قدم دلکو پتھر کروں
دل مضطرب اشک حسرت ہوا — جگر رخصتانے میں رخصت ہوا

کھچا سارے رہ دامن چاک دل
رہا برقفا روی غمناک دل

پس از قطع رہ لائے دلی میں بخت
بہت کھینچے پاں میں نے آزار سخت

جگر چور گردوں سے خوں ہو گیا
مجھے رکتے رکتے جنوں ہو گیا

ہوا خبط سے مجھکو ربط تمام
لگی رہنے وحشت مجھے صبح و شام

کبھو کف بلب مست رہنے لگا
کبھو سنگ در دست رہنے لگا

کبھو غرق بحر تحیر رہوں
کبھو سر بجیب تفکر رہوں

بہ وہم غلط کار یاں تک کھنچا
کہ کار جنوں آسماں تک کھنچا

نظر رات کو چاند پر گر پڑی
تو گویا کہ بجلی سی دل پر پڑی

سہ چار دہ کار آتش کرے
دروں یاں تلک میں کہ جی غش کرے

تو ہم کا بیٹھا جو نقش در دست
لگی ہونے وسواس سے جاں سپیشت

نظر آئی اک شکل مہتاب میں
کہی آئی جسے خور و خواب میں

اگر چند پر تو سے مہکے ذروں
و لیکن نظر اُسطرف ہی کروں

ذروں کو یکہ مایل اسے اسطرف
بجھے کہ آجائیں ہونٹوں پہ کف

پڑی فکر جاں میرے احباب کو
اُڑا دو یں سب گھر کے اسباب کو

کوئی پاس کوئی تفاوت سے ہو
سر اسیمہ کوئی محبت سے ہو

کوئی فرط اندوہ سے گریہ ناک
گریباں کسو کا مرے غم سے چاک

جو دیکھوں تو آنکھوں سے لوہو بہے
نہ دیکھوں تو جی پر قیامت رہے

کہے چشم بندی کو ہر بار غیر
و لے منزل دلمیں اس مہ کی سیر

وہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا
تصور مری جان کے ساتھ تھا

اگر ہوش میں ہوں و گر بیخبر
وہ صورت رہے میری پیش نظر

اسے دیکھوں جیدھر کرو نمیں نگہہ
وہی ایک صورت ہزاروں جگہہ

نگہہ گردش چشم سے فتنہ ساز — وہ آفت روزگار و زمانہ
عجب رنگ پر سطح رخسار کا — مگر تھا وہ آئینہ گلزار کا
جو آنکھ اُسکی بینی سے جا کر لڑے — دم تیغ پر راہ چاشنی پڑے
مکان کنج لب خواہش جان کا — تبسم سبب کاہش جان کا
دہن دیکھکر کچھ نہ کہئے کہ آہ — سخن کی نکلنی تھی مشکل سے راہ
سزا ہی جگر اس کسو کے لئے — جو سیب ذقن اسکا ہو کر جئے
گل تازہ شرمندہ اس روسے ہو — خجل مشکناب اسکے گیسو سے ہو
سراپا ماں جس جا نظر کیجئے — وہیں عمر اپنی بسر کیجئے
کہیں مہ کا آئینہ در دست ہی — کہیں بادہ حسن سے مست ہی
کہیں نقش دیوار دیکھا اسے — کہیں گرم رفتار دیکھا اسے
کہیں دلبری اسکو در پیش ہی — کہیں مایل خوبی خویش ہی
کہیں جملہ تن مہر صرف سلوک — کہیں مجھسے سرگرم حرف سلوک
لطافت سے یک جان ہووے تمیز — سبک سیر مانند عمر عزیز
کہیں جلوہ پرداز وہ عشوہ ساز — کہیں ایستادہ بصد رنگ ناز
ہر اک جاے لے نازسے وہ سبق — در و بام تصویر کا سا ورق
رہے سامنے اگ طرح پر کبھو — رکھے وضع سے پانو باہر کبھو
بغل میں کبھو آرمیدہ رہے — کبھو اپنے برخویش چیدہ رہے
کبھو صورت دلکش اپنی دکھاے — کبھو اپنے بالو نمیں منہہ کو چھپاے
کبھو گرم کینہ کبھو مہربان — کبھو دوست نکلے کبھو خصم جان
کبھو یک بیک یار ہو جاے وہ — کبھو دست بردار ہو جاے وہ
گلے میں مرے ہاتھ ڈالے کبھو — طرح دشمنی کی نکالے کبھو

کہو چین برابر و کہو ہنسکے بات
کہو بے وفائی کہو التفات

جو میں ہاتھ ڈالوں تو واں کچھ نہیں
بجز شکل وہمی عیاں کچھ نہیں

ہر اک رات چندے یہہ صورت رہی
اُسی شکل وہمی سی صحبت رہی

دم صبح ہو گرم رہ سوئے ماہ
کہ در پیش آوے یہہ روز سیاہ

کہ جھوما کروں بید مجنوں کی طرز
رہے یاد اُس گیسو موزوں کی طرز

رہوں زرد میں گاہ بیمار سا
پریشاں سخن گہہ پر بدار سا

پری خوانکو لاکوئی افسوں پڑھے
کسو سے کوئی جا کے تعویذ لاے

طبیبوں کو آخر دکھایا مجھے
نہ پینا جو کچھ تھا پلایا مجھے

دوا جو لکھی سو خلاف مزاج
کہجا اِس خرابی کو کار علاج

کہ سر رشتہ تدبیر کا گم ہوا
دل اوپر ہجوم تو ہم ہو ا

دروں خود بخود بیخود اسی رہی
پریشاں دلی اور اُداسی رہی

کروں بیکلی جا بجا ں تا ہر کہیں
نہ گھر میں لگے جی نہ باہر کہیں

قیامت جنوں کا رہے سر میں شور
کہجا جاے دل کوہ و صحرا کی اور

رہے شوق سر در گریبان دل
ہوا کھینچے صحرا کو دامان دل

سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا
قدم حلقہ در گوش زنجیر کا

جنوں آہ در پی ہوا جان کے
مجوز ہوئے یار زندان کے

کیا بند اک کوتہہری میں مجھے
کہ آتش جنوں کی مگر واں بجھے

لب نان اک بار دینے لگے
دم آب دشوار دینے لگے

لہاں علم کا کسب فرصت نہ آہ
ہوا کا بھی واں گشت روزن کی راہ

نہ آوے کوئی در سے میرے کنے
کہ کیا جانیے کیسی صحبت بنے

وہ آشفتہ سر ہوشمندی سے دور
نہیں را بطہ مقتضاے شعور

وہ حجرہ جو تھا گور سے تنگ تر — در اُسکا نہ کھلتا تھا دو دو پہر
جو اُسمین کبھو میں سنبھل بیٹھتا — تو باہر بھی اک دم نکل بیٹھتا
سر شام بیٹھا تھا میں ایک روز — افاقت نہ آئی تھی مجکو ہنوز
کہ یاروں نے کر جستہ تدبیر کی — مرے خون میں کچھ نہ تقصیر کی
اگرچند کہنے کو خوں کم کیا — لیا لو ہوا تنا کہ بیدم کیا
بڑی دیر تک خون جاری رہا — میں بیہوش وہ رات ساری رہا
جگایا سحر مجھکو اک شور سے — کھلی آنکھ میری تڑے زور سے
وہی دست فصاد میں نیشتر — وہی رنگ صحبت کا پیش نظر
وہی لوہو لینے کا ہنگامہ پھر — وہی تر لہو میں مرا جامہ پھر
لگی نشتر ایسی کہ لگتی نہیں — جبھے جیسے مژگاں کسو کے کہیں
ہوا خون سے دامن و جیب تر — رگ جاں تلک زخم پہنچا مگر
ٹپکتا رہا دیر تک خون ناب — مجھے لیگئی بیخودی کی شراب
سخن ضعف سے سخت دشوار تھا — پلک کا اٹھانا بھی اک بار تھا
کئی روز بالیں پہ یہہ سر رہا — خمار ایک مدت تلک پھر رہا
کھڑا ہوں اگر پاؤں لغزاں رہے — بدن بید کی طرح لرزاں رہے
چلا جاے سر پانو تھر تھر کرے — نسیم سحر کار صرصر کرے
جفا ضعف سے مجکو کیا کیا نہ تھی — افاقت گئی یوں کہ گویا نتھی
پس از چند آنکھیں ٹھہرنے لگیں — نگاہیں بھی کچھ کام کرنے لگیں
بندھانا توانی کا رخت سفر — کیا طاقت رفتہ نے منہہ ادھر
کسے تھا مری زندگی کا دھیان — ولیکن نہایت تھا میں سخت جان
لگی جان سی آنے اعضا کے بیچ — کوئی روز رہنا تھا دنیا کے بیچ

پھر اناتوان میں بہت دور سے
کہ نزدیک تھا عالم گور سے

غلط کار ئی وہم کچھ کم ہوئی
وہ صحبت جو رہتی تھی برہم ہوئی

وہ صورت کا تھا وہم دیوانگی
لگی کرنے در پردہ بیگانگی

پس از دیر آنکھ میں نہیں آنے لگی
نہ دو دو ہفتہ منہ لگانے لگی

نہ دیکھے مری اور اس پیار سے
غریبانہ سر مارے دیوار سے

کہیں تک تسلی کہیں بیقرار
کہیں شوق سے میرے بے اختیار

کہیں واسطے میرے روتی ہی خون
کہیں دست زیر زنخ ہی ستوں

کہیں دلکو اپنے دکھاوے مجھے
مری بیوفائی جتاوے مجھے

کہیں دست بردل وہ رشک قمر
کہیں حسرت آلودہ مجھ پر نظر

کہیں بیدماغانہ سرگرم ناز
کہیں آتش شوق سے جاں گداز

کہیں چشم گریاں سے دامان پاک
کہیں سو جگہہ سے گریبان چاک

کہیں کام دل کی شکایت سی ہی
کہیں نقش دیوار حیرت سی ہی

کہیں مجھ سے کہتی ہی رخصت مجھے
کہ مطلق نہیں غم کی طاقت مجھے

کہیں لب پہ وہ شکوۂ خوشکاں
کہ ٹپکا کرے جسے آزار جاں

کہیں وہ نگہہ جسے بہہ پائیے
کہ بہہ درد دل ہی تو مر جائیے

کہیں وہ روش جسے نکلے تاب
کہیں وہ طرح جسے رہئے خراب

کہیں حرف زن اسطرح ناز سے
کہ دیکھا گیا دل کس انداز سے

کہیں وہ ادا جسے معلوم ہو
کہ جیسے وہ عاشق کہ محروم ہو

کہیں وہ سخن جو جگر خوں کرے
کہیں طرز ایسی کہ مفتوں کرے

کہیں وضع ایسی کہ بیگانہ ہی
کہیں آشنا ہی تو دیوانہ ہی

کہو جاہی جلوے میں اس آن سے
کہے تو کہ بیزار ہی جان سے

کہو وہ تم اسکا یہہ اسلوب ہی — کہ شرم محبت سے محجوب ہی
کہو بیقراری ہی اس رنگ سے — کہ پھرتی ہی سر مارتی سنگ سے
کہو بے ادائی وہ دشنام ہی — کہو باؤ کے ہاتھ پیغام ہی
کہ ای بیوفا آہ کچھ شرم کر — محبت کے بھی منہہ سے کچھ شرم کر
کہو وہ تبختر کہ پروا نہیں — کہو کیونکے کہئے کہ سودا نہیں
کہو یہہ سخن جسے ہو مستفاد — کہ ای بیوفا حرف من یاد باد
کہ ظاہر میں میرا ب تو آنا گیا — کہ وہ وہ ستی کا زمانا گیا
غرض ناامیدانہ کر اک نگاہ — وہ نقش توہم گیا سو گیا ماہ
نہ آیا کہو پھر نظر اسطرح — نہ دیکھا اُسے جلوہ گر اُسطرح
مگر گاہ سایہ سا مہتاب میں — کہو وہم سا عالم خواب میں
دل خو پذیر وصال دوام — رہے خواب میں روز و شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا — ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہی وہی — رخ خود رفتگی کی ادا ہی وہی
کھرا ہوں تو سوتا ہوں اک ذوق میں — رگ خواب دل ہی کف شوق میں
جو بیتا ہوں خواب گراں ہی مجھے — وہ غفلت جہاں در جہاں ہی مجھے
خیال اُسکا آوے کہ سن ہو رہوں — تلے سر کے پتھر رکھوں سو رہوں
مجھے آپ کو یونہیں کھوتے گئی — جوانی تمام اپنی سوتے گئی
دکھایا نہ اُس مہ نے رو خواب میں — نہ دیکھا پھر اُسکو کہو خواب میں
بہت بیخود و بیخبر ہو چکا — ہم آغوش طالع بہت سو چکا

نہ دیکھا کہو میر پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

بعون اللہ تعالی در ساعت مسعود زمان محمود کلیات میر تقی تمام شد

ظا

فہرست کتاب کلیات میر تقی

صفحہ	کیفیت
۱	قصایدات در منقبت و غیر
۵	قصیدہ در مدح جناب مرتضی علی علیہ الصلوٰۃ والسلام
۸	قصیدہ در مدح حضرت مرتضی علی علیہ السلام
۱۲	قصید در مدح امام حسین علیہ الصوٰۃ والسلام
۱۶	قصید در مدح نواب آصف الدولہ بہادر
۱۹	دیوان اول
۲۵۵	دیوان دویم
۴۳۸	دیوان سیوم
۵۳۸	دیوان چہارم
۶۱۱	دیوان پنجم
۷۰۸	دیوان ششم
۷۶۹	در فردیات
۷۷۶	تضمین مطلع خود با مطلع استاد
۷۸۰	رباعیات
۷۹۵	مستزاد
۷۹۷	قطعہ بند در منقبت امیرالمومنین علیہ السلام
۷۹۹	مخمس در منقبت
۸۱۳	ایضاً ترکیب بند
۸۲۰	مخمس قسمیہ
۸۲۴	مخمس در ہجو ہلاس رای

صفحه	کیفیت
۸۲۶	مخمس
۸۲۸	مخمس
۸۳۰	مخمس در منقبت
۸۳۴	مخمس در ترشهر کا ما گفته شد
۸۳۵	مخمس
۸۳۸	مخمس
۸۴۴	مخمس
۸۴۵	مخمس در منقبت
۸۴۷	مخمس در منقبت
۸۵۰	مسدس در نعت
۸۵۳	مسدس در منقبت
۸۵۵	مسدس
۸۶۰	مسدس
۸۶۲	مسدس
۸۶۹	مسدس در منقبت
۸۷۱	مسدس در منقبت
۸۷۳	مثلث
۸۷۵	هفت بند
۸۸۰	قصیده در مدح نواب آصف الدوله بهادر
۸۸۳	قطعه در تعریف اسپ نواب آصف الدله و بهادر

صفحه	کیفیت
۸۸۳	قطعه در تهنیت صحت
۸۸۳	قطعه در هجو خواجه سرا
۸۸۵	آغاز مثنوی مسمی بشعلهٔ شوق
۸۹۷	مثنوی دیگر
۸۹۹	آغاز قصهٔ جانگداز
۹۱۰	مثنوی شکار نامه
۹۱۴	شکار نامه دیگر
۹۲۹	شکار نامه
۹۴۶	مثنوی در بیان کد خدای آصف الدوله بهادر
۹۴۹	مثنوی در بیان مرغ بازان
۹۵۴	مثنوی دیگر در هولی
۹۵۷	مثنوی دیگر در بیان بز
۹۵۸	مثنوی دیگر
۹۶۷	مثنوی ساقی نامه
۹۷۳	مثنوی دیگر در هجو دروغ
۹۷۶	مثنوی دیگر
۹۸۷	مثنوی دیگر در تعریف گربه
۹۹۱	مثنوی دیگر
۹۹۷	مثنوی مسمی بمعاملات عشق
۱۰۰۹	مثنویات اژدر نامه

صفحه	کیفیت
۱۰۰	مثنوی مسمی به تبصرة الجهال
۱۰۱	مثنوی در هجو ناآهلان مسمی بزبان زد عالم
۱۰۲	مثنوی در مذمت آئینه دار
۱۰۲۴	هجو عاقل نام ناکسی که بسخنان انسے تمام داشت
۱۰۲۰	مثنوی در هجو خانه خود سبب شدت باران خراب شده بود
۱۰۲۱	مثنوی در تعریف سگ و گربه که در خانه فقیر بود ند و باهم ربط داشتند
۱۰۲۰	مثنوی در تعریف ماده سگ
۱۰۳۱	مثنوی در هجو اکول
۱۰۳۴	مرثیهٔ خروس که در خانه فقیر بود
۱۰۳۵	در تعریف آغار شید که خطاط بود
۱۰۳۶	مثنوی مسمی ساقی نامه
۱۰۴۱	مثنوی بجوش عشق
۱۰۴۵	در صفت دلبرے که با و علاقهٔ دل بود
۱۰۴۹	مثنوی باعجاز عشق
۱۰۵۰	در نعت سید المرسلین
۱۰۵۱	مناجات بطور عاشقان
۱۰۵۲	در تعریف عشق خانمان آباد
۲۰۶۳	مثنوی مسمی بخواب خیال ترجمهٔ درویش دلریش که این بالا بر سرا مد

غلط

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲۹	۱۰	و	رو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۱۶	بھا	بھالا
۶۲	۲۱	لویا	گویا
۶۳	۹	مارا	مار
۷۸	۹	آگ	لاگ
۸۴	۱۶	آئینہ	آئینہ
۸۵	۸	ناک	تاک
۹۳	۱۲	اے	ای
—	۱۵	یہہ	تے
۹۶	۱۹	وردہی	دوری
۱۱۲	۱۹	جاتی	جانی
۱۱۳	۱	یکرنانیو	یکرنگیو
۱۱۹	۱۱	نہیں	میز
—	۱۲	متر	نہیں
۱۲۸	۲	لہہ	گہہ
—	—	آناہونسے	آنکھونسے
۱۴۷	۹	بند	پند
۱۴۸	۱	حالے	خالی
۱۵۱	۱۸	بھری	بہتیری
۱۵۲	۱۷	مری	تری
۱۵۶	۱۶	زیادہ	زیاد
۱۶۰	۱۲	خقت	خلقت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۲	۶	برسو	برسوں
—	۱۰	مفتیں	مفتن
۱۶۶	۱۵	جلنے ہی کے	جلنے کے
۱۶۹	۱۸	اگر	گر
۱۷۵	۶	لگایں ابتوے	لگی ابتو وہ
۱۷۸	۱۴	برسے	برسی
۱۷۹	۲	عاقبت	عافیت
۱۸۰	۱۶	زنم	زخم
—	۱۷	دیکھئے	دیکھیے
۱۸۱	۴	نہ ٹھہرنے	نہ ٹھہری
۱۸۲	۱۰	دنگہا	دامنگیر
—	۱۰	لذر	گذر
۱۸۴	۱۳	جنگی	جنکی
۱۸۸	۱۹	الے	لے
۱۹۲	۱۹	نرکھے	نرلی
۱۹۲	۱۸	کشادہ روئی	کشادہ روئی
۱۹۳	۱۲	ہی	ہی
۲۰۲	۱۱	گہ	کو
—	۱۵	کود	گرد
۲۰۴	۸	شہر	شیر
۲۰۵	۱۴	گل	گل و

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۶	۱۰	فلک	تلک
-	۱۵	لیسو	گیسو
۲۰۸	۸	گی	گی
۲۱۰	۷	احب	حب
۲۱۲	۳	ایسال	ایساحال
۲۱۳	۱۰	خویریز	خونریز
-	۱۱	دانتے پر	دانتے پر
-	۱۴	دے	دی
-	۲۰	تنگ	تنک
۲۱۶	۱۳	ہوجی	ہوجے
۲۱۷	۱۵	درّ	در
۲۱۹	۱	گر	کر
۲۲۱	۲	عیریں	عنبریں
۲۲۲	۱۱	اجوان	جوان
۲۲۳	۱۵	مینائی	مینائے
۲۲۴	۱۲	سروگر	سرکورکھ
-	۱۶	یہہ	بے
۲۲۵	۱۱	بگر	بگر
-	۱۲	چھا	چھپا
-	۱۸	کہے	کہ
۲۲۶	۱۴	لہ	کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۶	۱۷	کہتے ہی	کہتے
۲۲۷	۴	تھا	تھا
۲۲۸	۹	سوای	سوائے
۲۳۰	۸	خیر	خبر
۲۳۲	۱۱	وہیں	دیہی
۲۳۳	۱۳	راوں	رواں
۲۳۵	۲۰	لگھہ	لکھہ
۲۴۱	۲۱	دوررہوں	دورہوں
۲۴۸	۹	تنگ	تنک
۲۵۱	۲۱	ماونگی	ماونکی
۲۶۲	۱	اسر	اثر
-	۷	تنگ	تنک
۲۶۳	۲۱	قو	قد
۲۶۴	۱۲	غنچھہ	غنچہ
۲۶۸	۱۴	میری	میر
۲۶۸	۱۶	ونکو	اُنکو
۲۶۹	۸	نہیں	نہیں
۲۷۵	۱۱	ان	واں
۲۸۴	۵	ہوتے	ہوتی
۲۸۶	۷	بجی	کبجی
۲۹۴	۸	ب	فلک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۴	۱۴	مہ زا	مرزا
۲۹۵	۱۴	جیسی	جیسے
—	۱۷	مسجدہ	مسجد
۲۹۸	۱	باسے	سے باہر
—	۱۵	رنج	زنج
۳۰۱	۲۱	ابادہ	استادہ
۳۰۴	۱	گلے	کھلے
۳۱۱	۳	کسرت	کثرت
۳۱۷	۱۸	بھول	پھول
۳۱۸	۱۰	لچھ	کچھ
۳۱۹	۱۷	بل	اُبال
۳۲۰	۷	چمن	چمن دیں
۳۲۷	۱۷	پائے	پائی
—	۱۸	کہتے	رکھتے
۳۳۱	۱۱	یار	مار
—	۲۰	کہتا ہی	رکھتا ہی
۳۳۳	۲	محنت	محبت
—	۲	ٹنگ	ننگ
۳۳۴	۲۰	ہوے	ہووے
۳۳۷	۷	آزرو	آرزو
—	۶	گرے	گرے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۷	۱۸	ہوئی	ہوئے
۳۳۸	۳	ولی	دلی
۳۳۹	۵	آکے	اگے
۳۴۰	۹	لیا	گیا
—	۱۹	گی	گئیں
۳۴۵	۱۳	سال	سال ہم
۳۴۸	۱۲	صحبی	لصحبی
۳۴۹	۱	صحبے	کصحبے
—	۲۱	یازکا	یار کا
۳۵۶	۴	گیا	کیا
۳۶۲	۹	لوکہ	گوکہ
۳۶۸	۱	نچھوروں	نچوروں
۳۶۹	۲۰	اپنے	اپنی
۳۷۰	۱۲	تنا	تنان
۳۷۱	۲۰	لکھتے	لکھنے
۳۷۲	۱۹	پہروں	پہروں ہی
۳۷۴	۹	آئی	آئے
—	۱۳	حوش	خوہو
۳۷۶	۱۵	بھ	بھی
۳۷۷	۲	پڑا ہی	پڑا ہی
—	۹		ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۸	۳	جواجے سے	جواجسے
۳۷۹	۲	ہوسباقی	ہون سباقی
۳۸۲	۱۱	سے	سے
۳۸۶	۱۰	جنائی	حنائی
۳۹۰	۱۶	بھگے	لگے
۳۹۱	۱۹	پلیتھیں	پلیتھن
-	-	تکے	تکی
۳۹۲	۲۰	نوہاے	ہاے ہاے
۳۹۲	۳	غیرت	عبرت
-	۹	رکھتے تھے	رکھتی ہی
۳۹۵	۲۱	کیا گر	کیا کر
۳۹۶	۱۳	جم اگے	جم گئے
-	۱۶	بے تیع	لے تیغ
-	-	لر	گر
-	۱۸	آو	آوے
۳۹۸	۴	زنگیں	رنگین
۳۹۸	۱۶	پھیکے	پھیکے
۴۰۰	۲	کسے	کسکے
۴۰۱	۵	آلے	آگے
۴۰۳	۱۲	پرا پاتی	پرا پاتے
۴۰۸	۷	رکینگے	رکھینگے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۸	۱۷	پراگندہ	پراگندہ
۴۰۹	۲۱	زمان	زباں
۴۱۰	۶	اودھ	اودھر
۴۱۱	۱	کی شکایت کی	کیا شکایت
۴۱۱	۲۱	گیں	گئیں
۴۱۲	۳	نشنودی	نشنوی
۴۱۳	۱۹	جواب م	جواب
۴۱۵	۸	رکھنے کو	رکھنے کے
۴۱۶	۳	لذرئے	گذرئے
-	-	بتھا	بیٹھا
-	۹	رکھے تو	رکھنے تو
-	۱۷	کھائی	کھائے
۴۱۷	۱۰	کہ جانی	کہ جانی
۴۱۹	۸	شایستہ	شایستہ
۴۱۹	۱۶	لوتنے دامن کے	لوتنے دامن کی
-	-	رہ	زہ
۴۲۰	۱	عزت	عبرت
-		کو گھر	کون گھر
-	۱۳	بھی قہر گر	ہے قہر گر
۴۲۱	۱۳	بو گئے	بو کئے
۴۲۳	۲۰	جیف	حیف

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۷	۱	صبح وہاشم	صبح وشام
۴۲۷	۱۴	مادلے	باولے
۴۲۸	۱۷	بیحجاب	بےحجاب
۴۲۹	۱۰	سہ	سر
۴۳۰	۱	تاں	تاک
۴۳۳	۱۶	بکری	بگری
۴۳۵	۵	موتی	موتی
	۱۱	چھاں	جہاں
	۱۳	نہیں	یہیں
۴۳۸	۲۱	سرلذشت عشق کہ سرگذشت عشق کی	
۴۴۱	۲۱	ادوستاں	دوستاں
۴۴۱	۲	حندے	چندے
۴۴۱	۵	دروازکے	دروازے کی
۴۴۵	۱۸	عاقبت	عاقبت
۴۴۷	۹	ہمہ	ہم
۴۴۷	۱۹	ہمسے وہ جو	ہمسے جو
۴۵۲	۵	پکھاتا	پگھلتا
۴۵۳	۷	بولاسو	بولایا
۴۵۴	۱۳	مہرے	مرے
۴۵۵	۱۸	کسو - خوب	کسکو - خواب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵۶	۱	لماطی	کیاطی
۴۵۶	۹	آئی	آئے
۴۵۷	۴	ہمارے	ہماری
۴۵۷	۱۸	نہیں	نہیں
۴۵۸	۲۰	صحتی	کہ سچتی
۴۶۰	۳	عشق	غش
۴۶۰	۸	جولی	جولی
۴۶۰	۱۳	میت	گیت
۴۶۱	۱۰	ناصورت	تاصورت
۴۶۲	۱۲	ستاے	سہارے
۴۶۴	۱	لنہگار	گنہگار
۴۶۴	۸	جولی کا	خوبی کا
۴۶۷	۱۸	کتنی	گنتی
-	۲۰	سرلذشت	سرگذشت
۴۶۸	۱۰	یاشب	یکشب
۴۶۹	۱۹	کی	کے
۴۷۰	۶	صحے	کہ سچے
۴۷۱	۳	قبر پوش	قبر پوش
-	۶	کیا جانیگے	کیا جانیگے
-	۸	ہاتہہ	ہاتھہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۱	۱۵	تھرھی	تیرھی
۴۷۱	۱۸	جسکے	جسکی
۴۷۲	۱۵	میری	مری
	۱۳	ترای	ترا ای
	۱۷	ہی	ہی
	۶	نیدھا	بندھا
	۱۰	دیہہ دشت	دیہہ و دشت
	۹	رہتاہی ھا کیا	رہتا ہی تھا
	۱۹	خوباں انکو نہیں	خوباں
		محبت انکو نہیں	
	۵	کر کو نہیں	کرکر کو نہیں
	۱۵	ریختہ	ریختی
	۱۰	بجی	کجبی
...	۴	اشاک	اشک
۴۹۲	۷	سیب	شیب
۴۹۲	۹	کے	کی
۴۹۴	۵	شاں گانی	شاں کی گانی
-	۹	دخت زر	دخت رز
-	۱۳	زغم	زعم
۴۹۵	۵	پزی خون	پری خواں
۴۹۶	۳	مرآ	مرا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۹۶	۱۲	گھانے	گھاتے
-	۱۷	پھرآ	پھرا
-	۲۰	سکے	اسکے
۵۰۱	۹	تاکے	تاکے
۵۰۲	۱۹	ابو جھہ	بو جھہ
۵۰۴	۳	میری	میرے
۵۰۵	۱۵	ہشر	شہر
۵۰۷	۱۸	پتوں	پتوں
۵۱۱	۱۷	پال	بال
۵۱۲	۱۱	سالے	سالتے
۵۱۶	۸	اسکے	اُسکی
۵۱۹	۸	مقصو	مقصود
۵۱۹	۱۸	سو	سوہو
۵۲۳	۱۴	کیصی	کیسے
۵۲۶	۲۱	اسیلے	اسیکے
۵۲۷	۱۷	غنجو	غنچوں
۵۲۸	۲	تیرمی	تیرے
۵۲۹	۱	نالہانی	ناگہانی
۵۳۰	۸	اسلے	اسکے
۵۳۰	۱۷	ہی	ہی
۵۳۶	۱۶	ادھر	ادھر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۴۱	۸	جلا چلا جاتا	جلا جاتا
۵۴۳	۱۲	کیا	گیا
۵۴۶	۲۱	جیسے	جیتے
۵۴۷	۲۰	گشتوں	کشتوں
۵۴۸	۱۲	اسر	اسیر
۵۴۹	۷	نپاونگا	بناؤنگا
۵۵۱	۲۱	کھسا	کھپا
۵۵۴	۱۶	آناھوں	آنکھوں
۵۶۳	۲۸	گتنی	گنتی
۵۶۶	۶	لذرے	گذرے
۵۶۹	۷	تشتہ کام	تشنہ کام
۵۶۹	۹	آگی	آگے
۵۶۹	۲۰	نرہے	نرہے
۵۷۰	۱	آلے دید	آگے دیدۂ
۵۷۰	۱۵	کرتا	کرنا
۵۷۱	۱	ھنچ کر	کھینچ کر
۵۷۳	۱۲	لھایاں	گھایاں
-	۱۵	یو تو	تو تو
۵۷۴	۱	جایلی	جائیگی
۵۷۵	۲۰	مخلوط	محظوظ
۵۷۶	۹	اُدھر	اودھر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۷۶	۱۴	بیھر	پتھر
-	۱۵	سخن	سختی
۵۷۸	۳	رہی	نہی
-	۹	لریۂ	گریۂ
۵۷۹	۱	اپنے	اپنی
۵۸۲	۱۵	نخس	نحس
۵۸۷	۹	وداغ	وداع
۵۹۰	۳	ایسی	ایسے
۵۹	۸	اپر	اوپر
۵۹۲	۱۲	ربط اپے ساتھہ	ربط جدا اپنے ساتھہ
-	۲۱	پھروں	پہروں
۵۹۳	۱۰	میکشوکے	میکشوں کے
۵۹۷	۴	ابرویت	اب رویت
۶۰۰	۱۸	نچہ جبیں سے میں اسکی	نچی جبیں سے گلی میں اسکی
۶۰۱	۱۳	لذاراں	گذاراں
۶۰۳	۱۲	چارنگ محبت	رنگ محبت
۶۰۴	۵	اگ ک	اگ اک
—	۱۲	خواب	جواب
۶۰۵	۸	لم نام	گم نام
—	۲۰	جانلو	جانکو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۰۶	۱۲	تایہ	تکیہ
۶۰۸	۶	کم و پائی	وکم پائی
۶۱۰	۷	وکوت	کوفت
۶۱۱	۹	بھالو	بھاگو
۶۲۷	۲	رہتیا	رہتیاں
-	۲۱	گداز	گدازر
-	۱۵	لیجاؤ	لیجاؤ
-	۶	ڈھونڈو	ڈھونڈوں
۶۳۳	۱۹	منکی	منکے
۶۳۶	۱۸	حرفو	حرف و
-	۲۱	گمانوں	کمانوں
۶۳۹	۱۲	دانے دنے	دانے دانے
۶۴۴	۷	ہولیا	ہوگیا
۶۴۷	۱۹	اداے	واے
۶۵۲	۱۱	گنہہ کا	گنہہ گار
۶۵۳	۹	صبا اُنھیں کہیو	
-	۵	سرہانی	سرہانے
۶۵۷	۱۷	کیوی	کیوں
۶۵۹	۹	لم	گم
۶۶۱	۲	بہر	بہتر
-	۱۴	بکریں	بگریں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶۴	۱۳	گلزا	گلزار
۶۶۵	۱۰	انک	انگ
۶۶۶	۴	زنحز	زنجیر
-	۱۹	سلتے	سکتے
۶۶۶	۱۹	سے	کے
۶۶۹	۱۵	لرانباراں	گرانباراں
۶۷۵	۱۵	بھ	بھی
۶۷۷	۳	ہمنی	ہمنے
۶۷۷	۱۷	چید	چیدہ
۶۷۸	۵	کٹھا	گٹھا
-	۱۴	آبر	ابر
-	۱۸	صف	آصف
-	۲۱	دلربار	دلربا
۶۷۹	۱۸	کلی	گلے
۶۸۰	۴	لوبا	گویا
۶۸۲	۴	ہی	ہی
-	۱۵	تے - دوا	تلے - دو
۶۸۴	۶	ہی	ہی
۶۸۵	۲۰	گوار	گوارا
۶۸۶	۶	داو	دوا
۶۹۱	۴	لائی	لائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۹۲	۱۱	دھگئے	دھہگئے
۶۹۵	۲۱	بار	بارے
۶۹۷	۱۷	ہی میں	
۶۹۹	۱۷	اسکی	اسکے
۷۰۱	۲	ہی	ہی
-	۱۴	پنا-رتا	اپنا-ڈرتا
۷۰۳	۱۶	ہیں	ہی میں
۷۰۴	۱۹	برای	براے
۷۰۶	۰	بھلا	بھلائی
۷۰۷	۱۳	تیز	سزا
۷۰۱	۵	ہوکئے	ہوگئے
۷۱۳	۷	دراوز	دروازے
-	۱۴	بیقرای	بیقراری
-	۱۵	آب	اب
۶۱۶	۰	خامان	خانمان
۷۱۷	۱۶	ہی	ہی
۷۱۹	۲۱	مرجمع	مرجع
۷۲۰	۵	سے	سی
۷۲۲	۵	اللہی	الہی
-	۱۳	بیکسکوں	بیکسوں
۷۲۵	۱۱	انوس	افسوس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۰	۱۷	سنگ ہی سی	سنگ ہی سے
۷۲۷	۲۱	اسکا	اسکی
۷۲۸	۲۰	نہیں ہی ہیں	نہیں ہیں
-	۲۰	اسکی	اسکے
۰	۱۴	پہنچتا	پہنچنا
۷۳۱	۱۲	رہنے	رہینگے
۷۳۳	۱	پرپردہ	پرہردہ
-	۴	ہوگی	کیا [illegible]
۷۳۴	۱	بھشب	بھی شب
-	۷	ہے	ہی
-	۲۱	یا	یا کے
۷۳۸	۲۱	فراغی	کم فراغی
۷۵۰	۷	آب	اب
-	۱۶	آب	اب
۷۵۶	۲	کیا	کہا
۷۶۰	۳	ااٹھتا	اٹھتا
۷۶۳	۱	بیزائی	بیزاری
۷۷۰	۲	روزہ	دو روزہ
۷۸۳	۹	کھا	کہا
۷۸۴	۱۵	نویا	گویا
۷۹۰	۹	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰۳	۸	بادشاہ	بادشا
۸۰۵	۸	دو	دور
۸۰۹	۱۷	اہلیت	اہلبیت
۸۱۵	۱	سحی	سحنی
=	۷	پابسے ہزار پانسے ہے	
	۱۵	لروں	گردن
	۱۷	ماندہ	ماندہ
	۲۱	بسو	گیسو
	۱۳	لوئی	گوئی
	۱۳	تزار	تلوار
	۱۰	خطرے	خطرسے
	۲۱	کیا	گیا
-	۲۱	ربں	زبں
=	۲	کیا	تنگ کیا
۸۳۵	۳	رقتنے	فتنے
-	۱۸	مجلسلوں	مجلسوں
=	۱۹	کر	خر
۸۴۴	۱۲	پیچے	بیچے
=	۱۴	لذرنا	گذرنا
۸۴۸	۱۰	کوشتی	گھشتی
۸۴۹	۱۹	ابلا	ابتلا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۵۰	۱۱	تیر	تیرے
-	۱۳	مقصدو	مقصد
۸۵۸	۲	مرے	مری
-	۱۲	کہنہ	کنہ
۸۵۹	۸	لیتے	لنبے
۸۶۰	۷	لیوینگے	لیشونگے
۸۷۲	۱۱	تیری چشم کا	تیرے چشمے کا
۸۷۴	۱	مرجاؤں	مرہی جاؤں
۹۰۲	۱۹	ہی پرداز	ہی سخن پرداز
۹۱۳	۵	ساتھا	ساتھ
۹۱۳	۱۶	ارنی	ارنے
۹۱۵	۷	عزیں	غریں
۹۱۶	۱۳	رزد	زرد
۹۱۷	۶	لفتگو	گفتگو
-	۲۱	لکی	لگی
۹۱۸	۱۶	تووہم	تووہ ہم
۹۲۵	۷	خنگ	خنک
-	۱۱	پری	پڑی
۹۲۶	۲۱	اُرنے	اُڑانے
۹۲۷	۹	چا	چلا
۹۲۸	۷	کہ رہتی رہیں	رہتی ہیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۲۹	۱۷	پنچھے	پنچھی
۹۳۱	۹	مہا کے	مہلکے
-	۱۵	ز	زر
۹۳۶	۸	کرور	کرو
-	۱۱	ملے	پلے
۹۳۷	۱۲	کرھے	گرھے
۹۴۱	۱۱	بنجوں	پنچوں
۹۴۴	۵	گیا	کیا
۹۴۸	۴	سارے	ستارے
۹۴۹	۱۲	کانٹھہ کر	گانٹھہ کر
۹۵۲	۱۵	ساوں	سکوں
۹۵۳	۳	حافضہ	حافظہ
-	۹	حہ اف	حریف
-	۱۹	جیناں	جینا
۹۵۴	۱۷	خہرد	خرد
۹۵۵	۳	دپھہار	پھہار
-	۴	گلرخا	گلرخاں
۹۵۷	۱۶	خررد	خرد
۹۶۹	۲	وا	ولے
۹۶۷	۷	لوشں	کوشں
۹۶۸	۱۲	لبین کے	پیئنگے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
-	۱۹	شع	شمع
۹۷۰	۹		پیلوں پیوں
۹۷۲	۷	دیتی ہاش	دیتے ہیش
-	۱۳	وفدر	وفور
۹۷۴	۱۶	فروہ سخطی	فرد و سخطی
۹۸۰	۴	واں ولاڈر سے	واں سے لاڈر
-	۴	پھر ایسے	پھر واسطے
۹۸۱	۱۶	نابو	پابو
۹۸۲	۱۷	لرنے	گرنے
-	۱۸	لوشب	گوشت
۹۸۵	۷	گرد	گور
۹۸۸	۱۰	لالگھی	لانگھی
-	۱۱	کردنی	
۹۸۹	۱	دبلے بلی	
-	-	اختاط	اختلاط
۹۹۱	۱۶	جون	جاں
۹۹۲	۴	اپنہ	ان پہ
-		کیوسر	کیونکر
-	۹	تساو پھر	تسکو
-	۸۱	اپے	اپنی
۹۹۵	۱۵	رگروہی	رگڑوں ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰۵	۲۰	پری کاکاسا	پری کاسا
۱۰۱۲	۲۰	ہی ال	ہی کمال
۱۰۱۴	۱۵	مایہ	مایں
-	۱۶	مصحب	مصاحب
۱۰۱۶	۱۶	کوڑی	کوڑے
-	۱۳	آب	اب
۱۰۱۹	۲	نرم لزم	نرم کرم
-	۵	جیسے	جب سے
-	۲۰	مخدز	مخدر
۱۰۲۱	۱۸	سیدیاں	سیدھیاں
۱۰۲۲	۱۶	پاچہ خر	ماچہ خر
۱۰۲۳	۱۱	پارکیزگئی	پاکیزگی
-	۱۶	نخ ہوا	سنک
۱۰۲۵	۸	اھر	ادھر
۱۰۳[illegible]	۱۶	کھڑے موجوں	موچھوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۲۹	۵	بدی	بدے
۱۰۳۰	۱	بال	سال
۱۰۳۲	۱۱	روٹی چلی	روٹی جلی
-	۱۹	پھراہی	پھراہی
۱۰۳۳	۱۷	کئے	
-	۱۷	رکھا	رکھتا
۱۰۳۴	۱۴	اززاں	اذاں
-	۱۹	بہ شحیں	
۱۰۳۷	۹	لم	
۱۰۳۹	۳	لو	کو
۱۰۴۳	۲	تیر	تیرہ
۰۳۳	۱۲	جش	
۱۰۶۰	۶	اعتبا	اعتنا
۱۰۶۸	۱۰	لی نستر	

ناظرین پر ظاہر ہو کہ جہاں جہاں مرکز کاف کاف کے اور نقطے ٹوٹ گئے ہوں اور عبارت کے قرینے سے وے لفاظ پڑھے جاویں اُن کو غلط نامے میں داخل نکیا

00047462

کلیات میر تقی مدرسۂ عالیہ کے لئے نوازش و تفضلات سے صاحبان عالیشان
کالج کونسل کے عہد حکومت میں زبدۂ تویٔنان عظیم الشان مشیر
خاص شاہ کیواں بارگاہ انگلستان لارڈ منٹو گورنر جنرل
بہادر دام ظلہ کے حسب الارشاد کپتان ٹیلر صاحب
مدرس ہندی دام اقبالہ اور اعانت
و پرورش سے ڈاکٹر
ولیم ہنٹر صاحب
دام حشمتہ
اور عنایت و کرم سے کپتان گالوے صاحب دام شرفہ اور مرحمت
و امداد سے کپتان تامس روبک صاحب
دام افضالہ کی تصحیح مرزا کاظم علی جوان
اور مرزا جان طپش و مولوی محمد اسلم
و تارنیسچرن متر و منشی غلام اکبر
سنہ ۱۸۱۱ عیسوی میں مطابق
سنہ ۱۲۲۶ ہجری ہندوستانی
چھاپے خانے میں چھاپا
کیا ہوا منشی
مدار بخش

LIBRARY OF THE BOMBAY BRANCH OF THE ROYAL ASIATIC SOCIETY

Digitized with financial assistance from
Observer Research Foundation
on 22 February, 2020